

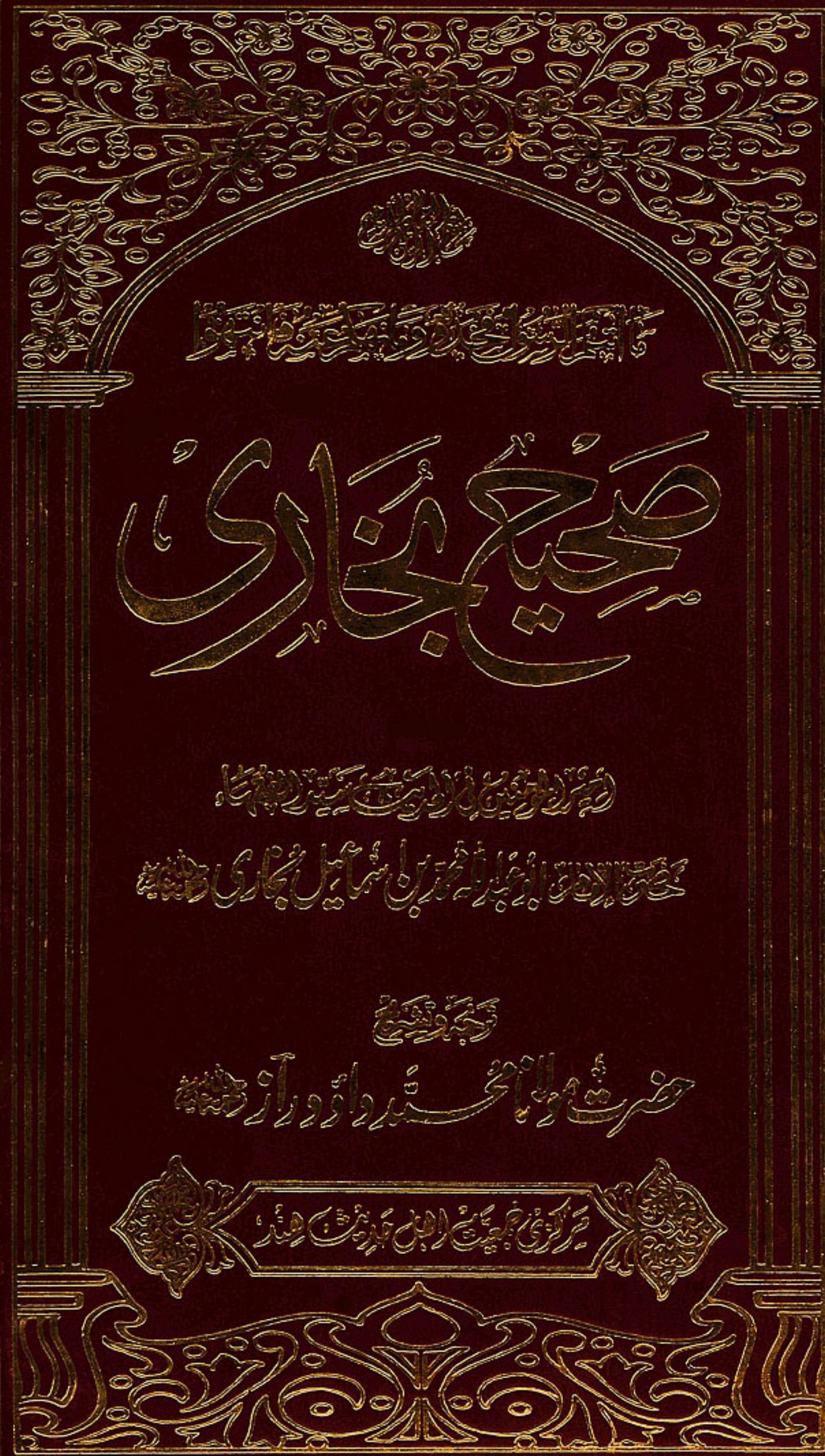
حَمْدُ لِلّٰهِ

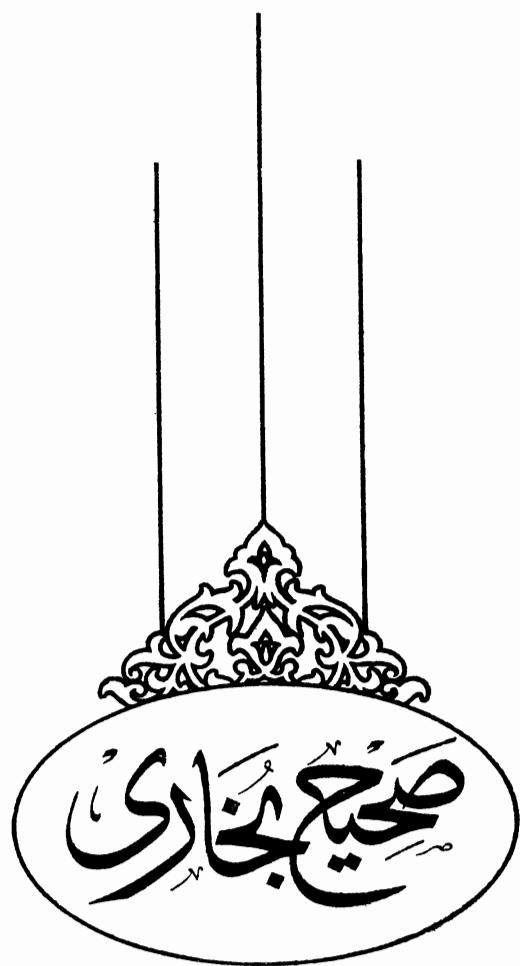
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ

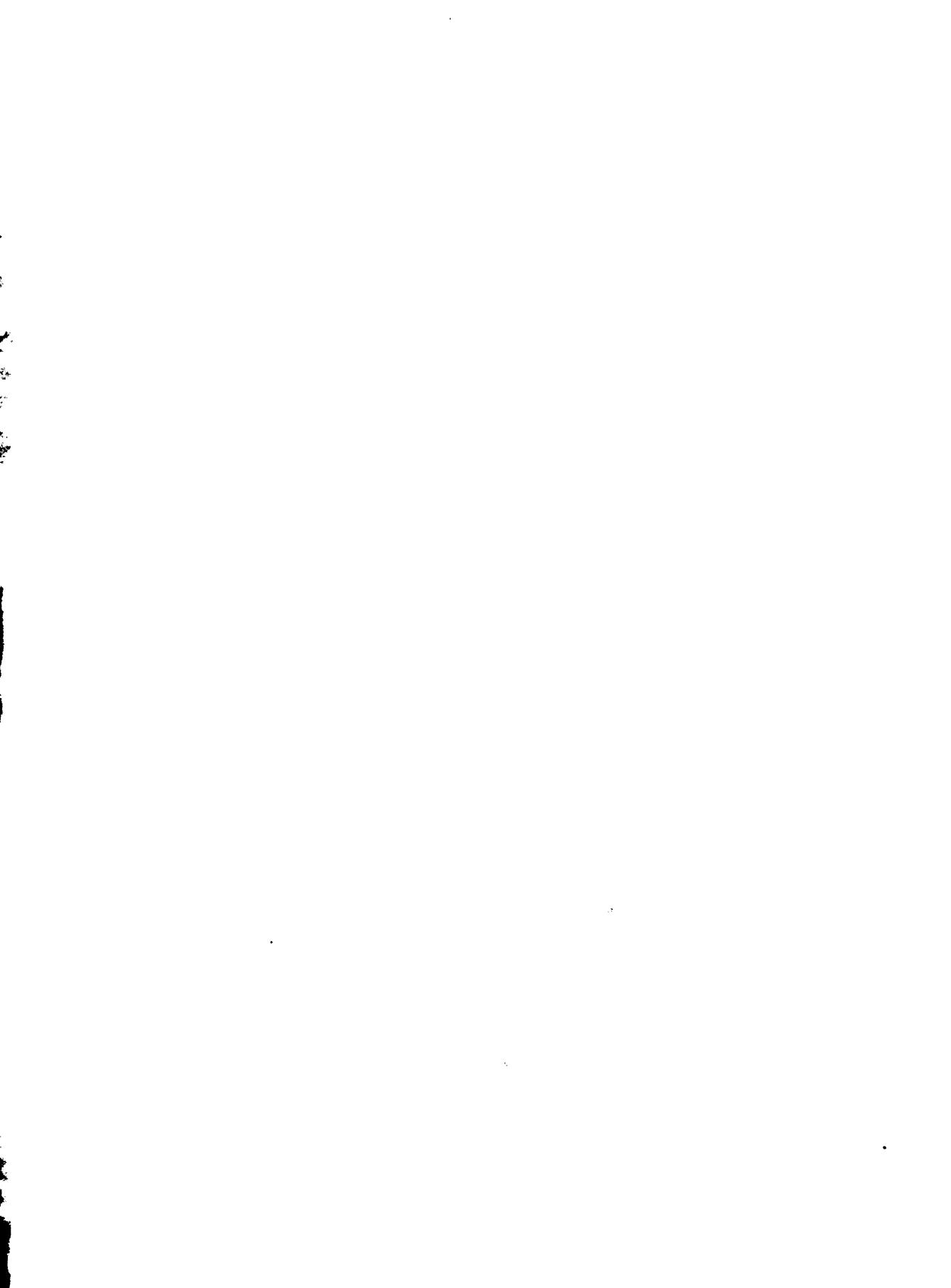
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ







بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ

صَحْيَجْ بَنْجَارِي

جلد سوم

الْعَبْرُ الْمُوْتَبِعُ فِي الْأَدِبِ سَيِّدُ الْفَقِيْهَاءِ

حَسَنُ الْإِيمَانِ ابْوَعَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعِيلِ بَنْجَارِي

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا مُحَمَّد داؤد راز

نظیر ثانی

حضرت العلیم مولانا عبد السلام سعیدی سید حضرت العلام ابوالحسن احمد بن الجبل السلفی

مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند

جملہ حقوق بحق مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند محفوظ @



نام کتاب	:	سچ بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند
من اشاعت	:	۲۰۰۳ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

ملنے کے پتے

- ۱۔ مکتبہ ترجمان ۳۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی - ۱۱۰۰۰۶
- ۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، روپوری تالاب، وارانسی
- ۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۲ اے، چاہ رہب جامع مسجد، دہلی
- ۴۔ مکتبہ مسلم، جمیعت منزل، بر براشاہ سری گنگر، کشمیر
- ۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارینا مسجد روڈ، بنگلور - ۵۶۰۰۵۱
- ۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مکونا تھنہ بخشن، یوپی

نہرست مضمائیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷	گائے اونٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلادے.....	۲۱	منی میں نماز پڑھنے کا بیان
۳۸	قربانی کے جانور کا اشعار کرنا	۲۲	عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان
۳۸	اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے قلامد پہنائے	۲۳	صحیح کے وقت منی سے عرفات جاتے ہوئے.....
۳۹	بکریوں کو ہار پہنانے کا بیان	۲۴	عرفات کے دن عین گرمی میں.....
۵۰	اون کے ہار بینا	۲۵	عرفات میں جانور پر سوار ہو کرو تو قوف کرنا
۵۱	جو توں کا ہار ڈالنا	۲۵	عرفات میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا
۵۱	قربانی کے جانوروں کے لئے جموں کا ہوتا	۲۶	میدان عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا
۵۲	اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدی راستہ میں.....	۲۷	میدان عرفات میں تکہر نے کا بیان
۵۳	کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت.....	۲۸	عرفات سے لوٹتے وقت کس چال سے پڑھنا
۵۳	منی میں نبی کریم ﷺ نے جہاں خمر کیا وہاں خمر کرنا	۲۹	عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا
۵۵	اپنے ہاتھ سے خمر کرنا	۳۱	عرفات سے لوٹتے وقت سکون کی بدایت
۵۵	اونٹ کو باندھ کر خمر کرنا	۳۱	مزدلفہ میں دو نمازوں ایک ساتھ ملا کر پڑھنا
۵۶	اوٹوں کو کھڑا کر کے خمر کرنا	۳۳	جس نے کہا کہ ہر نماز کے لیے اذان.....
۵۷	قصاب کو مزدوروی میں قربانی.....	۳۲	عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں.....
۵۷	قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی	۳۷	جنگ کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا
۵۸	قربانی کے جانوروں کے جھوول بھی صدقہ کر دیجے جائیں	۳۸	مزدلفہ سے کاف چلا جائے؟
۵۹	سورہ حجج کی ایک آیت کی تفسیر	۳۹	دسویں تاریخ حجج تو عکبر اور لمیک کہتے رہنا.....
۵۹	قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں.....	۴۰	سورہ تقریہ کی ایک آیت کی تفسیر
۶۰	سر منڈانے سے پلے ذبح کرنا	۴۱	قربانی کے جانور پر سوار ہو ناجائز ہے
۶۳	اس کے متعلق جس نے احرام کے وقت سر کے بالوں کو.....	۴۳	اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا.....
۶۳	احرام کھولتے وقت بال منڈوانا یا ترشوانا	۴۴	اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور.....
۶۶	تحتع کرنے والا عمرہ کے بعد بال ترشوانے	۴۵	جس نے ذوال الحجه میں اشعار کیا.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۹	حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا	۶۷	دسویں تاریخ میں طواف الزیارت کرنا
۹۹	عمرہ میں جتنی تکلیف ہوتا ہی نو اُناب ہے	۶۸	کسی نے شام تک رنی نہ کی.....
۱۰۰	عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے.....	۶۹	جرہ کے پاس سوارہ کر لوگوں کو مسئلہ بتانا
۱۰۱	عمرہ میں ان ہی کاموں کا پر ہیز ہے.....	۷۰	منی کے دنوں میں خطبہ سنانا
۱۰۳	عمرہ کرنے والا احرام سے کب لکھتا ہے؟	۷۲	منی کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں.....
۱۰۵	حج، عمرہ یا چہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے؟	۷۵	انکریاں مارنے کا بیان
۱۰۶	مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا.....	۷۶	رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان
۱۰۶	مسافر کا اپنے گھر میں صح کے وقت آنا	۷۶	رمی جمار سات انکریاں سے کرنा.....
۱۰۷	شام میں گھر کو آنا	۷۷	اس بیان میں کہ (حاجی کو) ہر انکری مارتے وقت.....
۱۰۷	آدمی جب اپنے شہر میں پہنچ تو گھر میں رات میں شہ جائے	۷۸	اس کے متعلق جس نے جرہ عقبہ کی ری کی.....
۱۰۷	جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی	۷۸	جب حاجی دونوں مجردوں کی ری کرچکے.....
۱۰۸	اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے.....	۷۹	پہلے اور دوسرے جرہ کے پاس جا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا
۱۰۹	سفر بھی گواہ ایک قسم کا عذاب ہے۔	۸۳	رمی جمار کے بعد خوشبو لگانا.....
۱۱۰	مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو.....	۸۳	طواف وداع کا بیان
۱۱۱	محرم کے رو کے جانے اور شکار کا بدله دینے کے بیان میں	۸۳	اگر طواف افاضہ کے بعد عورت حاضر ہو جائے۔
۱۱۱	اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟	۸۷	اس کے متعلق جس نے روگی کے دن عصر کی نماز.....
۱۱۲	حج سے روکے جانے کا بیان	۸۷	وادی محسب کا بیان
۱۱۳	رک جانے کے وقت سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا	۸۸	مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی.....
۱۱۵	جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضاء ضروری نہیں	۸۹	اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے.....
۱۱۷	ایک آیت شریفہ کی تفسیر	۸۹	زمانہ حج میں تجارت کرنا.....
۱۱۷	صدق سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا	۹۰	آرام لینے کے بعد وادی محسب سے آخری رات میں چل دینا
۱۱۸	福德یہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع غلہ دینا		
۱۱۹	قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے		
۱۲۰	سورہ بقرہ میں اللہ کا یہ فرمانا کہ حج میں شہوت.....	۹۱	عمرہ کا وحوب اور اس کی فضیلت
۱۲۰	اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں فرمانا کہ حج میں لگاہ اور.....	۹۲	اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا
۱۲۱	اللہ کا یہ فرمانا سورہ ماکہ میں کہ احرام کی حالت.....	۹۳	نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کے ہیں.....
۱۲۱	اگر بے احرام والا شکار کرے.....	۹۵	رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان
۱۲۳	احرام والے لوگ شکار دیکھ کر رہیں دیں.....	۹۶	محسب کی رات عمرہ کرنا.....
۱۲۳	شکار کرنے میں احرام والا غیر محروم کی کچھ بھی مدد نہ کرے	۹۷	سعیم سے عمرہ کرنا

کتاب العمرة

عمرہ کا وحوب اور اس کی فضیلت
اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا
نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کے ہیں.....
رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان
محسب کی رات عمرہ کرنا.....
سعیم سے عمرہ کرنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۹	جو شخص مدینہ سے نفرت کرے	۱۲۵	غیر حرم کے شکار کرنے کے لئے.....
۱۶۰	اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمت آئے گا	۱۲۶	اگر کسی نے حرم کے لیے زندہ گور خرخند بھیجا ہو.....
۱۶۰	جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے	۱۲۶	احرام والا کون کون سے جانور مار سکتا ہے
۱۶۰	مدینہ کے محلوں کا بیان	۱۲۹	اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں
۱۶۱	دجال مدینہ میں نہیں آکے گا	۱۳۰	حرم کے شکار بانکے نہ جائیں
۱۶۳	مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے	۱۳۱	اکد میں لڑنا جائز نہیں ہے
۱۶۳	مدینہ کا ویران کرتا نبی اکرم ﷺ کو ناگوار تھا	۱۳۲	حرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟
	کتاب الصیام	۱۳۵	حرم نکاح کر سکتا ہے
۱۶۹	رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان	۱۳۷	احرام والے مرد اور عورت کو خوشبو گناہ منع ہے
۱۷۰	روزہ کی فضیلت کا بیان	۱۳۸	حرم کو عمل کرنا کیسا ہے؟
۱۷۱	روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے	۱۳۹	حرم کو جب جو یاں نہ ملیں.....
۱۷۱	روزہ داروں کے لئے بیان (نامی دروازہ).....	۱۳۹	جس کے پاس تہبین نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے
۱۷۳	رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان	۱۴۰	حرم کا بتھیار بند ہونا درست ہے
۱۷۳	جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ	۱۴۱	حرم اور عکاء شریف میں بغیر احرام کے داخل ہونا
۱۷۵	نبی کریم ﷺ رمضان میں سب سے زیادہ محاذات	۱۴۲	اگر راتا قیمت سے کوئی کرتہ پہنچے ہوئے احرام باندھے
۱۷۵	جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا.....	۱۴۲	اگر حرم عرفات میں مر جائے
۱۷۶	کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے.....	۱۴۳	جب حرم وفات پا جائے تو اس کا کفن دفن.....
۱۷۶	جو مجرد ہوا اور زنا سے ڈرے تو وہ روزہ رکھے	۱۴۳	میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا.....
۱۷۷	نبی کریم ﷺ کا ارشاد و جب تم (رمضان کا) چاند.....	۱۴۳	اس کی طرف سے حج بدل جس میں.....
۱۷۹	عید کے دونوں میں کم کم نہیں ہوتے	۱۴۵	عورت کامرد کی طرف سے حج کرنا
۱۸۰	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہم لوگ حساب کتنا.....	۱۴۷	پچھوں کا حج کرنا
۱۸۰	رمضان سے ایک یاد و دن پہلے.....	۱۴۹	عورتوں کا حج کرنا
۱۸۱	سورہ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر		اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی
۱۸۲	اللہ تعالیٰ کافر مانا کہ حری کھاؤ صبح کی سفید دھاری تک		کتاب فضائل المدینۃ
۱۸۳	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ بالاں کی اذان تمہیں حری کھانے	۱۵۰	مدینہ کے حرم کا بیان
۱۸۳	حری کھانے میں در کرنا	۱۵۷	مدینہ کی فضیلت
۱۸۴	حری اور بُر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہو تا تھا	۱۵۸	مدینہ کا ایک نام طاہب بھی ہے
۱۸۵	حری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے	۱۵۸	مدینہ کے دونوں پتھر یہ میدان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۹	نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے	۱۸۵	اگر کوئی شخص روزے کی نیت دن میں کرے
۲۲۰	مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا	۱۸۶	روزہ دار صبح کو جتابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے
۲۲۰	روزہ میں جسم کا حن	۱۸۸	روزہ دار کا پنی بیوی سے مباشرت
۲۲۱	بیوی شر روزہ رکھنا	۱۸۸	روزہ دار کا روزے کی حالت میں
۲۲۲	روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حن	۱۸۹	روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے
۲۲۳	ایک دن روزہ اور ایک دن اظہار کا بیان	۱۹۰	اگر روزہ دار بھول کر کھانی لے تو روزہ نہیں جاتا
۲۲۴	حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ	۱۹۱	روزہ دار کے لئے تریاں کل مساوں
۲۲۵	ایام بیض کے روزے	۱۹۲	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک
۲۲۶	جو شخص کی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا	۱۹۳	اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا
۲۲۷	مینے کے آخر میں روزہ رکھنا	۱۹۴	روزہ دار کا چچنا لگوانا اور قے کرنا کیسا ہے
۲۲۸	بحد کے دن روزہ رکھنا	۱۹۷	سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا
۲۳۰	روزہ کے لئے کوئی دن مقرر کرنا	۱۹۹	جب رمذان میں کچھ روزے رکھ کر کوئی سفر کرے
۲۳۰	عرفہ کے دن روزہ رکھنا	۲۰۰	سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے
۲۳۱	عید الفطر کے دن روزہ رکھنا	۲۰۱	اصحاب کرام (سفر میں) روزہ رکھتے بھی اور نہ بھی رکھتے
۲۳۲	عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا	۲۰۱	سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا
۲۳۵	ایام تشریق کے روزے رکھنا	۲۰۲	سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر
۲۳۶	اس باریے میں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے	۲۰۳	رمذان کے قضاڑ دے کب رکھے جائیں
کتاب صلوٰۃ التراویح			
۲۳۹	رمذان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت	۲۰۷	جیسیں والی عورت نہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ کے
کتاب لیلۃ القدر			
۲۴۲	شب قدر کی فضیلت	۲۰۸	اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں
۲۴۵	شب قدر کو رمذان کی آخری طلاق راتوں میں	۲۱۰	روزہ کو نہیں میں جلدی کرنا
۲۵۱	رمذان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا	۲۱۱	ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ بھول لیا
کتاب الاعتكاف			
۲۵۱	رمذان کے آخری عشرہ میں اعتكاف کرنا	۲۱۲	بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان
۲۵۳	اگر جیسی والی عورت	۲۱۳	پے در پے طاک کر روزہ رکھنا
۲۵۱	ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کا بیان	۲۱۵	جو طے کے روزے بہت رکھے
۲۵۳		۲۱۶	حری تک وصال کا روزہ رکھنا
		۲۱۷	کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لیے قسم دی
		۲۱۸	ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۱	سورہ جمہ کی آیت کی تعریج	۲۵۳	اعتكاف والا بے ضرورت گھر میں نہ جائے
۲۸۲	اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو	۲۵۳	اعتكاف والاسر یا بد دھو سکتا ہے
۲۸۳	جور و زی میں کشاورگی چاہتا ہو.....	۲۵۵	صرف رات بھر کے لیے اعتكاف کرنا
۲۸۴	بی کریم علیہ السلام کا ادھار خریدنا	۲۵۵	عورتوں کا اعتكاف کرنا
۲۸۵	انسان کا کہانا اور اپنے باتوں سے محنت کرنا	۲۵۶	مسجدوں میں خیسے لگانا
۲۸۷	خرید و فروخت کے وقت زری.....	۲۵۷	کیا مختلف اپنی ضرورت کے لیے مسجد کے دروازے
۲۸۷	جو شخص بالدار کو مہلت دے	۲۵۷	اعتكاف نبوی کا بیان
۲۸۸	جس نے کسی بھت دست کو مہلت دی.....	۲۵۸	کیا مستحکمہ عورت اعتكاف کر سکتی ہے ؟
۲۸۸	جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف.....	۲۵۹	عورت اعتكاف کی حالت میں
۲۹۰	مختلف قسم کی بھور ملا کر بیچنا.....	۲۶۰	اعتكاف والا اپنے اوپر سے کسی بد گمانی
۲۹۰	گوشت بیچنے والے	۲۶۱	اعتكاف سے صحیح کے وقت باہر آنا
۲۹۱	بیچنے میں جھوٹ بولنے اور.....	۲۶۲	شوال میں اعتكاف کرنے کا بیان
۲۹۱	سود کی نہ مت کا بیان	۲۶۲	اعتكاف کے لئے روزہ ضروری نہ ہونا
۲۹۲	سود کھانے والا اور اس پر گواہ.....	۲۶۳	اگر کسی نے جاہلیت میں اعتكاف کی نذر مانی
۲۹۳	سود کھلانے والے گناہ	۲۶۳	رمضان کے درمیانی عشرہ میں
۲۹۳	اللہ سود کو منادیتا ہے.....	۲۶۳	اعتكاف کا قصد کیا لیکن پھر
۲۹۵	خرید و فروخت میں قسم کھانا کروہ ہے	۲۶۵	اعتكاف والاسر دھونے کے لئے
۲۹۶	سناروں کا بیان		
۲۹۷	کارگروں اور لوہاروں کا بیان		
۲۹۸	درزی کا بیان	۲۶۶	سورہ جمہ کی ایک آیت کی تعریج
۲۹۹	کپڑا بننے والے کا بیان	۲۷۱	حلال کھلاؤ ہے اور حرام بھی.....
۳۰۰	بڑھتی کا بیان	۲۷۲	ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے
۳۰۱	اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود.....	۲۷۵	مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا.....
۳۰۲	چوپالیے جانوروں کی تجارت	۲۷۶	دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہئے
۳۰۳	جاہلیت کے بازاروں کا بیان	۲۷۷	سورہ جمہ میں فرمان الہی
۳۰۴	بیمار یا خارثی اونٹ خریدنا	۲۷۸	جور و پیہ کمانے میں حلال یا حرام کی پرواہ نہ کرے
۳۰۵	جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو.....	۲۷۸	خُنکی میں تجارت کرنے کا بیان
۳۰۵	عطر بیچنے والوں اور ملک بیچنے کا بیان	۲۸۰	تجارت کے لیے گھرے باہر لکھنا
۳۰۶	چمچنا گانے والے کا بیان	۲۸۰	سمدر میں تجارت کرنے کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۲	اگر کسی نے بیچ میں ناجائز شرطیں لگائیں	۳۰۷	ان چیزوں کی سوداًگری جن کا پہننا.....
۳۲۳	بھجور کو بھجور کے بدالے میں بیچنا	۳۰۸	سامان کے مالک کو قیمت کہنے کا زیادہ حق ہے
۳۲۴	منقیٰ کو منقیٰ کے اور انماج کو انماج کے بدال بیچنا	۳۰۹	اگر باعث یا مشتری
۳۲۵	جو کے بدالے جو کی بیچ کا.....	۳۱۰	جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا.....
۳۲۵	سو نے کو سونے کے بدالے میں بیچنا	۳۱۵	خرید و فروخت میں دھوکہ دینا مکروہ ہے
۳۲۶	چاندی کو چاندی کے بدالے میں بیچنا	۳۱۵	بازاروں کا بیان
۳۲۶	اشرفتی کو اشرفتی کے بدالے ادھار بیچنا	۳۱۸	بازار میں شور و غل مچانا مکروہ ہے
۳۲۸	چاندی کو سونے کے بدالے ادھار بیچنا	۳۱۹	تاپ توں کرنے والے کی مزدوری.....
۳۲۹	بیچ مزابند کا بیان	۳۲۱	انماج کا تاپ توں کرنا مستحب ہے
۳۵۲	درخت پر پھل اسونے اور چاندی کے بدالے بیچنا	۳۲۱	نبی کریم ﷺ کے صاع اور مد کی برکت کا بیان
۳۵۳	عریتی کی تفسیر کا بیان	۳۲۲	انماج کا بیچنا اور احکام کرنا
۳۵۵	پہلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے.....	۳۲۲	غلہ کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے.....
۳۵۷	جب تک بھجور پختہ نہ ہو.....	۳۲۵	جو شخص غلے کاڈھیر.....
۳۵۸	اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی.....	۳۲۵	اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا.....
۳۵۹	انماج ادھار خریدنا	۳۲۶	کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی
۳۵۹	اگر کوئی شخص خراب بھجور کے بدالے میں اچھی بھجور.....	۳۲۸	نیلام کرنے کا بیان
۳۶۰	جس نے پیوند لگائی ہوئی بھجوریں.....	۳۲۹	بخش یعنی دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانا.....
۳۶۲	کھٹتی کا انماج جواہی درخوت پر ہو.....	۳۳۰	دھوکے کی بیچ اور حمل کی بیچ.....
۳۶۲	بھجور کے درخت کو جرسیت بیچنا	۳۳۰	بیچ ملامسہ کا بیان
۳۶۲	بیچ ماضرہ کا بیان	۳۳۱	بیچ مناذہ کا بیان
۳۶۳	بھجور کا گاہجا بیچنا	۳۳۲	اوٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں.....
۳۶۴	خرید و فروخت و اجارے میں.....	۳۳۳	خرید ار اگر چاہے تو مصراۃ کو داپس کر سکتا ہے.....
۳۶۶	ایک ساچھی اپنا حصہ.....	۳۳۴	زانی غلام کی بیچ کا بیان
۳۶۷	زمین مکان اسباب کا حصہ.....	۳۳۵	عورتوں سے خرید و فروخت کرنا
۳۶۷	کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے.....	۳۳۷	کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا.....
۳۶۹	مشرکوں اور حرbi کافروں کے ساتھ.....	۳۳۸	جنہوں نے اسے مکروہ رکھا.....
۳۷۰	حرbi کافر سے غلام لوٹی خریدنا.....	۳۳۸	اس بیان میں کہ کوئی بھتی والا.....
۳۷۶	دیاغت سے پہلے مردار کی کھال.....	۳۳۹	پہلے سے آگے جا کر.....
۳۷۷	سور کامارڈالنا	۳۳۹	قاتے سے کتنی دور آگے جا کر.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۵	چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چ رانا.....	۳۷۹	مردار کی چربی گلانا.....
۳۰۶	جب کوئی مسلمان مزدور نہ لے.....	۳۸۰	غیر جاندرا چزوں کی تصویر.....
۳۰۸	کوئی شخص کسی مزدور کو.....	۳۸۱	شراب کی تجارت کرنا حرام ہے.....
۳۱۰	چہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا.....	۳۸۱	آزاد شخص کو پیچنا کیسا گناہ ہے؟
۳۱۱	ایک شخص کو ایک میعاد کے لئے.....	۳۸۱	یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت.....
۳۱۱	اگر کوئی شخص کسی کو.....	۳۸۲	غلام کے بد لے غلام اور.....
۳۱۲	آدھرن کے لئے مزدور لگانا.....	۳۸۳	لوٹھی غلام پینا
۳۱۳	عصر کی نماز تک مزدور لگانا.....	۳۸۳	مدبر کا پینا
۳۱۵	اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری یار لینے کا گناہ.....	۳۸۵	اگر کوئی لوٹھی خریدے.....
۳۱۶	عصر سے لے کر رات تک مزدوری کرنا.....	۳۸۷	مردار اور بتوں کا پینا
۳۱۷	اگر کسی نے کوئی مزدور کیا.....	۳۸۹	کتے کی قیمت کے بارے میں
۳۱۹	جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ.....		
۳۲۰	دلائی کی اجرت لینا.....		
۳۲۱	کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں.....	۳۹۰	مپ مقرر کر کے سلم کرنا
۳۲۲	سورہ فاتحہ پڑھ کر.....	۳۹۱	بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے
۳۲۲	غلام اور لوٹھی پر روزانہ.....	۳۹۳	اس شخص سے سلم کرنا.....
۳۲۴	پچھنا گانے والے کی اجرت	۳۹۵	درخت پر جو سمجھو رکھی ہوتی ہو.....
۳۲۷	اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے.....	۳۹۶	سلم یا قرض میں ضمانت دینا
۳۲۷	رنٹی اور فاحشہ لوٹھی.....	۳۹۶	بیع سلم میں گروہ رکھنا
۳۲۸	نرکی جفتی پر اجرت لینا.....	۳۹۷	سلم میں میعاد معین ہونی چاہئے
۳۲۸	اگر کوئی زمین کو شہید پر لے.....	۳۹۹	بیع سلم میں یہ میعاد لگانا.....
كتاب الحوالات			
۳۳۰	حوالہ یعنی قرض کو.....	۳۹۹	شفعہ کا حق اس جائیداد میں.....
۳۳۱	جب قرض کسی بالدار کے حوالہ.....	۴۰۰	شفعہ کا حق رکھنے والے.....
۳۳۱	اگر کسی میت کا قرض.....	۴۰۱	کون پڑوں زیادہ حق دار ہے
كتاب الکفالۃ			
۳۳۲	قرضوں وغیرہ کی حاضر خانات.....	۴۰۲	کسی بھی نیک مرد کو مزدوری.....
كتاب الاجارة			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۶	میود اور رخت کاٹنا.....	۳۳۸	سورہ نساء کی ایک آیت
۳۷۷	آدمی یا کم زیادہ پیدا اور پہلائی کرنا	۳۲۰	جو شخص کی سیت کے قرض کا.....
۳۸۰	اگر بیانی میں سالوں کی تعداد مقرر نہ کرے؟	۳۲۲	نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ.....
۳۸۱	یہود کے ساتھ بیانی کا معاملہ کرنا	۳۲۴	قرض کا بیان
۳۸۱	بیانی میں کون سی شرطیں لگانا کروہ ہے		کتاب الوکالة
۳۸۲	جب کسی کے مال سے.....		تقسیم وغیرہ کے کام میں.....
۳۸۳	صحابہ کرام کے اوقاف.....	۳۲۷	اگر کوئی مسلمان دار الحرب.....
۳۸۴	اس شخص کا بیان جس نے بخوبی میں کو آباد کیا	۳۲۸	صرافی اور سارپ تولی میں وکیل کرنا
۳۸۸	اگر زمین کا مالک.....	۳۲۹	چراں نے والے نے یا کسی وکیل نے.....
۳۸۹	نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام حکیقی باڑی.....	۳۵۰	حاضر اور غائب و دونوں کو وکیل بنانا
۳۹۲	نقدی لگان پر سونے چاندی کے بدلتی میں دینا	۳۵۱	قرض ادا کرنے کے نے.....
۳۹۳	درخت بونے کا بیان	۳۵۲	اگر کوئی چیز کسی قوم کے.....
	کتاب المساقة	۳۵۴	ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو.....
۳۹۵	کھیتوں اور باغوں کے لئے پانی.....	۳۵۹	کوئی سورت اپنائنا کرنے کے لئے.....
۳۹۶	پانی کی تقسیم	۳۶۰	کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا.....
۳۹۸	اس کے بارے میں جس نے کہا کہ پانی کا مالک.....	۳۶۳	اگر وکیل کوئی ایسی بیع کرے.....
۳۹۸	جس نے اپنی ملک میں کوئی کنوں کھودا	۳۶۴	وقف کے مال میں وکالت.....
۴۰۰	کنوں کے بارے میں جھگڑنا	۳۶۵	حدگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا
۴۰۰	اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی.....	۳۶۶	قرابی کے اوپر وکیل میں وکالت.....
۴۰۱	نہر کا پانی روکنا	۳۶۷	اگر کسی نے اپنے وکیل سے کہا.....
۴۰۲	جس کا کھیت بلندی پر ہو.....		خراچی کا خزانہ میں وکیل ہونا
۴۰۳	بلند کھیت والا ٹھوٹ تک پانی بھر لے		کتاب الحرج والمزارعة
۴۰۴	پانی پلانے کے ثواب کا بیان	۳۶۸	کھیت بونے اور درخت لگانے کی فضیلت.....
۴۰۵	جن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک.....	۳۷۰	کھیت کے سامان میں بہت زیادہ مصروف رہنا.....
۴۰۸	اللہ اور اس کے رسول کے سوا.....	۳۷۲	کھیت کے لئے کتابنا
۴۰۸	نہروں میں سے آدمی اور جانور.....	۳۷۳	کھیت کے لئے تمل سے کام لینا
۴۱۰	لکڑی اور گھاس پیچنا	۳۷۵	باغ والا کسی سے کہے.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۳	ایک شخص نادان یا کم عقل ہو.....	۵۱۳	قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان
۵۲۵	مدھی اور مدھی علیہ ایک دوسرے کی نسبت	۵۱۳	جاگیروں کی سند لکھنا
۵۲۸	جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں	۵۱۳	اوٹنی کو پانی کے پاس دوہنا
۵۲۹	میت کا وصی اس کی طرف سے دعویٰ کر سکتا ہے.....	۵۱۳	باغ میں سے گزرنے کا حق.....
۵۵۰	اگر شرارت کا ذرہ ہو تو ملزم کا باندھنا.....	۵۲۲	کتاب الاستقراظ
۵۵۱	حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا	۵۲۲	جو شخص کوئی چیز قرض خریدے.....
۵۵۲	قرضدار کے ساتھ رہنے کا بیان	۵۲۲	جو شخص لوگوں کا مال.....
۵۵۲	تفاضا کرنے کا بیان	۵۲۵	قرضوں کا ادا کرنا
		۵۲۷	اوٹ قرض لینا
		۵۲۷	تفاضے میں زمی کرنا
۵۵۳	جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح.....	۵۲۸	کیا بدالے میں قرض والے اوٹ.....
۵۵۶	بھولے بھٹکے اوٹ کا بیان	۵۲۸	قرض اچھی طرح سے ادا کرنا
۵۵۷	امشده بکری کے بارے میں	۵۲۹	اگر مقدر قرض خواہ.....
۵۵۸	پڑی ہوئی چیز کا مالک.....	۵۲۹	اگر قرض ادا کرتے وقت.....
۵۵۹	اگر کوئی سمندر میں لکڑی.....	۵۳۱	قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا
۵۶۰	کوئی شخص راستے میں کھو رپائے؟	۵۳۱	قرضدار کی نماز جنازہ
۵۶۰	اہل مکہ کے لقطہ کا کیا حکم ہے؟	۵۳۲	اوایلگی میں بالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا.....
۵۶۲	کسی جانور کا دودھ.....	۵۳۲	جس شخص کا حق نکلتا ہو.....
۵۶۳	پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر.....	۵۳۲	اگر بیچ یا قرض یا مامات کمال.....
۵۶۳	پڑی ہوئی چیز کا مالیہ باہر ہے.....	۵۳۳	اگر کوئی بالدار ہو کر.....
۵۶۵	لقطہ کو بتانا لیکن.....	۵۳۳	دیوالی یا محتاج کمال بیچ کر.....
		۵۳۵	ایک معین مدت کے وعدہ پر قرض دینا یا بیع کرنا
		۵۳۵	قرض میں کمی کرنے کی سفارش
۵۶۹	ظالموں کا بدلہ کس کس طور نیا بائے گا	۵۳۷	مال کو تباہ کرنا.....
۵۶۹	ظالموں پر اللہ کی پھٹکا ہے	۵۳۸	غلام اپنے آقا کے مال کا گزارا ہے
۵۷۰	کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے.....		
۵۷۱	ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد.....		
۵۷۱	مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے		
۵۷۲	ظالم سے بدل لیما	۵۳۹	کتاب الخصومات
			قرضدار کو پکڑ کر لے جانا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کتاب الشرکة	۵۷۳	ظالم کو معاف کر دینا ظلہ بقامت کے دن اندر ہیرے ہوں گے
۶۰۳	کھانے اور سفر خرچ اور اسباب میں شرکت.....	۵۷۲	مظلوم کی بد دعا سے بچنا.....
۶۰۶	جو مال دوسرا جھیول کے ساتھ کا ہو.....	۵۷۳	اگر کسی شخص نے دوسرے پر.....
۶۰۶	بکریوں کا باشنا	۵۷۵	جب کسی ظالم کو معاف کر دیا اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اجازت دے.....
۶۰۷	دودو کھجور میں ملا کر کھانا.....	۵۷۶	اگر کوئی شخص کسی کی زمین..... اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین.....
		۵۷۸	جب کوئی شخص کسی دوسرے کو..... ایک آیت کی تفسیر
		۵۷۹	اس شخص کا گناہ، موجان بوجھ کر.....
		۵۸۰	اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا..... مظلوم کو اگر ظالم کمال.....
		۵۸۱	چوپالوں کے پارے میں کوئی شخص اپنے پڑو سی کو
		۵۸۳	راتے میں شراب کا بہار دینا
		۵۸۴	گھروں کے صحن کا بیان
		۵۸۵	راستوں میں کنوں بنانا.....
		۵۸۶	راتے میں سے تکلیف.....
		۵۸۷	اوپنے اور پست بالاخانوں.....
		۵۸۷	مسجد کے دروازے پر.....
		۵۹۳	کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھہرنا.....
		۵۹۳	اس کاٹوں جس نے شاخیا.....
		۵۹۵	اگر عام راستے میں اختلاف ہو.....
		۵۹۶	مالک کی اجازت کے بغیر.....
		۵۹۷	صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا
		۵۹۸	کیا کوئی ایسا مکا توڑا جا سکتا ہے جو شخص اپنام بچانے کے لئے ٹڑے
		۶۰۰	جس کسی شخص نے کسی دوسرے..... اگر کسی نے کسی کی دیوار.....
		۶۰۱	

نہرست تشریحی مضمائیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۰	تقلید کے لغوی معنی کا بیان	۱۹	تقریظ از مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن بازر حمد اللہ
۵۳	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حجاج بن یوسف	۲۰	تقریظ از امام حرم شیخ عبداللہ بن سبیل حفظہ اللہ
۵۴	گائے کی قربانی کے لے ملک کے قانون کا یاد رکھنا.....	۲۱	منی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نماز قصر.....
۵۴	بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں	۲۲	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اظہر تاسف
۵۶	شیخین کے نزدیک کسی صحابی کا کام مرفع کے حکم میں ہے	۲۳	عرفہ کے دن روزہ پر ضروری.....
۵۸	چرم قربانی غرباء طباء اسلامیہ کا حق ہے	۲۴	حجاج بن یوسف پر ایک اشارہ
۶۱	یوم الغیر میں حاجی کو چار کام کرنے ضروری ہیں	۲۵	علمائے کرام کی خدمت میں ایک ضروری اپیل
۶۲	مقتیان اسلام سے ایک گذارش	۲۷	قریش کے ایک غلط روایت کا بیان
۶۳	محققین کے لئے تکرار دعا کا سبب	۲۸	میدان عرفات کی تشریع
۶۵	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک تفصیلی بیان	۳۳	حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک فلسفیانہ بیان
۷۱	رج کا مقصد عظیم	۳۴	دین میں ایک اصل الاصول کا بیان
۷۱	اللہ کے لئے چھت فوق اور استوئی علی العرش ثابت ہے	۳۵	عورتوں اور بچوں کے لئے ایک خاص رعایت کا بیان
۷۲	رج اکبر اور رج اصغر کا بیان	۳۶	حفیہ اور جمہور علماء کا ایک اختلافی مسئلہ
۷۵	امرائے جوڑ کی اطاعت کا بیان	۳۸	شبک پہلا کا بیان
۷۸	حجاج بن یوسف کے بارے میں	۳۰	تقلید شخصی کا مرض یہودیوں میں پیدا ہوا تھا
۸۰	تاذدین امام بخاری پر ایک بیان	۳۱	ایک قرآنی آیت کی تفسیر
۸۱	حکمت ری بخاری پر ایک بیان	۳۲	زمانہ چالیسٹ کے غلط طریقوں کا بیان
۸۳	مقلدین جامدین پر ایک بیان	۳۳	طواف کرتے وقت رمل کرنے کی حکمت
۸۴	مکررین حدیث کی تردید	۳۵	اشعار اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۹۰	عبد چالیسٹ کی تجارتی منڈیاں	۳۶	تقلید جامد پر کچھ اشارات
۹۱	تعمیم سے عمرہ کا حرام	۳۹	حفیہ کی ایک بہت کمزور دلیل کا بیان
۹۳	حضرت عبد اللہ بن مبارک کے کچھ حالات	۴۰	حضرت امام بخاری مجتهد مطلق تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۷	شہادت حضرت فاروق اعظم	۱۰۶	حاجیوں کے لئے پھول ہار جائز نہیں
۱۶۸	رائم الحروف اور حاضری مدینہ	۱۰۶	لنجمکہ پر آپ گامکہ میں شاندار داغلہ
۱۶۸	صوم کے لغوی معانی	۱۰۸	وطن سے محبت مشروع ہے
۱۷۳	فضیلت سید ابو بکر صدیق	۱۰۹	آیت شریفہ واتو البویت من ابوابها کی تشریع
۱۷۳	فضیلت رمضان کا فالفہ	۱۰۹	سفر نمونہ ستر کیوں ہے
۱۷۸	مروجہ تقویم پر احکام شرعی چاری نہیں ہو سکتے	۱۱۲	حالات حضرت محمد بن شہاب زہری
۱۷۹	شهراء عید لا ینقصان کا مطلب	۱۲۰	امام بخاریؓ کی نظر بصیرت کا ایک نمونہ
۱۸۳	نمایز فجر کو اول وقت ادا کرتا ہی مسنون ہے	۱۲۵	حضرت امام نافعؓ کے حالات
۱۸۵	حضرت قادہ کے مختصر حالات	۱۲۸	پانچ موزی بجا نوروں کے قتل کا حکم کیوں ہے؟
۱۸۹	شریعت ایک آسان جامع قانون ہے	۱۳۰	حالات زندگی حضرت عبد اللہ بن زبیر
۱۹۸	روزہ اظفار کرنے کی دعا	۱۳۲	مکہ مبارکہ پر ایک علمی مقالہ
۲۰۲	حالات طاؤس بن کیسان	۱۳۲	مکہ تورات کی روشنی میں
۲۰۵	عبادت پر ایک ولی اللہی مقالہ	۱۳۶	جگ میں عورتوں کو منہ پر نقاب ڈالنا منع ہے
۲۰۷	حالات حضرت سفیان بن عینیہ	۱۳۷	اوٹیار گستان کا جہاز
۲۰۹	حالات حضرت مسدو بن سرہ	۱۳۸	مناظرات صحابہ پر ایک روشنی
۲۱۰	روزہ جلد کھونے کی تشریع	۱۳۹	ابن خطل مردو دو کا بیان
۲۱۰	شیعہ حضرات کی ایک غلطی کی نشاندہی	۱۴۵	زندہ مخدور کی طرف سے جج بدلت کا بیان
۲۱۲	پچوں کو عادات ذاتی کے لئے روزہ رکھوانا	۱۴۷	عورتیں جاہدین کے ساتھ جا سکتی ہیں
۲۱۳	حضرت عمرؓ کا ایک شرابی حد لگانا	۱۴۸	رمضان میں عمرے کا بیان
۲۱۴	صوم وصال کا بیان	۱۵۲	مدینہ الرسول کے کچھ تاریخی حالات
۲۱۵	ایک مجڑہ نبوی کا بیان	۱۵۲	مدینہ شریف کی وجہ تسلیہ
۲۱۶	نفل روزہ کی قضائیاں	۱۵۳	یثرب میں اسلام کیوں گزر پہنچا
۲۱۷	عبادت اللہی کے متعلق کچھ غلط تصورات	۱۵۴	حرم مدینہ شریف کا
۲۱۸	ہاشمیان کی وجہ تسلیہ	۱۵۵	حرم نبوی کا بیان
۲۲۱	صوم الدہر کے متعلق تفصیلات	۱۵۶	گند خضراء کے حالات
۲۲۲	روزہ رکھنے اور ختم قرآن کے بارہ میں	۱۵۷	حالات امام بالک رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۵	صوم داؤدی کی تفصیلات	۱۵۷	ذکر خیر حکومت سعودیہ عربیہ
۲۲۶	لیام یعنی کی تفصیلات	۱۶۲	دجال ملعون کا بیان
۲۲۷	دعائے نبوی کی ایک برکت کا بیان	۱۶۶	وطنی محبت میں حضرت بلالؓ کے اشعار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷۸	شان نزول آیت واذار اور تجارت	۲۲۸	بحمد کے دن روزہ رکھنے کی تفصیلات
۲۷۹	سونے چاندنی کی تجارت کے متعلق	۲۲۹	بعض لوگوں کی ایک غلط عادت کی اصلاح
۲۸۰	غیر مسلموں سے لین دین جائز ہے	۲۳۰	تین اہم ترین چیزوں کا بیان
۲۸۱	افضل کب کون سا ہے	۲۳۱	قبور صالحین کی طرف شد رحال حرام ہے
۲۹۰	سوداگروں کو ضروری ہدایات	۲۳۵	متین کارونہ
۲۹۲	سود خوروں کا عبرت ناک انجام	۲۳۷	حضرت امیر معاویہؑ کا ایک خطبہ
۲۹۶	امام زین العابدین کا ذکر خیر	۲۲۲	لفظ تراویح کی تشریع
۲۹۸	حالات خباب بن ارت رضی اللہ عنہ	۲۲۲	عجیب دلیری
۲۹۹	محبوب ترین بزری کندو اور اس کے خصائص	۲۲۲	تفہیم التجاری دیوبند کا آٹھوہر رکھات تراویح پر تمہرہ
۳۰۱	ایک عظیم مجزہ نبوی کا بیان	۲۲۳	تراویح میں رکھات والی روایت کی حقیقت
۳۰۲	آیت قرآنی فشار بون شرب الیهم کی تفسیر	۲۲۳	فصلہ از قلم علماء احتفاف
۳۰۳	ہدایت برائے تاجر ان صالحین	۲۲۵	خوابوں کی قدر و منزلت کا بیان
۳۰۴	مشک کی تجارت اور اس کی تختیل	۲۲۶	وجو دلیلۃ القدر برحق ہے
۳۰۷	عورتوں کے مکروہ لباس کا بیان	۲۲۷	دلائل و وجہ دلیلۃ القدر
۳۱۰	بانوں دشتری کے معاملہ پر ایک مفصل مقالہ	۲۵۲	اعنکاب کا تفصیلی بیان -
۳۱۰	حالات حکیم بن حمام رضی اللہ عنہ	۲۵۶	اعکاف کے متعلق ضروری مسائل
۳۱۶	تمدنی ترقیات کے لئے اسلام، ہمت افزائی کرتا ہے	۲۵۷	کسی بھی بدگمانی کا زوال ضروری ہے
۳۱۹	بازاروں میں آنے جانے کے آداب	۲۶۰	ایک حدیث کے تفصیلی فوائد
۳۲۲	برکات مدینہ کے لئے دعائے نبوی	۲۶۳	اعکاف سنت مؤکدہ ہے
۳۲۲	احکام پر تفصیلی مقالہ	۲۶۶	تشریح لفظ بیوں
۳۲۸	نیلام کرنا جائز ہے	۲۶۶	فضائل تجارت
۳۲۹	دھوکہ کی بیع اور اس کی تفصیلات	۲۶۸	قریش تجارت پیشہ تھے
۳۳۲	بیع مصرۃ کی وضاحت	۲۶۸	فضائل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۳۲	کیا حضرت ابو ہریرہؓ فقیہ نہ تھے	۲۷۰	مدینہ کے ایک ریسیں التجار صحابی
۳۳۱	بیع پر بیع کا مطلب؟	۲۷۲	لفظ چاگاہ پر ایک تشریع
۳۳۵	ہاء و باء کی لغوی تحقیق	۲۷۲	شبہ کی ایک مثال
۳۳۷	حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس کا چھوڑنا	۲۷۳	الولد للفراش کی وضاحت
۳۳۹	بیع حاقفلہ کی وضاحت	۲۷۵	شکاری کتے کے بارے میں تفصیلات
۳۵۰	بیع مزابنہ کی تشریع	۲۷۶	لفظ دروغ پر تفصیلی مقالہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۷	حالات امام سن بصری	۳۵۲	بعض عربیا کے بارے میں اہل کوفہ کا نہ ہب
۳۹۹	شفعہ کی تفصیلات	۳۵۵	بعض عربیا کے بارے میں
۳۰۳	بے سلسلہ اجراء حضرت موسیٰ کاظم کر خیر	۳۵۷	”زہو“ کی وضاحت
۳۰۴	دختر حضرت شعیب کاظم کر خیر	۳۵۹	ضرورت کے وقت کوئی چیز گروہی رکھنا
۳۰۵	کبھیاں چر ان کوئی نہ موم کا نہیں بلکہ سنت انیاء ہے	۳۶۱	چچلوں کا پیوندی بنانا
۳۰۵	وادی منی کی یاد از مترجم	۳۶۲	شفعہ کا بیان
۳۰۷	حضرت علیؑ نے ایک غیر مسلم کی مزدوری کی	۳۷۰	حضرت سلامان اور عمارؓ کے کچھ حالات
۳۰۹	جلل ثور کاظم کراور غار ثور پر حاضری	۳۷۱	حضرت صہیبؓ بن سنان کے حالات
۳۱۱	غزوہ تبوک کا ایک ذکر	۳۷۱	حضرت بلاںؓ کے حالات
۳۱۲	حضرت موسیٰ اور حضرت کاظم کر خیر	۳۷۳	حضرت ابراہیمؓ کا سفر کنخان
۳۱۳	نمایاں حصر کا ایک صحنی ذکر	۳۷۳	حضرت ہاجرہ ولڈی نہیں تھیں
۳۱۴	اہل بدعت کی افراط تفسیریلہ کا بیان	۳۷۳	یہود کے قول باطل کی خود تورات سے تردید
۳۱۵	تمنی مجرموں کا بیان	۳۷۴	”ہبہ“ کے بارے میں کچھ تفصیلات
۳۱۷	چودھویں صدی کا ایک ذکر	۳۷۶	صہیبؓ روی کا کچھ ذکر خیر
۳۱۹	و سیلہ کا بیان	۳۷۷	حضرت عیسیٰ کا قرب قیامت نازل ہوتا
۳۲۱	ناچیز مترجم اصحاب صحفہ کے چھوڑہ پر	۳۷۸	حیات عیسیٰ پر ایک مفصل مقالہ
۳۲۲	سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا	۳۸۰	کتاب الحمل کی یاد وہاں
۳۲۵	مرودج توعید گنڈوں کی تردید	۳۸۳	حالات حضرت وحیہ کلبیؓ
۳۲۲	مقروض میت کی نماز جائزہ نہیں جب تک.....	۳۸۶	ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے حالات
۳۲۳	بدعات مرودج کی تردید	۳۸۸	حرمت خرم وغیرہ پر ایک ولی الٰی مقالہ
۳۲۷	ایک اسرائیلی اہانتدار کاظم کر خیر	۳۹۰	بعض سلم کی تعریف
۳۲۷	توکل علی اللہ کی ایک اہم منزل	۳۹۲	حالات حضرت وکیع بن جراحؓ
۳۲۹	عربوں کا ایک جاہلی دستور اور اس کی تردید	۳۹۳	حالات حضرت عبد اللہ بن ابی اویفؓ
۳۲۹	مواعنة تاریخ اسلامی کا ایک شاندار واقعہ	۳۹۳	حالات امام شعبیؓ کوئی
۳۲۵	صدیق اکبر مالک ابن دعgne کی پناہ میں	۳۹۴	مزید وضاحت بعض سلم
۳۲۵	واقعہ بھرت سے متعلق	۳۹۴	الفاظ اہانت کی تحقیق
۳۲۹	امیرہ بن خلف کافر کے قتل کا واقعہ	۳۹۵	اگر مطلق سمجھو میں کوئی سلم کرے
۳۵۱	عورت کاظمیہ	۳۹۷	کمیت کے غلہ میں سلم کرنا
۳۵۱	سلیمان پہلاں کی یاد از مترجم	۳۹۷	شافعیہ کی تردید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۶	قرضہ ادا کرنے کی فکر ضروری ہے	۳۵۵	غزوہ حنین کا ایک بیان
۵۲۶	قرضہ لے کر خیرات کرنا	۳۵۷	فونکد حدیث جابر رضی اللہ عنہ
۵۲۷	ایک مالدار کی ایک موجب مغفرت نیکی	۳۶۲	حضرت ابو ہریرہؓ اور شیطان کا واقعہ
۵۳۰	ایک مجھے نبوی کا بیان	۳۶۶	حالات حضرت عائشہ صدیقۃؓ
۵۳۲	اسلامی حکومت ہی حقیقی جمہوریت ہے	۳۶۸	زراعت کے نسائل کا بیان
۵۳۷	حلال مال بڑی اہمیت رکھتا ہے	۳۷۰	لطیق درد و ذم زراعت
۵۳۸	مال بر باد کرنے کا مطلب	۳۷۲	شکار کے لئے کتابناجائز ہے
۵۳۹	ایک حدیث بابت تمدنی اصل الاصول	۳۷۳	ایک بیل کے گفتگو کرنے کا بیان
۵۴۰	معتصب مقلدین کو فتحت	۳۷۴	ایک بھیڑیے کے گفتگو کرنے کا بیان
۵۴۲	فضیلت انبیاء پر ایک نوٹ	۳۷۵	ترغیب تجارت
۵۴۳	ایک یہودی ذاکو کا واقعہ	۳۸۵	یہود زمینوں کو آباد کرنا
۵۴۴	خیرات کب بہتر ہے	۳۸۸	یہود خبر سے معاملہ اراضی کا بیان
۵۴۶	احترام عدالت کا بیان	۳۸۹	بیانی پر زراعت کرنے کا بیان
۵۴۸	قرات سبعہ پر ایک اشارہ	۳۹۵	مساقۃ اور مزارعۃ کا فرق
۵۵۰	ایک ریس عرب کا اسلام قبول کرنا	۳۹۶	بزر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۵۳	کوفہ کی وجہ تسلیہ	۳۹۷	پانی بھی تقسیم اور ہبہ کیا جاسکتا ہے
۵۵۴	لقط لقط کی تشریع	۵۰۰	تین لعنی شخصوں کی تفصیل
۵۵۵	لقط کی مزید تفصیلات	۵۰۲	تردید رائے اور قیاس و تلقید جامد
۵۶۱	ظالم کی مدد کس طور پر کرنی چاہئے	۵۰۲	حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کا جھگڑا
۵۶۲	کاش ہر مسلمان اس حدیث کو یاد کر کے	۵۰۳	پیاسے کتے کو پانی پلانے کا ثواب
۵۶۷	کسی کو زمین نا حق دبالینے کا گناہ	۵۰۵	ایک لطیفہ بابت ترجیح حدیث
۵۶۷	زمیں بھی سات ہیں	۵۰۷	چاہ زرم کے بارے میں ایک حدیث
۵۸۰	علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے	۵۱۰	لکڑی اور گھاس بیچنا
۵۸۲	ایک حدیث کی علی توجیہات	۵۱۲	حضرت امیر حمزہ کے بارے میں ایک بیان
۵۸۳	واحد سقینہ بنو ساعدة	۵۱۳	فالتوڑ میں پیلک میں تقسیم ہوگی
۵۸۶	آداب الطريق منظوم	۵۱۴	ہندوستان میں شاہان اسلام کے عطا یا
۵۸۷	ترقی مدینہ زمانہ سعودی میں		تشریحات مفیدہ از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جہندا
۵۹۲	ایک ایمان افروز تقریر	۵۱۶	مگری
۵۹۶	اسلام میں لوٹ مار کی نہ مت	۵۲۳	سود لیتا دینا حرام ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		۵۹۷	صلیب کا توڑنا اور خزر یہ کامارنا
		۵۹۸	زول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت احادیث صحیح کی روشنی میں
		۵۹۸	گدھے کی گوشت کی حرمت
		۵۹۹	خانہ کعبہ کے چاروں طرف ۳۲۰ بت تھے
		۶۰۱	بنی اسرائیل کے ایک بزرگ جرجن کا بیان
		۶۰۲	والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا بیان
		۶۰۵	ایک اہم مجرہ نبوی کا بیان
		۶۰۷	اکفت کاغذ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سوال پارہ

باب منی میں نماز پڑھنے کا بیان

(۱۶۵۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کما کہ مجھے یونس نے ابن شاب سے خبر دی، کما کہ مجھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول کرم ﷺ نے منی میں دور کعات پڑھیں اور ابو بکر اور عمرؓؑ نے بھی ایسا کرتے رہے اور عثمان بن عثمنؓؑ بھی خلافت کے شروع ایام میں (دو) ہر رکعت پڑھتے تھے۔

۸۴- بَابُ الصَّلٰةِ بِمَنِي

(۱۶۵۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ بِعْدَ يَمِنٍ رَكْعَيْنِ وَأَبْوَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ صَلَّى مِنْ جِلَالَقِبَةِ)).

[راجع: ۱۰۸۲]

لشیخ باب کا مطلب یہ کہ منی میں بھی نماز قصر کرنی چاہئے۔ یہ باب مع ان احادیث کے پیچھے بھی گزر چکا ہے۔ حضرت عثمان بن عثمنؓؑ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال منی میں نماز پوری پڑھی۔ لیکن دوسرے صحابہ نے ان کا یہ فعل خلاف سنت سمجھا۔ حضرت عثمانؓؑ کے پوری پڑھنے کی بستی وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ سفر میں قصر کرنا اور پوری نماز پڑھنا ہر دو امر جائز جانتے تھے اس لئے آپ نے جواز پر عمل کیا۔ منی کی وجہ تسلیہ اور اس کا پورا بیان پسلے گزر چکا ہے۔

(۱۶۵۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کما کہ ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق ہمدانی سے بیان کیا اور ان سے حارث بن وہب خرائی بن عثمنؓؑ نے بیان کیا کہ نبی کرم ﷺ نے منی میں ہمیں دور کعات پڑھائیں، ہمارا شمار اس وقت سب وقوتوں سے زیادہ تھا اور ہم اتنے بے ذرگی وقت میں نہ تھے (اس کے باوجود ہم کو نماز قصر پڑھائی)

(۱۶۵۷) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نجھی نے، ان سے عبد الرحمن بن یزید نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود بن عثمنؓؑ نے بیان

[رجوع: ۱۰۸۳]

(۱۶۵۷) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عَفْقَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ

لیا کہ میں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین کے ساتھ منی میں دور رکعت نماز پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ رکعت پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ رکعت پڑھی کے ساتھ بھی دوہی رکعت، لیکن پھر ان کے بعد تم میں اختلاف ہو گیا تو کاش ان چار رکعتوں کے بدلتے مجھ کو دور رکعات ہی نصیب ہوتیں جو (اللہ کے ہاں) قول ہو جائیں۔

عنہ فیل: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین وَمَعَ أَبِيهِ بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَعْتُينِ، وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَعْتُينِ، ثُمَّ تَفَرَّقَتِ بِكُمُ الظُّرُفَ، فَمَا لَيْتَ حَظِيَ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَانِ مُتَقَبِّلَاتِ)). [راجح: ۱۰۸۴]

لشیخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور اطمینان اضکل فرمایا کہ کاش میری دور رکعات ہی اللہ کے ہاں قبول ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فروعی اور اجتنادی اختلاف کی بنابر کسی کو بھی مورود طعن نہیں بیانیا جاسکتا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے کچھ مصلح ہوں گے جن کی بنابر انہوں نے ایسا کیا اور نہ شروع خلافت میں وہ بھی قصرتی کیا کرتے تھے۔ قصر کرنا بہر حال اولیٰ ہے کہ یہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین کی سنت ہے، آپ کی سنت ہر حال میں مقدم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کے فیالت حظی من اربع رکعتان مقبلتان کے متعلق حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والذی يظہر انہ قائل ذالک علی سبیل التقویین الی اللہ لعدم طلاعہ علی الغیب و هل یقبل اللہ صلوٰتہ ام لا فعنی ان یقبل منه من الاربع التي يصلیها رکعتان و لو یقبل الزائد و هو یشعر بان المسافر عنده محیر بین القصر والاتمام والرکعتان لا بد منها و مع ذالک فکان یخاف ان لا یقبل منه شی فحاصلہ انه قال انما اتم متابعة لعثمان و لیت اللہ قبل منی رکعتین من الاربع یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا یہ آپ نے اپنا عمل اللہ کو سوتا پا اس لئے کہ آپ کو غیب پر اطلاع نہ تھی کہ اللہ پاک آپ کی نماز قبول کرتا ہے یا نہیں، اس لئے تمنا فرمایا کہ کاش اللہ میری چار رکعات میں سے دو رکعات کو قبول فرمائے اگرچہ وہ زائد رکعات کو قبول نہ فرمائے اور یہ اس لئے بھی کہ مسافر کو نماز پوری کرنے اور تصریح کرنے کا آپ کے نزدیک اختیار تھا اور دو رکعات کے بغیر تو گذارہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ ڈرتے تھے کہ شاید کچھ بھی قبول نہ ہو پس حاصل بحث یہ کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی متابعت میں نماز کو پورا فرمایا اور یہ کما کہ کاش اللہ پاک ان چار رکعات میں سے میری دور رکعات ہی کو قبول فرمائے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہے کہ وہ کچھ نیکی کریں کتنے ہی تقوی شعار ہوں مگر پھر بھی ان کو یہی خطہ لاحق رہتا ہے کہ ان کی نیکیاں دربار اللہ میں قبول ہوتی ہیں یا رد ہو جاتی ہیں۔ ایسے اللہ والے آج کل عنقاء ہیں جب کہ اکثریت ریا کاروں بظاہر تقوی شعاروں و بیاطن دنیا داروں کی رہ گئی ہے۔

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا بیان

(۱۶۵۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے سالم ابوالنصر نے بیان کیا، کما کہ میں نے ام فضل کے غلام عمری سے نہ، انہوں نے ام فضل رحمۃ اللہ علیہ سے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین کے روزے کے متعلق شک ہوا، اس لئے میں نے آپ کے پیمنے کو کچھ بھیجا جسے آپ نے پی لیا۔

۸۵- باب صوم یوم عرفہ

۱۶۵۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفِيَّاً عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ : سَمِعْتُ عَمِيرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ ((شَكَ النَّاسُ يَوْمَ عِرْفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین، فَبَعْثَتِ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرکنیتین بِشَرَابٍ فَشَرَبَهُ)).

[اطرافہ فی : ۱۶۶۱، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴]

. [۵۶۳۶، ۵۶۱۸]

لَشْرِيق عرف کا روزہ بستی برداویلہ ثواب ہے دوسری احادیث میں اس کے فناکل مذکور ہیں۔ حدیث مذکورہ ام الفضل کے ذیل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکپوری مدحہ فرماتے ہیں قال الحافظ قوله في صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا يشعر بان صوم يوم عرفة كان معروفا عندهم معتادا لهم في الحضرة وكان من جزم به بأنه صائم استند الى ما الفه من العبادة ومن جزم بأنه غير صائم قامت عنده قربة كونه مسافرا وقد عرف نبيه عن صوم الفرض في السفر فضلا من النفل (مرعاة) لوگوں میں رسول کرم ﷺ کے روزہ کے متعلق اختلاف ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ان دونوں ان کے ہاں معروف تھا اور حضرت میں اسے بطور عادت سب رکھا کرتے تھے، اس لئے جن لوگوں کو آپ کے روزہ دار ہونے کا یقین ہوا وہ اس بنا پر کہ وہ آخر حضرت ﷺ کی عبادت گزاری کی افت سے واقف تھے اور جن کو نہ رکھنے کا خیال ہوا وہ اس بنا پر کہ آپ سافر تھے اور یہ بھی مشور تھا کہ آپ نے سفر میں ایک دفعہ فرض روزہ ہی سے منع فرمایا تھا تو نفل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس روایت میں دو دفعے بھیجتے والی حضرت ام الفضل تبلائی گئی ہیں مگر مسلم شریف کی روایت میں حضرت میمونہ کا ذکر ہے کہ دو دفعہ انہوں نے بھیجا تھا۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث مدحہ فرماتے ہیں فیحصل التعدد ویتحمل انہما ارسلنا مفاسد ذالک الی کل منهمما لانہما کانتا اختین و تكون میمونة ارسلت بسؤال ام الفضل لها فی ذالک لکشف الحال فی ذالک ویتحمل العکس (مرعاة) یعنی احتمال ہے کہ ہر دو نے الگ الگ دو دفعہ بھیجا ہو اور یہ ہر ایک کی طرف منسوب ہو گیا اس لئے بھی کہ وہ دونوں بین تھیں اور میمونہ نے اس وقت بھیجا ہو جب کہ ام الفضل نے ان سے تحقیق حال کا سوال کیا اور اس کا عکس بھی معمول ہے اور دو دفعہ اس لئے بھیجا گیا کہ یہ غذا اور پانی ہر دو کام دینتا ہے، اسی لئے کھانا کھانے پر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم بارک لی فیہ و رزق نی فیہ (یا اللہ! مجھے کو اس میں برکت بخش اور اس سے بھی بہتر کھائیو اور دو دفعہ پی کر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللہم بارک لی فیہ و رزق نی فیہ (یا اللہ! مجھے اس میں برکت عطا فرم اور مجھے زیادہ نصیب فرمائیو) ابو قاہدہ کی حدیث ہے مسلم نے روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ عرفہ کا روزہ الگ اور چھپلے سالوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ہر دو احادیث میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ یہ روزہ عرفات میں حاجیوں کے لئے رکھنا منع ہے تاکہ ان میں وقوف عرفہ کے لئے ضعف پیدا نہ ہو جو حج کا اصل مقصد ہے اور غیر حاجیوں کے لئے یہ روزہ مستحب اور باعث ثواب مذکور ہے و قال ابن قدامة (ص ۶۷) اکثر اهل العلم یستحبون القطر یوم عرفہ بعرفة و کانت عائشہ و ابن الزبیر بصومانہ و قال قنادة لاباس به اذا لم يضعف عن الدعاء الخ (مرعاة) یعنی اکثر اہل علم نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے کہ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ بنی ایضاً اور ابن زبیر بنی ایضاً یہ روزہ وہاں بھی رکھا کرتے تھے اور قادہ نے کہا کہ اگر دعاء میں کمزوری کا خطہ نہ ہو تو پھر روزہ رکھنے میں حاجی کے لئے بھی کوئی ہرج نہیں ہے مگر افضل نہ رکھنا ہی ہے۔ حدیث ام الفضل کو حضرت امام تخاری ریاضی نے حج اور صیام اور اشریہ میں بھی ذکر فرمایا کہ مسکن کو ثابت فرمایا ہے۔

۸۶- باب التلبية والتکبیر إذا أَغْدَا

تکبیر کرنے کا بیان

مِنْ مِنْيَ إِلَى عَرْفَةَ

(۱۶۵۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے خبر دی کہ انہوں نے انس بن مالک ریاضی سے پوچھا کہ وہ دونوں صبح کو منی سے عرفات جا رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ آپ لوگ آج کے دن کس طرح کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کوئی ہم میں سے لبیک پکارتا ہوتا، اس پر

۱۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي بَكْرٍ التَّقِيفِيِّ (أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ - وَهُمَا خَادِيَانِ مِنْ مِنْيَ إِلَى عَرْفَةَ - كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

کوئی اعتراض نہ کرتا اور کوئی سمجھیر کرتا، اس پر بھی کوئی انگارناہ کرتا
(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو اختیار ہے لبیک پکارتا رہے یا
سمجھیر کرتا رہے)

باب عرفات کے دن عین گرمی میں ٹھیک دوپہر کو روانہ ہونا

عین و قوف کیلئے نمرہ سے لکھنا۔ نمرہ وہ مقام ہے جہاں حاجی نویں تاریخ کو ثہرتے ہیں وہ حد حرم سے باہر اور عرفات سے متصل

(۱۴۴۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، اُنسیں ابن شاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ عبد الملک بن مروان نے حاجج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے احکام میں عبد اللہ بن عمر بن حیثیت کے خلاف نہ کرے۔ سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر بن حیثیت عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے حاجج کے خیمہ کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ حاجج باہر نکلا اس کے بدن پر ایک کسم میں رنگی ہوئی چادر تھی۔ اس نے پوچھا ابو عبدالرحمن! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا اگر سنت کے مطابق عمل چاہتے ہو تو جلدی اٹھ کر چل کھڑے ہو جاؤ۔ اس نے کہا کیا اسی وقت؟ عبد اللہ نے فرمایا کہ ہاں اسی وقت۔ حاجج نے کہا کہ پھر تھوڑی سی صلت دیجئے کہ میں اپنے سر پانی ڈال لوں یعنی غسل کرلوں پھر نکلا ہوں۔ اس کے بعد عبد اللہ بن عمر بن حیثیت (سواری سے) اتر گئے اور جب حاجج باہر آیا تو میرے اور والد (ابن عمر) کے درمیان چلنے لگا تو میں نے کہا کہ اگر سنت پر عمل کا ارادہ ہے تو خطبہ میں اختصار اور وقوف (عرفات) میں جلدی کرنا۔ اس بات پر وہ عبد اللہ بن عمر بن حیثیت کی طرف دیکھنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمر بن حیثیت نے کہا کہ یہ حج کرتا ہے۔

لشیخ حضرت عبد اللہ بن زید پر فتح پائی تو عبد الملک نے اسی کو حاکم بنا دیا۔ ابو عبدالرحمن حضرت عبد اللہ بن عمر بن حیثیت کی کنیت ہے اور سالم ان کے بیٹے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ عین گرمی کے وقت دوپہر کے بعد ہی شروع کر دیا جائے۔ اس وقت وقوف کے لئے غسل کرنا صحیح ہے اور وقوف میں کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ حاجج نے یہ بھی غلطی کی، جہاں اور بستی غلطیاں اس سے ہوئی ہیں، غاص طور پر کتنی مسلمانوں کا خون ناچن اس کی گردی پر

؟ فَقَالَ: كَانَ يَهْلُ مِنَا الْمُهَاجِلُ فَلَا يُنْكِرُ يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُنْكِرُ مِنَا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ)). [۹۷۰]. [راجع: ۹۷۰]

۸۷- بَابُ التَّهْجِيرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفةَ

۱۶۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: ((كَبَّ عَبْدُ الْمُلْكَ إِلَى الْحَجَاجَ أَنْ لَا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْعَجَّ). فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفةَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَصَاحَ عِنْدَ سَرَادِقِ الْحَجَاجِ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَقَةً مُعْصَفَةً فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَبا عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَقَالَ: الرَّوَاحُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ. قَالَ: هَذِهِ السَّاعَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَلَانْظُرْنِي حَتَّى أُبِيضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجْ. فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَاجُ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِيهِ، فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرْ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلْ الْوُقُوفَ. فَجَعَلَ يُنْظَرُ إِلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: صَدَقَ)). [طرفہ فی: ۱۶۶۳، ۱۶۶۶].

حضرت عبد اللہ بن زید پر فتح پائی تو عبد الملک نے اسی کو حاکم بنا دیا۔ ابو عبدالرحمن حضرت عبد اللہ بن عمر بن حیثیت کی کنیت ہے اور سالم ان کے بیٹے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ عین گرمی کے وقت دوپہر کے بعد ہی شروع کر دیا جائے۔ اس وقت وقوف کے لئے غسل کرنا صحیح ہے اور وقوف میں کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے۔ حاجج نے یہ بھی غلطی کی، جہاں اور بستی غلطیاں اس سے ہوئی ہیں، غاص طور پر کتنی مسلمانوں کا خون ناچن اس کی گردی پر

ہے۔ اسی سلطے کی ایک کڑی عبد اللہ بن زبیرؓ کا قتل ناجی بھی ہے جس کے بعد جان بیار ہو گیا تھا اور اسے آش خواب میں نظر آیا کرتا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا خون ناجی اس کی گردن پر سوار ہے۔

باب عرفات میں جانور پر سوار ہو کر وقوف کرنا

(۲۳۶۱) ہم سے عبد اللہ بن سلمہ قبی نے بیان کیا، ان سے امام بالک رضیتھا نے، ان سے ابوالنفر نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضیتھا کے غلام غیر نے، ان سے ام فضل بنت حارث رضیتھا نے کہ ان کے ہیں لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے سے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا بعض نے کہا کہ آپؐ عرفہ کے دن روزے سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اس لئے انہوں نے آپؐ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا آنحضرت ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرمائے تھے آپؐ نے وہ دودھ پیا۔

آپؐ اونٹ پر سوار ہو کر وقوف فرمائے تھے۔ اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرفات میں حاجیوں کے لئے روزہ رکھنا سنت نبوی ہے۔

باب عرفات میں دو نمازوں (ظہراً و عصر) کو ملا کر پڑھنا

اور عبد اللہ بن عمر رضیتھا کی اگر نماز امام کے ساتھ چھوٹ جاتی تو بھی جمع کرتے۔

(۲۳۶۲) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل نے ابن شاہب سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ جان بیار یوسف جس سال عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ میں اتراتے اس موقع پر اس نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عرفہ کے دن وقوف میں آپؐ کیا کرتے ہیں؟ اس پر سالم رضیتھا بولے کہ اگر تو سنت پر چلنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نمازوں پر ڈھلتے ہی چڑھ لے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سالم نے حق کہا۔ مولیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ظہراً و عصر ایک ہی

1661 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عَمِيرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ ((عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْهَا يَوْمَ عَرْفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ)) فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ بِقَدْحٍ لَيْنَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعْرِفَةِ فَشَرَبَهُ۔ [راجح: ۱۶۵۸]

باب الجمع بين الصالحين

بِعَرَفَةَ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتِ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

1662 - وَقَالَ الْيَتُّ حَدَّثَنِي عَقْبَيْنِ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ ((أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ - عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الرَّبِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرْفَةَ؟ فَقَالَ سَالِمٌ : إِنْ كُنْتَ تُرِدُ السُّنْنَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرْفَةَ فَلَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا

ساتھ پڑھتے تھے۔ میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ سالم نے فرمایا اور کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

يَجْمِعُونَ بَيْنَ الظَّهَرِ وَالغَضْرِ فِي السَّنَةِ.
فَقَلَّتْ إِسَالِمٌ: أَفْعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ
؟ فَقَالَ سَالِمٌ: وَهَلْ تَبْغُونَ فِي ذَلِكَ

إِلَّا سَنَتَهُ؟)» [راجع: ۱۶۶۰]

یعنی عرفات میں ظہر اور عصر میں جمع کرنا آنحضرت ﷺ کی سنت ہے، آپ کے سوا اور کس کا فعل سنت ہو سکتا ہے اور آپ کی سنت کے سوا اور کس سنت پر تم چل سکتے ہو بعض نسخوں میں تبععون کے بدل یتبعون ہے یعنی آپ کے سوا اور کس کا طریقہ ڈھونڈتے ہیں (وجیہی) محققین اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ عرفات میں اور مزادغہ میں مطلقاً جمع کرنا چاہئے خواہ آدمی مسافر ہو یا نہ ہو، امام کے ساتھ نماز پڑھے یا اکیلے پڑھے۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اجمع اہل العلم علی ان الامام یجمع بن الظہر والعصر بعرفة وکذا لک من صلی مع الامام یعنی اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عرفات میں امام ظہر اور عصر میں جمع کرے گا اور جو بھی امام کے ساتھ نمازی ہوں گے سب کو جمع کرنا ہو گا۔ (تلل الاوطار)

باب میدان عرفات میں خطبه مختصر پڑھنا

(۱۶۶۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں سالم بن عبد اللہ نے کہ عبد الملک بن مروان (خلیفہ) نے حاجج کو لکھا کہ حج کے کاموں میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا، سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے حاجج کے ڈیرے کے پاس آکر بلند آواز سے کہا حاجج کیا ہے؟ حاجج باہر نکلا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا چل جلدی کرو قوت ہو گیا۔ حاجج نے کہا بھی سے! ابن عمر نے فرمایا کہ ہاں۔ حاجج بولا کہ پھر تھوڑی مملت دے دیجئے، میں ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔ پھر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (انی سواری سے) اتر گئے۔ حاجج باہر نکلا اور میرے اور میرے والد (ابن عمر کے بیچ میں چلنے لگا) میں نے اس سے کہا کہ آج اگر سنت پر عمل کی خواہش ہے تو خطبہ مختصر پڑھ اور وقوف میں جلدی کر۔ حضرت صدیقؑ نے فرمایا کہ سالم مجھ کرتا ہے۔

۱۶۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ((أَنَّ عَبْدَ الْمُلْكَ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَاجَ أَنْ يَأْتِمْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ فِي الْحَجَّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرْقَةَ جَاءَ ابْنُ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعْهُ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ - أَوْ زَالَتْ - فَصَاحَ عِنْدَ فَسْطَاطِهِ: أَيْنَ هَذَا؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَمْرَ : الرَّوَاحُ. فَقَالَ : الآن؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَنْظُرْنِي أَفِيسُ عَلَيْ مَاءً. فَنَزَلَ ابْنُ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ، فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي، فَقَلَّتْ : إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تُصْبِبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرْ النَّحْطَةَ وَعَجْلِ الْوُقُوفَ. فَقَالَ ابْنُ عَمْرَ صَدِيقٌ). [راجع: ۱۶۶۰]

خطبہ مختصر پڑھنا خطیب کی سمجھ داری کی دلیل ہے، عیدین ہو یا بعد پھر حج کا خطبہ تو اور بھی مختصر ہونا چاہئے کہ یہی سنت نبوی ہے جو محترم علمائے کرام خطبات جمعہ و عیدین میں طویل طویل خطبات دیتے ہیں ان کو سنت نبوی کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ان کی سمجھ بوجھ کی

دلیل ہوگی۔ وباشد التوفیق۔

باب میدان عرفات میں ٹھہر نے کا بیان

(۱۲۶۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے ان سے ان کے باپ نے کہ میں اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا (دوسری سند)

اور ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، ان سے عمر بن دینار نے، انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا کہ ان کے والد جبیر بن مطعم تھا نے بیان کیا میرا ایک اونٹ کو گیا تھا تو میں عرفات میں اس کو تلاش کرنے گیا، یہ دن عرفات کا تھا، میں نے دیکھا کہ نبی کشم شیخیم عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میری زبان سے نکلا حشم اللہ کی! یہ تو قریش ہیں پھر یہاں کیوں ہیں۔

تشریح جاہلیت میں دوسرے تمام لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے لیکن قریش کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال ہیں، اس لئے ہم وقوف کے لئے حرم سے باہر نہیں نہیں نہیں تھیں گے۔ آنحضرت ﷺ بھی قریش میں سے تھے مگر آپ اور تمام مسلمان اور غیر قریش کے امتیاز کے بغیر عرفات تی میں وقوف پذیر ہوتے۔ عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے راوی کو حرمت ہوئی کہ ایک قریش اور اس دن عرفات میں۔ لفظ حمس حماست سے مشتق ہے۔ قریش کے لوگوں کو حمس اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین میں حماست یعنی ختنی رکھتے تھے۔

(۱۲۶۵) ہم سے فروہ بن ابی المغراہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مسرسے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حمس کے سوابقیہ سب لوگ جاہلیت میں نگئے ہو کر طواف کرتے تھے، حمس قریش اور اس کی آل اولاد کو کہتے تھے، (اور بنی کنانہ وغیرہ، جیسے خزانع) لوگوں کو (خداد واسطے) کپڑے دیا کرتے تھے (قریش) کے مردوں سے مردوں کو تاکہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور (قریش کی) عورتیں دوسری عورتوں کو تاکہ وہ انہیں پہن کر طواف کر سکیں اور جن کو قریش کپڑا دیتے وہ بیت اللہ کا طواف نگئے ہو کر کرتے۔ دوسرے سب لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے لیکن قریش مزولفہ ہی سے (جو حرم میں تھا) واپس ہو جاتے۔

۹۱ - بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفةَ

۱۶۶۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ حَدَّثَنَا عَمْرُو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَبَّابِرَةَ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((كَنْتُ أَطْلَبُ بَعِيرًا لِيِّ حِلْيَةً)) .

وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ عَمْرِو سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ جَبَّابِرَةَ عَنْ أَبِيهِ جَبَّابِرَةَ مُطْعِمٍ قَالَ : ((أَصْنَلْتُ بَعِيرًا لِيِّ فَذَهَبَتْ أَطْلَبُهُ يَوْمَ عَرَفةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاقِفًا بِعَرَفةَ، فَقَلَّتْ : هَذَا وَاللَّهُ مِنَ الْحَمْسِ، فَمَا شَانَهُ هَا هُنَّا؟)).

تشریح وقوف کے لئے حرم سے باہر نہیں نہیں نہیں تھیں گے۔ آنحضرت ﷺ بھی قریش میں سے تھے مگر آپ اور تمام مسلمان اور غیر قریش کے امتیاز کے بغیر عرفات تی میں وقوف پذیر ہوتے۔ عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے راوی کو حرمت ہوئی کہ ایک قریش اور اس دن عرفات میں۔ لفظ حمس حماست سے مشتق ہے۔ قریش کے لوگوں کو حمس اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین میں حماست یعنی ختنی رکھتے تھے۔

۱۶۶۵ - حَدَّثَنَا فَرُوزَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْنُوِّبٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَزْرَةَ قَالَ عَزْرَةُ : ((كَانَ النَّاسُ يَطْفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَرَأَةً إِلَّا الْحَمْسَ - وَالْحَمْسُ قَرِيشٌ وَمَا وَلَدَتْ - وَكَانَتِ الْحَمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ، يُعْطَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ الْثَّيَابَ يَطْوُفُ فِيهَا، وَتَعْطَى الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةُ الْثَّيَابَ تَطْوُفُ فِيهَا، فَمَنْ لَمْ يُعْطَهُ جَمَاعَةُ طَافَ بِالنَّيْتَبِ عَرَيَانًا، وَكَانَ يُفْيِضُ حَمَالَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ

ہشام بن عروہ نے کہا کہ میرے باپ عروہ بن زیر نے مجھے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی کہ ”پھر تم بھی (قریش) وہیں سے واپس آ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں (یعنی عرفات سے، سورہ بقرہ) انہوں نے بیان کیا کہ قریش مزدلفہ سے لوٹ آتے تھے اس لئے انہیں بھی عرفات سے لوٹنے کا حکم ہوا۔

وَيَقْبَضُ الْخَمْسُ مِنْ جَمْعٍ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَوَّلَتْ فِي الْخَمْسِ لَكُمْ أَفْصُوا مِنْ حِلْثَتْ أَفَاضَ النَّاسُ؟ قَالَ: كَانُوكُمْ يَقْبَضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَلَدِقُوا إِلَى عَرْفَاتٍ). [طرفة في: ٤٥٢٠].

تَسْبِيح کعبہ شریف سے میدان عرفات تقریباً پدرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ جگہ حرم سے خارج ہے، اس اطراف میں دادی عزف، قریہ عرفات، جبل عرفات، مشقی سڑک واقع ہیں، یہاں سے طائف کے لئے راستہ جاتا ہے۔ جب حضرت جبریل ﷺ خلیل اللہ ﷺ کو مناک سکھلاتے ہوئے اس میدان تک لائے تو کماہل عرفت آپ نے مناک حج کو جان لیا؟ اس وقت سے اس کا نام میدان عرفات ہوا۔ (در منشور) یہ جگہ ملت ابراہیم میں ایک اہم تاریخی جگہ ہے اور اس میں وقوف کرنا ہی حج کی جان ہے اگر کسی کا یہ وقوف فوت ہو جائے تو اس کا حج نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے جوہ الدواع کے موقع پر فرمایا تھا قوافاً علی مشاعر کم فانکم علی ادث ایکم ابراہیم یعنی میدان عرفات میں تم جمل اتر پکے ہو وہاں پر ہی وقوف کرو، تم سب اپنے باپ ابراہیم ﷺ کی موروث شہنشہ پر ہو، آنحضرت ﷺ نے اسلام کے قانون اسای کا اعلان اسی مقام پر فرمایا تھا۔ جوہ الدواع کے موقع پر آپ کا مشور خطبہ عرفات اسی کی یادگار ہے۔

حضرت اسماء بن زید رض کہتے ہیں کہت ردد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات فرطع بدیہ یہ دعو فعال نافعہ فسطط خطاهمہ فتاویں الخطاوم بالحدی بدیہ و هو راجح بدیہ بدیہ الاخری (رواہ النسائی)، یعنی عرفات میں آنحضرت ﷺ کی اوپنی پر میں آپ کے پیچے سوار تھا، آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو انداخت کر دعائیں مانگ رہے تھے، اپنے آپ کی اوپنی جک گئی اور آپ کے ہاتھ سے اس کی کمیں جھوٹ گئی، آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے انداختے کے لئے نیچے جمکا دیا اور دوسرا ہاتھ دعاؤں میں بدستور انداختے رکھا۔ میدان عرفات میں یہی وقوف یعنی کھڑا ہونا اور شام تک دعاؤں کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانا یعنی حج کی روح ہے، یہ فوت ہوا تو حج فوت ہو گیا اور اگر اس میں کوئی شخص شریک ہو گیا اس کا حج ادا ہو گیا۔

بمحور کے نزدیک عرفات کا یہ وقوف تکمیل عصر کی نماز جمع کر کے نمو میں ادا کر لینے کے بعد ہونا چاہئے۔ حضرت علامہ شوکلی فرماتے ہیں انه صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین بعدہ لم يقفوا الا بعد الزوال ولم ينفل عن احد انه وقف قبله (نبی)، یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سب کا یہی عمل رہا ہے کہ زوال کے بعد یعنی عرفات کا وقوف کیا ہے، زوال سے پہلے وقوف کرنا کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وقوف سے ظہرو عصر ملکر پڑھ لینے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہونا اور وہاں شام تک کھڑے کھڑے دعائیں کرنا مراد ہے، یہی وقوف حج کی جان ہے، اس مبارک موقع پر جس قدر بھی دعائیں کی جائیں کم چیز کیوں کہ آج اللہ پاک اپنے بندوں پر فخر کر رہا ہے جو دور دراز مکلوں سے جمع ہو کر آسمان کے نیچے ایک کھلے میدان میں اللہ پاک کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعائیں کر رہے ہیں اللہ پاک حاجی صاحبان کی دعائیں قبول کرے اور ان کو حج مبرور نصیب ہو آئیں۔ جو حاجی میدان عرفات میں جا کر بھی حقہ بازی کرتے رہتے ہیں وہ بڑے بد نصیب ہیں خدا ان کو ہدایت نہیں۔ (آئین)

۹۲ - بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرْفَةَ بَاب عرفات سے لوٹنے وقت کس چال سے چلے

یعنی دینی چال سے یا جلدی چونکہ مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کی نمازیں ملکر پڑھتے ہیں عرفات سے لوٹنے وقت جلد چلنا

(۱۴۶۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تھسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے ہشام بن عوہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا میں بھی وہیں موجود تھا (کہ جتنے الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ ﷺ کے والپیں ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ پاوس اٹھا کر پڑتے تھے ذرا تیز لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے ہشام نے کہا کہ عنق تیز چلنا اور نص عنق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ فجوہ کے معنی کشاہ جگہ اس کی جمع فجوہات اور فوجاء ہے جیسے زکوٰۃ مفروذ کاہ اسکی جمع اور سورہ ص میں مناص کا جو لفظ آیا ہے اسکے معنی بھاگنا ہیں۔

تو اس سے نص مشق نہیں ہے جو حدیث میں مذکور ہے، یہ تو ایک ادنیٰ آدمی بھی جس کی عربیت سے ذرا اسی استعداد ہو سکتا ہے کہ مناص کو نص سے کیا علاقہ، نص مضاuff ہے اور مناص مثل ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے مناص کو نص سے مشق سمجھا ہے اس لیے یہاں اس کے معنی بیان کر دیئے جسے میں نے نقل کیا ہے یہ بالکل کم فہمی ہے اور اصل یہ ہے کہ اکثر نہیں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نہیں میں موجود ہے ان کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہو گا کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے امام بخاری نے مناص کی تغیری کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

باب عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اترنا

(۱۴۶۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حملہ بن زید نے بیان کیا، ان سے سعیٰ بن سعید نے، ان سے مویٰ بن عقبہ نے ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام کریب نے اور ان سے اسلام بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ جب رسول کرم ﷺ عرفات سے واپس ہوئے تھے تو آپ (راہ میں) ایک گھٹائی کی طرف مڑے اور وہی قضاۓ حاجت کی پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ ! کیا (آپ مغرب کی) نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز آگے چل کر پڑھی جائے گی۔ (یعنی عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے قضاۓ حاجت وغیرہ کے لئے راستے میں رکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۴۶۸) ہم سے مویٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جو یہی نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر

سنون ہے جیسے حدیث آگے موجود ہے۔

۱۶۶۶ - حدثنا عبد الله بن يوسف
أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه
أنه قال: ((سئل أنساً: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْبِّرُ الْعُنْقَ،
فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصًّا). قال هشام: وَالْأَنْصَ فَوْقَ الْعُنْقِ. فَجْوَةٌ مَسْعٌ،
وَالْجَمْعُ فَجْوَاتٌ وَفَجَاءَ، وَكَذَلِكَ رَسْكُوَةٌ
وَرِكَاءٌ: مَنَاصٌ لَيْسَ حِينَ فِرارٍ.

[طرفہ فی: ۲۹۹۹، ۴۴۱۳۔]

۹۳ - بَابُ النُّزُولِ بَيْنَ عَرْقَةَ وَجَمْعِ

۱۶۶۷ - حدثنا مسند حدثنا حماد بن زيد عن يحيى بن سعيد عن موسى بن عقبة عن كربيل مولى ابن عباس عن أسامه بن زيد رضي الله عنهما (أن النبي ﷺ حيث أفض من عرقه مال إلى الشعيب فقضى حاجته فتوضاً فقلت يا رسول الله أتصلني؟ فقال: ((الصلة أمامك)). [راجع: ۱۳۹]

۱۶۶۸ - حدثنا موسى بن إسماعيل
حدثنا جويرية عن نافع قال: ((كان عبد

رضی اللہ عنہما مزلفہ میں آکر نماز مغرب اور عشاء ملا کر ایک ساتھ پڑھتے، البتہ آپ اس گھانی میں بھی مرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرے تھے۔ وہاں آپ قناء حاجت کرتے پھر وضو کرتے لیکن نماز نہ پڑھتے نماز آپ مزلفہ میں آکر پڑھتے تھے۔

الله بن عمر رضي الله عنهمما يجمع بين
المغرب والعشاء بجماعه، غيره الله يمر
بالشعب الذي أخذته رسول الله ﷺ،
فيدخل فينفض ويتوضأ ولا يصلني حتى
يصلني بجماعه). [راجع: ۱۰۹۱]

لشیعہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن حیثا کی کمال متابعت سنت تھیٰ حالانکہ آنحضرت ملکیہ بے ضرورت حاجت بشری اس گھانی پر ثہرے تھے کوئی حج کا رکن نہ تھا مگر عبد اللہ بن حیثا بھی وہاں ثہرتے اور حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں وضو کر لیتے ہیے آنحضرت ملکیہ نے کیا تھا۔ (وحیدی)

(۱۲۶۹) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن حملہ نے ان سے ابن عباس بن حیثا کے غلام کریب نے اور ان سے اسامہ بن زید شافعی نے کہ میں عرفات سے رسول اللہ ملکیہ کی سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ مزلفہ کے قریب بائیں طرف جو گھانی پڑتی ہے جب آنحضرت ملکیہ وہاں پہنچنے تو آپؐ نے اونٹ کو بھالیا پھر پیشاب کیا اور تشریف لائے تو میں نے آپؐ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپؐ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اور نماز! آپؐ نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ (یعنی مزلفہ میں پڑھی جائے گی) پھر آپؐ سوار ہو گئے جب مزلفہ میں آئے تو (مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر) پڑھی۔ پھر مزلفہ کی صبح (یعنی دسویں تاریخ) کو رسول اللہ ملکیہ کی سواری کے پیچھے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سوار ہوئے۔

۱۶۶۹ - حدثنا قبيه حدثنا إسماعيل بن جعفر عن محمد بن أبي حراملة عن كربلي مولى ابن عباس عن أسامة بن زيد رضي الله عنهمما الله قال: ((ردفت رسول الله من عرفات، فلما بلغ رسول الله ﷺ الشعيب الأنسري الذي دون المزدلفة أناخ قبائل، ثم جاء فصيحت عليه الوضوء توضأ وضوءاً خفيفاً، فقلت: الصلاة يا رسول الله . قال: ((الصلاه أمامك)). فركب رسول الله ﷺ حتى أتى المزدلفة فصلني، ثم ردف الفضل رسول الله ﷺ غداه جامع)).

[راجع: ۱۳۹]

(۱۲۷۰) کریب نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فضل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برادر لیک کرتے رہے تا آنکہ جہرہ عقبہ پر پہنچ گئے (اور وہاں آپؐ نے لکھریاں ماریں)

۱۶۷۰ - قال كربلي: فأخبرني عبد الله بن عباس رضي الله عنهمما عن الفضل، أن رسول الله ﷺ لم يزل يلقي حتى بلغ الحجرة)). [راجع: ۱۵۴۴]

لشیعہ بلا وضو یہ کہ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھویا یا پانی کم ڈالا۔ اس حدیث سے یہ بھی لکھا کہ وضو کرنے میں دوسرے آدمی سے مدد لیتا بھی درست ہے نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ظاہر ہوا کہ حاجی جبار کے لئے جہرہ عقبہ پر پہنچے اس

وقت سے لبک پکارنا موقوف کرے۔

**باب عرفات سے لوٹنے وقت رسول کریم ﷺ
کا لوگوں کو سکون و اطمینان کی ہدایت کرنا
اور کوڑے سے اشارہ کرنا**

(۱۶۷۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سوید نے بیان کیا، کہا مجھ سے مطلب کے غلام عمرو بن ابی عمرو نے بیان کیا، انہیں والیہ کوفی کے غلام سعید بن جبیر نے خبر دی، ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سخت شور (اوٹ ہاکنے کا) اور انہوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا لوگو! آہنگ! وقار اپنے اوپر لازم کرلو (انہوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ (سورہ بقرہ میں) اوضعوا کے معنی ریشہ دونیاں کریں خلالکم کا معنی تمہارے بیچ میں اسی سے (سورہ کف) میں آیا ہے فجرنا خلالما لیعنی ان کے بیچ میں۔

**٩٤- بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِينَةِ
عِنْ الْإِفَاضَةِ، وَإِشَارَةِ إِلَيْهِمْ
بِالسُّوْطِ**

١٦٧١ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ
أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ
بْنُ جَيْرَةَ مَوْلَى وَالْيَةِ الْكُوفَيْ حَدَّثَنِي أَبْنُ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ
وَرَاءَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَاءَهُ
زَجْرًا شَدِيدًا وَضَرَبَهَا وَصَوَّتَا لِلِّإِبْلِ، فَأَشَارَ
بِسُوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ،
عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبَرَّ لَيْسَ
بِالْإِبْضَاعِ)). أَوْضَعُوا: أَسْرَعُوا. خَلَالَكُمْ
مِنَ التَّخَلُّلِ يَنْكُمْ. هَوْفَجَرَنَا خَلَالَهُمَا هُنَّ
يَنْهَمَا.

چونکہ حدیث میں، ابعضاع کا لفظ آیا ہے تو امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق قرآن کی اس آہت کی تفسیر کر دی جس میں ولا اوضعوا خلالکم آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی خلالکم کے بھی معنی بیان کر دیئے پھر سورہ کف میں بھی خلالکم کا لفظ آیا تھا اس کی بھی تفسیر کر دی (وحیدی) حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ احادیث میں جو الفاظ قرآنی مصادر سے آئیں ساتھ ہی آیات قرآنی سے ان کی بھی وضاحت فرمادیں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو حدیث اور قرآن پر پورا پورا عبور حاصل ہو سکے۔ جزاہ اللہ خیرا عن صابر المسلمين

**باب مزدلفہ میں دو نمازیں ایک ساتھ
ملائکر پڑھنا**

**٩٥- بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ
بِالْمُزْدَلْفَةِ**

(۲۷۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ ہم سے امام مالک نے کہا، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں کربنے انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے تھے کہ میدان عرفات سے رسول اللہ ﷺ روانہ ہو کر گھٹائی میں اترے (جو مزدلفہ کے قریب ہے) وہاں پیشتاب کیا، پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا (خوب پانی نہیں بہیا بلکہ وضو کیا) میں نے نماز کے متعلق عرض کی تو فرمایا کہ نماز آگئے ہے۔ اب آپ مزدلفہ تشریف لائے وہاں پھر وضو کیا اور پوری طرح کیا پھر نماز کی تکمیر کی گئی اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ دیروں پر بخادی کی پھر دوبارہ نماز عشاء کے لئے تکمیر کی گئی اور آپ نے نماز پڑھی آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت یا نقل) نماز نہیں پڑھی تھی۔

۱۶۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ كُرْتَيْبٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَلَّا مَسْمَعَةً يَقُولُ ((دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ عَرْقَةَ، لَنَزَّلَ الشَّعْبَ قَبَالَ، ثُمَّ قَوَاضًا وَلَمْ يُسْتَغِيْلُ الْوُضُوءَ. فَقَلَّتْ لَهُ الصَّلَاةُ. فَقَالَ : ((الصَّلَاةُ أَمَّا مَكَّةَ)) . فَجَاءَ الْمَزْدَلَفَةَ لَتَوَاضَّعَ فَأَسْتَغَىْلَ، ثُمَّ أَقْيَمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى السَّمْغَرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعْدِهِ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أَقْيَمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى، وَلَمْ يُصْلِّ بَعْدَهُمَا)).

[راجح: ۱۳۹]

اس حدیث سے مزدلفہ میں جمع کرنا ثابت ہوا جو باب کا مطلب ہے اور یہ بھی تکاکر اگر دونمازوں کے نیچے میں جن کو جمع کرنا ہو آدمی کوئی تھوڑا سا کام کر لے تو قباحت نہیں۔ یہ بھی تکاکر جمع کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں یہ جمع شافعیہ کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے اور حفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حج کی وجہ سے ہے۔

**باب مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ملا کر پڑھنا اور سنت وغیرہ
نہ پڑھنا**

۹۶ - بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَقْطُوْعْ

۱۶۷۳ - حَدَّثَنَا آدُمٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((جَمَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ السَّمْغَرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمِيعِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يَا قَمَةً وَلَمْ يَسْبِحْ بَيْنَهُمَا، وَلَا غَلَّى إِفْرِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا)).

[راجح: ۱۰۹۱]

عنی نے اس سلسلہ میں علماء کے چھ قول نقل کے ہیں آخری قول یہ کہ پہلی نماز کے لئے اذان کے اور دونوں کے لئے الگ الگ تکمیر کے۔ شافعیہ اور حنبلہ کا یہی قول ہے اسی کو ترجیح ہے۔

(۲۷۴) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۱۶۷۴ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلُدٍ حَدَّثَنَا

سليمان بن بلاں نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن یزید خطیب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ایو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزادغہ میں آکر مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا تھا۔

سلیمان بن بلاں حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي هَدِيٌّ بْنُ ثَابَتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَطْمَيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُوبُ الْأَنْصَارِيُّ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزَدَّلَفَةِ)).

[طرفة فی : ۴۴۱۴].

مزادغہ کو جمع کہتے ہیں کیونکہ وہاں آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مزادغہ میں دونوں نمازوں کے بیچ میں نفل و سنت نہ ہے۔ ابن منذر نے کماجو کوئی بیچ میں سنت یا نفل پڑھے گا تو اس کا جمع صحیح نہ ہو گا۔ (وحیدی)

جمعہ المند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و علیہ فرماتے ہیں و انما جمع بین الظہر والعصر و بین المغرب والعشاء لان للناس يومنہ اجتماعاً لم يعهد في غير هذا الموطن والجماعة الواحدة مطلوبة ولا بد من اقامتها في مثل هذا الجمع لبراه من هناك ولا تيسر اجتماعهم في وقتين و ايضاً فلان للناس اشتغالاً بالذكر والدعا و هما و ظيفة هذا اليوم و رعاية الاقامت و ظيفة جمیع السنة و انما يرجع في مثل هذا الشنی البیدع النادر ثم ركب حتى الموقف واستقبل القبلة فلم ينزل و افتاختی غرب الشمس و ذهب الصفرة قليلاً ثم دفع (جهة اللہ البالغة) يوم عرفات میں ظهر اور عصر کو ملا کر پڑھا اور مزادغہ میں مغرب اور عشاء کو اس روز ان مقامات مقدسہ میں لوگوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو بجز اس مقام کے اور کسی نہیں ہوتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مطلوب ہے اور ایسے اجتماع میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضروری ہے تاکہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور دو وقوتوں میں سب کا جمیع ہونا مشکل تھا یعنی اس روز لوگ ذکر اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ اس روز کا وظیفہ ہیں اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسے وقت میں بدیع اور نادر چیز کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پھر آپؐ وہاں سے (نحو سے نماز ظرو عصر سے فارغ ہو کر) عرفات میں موقف میں تشریف لائے، پس آپؐ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہو گئی پھر وہاں سے مزادغہ کو لوٹے۔ خلاصہ یہ کہ یہاں ان مقامات پر ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا شارع کو میں محبوب ہے۔ پس جس کام سے محبوب راضی ہوں وہی کام دعویدار ان محبت کو بھی بذوق و شوق انجام دینا چاہیے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ أَذْنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ
بَابِ جَسْ نَے کہا کہ ہر نماز کے لئے اذان اور تکبیر کہنا

چاہئے، اس کی دلیل

وَاحِدَةٌ مِنْهُمَا

(۱۶۷۵) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد الرحمن بن یزید سے شاکہ عبد اللہ بن مسعود بن شوٹ نے حج کیا، آپ کے ساتھ تقریباً عشاء کی اذان کے وقت ہم مزادغہ میں بھی آئے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے اذان تکبیر کی اور آپ

۱۶۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَهْرَةٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَنْ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ: ((حَجَّ عَنْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَاتَّيْنَا الْمُزَدَّلَفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيتَا مِنْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ

نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر دور رکعت (سنت) اور پڑھی اور شام کا کامنا ملگوا کر کھلایا۔ میرا خیال ہے (راوی حدیث زہیر کا) کہ پھر آپ نے حکم دیا اور اس شخص نے اذان دی اور تکبیر کی عمرو (راوی حدیث) نے کماں یہی سمجھتا ہوں کہ شک زہیر (عمرو کے شخ) کو تھا، اس کے بعد عشاء کی نماز دو رکعت پڑھی۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (طلوع فجر ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صرف دو نمازوں (آج کے دن) اپنے معمولی وقت سے ٹھاڈی جاتی ہیں۔ جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے ساتھ ملا کر) پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

رَجَلٌ فَأَذْنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَى الْمَغْرِبَ،
وَصَلَى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ
فَعَشَى، ثُمَّ أَمَرَ - أَرَى - فَأَذْنَ وَأَقَامَ)
قالَ عَمَرٌ : لَا أَعْلَمُ الشَّكَ إِلَّا مِنْ زَهْنِي
(ثُمَّ صَلَى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ . فَلَمَّا طَلَعَ
الْفَجْرُ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ : لَا يَصْلَى
هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ فِي هَذَا
الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : هُمَا
صَلَاةَ حَاجَنَ تُحَوَّلَانَ عَنْ وَقْتِهِمَا : صَلَاةُ
الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزَدَّلَفَةَ،
وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْرُزُ الْفَجْرُ، قَالَ : رَأَيْتَ
النَّبِيَّ ﷺ يَفْعُلُهُ)).

[طرفہ فی : ۱۶۸۲، ۱۶۸۳].

تَسْبِيحَ اس حدیث سے یہ بھی لکھا کہ نمازوں کا جمع کرنے والا دونوں نمازوں کے بین میں کھانا کھا سکتا ہے یا اور کچھ کام کر سکتا ہے اس حدیث میں جمع کے ساتھ نقل پڑھنا بھی مذکور ہے۔ فجر کے بارے میں یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز اسی دن تاریکی میں پڑھی اور شاید مراد ان کی یہ ہو کہ اس دن بست تاریکی میں پڑھی یعنی صبح صادق ہوتے ہی ورنہ دوسرے بست صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عادت بست یہی تھی کہ آپ فجر کی نماز انہی میں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں کو پروانہ لکھا کہ صبح کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گئے ہوں یعنی انہی میں پڑھا اور یہ بھی صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوا اس مقام کے اور کہیں جمع نہیں کیا اور دوسرے صحابہ نے سفر میں آپ سے جمع کرنا نقل کیا ہے۔ (وہیدی)

آپ نے نماز مغرب اور عشاء کے درمیان نقل بھی پڑھے مگر رسول کریم ﷺ سے نہ پڑھنا ثابت ہے، لہذا ترجیح فعل نبوی ہی کو ہوگی۔ ہاں کوئی شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح پڑھ بھی لے تو غالباً وہ گنگار نہ ہو گا اگرچہ یہ سنت نبوی کے مطابق نہ ہو گا۔ انما الاعمال بالنيات

دین میں اصل الاصول یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا بر حال مقدم رکھی جائے۔ جمل جس کام کے لیے حکم فرمایا جائے اس کام کو کیا جائے اور جمل اس کام سے روک دیا جائے وہاں رک جائے، اطاعت کا یہی مفہوم ہے، اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ اللہ سب کو دین پر قائم رکھے۔

باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ کی رات میں آگے منی
روانہ کروئیں، وہ مزدلفہ میں ٹھہریں اور دعا کریں اور چاند

۹۸ - بَابُ مَنْ قَدَمَ ضَعْفَةَ أَهْلِهِ
بِلَلِ، فَيَقُولُونَ بِالْمُزَدَّلَفَةِ وَيَدْعُونَ،

ڈوبتے ہی چل دیں

(۱۲۷۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے لیٹھ نے یونس سے بیان کیا اور ان سے ابن شاب نے کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسے گھر کے کنزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشحرام کے پاس آ کر ٹھہر تے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے ٹھہر نے اور لوٹنے سے پہلے ہی (منی) آجائتے تھے، بعض تو منی فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب منی پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کے لئے یہ اجازت دی ہے۔

وَيَقْدِمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

(۱۶۷۶) - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَتْمَةُ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ سَالِمٌ : ((وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُقْدِمُ ضَعْفَةً أَهْلَهُ فَيَقْفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمَزْدَلَفَةِ بِلِيلٍ فَيَذَكُّرُونَ اللَّهَ مَا بَدَّلُوهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقْفُتِ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَذْنَعَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدِمُ مِنْيَ لصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدِمُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَدِمُوا رَمَوْا الْجَمْرَةَ. وَكَانَ أَبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)).

لئن شئتم [یعنی عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ میں تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے جانے کی اجازت دی ہے ان کے سوا، اور دوسرے سب لوگوں کو رات میں مزدلفہ رہنا چاہئے۔ شعبی اور نجحی اور علمی نہ رہے اس کا جو فوت ہوا اور عطا اور زبری کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آ جاتا ہے اور آدمی رات سے پہلے وہاں سے لوٹا درست نہیں ہے۔ (وہیدی)]

(۱۲۷۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کماکہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس عجیشنا نے کہ نبی کرم مسیح علیہ السلام نے مجھے مزدلفہ سے رات ہی میں منی روانہ کروایا تھا۔

(۱۲۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کماکہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کماکہ مجھے عبید اللہ بن ابی زیند نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس عجیشنا کو یہ کہتے شاکر میں ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی کرم مسیح علیہ السلام نے اپنے گھر کے کنزوروں کے ساتھ مزدلفہ کی رات ہی میں منی بھیج دیا تھا۔

(۱۶۷۸) - حَدَّثَنَا عَلَيٰ حَدَّثَنَا سُفِيَّاً قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْيَضُ الدَّهْبَى بْنُ أَبِي يَزِيدٍ سَمِعَ أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : ((أَنَا مِنْ قَدْمِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ الْمَزْدَلَفَةِ فِي ضَعْفَةِ أَهْلِهِ)). [طرفاہ فی: ۱۸۵۶، ۱۶۷۸].

(۱۶۷۹) - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ ((أَنَّهَا نَزَّلَتْ لَيْلَةَ جَمْعِ

قطان نے، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے اسماء کے غلام عبد اللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابو بکر عجیشنا نے کہ وہ رات کی

رات میں ہی مزدلفہ پنج گنیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹھی؟ کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا کہ نہیں! اس لئے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر بعد پھر پوچھا کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں، انسوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منی کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے وہ (منی میں) رنی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آگئیں اور صبح کی نماز اپنے ذیرے پر پڑھی میں نے کہا جتاب! یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے انہیم سے ہی میں نماز صبح پڑھ لی۔ انسوں نے کہا بیٹھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی۔

لشیخ معلوم ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے بھی سکریاں مار لینا درست ہے، لیکن حنفیہ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور امام احمد اور دوبارہ مارنا چاہیے اور شافعی کے نزدیک صبح سے پہلے سکریاں مار لینا درست ہے۔ (وجیدی)

(۱۶۸۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے مزدلفہ کی رات عام لوگوں سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت چاہی آپ بھاری بھر کم بدن کی عورت تھیں تو حضور ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

(۱۶۸۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہم سے افس بن حمید نے، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں کے اڑدھام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھی، وہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں، اس لئے آپ نے اجازت دے دی چنانچہ وہ اڑدھام سے پہلے روانہ ہو گئیں۔ لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ کے ساتھ گئے اگر میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ صلی

عند المُزَدَّلَةِ فَقَامَتْ تَصْلَى، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: يَا بُنْيَ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قَلَّتْ : لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قَلَّتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَأَرْتَهُمْ لَهُوا، فَأَرْتَهُنَا وَمَضِينَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمَرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مُنْزِلِهَا، فَقَلَّتْ لَهَا: يَا هَنَّتَاهَا، مَا أَرَانَا إِلَّا فَذَ غَلَسْنَا، قَالَتْ: يَا بُنْيَ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَدْنَ لِلْلُّفْظِ).

۱۶۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سَفِيَّانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنْتُ سَوْدَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ جَمْعٍ - وَكَانَتْ نَقِيلَةَ نَبَطَةَ - فَأَذِنْتَ لَهَا)).

[طرفة فی: ۱۶۸۱]

۱۶۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حَمِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((نَرَكَنَا الْمُزَدَّلَةَ، فَاسْتَأْذَنْتُ النَّبِيِّ ﷺ سَوْدَةَ أَنْ تَذْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ - وَكَانَتْ امْرَأَةً بَطِينَةً - فَأَذِنْتَ لَهَا، فَذَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَلْمَنَا حَتَّى أَمْبَيَخَا نَحْنُ، ثُمَّ دَفَعَتِي بَدْفِعَةٍ، فَلَأَنَّ أَكُونَ اسْتَأْذَنَتِ رَسُولَ اللَّهِ

الله علیہ وسلم سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بتی ہے پسند ہوتا۔

كَمَا اسْنَادَتْ سُودَةً أَخْبَرَ إِلَيْهِ مِنْ مفروجٍ (ب)).

باب فجر کی نماز مزدلفہ ہی میں پڑھنا

(۱۶۸۲) ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمارہ نے عبدالرحمن بن یزید سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود بن حجر نے کہ دو نمازوں کے سوامیں نے نبی کریم ﷺ کو اور کوئی نماز بغیر وقت نہیں پڑھتے دیکھا، آپ نے مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھیں اور فجر کی نماز بھی اس دن (مزدلفہ میں) معمولی وقت سے پہلے ادا کی۔

۹۹- بَابُ مَنْ يُصَلِّيُ الْفَجْرَ يَجْمِعُ ۖ ۱۶۸۲- حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيهِ حَدَّثَنَا الْأَغْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ((مَا رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا، إِلَّا صَلَّى جَمِيعَ نَبِيِّنَ الْمُغْرِبَ وَالْعَشَاءَ، وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا)). [راجع: ۱۶۷۵]

یعنی بہت اول وقت یہ نہیں کہ صحیح کی نماز فجر طلوع ہوتے ہی پرمی۔ (وجیدی)

(۱۶۸۳) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے کہ ہم عبداللہ بن مسعود بن حجر کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے (حج شروع کیا) پھر جب ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازوں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہر نماز ایک الگ اذان اور ایک الگ اقامۃ کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان میں کھایا، پھر طلوع صبح کے ساتھ ہی آپ نے نماز فجر پڑھی، کوئی کہتا تھا کہ ابھی صحیح صادق نہیں ہوئی اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہو گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود بن حجر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یہ دونوں نمازوں اس مقام سے ہشادی گئی ہیں، یعنی مغرب اور عشاء، مزدلفہ میں اس وقت داخل ہوں کہ اندر ہیرا ہو جائے اور فجر کی نماز اس وقت۔ پھر عبداللہ اجالے تک وہیں مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور کہا کہ اگر امیر المؤمنین حضرت عثمان بن علیؑ اس وقت چلیں تو یہ سنت کے مطابق ہو گا۔ حدیث کے راوی عبدالرحمن بن یزید نے کہا) میں نہیں کہ سکتا کہ یہ الفاظ ان کی زبان سے پہلے نکلے یا حضرت عثمان بن علیؑ کی روائی

۱۶۸۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ: ((خَرَجَنَا مَعَ عَنْدِ اللَّهِ إِلَى مَكَّةَ، ثُمَّ قَدِمْنَا جَمِيعًا فَصَلَّى الصَّلَاتِيْنِ: كُلُّ صَلَوةٍ وَخَدَّهَا بِأَذَانٍ وِإِقَامَةٍ، وَالْعِشَاءَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ - وَقَابِلَنَّ يَقُولُ لَمْ يَطَّلِعْ الْفَجْرُ - ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوَلَّا عَنْ وَقِيْمَهَا فِي هَذَا الْمَكَانِ: الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ، فَلَا يَقْدِمُ النَّاسُ جَمِيعًا حَتَّى يَعْنَمُوا، وَصَلَةُ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةُ)). ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَنْ أَمِيزَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنْنَةَ، فَمَا أَذْرِي أَفْوَلَهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَلَعَ عَثْمَانَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَزِلْ يُلْتَهِ حَتَّىٰ رَفَعَ
جَمْرَةُ الْعَقْبَةِ يَوْمَ النُّحْرِ).
پہلے شروع ہوئی، آپ دسویں تاریخ تک جمرہ عقبہ کی رنی تک برابر
لبیک پکارتے رہے۔

[راجح: ۱۶۷۵]

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضیو یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عثیر مزادغہ سے لوٹے سنت ہی ہے کہ مزادغہ سے مجرمی روشی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے لوٹے۔ مجرمی نماز سے متعلق اس حدیث میں جو وارد ہے کہ وہ ایسے وقت پڑھی گئی کہ لوگوں کو مجرم کے ہونے میں شبہ ہوا تھا، اس کی وضاحت مسلم شریف کی حدیث میں موجود ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ سے مردی ہے کہ نبی کرم مسیح یا مسیح موعود نے مغرب اور عشاء کو ملا کر ادا کیا پھر آپ سو گئے تم اضطجع حتی طلوع الفجر فصلی اللہ عقبہ حین تین له الصبح باذان و اقامۃ الی اخر الحدیث پھر سو کر آپ ٹھڑے ہوئے جب کہ فجر طلوع ہو گئی۔ آپ نے صبح کھل جانے پر نماز مجرم کو ادا فرمایا اور اس کے لئے اذان اور اقامۃ ہوئی۔ معلوم ہوا کہ صحیح حدیث میں راوی کی مراد یہ ہے کہ آپ نے مجرمی نماز کو انہی میں بست اول وقت یعنی فجر ظاہر ہوتے ہی فوراً ادا فرمایا یہ آپ بھیہے ہی نماز مجرم فلس یعنی انہی میں ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے گریبان اور بھی اول وقت طلوع مجرم کے فوراً بعد ہی آپ نے نماز مجرم کو ادا فرمایا۔

باب مزادغہ سے کب چلا جائے؟

(۱۶۸۳) ہم سے مجان بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، انہوں نے عمرو بن میمون کو یہ کہتے سنا کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزادغہ میں مجرمی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا، نماز کے بعد آپ ٹھرے اور فرمایا کہ مشرکین (جالیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے شیر! تو چک جا۔ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

۱۰۰ - بَابُ مَنِيَّ يُدْفَعُ مِنْ جَمْعَنِ

۱۶۸۴ - حَدَّثَنَا حَاجَاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقَ سَعْفَاتَ عَمْرَوْ بْنَ مَمْوُنَ يَقُولُ: ((شَهِدْنَا عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنِيَّ يُدْفَعُ مِنْ جَمْعَنِ الصَّبَحِ، ثُمَّ وَلَفَ لَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يَفِضُّلُونَ حَتَّىٰ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالِفُهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ)).

[طرفة فی : ۳۸۳۸].

شیراکیک پہاڑ کا نام ہے مزادغہ میں جو منی کو آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں جبل معروف ہناک لِتَشْرِيفَ وہ علی یسار الذاہب الی منی و هو اعظم جبال مکہ عرف بہ جبل من هذیل اسمہ ثیر دفن فیہ یعنی شیر کہ کا ایک عظیم پہاڑ ہے جو منی جاتے ہوئے بائیں طرف پڑتا ہے اور یہ ہذیل کے ایک آدمی شیر نامی کے نام پر مشور ہے جو وہاں دفن ہوا تھا۔ مزادغہ سے صبح سورج نکلنے سے پہلے منی کے لئے چل دینا سنت ہے۔ مسلم شریف میں حدیث جابر بن عبد اللہ سے مزید تفصیل یوں ہے۔ تم رکب القصوہ حتی المشعر العرام فاسقبل القبلة فدعالله تعالى و كبره و هلة و وحده فلم يزل واقفا حتى اسفر فدفع قبل ان تطلع الشمس یعنی عرفات سے لوٹے وقت آپ اپنی اوپنی قصوہ پر سوار ہوئے یہاں سے مزادغہ میں مشعر العرام میں آئے اور وہاں آکر قبلہ رو ہو کر تکمیر و تحلیل کئی اور آپ خوب اجلاء ہونے تک ٹھرے رہے، مگر سورج طلوع ہونے سے پہلے آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ عمد جالمیت میں مکہ والے سورج نکلنے کے بعد یہاں سے چلا کرتے تھے، اسلام میں سورج نکلنے سے پہلے چنان قرار پایا۔

باب دسویں تاریخ صبح کو سکبیر اور لبیک کہتے رہنا
جرہ عقبہ کی رمی تک اور چلتے ہوئے
(سواری پر کسی کو) اپنے پیچھے بٹھالیں۔

١٠١ - بَابُ التَّلِيَّةِ وَالْكَبِيرِ غَدَاءَ
النَّعْرِ حِينَ يَرْفِي الْجَمْرَةَ،
وَالْأَرْتِدَافُ فِي السَّيْرِ

لتبیح دسویں ذی الحجه کو منی میں جا کر نماز فجر سے فارغ ہو کر سورج نکلنے کے بعد رمی جمار کرنا ضروری ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنذر نسخۃ ان لا یرمی الا بعد طلوع الشمس كما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یجوز الرمی قبل طلوع الفجز لان فاعله مختلف للسنۃ و من رمی حینتم لا اعادة عليه اذ لا اعلم احدا قال لا يجزنه (فتح) یعنی ابن منذر نے کما کہ سنت یہی ہے کہ رمی جمار سورج نکلنے کے بعد کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور طلوع فجر سے پہلے رمی جمار درست نہیں اس کا کرنے والا سنت کا مخالف ہو گا۔ ہاں اگر کسی نے اس وقت رمی جمار کر لیا تو پھر اس پر دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اسے غیر کافی کہا ہو۔ حضرت اسماء بنی حنفیہ سے رات میں رمی جمار کرنا یعنی منقول ہے جیسا کہ اس کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی نقش فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کمزور مردوں عورتوں کے لئے اجازت ہے کہ وہ رات ہی میں مزدلفہ سے کوچ کر کے منی آجائیں اور آئنے پر خواہ رات ہی کیوں نہ ہو، رمی جمار کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے مزدلفہ کی رات میں حضرت عباس بنی شعبہ سے فرمایا تھا اذهب بضعفاء نا و نساء نا فليصلوا الصبح بمنى ويرموا جمرة العقبة قبل ان تصيبهم دفعۃ الناس (فتح الباری) یعنی آپ ہمارے ضعیفوں اور عورتوں وغیرہ کو مزدلفہ سے رات ہی میں منی لے جائیے تاکہ وہ صبح کی نماز منی میں ادا کر لیں اور لوگوں کے اٹھام سے پہلے پہلے جرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائیں۔ والله اعلم بالصواب۔

١٦٨٥ - حدَّثَنَا أَبُو عَاصِيمِ الْمُضْحَكَ بْنُ (١٢٨٥) هم سے ابو عاصیم ضحاک بن مخدل نے بیان کیا، انسیں ابن جریر نے خبر دی، انسیں عطاء نے، انسیں ابن عباس بنی عوف نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مزدلفہ سے لوٹتے وقت) فضل (بن عباس بنی عوف) کو اپنے پیچھے سوار کرایا تھا۔ فضل بنی شعبہ نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ کی سواری پر مزدلفہ تک برابر لبیک پکارتے رہے۔

١٦٨٦ - حدَّثَنَا زَهْرَى بْنُ مَخْلِدٍ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ عَنْ أَبْنِ عَبَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ أَرْذَفَ الْفَضْلَ، فَأَخْبَرَ الْفَضْلَ أَنَّهُ لَمْ يَرِلْ يَلْمَى حَتَّى رَمَيَ الْجَمْرَةَ)).

[راجع: ١٥٢٤]

١٦٨٧ - حدَّثَنَا زَهْرَى بْنُ (١٢٨٧) هم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے یونس ایلی نے، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس بنی عوف نے کہ اسامہ بن زید بنی عوفات سے مزدلفہ تک نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ نے مزدلفہ سے منی جاتے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جرہ عقبہ کی سواری تک مسلسل

١٦٨٧ - حدَّثَنَا زَهْرَى بْنُ حَزْبٍ حَدَّثَنَا وَهَبُّ بْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَبِيلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَيدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ رَذْفَ النَّبِيِّ مِنْ عَرْفَةَ إِلَى الْمُزْدَلْفَةِ، ثُمَّ أَرْذَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلْفَةِ إِلَى مَنْيَ، فَقَالَ نَكِلَاهُمَا قَالَا: لَمْ يَرِلْ النَّبِيِّ

لبیک کتے رہے۔

یہی حجتی رمی جمارة (العقبة)۔

[راجع: ۱۵۴۳، ۱۵۴۴]

باب

سورہ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں پس جو شخص تمتع کرے حج کے ساتھ عمرہ کا یعنی حج تمتع کر کے فائدہ اٹھائے تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اگر کسی کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ایام حج میں اور سات دن کے روزے گھروپس ہونے پر رکھے یہ پورے دس دن (کے روزے) ہوئے یہ آسانی ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھروالے مسجد کے پاس نہ رہتے ہوں۔

باب

﴿فَمَنْ تَمَّعَ بِالْعُمَرَةِ إِلَى الْحَجَّ فَمَا أَسْتَيْسَرَ مِنَ النَّهْدَنِيِّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجَّ وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةً كَامِلَةً، ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

(۱۶۸۸) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہیں نظر بن شمیل نے خبر دی، انہیں شعبہ نے خبر دی، ان سے ابو جمرہ نے بیان کیا، کماکہ میں نے ابن عباسؓؓ سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا، پھر میں نے قربانی کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمتع میں ایک اونٹ، یا ایک گائے یا ایک بکری (کی قربانی واجب ہے) یا کسی قربانی (اونٹ یا گائے بھیں کی) میں شریک ہو جائے، ابو جمرہ نے کماکہ بعض لوگ تمتع کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔ پھر میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے اور یہ مقبول تمتع ہے۔ اب میں ابن عباسؓؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تو ابو القاسمؓؓ کی سنت ہے۔ کماکہ وہب بن جریر اور غدر نے شعبہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے عمرہ متقبلہ و حج مبرور (اس میں عمرہ کا ذکر پہلے ہے یعنی یہ عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے)

[راجع: ۱۵۶۷]

لشیخ حضرت عمر اور عثمان غنیؓؓ سے تمتع کی کراہیت مقبول ہے لیکن ان کا قول احادیث صحیح اور خود نص قرآنی کے برعکاف راشدین میں سے ہیں حدیث کے خلاف مقبول نہ ہو تو اور مجتہد یا مولوی کس شمار میں ہیں، ان کا فتویٰ حدیث کے خلاف پُجرا اور پوچھ بے۔ (وحیدی) اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صحیح مرفع احادیث کے مقابلہ پر قول امام کو ترجیح دیتے ہیں

۱۶۸۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةُ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبْنَ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتَّعَةِ فَأَمْرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ النَّهْدَنِيِّ فَقَالَ فِيهَا جَزْرُوا أَوْ بَقَرَةً أَوْ شَاةً أَوْ شِرْذَةً فِي دَمِهِ . قَالَ: كَانَ نَاسًا كَرِهُوهَا، فَيَمْتَ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَانَ إِنْسَانًا يَنْادِي: حَجَّ مَبْرُورَ، وَمُتَّعَةً مُتَّقْبَلَةً . فَأَتَيْتُ أَبْنَ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثَنِي، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْفَاسِمِ ﴿٤﴾ .)) .

قَالَ: وَقَالَ آدُمُ وَوَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ وَغَنْدَرُ عَنْ شَعْبَةَ ((عُمَرَةً مُتَّقْبَلَةً، وَحَجَّ مَبْرُورَ)).

اور سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے یہی کافی ہے پس اللہ کے ہاں جس دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے ان کا کیا جواب ہو سکے گا۔ صد افسوس کہ یہود و نصاریٰ میں تقلید شخصی کی بیماری تھی جس نے مسلمانوں کو بھی پکڑ لیا اور وہ بھی ﴿إِنَّهُمْ أَخْيَرُ هُمْ وَرَبُّنَاهُمْ أَزْيَانًا مِّنْ ذُنُونِ اللَّهِ﴾ (التوب: ۳۲۱) کے مصادق بن گئے یعنی ان لوگوں نے اپنے مولویوں درویشوں کو خدا کے سوا اپنا رب نہ سمجھا تھا، یعنی خدا کی طرح ان کی فرمانبرداری کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا۔ اسی کا نام تقلید جامد ہے جو سب بیماریوں کی جڑ ہے۔

باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا (جائز ہے)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حجر میں فرمایا ”ہم نے قربانیوں کو تمہارے لئے اللہ کے نام کی شانی بنالیا ہے“ تمہارے واسطے ان میں بھائی ہے سو پڑھو ان پر اللہ کا نام قطار باندھ کر، پھر وہ جب گر پڑیں اپنی کروٹ پر (یعنی زنگ ہو جائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے دونوں طرح کے فقیروں کو، اسی طرح تمہارے لئے حلال کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم شکر کرو۔ اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارا تقویٰ اس طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ تم کو اس نے راہ دکھائی اور بشارت سنادے نیکی کرنے والوں کو۔ مجید نے کہا کہ قربانی کے جانور کو بدنه اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کما جاتا ہے، قانع سائل کو کہتے ہیں اور معتجوٰ قربانی کے جانور کے سامنے سائل کی صورت بنا کر آجائے خواہ غنی ہو یا فقیر، شعار کے معنی قربانی کے جانور کی عظمت کو ملحوظ رکھنا اور اسے موٹا بانا ہے۔ عقیق (خانہ کعبہ کو کہتے ہیں) بوجہ ظالموں اور جابروں سے آزاد ہونے کے جب کوئی چیز زمین پر گر جائے تو کہتے ہیں وجبت۔ اسی سے وجبت الشمس آتا ہے یعنی سورج ڈوب گیا۔

**لِقَوْلِهِ : هُوَ الْبَذْنَ جَعَلْنَا لَكُمْ مِنْ شَعَابِ
اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ، فَادْكُرُوا اسْمَ اللهِ
عَلَيْهَا صَوَافٍ، فَلَذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكَلُوا
مِنْهَا وَأَطْعُمُوا الْفَقَانِعَ وَالْمُغْتَرَ، كَذَلِكَ
سَخْرَنَاهَا لَكُمْ لَعْنَكُمْ تَشْكُرُونَ. لَنْ يَنَالَ
اللهُ لَحْوَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ
الْقَوَى مِنْكُمْ، كَذَلِكَ سَخْرَهَا لَكُمْ
لِتُكَبِّرُوا اللهُ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرُ
الْمُحْسِنِينَه﴾ [الحج: ۳۶]. قال مجاهد :
سُمِيتَ الْبَذْنَ لِبَذْنِهَا. وَالْفَقَانِعُ : السَّائلُ :
وَالْمُغْتَرُ، الَّذِي يَغْرُبُ بِالْبَذْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ
فَقِيرٍ. وَشَعَابُ اللهِ : اسْتِفْضَامُ الْبَذْنِ
وَاسْتِخْسَانُهَا. وَالْعَتِيقُ : عِنْقَةُ مِنْ
الْجَبَابِرَةِ. وَيَقَالُ وَجَبَتْ : سَقَطَتْ إِلَى
الْأَرْضِ، وَمِنْهُ وَجَبَتْ الشَّمْسُ.**

لِتَسْتَرِيجْ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قوله والقانع السائل والمعتر الذى يعتر بالبدن من غنى او فقير اي بطيئ بها متعرض لها و هذا التعلق اخرجه ايضا عبد بن حميد من طريق عثمان ابن الاسود قلت لمجاهد ما القانع؟ قال جارك الذى يستظر مدخل بينك و المعتر الذى يعتر ببابك و بريبك نفسه ولا يسألك شيئا و اخرج ابن ابي حاتم من طريق سفيان بن عبيدة عن ابن ابي نجح عن محدثه في القانع هو الطامع وقال مرة هو السائل ومن يسألك و من يسألك و من طريق الشورى عن فرات عن سعيد بن جبير المعتر الذى يعتر برك ببروك وذا يسألك و من طريق ابن حريج عن مجاهد المعتر الذى يعتر بالبدن من غنى او فقير وقال الخليل في العين القنوع المعتر لبسنة قع نه مال و خضع وهو السائل والمعتر الذى يعترض ولا يسأل ويقال قنع بكسر اللون اذارضى وقع بفتحها اذا سال و قر الحسن المعتر و هو بمعنى المعتر (فتح البارى) یعنی قانع سائل مراد ہے (اور (لغات الحبریث) میں قنوع کے ایک معنی مانگنا بھی نکلتا ہے اور معتبر غنی :

فقیر بودل سے طالب ہو کر وہاں گھوتا رہے تاکہ اس کو گوشت حاصل ہو جائے زبان سے سوال نہ کرے مतرہ فقیر جو سامنے آئے اس کی صورت سوالی ہو لیکن سوال نہ کرے لغات الحدیث اس تعلیق کو عبد بن حمید نے طریق عثمان بن اسود سے نکلا ہے میں نے مجادہ مثبتہ سے قانع کی تحقیق کی کہا قانع وہ ہے جو انتشار کرتا رہے کہ تمہرے گھر میں کیا کیا چیزیں آئی ہیں۔ (اور کاش ان میں سے مجھ کو بھی کچھ مل جائے) معتبر وہ ہے جو وہاں گھوتا رہے اور تمہرے دروازے پر امیدوار بن کر آئے جائے مگر کسی چیز کا سوال نہ کرے اور مجادہ سے قانع کے معنی طابع یعنی لاپچی کے بھی آئے ہیں اور ایک دفعہ بتایا کہ سائل مراد ہے اسے ابن الہی حاتم نے روایت کیا ہے اور سعید بن جبیر سے مفتر کے وہی معنی نقل ہوئے جو اپر بیان ہوئے اور مجادہ نے کہا کہ مفتر وہ جو غنی ہو یا فقیر خواہش کی وجہ سے قربانی کے جانور کے ارد گرد پھرتا رہے (اور ظلیل نے قنوع کے معنی وہ بتایا جو ذلیل ہو کر سوال کرے قبح الیہ کے معنی مال وہ اس کی طرف جھکا و شمع الیہ اور اس نے اس کی طرف جس سے کچھ چاہتا ہے چاپلوی کی، مراد آگے سائل ہے اور فتح بکسر نون رضی کے معنی کے ہے اور فتح فتح نون کے ساتھ اذا سال کے معنی میں اور صن کی قرأت میں اسکے معنی لفظ مفتر پڑھا گیا ہے وہ بھی مفتر کے معنی میں ہے۔

۱۶۸۹ - حدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسْقُفُ بَذَنَةَ فَقَالَ: ((إِنْ كَنَّهَا)). فَقَالَ: إِنَّهَا بَذَنَةٌ. فَقَالَ: ((إِنْ كَنَّهَا)) فَقَالَ: إِنَّهَا بَذَنَةٌ. قَالَ: ((إِنْ كَنَّهَا وَيْلَكَ)) لِي النَّافِعَةِ أَوْ لِي النَّافِعَةِ.

(۱۶۹۰) ہم سے مسلم بن ابراء یہم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قنادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن ثور نے کہ بنی کریم مثبتہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لئے

[اطرافہ فی : ۱۷۱۶، ۲۷۵۵، ۶۱۶۰] .

لیستہ مثبتہ زمانہ جالیت میں عرب لوگ سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نیاز نذر کے طور پر چھوڑ دیتے ان پر سوار ہونا مسیوب جانا کرتے تھے قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں لے جائی جائیں ان کا ایسا یعنی تصور تھا۔ اسلام نے اس فقط تصور کو ختم کیا اور آنحضرت مثبتہ نے باصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کو تاکہ راستہ کی تھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے م uphol کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لئے دین فطرت ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسان ضروریات کو ٹھوڑا نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کئے ہیں خود عرب میں اطراف کہ سے جو لاکوں حاجی آج کل بھی ج کے لئے کہ شریف آتے ہیں ان کے لئے یہی احکام میں باقی دور راز ممالک اسلامیہ سے آئے واوں کے لئے قدرت نے ریل موڑ جائز وجود پذیر کر دیئے ہیں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ آج کل سفرج بے حد آسان ہو گیا ہے پھر بھی کوئی دولت مند مسلمان حج کو نہ جائے تو اس کی بد بختی میں کیا شہر ہے۔

۱۶۹۰ - حدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هشام وَشَبَّةُ قَالَا حَدَّثَنَا فَعَادَةُ عَنْ أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا

یسُوق بَدْنَةً فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا
بَدْنَةً. قَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: إِنَّهَا بَدْنَةً.
قَالَ: ((ارْكَبْهَا)) ثَلَاثَةً.

جارہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا اس نے کما کہ یہ تو
قربانی کا جانور ہے آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جا اس نے پھر عرض کیا کہ
یہ تو قربانی کا جانور ہے۔ لیکن آپ نے تیری مرتبہ پھر فرمایا کہ سوار ہو
جا۔

[طرفہ فی : ۲۷۵۴، ۶۱۵۹]

آپ کے بار بار فرمائے کا مقصد یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا اس کے شعائر اسلام ہونے کے منافی نہیں ہے۔

باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے۔

(۱۶۹۱) ہم سے مجھی بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے
بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے، ان سے سالم بن
عبد اللہ نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کما کہ رسول اللہ ﷺ نے جو
الوداع میں تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ذی الحیفہ سے
اپنے ساتھ قربانی لے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے عمرہ کے لئے
احرام باندھا، پھر حج کے لئے لبیک پکارا۔ لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے
کے ساتھ تمتع کیا یعنی عمرہ کر کے حج کیا، لیکن بہت سے لوگ اپنے
ساتھ قربانی کا جانور لے گئے تھے اور بہت سے نہیں لے گئے تھے۔
جب آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لائے تو لوگوں سے کما کہ جو شخص
قربانی ساتھ لایا ہوا س کے لئے حج پورا ہونے تک کوئی بھی ایسی چیز
حلال نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے اوپر (حرام کی وجہ سے) حرام کر
لیا ہے لیکن جن کے ساتھ قربانی نہیں ہے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر
لیں اور صفا اور مروہ کی سعی کر کے بال ترشاویں اور حلال ہو جائیں،
پھر حج کے لئے (از سرنو آٹھویں ذی الحجه کو حرام باندھیں) ایسا شخص
اگر قربانی نہ پائے تو تین دن کے روزے حج ہی کے دونوں میں اور
سات دن کے روزے گھرو اپس آکر رکھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ پہنچنے تو سب سے پہلے آپ نے طواف کیا پھر حجر اسود کو
بوسہ دیا تین چکروں میں آپ نے رمل کیا اور باقی چار میں معمولی رفتار
سے چلے، پھر بیت اللہ کا طواف پورا کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو

١٦٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ
سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ: ((تَمَتَّعْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي
حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجَّ،
وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَذَنِيَّ مِنْ ذِي
الْحَلَيْفَةِ، وَبَدَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاهْلَ
بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهْلَ بِالْحَجَّ، فَتَمَتَّعَ النَّاسُ
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجَّ، فَكَانَ
مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَذَنِيَّ،
وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ. فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ
مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى
فَإِنَّهُ لَا يَجُلُّ لِشَيْءٍ حَوْمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِي
حَجَّةَ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلَيَطْفَئْ
بِالنَّبِيِّ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَيَقْصِرْ
وَلَيَحْلُّنْ ثُمَّ لِيَهُلَّ بِالْحَجَّ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ
هَذِهِنَا فَلَيَصُمْ ثَلَاثَةً أَيَّامٍ فِي الْحَجَّ وَسَبْعَةً
إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ)). فَطَافَ حِينَ قَدِمَ
مَكَّةَ، وَاسْتَلَمَ الرَّمْكَنَ أَوْلَى هَذِهِنَّ، ثُمَّ

ركعت نماز پڑھی سلام پھیر کر آپ صفا پہاڑی کی طرف آئے اور صفا اور مروہ کی سی بھی سات چکروں میں پوری کی۔ جن چیزوں کو (حرام کی وجہ سے اپنے پر) حرام کر لیا تھا ان سے اس وقت تک آپ حلال نہیں ہوئے جب تک رجھی پورانہ کر لیا اور یوم النحر (دسویں ذی الحجه) میں قربانی کا جانور بھی ذبح نہ کر لیا۔ پھر آپ (مکہ والیں) آئے اور بیت اللہ کا جب طواف افاضہ کر لیا تو ہر وہ چیز آپ کے لئے حلال ہو گئی جو حرام کی وجہ سے حرام تھی جو لوگ اپنے ساتھ ہدی لے کر گئے تھے انہوں نے بھی اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

(۱۶۹۲) عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسیں آنحضرت ﷺ کے حج اور عمرہ ایک ساتھ کرنے کی خبر دی کہ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے مجھے سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی تھی۔

لئے نووی نے کہا کہ تمتنع سے یہاں قرآن مراد ہے، ہوا یہ کہ پہلے آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کیا اس میں شرک کر لیا اور قرآن کو بھی تمتنع کرتے ہیں۔ (وحیدی) اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں رمل کا ذکر ہے، آیا ہے یعنی اکثر کرمونیہوں کو بہاتے ہوئے چلتا۔ یہ طواف کے پہلے تین پھریوں میں کیا اور باقی چار میں معمولی چال سے پہلے یہ اس واسطے کیا کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناؤں ہو گئے ہیں تو پہلی بار یہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا، پھر یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو بچھتے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو اراکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

باب اس شخص کے بارے میں جس نے قربانی کا جانور راستے میں خریدا۔

(۱۶۹۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حداد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا (جب وہ حج کے لئے نکل رہے تھے) کہ آپ نہ جائیے کیونکہ میرا خیال ہے کہ (بد امنی کی وجہ سے) آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر

حَبْ تَلَاقَةَ أَطْوَافِ وَمَئِشَى أَرْبَعَا، فَرَكَعَ حِينَ قُضِيَ طَوَافُهُ بِالنِّيَّةِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتِينِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَأَنْصَرَفَ فَلَّا تَرَى الصَّفَا، فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَخْلُلْ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ حَتَّى قُضِيَ حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَةً يَوْمَ النَّحرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالنِّيَّةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ، وَقَعَلَ، مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْنِيَّ مِنَ النَّاسِ)).

۱۶۹۲ - وَعَنْ عَرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَمَّاعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجَّ، فَتَمَّاعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الدِّيَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ).

الطریق نووی نے کہا کہ تمتنع سے یہاں قرآن مراد ہے کہ مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا تھا کہ مدینہ کے بخار سے وہ ناؤں ہو گئے ہیں تو پہلی بار یہ فعل ان کا خیال غلط کرنے کے لیے کیا گیا تھا، پھر یہی سنت قائم رہی۔ (وحیدی) حج میں ایسے بہت سے تاریخی یادگاری امور ہیں جو بچھتے بزرگوں کی یادگاریں ہیں اور اسی لئے ان کو اراکان حج سمجھیں اور اس سے سبق حاصل کریں، رمل کا عمل بھی ایسا ہی تاریخی عمل ہے۔

۱۰۵ - بَابُ مَنْ اشْتَرَى الْهَدْنِيَّ مِنْ

۱۶۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ حَدَّثَنَا حَمَّادًا عَنْ أَبِيهِبَّ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لَأَيْنَهُ : أَقْمِ فِينِي لَا آتَنْهَا أَنْ تُصَدَّعَ عَنِ الْبَيْتِ. قَالَ: إِذَا أَفْعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ

میں بھی وہی کام کروں گا جو ایسے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”تمارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی^{تشریف}
بہترین نمونہ ہے“ میں اب تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر
 عمرہ واجب کر لیا ہے، چنانچہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا انسوں نے
 بیان کیا کہ پھر آپ نکلے اور جب بیداء پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا
 احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں تو ایک ہی ہیں اس کے
 بعد قدیم پہنچ کر ہدی خریدی پھر کہ آگر دونوں کے لئے طواف کیا اور
 درمیان میں نہیں بلکہ دونوں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوئے۔

باب حس نے ذوالحیفہ میں اشعار کیا اور قلادہ پہنایا پھر احرام
باندھا!

اور باتفاق نے کما کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے
 قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے کر جاتے تو ذوالحیفہ سے اسے ہار پہنا
 دیتے اور اشعار کر دیتے اس طرح کہ جب اونٹ اپنا منہ قبلہ کی
 طرف کئے بیٹھا ہوتا تو اس کے دامنے کوہاں میں نیزے سے زخم لگا
 دیتے۔

(۹۵، ۹۶) ۱۹۹۳ء میں سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم کو
 عبداللہ نے خبر دی، انسوں نے کما کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں
 زہری نے، انہیں عروہ بن زیبر نے، اور ان سے مسور بن محمد رضی
 اللہ عنہما اور مروان نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے
 تقریباً اپنے ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ (حج کے لئے نکلے) جب ذی
 الحلیفہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا
 پھر عمرہ کا احرام باندھا۔

اطرافہ فی : ۲۷۱۱، ۲۷۳۲، ۴۱۵۷،
۴۱۷۹، ۴۱۸۰.

قال اللہ: هَلْقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَإِنَا أَشْهَدُكُمْ أَنَّى فَلَذْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَأَقْلَلْتُ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْيَيْدَاءِ أَهْلَ بِالْحَجَّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ: مَا شَانَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَ إِلَّا وَاحِدَةٌ ثُمَّ أَشْرَى النَّهْذَنِي مِنْ قَدْنِي، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدَةً، فَلَمْ يَجِدْ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِينًا)). [راجع: ۱۶۳۹]

۱۰۶ - بَابُ مَنْ أَشْعَرَ وَقْلَدَ بَدِيَ الْحُلَيْفَةَ ثُمَّ أَخْرَمَ

وَلَأَنَّ نَافِعَةً كَانَ ابْنُ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِينَةِ قَلْدَةً وَأَشْعَرَهُ بَدِيَ الْحُلَيْفَةَ يَطْعَنُ فِي هَقْ سَامِيَةِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ، وَوَجْهُهُمَا قَبْلَ الْفَيْلَةِ بِأَرْكَةٍ.

۱۶۹۴ - ۱۶۹۵ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزَّبِيرِ عَنِ الْمُسْوَرِ بْنِ مَعْرُومَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي بَضَعِ عَشْرَةِ مَاهَةِ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بَدِيَ الْحُلَيْفَةَ قَلَدَ النَّبِيُّ ﷺ الْهَذَنِيَّ وَأَشْعَرَهُ وَأَخْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)). [اطرافہ فی : ۱۸۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۳۱، ۴۱۷۸]

تشییع

اشعار کے معنی قربانی کے اونٹ کے دامن کوہاں میں نیزے سے ایک زخم کر دیا، اب یہ جا لور بہت اللہ میں قربانی کے لئے
شان زدہ ہو جاتا تھا اور کوئی بھی ڈاکو چور اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اب بھی یہ اشعار رسول کریم ﷺ کی سمعت ہے۔
بعض لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے جو سخت غلطی اور سنت نبوی کی بے ادبی ہے۔ امام ابن حزم نے کما کہ حضرت امام ابو حیان مجید

کے سوا اور کسی سے اس کی کراہیت مقول نہیں، طحاوی نے کہا کہ حضرت امام ابو حنفہ رض نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس میں مبالغہ کرنے کو مکروہ کہا ہے جس سے اونٹ کی ہلاکت کا ذر ہو اور ہمارا یعنی گمان حضرت امام ابو حنفہ رض سے ہے جو مسلمانوں کے پڑھوا میں یعنی ہے۔ اصل اشعار کو وہ کیے مکروہ کہہ سکتے ہیں اس کا سنت ہوتا احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ (وہیدی) قلادہ جو تیوں کا ہمار جو قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال کر گویا اسے بیت اللہ میں قربانی کے لئے نشان لگادیا جاتا تھا، قلادہ اونٹ بکری گائے سب کے لئے ہے اور اشعار کے بارے میں حضرت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ و فیہ مشرووعۃ الاشعار و هو ان یکشط جلد البدنة حتی یسیل دم ثم یسلقه فیکون ذالک علامۃ علی کونهها هدیا و بذالک قال الجمهور من السلف والخلف و ذکر الطحاوی فی اختلاف العلماء کراہیته عن ابی حنفیة و ذهب غیرہ الى استحبابه للتابع حتی صاحباه ابو یوسف و محمد فضلا هو حسن قال و قال مالک یختص الاشعار بنم لها سیام قال الطاوی ثبت عن عائشة و ابن عباس التخیر فی الاشعار و ترکه فعل على انه ليس بنسک لكنه غير مکروہ لشیوت فعله عن النبی صلی الله علیہ وسلم الى اخره (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے اشعار کی مشروعیت ثابت ہے وہ یہ کہ ہدی کے چجزے کو ذرا ساز خنی کر کے اس سے خون بہادیا جائے لیں وہ اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے اور سلف اور خلف سے تمام جمیور نے اس کی مشروعیت کا اقرار کیا ہے اور امام طحاوی نے اس بارے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام ابو حنفہ رض نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور دوسرے لوگ اس کے متحب ہونے کے قائل ہیں حتی کہ امام ابو حنفہ رض کے ہر دو شاگرد ان رشید حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ بھی اس کے بہتر ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت امام مالک رض کا قول ہے کہ اشعار ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہاں ہیں۔ طحاوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رض اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے ثابت ہے کہ اس کے لئے اختیار ہے کہ یا تو اشعار کرے یا نہ کرے، یہ امر کی دلیل ہے کہ اشعار کوئی حج کے مناسک سے نہیں ہے لیکن وہ غیر مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مطلقاً اشعار کو مکروہ کئے پر بہت سے حقدمن نے حضرت امام ابو حنفہ رض پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات امام طحاوی نے دیئے ہیں، ان میں سے یہ بھی کہ حضرت امام ابو حنفہ رض نے مطلقاً اشعار کا انکار نہیں کیا بلکہ ایسے مبالغہ کے ساتھ اشعار کرنے کو مکروہ بتایا ہے جس سے جانور ضعیف ہو کر ہلاکت کے قریب ہو جائے۔ جن لوگوں نے اشعار کو مثلہ سے تشیہ دی ہے ان کا قول بھی غلط ہے۔ اشعار صرف ایسا ہی ہے جیسے کہ ختنہ اور جامت اور نعلانی کے لئے بعض جانوروں کے کان چیڑ دینا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب مثلہ کے ذیل میں نہیں آئتے، پھر اشعار کیونکہ آسکتا ہے۔ اسی لئے ابو صائب کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں امام و کجع کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ امام نجعی سے اشعار کا مثلہ ہوتا مقول ہے۔ امام و کجع نے خنگی کے الجہ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نجعی نے ایسا کہا، حق تو یہ ہے کہ تجھ کو قید کر دیا جائے (فتح) قرآن مجید کی آیت شریفہ ﴿يَا أَيُّهُ الَّذِينَ أَمْثَلُوا إِلَهًا مِّنْ بَيْنِ أَنفُسِهِمْ...﴾ (الجگرات: ۱۰) کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی امر صحیح طور پر ثابت ہو وہاں ہرگز قیل و قتل و اقوال و آراء کو داخل نہ کیا جائے کہ یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہے ادبی ہے۔ گر صدق اقوال ہے کہ امت کا جم غیر ایسی بیماری میں مبتلا ہے، اللہ پاک سب کو تقدیم جامد سے شفائے کا اعلیٰ عطا فرمائے آمین۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ جب کسی ہدی کا اشعار کرتے تو اسے قبلہ رخ کر لیتے اور بسم اللہ و اللہ اکبر کہہ کر اس کے کوہاں کو زخمی کیا کرتے تھے۔

۱۶۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: (فَلَمَّا قَلَّتِ الْأَيَّلَادُ بِذَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ

فَلَدَهَا، وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا، فَمَا حَرَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أَحْلُ لَهُ).
انہیں ہار پہنایا، اشعار کیا، ان کو کہ کی طرف روانہ کیا پھر بھی آپ کے لئے جو چیزیں حلال تھیں وہ (حرام سے پہلے صرف بدی سے) حرام نہیں ہوتیں۔

[اطرافہ فی : ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۸۰۳، ۱۷۰۴]

[۵۵۶۶، ۲۳۱۷، ۱۷۰۰]

تشریح یہ واقعہ بہرت کے نویں سال کا ہے، جب آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا سردار بنا کر کہ روانہ کیا تھا، ان کے ساتھ قربانی کے اوٹ بھی آپ نے بھیجے تھے۔ نووی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص خود کہ کونہ جا سکے تو قربانی کا جانور وہاں بھیج دیا مستحب ہے اور جمصور علماء کا یہ قول ہے کہ صرف قربانی روانہ کرنے سے آدمی حرم نہیں ہوتا جب تک خود حرام کی نیت نہ کرے۔ (وجیدی)

باب گائے اوٹ وغیرہ قربانی کے جانوروں کے قلادے بننے کا بیان۔

(۱۶۹۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بھیجی نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے کہ مجھے نافع نے خردی انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ حفصہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہا میں نے کہا! یا رسول اللہ! اور لوگ تو حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو جمالیا ہے اور اپنی بدی کو قلادہ پہن دیا ہے، اس نے جب تک حج سے بھی حلال نہ ہو جاؤں میں (درمیان میں) حلال نہیں ہو سکتا، (گوند لگا کر سر کے بالوں کو جمالیا اس کو تلبید کرتے ہیں)۔

(۱۶۹۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیٹ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شاب نے بیان کیا، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبد الرحمن نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا! رسول اللہ رضی اللہ عنہ میں سے بدی ساتھ لے کر چلتے تھے اور میں ان کے قلادے بنا کرتی تھی پھر بھی آپ (حرام باندھنے سے پہلے) ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک حرم پر ہیز کرتا ہے۔

۱۰۷ - بَابُ قَلْلَادِ الْقَلَادِ لِلْبَذْنِ وَالْبَقْرِ

۱۶۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدْدَدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((قُلْتَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأنَ النَّاسِ حَلُوا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَذْنٍ رَأَسِي وَلَقَلْدَنٍ هَذِبِي فَلَا أَحْلُ حَتَّى أَحْلَ منَ الْحَجَّ)). [راجع: ۱۵۶۶]

۱۶۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ ابْنُ شَهَابٍ عَنْ غُزَوةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِهِدِيَ مِنَ الْمَدِينَةِ، فَأَفْعِلَ قَلَادَهُ هَذِبِي، ثُمَّ لَا يَخْتَبِ شَيْئًا مِمَّا يَخْتَبِهُ الْمُحْرَمُ)).

[رجوع: ۱۶۹۶]

دو تلوں حدیثوں میں قربانی کا لفظ ہے وہ عام ہے اونٹ اور گائے دونوں کو شامل ہے تو باب کا مطلب ثابت ہو گیا یعنی قران کے

اوٹ اور گلیوں کے لئے ہار بنا یا بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھوں سے یہ ہار بنا کرتی تھیں پس عورتوں کے لئے اس قسم کے صنعت حرفت کے کام کرنا کوئی امر معیوب نہیں ہے جیسا کہ نام نہاد شرفاء اسلام کے تصورات ہیں جو عورتوں کے لئے اس قسم کے کاموں کو اچھا نہیں جانتے یہ اتنا لیکم فہمی کی دلیل ہے۔

باب قربانی کے جانور کا اشعار کرنا

اور عروہ نے سورے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہدی کو ہار پہنایا اور اس کا اشعار کیا، پھر عمرو کے لئے احرام باندھا تھا۔

(۱۶۹۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے قلاડے خود بٹے تھے، پھر آپؐ نے انہیں اشعار کیا اور ہار پہنایا، یا میں نے ہار پہنایا پھر آپؐ نے بیت اللہ کے لئے انہیں بسیج دیا اور خود مہینہ میں ٹھہر گئے لیکن کوئی بھی ایسی چیز آپؐ کے لئے حرام نہیں ہوئی جو آپؐ کے لئے حلال تھی۔

نوئی شخص اپنے وطن سے کسی کے ہمراہ مکہ شریف میں قربانی کا جانور بسیج دے تو وہ حلال ہی رہے گا اس پر احرام کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

باب اس کے بارے میں جس نے اپنے ہاتھ سے (قربانی کے جانوروں کو) قلامدہ پہنائے۔

(۱۷۰۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام والک نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن الی بکر بن عمرو بن حزم نے خبر دی، انہیں عمرو بنت عبد الرحمن نے خبر دی کہ زیاد بن الی سفیان نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جس نے ہدی بسیج دی اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو ایک حاجی پر حرام ہوتی ہیں تا آنکہ اس کی ہدی کی قربانی کر دی جائے، عمرہ نے کہا کہ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کام مسئلہ اس طرح نہیں ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلاڈے اپنے ہاتھوں سے خود بٹے ہیں، پھر آخر صرفت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۸ - بَابُ إِشْعَارِ الْبَذْنِ

وَقَالَ عَزَّزَةُ عَنِ الْمَسْوَرِ ((قَلَدَ النَّبِيُّ الْهَذِنِيَّ وَأَشْعَرَهُ وَأَخْرَمَ بِالْعُمْرَةِ)).

۱۶۹۹ - حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حَمِيدٍ عَنِ الْفَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَلَدَ هَذِنِي النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَدَهَا - أَوْ قَلَدَهَا - ثُمَّ بَعْثَتْ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ)). [راجع: ۱۶۹۶]

نوئی شخص اپنے وطن سے کسی کے ہمراہ مکہ شریف میں قربانی کا جانور بسیج دے تو وہ حلال ہی رہے گا اس پر احرام کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

۱۰۹ - بَابُ مَنْ قَلَدَ الْقَلَادِيَّ بِيَدِهِ

۱۷۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَمْرُو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ الرُّحْمَنِ أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنْ أَهْدَى هَذِنَا حَرَمَ عَلَيْهِ مَا يُحِرِّمُ عَلَى الْحَاجَّ حَتَّى يَنْحَرَ هَدِيَّةً). قَالَتْ عَمْرَةَ: قَالَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَيْسَ كَمَا قَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

سلم نے اپنے ہاتھوں سے ان جانوروں کو قلاودہ پہنالیا اور میرے والد بیدی، ثمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ يَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِيهِ، فَلَمْ يَخْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللَّهُ حَتَّى نُجِّرَ الْهَذِنِ). [راجع: ۱۶۹۶]

یہ ۹۹ کا واقعہ ہے اس سال رسول کرم ﷺ نے اپنے نائب کی حیثیت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا تھا، آئندہ سال حجۃ الوداع کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فوی درست نہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کر دی۔ معلوم ہوا کہ غلطیوں کا امکان بڑی خفیتوں سے بھی ہو سکتا ہے ممکن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حجت ہے بھی معلوم ہو ظاہر کر دینا چاہئے اور اس بارے میں کسی بھی بڑی خفیت سے مرعوب نہ ہوتا چاہئے کیونکہ الحق بعلو ولا بعلی یعنی امر حجت یہی شہ غالب رہتا ہے اسے مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰ - بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنْمِ

(لیکن بکریوں کا اشعار کرنا بالاتفاق جائز نہیں)

لَئِنْزَعْجَ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المذر انکر مالک واصحاب الرائی تقلید هزاد غیرہ و کانهم لم یبلغهم الحديث ولم نجد لهم حجة الاقوال بعضهم انها تضعف عن التقليد وهي حجة ضعيفة لأن المقصود من التقليد العلامة وقد اتفقا انها لا تشعر لانها تضعف عنه فتقليد بما لا يضعفها والحنفية في الاصل يقولون ليست الغنم من الهدى فالحديث حجة عليهم من جهة اخري الخ (فتح الباري) یعنی ابن منذر نے کما کہ امام مالک اور اصحاب الرائی نے بکریوں کے لئے ہار سے انکار کیا ہے گویا کہ ان کو حدیث نبوی پہنچی ہی نہیں ہے اور ہم نے ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں پائی سوائے، اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ بکری ہار لٹکانے سے کمزور ہو جائے گی۔ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے کیونکہ ہار لٹکانے سے اس کو شان زده برائے قبولی حج کرنا مقصود ہے، بکری کا متفق طور پر اشعار جائز نہیں ہے۔ اسی سے وہ فی الواقع کمزور ہو سکتی ہے اور ہار لٹکانے سے کمزور ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے اور حنفیہ اصولاً کہتے ہیں کہ بکری بڑی ہی نہیں ہے پس یہ حدیث ان پر دوسرے طریق سے بھی جنت ہے۔ بعض نے کما کہ بکری بڑی اس لئے نہیں ہے کہ نبی کرم ﷺ نے کمہ شریف کو بکری بطور بڑی نہیں پہنچی یہ خیال غلط ہے کیونکہ حدیث باب دلیل ہے کہ آپؐ نے حج سے قبل قطعی طور پر بکری کو بطور بڑی پہنچا پس یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے۔

غالباً حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی حضرات کے خیال کی اصلاح کے لئے باب تقلید الغنم منعقد فرمایا ہے جو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی علمی اصلاحی بصیرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اللہ پاک ایسے امام حدیث کو فروع بریں میں بستر ز جزاً میں عطا فرمائے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جو لوگ ایسے امام کی شان میں گتاخالہ کلمات منه سے نکالتے ہیں اللہ پاک ان کو نیک سمجھ عطا فرمائے کہ وہ اس دریہ وہنی سے باز آئیں یا جو حضرات ان کی شان اجتناد کا انکار کرتے ہیں اللہ ان کو توفیق دے کہ وہ اپنے اس غلط خیال پر نظر ہانی کر سکیں۔

۱۷۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ (۱۷۰۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہؓ پہنچانے بیان کیا

الله عنہا قالت : ((أهذى النبی ﷺ مرّة بھیجی تھیں۔)) [راجع: ۱۶۹۶] کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے لئے (بیت اللہ) بکریاں غنم۔

گواں حدیث میں بکریوں کے گلے میں ہار لٹکانے کا ذکر نہیں ہے جو باب کا مطلب ہے لیکن آگے کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۱۷۰۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے امش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لئے قladے خود پنا کرتی تھی، آنحضرت ﷺ نے بکری کو بھی قladے پہنچا اور آپ خود اپنے گھر اس حال میں مقیم تھے کہ آپ حلال تھے۔

(۱۷۰۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے حمادہ نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ائمہ سفیان نے خردی، ائمہ منصور نے، ائمہ ابراہیم نے، ائمہ اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بکریوں کے قladے خود پنا کرتی تھی، آنحضرت ﷺ ائمہ ائمہ (بیت اللہ کے لئے) بھیج دیتے اور خود حلال ہی ہونے کی حالت میں اپنے گھر ٹھہرے رہتے۔

(۱۷۰۴) ہم سے ابوظیم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عامر نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے لئے خود قladے بٹے ہیں۔ ان کی مراد حرام سے پہلے کے قladوں سے تھی۔

تقلید کئے ہیں قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو تویوں وغیرہ کا ہار بنا کر ڈالا، یہ عرب کے ملک میں نشان قاہدی کا۔ ایسے جانور کو عرب لوگ نہ کوئے تھے نہ اس سے معرض ہوتے اور اشعار کے معنی خود کتاب میں مذکور ہیں یعنی اونٹ کا کوہاں داہنی طرف سے ذرا سا چیر دنیا اور خون بہار بنا یہ بھی بنت ہے اور جس نے اس سے منع کیا اس نے غلطی کی ہے۔

باب اون کے ہار بٹنا

(۱۷۰۵) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، ائمہ نے کما ہم سے معاذ

۱۷۰۲ - حدثنا أبو النعمان حدثنا عبد الواحد حدثنا الأعمش حدثنا إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت : ((كنت أقيل القلائد للنبي ﷺ، فيقتلن النساء ويقيم لي أهلي حلالاً)).

[راجع: ۱۶۹۶]

۱۷۰۳ - حدثنا أبو النعمان حدثنا حماده حدثنا منصور بن المعتمر. وحدثنا محمد بن كثير آخرنا سفيان عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: ((كنت أقيل قلائد النساء للنبي ﷺ فنيعت بها، ثم ينكح حلالاً)).

[راجع: ۱۶۹۶]

۱۷۰۴ - حدثنا أبو نعيم حدثنا زكرياء عن عامر عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها قالت : ((فقلت لهذه النبي ﷺ - تغنى أقاليد - قبل أن يخرم)).

[راجع: ۱۶۹۶]

۱۱۱ - باب أقاليد من العهن

۱۷۰۵ - حدثنا عزرو بن علي حدثنا

بن معاذ نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم نے بیان کیا، ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس جو اون تھی اس کے ہار میں نے قربانی کے جانوروں کے لئے خود بٹے تھے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی کے جانوروں کے گھوں میں اون کی رسیوں کے ہار ڈالنا سنت ہے اور یہ اونٹ گائے کمری سب کے لئے ہے جو جانور بھی قربانی کے جاتے ہیں۔

باب جو توں کا ہار ڈالنا

(۱۷۰۶) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہیں عمر نے، انہیں بھی بن الی کثیر نے، انہیں عکرمہ نے، انہیں ابو ہریرہ بن ٹھوف نے کہ نبی کرم شلیل نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ لئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا، اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا ہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ سوار ہو جا، ابو ہریرہ بن ٹھوف نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی کرم شلیل کے ساتھ چل رہا ہے اور جو تے (کا ہار) اس اونٹ کی گردن میں ہے۔ اس روایت کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے۔

ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، ہم کو علی بن مبارک نے خبر دی، انہیں بھی نے انہیں عکرمہ نے اور انہیں ابو ہریرہ بن ٹھوف نے نبی کرم شلیل سے (مثل سابق حدیث کے)۔

اس حدیث میں اشارہ بھی ہے کہ ایک جو تی بھی لٹکانا کافی ہے اور رد ہے اس کا جو کہ کم سے کم دو جو تیاں لٹکانا ضروری کہتا ہے اور مستحب کی ہے کہ دو جو تیاں ڈالے، (وحیدی) مگر ایک بھی کافی ہو جاتی ہے۔

باب قربانی کے جانوروں کے لئے جھول کا ہونا۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف کوہاں کی جگہ کے جھول کو پھاڑتے اور جب اس کی قربانی کرتے تو اس ڈر سے کہ کہیں اسے خون خراب نہ کر دے جھول اتار دیتے اور پھر اس کو بھی صدقہ کر دیتے۔

معاذ بن معاذ حدیثنا ابن عون عن القاسم عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها قالت ((قتلت قلادة من عين كان عندي)). [راجع: ۱۶۹۶]

اس سے بھی ثابت ہوا کہ قربانی کے جانوروں کے گھوں میں اون کی رسیوں کے ہار ڈالنا سنت ہے اور یہ اونٹ گائے کمری سب کے لئے ہے جو جانور بھی قربانی کے جاتے ہیں۔

۱۱۲ - باب تقلید النغل

۱۷۰۶ - حدثنا محمد أخبرنا عبد الأعلى عن مفتر عن يحيى بن أبي كعب عن عكرمة عن أبي هريرة رضي الله عنه ((أن نبي الله ﷺ القلادة من العفن رأى رجالاً يسوقون بذنة قال: ((ارتكبها))، قال: إنها بذنة، قال: ((ارتكبها))، قال: فلقد رأيته راكبها يسابر النبي ﷺ والنغل في عقها)). تابعة محمد بن بشار.

حدثنا عثمان بن عمر أخبرنا علي بن المبارك عن يحيى عن عكرمة عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ.

[راجع: ۱۶۸۹]

۱۱۳ - باب الجلال للبدن

وكان ابن عمر رضي الله عنهما لا يشق من الجلال إلا موضع السلام وإذا نحرها نزع جلالها مخافة أن يفسدها الدم ثم يتصدق بها

(۱۷۰۷) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن الی بن حجج نے، ان سے مجہد نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی طالب نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی۔

۱۷۰۷ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ ابْنِ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمْرَنِي رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدِّقَ بِجَلَالِ الْبَذْنِ الَّتِي نَحْرَتْ وَبِجَلْوِدِهِ)).

[اطرافہ فی : ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹]

علوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتیٰ کہ جھول تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اجرت میں کچھ نہ دیا جائے، اجرت علیحدہ دینی چاہئے۔

۱۱۴- بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَةً مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا

باب اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ہدی راستہ میں خریدی اور اسے ہار پہنایا

(۱۷۰۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا، ان سے موی بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہمانے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے عهد خلافت میں جمعۃ الحرماء کے سال حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں باہم قتل و خون ہونے والا ہے اور ہم کو خطرہ اس کا ہے کہ آپ کو (مفسد لوگ حج سے) روک دیں، آپ نے جواب میں یہ آیت سنائی کہ ”تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترن نمونہ ہے۔“ اس وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے پر عمرہ واجب کر لیا ہے، پھر جب آپ بیداء کے بالائی حصہ تک پہنچ تو فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ میں نے حج کو بھی جمع کر لیا ہے، پھر آپ نے ایک ہدی بھی ساتھ لے لی جسے ہار پہنایا گیا تھا۔ آپ نے اسے خرید لیا یہاں تک کہ آپ مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جو چیزیں (حرام کی وجہ سے ان پر) حرام تھیں ان میں سے کسی سے قربانی کے دن تک وہ حلال نہیں ہوئے، پھر سرمنڈوا یا

۱۷۰۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ، عَامَ حَجَّةَ الْحَرَمَةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَبِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَّهِمُونَهُمْ بِقِتَالٍ وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكُمْ، فَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْنَةً حَسَنَةً﴾، إِذَا أَصْنَعْ كَمَا صَنَعَ، رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً. حَتَّىٰ كَانَ بِظَاهِرِ الْيَنِيَّةِ، قَالَ: مَا شَانَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدَةٌ، أَشْهِدُكُمْ أَنِّي جَمَعْتُ حَجَّةَ مَعَ عُمْرَةً. وَأَهْدَى هَذِيَّا مُقْلَدًا اشْتَرَاهُ، حَتَّىٰ قَدِيمٍ فَطَافَ بِالْيَنِيَّةِ وَبِالصَّفَّ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَخْلُنْ مِنْ شَيْءٍ حَرَمَ مِنْهُ حَتَّىٰ يَوْمَ النَّحْرِ، فَخَلَقَ وَنَحَرَ، وَرَأَى أَنْ

فَذُقْتَ طَوَافَةَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ
الأُولِ، ثُمَّ قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ
ﷺ). [راجع: ١٦٣٩]

اس روایت میں جماعت الحجوریہ سے مراد امت کے طاغی حجاج کی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف فوج کشی ہے۔ یہ ۲۷۳ھ کا واقعہ ہے، حجاج خود خارجی نہیں تھا لیکن خارجیوں کی طرح اس نے بھی دعوائے اسلام کے پا بجود حرم اور اسلام دونوں کی حرمت پر تاخت کی تھی۔ اس لئے راوی نے اس کے اس حملہ کو بھی خارجیوں کے حملہ کے ساتھ مشاہدہ دی اور اس کو بھی ایک طرح سے خارجیوں ہی کا حملہ تصور کیا کہ اس نے امام حنفی بن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف چڑھائی کی۔ جماعت الحجوریہ کہنے سے بھجو اور خوارج کے سے عمل کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ خارجیوں نے ۲۶۳ھ میں حج کیا تھا، احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں نے انہیں میں حج کیا ہو۔ باب اور حدیث میں مطابقت یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے راستے میں قربانی کا جانور خرید لیا اور عمرہ کے ساتھ حج کو بھی جم فرمایا اور فرمایا کہ اگر مجھ کو حج سے روک دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کو بھی مشرکوں نے حدیبیہ کے سال حج سے روک دیا تھا اور آپؐ نے اسی جگہ احرام کھول کر قربان کر دیا تھا، میں بھی ویسا ہی کرنوں گا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپؐ نے بروقت جملہ اركان حج کو ادا فرمایا۔

باب کسی آدمی کا اپنی بیویوں کی طرف سے ان کی اجازت بغیر گائے کی قربانی کرنا

(۱۷۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، ائمہ میکی بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمن نے بیان کیا کہ میں نے عائشہؓ پر بیٹھا سے سنا، انہوں نے بتلایا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ (حج کے لئے) نکلے تو ذی قعدہ میں سے پانچ دن باقی رہے تھے ہم صرف حج کا ارادہ لے کر نکلے تھے، جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے تو رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ جب طواف کر لیں اور صفا و مروہ کی سعی بھی کر لیں تو حالاں ہو جائیں گے، حضرت عائشہؓ پر بیٹھا نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے گھر گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ (لانے والے نے بتلایا) کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے یہ قربانی کی ہے، تیکی نے کہا کہ میں نے عمرہ کی یہ حدیث قائم سے بیان کی انہوں نے کہا عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

١١٥ - بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقْرَ عَنْ بِسَائِبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

۱۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ
عُمْرَةِ بُنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ: سَمِعْتَ
عَائِشَةَ تَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ لِحَمْضٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا تُرَى
إِلَّا الْحُجَّةُ فَلَمَّا دُنُونَا مِنْ مَكَّةَ أَمْرَرَ سَوْلَنِ
اللَّهُ ﷺ مِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي إِذَا طَافَ
وَسَعَ بَيْنَ الصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ أَذْبَحَ
قَالَتْ: فَدَحِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النُّحرِ بِلِحْمٍ
بَقْرٍ، فَقَلَّتْ: مَا هَذَا؟ قَالَ: نَحْرَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ عَنْ أَرْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرَتْهُ
لِلْقَاسِمِ فَقَالَ: أَتَنْكَ بِالْحَدِيثِ عَلَى
وَجْهِهِ)). [راجع: ۲۹۴]

لشیخ یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ترجمہ باب میں تو گائے کا ذمہ کرنا مذکور ہے اور حدیث میں نحر کا لفظ ہے تو حدیث باب سے مطابق نہیں ہوئی۔ اس کا بواب یہ ہے کہ حدیث میں ذمہ سے ذمہ مراد ہے چنانچہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں جو آگے مذکور ہو گائز کا لفظ ہے اور گائے کا نحر کرنا بھی جائز ہے مگر ذمہ کرنا علماء نے بہتر سمجھا ہے اور قرآن شریف میں بھی (أَنْ تُلْبِخُوا بَقْرَةً) (البقرة : ٢٧) وارد ہے۔ (وحیدی) حافظ ابن حجر نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن سے ثابت ہے رسول کرم ﷺ نے مجتہ الدواع میں اپنی تمام ازوں مطررات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی تھی، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ مسلم ہے، حج کے موقع پر تو یہ ہر مسلمان کر سکتا ہے مگر عید الاضحی پر یہاں اپنے ہاں کے ملکی قانون (بھارتی قانون) کی بنا پر بھرتی کی ہے کہ صرف بکرے یا دنہ کی قربانی کی جائے اور گائے کی قربانی نہ کی جائے جس سے یہاں بست سے مفاسد کا خطرہ ہے (لَا يكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعَهَا) قرآنی اصول ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ فرماتے ہیں۔ اما التعبیر بالذبح مع ان حدیث الباب بل لفظ النحر فلا شارة الى مارود فی بعض طرقہ بالذبح وسیاتی بعد سبعة ابواب من طريق سليمان بن بلاں عن يحيى بن سعيد ونحر البقر جائز عند العلماء الا ان الذبح مستحب عندهم لقوله تعالى ان الله يا مرکم ان تذبحوا بقرة وخالف الحسن بن صالح فاستحب نحرها واما قوله من غير امو هن فاخذه من استفهم عائشة عن اللحم لما دخل به عليها ولو كان ذبحه بعلمها لم تحتاج الى الاستفهام لكن ليس ذالك دافعا للاحتمال فيجوز ان يكون علمها بذلك تقدم بن يكرون استاذنهن في ذلك لكن لما ددخل اللحم عليها احتعمل سندها ان يكون هو الذى وقع الاستيدان فيه وان يكون غير ذلك فاستفهمت عنه لهذاك (فتح) یعنی حدیث الباب میں لفظ نحر کو ذمہ سے تغیر کرنا مذکور ہے بعض دیگر طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے جس میں بجائے نحر کے لفظ ذمہ ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب وہ حدیث آئے گی۔ گائے کا نحر کرنا بھی علماء کے نزدیک جائز ہے مگر مسح ذمہ کرنے ہے کیونکہ بمقابلہ آیت قرآنی "بِئْكَ اللَّهُ تَعَالَى" کے ذمہ کرنے کا حکم دیتا ہے "یہاں لفظ ذمہ گائے کے لئے استعمال ہوا ہے، حسن بن صالح نے نحر کو مسح قرار دیا ہے اور باب میں لفظ من غیر امرهن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفهام سے لیا گیا ہے کہ جب وہ گوشت آیا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا گوشت ہے اگر ان کے علم سے ذمہ ہوتا تو استفهام کی حاجت نہ ہوتی، لیکن اس توجیہ سے احتمال دفع نہیں ہوتا، پس ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی اس کا علم ہو جب کہ ان سے اجازت لے کر ہی یہ قربانی ان کی طرف سے کی گئی ہوگی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ یہ وہی اجازت والی قربانی کا گوشت ہے یا اس کے سوا اور کوئی ہے اسی لئے انہوں نے دریافت فرمایا، اس توجیہ سے یہ اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ جب بغیر اجازت کے قربانی جائز نہیں جن کی طرف سے کی جا رہی ہے تو یہ قربانی ازوں الجنی ﷺ کی طرف سے کیوں نکر جائز ہوگی۔ پس ان کی اجازت ہی سے کی گئی مگر گوشت آتے وقت انہوں نے تحقیق کے لئے دریافت کیا۔

۱۱۶ - بَابُ النَّحْرِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لشیخ آنحضرت ﷺ کے نحر کا مقام منی میں جرہ عقبہ کے نزدیک قریب مسجد خیث کے پاس تھا، ہر چند سارے منی میں کہیں بھی نحر کرنا درست ہے مگر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اباع سنت میں برا شدہ تھا وہ ڈھونڈ کر ان ہی مقامات میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں آنحضرت ﷺ نے پڑھی تھی اور اسی مقام میں نحر کرتے جہاں آنحضرت ﷺ نے نحر کیا تھا۔ (وحیدی)

۱۷۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (۱۰) اہم سے اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن حارث سے سنا، کہا ہم سے عبید اللہ ابن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبید اللہ رضی اللہ عنہ نحر کرنے کی جگہ نحر کرتے تھے، بن عمر عن نافع: ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ

عبداللہ نے بتایا کہ مراد بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خرکرنے کی جگہ سے تھی۔

(۱۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موی بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی قربانی کے جانور کو مزدلفہ سے آخر رات میں منی بھجوادیتے، یہ قربانیاں جن میں حاجی لوگ یز غلام اور آزاد دنوں طرح کے لوگ ہوتے، اس مقام میں لے جاتے جمال آنحضرت ﷺ نحر کیا کرتے تھے۔

يَنْحِرُ فِي الْمَنْحِرِ. قَالَ عَبْيَذُ اللَّهِ: مَنْحِرٌ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)). [راجع: ۹۸۲]

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ
عَفْعَةَ عَنْ نَافعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا كَانَ يَنْعَثُ بِهَذِينِ مِنْ جَمْعِيْهِ
آخِرِ الظَّلِيلِ حَتَّى يَذْخُلَ بِهِ مَنْحِرَ النَّبِيِّ ﷺ
مَعَ حَجَاجَ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ)).

[راجع: ۹۸۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانیاں لے جانے کے لیے کچھ آزاد لوگوں کی تخصیص نہ تھی بلکہ غلام بھی لے جاتے۔

باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

(۱۷۱۲) ہم سے سل بن بکار نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور انسوں نے مختصر حدیث بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگ دار مینڈھوں کی قربانی کی۔

مقصد باب یہ کہ نبی کرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس سے ترجیح باب ثابت ہوا۔

باب اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا

(۱۷۱۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زیاد بن جیری نے کہ میں نے دیکھا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے جو اپنا اونٹ بٹھا کر نحر کر رہا تھا، عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے کھڑا کر اور باندھ دے، پھر نحر کر کے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شعبہ نے یونس سے بیان کیا کہ مجھے زیادے خبروں۔

معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا ہی افضل ہے، وہ حنفی نے کھڑا اور بیٹھا دنوں طرح نحر کرنا برابر رکھا ہے اور اس حدیث

۱۱۷ - بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ

۱۷۱۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَارٍ حَدَّثَنَا
وَهَبِيبٌ عَنْ أَيُوبَ عَنْ أَبِي قَلَبَةَ عَنْ أَنَسِ
- وَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ : ((وَنَحَرَ النَّبِيُّ
ﷺ بِيَدِهِ سَبْعَ بُنْدَنَ قِيَاماً، وَضَحَّى
بِالْمَدِينَةِ كَبِيْشِينِ أَمْلَاحِينِ أَفْرَيْنِ،
مُخْتَصِرًا)). [راجع: ۱۰۸۹]

مقصد باب یہ کہ نبی کرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس سے ترجیح باب ثابت ہوا۔

۱۱۸ - بَابُ نَحْرِ الْإِبَلِ مُقَيَّدَةً

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ
حَدَّثَنَا بَرِينَدَ بْنُ زُرْيَعَ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادَ
بْنِ جَيْبَرٍ قَالَ : ((رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَتَاهُ بَدْنَتَهُ
يَنْحِرُهَا، قَالَ : ابْغُنَهَا قِيَاماً مُقَيَّدَةً سَنَةً
مُحَمَّدٌ ﷺ)). وَقَالَ شَعْبَةُ عَنْ يُونُسَ :
أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس شخص پر انکار نہ کرتے اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وجیدی) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفیہ ان قول الصحابی من السنۃ کذا مرفوع عند الشیخین لاحتاجهما بهذا الحديث فی صحیحین (فتح) یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی صحابی کا کسی کام کے لئے یہ کہنا کہ یہ سنت ہے یہ شیخین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے لہ لئے کہ شیخین نے اس سے جست پکڑی ہے اپنی صحیح ترین کتابوں بخاری و مسلم میں۔

باب اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرنا

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کما کہ حضرت محمد ﷺ کی یہی سنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کما کہ (سورہ حج میں) جو آیا ہے فاذکروا الاسم اللہ علیہا صواف کے معنی یہی ہیں کہ وہ کھڑے ہوں صافیں باندھ کر (۱۷۱) ہم سے سل بن بکار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مطر نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظهر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفة میں دو رکعات۔ رات آپ نے وہیں گذاری، پھر جب صبح ہوئی تو آپ اپنی اونٹی پر سوار ہو کر تسلیل و تسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء پہنچے تو آپ نے دونوں (حج اور عمرہ) کے لئے ایک ساتھ تلبیہ کا حجب مکہ پہنچے (اور عمرہ ادا کر لیا) تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کئے اور مدینہ میں دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

۱۹- باب نحر البدن قائمۃ

وقال ابن عمر رضي الله عنهم: سنة محمد ﷺ. وقال ابن عباس رضي الله عنهم: (صواف) قياما.

۱۷۱۴- حدثنا سهل بن بكار حدثنا وهب عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس رضي الله عنه قال: ((صلى النبي ﷺ الظهر بالمدينة أربعاء، والعصر يحيى الخليفة ركعتين فبات بها، فلما أصبح ركب راحلة فجعل يهلل ويسبح. فلما غلا على الريداء لئى بهما حبيبا. فلما دخل مكانة أمّ رهم آذ يحلوا، ونحر النبي ﷺ يده سبع بذن قياما، وضحي بالمدينة كبسدين أملحين أقرنين)).

[راجع: ۱۰۸۹]

یہ حدیث مختصرًا ابھی پہلے گزر چکی ہے حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۱۵) ہم سے مسدونے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ظهر کی نماز مدینہ میں چار رکعت اور عصر کی ذوالحلیفة میں دو رکعات پڑھی تھیں۔ ایوب نے ایک شخص کے واسطے سے بروایت انس رضی اللہ عنہ کہ پھر آپ نے وہیں رات گذاری۔ صبح ہوئی تو ظجر کی نماز پڑھی اور اپنی اونٹی پر سوار ہو گئے، پھر جب مقام بیداء پہنچے تو عمرہ اور حج دونوں کا

۱۷۱۵- حدثنا مسدد حدثنا اسماعيل عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ((صلى النبي ﷺ الظهر بالمدينة أربعاء، والعصر يحيى الخليفة ركعتين)). وعن أيوب عن رجل عن أنس رضي الله عنه (ثم بات حتى أصبح فصلى الصبح، ثم ركب راحلة، حتى إذا استوت به الريداء أهل بعمرة

نام لے کر بیک پکارا۔

[وَحَجَةٌ] [راجع: ۱۰۸۹]

ایوب کی روایت میں راوی مجول ہے اگر امام بخاری نے متابعت کے طور پر اس سند کو ذکر کیا تو اس کے مجول ہونے میں قباحت نہیں لمحہ نے کماکر یہ شخص ابو قلابہ ہیں۔ (وحیدی)

باب قصاص کو بطور مزدوری اس قربانی کے جانور میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

(۱۷۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، کہا مجھ کو ابن الیخج نے خبر دی، انہیں مجہد نے، انہیں عبدالرحمن بن ابی لیلی نے اور ان سے حضرت علی بن ابی طہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے (قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کے لئے) سمجھا۔ اس لئے میں نے ان کی دیکھ بھال کی، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کئے، پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کے گوشت تقسیم کر دیئے۔ سفیان نے کہا کہ مجھ سے کے مجول اور چڑے بھی تقسیم کر دیئے۔ سفیان نے کہا کہ مجھ سے عبدالکریم نے بیان کیا، ان سے مجہد نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی لیلی نے اور ان سے علی بن ابی طہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی دیکھ بھال کروں اور ان میں سے کوئی چیز قصائی کی مزدوری میں نہ دوں۔

۱۲۰ - بَابُ لَا يُغطِي الْجَزَّارَ مِنَ الْهَدَى شَيْئًا

۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفِيَّانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي تَجْيِيجٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلَىٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَعْشَى النَّبِيُّ فَقَتَّتُ عَلَى الْبَدْنِ، فَأَمْرَنِي فَقَسَّمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمْرَنِي فَقَسَّمْتُ جَلَالَهَا وَجَلُودَهَا)). قَالَ سُفِيَّانٌ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلَىٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمْرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ أَفُوْمَ عَلَى الْبَدْنِ، وَلَا أَغْطِي عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَّارَتِهَا)).

[راجع: ۱۷۰۷]

جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ قصائی کی اجرت میں کھال یا او جھزی یا سری پائے حوالہ کر دیتے ہیں بلکہ اجرت اپنے پاس سے دینی چاہیے البتہ اگر قصاص کو اللہ کوئی پیر قربانی میں دیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی) صحیح مسلم میں حدیث جاہدہ میں ہے کہ اس دن رسول کریم ﷺ نے تریسہ اونٹ خفرمانے پر حضرت علی بن ابی طہ کو مأمور فرمادیا تھا۔

باب قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے گی۔

(۱۷۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، ہم سے سعید قحلان نے بیان کیا، ان سے ابن جرجج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے خبر دی کہ مجہد نے ان دونوں کو خبر دی، انہیں عبدالرحمن بن ابی لیلی نے خبر دی، انہیں علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ آپ کی قربانی

۱۲۱ - بَابُ يُنَصَّدِّقُ بِجَلُودِ النَّهَدِي

۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْتَى عَنْ ابْنِ جَرْجِيجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْتَلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيمِ الْجَزَّارِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ:

کے اونٹوں کی گناری کریں اور یہ کہ آپ کے قربانی کے جانوروں کی ہر چیز گوشت چمڑے اور جھول خیرات کر دیں اور قصائی کی مزدوری اس میں سے نہ دیں۔

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمْرَةٌ أَنْ يَقُومَ عَلَى بَذْنِيهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بَذْنَهُ كُلُّهَا لِحُومَهَا وَجَلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُغْطِي فِي جِزَارَتِهَا هَيْنَا)).

[راجع: ۱۷۰۷]

یہ وہ اونٹ تھے جو آخرت میں جمعۃ الوداع میں قربانی کیلئے لے گئے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ یہ سو اونٹ تھے ان میں سے تریسٹہ اونٹوں کو تو آخرت میں جمعۃ الوداع میں اپنے دست مبارک سے خرکیا، بلی اونٹوں کو آپ کے حکم سے حضرت علی بن ابی طالب نے خر کر دیا۔
(دیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں نہ اعظمی علیاً فتح را معتبراً شرکہ فی هدیه نہ امر من کل بدنۃ بیضعة لجعلت فی قدر لطبخت فاسکلا من لحمها و شربا من مرقاها یعنی آپ نے بھایا اونٹ حضرت علی بن ابی طالب کے حوالہ کر دیئے اور انہوں نے ان کو خر کیا اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا پھر ہر ہر اونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر بہنڈی میں اسے پکایا گیا پس آپ دونوں نے وہ گوشت کھایا اور شور بایا۔ یہ کل سو اونٹ تھے جن میں سے آخرت میں جمعۃ الوداع میں تریسٹہ اونٹ خر فرمائے تھے حضرت علی بن ابی طالب نے خر کئے۔ قال البغوي في شرح السنة و اما اذا اعطي اجرته كاملة لم تصدق عليه اذا كان فغيرا كما تصدق على الفقراء فلا باس بذلك. (فتح) یعنی امام بخاری نے شرح السنہ میں کہا کہ قصائی کو پوری اجرت دینے کے بعد اگر وہ فقیر ہے تو بطور صدقہ قربانی کا گوشت دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وقد اتفقوا علی ان لحمها لا بیاع للذالک الجلد و الحال واجازه الاوزاعی واحمد و اسحاق و ابو ثور (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ قربانی کا گوشت بیچا نہیں جا سکتا اس کے چمڑے اور جھول کا بھی یہی حکم ہے مگر ان چیزوں کو امام اوزاعی اور احمد و اسحاق اور ابو ثور نے جائز کہا ہے کہ چمڑا اور جھول بیچ کر قربانی کے مستحقین میں خرچ کر دیا جائے۔

۱۲۲ - بَابُ يَعْصَدُقْ بِجَلَالِ الْبَذْنِ بَابُ قُرْبَانِيَّ كَجَانُورُوْنَ كَجَھُولِ بَھِي صَدَقَهُ كَرَدَيْهُ جَائِمِيْ-

(۱۸) ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، ان سے سیف بن ابی سلیمان نے بیان کیا، کما میں نے مجہد سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی سلیمان نے بیان کیا اور ان سے علی بن ابی طالب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جمعۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کئے، میں نے آپ کے حکم کے مطابق ان کے گوشت بانت دیئے، پھر آپ نے ان کے جھول بھی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں نے انہیں بھی تقسیم کیا، پھر چمڑے کے لئے حکم دیا اور میں نے انہیں بھی بانت دیا۔

قربانی کے جانور کا چمڑا، اس کا جھول سب غریاء و مساکین میں اللہ تقسیم کر دیا جائے یا ان کو فروخت کر کے مستحقین کو ان کی قیمت دے دی جائے، چمڑے کا خود اپنے استعمال میں مصلی یا ڈول وغیرہ بانے کے لئے لانا بھی جائز ہے۔ آج کل مدارس اسلامیہ کے غریب طلباً بھی اس میں سے امداد کئے جانے کے مستحق ہیں جو اپنا وطن اور مستحقین کو چھوڑ کر دور و راز مدارس اسلامیہ میں خالص دینی تعلیم

۱۷۱۸ - حَدَثَنَا أَبُو نُعْمَانَ حَدَثَنَا سَيِّدُ بْنُ أَبِي سَلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاجِدَةً يَقُولُ حَدَثَنِي أَبْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلَيَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَثَنِي قَالَ: ((أَهَدَى النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً بَذْنَةً، فَأَمْرَنِي بِلِحُومِهَا فَقَسَّمْتُهَا، ثُمَّ أَمْرَنِي بِجَلَالِهَا فَقَسَّمْتُهَا، ثُمَّ بِجَلُودِهَا فَقَسَّمْتُهَا)). [راجع: ۱۷۰۷]

حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں اور جن میں اکثریت غراء کی ہوتی ہے، ایسے مدد سے ان کی امداد بہت بڑا کاررواب ہے۔

باب (سورہ حج) میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب ہم نے بتلا دیا ابراہیم کو ٹھکانا اس گھر کا اور کہہ دیا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو، اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں، اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے اور پاکار لوگوں میں حج کے واسطے کے آئیں تیری طرف پیدل اور سوار ہو کر دبليے پتلے اونٹوں پر، چلے آتے راہوں دور دراز سے کہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہوں پر اور یاد کریں اللہ کا نام کتنی دنوں میں جو مقرر ہیں، چپائے جانوروں پر جو اس نے دیئے ہیں، سو ان کو کھاؤ اور کھلاو بڑے حال فقیر کو، پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی نذریں اور طواف کریں اس قدیم گھر (کعبہ) کا، یہ سن چکے اور جو کوئی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں کی عزت کرے تو اس کو اپنے مالک کے پاس بھلائی پہنچے گی۔

۱۲۳ - باب

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْيَتِيَّةِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا، وَطَهَرْنَا يَتِيَّةً لِلطَّافِينَ وَالقَائِمِينَ وَالرُّمُّكَعَ السُّجُودُ. وَأَذْنَنَا فِي النَّاسِ بِالْحِجَّةِ يَأْتُوكُ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَمَّنِرِ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجَّ عَمِيقٍ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ، وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَغْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَأَوْهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ، فَكَلُّوا مِنْهَا وَأَطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ، ثُمَّ لَيَقْضُوا تَفَهُّمَهُمْ وَلَيُؤْفُوا نُذُورَهُمْ وَلَيُطْرُفُوا بِالْيَتِيَّةِ الْعَتِيقَ. ذَلِكَ وَمَنْ يَعْظُمْ خَرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾

[الحج : ۲۶-۳۰].

تشریح اس باب میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے صرف آیت قرآنی پر اختصار کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی، شاید ان کی شرط پر مذکور نہیں بلکہ یوں عبارت ہے وما یا کل من البدن و ما یتصدق به و اعطاف کے ساتھ اس صورت میں آگے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ اسی باب سے متعلق ہوں گی۔ گویا پہلی آیت قرآنی سے ثابت کیا کہ قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھانا درست ہے، پھر حدیثوں سے بھی ثابت کیا۔ (وحیدی) مقصود باب آیت کا کلکارا (فَكَلُّوا مِنْهَا وَأَطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ) (الحج : ۲۸) ہے یعنی قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور غریب و مساکین کو کھاؤ۔

باب قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں

اور کیا خیرات کریں

اور عبید اللہ نے کہا کہ مجھے تافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بدله دینا پڑے تو بدله کے جانور اور نذر کے جانور سے خود کچھ نہ کھائے اور باقی سب میں سے کھائے اور عطا نے کہا تبع کی قربانی میں سے کھائے اور کھلائے۔

(۱۷۹) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یکجی قحطان نے، ان سے

۱۲۴ - باب مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبَدْنِ وَ مَا يَتَصَدَّقُ

وَقَالَ عَبْيَدُ اللَّهِ أَخْرَبَنِي تَافعَ عَنِ ابْنِ عَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَتُؤْكَلُ مِنَ سَوَّى ذَلِكَ.

وَقَالَ عَطَاءُ : يَأْكُلُ وَيَطْعَمُ مِنَ الْمُنْتَعَةِ.

۱۷۹ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

ابن جریج نے، ان سے عطا نے، انسوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سا، انسوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانی کا گوشت منی کے بعد تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے، پھر آنحضرت ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی اور فرمایا کہ کھاؤ بھی اور تو شہ کے طور پر ساتھ بھی لے جاؤ، چنانچہ ہم نے کھایا اور ساتھ بھی لائے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطا سے پوچھا کیا جابر بن عبد اللہ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے، انسوں نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں فرمایا۔

ابن جریج حدیثاً عطا سمع جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یقُولُ: ((كَنَّا لَا نَاكِلُنَّ مِنْ لَحْومِ بَنِي نَّاَتٍ فَوَقَ ثَلَاثَةِ أَمْنَى، فَرَخَصْنَا لَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((كُلُّوا وَتَرْوُذُوا)) فَأَكَلْنَا وَتَرْوَذْنَا فَلَمْ يَعْطَنَا أَقَلَّ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ فَقَالَ: لَا۔

[اطرافہ فی : ۲۹۸۰، ۵۴۲۴، ۵۵۶۷]۔

لشیخ یعنی جابر بن عبد اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے مدینہ پہنچنے تک اس گوشت کو تو شہ کے طور پر رکھا، لیکن مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عطا نے نہیں کے بد لے پا، شاید عطا بھول گئے ہوں پہلے نہیں کہا ہو پھر یاد آیا تو پا کرنے لگے۔ اس حدیث سے وہ حدیث منسوخ ہے جس میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (وحیدی)

(۱۷۲۰) ہم سے خالد بن مخدی نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا، کما مجھ سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، کما مجھ سے عمرہ نے بیان کیا، کما میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سا، انسوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے، ہمارا ارادہ صرف حج ہی کا تھا، پھر جب مکہ کے قریب پہنچ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے حلال ہو جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس بقرعید کے دن گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے اس حدیث کا قاسم بن محمد سے ذکر کیا تو انسوں نے کہا کہ عمرہ نے تم سے ٹھیک ٹھیک حدیث بیان کر دی ہے۔ (ہردو احادیث سے مقصد باب ظاہر ہے) کہ قربانی کا گوشت کھانے اور بطور تو شہ رکھنے کی عام اجازت ہے، خود قرآن مجید میں فکلوامنہا کا صیغہ موجود ہے کہ اسے غباء مساکین کو بھی تقسیم کرو اور خود بھی کھاؤ۔

باب سرمنڈانے سے پہلے ذبح کرنا۔

(۱۷۲۱) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، ان سے شمس

۱۲۵ - بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

۱۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

بن شیر نے بیان کیا، انہیں منصور بن ذاذان نے خردی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس بھیٹا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو قریانی کا جائز ذبح کرنے سے پہلے ہی سرمنڈوا لے تو آپ نے فرمایا کوئی قباحت نہیں، کوئی قباحت نہیں۔ (ترجمہ اور باب میں موافق ظاہر ہے)

(۲۲) اہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کما ہم کو ابو یکر بن عیاش نے خردی، انہیں عبد العزیز بن رفیع نے، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور انہیں ابن عباس بھیٹا نے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حضور! ری سے پہلے میں نے طواف زیارت کر لیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کما اور حضور قریانی کرنے سے پہلے میں نے سرمنڈوالیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، پھر اس نے کما اور قریانی کو ری سے بھی پہلے کر لیا آنحضرت ﷺ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور عبد الرحیم رازی نے ابن خثیم سے بیان کیا، کما کہ عطاء نے خردی اور انہیں ابن عباس بھیٹا نے نبی کریم ﷺ سے اور قاسم بن حجی نے کما کہ مجھ سے ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے عطاء نے، ان سے ابن عباس بھیٹا نے نبی کریم ﷺ سے۔ عفان بن مسلم صغار نے کما کہ میرا خیال ہے کہ وہیب بن خالد سے روایت ہے کہ ابن خثیم نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس بھیٹا نے نبی کریم ﷺ سے۔ اور حمار نے قیس بن سعد اور عباد بن منصور سے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن وجہ نے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔

(۲۳) اہم سے محمد بن شفی نے بیان کیا، کما ہم سے عبدالاعلی نے بیان کیا، کما ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس بھیٹا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ شام ہونے کے بعد میں نے ری کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ سائل نے کما کہ قریانی کرنے سے پہلے میں نے سر

حوشب حدثنا هشیم اخیرنا منصور عن
عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما
قال : ((سيل النبي ﷺ عن حلق قبل أن
يذبح و تغوه فقال : ((لا حرج ، لا
حرج)) . [راجع : ۸۴]

۱۷۲۲ - حدثنا أخمد بن يونس أخیرنا
أبو يكرب عن عبد الغفار بن رقيق عن ابن
عباس رضي الله عنهما قال ((قال رجل
للنبي ﷺ : رأيت قبل أن أزمي فقال : ((لا
حرج)) . قال : حلفت قبل أن أذبح ،
قال : ((لا حرج)) . قال : ذبحت قبل أن
أزمي ، قال : ((لا حرج)) . وقال عبد
الرحيم الرازي عن ابن خثيم أخیرني
عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما عن
النبي ﷺ . وقال القاسم بن يحيى حدثني
ابن خثيم عن عطاء عن ابن عباس رضي
الله عنهما عن النبي ﷺ . وقال عفان :
أرأه عن وهب حدثنا ابن خثيم عن
سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله
عنهم عن النبي ﷺ . وقال حماد عن
قيس بن سعيد و عباد بن منصور عن عطاء
عن جابر رضي الله عنه عن النبي ﷺ .

۱۷۲۳ - حدثنا محمد بن التمشي حدثنا
عبد الأغلبي حدثنا خالد عن عكرمة عن
ابن عباس رضي الله عنهما قال : ((سيل
النبي ﷺ فقال : رمت بعده ما أمسست ،
قال : ((لا حرج)) . قال : حلفت قبل أن

آنحضر، قال : ((لَا حِجَّةٌ)). [راجع: ۸۴]

قطلانی نے کماری کرنے کا افضل وقت زوال تک ہے اور غروب آتاب سے قبل تک بھی عمدہ ہے اور اس کے بعد بھی جائز ہے اور حلق اور طواف الحیرہ کا وقت میں نہیں، لیکن یوم الحجہ سے ان کی تاخیر کرنا مکروہ ہے اور یام تشریق سے تاخیر کرنا سخت مکروہ ہے۔ غرض یوم الحجہ کے دن حاجی کو چار کام کرنے ہوتے ہیں ری اور قربانی اور حلق یا قصران چاروں میں ترتیب سنت ہے، لیکن فرض نہیں اگر کوئی کام دوسرے سے آگے پیچے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں چیز کہ ان حدیثوں سے لکھا ہے۔ امام مالک اور شافعی اور اسحاق اور ہمارے امام احمد بن حبل سب کا یہ قول ہے اور امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس پر دم لازم آئے گا اور اگر قارن ہے تو دوم لازم آئیں گے۔ (وجیدی) جب شارع علیہ السلام نے خود ایسی حادیث میں لاحرج فرمادیا تو ایسے موقع پر ایک یاد دوم لازم کرنا بھی صحیح نہیں ہے آج کل مسلمین حاجیوں کو ان بہانوں سے جس قدر پریشان کرتے ہیں اور ان سے روپیہ اٹھتے ہیں یہ سب حرکتیں سخت پاندیدہ ہیں۔ فی الواقع کوئی شرعی کوتایہ قتل دم ہو تو وہ تو اپنی جگہ پر نمیک ہے مگر خواہ تجوہ ایسی چیزیں از خود پیدا کرنا بہت عی میوب ہے۔

اس حدیث سے مفتیان اسلام کو بھی سبق ملتا ہے جہاں تک ممکن ہو فتویٰ دریافت کرنے والوں کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں آسانی و نزدیکی کا پہلو انتیار کریں مگر حدود شرعیہ میں کوئی بھی نزدیکی نہ ہونی چاہیے۔

(۱۷۲۳) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کما کہ مجھے میرے باپ عنان نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قیس بن مسلم نے، انہیں طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم بظماء میں تھے۔ (جو مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) آپ نے پوچھا کیا تو نے حج کی نیت کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا کہ تو نے احرام کس چیز کا باندھا ہے میں نے کہا کہ نبی کریم صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا اب جا۔ چنانچہ (مکہ پہنچ کر) میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر میں بن قیس کی ایک خاتون کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سرکی جو میں نکالی۔ اس کے بعد میں نے حج کی لبیک پکاری۔ اس کے بعد میں عمر بن شوہر کے عمد خلافت تک اسی کا فتویٰ دستا رہا پھر جب میں نے عمر بن شوہر سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر بھی عمل کرنا چاہیے اور اس میں پورا کرنے کا حکم ہے، پھر رسول اللہ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر بھی عمل کرنا چاہیے اور آخرت سے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷۲۴ - حدَّثَنَا عبدُ الدَّاَنِ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شَبَّةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقَ بْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِيمَتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: ((أَحَدَجْتَ؟)) قَلَّتْ: لَيْكَ يَا هَلَالَ كَيْأَهْلَالَ النَّبِيِّ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم. قَالَ: أَخْسَنَتْ، أَنْطَلَقَ فَطَفَّتْ بِالنِّيَّةِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَتَيْتَ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَلَمَّا رَأَسَيْتَهُ ثُمَّ أَهْلَلْتَ بِالْحَجَّ، فَكَتَبْتَ أَفْتَيْ بِهِ النَّاسَ حَتَّى خَلَقَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَذَكَرَنَّهُ فَقَالَ: إِنْ تَأْخُذْ بِكِتَابَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالْعَمَامِ، وَإِنْ تَأْخُذْ بِسُنْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ يَحِلْ حَتَّى يَلْعَنَ الْمَهْذَنَى مَحْلَهُ).

ہوا یہ کہ ابو موسیٰ بن شوہر کے ساتھ قربانی نہ تھی گو انہوں نے میقات سے حج کی نیت کی تشریح [۱] تھی مگر آخرت میں جو نے حج کو فتح کر کے ان کو عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا اور فرمایا اگر میرے ساتھ میں بھی نہ ہوتی تو میں بھی ایسا ہی کرتا، ابو موسیٰ بن شوہر اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے کہ تمتن کنادرست ہے اور حج کو فتح کر کے عمرہ بنا دنادرست ہے، میں تک کہ حضرت عمرؓ کا زمان آیا تو انہوں نے تمتن سے منع کیا۔ (وحیدی) اس روایت سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ جب آخرت میں جو نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہیں پہنچ گئی یعنی منی میں ذبح یا خرچ نہیں کی تھی تو معلوم ہوا کہ قربانی حلق پر مقدم ہے اور باب کا یہی مطلب تھا۔ حضرت عمرؓ نے اللہ کی کتاب سے یہ آیت مرادی ﴿وَأَبْثُوا الْحَجَّ وَالْفِتْرَةَ لِلَّهِ﴾ (آل بقرۃ: ۱۸۹) اور اس آیت سے استدلال کر کے انہوں نے حج کو فتح کر کے عمرہ بنا دنادرست اور احرام کھولنے کا سمجھا حالانکہ حج کو فتح کر کے عمرہ کرنا آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد حج کا احرام باندھ کر اس کو پورا کرتے ہیں اور حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ آخرت میں جو نہیں ہے اور جو شخص بھی ساتھ لائے اس کو بے شک احرام کھولنا اس وقت تک درست نہیں جب تک ذبح نہ ہو لے لیکن کلام اس شخص میں ہے جس کے ساتھ بھی نہ ہو۔ (وحیدی) و مطابقہ للترجمہ من قول عرفیہ لم یحل حتی بلغ الہدی محلہ لان بلوغ الہدی محلہ بدل علی ذبح الہدی فلو تقدم الحلق علیہ لصار متحلاً قبل بلوغ الہدی محلہ و هذا هو الاصل و هو تقديم الذبح على الحلق و اما تأخیره فهو درخصة (ف)

۱۲۷ - بَابُ مَنْ لَبَدَ رَأْسَهُ عِنْدَ بَابِ اسَّكَنِ اِلْحَرَامِ وَحَلْقَ كَوْجَالِيَا اَوْ اِحْرَامِ كَھُولَتِ وَقْتِ سِرْمَذَا لِيَا

الإِحْرَامُ وَحَلْقَ

لینی گوند وغیرہ سے تاکہ گردوار غبار سے محفوظ رہیں اس کو عربی زبان میں تبلید کرتے ہیں۔

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ يُوسُفَ (۱۷۲۵) اہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ امام بالک نے خبردی، انہیں مافع نے، انہیں ابن عمرؓ نے کہ حفصہ بن عاصی نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہوئی کہ اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے اور آپؐ نے عمرہ کر لیا اور حلال نہ ہوئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بال جملائے تھے اور قربانی کے گلے میں قلاude پہنا کر میں (اپنے ساتھ) لایا ہوں، اس لئے جب تک میں خر نہ کراؤں گا میں احرام نہیں کھولوں گا۔

آخرت میں احرام کھولنے وقت میں سرمنڈا لیا

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عَمْرَةَ عَنْ حَضَرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَاتَتْ : ((يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَانَ النَّاسُ حَلُوا بِعُمُرَةٍ وَلَمْ تَخْلِلْ أَنْتَ مَنْ عَمِرْتَكَ؟)) قَالَ : ((إِنِّي لَبَدَ رَأْسِي وَقَلَدَتْ هَذِنِي، فَلَا أَحْلُ حَتَّى أَنْحِرَ)). [راجح: ۱۵۶۶]

۱۲۸ - بَابُ الْحَلْقِ وَالْتَّفْصِيرِ عِنْدَ بَابِ اِلْخَلَالِ

الإِخْلَالُ

۱۷۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو أَنِيمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبُ بنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ أَبْنَى عَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : ((حَلْقَ رَسُولِ اللَّهِ فِي حَجَّهِ)).

۱۷۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو أَنِيمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبُ بنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ أَبْنَى عَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : ((حَلْقَ رَسُولِ اللَّهِ فِي حَجَّهِ)).

[طرفاہ فی : ۴۴۱۰، ۴۴۱۱].

معلوم ہوا کہ سرمنڈانا بال کتروانہ بھی حج کا ایک کام ہے۔

(۱۷۲۷) - حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرْنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اذْحِمْ الْمُحَلَّقِينَ)). قَالُوا: وَالْمُقْصَرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اذْحِمْ الْمُحَلَّقِينَ)). قَالُوا: وَالْمُقْصَرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((وَالْمُقْصَرِينَ)). وَقَالَ الْلَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعَ: ((رَجَمَ اللَّهُ الْمُحَلَّقِينَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ)). قَالَ: وَقَالَ عَيْنَدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعَ: ((وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: (وَالْمُقْصَرِينَ)).

لیعنی یہ کہ آپ نے سرمنڈانے والوں کے لئے ایک بار دعا کی یا دو بار، اور اکثر راویوں کااتفاق امام مالک کی روایت ہے کہ آپ نے سرمنڈانے والوں کے لیے دو بار دعا کی اور تیری بار کتروانے والوں کو بھی شریک کر لیا عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ چوتھی بار میں کتروانے والوں کو شریک کیا۔ بہر حال حدیث سے یہ نکلا کہ سرمنڈانا بال کتروانے سے افضل ہے، امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ سارا سرمنڈائے اور امام ابو حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سرمنڈانا کافی ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تین بال منڈانا کافی ہیں بعض شافعیہ نے ایک بال منڈانا بھی کافی سمجھا ہے اور عورتوں کو بال کتروانا چاہئیں ان کو سرمنڈانا منع ہے۔ (وجیدی) سرمنڈانے یا بال کتروانے کا واقعہ جوہ الوداع سے متعلق ہے اور حدیث سے بھی جب کہ مکہ والوں نے آپ کو عمرہ سے روک دیا تھا، آپ نے میدان حدیثیہ میں حلق اور قربانی کی اب بھی جو لوگ راستے میں حج عمرہ سے روک دیئے جاتے ہیں ان کے لئے یہی حکم ہے۔

حافظ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں واما السبب فی تکریر الدعاء لل محلقین فی حجۃ الوداع فقال ابن اثیر فی النهاية کان اکثر من حج مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثم یستق الہدی فلما امراه ان یفسخو الحج الى العمرا ثم یتحللو منها و یحلقواروسهم شق عليهم ثم لعلهم یکن لهم بد من الطاعة کان التقصير في انفسهم اخف من الحلق ففعله اکثرهم فرجع النبي صلی اللہ علیہ وسلم فعل من حلق لكونه ایین فی امتنال الامر انتہی محلقین لیعنی سرمنڈوانے والوں کے لئے آپ نے بکفرت دعا فرمائی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اکثر حاجی وہ تھے جو اپنے ساتھ ہدی لے کر نہیں آئے تھے پس جب آنحضرت ﷺ نے ان کو حج کے فتح کرنے اور عمرہ کر لینے اور احرام کھول دینے اور سرمنڈوانے کا حکم فرمایا تو یہ امر ان پر بارگزدار پھر ان کے لیے انتقال امر بھی ضروری تھا اس لئے ان کو حلق سے تقصير میں کچھ آسانی نظر آئی، پس اکثر نے یہی کیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے سرمنڈوانے والوں کے فعل کو ترجیح فرمائی اس لئے کہ یہ انتقال امر میں غایادہ خاہر بات تھی عربوں کی عادت بھی اکثر بالوں کو بروحلانے ان سے زینت حاصل کرنے کی تھی اور سرمنڈانے کا روابط ان میں کم

تمادہ بالوں کو بھیوں کی شرست کا ذریعہ بھی گردانے اور ان کی نقل اپنے لئے باعث شرست سمجھتے تھے، اس لئے ان میں سے اکثر مر منڈائے کو مکروہ جانتے اور بال کتروانے پر کفایت کرنا پسند کرتے تھے۔ حدیث بلاسے ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا جو بہتر سے بہتر کاموں کے لئے آمادہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امر مرجوح پر عمل کرنے والوں کے لئے بھی دعائے خیر کی درخواست کی جا سکتی ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ طلاق کی جگہ تفسیر بھی کافی ہے مگر بہتر طلاق ہی ہے۔

۱۷۲۸ - حَدَّثَنَا عَيْاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضْيَلٍ حَدَّثَنَا عَمَارَةُ بْنُ الْفَقَاعَ عَنْ أَبِي زُزَعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحْلِفِينَ)) قَالُوا وَلِلْمُقْصَرِينَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحْلِفِينَ))، قَالُوا وَلِلْمُقْصَرِينَ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحْلِفِينَ))، قَالَهَا ثَلَاثَةً. قَالَ: ((وَلِلْمُقْصَرِينَ)).

(۱۷۲۸) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن الفقاع نے بیان کیا، ان سے ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ملکیتہم نے دعا فرمائی اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کی مغفرت فرمایا! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لئے بھی (یہی دعا فرمائیے) لیکن آنحضرت ملکیتہم نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا اے اللہ! سرمنڈوانے والوں کی مغفرت کر پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کی بھی! تیسرا مرتبہ آنحضرت ملکیتہم نے فرمایا اور کتروانے والوں کی بھی مغفرت فرمایا۔

(۱۷۲۹) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جو یہی بن اسماء نے اسے تلف نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ملکیتہم اور آپ کے بہت سے اصحاب نے سرمنڈوایا تھا لیکن بعض نے کتروایا بھی تھا۔

۱۷۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوبِرِيَّةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَالِعَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ ((خَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَطَالِفَةً مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَرَ بِعَضَهُمْ)).

[راجح: ۱۶۳۹]

(۱۷۳۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریر نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے معادیہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ملکیتہم کے بال قپھی سے کاٹے تھے۔

۱۷۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤِسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((قَصَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

لَشَبِيج ارکان حج کی سجا آوری کے بعد حاجی کو سر کے بال منڈائے ہیں یا کتروانے، ہر دو صورتیں جائز ہیں، مگر منڈائے والوں کے لیے آپ ملکیتہم نے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور کتروانے والوں کے لئے ایک بار، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند اللہ اس موقع پر بالوں کا منڈوانا زیادہ محبوب ہے۔ اس روایت میں حضرت معادیہ کا بیان وارد ہوتا ہے، اس کے وقت کی تعین کرنے میں شار میں کے مختلف اقوال ہیں۔ یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ جوہ الوادع کے متعلق نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ بھرت سے پسلے کا واقعہ ہو کیونکہ اصحاب سیر کے بیان کے مطابق آنحضرت ملکیتہم نے بھرت سے پسلے بھی حج کئے ہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وقد اخرج ابن

عساکر فی تاریخ دمشق من ترجمة معاویة تصریح معاویة بانه اسلم بن الحدیبیہ و القضیہ وانه کان یخفی اسلامه خوفاً من ابویہ و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما دخل فی عمرة القضیۃ مکہ حج اکثر اهلہها عن ها حتی لا ینظرونہ و اصحابہ یطوفون بالبیت فلعل معاویة کان ممن تخلف بمکہ لسبب اقتضاہ و لا یعارضه ایضاً قول سعد بن ابی وقار رضی اللہ عنہ فیما اخرجه مسلم وغیره فعنانہا یعنی العمرا فی الشہر الحج و هذا یومنذ کافر بالعرش بضمین یعنی بیوت مکہ یشير الی معاویة لانه یحمل علی انه اخیر بما استصحب من حالہ و لم یطلع علی اسلامه لکونه کان یخفیہ و ینکر علی ماجوزوه ان تقصیرہ کان فی عمرة الجعرانة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکب من الجعرانة بعد ان احرم بعمرۃ ولم یستصحب احداً معاً الا بعض اصحابہ المهاجرین فقدم مکہ فطاو وسعي و حلق و رجع الی الجعرانة فاصبح بها کبانت فخفیت عمرته علی کثیر من الناس کذا اخرجه الترمذی وغیره ولم یعد معاویة فیمن کان صحباً حینذ ولا کان معاویة فیمن تخلف عنه بمکہ فی غزوة حینین حتی یقال لعله وجده بمکہ بل کان مع القوم واعطاہ مثل ما اعطي ایاه من الغنیمة مع جملة المولفة و اخرج الحاکم فی الاقلیل فی اخر قصہ غزوة حینین ان الذی حلق راسه صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرته التي اعتمرها من الجعرانة ابو هند عبد بنی بیاضہ فان ثبت هذا و ثبت ان معاویة کان حینذ معاً او کان بمکہ فقصربه بالمروة امکن الجمع بان یكون معاویة قصر عنہ اولاً و کان احراق غاباتی بعض حاجته ثم حضر فامرہ ان یکمل ازالۃ الشعرا بالحلق لانه الفضل فعل و ان ثبت ان ذالک کان فی عمرة القضیۃ و ثبت انه صلی اللہ علیہ وسلم حلق فیها جاء هذا الاحتمال بعینه و حصل التوفیق بین الاخبار کلها و هذا مما فتح اللہ علیّ به فی هذا الفتح و لله الحمد ثم لله الحمد ابداً (فتح الباری)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سال حدیبیہ اور سال عمرۃ القضاء کے درمیان اسلام لا چکے تھے، گروہ والدین کے ذر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر رہے تھے، عمرۃ القضاۓ میں جب کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحاب طواف کعبہ میں مشغول تھے تمام کفار مکہ شریچھوڑ کر باہر چلے گئے تاکہ وہ اہل اسلام کو دیکھ نہ سکیں اس موقع پر شاید حضرت معاویہؓ نہیں کہ شریف ہی میں رہ گئے ہوں (اور ممکن ہے کہ نامکورہ بلا واقعہ بھی اسی وقت سے تعلق رکھتا ہو) اور سعد بن وقار رضی اللہ عنہ کا وہ قول جسے مسلم نے روایت کیا ہے اس کے خلاف نہیں ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ نہیں عمرۃ القضاۓ کے موقع پر مکہ شریف کے کسی گھر میں پہنچ پر چھپے ہوئے تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام کو اپنے رشتہ داروں سے ایسی تک پوشیدہ رکھے ہوئے تھے اور جس نے اس واقعہ کو عمرہ جعرانہ سے متعلق بتالیا ہے وہ بھی درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس موقع پر جو صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے ان میں حضرت معاویہؓ نہیں کا شمار نہیں ہے اور غزوہ حینین کے موقع پر تو انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مال غنیمت سے مؤلفین میں شامل ہو کر حصہ لیا تھا۔ غزوہ حینین کے قصہ کے آخر میں حاکم نے لفظ کیا ہے کہ اس موقع پر آپؐ کا سر موئذنے والا یا یافہ کا ایک غلام تھا جس کا نام ابو ہند تھا، اگر یہ ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ حضرت معاویہؓ نہیں اس دن آپؐ کے ساتھ تھے یا کہ میں موجود تھے تو یہ امکان ہے کہ المسوں نے پسلے آپؐ کے بال قینچی سے کترے ہوں اور حلاق اس وقت غائب ہو پھر اس کے آجائے پر اس سے کرایا ہو کیونکہ حلق افضل ہے اور اگر یہ عمرۃ القضاۓ میں ثابت ہو جب کہ وہاں بھی آپؐ کا حلق ثابت ہے تو یہ احتمال صحیح ہے کہ اس موقع پر انہوں نے یہ خدمت انجام دی ہو۔ مختلف روایات میں تقطیع کی یہ توفیق محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی ہے، وللہ الحمد.

۱۲۸ - باب تَقْصِيرِ الْمُتَمْتَعِ بَعْدَ بَاب تَمْتَعَ كَنْ وَالْعُمَرَهُ كَبَعْدِ

بَالْتَّرْشَاوَهَ.

الْعُمَرَهُ

۱۷۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ (۱۷۳۱) هم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے فضیل بن سلیمان

نے بیان کیا، ان سے موئی بن عقبہ نے، انہیں کربنے خبر دی، ان سے ابن عباس بن عیاش نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ کے میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیں پھر سرمنڈوالیں یا بال کتروالیں۔

حدَّثَنَا فُطَيْلُ بْنُ سَلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَفْقَةَ أَخْبَرَنِي كُرْبَبَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطْوُفُوا بِالنَّبِيِّ وَبِالصَّفَّاقَةِ وَالسَّمْرَوَةِ، ثُمَّ يَجْلُوُا وَيَخْلِقُوا أَوْ يَقْصِرُوا)). [راجع: ۱۵۴۵]

آپ نے ہر دو کے لئے اختیار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں امور جائز ہیں۔

باب دسویں تاریخ میں طواف الزیارت کرنا۔

اور ابو ازیر نے حضرت عائشہ اور ابن عباس بن عیاش سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف الزیارت میں اتنی دیر کی کہ رات ہو گئی اور ابو حسان سے منقول ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف الزیارت منی کے دونوں میں کرتے۔

۱۲۹ - بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

وَقَالَ أَبُو الرُّبِّيرِ عَنْ غَابِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : ((أَخْرَ النَّبِيُّ ﷺ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيلِ)) وَيَذَكَّرُ عَنْ أَبِي حَسَانٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُ النَّبِيَّتِ أَيَّامَ مِنْهُ)).

ابو ازیر والی روایت کو ترمی اور ابو داؤد اور امام احمد نے وصل کیا ہے۔ مذکورہ ابو حسان کا نام مسلم بن عبد اللہ عدی ہے، اس کو طبرانی نے تجمیع کیا ہے اور یہیق نے وصل کیا ہے۔

۱۷۳۲ - وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَفِيَّانَ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عَمَّرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا، ثُمَّ ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مَعِي)) يعنی يوْمَ النَّحْرِ وَرَفِعَةَ عَنْدَ الرَّزَاقِ أَخْبَرَنَا عَبْيَدَ اللَّهِ.

۱۷۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْنَيْرٍ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ بْنِ زَيْنَعَةَ عَنِ الْأَغْرِيجِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ غَابِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَلْظَنَا يَوْمَ النَّحْرِ لَهَا خَاصَّةً صَفِيَّةً فَلَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا مَا

(۱۷۳۲) اور ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف ایک طواف الزیارت کیا پھر سوریے سے منی کو آئے، ان کی مراد دسویں تاریخ سے تھی۔ عبدالرزاق نے اس حدیث کا رفع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) بھی کیا ہے۔ انہیں عبید اللہ نے خبر دی۔

(۱۷۳۳) ہم سے بیکی بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ بنویشنے کہ ہم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو دسویں تاریخ کو طواف الزیارت کیا لیکن صفیہ رضی اللہ عنہا حاضر ہو گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی چاہا جو شورہ اپنی بیوی سے چاہتا

ہے تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ حافظہ ہیں، آپ نے اس پر فرمایا کہ اس نے تو ہمیں روک دیا پھر جب لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے دسویں تاریخ کو طوافِ الزيارة کر لیا تھا، آپ نے فرمایا پھر چلے چلو۔

بُرِينَدِ الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَلَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا حَاضِرٌ. قَالَ: ((حَابِسْتَنَا هِيَ؟)) قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَأَضَطْتَ يَوْمَ النَّحْرِ. قَالَ: ((اخْرُجُوا)).

[راجح: ۲۹۴]

قاسم، عروہ اور اسود سے بواسطہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ صفیہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے دسویں تاریخ کو طوافِ الزيارة کیا تھا۔

وَيَذَكُرُ عَنِ الْفَالَّمِ وَعَزْرَوَةَ وَالْأَسْنَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَفَأَضَطْتَ صَفِيفَةَ يَوْمَ النَّحْرِ)).

لئے بحث اس کو طوافِ الافقہ اور طوافِ الصدر اور طوافِ الرکن بھی کہا گیا ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ طوافِ دن میں کیا تھا۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو حسان کی حدیث لا کراحدادیت مختلف میں اس طرح تطہیق دی کہ جابر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان یوم اول سے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کا تعلق بقیا دونوں سے ہے، یہاں تک بھی مردی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیزور البيت کل لیلۃ ما اقام بمنی یعنی ایام منی میں آپ ہر رات مکہ شریف آکر طوافِ الزيارة کیا کرتے تھے۔ (فتح الباری)

باب کسی نے شام تک رمی نہ کی یا قربانی سے پلے
بھول کریا مسئلہ نہ جان کر سرمنڈالیا
تو کیا حکم ہے؟

۱۳۰ - بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَمَا أَمْسَى،
أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ، نَاسِيَاً أَوْ
جَاهِلًا

(۱۳۲) ہم سے موسی بن اسما علیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کرنے، سرمنڈانے، رمی جمار کرنے اور ان میں آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

۱۷۳۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهِبَتْ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبِيلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْضَنِ وَالثَّقْدِينِ وَالثَّاخِبِرِ)) فَقَالَ : ((لَا حَرَجَ)). [راجح: ۸۴]

(۱۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم نحر میں منی میں مسائل پوچھتے جاتے اور آپ فرماتے جاتے کہ کوئی حرج نہیں، ایک شخص نے پوچھا تھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سرمنڈا لیا ہے تو آپ

۱۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعَ حَدَّثَنَا خَالدًا عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَنِي فَيَقُولُ : ((لَا حَرَجَ)). فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ :

لے اس کے جواب میں بھی یہی فرمایا کہ جاؤ قربانی کرلو کوئی حرج نہیں اور اس نے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کنکریاں شام ہونے سے بعد ہی مار لی ہیں تو بھی آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

آپ نے ان صورتوں میں نہ کوئی گناہ لازم کیا نہ فدیا۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ اور حنبلہ کا یہی مذہب ہے اور مالکیہ اور حنفیہ کا قول ہے کہ ان میں ترتیب واجب ہے اور اس کا خلاف کرنے والوں پر دم لازم ہو گا ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قول حدیث ہذا کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبل توجہ نہیں کیونکہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

باب جمرہ کے پاس سوارہ کرلو گوں کو مسئلہ بتانا۔

(۱۳۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انسیں ابن شاہب نے، انسیں عیینی بن طلحہ نے، انسیں عبد اللہ بن عمر بن عینیہ نے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر (اپنی سواری) پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ آپ سے مسائل معلوم کئے جائے تھے، ایک شخص نے کما حضور مجھ کو معلوم نہ تھا اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سرمنڈالیا، آپ نے فرمایا اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں، دوسرا شخص آیا اور بولا حضور مجھے خیال نہ رہا اور رمی بھار سے پہلے ہی میں نے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا اب رمی کرلو کوئی حرج نہیں، اس دن آپ سے جس چیز کے آگے پیچھے کرنے کے متعلق سوال ہوا آپ نے یہی فرمایا اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

حفلت قبل ان اذبخت، قَالَ: ((اذبخت ولا حرج)). وَقَالَ: رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَفْسَيْتُ، لَقَالَ: لَا ((لَا حرج)). [راجع: ۸۴]

آپ نے ان صورتوں میں نہ کوئی گناہ لازم کیا نہ فدیا۔ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ اور حنبلہ کا یہی مذہب ہے اور مالکیہ اور حنفیہ کا قول ہے کہ ان میں ترتیب واجب ہے اور اس کا خلاف کرنے والوں پر دم لازم ہو گا ظاہر ہے کہ ان حضرات کا یہ قول حدیث ہذا کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبل توجہ نہیں کیونکہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

۱۳۱ - بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّائِبَةِ عِنْدَ الْجَمَرَةِ

(۱۷۳۶) حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ أَخْبَرْنَا مَالِكُ عَنْ أَبِنِ شِيهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَّتْ قَبْلَ أَنْ أَذْبَخَ، قَالَ: ((اذبخت ولا حرج)). فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَرَّتْ قَبْلَ أَنْ أَرْمَى، قَالَ: ((أَرْمَ وَلَا حرج)), فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِلٍ عَنْ شَيْءٍ قَدْمٌ وَلَا أَخْرَ إِلَّا قَالَ: ((أَفْلَنْ وَلَا حرج)).

[راجع: ۸۳]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آخر حضرت مالک اپنی سواری پر تشریف فرماتے اور مسائل بتلاتا ہے تھے۔

(۱۷۳۷) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے این جرتح نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عیینی بن طلحہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر و بن العاص عینیہ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تاریخ کو منی میں خطبہ دے رہے تھے تو وہ وہاں موجود تھے۔ ایک شخص نے اس وقت کھڑے ہو کر پوچھا میں اس خیال میں تھا کہ فلاں کام فلاں

سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبْنُ جُرْجِيجَ حَدَّثَنِي الرُّهْبَرِيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو حَدَّثَنَا ((أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ التَّخْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: كَتَتْ أَخْسِبَ

سے پسلے ہے پھر دوسرا کھڑا ہوا اور کماکہ میرا خیال تھا کہ فلاں کام فلاں سے پسلے ہے، چنانچہ میں نے قربانی سے پسلے سرمنڈالیا، رمی جمار سے پسلے قربانی کر لی اور مجھے اس میں شک ہوا۔ تو بنی اکرم ملکیت نے فرمایا اب کرو۔ ان سب میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کے دوسرے سوالات بھی آپ سے کئے گئے آپ ملکیت نے ان سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اب کرو۔

(۳۸) ہم سے احراق نے بیان کیا، کماکہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صلح نے، ان سے ان شباب نے اور ان سے عیینی بن طلحہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاصی میں سے سنا انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر ٹھہرے رہے، پھر پوری حدیث بیان کی اس کی متابعت معمنے زہری سے روایت کر کے کی ہے۔

آن کذا قبیل کذا، ثم قام آخر فقل: كُنْتَ أَخْسِبَ أَنْ كَذَا، حَلَقْتَ قَبْلَ أَنْ أَنْحرَ، نَحَزَتْ قَبْلَ أَنْ أَزْمِي، وَأَشْتَأَهَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَفْعَلْ وَلَا حَرَجٌ لَهُنْ كَلَهُنْ)), فَمَا سَلَّى يَوْمَنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((أَفْعَلْ وَلَا حَرَجٌ)). [راجح: ۸۳]

۱۷۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَغْفُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ حَدَّثَنِي عَيْنَسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنُ عَيْنَدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو بْنِ الْفَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقِيْهِ.. فَذَكَرَ الْمُخْدِيْنَ)). تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ الرُّوفِيِّ.

[راجح: ۸۳]

تَسْبِيحٌ شریعت کی اس سادگی اور آسمانی کا انعام مقصود ہے جو اس نے تعلیم، تعلم، افقاء و ارشاد کے سلسلہ میں سامنے رکھی ہے۔ بعض روایتوں میں ایسا بھی ہے کہ آپ اس وقت سواری پر نہ تھے بلکہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو سائل بتا رہے تھے۔ سو تقطیق یہ ہے کہ کچھ وقت سواری پر بیٹھ کر ہی آپ نے مسائل بتائے ہوں، بعد میں آپ اتر کر نیچ بیٹھ گئے ہوں۔ جس روایت نے آپ کو جس حال میں دیکھا بیان کر دیا۔

۱۳۲ - بَابُ الْخُطْبَةِ أَيَامَ مِنْ

۱۷۳۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي يَحْتَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزَوانِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ أَبْنِ عَبَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحرِ فَقَالَ: ((بِأَيِّهَا النَّاسُ، أَيِّ يَوْمٍ هَذَا؟)) قَالُوا: يَوْمُ حَرَامٍ. قَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟)) قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ:

بَابُ مِنْيَى كَهْدَنْ مِنْ خَطْبَةِ سَنَاتِنَا

(۳۹) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کما مجھ سے عیینی بن سعید نے بیان کیا، ان سے فضل بن غزوہ ان نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہا نے کہ دسویں تاریخ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منی میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ نے پوچھا لوگو! آج کون سادن ہے؟ لوگ بولے یہ حرمت کا دن ہے، آپ نے پھر پوچھا اور یہ شرکو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا شرہ ہے، آپ نے پوچھا یہ ممینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حرمت کا ممینہ ہے، پھر آپ نے فرمایا بس تمہارا

خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، اس شر اور اس ممیٹی کی حرمت ہے، اس کلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار دھڑایا اور پھر آسمان کی طرف سراخا کر کیا اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لئے ہے کہ حاضر اور جانے والے غائب (اور نادائق لف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردان مار کر کافرنہ بن جانا۔

((فَإِنْ دِمَاءَكُمْ وَأَنفُوسَكُمْ وَأَغْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةٍ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي نَلْدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا). فَأَخَادَهَا مِوَارًا. ثُمَّ رَأَعَ رَأْسَهُ لَقَالَ : ((اللَّهُمَّ هَلْ تَنْهَىَنَّتْ؟ اللَّهُمَّ هَلْ تَلْقَفْتْ؟)) قَالَ أَنْ عَبَاسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : فَوْ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوْحَمَيْتُهُ إِلَى أَقْبَاهِ فَلَيَسْلِمَ الشَّاهِدُ الْفَاقِبُ، ((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

[طرفة فی : ۷۰۷۹]

یہ خطبہ یوم النحر کے دن سنانا سنت ہے اس میں ری وغیرہ کے احکام بیان کرنا چاہیے اور یہ حج کے چار خطبوں میں سے تیرا خطبہ ہے اور نسب نماز عید کے بعد ہیں مگر عرفہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہے اس دن دو خطبے پڑھنے چاہیں۔ قسطلانی (وہیدی) حج کا مقصد عظیم دنیاۓ اسلام کو خدا تری اور اتفاق باہمی کی دعوت دنیا ہے اور اس کا، سترین موقع یہی خطبات ہیں، لہذا خطبہ کا فرض ہے کہ مسائل حج کے ساتھ ساتھ وہ دنیاۓ اسلام کے مسائل پر بھی روشنی ڈالے اور مسلمانوں کو خدا تری، کتاب و سنت کی پابندی اور باہمی اتفاق کی دعوت دے کر حج کا یہی مقصود اعظم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں اللہ پاک کو پکارنے کے لیے آسمان کی طرف سراخا، اس سے اللہ پاک کے لئے جت فوق اور استوی علی العرش ثابت ہے۔ ذی الحجه کی دسویں تاریخ گویom النحر/ آٹھویں کو یوم الترویہ نویں کو یوم عرفہ اور گیارہویں کو یوم النفر اول اور تیرھویں کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں۔ اور دسویں گیارہویں بارھویں تیرھویں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

(۱۷۴۰) ہم سے حفص بن عرنے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کما کہ مجھے عمرو نے خبودی، کما کہ میں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے کما کہ میں نے این عباس ع سے سنا، آپ ع نے بتایا کہ میدان عرفات میں رسول کریم ﷺ کا خطبہ میں نے خود ساتھا، اس کی متابعت ابن عیینہ نے عمرو سے کی ہے۔

شعبہ قالَ أَخْبَرْنِي عَنْهُو فَالْمَسْعِفَتُ جَابِرُبْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَعْفَتُ أَنْ عَبَاسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَعْفَتُ النَّبِيُّ ﷺ بِعِرَافَاتٍ تَابَعَهُ أَنْ عَيْنَةَ عَنْ عَمْرُو.

[اطرافہ فی : ۱۸۱۲، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳]

. [۵۸۰۴، ۵۸۰۵]

یہ یوم عرفہ کا خطبہ ہے اور منی کا خطبہ بعد والا ہے، جو دسویں تاریخ کو دیا تھا اس میں صاف یوم النحر کی وضاحت موجود ہے۔

فهذا الحديث الذي وقع في الصحيح انه صلى الله عليه وسلم خطب به يوم النحر وقد ثبت انه خطب به قبل ذلك يوم عرفة (فتح الباري) يعني صحیح بخاری کی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپ نے یوم النحر میں خطبہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے آپ نے یہی خطبہ یوم عرفات میں بھی پیش فرمایا تھا۔

(۱۷۴۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے قرہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرن نے کہا کہ مجھے عبد الرحمن بن ابی بکر نے اور ایک اور شخص نے جو میرے نزدیک عبد الرحمن سے بھی افضل ہے یعنی حمید بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ ابو بکر بن شریعت نے بتالیا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں تاریخ کو منی میں خطبہ سنایا، آپ نے پوچھا لوگو! معلوم ہے آج یہ کون سادن ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم بولے ہاں ضرور ہے، پھر آپ نے پوچھا یہ میہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپ اس میہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجه کا میہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں، پھر آپ نے پوچھا یہ شر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بترا جانتے ہیں، اس مرتبہ بھی آپ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کیوں نہیں ضرور ہے، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا بس تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس میہینہ اور اس شر میں ہے، تا آنکہ تم اپنے رب سے جاملو، کو کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا اے اللہ! تو یہ کوہا رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے لوگ ہم تک یہ پیغام پہنچ گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافرنہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردیں مارنے

1741 - حَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ الْمُمْدُودِ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْفِرِينَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ بَكْرَةَ، وَرَأَجَلٌ أَفْصَلَ فِي نَفْسِي مِنْ عَنْدِ الرَّحْمَنِ حَمِيدٌ بْنُ عَنْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَطَّبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: ((أَتَنْزِلُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، فَسَكَّتَ حَتَّى ظَنَّا أَنَّهُ سَيْسَمِيَّهُ بَعْدَ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ؟)) قُلْنَا بَلَى، قَالَ: ((أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، فَسَكَّتَ حَتَّى ظَنَّا أَنَّهُ سَيْسَمِيَّهُ بَعْدَ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ ذُو الْحِجَّةِ؟)) قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: ((أَيُّ بَلْدَى هَذَا؟)) قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، فَسَكَّتَ حَتَّى ظَنَّا أَنَّهُ سَيْسَمِيَّهُ بَعْدَ اسْمِهِ، قَالَ: ((أَلَيْسَ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامُ؟)) قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرُمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا لِي بَلْدَكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا هُنَّ بَلْفَتُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اشْهِدْ، فَلَيَلْعُمَ الشَّاهِدُ الْفَاسِدُ، فَرُبَّ مُتَلْعِمٍ أَوْعَى مِنْ سَاعِيٍّ، فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ

[۶۷] راجع: **بغضٍ**).

لکو۔

لشیخ یہ حجت الوداع میں آپؐ کا وہ عظیم الشان خطبہ ہے جسے اساس الاسلام ہونے کی سند حاصل ہے اور یہ کافی طویل ہے جسے مختلف روایوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رض نے ترجمۃ الباب کے تحت یہ روایات یہاں نقل کی ہیں، پورے خطبے کا احصار مقصود نہیں ہے۔ وارداء بخاری الرد علی من زعم ان يوم النحر لا خطبة فيه للحجاج و ان المذكور في هذا الحديث من قبيل الوصايا العامة لا على انه من شعار الحج فاراد البخاري ان يبين ان الرواى سماها خطبة كما سمعت التي وقعت في وفات خطبة (فوج) یعنی کچھ لوگ یوم نحر کے خطبے کے قائل نہیں ہیں اور یہ خطبہ وصایا سے تعبیر کرتے ہیں، امام بخاری نے ان کا رد کیا اور بتالیا کہ روایت نے اسے لفظ خطبہ سے ذکر کیا ہے، کہ عرفات کے خطبہ کو خطبہ کہا ایسا ہی اسے بھی، لہذا یوم النحر کو بھی خطبہ سنت نبوی ہے۔

(۱۷۴۲) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی، اُنہیں ان کے باپ نے اور ان سے ابن عمر رض نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے منی میں فرمایا کہ تم کو معلوم ہے! آج کون سادن ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا دن ہے اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ یہ کونا شر ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا شر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے یہ کونا سینہ ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا سینہ ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لے تمہارا خون! تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اس طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس سینہ اور اس شریں ہے۔ شام بن غازی نے کہا کہ مجھے تافع نے ابن عمر رض کے حوالے سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں دسویں تاریخ کو مجرمات کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ دیکھو (یوم النحر) اکبر کا دن ہے، پھر نبی کریم ﷺ یہ فرمائے گئے کہ اے اللہ! گواہ رہنا، آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر چونکہ لوگوں کو رخصت کیا تھا (آپؐ کچھ گئے کہ وفات کا زمانہ آن پنجا) جب سے لوگ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔

۱۷۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْتَهِيِّ حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ
بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيمني:
((أَتَنْذِرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟)) اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَغْلَمُ، قَالَ: ((فَإِنَّ هَذَا يَوْمُ حَرَامٍ،
أَتَنْذِرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟)) قَالُوا : اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، قَالَ: ((شَهْرُ حَرَامٍ)).
قَالَ: ((فَإِنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ
وَأَمْوَالَكُمْ وَأَغْرَاضَكُمْ كَحْرَمَةً يَوْمَكُمْ
هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي يَلْدِكُمْ هَذَا))
وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْفَازِ: ((أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((وَقَفَ النَّبِيُّ
ﷺ يَوْمَ النَّحرِ بَيْنَ الْجَمَارَاتِ فِي الْحَجَّةِ
أَنَّهُ حَجَّ بِهَذَا، وَقَالَ: هَذَا يَوْمُ الْحَجَّ
الْأَكْبَرِ، فَطَفِيقُ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ
اشْهِدْ))، وَوَدَعَ النَّاسَ فَقَالُوا : هَذِهِ حَجَّةُ
الْوَدَاعِ)).

[اطرافہ فی : ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶]

. [۷۰۷۷، ۶۸۶۸، ۶۷۸۵]

حج اکبر حج کو کہتے ہیں اور حج اصغر عمرو کو اور عوام میں جو یہ مشورہ ہے کہ نویں تاریخ جمعہ کو آجائے تو وہ حج اکبر ہے، اس کی سند حج حدیث سے کچھ نہیں البتہ چند ضعیف حدیثیں اس حج کی زیادہ فضیلت میں وارد ہیں، جس میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑے۔ بعضوں نے کہا یہم اس حج اصغر نویں تاریخ کو اور یہم اس حج اکبر دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان ہی دنوں میں آپ پر سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی اور آپ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے رواگی قریب ہے، اب ایسے اجتماع کا موقعہ نہ مل سکے گا اور بعد میں ایسا یہی ہوا فیہ دلیل لمن یقہول ان یوم الحج اکبر ہو یوم النحر یعنی اس حدیث میں اس شخص کی دلیل موجود ہے جو کہتا ہے کہ حج اکبر کے دن سے مراد دسویں تاریخ ہے بس عوام میں جو مشورہ ہے کہ اگر جمعہ کے دن حج واقع ہو تو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے، یہ خیال قوی نہیں ہے انه نہیں علی اللہ علیہ وسلم فی الخطبة المذکورة علی تعظیم یوم النحر و علی تعظیم شہر ذی الحجه و علی تعظیم البلد العرام یعنی آخرت ملکہ اس خطبہ میں یوم النحر اور ماہ ذی الحجه اور مکہ المکرہ کی عظمتوں پر تنبیہ فرمائی کہ امت ان اشیاء مقدسہ کو یاد رکھے اور ہونصائغ و دصلیا آپ دینے جا رہے ہیں امت ان کو تابد فراموش نہ کرے۔

باب منی کی راتوں میں جو لوگ مکہ میں پانی پلاتے ہیں یا اور کچھ کام کرتے ہیں وہ مکہ میں رہ سکتے ہیں۔

(۱۷۴۳) اہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ (دوسری سند)

(۱۷۴۳) اور ہم سے سعیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بکر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریر نے خبر دی، ائمہ عبید اللہ نے، ائمہ نافع نے اور ائمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

(۱۷۴۵) اور ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمير نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی عنہما نے کہ عباس بن شٹنے نے نبی کریم ملکہ اس منی کی راتوں میں (حاجیوں) کو پانی پلانے کے لئے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ اس

۱۳۳ - بَابُ هَلْ يَبْيَسْتُ أَصْحَابُ السَّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِسِكْنَةِ لَيَالِيِّ مِنْ؟

(۱۷۴۳) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْيَدِ بْنِ مَهْمُونَ حَدَّثَنَا عَيْنَىٰ بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَىٰ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْمَدِينَ)) ح.

[راجح: ۱۶۳۴]

(۱۷۴۴) - حَدَّثَنَا يَهْتَىٰ بْنُ مُوسَىٰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرَيْجَ أَخْبَرَنَا عَبْيَدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَىٰ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (أَنَّ الْمَدِينَةَ أَدِنَ ح.).

[راجح: ۱۶۳۴]

(۱۷۴۵) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَمِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِيهِ حَدَّثَنَا عَبْيَدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ أَبْنَىٰ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (أَنَّ الْعَبَاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ لَيْسَتْ بِسِكْنَةِ لَيَالِيِّ مِنْ مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ،

فَادْنَ لَهُ). تَابِعَةُ أَبْوَا أَسَاطِةَ وَغَفْرَةُ بْنُ خَالِدٍ روایت کی متابعت محمد بن عبد اللہ کے ساتھ ابو اسامہ عقبہ بن خالد و أبو ضمیرة۔ [راجع: ۱۶۳۴]

لشیخ معلوم ہوا کہ جس کو کوئی عذر نہ ہواں کو منی کی راتوں میں منی میں رہنا واجب ہے، شافعیہ اور حنبلہ اور اہل حدیث کا سی قول ہے اور بعض کے نزدیک یہ واجب نہیں سنت ہے۔ (وحیدی) وفي الحديث دليل على وجوب المبيت بمني و انه من مناسك الحج لان التعبير بالرخصة يقتضى ان مقابله و ان الاذن و قع للعملة المذكورة و اذا لم يوجد او ما في معناها لم يحصل الاذن و بالوجوب قال الجمهور (فتح) يعني منی میں رات گزارنا واجب اور مناسک حج سے ہے، جسور کا یہ قول ہے۔ حضرت عباس بن بشیر کو علت مذکورہ کی وجہ سے کہ میں رات گزارنے کی اجازت ہی دلیل ہے کہ جب ایسی کوئی علت نہ ہو تو منی میں رات گزارنا واجب ہے اور جسور کا یہ قول ہے۔

بابِ کنکریاں مارنے کا بیان

اور جابر بن زبیر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے دسویں ذی الحجه کو چاشت کے وقت کنکریاں ماری تھیں اور اس کے بعد کی تاریخوں میں سورج ڈھل جانے پر۔

(۱۷۴۶) اہم سے ابو عیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سر نے بیان کیا، ان سے وہ نے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کس وقت ماروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا امام مارے تو تم بھی مارو، لیکن دوبارہ میں نے ان سے یہی سلسلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم انتظار کرتے رہتے اور جب سورج ڈھل جاتا تو کنکریاں مارتے۔

لشیخ افضل وقت کنکریاں مارنے کا یہ ہے کہ یوم النحر کو چاشت کے وقت مارے اور جائز ہے، دسویں شب کی آدمی رات کے بعد سے اور غروب آفتاب تک دسویں تاریخ کو اس کا آخری وقت ہے اور گیارہویں یا بارہویں کو زوال کے بعد مارنا افضل ہے، ظہر کی نماز سے پہلے کنکریاں سات سے کم نہ ہوں، جسور علماء کا یہ قول ہے وفیہ دلیل علی ان السنۃ ان یہی الجمار فی غیر یوم الاضحی بعد الزوال و به قال الجمهور (فتح الباری) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد سخت یہ ہے کہ ری جمار زوال کے بعد ہو اور جسور کا یہ فتوی ہے جب امام مارے تم بھی مارو، یہ ہدایت اس لئے فرمائی تاکہ امراء وقت کی مخالفت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے، اگر امراء جور ہوں تو ایسے احکام میں مجبوراً ان کی اطاعت کرنی ہے جیسا کہ نماز کے لئے فرمایا کہ خالم امیر اگر دیر سے پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی ادا کرو اور ان کو نظر قرار دے لو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس دور میں جمیں بن یوسف جیسے سفاک خالم کا زمانہ تھا اس بنا پر آپ نے ایسا فرمایا، نیک عادل امراء کی اطاعت نیک کاموں میں بہر حال فرض ہے اور موجب ثواب ہے اور یہ چیز امراء ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نیک امریں ادنی سے ادنی آدمی کی بھی اطاعت لازم ہے۔ و ان کاں عبدالجیشنا کا یہی مطلب ہے۔

۱۳۴ - بَابُ رَمَّيِ الْجَمَارِ

وَقَالَ جَابِرٌ: رَمَّيَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ
صَحِّيٌّ، وَرَمَّيٌ بَعْدَ ذَلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

١٣٥ - بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

باب رمی جمار وادی کے نشیب سے کرنے کا بیان۔

(۷۳۷) محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انسیں امش نے، انسیں ابراہیم نے اور ان سے عبدالرحمن بن زید نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عثیم نے وادی کے نشیب (بطن وادی) میں کھڑے ہو کر کنکری ماری تو میں نے کہا، اے ابو عبدالرحمن! پچھے لوگ تو وادی کے بالائی علاقے سے کنکریاں مارتے ہیں، اس کا جواب انسوں نے یہ دیا کہ اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معہود نہیں، یہی (بطن وادی) ان کے کھڑے ہونے کی وجہ ہے (رمی کرتے وقت) جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی شیخیم۔ عبداللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ان سے سفیان ثوری نے اور ان سے امش نے یہی حدیث بیان کی۔

باب رمی جمار سات کنکریوں سے کرنا۔ اس کو عبداللہ بن عمر نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۷۳۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عقبہ نے، ان سے ابراہیم تمحی نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جرمہ کبری کے پاس پنج پتوں کو آپ نے بائیں طرف کیا اور منی کو دائیں طرف پھر سات کنکریوں سے رمی کی اور فرمایا کہ جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی صلی اللہ علیہ وسلم انسوں نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ)

١٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ: ((رَمَى عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي)، فَقَلَتْ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ نَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ لُوقَهَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْغَيْرُ، هَذَا مَقَامُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ ﴿٢﴾). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا.

[اطراfe في : ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰].

١٣٦ - باب رمي الجمار بسبع حصا

١٧٤٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَصَبَيَ اللَّهَ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ أَنْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبُرَى جَعَلَ النَّبِيَّ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنْيَ عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى بِسْتَيْ وَقَالَ: هَذَانِ رَمَى الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ ﴿٢﴾)).

[راجع: ۱۷۴۷]

تَسْبِيحٌ حافظ صاحب فرماتے ہیں واستدل بہذا الحدیث علی اشرط رمی الجمارات واحدة واحده لقوله یکر مع کل حصہ و قد قال
صلی اللہ علیہ وسلم خلوا عنی من اسکم و خالف فی ذالک عطا و صاحبہ ابو حیفة فقلالاً لرمی السبع دفعہ واحدة اجزاء
السیع (فتح) یعنی اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ رمی جمرات میں شرط یہ ہے کہ ایک ایک کنکری الگ الگ چیزیں جانے کے بعد ہر
کنکری پر سمجھی کی جائے، آخرست شیخیم نے فرمایا کہ مجھ سے مناکح جیکھو اور آپ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ ہر کنکری پر سمجھی کیا کرتے
تھے۔ مگر عطا اور آپ کے صاحب امام ابو حیفة نے اس کے خلاف کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ سب کنکریوں کا ایک واحد ہی مار دینا کافی ہے۔

(اگر کہیے قول درست نہیں ہے)

باب اس شخص کے متعلق جس نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کیا۔

(۱۷۴۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نجعی نے، ان سے عبدالرحمن بن یزید نے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے دیکھا کہ جمرہ عقبہ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کے وقت آپ نے بیت اللہ کو تو اپنی بائیں طرف اور منی کو دائیں طرف کر لیا پھر فرمایا کہ یہی ان کا بھی مقام تھا جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی یعنی نبی کریم ﷺ سے:

۱۳۷ - بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

۱۷۴۹ - حَدَّثَنَا آدُمُ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحُكْمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ ((أَنَّهُ حَجَّ مَعَ أَبْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَآهُ يَزِيدُ الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبِيعِ حَصَّيَاتٍ، فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنْيَ عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ : هَذَا مَقَامُ الَّذِي أَنْزَلْتَ عَلَيْهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ)). [راجح: ۱۷۴۷]

لشیخ سلطانی نے کہا کہ یہ دسویں تاریخ کی رمی ہے گیارہویں بار ہویں تاریخ کو اوپر سے مارنا چاہیے اور جمرہ عقبہ جس کو آج کل عوام بڑا شیطان کہتے ہیں چار باتوں میں اور جرات سے بترے ہے، ایک تو یہ کہ یوم النحر کو فقط اسی کی رمی ہے دوسرے یہ کہ اس کی رمی چاشت کے وقت ہے، تیسرا یہ کہ نقشبندی میں اس کو مارنا ہے، چوتھے یہ کہ دعا و غیرہ کے لئے اس کے پاس نہیں ٹھہرنا چاہیے اور دوسرے جروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا مستحب ہے۔ جرات کی رمی کرنا یہ اس وقت کی یادگار ہے جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برکانے کے لئے ان مقالمات پر شیطان ظاہر ہوا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قیمت سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان تینوں مقالمات پر بطور نشان پھرلوں کے میثارے سے ہادیے گئے ہیں اور ان ہی پر مقررہ شرائط کے ساتھ کنکریاں مار کر گویا شیطان مردود کو رجم کیا جاتا ہے اور حاجی گویا اس بات کا عمد کرتا ہے کہ وہ شیطان مردود کی مخالفت اور ارشاد اللہ کی اطاعت میں پیش رہے گا اور تا عمر اس یادگار کو فراموش نہ کر کے اپنے آپ کو ملت ابراہیم کا سچا یہ وکار ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ جمرہ عقبہ کو جمرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور یہ جنت مکہ میں منی کی آخری حد پر واقع ہے آپ نے بھرت کے لئے انصار سے اسی جگہ بیعت لی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم اجعله حجا مبروراً و ذنبها مغفوراً لی تھی۔

۱۳۸ - بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَّاءٍ۔

باب اس بیان میں کہ (حاجی کو) ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔

اس کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۱۷۵۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد مصری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے بیان کیا، کما کہ میں نے حاج سے سن۔ وہ منبر پر سورتوں کا یوں نام لے رہا تھا وہ سورہ جس میں

فَالَّذِي أَنْبَأَنَا عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

۱۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ : ((سَيْفُتُ الْحَجَاجَ يَقُولُ عَلَى الْمُنْبِرِ : السُّورَةُ الَّتِي يُدْكَرُ

بقرہ (گائے) کا ذکر آیا ہے، وہ سورہ جس میں آل عمران کا ذکر آیا ہے، وہ سورہ جس میں نساء (عورتوں) کا ذکر آیا ہے، اُمّش نے کہا میں نے اس کا ذکر حضرت ابراہیم نجحیؑ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن زید نے بیان کیا کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وہ ان کے ساتھ تھے اُس وقت وہ وادی کے نیشب میں اتر گئے اور جب درخت کے (جو اس وقت وہاں پر تھا) برابر نیچے اس کے سامنے ہو کر سات کنکریوں سے رمی کی ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس کی کہ جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ ذات بھی کھڑی ہوئی تھی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی۔

لیهَا الْبَقْرَةُ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ، وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهِ النِّسَاءَ.
قَالَ فَلَدَّكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي
عَنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ أَبْنِ
مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ رَأَى جَمْرَةَ
الْعَقْبَةِ، فَاسْتَبَطَنَ الْوَادِيَ، حَتَّى إِذَا حَادَى
بِالشَّجَرَةِ اغْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسْتِيعَ حَصَّيَّاتٍ،
يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَّيَّةٍ، ثُمَّ قَالَ: مِنْ هَذَا
- وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ - قَامَ الَّذِي أَنْزَلَتْ
عَلَيْهِ سُورَةَ الْبَقْرَةِ ﴿٢﴾).

[راجع: ۱۷۴۷]

تشریح معلوم ہوا کہ کنکری جدا جدا مارنی چاہیے اور ہر ایک کے مارتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ روایت میں مجاج بن یوسف کا ذکر ہے کہ وہ سورتوں کے مجوزہ ناموں کا استعمال چوڑ کر اضافی ناموں سے ان کا ذکر کرتا تھا جیسا کہ روایت نہ کور ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نجحیؑ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا کہ وہ سورتوں کے مجوزہ نام ہی لیتے تھے اور یہی ہوتا چاہیے اس بارے میں مجاج کا خیال درست نہ تھا، امت اسلامیہ میں یہ شخص سنگاک بے رحم ظالم کے نام سے مشور ہے کہ اس نے زندگی میں خدا جانے کتنے بے گناہوں کا خون ناٹھ زمین کی گردان پر بیلایا ہے اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے قال ابن المنیر خص عبد اللہ سورة البقرۃ بالذکر لأنها التي ذكر الله فيها الرمی فاشار الى ان فعله صلى الله عليه وسلم مبين لمراد كتاب الله تعالى الخ (فتح الباری) یعنی ابن منیر نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خصوصیت کے ساتھ سورہ بقرہ کا ذکر کر اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ نے رمی کا ذکر فرمایا ہے پس آپ نے اشارہ کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے عمل سے کتاب اللہ کی مراد کی تفسیر پیش کر دی گویا یہ بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں آخر حضرت ﷺ پر احکام ملائک کا نزول ہوا۔ اس میں یہاں تبیہ ہے کہ احکام حج و قعده ہیں جس طرح شارح علیہ السلام نے ان کو بتایا، اسی طرح ان کی ادائیگی لازم ہے کی بیشی کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۹ - بَابُ مَنْ رَأَى جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ
ثُمَّ رَأَى نِسِينَ۔ اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت
کیا ہے۔ (یہ حدیث اُنگلے باب میں آرہی ہے)

۱۴۰ - بَابُ إِذَا رَأَى الْجَمْرَتَيْنِ
يَقُومُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

۱۷۵۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ (۱۷۵۱) میں سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

سے طلح بن سجحی نے بیان کیا، ان سے یونس نے زہری سے بیان کیا، ان سے سالم نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسلے جمرہ کی ری سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کرتے تھے، پھر آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اسی طرح دیر تک کھڑے دنوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، پھر جمرہ وسطیٰ کی ری کرتے، پھر بائیں طرف بڑھتے اور ایک ہموار زمین پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے، یہاں بھی دیر تک کھڑے کھڑے دنوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں کرتے رہتے، اس کے بعد والے نشیب سے جمرہ عقبہ کی ری کرتے اس کے بعد آپ کھڑے نہ ہوتے بلکہ واپس چلے آتے اور فرماتے کہ میں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

حدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَعْيِ حَصَبَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَبَةٍ، ثُمَّ يَقْدِمُ حَتَّى يُسْهَلَ فَيَقُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ، فَيَقُولُ طَوِيلًا، وَيَذْغُوا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشَّمَاءِ فَيَسْتَهْلِكُ وَيَقُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ، فَيَقُولُ طَوِيلًا وَيَذْغُوا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيِّ، وَلَا يَقْفَفُ عِنْهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُولُ : هَذَا رَأْيُ النَّبِيِّ ﷺ يَفْعُلُ)).

[طرفاہ فی : ۱۷۵۲، ۱۷۵۳].

یہ آخری ری گیارہوں تاریخ میں سب سے پہلے ری جمرہ کی ہے یہ جمرہ مسجد خیث سے قریب پڑتا ہے یہاں نہ کھڑا ہونا ہے نہ دعا کرنا، ایسے موقع پر عقل کا داخل نہیں ہے، صرف شارع ﷺ کی ایجائے ضروری ہے۔ ایمان اور اطاعت اسی کا نام ہے جہاں جو کام منقول ہوا ہے وہاں وہی کام سرانجام دیا چاہیے اور اپنی ناقص عقل کا داخل ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

۱۴۱ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَنِ الْجَمْرَتَيْنِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

جموع علماء کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے پاس دعاء مانگنا مستحب ہے، اہن قدماء نے کما کہ میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا مگر امام مالک سے اس کے خلاف منقول ہے قال ابن المنذر لا اعلم احدا انکر رفع اليدين في الدعاء عند الجمرة الا ماحكاها ابن القاسم عن مالك انتهى (فتح)

(۱۷۵۲) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انسوں نے کما کہ مجھ سے میرے بھائی (عبد الحمید) نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شاہ نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پسلے جمرہ کی ری سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کرتے تھے، اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر

۱۷۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَعْيِ حَصَبَيَاتٍ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَبَةٍ، ثُمَّ يَقْدِمُ فَيَسْهَلُ، فَيَقُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقَبْلَةِ فِيَاما

قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر جمرہ و سطیٰ کی روی بھی اسی طرح کرتے اور باسیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے، بہت دیر تک اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کی روی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہر تے نہیں تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ حدیث کی جگہ نقل ہوئی ہے اور اس سے حضرت مجتبی مطلق امام بخاری رض نے بہت سے مسائل کا اخراج فرمایا ہے جو آپ کے تفہیق کی دلیل ہے ان لوگوں پر بے حد افسوس جو ایسے فقیرہ اعظم فاضل کرم امام معظم رض کی شان میں تفہیق کرتے ہوئے آپ کی فقاہت اور درایت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کو محض ہائل مطلق کہہ کر اپنی ناکبھی یا تعصب بالاطن کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض علمائے احتجاف کا رودیہ اس بارے میں انتہائی تکلیف دہ ہے جو محمد شین کرام خصوصاً امام بخاری رض کی شان میں اپنی زبان بے لگام چلا کر خود ائمہ دین مجتہدین کی تفہیق کرتے ہیں۔ امام بخاری رض کو اللہ پاک نے جو مقام عظمت عطا فرمایا ہے وہ ایسی وابستہ تباہی باقوں سے گرایا نہیں جاسکتا ہاں ایسے کو رباطن نام نہاد علماء کی شان وہی ضرور کرو دتا ہے۔

باب دونوں جمروں کے پاس دعا کرنے کے بیان میں

(دونوں جمروں سے جمرہ اولیٰ اور جمرہ و سطیٰ مراد ہیں)

(۵۳۷ء) اور محمد بن بشار نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انسیں یونس نے خبر دی اور انسیں زہری نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی روی کرتے جو منیٰ کی مسجد کے نزدیک ہے تو سات کنکریوں سے روی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کرتے، پھر آگے بڑھتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتے تھے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے پھر جمرہ ٹانیسیہ (سطیٰ) کے پاس آتے یہاں بھی سات کنکریوں سے روی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کرتے، پھر ہمیں طرف نالے کے قریب اتر جاتے اور وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتے رہتے، پھر جمرہ عقبہ کے پاس آتے اور یہاں بھی سات کنکریوں سے روی کرتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کرتے، اس کے بعد واپس ہو جاتے یہاں آپ دعا کے لیے ٹھہر تے نہیں تھے زہری نے کہا کہ میں نے سالم بے ناوہ بھی اسی طرح اپنے والد (ابن

طوبیلا، فَيَذْغُرُ وَيَرْفَعُ يَدِيهِ. ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذَلِكَ، فَيَاخُذُ ذَاتَ الشَّمَاءِ فَيُسْهِلُ، وَيَقْوُمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طوبِلَا: فَيَذْخُرُ وَيَرْفَعُ يَدِيهِ. ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقْفَرُ، وَيَقُولُ: هَذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ يَفْعَلُ). [راجح: ۱۷۵۱]

۱۴۲ - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمَرَاتِ

الْجَمَرَاتِ

۱۷۵۳ - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَمَّانَ بْنَ عَمَّارَ أَنَّ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا رَمَيَ الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلَى مَسْجِدَةً مِنْ يَرْمِيْهَا بِسْتَعِ حَصَّيَاتٍ، يَكْبِرُ كُلُّمَا رَمَى بِحَصَّةٍ، ثُمَّ تَقْدَمُ أَمَانَهَا فَوَقَّفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، رَأَفَعَا يَدَيْهِ يَذْغُرُ، وَكَانَ يُطْبَلُ الْوُؤْفُوفُ. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمَرَةَ الثَّالِثَةَ فَيَرْمِيْهَا بِسْتَعِ حَصَّيَاتٍ، يَكْبِرُ كُلُّمَا رَمَى بِحَصَّةٍ، ثُمَّ يَنْخَدِيرُ ذَاتَ الْبَسَارِ مَعًا يَلِي الْوَادِي، فَيَقْفَرُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَأَفَعَا يَدَيْهِ يَذْغُرُ. ثُمَّ يَأْتِي الْجَمَرَةَ الْآتِيَةَ عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسْتَعِ حَصَّيَاتٍ، يَكْبِرُ عِنْدَ حَصَّةٍ كُلُّ حَصَّةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا

یقِعْ عَنْهَا) قَالَ الزُّفْرِيُّ: سَيِّفَتْ عَمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَبِيلَهُ كَمْ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ حَدَثَ بِيَانَهُ كَمْ حَدَثَتْ مِثْلَهُ هَذَا عَنْ مَالِمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَحْدُثُ مِثْلَهُ كَمْ حَدَثَ عَنْ عَمَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خُودَ بِهِ اسِيَّهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ ابْنُ عَمِرٍ يَفْعُلُهُ.

[راجع: ۱۷۵۱]

لَشِيرَةِ حَلَاظَةِ صَاحِبِ فَرِيَاتِهِ ہیں و فی الحديث مشروعۃ التکبیر عند رمی کل حصہ و قد اجمعوا علی ان من تركه لا يلزمہ شی الا الشوری فقال يطعم و ان جبره بدم احب الى وعلى الرمي بسيع وقد تقدم ما فيه وعلى استقبال القبلة بعد الرمي و القيام طربلا وقد وقع تفسیرہ فيما رواه ابن ابی ثوبان صحيحاً عن عطاء كان ابن عمر يقول عند الجمرين مقدار ما يقرأ سورۃ البقرۃ و فیه الباعد من موضع الرمي عند القيام للدعاء حتى لا يصيّب رمي غيره و فیه مشروعۃ رفع اليدين فی الدعاء و ترك الدعاء و القيام عند جمرة العقبة (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں ہر کنکری کو مارتے وقت بھیگر کئے کیمشروعیت کا ذکر ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا مگر ثوری کہتے ہیں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھائے گا اور اگر دم دے تو زیادہ بہتر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریوں سے ری کرنا مشروع ہے اور وہ بھی ثابت ہوا کہ ری کے بعد قبلہ رخ ہو کر کافی دیر تک کھڑے کھڑے دعا مانگنا بھی مشروع ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض جمیرتین کے نزدیک اتنی دیر تک قیام فرماتے بھتی دیر میں سورۃ بقرۃ ختم کی جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام ری سے ذرا دور ہو کر دعا کے لئے قیام کرنا مشروع ہے آکہ کسی کی کنکری اس کونہ لگ کے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت دعاوں میں ہاتھ اٹھانا بھی مشروع ہے اور یہ بھی کہ جبرا عقبہ کے پاس نہ تو قیام کرنا ہے نہ دعا کرنا وہاں سے کنکریاں مارتے ہی وہاں ہو جانا چاہیے۔

مزید ہدایات: گیارہ ذی الحجہ تک یہ تاریخیں ایام تشریق کمالی ہیں، طواف افاضہ جو دس کو کیا ہے اس کے بعد سے تاریخوں میں منی کے میدان میں مستقل پڑاؤ رکھنا چاہیے۔ یہ دن کھانے پینے کے ہیں، ان میں روزہ رکھنا بھی منع ہے۔ ان دنوں میں ہر روز زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہوں گی جیسا کہ حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہیں قال افضل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من آخر يومه حين صلی الظهر ثم رجع الى منی فمكث بها لیالي ایام التشریق یرمی الجمرة اذا زالت الشمس كل جمرة بسبع حصیات يکبر مع کل حصہ و یقف عند الاولی و الثانية فيطبل القيام و یبتعد و یرمی الثالثة فلا یقف عندها (رواہ ابو داؤد) یعنی نی کرم رض ظہر کی نماز تک طواف افاضہ سے فارغ ہو گئے پھر آپ رض منی واپس تشریف لے گئے اور ایام تشریق میں آپ رض نے منی میں ہی شب کو قیام فرمایا۔ زوال شب کے بعد آپ رض روزانہ ری جمار کرتے ہر جزو پر سات سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری پر نعروہ بھیگر بلند کرتے۔ جزو اولی جزوہ ثانیہ کے پاس بست دیر تک آپ رض قیام فرماتے اور باری تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری فرماتے۔ جزوہ ثالثہ پر کنکری مارتے وقت یہاں قیام نہیں فرماتے تھے۔ پس تیرہ ذی الحجہ کے وقت زوال تک منی میں رہنا ہو گا۔ ان ایام میں بھیگرات بھی پڑھنی ضروری ہیں، کنکریاں بعد نماز ظہر بھی ماری جا سکتی ہیں۔

رمی جمار کیا ہے؟

کنکریاں مارنا، مفاو و مردوہ کی سُی کرنا، یہ عمل ذکر اللہ کو قائم رکھنے کے لیے ہیں جیسا کہ تذی میں حضرت عائشہ رض سے مرفوعاً مروی ہے۔ کنکریاں مارنا شیطان کو رجم کرنا ہے، یہ حضرت ابراہیم رض کی سنت کی پیروی ہے آپ رض جب ملائک جادا کرچے تو جمرہ عقبہ پر آپ رض کے سامنے شیطان آیا آپ رض نے اس پر سات کنکریاں ماریں جس سے وہ نہیں میں دھنسنے لگا۔ پھر جمرہ ثانیہ پر وہ آپ رض کے سامنے آیا

تو آپ نے وہاں بھی سات گنگریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر جرمہ ٹالک پر آپ کے سامنے آیا تو بھی آپ نے سات گنگریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ یہ اسی واقعہ کی یاد کارہیں۔
گنگریاں مارنے سے ملک تین گناہوں میں سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے نیز گنگریاں مارنے والے کے لئے قیامت کے روز وہ گنگری باعث روشنی ہو گی۔ جو گنگریاں باری تعالیٰ کے دربار میں درج قبولیت کو پہنچتی ہیں، وہ وہاں سے انھوں جاتی ہیں اگر یہ بلت نہ ہوتی تو پہاڑوں کے ڈھیر لگ جاتے (مخلوٰۃ جمیع الزراؤم) اب ہر سہ جرات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ لکھی جاتی ہے۔

حرمة اولیٰ

یہ پہلا منارہ ہے جس کو پہلا شیطان کہا جاتا ہے۔ گیارہ تاریخ کو اسی سے گنگریاں مارنی شروع کریں، گنگریاں مارتے وقت قبلہ شریف کو بائیں طرف اور منیٰ دائیں ہاتھ کرنا چاہیے۔ اللہ اکبر کہہ کر ایک ایک گنگری پہنچے تلائے طریقے سے پھیکیں۔ جب ساتوں گنگریاں مار پھیکیں تو قبلہ کی طرف چند قدم بڑھ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح، تحمد و تلیل و تکبیر پکاریں اور خوب دعائیں مانگیں۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اتنی دیر تک بیہلی دعا مانگیں اور ذکر اذکار کریں جتنی دیر سورہ بقرہ کی تلاوت میں لگتی ہے اتنا نہ ہو سکے تو جو کچھ ہو سکے اس کو غیمت جانیں۔

حرمة وسطیٰ

یہ درمیانی منارہ ہے جس طرح حرمة اولیٰ کو گنگریاں ماری تھیں اسی طرح اس کو بھی ماریں اور چند قدم بائیں طرف ہٹ کر نشیب میں قبلہ روکھرے ہو کر مثل سابق کے دعائیں مانگیں اور بعد ترا تلاوت سورہ بقرہ کے حمد و ثناء اللہی میں مشغول رہیں۔ (بخاری)

حرمة عقبیٰ

یہ منارہ بیت اللہ کی جانب ہے اس کو بڑے شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کو بھی اسی طرح گنگریاں ماریں۔ ہاں اس کو گنگریاں مار کر بیہلی ٹھہرنا نہیں چاہیے اور نہ یہاں ذکر اذکار اور دعائیں ہونی چاہیں۔ (بخاری)
یہ تیرہ ذی الحجه کے زوال تک کا پروگرام ہے یعنی ۳۰ کی زوال تک منیٰ میں رہ کر روزانہ وقت مقررہ پر ری جمار کرنا چاہیے ہاں ضرورت مندوں مثلاً اوتھ چرانے والوں اور آب زرم کے خادموں اور ضروری کام کاچ کرنے والوں کے لئے اجازت ہے کہ گیارہ تاریخ ہی کو گیارہ کے ساتھ بارہ تاریخ کی بھی اکٹھی چودہ گنگریاں مار کر چلے جائیں، پھر تجوہ کو تیوہ کی گنگریاں مار کر منیٰ سے رخصت ہوں گا ہاں یہی اگر کوئی بارہ ہی کو ۱۲ کی بھی مار کر منیٰ سے رخصت ہو جائے تو درجہ جواز میں ہے مگر بہتر نہیں ہے۔ دوران قیام منیٰ میں نماز باجماعت سمجھ نیت میں ادا کرنی چاہیے۔ ہملاں نماز جمع نہیں کر سکتے ہاں قصر کر سکتے ہیں۔

جمروں کے پاس والی مسجدوں کی داعلی اور ان کا طواف کرنا بادعت ہے، منیٰ سے تیر جوہیں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو گنگریاں مار کر کہ شریف کو واپسی ہے، گنگریاں مارتے ہوئے سیدھے وادی حصہ کو چلے جائیں یہ کہ شریف کے قریب ایک کھلی ہے جو ایک گنگریزہ زمین ہے حصیب انٹھ اور بلحاء اور نیعت بنی کنانہ بھی اسی کے نام ہیں، یہاں اٹر کر نماز عکر، مصر، مغرب اور عشاء ادا کریں اور سورہ ہیں۔ صبح سوریے کہ شریف میں ۱۷ کی جگرے کے بعد داخل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا اگر کوئی اس وادی میں نہ ٹھرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، مگر سنت سے محروم رہے گی یہاں ٹھہرنا اور کانج میں سے نہیں ہے بلکہ ہماری کوشش بیشہ یہ ہونی چاہیے جہاں تک ہو سکے سنت ترک نہ ہو، جیسا کہ ایک شاعر سنت فرماتے ہیں
ملک سنت پر اے سالک چلا جا بے دھڑک جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سرک

باب ری جمار کے بعد خوشبوگانہ اور طوافِ الزيارة سے پسلے سرمنڈانا

امام بخاری نے باب کی حدیث سے یہ مضمون اس طرح پر نکلا کہ دوسری روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپؐ جب مزادغہ سے لوٹے تو حضرت عائشہؓ اپ کے ساتھ نہ تھیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ جوہ عقبہ کی روی تک سوار رہے۔ پس لا محلہ انہوں نے روی کے بعد آپؐ کے خوشبوگانہ ہو گئی۔ جسمور علماء کا یہی قول ہے کہ روی اور حلق کے بعد خوشبو وغیرہ اور سلے ہوئے کپڑے درست ہو جاتے ہیں صرف عورتوں سے محبت کرنا درست نہیں ہوتا، طوافِ الزيارة کے بعد وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔ یہی نے یہ مضمون مرفوعاً روایت کیا ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے اور نسلی کی حدیث یوں ہے اذار میم الحمرا ف قد حل لكم الا النساء یعنی جب تم جوہ عقبہ کی روی سے فارغ ہو گئے گواب عورتوں کے سوا ہر چیز تمہارے لئے حلال ہو گئی۔

۱۷۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ القَاسِمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ - وَكَانَ أَفْضَلُ أَهْلِ زَمَانِهِ - يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((طَبِيتُ رَسُولَ اللَّهِ يَبْدِئُ هَاتَيْنِ حِينَ أَخْرَمَ، وَلِحَلَّهِ حِينَ أَخْلَقَ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ. وَبَسْطَتْ يَدَيْهَا)).

(۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن قاسم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے، جب آپؐ نے احرام باندھنا چاہا، خوشبوگانی تھی اس طرح احرام کھولتے وقت بھی جب آپؐ نے طوافِ الزيارة سے پسلے احرام کھولنا چاہا تھا (آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر خوشبوگانے کی کیفیت تھی)

[راجح: ۱۵۳۹]

باب طواف وداع کا بیان

اس کو طوافِ الصدر بھی کہتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک یہ طواف واجب ہے اور امام مالک وغیرہ اس کو سنت کہتے ہیں مگر صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جیف نواس کے عذر سے اس کا ترک کرونا اور وطن کو چلے جانا جائز ہے۔

۱۷۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَمْرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونُ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْيَتِيمِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفْفَ عَنِ الْحَالِضِ)). [راجح: ۳۲۹]

کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا نوئی حائفہ اور نساء عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ جیف اور نواس کا خون بند ہونے تک انتفار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب ان کو نبی کرم ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس ملک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عالم دستور العمل یعنی تو تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے ملک سے رجوع کر لیا کرتے تھے، نہ جیسا کہ بعد کے مقلدین

کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا نوئی حائفہ اور نساء عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ جیف اور نواس کا خون بند ہونے تک انتفار کریں اور پاک ہونے پر طواف وداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب ان کو نبی کرم ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس ملک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عالم دستور العمل یعنی تو تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے ملک سے رجوع کر لیا کرتے تھے، نہ جیسا کہ مقلدین

جادین کا دستور بن گیا ہے کہ حدیث صحیح جوان کے مزعمہ ملک کے خلاف ہوا سے بڑی بے باکی کے ساتھ روکر دیتے ہیں اور اپنے مزعمہ امام کے قول کو ہر حالت میں ترجیح دیتے ہیں۔ آئیت کریمہ ((إِنَّهُمْ أَخْبَارُهُمْ وَرَدْهُمْ أَنْذَلَهُمْ مِنْ ذُنُوبِهِمْ)) (التجہیز: ۳۱) کے مصدق در حقیقت یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم نے فرمایا ہے کہ احادیث صحیح کو روکر کے اپنے امام کے قول کو ترجیح دینے والے اس دن کیا جواب دیں گے جس دن دربارِ الٰہی میں پیش ہوگی۔ (جعۃ اللہ البالغہ)

1756 - حَدَّثَنَا أَصْيَحُ بْنُ الْفَرَّاجَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرُو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ قَنَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْفَرَبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ رَأَقَ رَفْدَةَ بِالْمَحَصْبَ، ثُمَّ رَأَكَ إِلَى الْأَيْتَ فَطَافَ بِهِ)). تَابِعُهُ الْأَئِمَّةُ حَدَّثُنِي خَالِدٌ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَنَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفة فی : ۱۷۶۴]

باب اگر طوافِ افاضہ کے بعد عورت حاضر ہو جائے؟

(۱۷۵۷) اہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہمیں امام مالک نے خردی، انہیں عبد الرحمن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ صفیہ بنت حبیبہ (جعۃ الوداع کے موقع پر) حاضر ہو گئی تو میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تو یہ ہمیں روکیں گی، لوگوں نے کماکہ انہوں نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ پھر کوئی فکر نہیں۔

لشیخ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک روایت میں پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے صحبت کرنی چاہی تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ طوافِ الزيارة کر چکی ہیں، جیسے اس روایت سے لکھا ہے تو پھر آپؓ نے ان سے صحبت کرنے کا راہ کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ صحبت کا اقصد کرتے وقت یہ سمجھے ہوں گے کہ اور یوں کے ساتھ وہ بھی طوافِ الزيارة کر چکی ہیں کیونکہ آپؓ نے سب یوں کو طواف کا اذن دیا تھا اور پلتے وقت

۱۴۵ - بَابُ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

1757 - حَدَّثَنَا عَنْهُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْفَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَالِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَبِّيْرَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، حَاضَتْ فَلَذَّكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: (أَحَابَسْتَهَا هِيَ؟)) قَالُوا: إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، قَالَ: (فَلَا إِذَا)). [راجح: ۲۹۴]

آپؐ کو اس کا خیال نہ رہا یا آپؐ کو یہ خیال آیا کہ شاید طوافِ الیارہ سے پہلے ان کو حیض آیا تھا اُنہوں نے طوافِ الیارہ بھی نہیں کیا۔ (وحیدی) بہر حال اس صورت میں ہر دو احادیث میں تطہیق ہو جاتی ہے، احادیث صحیح مختلفہ میں باب صورت تطہیق و نبایع مناسب ہے نہ کہ ان کو رد کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ آج کل مذکورین احادیث دستور سے اپنی ناقص عقل کے تحت احادیث کو پرکشنا چاہئے ہیں ان کی عقولوں پر خدا کی مار ہو کر یہ کلام رسول ﷺ کی گمراہیوں کو سمجھنے سے اپنے کو قادر پا کر ضلالت و غواہت کا یہ خطرناک راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس نہک و شہر کے لئے ایک ذرہ برابر بھی مجنعاً نہیں ہے کہ احادیث صحیح کا انکار کرنا، قرآن مجید کا انکار کرنا ہے، بلکہ اسلام اور اس جامع شریعت کا بعد مذکورین حدیث کو اگر دائرہ اسلام اور روزمرہ الٰی ایمان سے قطعاً خارج قرار دیا جائے تو یہ فیصلہ میں حق بجا تھے۔ واللہ علیٰ مانقول و کیل۔

(۱۷۵۸) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عمرہ نے کہ مدینہ کے لوگوں نے این عباس بن عبد اللہ سے ایک عورت کے متعلق پوچھا کہ جو طواف کرنے کے بعد حاضر ہو گئی تھیں، آپؐ نے انسیں بتایا کہ (انہیں ٹھرنس کی ضرورت نہیں بلکہ) چلی جائیں۔ لیکن پوچھنے والوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے کہ آپؐ کی بات پر عمل تو کریں اور زید بن ثابت بن عوف کی بات چھوڑ دیں، این عباس بن عوف نے فرمایا کہ جب تم مدینہ ہنچ جاؤ تو یہ مسئلہ وہاں (اکابر صحابہؓ سے) پوچھنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو پوچھا، جن اکابر سے پوچھا گیا تھا ان میں ام سلیم بن عوف بھی تھیں اور انہوں نے (ان کے جواب میں وہی) صفیہؓ کی حدیث بیان کی اس حدیث کو خالد اور قادہ نے بھی عمرہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۷۶۰) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ عورت کو اس کی اجازت ہے کہ اگر وہ طواف افاضہ (طوافِ زیارت) کر سکیں ہو اور پھر (طواف وداع سے پہلے) حیض آجائے تو (اپنے گھر) واپس چلی جائے۔

(۱۷۶۱) کامیں نے ابن عمر کو کہتے سنا کہ اس عورت کے لئے واپس نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان سے نا آپؐ فرماتے تھے کہ نبی کرم ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

اسکی مذکور عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے، اور وہ اس کے بغیر اپنے وطن لوٹ سکتی ہیں۔

(۱۷۶۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابو عوانہ نے

حدَّثَنَا حَمَادَةَ عَنْ أَيُوبَ عَنْ عِكْرَمَةَ (أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ، قَالَ لَهُمْ: تَنْفِرُ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدْعُ قَوْلَ زَيْدٍ، قَالَ: إِذَا قَدِيمْنَا الْمَدِينَةَ فَاسْأَلُوا، فَقَبِيلُوْا الْمَدِينَةَ فَسَأَلُوا، فَكَانَ فِيهِنَّ سَأَلُوا أُمُّ سَلَيْمَ، فَلَذَّكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيفَةَ) رَوَاهُ حَالِدٌ وَقَنَادَةُ عَنْ عِكْرَمَةَ

۱۷۶۰ - حدَّثَنَا مُسْلِمٌ حدَّثَنَا وَهِبَّةً حدَّثَنَا أَبْنُ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَجُلٌ خَصَّ لِلْحَاجَاتِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ)). [راجح: ۳۲۹]

۱۷۶۱ - قَالَ: وَسَمِعْتُ أَبْنَ عَمَّرَ يَقُولُ: إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ خَصَّ لَهُنَّ. [راجح: ۳۳۰]

۱۷۶۲ - حدَّثَنَا أَبْنُ عَبَّاسٍ حدَّثَنَا أَبْنُ

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے اہم ایتم غنی نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کرم ﷺ کے ساتھ نکلے، ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ پھر جب نبی کرم ﷺ (کہ) پہنچے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف اور منازل مرودہ کی سی کی، لیکن آپ نے احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ کے ساتھ قربانی تھی آپ کے ساتھ آپ کی یہوں نے اور دیگر اصحاب نے بھی طواف کیا اور جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی انہوں نے (اس طواف و سی کے بعد) احرام کھول دیا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حافظہ ہو گئی تھیں، سب نے اپنے حج کے تمام مناسک ادا کر لئے تھے، پھر جب لیلۃ الحصبة لیلۃ النفر قالت: یا رسول اللہ کُلُّ امْنَحَاكُلَّ يَرْجِعُ بِحَجَّ وَغَمْرَةٍ غَيْرَهُ۔ قال: ((ما كُنْتَ تَطْوِي فِي بَأْيَتِ لَيَالِي قَدِيمَنَا؟)) قلت: لا۔ قال: ((فَأَخْرُجِي مَعَ أَخْيُوكَ إِلَى التَّعْبِيْمِ فَأَهْلِي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكَ مَكَانٌ كَذَا وَكَذَا)). فَخَرَجَتْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّعْبِيْمِ فَأَفْلَتَتْ بِعُمْرَةً، وَخَاطَتْ صَيْفَيْةَ بَنْتَ حَمْيَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَفْرَى حَلْقَى، إِنَّكَ لَحَابِسَتَنَا أَمَا كُنْتِ طَفتَ يَوْمَ النَّعْرِ؟)) قالت: بلى، قال: ((فَلَا يَأْسَ أَنْفِرِي)). فَلَقِيَتْ مُضْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَطَةُ، أَوْ أَنَا مُضْعِدَةُ وَهُوَ مُنْهَطِ)). قال مُسْدَدًا (قلت: لا)). تَابَقَةَ حَرْفَةَ عَنْ مُنْصُورِ فِي قَوْلِهِ ((لا)). [راجع: ۲۹۴]

عوانہ عن منصور عن ابراهیم عن الأسود عن عائشة رضی اللہ عنہما قالت: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَقَدِيمُ النَّبِيِّ ﷺ لَطَافٌ بِأَيْتِ وَتَبَيْنِ الصَّفَا وَالْمَرْأَةِ وَلَمْ يَحْلِ، وَكَانَ مَعَهُ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ بَنَائِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَخَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَذَنِي، فَخَاطَتْ هِيَ، فَسَكَنَتْ مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجَّنَا. فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصَبَةِ لِلَّيْلَةِ النَّفْرِ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كُلُّ أَمْنَحَاكُلَّ يَرْجِعُ بِحَجَّ وَغَمْرَةٍ غَيْرَهُ۔ قَالَ: ((مَا كُنْتَ تَطْوِي فِي بَأْيَتِ لَيَالِي قَدِيمَنَا؟)) قَلَتْ: لَا۔ قَالَ: ((فَأَخْرُجِي مَعَ أَخْيُوكَ إِلَى التَّعْبِيْمِ فَأَهْلِي بِعُمْرَةٍ، وَمَوْعِدُكَ مَكَانٌ كَذَا وَكَذَا)). فَخَرَجَتْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّعْبِيْمِ فَأَفْلَتَتْ بِعُمْرَةً، وَخَاطَتْ صَيْفَيْةَ بَنْتَ حَمْيَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَفْرَى حَلْقَى، إِنَّكَ لَحَابِسَتَنَا أَمَا كُنْتِ طَفتَ يَوْمَ النَّعْرِ؟)) قَالَتْ: بلى، قال: ((فَلَا يَأْسَ أَنْفِرِي)). فَلَقِيَتْ مُضْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَطَةُ، أَوْ أَنَا مُضْعِدَةُ وَهُوَ مُنْهَطِ)). قال مُسْدَدًا (قلت: لا)). تَابَقَةَ حَرْفَةَ عَنْ مُنْصُورِ فِي قَوْلِهِ ((لا)). [راجع: ۲۹۴]

عقری کے لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا ترجمہ سرمنڈی ہے یہ الفاظ آپ نے محبت میں استعمال فرمائے، معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر ایسے لفظوں میں خطاب کرنا جائز ہے۔

باب اس سے متعلق جس نے روانگی کے دن عصر کی نماز ابطح میں پڑھی۔

(۱۷۶۳) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن رفع نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک بن شہر سے پوچھا، مجھے وہ حدیث بتائی ہے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ سے یاد ہو کہ انہوں نے آٹھویں ذی الحجه کے دن ظہر کی نماز کمل پڑھی تھی، انہوں نے کہا متنی میں، میں نے پوچھا اور روانگی کے دن عصر کمل پڑھی تھی انہوں نے فرمایا کہ ابطح میں اور تم اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حاکم لوگ کرتے ہوں۔ (تاکہ فتنہ واقع نہ ہو)

(۱۷۶۴) ہم سے عبدال تعالیٰ بن طالب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور تھوڑی دیر کے لئے محسب میں سور ہے، پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہو کر گئے اور طواف کیا۔ (یہاں طواف الزیارتہ مراد ہے)

۱۴۶ - بَابُ مِنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

(۱۷۶۴) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّهَّى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ التَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْغَفِيرِ بْنِ رَقِيمٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ: أَخْبَرْتِنِي بِشَيْءٍ عَقْلَتِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظَّهَرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِسِمْنِي. قَلَّتْ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، أَفْعَلَ كَمَا يَنْفَعُ أَمْرَأَكَ)). [راجح: ۱۶۰۳]

(۱۷۶۵) - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَّهَّى بْنُ طَالِبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرْتِنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ صَلَّى الظَّهَرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْمَشْاءَ وَرَقَدَ رَقَدَ بِالْمُحَصَّبِ، ثُمَّ رَسَّكَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ)). [راجح: ۱۷۵۶]

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

امْرٌ عَلَى	الْدِيَارِ	دِيَارٍ	لِيلِيٍّ
وَ مَا حَبَّ	الْدِيَارِ	شَفْنَ	قَلْبِيٍّ
أَفْبَلَ ذَا	جَدَارَ	وَ ذَا	الْحَدَارَا
وَ لَكَنْ حَبَّ	مِنْ	سَكْنَ	الْدِيَارَا

باب وادی محصب کا بیان

۱۴۷ - بَابُ الْمُحَصَّبِ

محصب ایک کھلا میدان کہ اور متنی کے درمیان واقع ہے اس کو ابطح اور بطا اور خیث بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

(۱۷۶۵) - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْيَمَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آخرت میں من سے کوچ کر کے یہی محب میں اس لئے اترے تھے تاکہ آسمانی کے ساتھ مدینہ کو نکل سکیں۔ آپؐ کی مراد الحجہ میں اترنے سے تھی۔

(۱۷۶۶) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبیین نے بیان کیا، ان سے عمرو نے عطاء بن ابی براح سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ محب میں اتنا حج کی کوئی عبادت نہیں ہے، یہ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے قیام کی جگہ تھی۔

محب میں تمہارا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپؐ وہاں آرام کے لئے اس خیال سے کہ مدینہ کی روائی وہاں سے آسان ہو گئے تھے چنانچہ عصرِ دعویٰ اور حضرت عمر بن الخطابؓ بھی وہاں تمہرا کرتے تھے۔

بابِ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی میں قیام کرنا اور مکہ سے واپسی میں ذی الحیفہ کے کنکریلے میدان میں قیام کرنا۔

(۱۷۶۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے موئی بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جاتے وقت ذی طوی کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان رات گذارتے تھے اور پھر اس پہاڑی سے ہو کر گذرتے جو مکہ کے اوپر کی طرف ہے اور جب مکہ میں حج یا عمرہ کا حرام پاندھے آتے تو اپنی اوپنی مسجد کے دروازہ پر لا کر بھٹاتے پھر جراسود کے پاس آتے اور یہیں سے طواف شروع کرتے، طواف سات چکروں میں ختم ہو جس کے شروع میں رمل کرتے اور چار میں معقول کے مطابق چلتے، طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے پھر ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا اور مروہ کی دوڑ کرتے۔ جب حج یا عمرہ کر کے مدینہ واپس ہوتے تو ذوالحیفہ کے میدان میں سواری بھاتتے، جمال نبی کشم میں بھی (مکہ سے مدینہ

عنہما فَالْهُ : (إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلَةُ نَبْرَلَةِ النَّبِيِّ لِيَكُونَ أَسْنَحَ لِغُرُوجِهِ) یعنی بالاًبطح.

۱۷۶۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ قَالَ عَمِرُوا عَنْ عَطَاءِ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : (لَيْسَ التَّخْصِيصُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلَةُ نَبْرَلَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ).

محب میں تمہارا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپؐ وہاں آرام کے لئے اس خیال سے کہ مدینہ کی روائی وہاں سے آسان ہو گئے تھے چنانچہ عصرِ دعویٰ اور حضرت عمر بن الخطابؓ بھی وہاں تمہرا کرتے تھے۔

۱۴۸ - بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُورِ قَبْلَ أَنْ يَذْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

۱۷۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْلَبِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَفْقَةَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ أَبْنَ عَمِرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْيَسُ بِذِي طُورِ ثَبَّنَ الشَّبَّيْنِ، ثُمَّ يَذْخُلُ مِنْ الْبَيْهِيَّةِ الَّتِي يَأْغْلِي مَكَّةَ). وَكَانَ يَذْخُلُ مِنْ الْبَيْهِيَّةِ الَّتِي يَأْغْلِي مَكَّةَ. إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًا أَوْ مُفْتَهِرًا لَمْ يَنْجُ نَاقَةَ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَذْخُلُ فِيَّا تِي الرُّمْكَنَ الْأَسْوَدَ فَيَنْدِدُ بِهِ، ثُمَّ يَطُوفُ سَيْقاً: فَلَأَتَا سَيْقاً، وَأَرْتَهَا مَشِيَا. ثُمَّ يَنْصَرِفُ فِيَّا تِي سَجَدَتِينِ، ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْأَةِ. وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجَّ أَوْ

واپس ہوتے ہوئے اپنی سواری بھایا کرتے تھے۔

الْعَمَرَةُ آنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ أَتَيْ بِدِي الْحَلَيْفَةِ
الْقُوَّةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَيِّنُ بِهَا)).

[راجح: ۴۹۱]

(۶۸) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ عبد اللہ سے محض کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے محض میں قیام فرمایا تھا۔

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محض میں عمر اور عصر پڑھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے مغرب (پڑھنے کا بھی) ذکر کیا، خالد نے بیان کیا کہ عشاء میں مجھے کوئی لٹک نہیں۔ اس کے پڑھنے کا ذکر ضرور کیا پھر تقویٰ دیر کے لئے وہاں سو رہتے تھے کیم کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا یہی مذکور ہے۔

باب اس سے متعلق جس نے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے
ذی طوی میں قیام کیا

(۶۹) اور محمد بن عیسیٰ نے کما کہ ہم سے حادی بن سلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے مکہ آتے تو ذی طوی میں رات گزارتے اور جب صبح ہوتی تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اسی طرح مکہ سے واپسی میں بھی ذی طوی سے گزرتے اور وہیں رات گزارتے اور فرماتے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

آج کل یہ مقام شری آبادی میں آگیا ہے الحدود ۵۲ کے سفرج میں بدل حصل کرنے کا موقعہ ملا (قا) والحمد للہ علی ذلك
باب زمانہ حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کا بیان۔

۱۷۶۸ - حَدَّثَنَا عَنْدُهُ اللَّهُ بْنُ عَنْدِ
الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ:
سَيْلُ عَيْنِهِ اللَّهُ عَنِ الْمُحَصَّبِ، فَحَدَّثَنَا
عَيْنِهِ اللَّهُ عَنْ نَالِعَ قَالَ: ((نَزَلَ بِهَا رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ)).

وَعَنْ نَالِعَ: ((إِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا - يَغْنِي الْمُحَصَّبَ
- الظَّهَرَ وَالْعَمَرَ - أَخْسِبَهُ قَالَ:
وَالْمَغْرِبَ - قَالَ خَالِدٌ: لَا أَشْكُ لِي
الْعِشَاءَ، وَيَهْجُعُ هَجْعَةً، وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ)).

۱۴۹ - بَابُ مَنْ نَزَلَ بِدِي طَوَى

إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

۱۷۶۹ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا
حَمَادَةُ عَنْ أَبِيهِبَ عَنْ نَالِعَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((إِنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ
بَاهَاتِ بِدِي طَوَى، حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ ذَهَنَ،
وَإِذَا نَفَرَ مِنْ بِدِي طَوَى وَبَاهَاتِ بِهَا حَتَّى
يُصْبِحَ، وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ
يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجح: ۴۹۱]

۱۵۰ - بَابُ التَّجَارَةِ أَيَّامُ الْمَوْسِمِ
وَالْيَتَعِيفُ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

(۷۷) اہم سے علی بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریر نے خبر دی، ان سے عمرو بن زیبار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ذوالجائز اور عکاظ عمد جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو گویا لوگوں نے (جاہلیت کے ان بازاروں میں) خرید و فروخت کو برآ خیال کیا اس پر (سورہ بقرۃ کی) یہ آیت نازل ہوئی ”تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو، یہ حج کے زمانہ کے لیے تھا۔

۱۷۷۰ - حدثنا عثمان بن أبي هاشم أخبرنا ابن حجر العسقلاني قال عمزه بن دينار قال ابن عباس رضي الله عنهما ((كان ذو المجاز وعكاظ منتجرا الناس في الجاهلية، فلما جاء الإسلام كانهم كرها ذلك حتى نزلت [البقرة : ۱۹۸] ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبَغُوا لِفَضْلِهِ مَنْ رَبِّكُمْ﴾ في مواسم الحج)).

[اطرافہ فی : ۲۰۵۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹].

جاہلیت کے زمانہ میں چار منڈیاں مشور تھیں عکاظ، ذوالجائز، مجدد اور جاہلیہ، اسلام کے بعد بس حج کے دنوں میں ان منڈیوں میں خرید و فروخت اور تجارت جائز رہی۔ اللہ نے خود قرآن شریف میں اس کا جواز اشارہ ہے کہ تجارت کے ذریعے نعم مصلح کرنے کو اپنا فضل قرار دیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ تجارت کرتا اسلاف کا ہترین فضل تھا جس کے ذریعہ وہ اطراف عالم میں پہنچے، مگر انہوں کو اب مسلمانوں نے اس سے توجہ ہٹائی جس کا نتیجہ افلوس و ذلت کی شکل میں ظاہر ہے۔

باب (آرام کر لینے کے بعد) وادیِ محصب سے آخری رات میں چل دینا۔

(۷۷) اہم سے عمرو بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے امشن نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نجھی نے بیان کیا، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مکہ سے روانگی کی رات صرفیہ ریتیخالائفہ تھیں، انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے میں ان لوگوں کے روکنے کا باعث بن جاؤں گی پھر نی کرم میثیم نے کماعتی حلی کیا تو نے قربانی کے دن طوافِ الزيارة کیا تھا؟ اس نے کہا کہ مجی ہاں کر لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ پھر چلو۔

(۷۷) ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا، گھر بن سلام نے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے حاضر نے بیان کیا، ان سے امشن نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نجھی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ میثیم کے ساتھ (جتہ الوداع) میں مدینہ سے نکلے تو ہماری زبانوں پر صرف حج کا ذکر تھا۔ جب ہم مکہ پہنچ

۱۵۱ - بابُ الْأَدْلَاجِ مِنْ الْمُحَصَّبِ

۱۷۷۱ - حدثنا عمر بن حفصٌ حدثنا أبي حدثنا الأعمش حدثني إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: ((حضرت صفيه ليلة النفر فقالت: ما أراني إلا حابستكم. قال النبي ﷺ: ((عفري خلقى أطافت يوم النحر؟)) فقل: نعم. قال ((فأفيفري)). [راجع: ۲۹۴]

۱۷۷۲ - قال أبو عبد الله: وزادني محمد حدثنا معاشر قاتل: حدثنا الأعمش عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قاتل: ((خرجنَا مع رسول الله ﷺ لا نذكر إلا الحج،

گئے تو آپ نے ہمیں احرام کھول دینے کا حکم دیا (افعال عمرہ کے بعد جن کے ساتھ قربانی نہیں تھی) رواجگی کی رات صفیہ بنت حبیبہؓ حافظہ ہو گئیں، آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا عقیری، حلقی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیں روکنے کا باعث بونگی، پھر آپ نے پوچھا کیا قربانی کے دن تم نے طوافِ ایکارہ کر لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر حلی چلو! (عاشرہ ہجتیہؓ اپنے متعلق کہا کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے احرام نہیں کھولا ہے آپ نے فرمایا کہ تم شیعیم سے عمرہ کا احرام باندھ لو (اور عمرہ کرو) چنانچہ عاشرہ ہجتیہؓ کے ساتھ ان کے بھائی گئے (عاشرہ ہجتیہؓ فرمایا کہ ہم رات کے آخر میں واپس لوٹ رہے تھے کہ آپ سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا تھا کہ ہم تمہارا انتظار فلاں جگہ کریں گے۔

معلوم ہوا کہ محض سے آخر رات میں کوچ کرنا مستحب ہے۔ عقریؓ کا لفظی ترجمہ بانجھ اور حلقی کا سرمنڈی، آپ نے از راہ محبت یہ لٹا استعمال فرمائے جیسا کہ دیا کرتے ہیں سرمنڈی یہ بول چال کا عام محدودہ ہے۔ یہ حدیث بھی ہمت سے فائدہ پر مشتمل ہے، خاص طور پر صنف نازک کے لئے تغیری اسلامؓ کے قلب مبارک میں کس قدر رافت اور رحمت تھی کہ آپ نے ام المؤمنین حضرت عاشرہ ہجتیہؓ کی ذرا سی دل ٹھنکی بھی گوارا نہیں فرمائی بلکہ ان کی دل جوئی کے لیے ان کو شیعیم جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا اور ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو ساتھ کر دیا، جس سے ظاہر ہے کہ صنف نازک کو تما جھوڑنا مناسب نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ بہر حال کوئی ذمہ دار گران ہونا ضروری ہے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے حافظہ ہجتیہؓ کے حافظہ ہو جانے کی خبر سن کر آپ نے از راہ محبت ان کے لیے عقری حلقی کے الفاظ استعمال فرمائے اس سے بھی صنف نازک کے لیے آپ کی شفقت ہجتیہ ہے، نیزہ بھی کہ مفتی حضرات کو اسوہ حستہ کی پیروی ضروری ہے کہ حدود شرعیہ میں ہر ممکن زیٰ اختیار کرنا اسوہ نبوت ہے۔

۲۶۔ گھاپِ العمرہ

کتاب عمرہ کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضیلت

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (صاحب استطاعت) پرج اور عمرہ واجب ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں عمروج کے ساتھ آیا ہے ”اور پورا کروج اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔“

وفضیلہ

وقالَ أَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَغَلَبَهُ حَجَّةُ وَعُمْرَةُ. وَقَالَ أَنْ عَبَّاسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهَا لِقَرْنَيْتَهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: «وَأَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ» [آل بقرة: ۱۹۶].

کعبہ شریف کی مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کرتا اسے عمرہ کہتے ہیں، عمرہ سال بھر میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے، ہل چند دنوں میں منع ہے جن کا ذکر ہو چکا ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ عمرہ عمر بھر میں ایک وفہ واجب ہے، بعض لوگ صرف مستحب مانتے ہیں۔
 (۳۷۸) ۱۷۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيْ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّهْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجَّ الْمُبَرُّوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَاحُ)).

اللہ پاک نے قرآن مجید میں اور رسول کرم ﷺ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں حج کے ساتھ عمرہ کا ذکر فرمایا ہے، جس سے عمرہ کا وجوب ثابت ہوا، یعنی امام مخاری جعلیہ تلاٹا چاہتے ہیں آپ نے عمرہ کا وجوب آئیت اور حدیث ہر دو سے ثابت فرمایا، حج مبرور وہ جس میں از ابتداء تا انتفاء تیکیاں ہی تیکیاں ہوں اور آداب حج کو پورے طور پر نجیباً جائے ایسا حج یقیناً دخل جنت کا موجب ہے۔ اللہم ارزقناہ (امین)

باب اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا۔
 (۳۷۸) ۱۷۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرْجِيَّجَ ((أَنَّ عَكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ أَبْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجَّ فَقَالَ: لَا يَبْأَسُ. قَالَ عَكْرِمَةَ قَالَ أَبْنُ عُمَرَ: اغْتَمِرْ النَّبِيَّ قَبْلَ أَنْ يَحْجُجَ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ أَبْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَكْرِمَةَ بْنَ

جیسا سے پوچھا ہر کی حدیث بیان کی۔
ہم سے عمرو بن علی فلاں نے بیان کیا، ان سے ابو عاصم نے بیان کیا،
انہیں ابن جریح نے خبر دی، ان سے عکرمہ بن خالد (سَلَّتُ)
میں نے ابن عمر جیسا سے پوچھا ہر کی حدیث بیان کی۔

خالد (سَلَّتُ ابْنَ عُمَرَ . مِنْهُ). حَدَّثَنَا
عُمَرُو بْنُ عَلَيْ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا
ابْنُ جَرِيْحَ قَالَ عِكْرَمَةُ بْنُ خَالِدٍ (سَلَّتُ
ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا . مِنْهُ).

حضرت عبداللہ بن مبارک مروی ہیں۔ بنی حظله کے آزاد کردہ ہیں، ہشام بن عروہ، امام مالک، ثوری، شعبہ اور اوذائی اور ان کے ماسوا بہت سے لوگوں سے حدیث کو سنائی اور ان سے سفیان بن عیینہ اور سعید بن عین وغیرہ روایت کرتے ہیں، ان علماء میں سے ہیں جن کو قرآن مجید میں علمائے ربانی سے یاد کیا گیا ہے، اپنے زمانہ کے امام اور پختہ کار فقیہ اور حافظ حدیث تھے، ساتھ ہی زاہد کامل اور قاتل فخری اور اخلاق فاضل کے مجسم تھے، اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ روزے زمین پر ان کے زمانہ میں کوئی ان جیسا باخدا عالم مسلمانوں میں نہ تھا۔ خیر کی کوئی ایسی خصلت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ بخشی ہو، ان کے شاگردوں کی بھی کثیر تعداد ہے عرصہ تک بقداد میں درس حدیث دیا۔ ان کا سال پیدائش ۱۸۱ھ ہے اور وفات پائی، اللہ پاک فردوں بیس میں آپ کے بہترین مقالات میں اضافہ فرمائے اور ہم کو ایسے بزرگوں کے ساتھ منصور کرے، آمین۔ صد افسوس کہ آج ایسے بزرگوں اور باخدا حضرات سے امت محروم ہے، کاش! اللہ پاک پھرایے بزرگ پیدا کرے اور امت کو پھرایے بزرگوں کے علوم سے نور اریقان عطا کرے آمین۔

۳۔ بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ؟

کسی روایت میں چار عمرے ذکور ہیں، کسی میں دو ان میں جمع یوں کیا ہے کہ اخیر کی روایت میں وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا، اسی طرح وہ عمرو جس سے آپ رود کے گھے تھے شمار نہیں کیا۔ سعید بن منصور نے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے تمیں عمرے کے دو توڑی قده میں اور ایک شوال میں اور دو سری روایتیں میں یہ ہے کہ آپ نے تیوں عمرے ذی قده میں کئے تھے۔

(۱۷۵) ۱۷۵ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ حَدَّثَنَا جَوَيْزٌ عَنْ (۱۷۶) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے جربہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جھرے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بدعت ہے، پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار، ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس بات کی تردید کریں۔

(۱۷۶) ۱۷۶ - وَقَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِبَانَ عَائِشَةَ أَمْ

منصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: ((دَخَلْتُ أَنَا
وَغَزَوَةً بْنَ الزَّبِيرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبَدَ اللَّهُ
بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى
حَجَرَةِ عَائِشَةَ، وَإِذَا أَنَّاسٌ يُصْلُونَ فِي
الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الصُّحَّى، قَالَ: فَسَأَلَهُ
عَنْ صَلَاةِهِمْ فَقَالَ: بِذَنْعَةٍ. فَمَمْ قَالَ لَهُ :
كَمْ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعَةَ،
إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. فَكَرِهَنَا أَنْ نَرْدُ
عَلَيْهِ)). [طرفة في : ۴۲۵۳].

سے ان کے سواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری مل! اے ام المؤمنین! ابو عبدالرحمن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ عائشہؓ پتیخانے پوچھا وہ لیا کہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رہے ہیں کہ رسول کریمؐ نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابو عبدالرحمن پر رحم کرے! آنحضرتؐ نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپؐ نے رب میں تو کبھی عمروی نہیں کیا۔

الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحُجَّةِ لَقَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِ مَا أَمَّا، يَا أَمَّا الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعُونَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ، أَعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمُرَاتٍ إِخْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ: يَرْتَحِمُ اللَّهُ أَبْيَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمُرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدٌ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ فَطُورٌ).

[طرفہ فی : ۱۷۷۷ ، ۴۲۵۴]

لَئِنْ هُوَ مُحْكَمٌ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک اشراق کی نماز سے متعلق معلومات نہ ہوں گی اس لئے انہوں نے اسے بدعت کہ دیا حلالکہ یہ نماز احادیث میں مذکور ہے یا آپؐ نے اس نماز کو مسجد میں پڑھنا بدعت قرار دیا جیسا کہ ہر نماز گھر میں پڑھنے سے متعلق ہے۔ جسور کے نزدیک اس نماز کو مسجد یا گھر ہر جگہ پڑھا جاسکتا ہے۔ عمرہ نبوی کے پارے میں ماہ رجب کا ذکر صحیح نہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا۔ آپ عروہ کی خالہ ہیں اس لئے آپؐ نے ان کو یا اماہ کہ کر پکارا۔

(۷۷۷) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن جریجؐ نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، ان سے عروہ بن زمیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔

(۷۷۸) ہم سے حسان بن حسان نے بیان کیا کہ ہم سے ہمام بن سیجی نے بیان کیا، ان سے قلادہ نے کہ میں نے انس بن ثور سے پوچھا کہ نبی کریمؐ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ چار، عمرہ حدبیہ ذی قعدہ میں جہاں پر مشرکین نے آپؐ کو روک دیا تھا، پھر آئندہ سال ذی قعدہ ہی میں ایک عمرہ قضا جس کے متعلق آپؐ نے مشرکین سے صلح کی تھی اور تیرا عمرہ جبراں جس موقع پر آپؐ نے غیمت غالباً حشین کی تقسیم کی تھی پوچھا تھا جس کے ساتھ میں نے پوچھا اور آنحضرتؐ نے حج کئے تھے؟ فرمایا کہ ایک۔

(۷۷۹) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قلادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس بن ثور

جربیجؐ قال: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ عَنْ عُرُوفَةَ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ فِي رَجَبٍ)). [راجح: ۱۷۷۶]

۱۷۷۸ - حدَثَنَا حَسَنًا بْنُ حَسَنًا حَدَثَنَا هَمَّامٌ عَنْ فَقَادَةِ ((سَأَلْتُ أَنْسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَمْ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ)) قَالَ أَرْبَعَ: عُمُرَةُ الْحَدِيبَيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حِلْ صَدَةُ الْمُشْرِكُونَ، وَعُمُرَةُ مِنَ الْعَامِ الْمُقْلِبِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حِلْ صَالِحُهُمْ، وَعُمُرَةُ الْجُعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ غِنَيمَةَ زِرَادَ - حَنْبِيلَ. قَلْتُ كَمْ حِجَّةً؟ قَالَ: وَاحِدَةً)).

[ادر وہی: ۱۷۷۹ ، ۱۷۸۰ ، ۱۷۸۱ ، ۱۷۸۲] ۱۴۸۰.۶۶.۱۷۸۰.۱۷۸۱.۱۷۸۲ - حدَثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هَشَّامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَثَنَا هَمَّامٌ عَنْ فَقَادَةِ قَالَ:

سے آخر پرست مسیحیت کے عمرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عمرہ وہاں کیا جمال سے آپ کو مشرکین نے واپس کر دیا تھا اور دوسرے سال (اسی) عمرہ حدیبیہ (کی قضاۓ) کی تھی اور ایک عمرہ ذی قعده میں اور ایک اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

سَأَلَتْ أَنْسَةٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ:
 ((اغْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَدُواهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةُ التَّحْدِيَّةِ، وَعُمْرَةُ ذِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةُ مَعَ حَجَّةِ)).

[راجح: ۱۷۷۸]

جن راویوں نے حدیبیہ میں آپ کے احرام کو لئے اور قربانی کرنے کو عمرہ قرار دیا انہوں نے آپ کے چار عمرے بیان کئے اور جنہوں نے اسے عمرہ قرار نہیں دیا انہوں نے تمن عمرے بیان کئے اور روایات میں اختلاف کی وجہ صرف یہی ہے اور ان توبیات کی بنا پر کسی بھی روایت کو فلکت نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۷۸۰) ہم سے ہبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ جو عمرہ آخر پرست مسیحیت کے ساتھ کیا تھا اس کے سوا تمام عمرے ذی قعده ہی میں کئے تھے۔ حدیبیہ کا عمرہ اور دوسرے سال اس کی قضاۓ کا عمرہ کیا تھا۔ (کیونکہ آپ نے قربانی کیا تھا اور جمعۃ الوداع سے متعلق ہے) اور جعرانہ کا عمرہ جب آپ نے جنگ خینہ کی غنیمت تقسیم کی تھی۔ پھر ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

۱۷۸۰ - حَدَّثَنَا هُدَيْتَهُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ:
 ((اغْتَمَ أَرْبَعَ عُمُرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا أَنَّهُ اغْتَمَ مَعَ حَجَّةِهِ: عُمْرَتَهُ مِنَ الْحَدِيَّةِ وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجُمُرَاتِ حَتَّى قَسْمَ هَمَّامٍ خَنِينَ، وَعُمْرَةُ مَعَ حَجَّةِهِ)). [راجح: ۱۷۷۸]

(۱۷۸۱) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شریخ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابو حسان نے بیان کیا کہ میں نے مسروق، عطاء اور مجید بر حکم اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذی قعده ہی میں عمرے کئے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہذی قعده میں حج سے پہلے دو عمرے کئے تھے۔

۱۷۸۱ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْخُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقِ قَالَ:
 سَأَلَتْ مَسْرُوقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوا:
 ((اغْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحْجُجَ). وَقَالَ: سَيِّدُ الْهَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: اغْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحْجُجَ مَرْتَفَنِينَ)).

[اطرافہ فی : ۱۸۴۴، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹، ۴۴۵۱، ۳۱۸۴، ۲۷۰۰].

باب رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان

۴ - بَابُ قُرْبَةِ الْمِنَافِعِ

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے تحریر نہیں کی اور شاید انہوں نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جو دارقطنی نے نکالی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں آخرت رضی اللہ عنہا کے ساتھ رمضان کے عمرے میں نہیں، آپ نے اظہار کیا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر کیا، میں نے پوری نماز پڑھی بعض نے کہا یہ روایت غلط ہے کیونکہ آپ نے رمضان میں کوئی حمو نہیں کیا، حافظ نے کہا شاید مطلب یہ ہو کہ میں رمضان میں عمرہ کیلئے میہنے سے نہیں یہ صحیح ہے کیونکہ فتح کہ کاسف رمضان ہی میں ہوا تھا۔ (جیدی)

(۱۷۸۲) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا تم سے بھی قحطان نے بیان کیا، ان سے ابن جریر نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون (ام سنان رضی اللہ عنہا) سے (ابن عباس رضی اللہ عنہا نے ان کا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا) پوچھا کہ تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لیے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے، جس سے پانی لایا جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے یا اسی جیسی کوئی بات آپ نے فرمائی۔

امام بخاری کی دوسری روایات میں اس عمرت کا نام ام سنان رضی اللہ عنہا کہ کور ہے، بعض نے کہا وہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جیسے ابن حبان کی روایت میں ہے اور سنانی نے نکالی ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت محفل نے کمائیں نے حج کا قصد کیا لیکن میرا اونٹ پبار ہو گیا، میں نے آخرت رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو رمضان میں عمرہ کر لے رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے، حافظ نے کہا اگر یہ عورت ام سنان تھی تو اس کے بیٹے کا نام سنان ہو گا اور اگر ام سلیم تھی تو اس کا بیٹا کوئی ایسا نام تھا جو حج کے قتل ہو۔ ایک انس تھے وہ چھوٹی عمر میں تھے اور شاید ان کے خاوند ابو طلحہ کا بیٹا مراد ہو وہ بھی گویا ام سلیم کا بیٹا ہوا کیونکہ ابو طلحہ ام سلیم کے خاوند تھے۔

باب محصب کی رات عمرہ کرنا یا اس کے علاوہ کسی دن بھی عمرہ کرنے کا بیان۔

(۱۷۸۳) ہم سے محمد بن سلام رضی اللہ عنہ کی نسبت میکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میہنے سے نکلے تو ذی الحجه کا چاند نکلنے والا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ حج کا باندھ لے اور

۱۷۸۲ - حدَّثَنَا مُسْدَدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَنْهِنِ جُوَيْبِعَ عَنْ عَطَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ أَنْهِنَ قَاتِلَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُولُ : ((قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ لِأَمْرِهِ مِنْ الْأَنْصَارِ - سَمِعْنَا أَنْهِنَ عَبَّاسٌ فَسَيِّدُ اسْمَهَا - (مَا مَنَّكُوكُ أَنْ تَحْجِمَنَ مَعْنَاهُ؟)) قَالَتْ : كَانَ لَنَا نَاضِحٌ، فَرَسِيَّةٌ أَبُو فُلَانَ وَابْنَهُ - لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا - وَتَرَكَ نَاضِحًا تَنْضَحُ عَلَيْهِ، قَالَ : ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اغْتَبِرَ بِلِيهِ، فَلَمَّا حَمَرَّةٌ فِي رَمَضَانَ حَجَّةً)) أَوْ نَحْوَا مِمَّا قَالَ . [طرفہ فی : ۱۸۶۳] .

۵- بَابُ الْعُمَرَةِ لِلَّهِ الْحَصِيبَةِ وَغَيْرَهَا

۱۷۸۴ - حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مِعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ غَابِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((خَرَجَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ مُوَافِينَ لِيَلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، قَاتَلَنَا : (مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ

اگر کوئی عمرہ کا باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا باندھ لے۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ حضرت عائشہؓؑ نے بیان کیا کہ ہم میں بعض نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، لیکن عرفہ کا دن آیا تو میں اس وقت حالغہ تھی، چنانچہ میں نے اس کی حضور ﷺ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ پھر عمرہ چھوڑ دے اور سرکھول دے اور اس میں لگنگا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ (میں نے ایسا ہی کیا) جب محسب کے قیام کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن کو میرے ساتھ تعمیم بھیجا، وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام اپنے اس عمرہ کے بدله میں باندھا۔ (جس کو توڑو لا تھا)

باب تعمیم سے عمرہ کرنا

یہ خاص حضرت عائشہؓؑ نے آنحضرت ﷺ کی صحابی سے متعلق نہیں کہ اس نے عمرہ کا احرام تعمیم سے باندھا ہونہ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا کیا، امام ابن قیم نے زاد المعاド میں ایسا ہی کہا ہے۔ حافظ نے کہا کہ جب حضرت عائشہؓؑ نے بھک نبوی ایسا کیا تو اسکا مترقب ہونا ثابت ہو گیا اگرچہ اس میں تک نہیں کہ عمرہ کیلئے بھک خاص اپنے ملک سے سفر کر کے جانا افضل اور اعلیٰ ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ ہرسال ایک عمرہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں، امام بالکل نے ایک سے زیادہ کرنا مکروہ جانا ہے اور جمورو علماء نے ان کا خلاف کیا ہے اور امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ نے عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ رکھا ہے۔ (وحیدی) (۱۷۸۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرہ بن دینار نے، انہوں نے عمرہ بن اوس سے نہیں بیان کیا، ان سے عرفہ بن دینار نے، انہوں نے عرفہ بن دینار سے۔

(۱۷۸۵) ہم سے محمد بن شیعی نے بیان کیا، ان سے عبد الوہاب بن عبد الجید نے، ان سے حبیب معلم نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبد اللہؓؑ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور

نَهَلْ بِالْحَجَّ فَلَيَهُلْ، وَمَنْ أَخْبَرَ أَنْ يَهَلْ بِعُمْرَةَ فَلَيَهُلْ بِعُمْرَةَ، فَلَوْ لَا أَنِ الْهَدْيَتْ لَأَهْلَلْتْ بِعُمْرَةً). قَالَتْ : فَمَنْ مِنْ أَهْلْ بِعُمْرَةَ، وَمَنْ مِنْ أَهْلْ بِحَجَّ، وَكَثُرَ مِنْ أَهْلْ بِعُمْرَةَ، فَلَظَلَّنِي يَوْمَ عَرَفةَ وَأَنَا حَاضِرٌ، فَشَكَوْتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : ((إِنَّهُمْ غَمْرَاتِكَ، وَأَهْلَكَ وَأَنْقَضَ رَأْسَكَ وَأَمْتَسَطَيْ، وَأَهْلَكَ بِالْحَجَّ)). فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْنَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنَ إِلَى التَّعْيِمِ، فَلَأَهْلَلْتْ بِعُمْرَةَ مَكَانَ غَمْرَتِي)). [راجع: ۲۹۴]

۶۔ بَابُ عُمْرَةِ التَّعْيِمِ

یہ خاص حضرت عائشہؓؑ نے آنحضرت ﷺ کی حکم سے کیا تھا بلی کسی صحابی سے متعلق نہیں کہ اس نے عمرہ کا احرام تعمیم سے باندھا ہونہ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا کیا، امام ابن قیم نے زاد المعاڈ میں ایسا ہی کہا ہے۔ حافظ نے کہا کہ جب حضرت عائشہؓؑ نے بھک نبوی ایسا کیا تو اسکا مترقب ہونا ثابت ہو گیا اگرچہ اس میں تک نہیں کہ عمرہ کیلئے بھک خاص اپنے ملک سے سفر کر کے جانا افضل اور اعلیٰ ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ ہرسال ایک عمرہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں، امام بالکل نے ایک سے زیادہ کرنا مکروہ جانا ہے اور جمورو علماء نے ان کا خلاف کیا ہے اور امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ نے عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ رکھا ہے۔ (وحیدی) (۱۷۸۴) حدیثنا علی بن عبد الله حدیثنا سفیان عن عمرہ سمع عمزہ بن اوس أن عبد الرحمن بن أبي بکر رضي الله عنهما أخبره (أن النبي ﷺ أمره أن يزدف عائشة ويغيرها من التعيم). قال سفیان مرة: سمعت عمزہ، كم سمعته من عمزہ. [طرفہ فی : ۲۹۸۵]

(۱۷۸۵) حدیثنا محمد بن المشتی حدیثنا عبد الوہاب بن عبد المجید عن حبیب المعلم عن عطاء حدیثی جابر بن عبد

آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا تھا اور آنحضرت ﷺ اور طلحہ بن عثیر کے سوا قربانی کسی کے پاس نہیں تھی۔ ان ہی دونوں میں حضرت علی بن عثیر یمن سے آئے تو ان کے ساتھ بھی قربانی تھی، انہوں نے کہا کہ جس چیز کا احرام رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے میرا بھی احرام وہی ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو (مکہ میں پہنچ کر) اس کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سمی کر کے بال ترشوائیں اور احرام کھول دیں، لیکن وہ لوگ ایسا نہ کریں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم متین سے حج کے لیے اس طرح سے جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی نپک رہی ہو۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جو بات اب ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو (اعمال عمرہ ادا کرنے کے بعد میں بھی احرام کھول دیتا) عاشرہ ہیئت (اس حج میں) حاضر ہو گئی تھیں اس لیے انہوں نے اگرچہ تمام مناسک ادا کئے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ پھر جب وہ پاک ہو گئیں اور طواف کر لیا تو عرض کی یا رسول اللہ! سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں، آپ نے اس پر عبد الرحمن بن ابی بکر عیشیٰ سے کہا کہ انہیں ہمراہ لے کر تیعم جائیں اور عمرہ کر لائیں، یہ عمرہ حج کے بعد ذی الحجه کے ہی میڈینہ میں ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب جمہر عقبہ کی ری کر رہے تھے تو سراقة بن مالک بن جعفر شمش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھایا رسول اللہ! کیا یہ عمرہ اور حج کے درمیان احرام کھول دینا) صرف آپ ہی کے لئے ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

یزید کی روایت میں یوں ہے کیا یہ حکم خاص ہمارے لیے ہے، امام مسلم کی روایت میں یوں ہے سراقة کھڑا ہوا اور کہنے لگا یہ رسول اللہ کیا یہ حکم خاص اسی سال کے لیے ہے۔ آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دوبار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ کے لئے شریک ہو گیا۔ نووی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے میہون میں عمرہ کرنا درست ہوا اور جاہلیت کا قاعدہ ثوٹ گیا کہ حج کے میہون میں عمرہ کرنا نکرو ہے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ قرآن یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا درست ہوا اس باب کے لانے سے امام

رسول اللہ کیا یہ حکم خاص اسی سال کے لیے ہے۔ آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دوبار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ کے لئے شریک ہو گیا۔ نووی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے میہون میں عمرہ کرنا درست ہوا اور جاہلیت کا قاعدہ ثوٹ گیا کہ حج کے میہون میں عمرہ کرنا نکرو ہے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ قرآن یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا درست ہوا اس باب کے لانے سے امام

بخاری کی غرض یہ ہے کہ تمت، جس میں قربانی ہے وہ یہ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کرے اور جو لوگ حج کے میتوں میں سارے ذی الحجه کو شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذی الحجه میں حج کے بعد بھی عمرہ کرے تو وہ بھی تمت ہے اور اس میں قربانی یا روزے واجب نہیں، وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آخر ضرط میں یہاں نے اپنی یویوں کی طرف سے قربانی کی تھی۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی یویوں کی طرف سے ایک گائے قربانی کی اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف سے قربانی دی اور شاید حضرت عائشہؓ کو اس کی خبر نہ ہو۔

باب حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا۔

(۱۷۸۶) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی کہا کہ مجھے عائشہؓ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ذی الحجه کا چاند نکلنے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے حج کیلئے چلے آئیں اور فرمایا کہ جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے اور جو حج کا باندھنا چاہے وہ حج کا باندھ لے، اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بہنوں نے حج کا میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر میں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حاضر ہو گئی، عرفہ کا دن آگیا اور ابھی میں حاضر ہی تھی، اس کا روتا میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے روئی۔ آپ نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دے اور سرکھوں لے اور کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد جب محض کی رات آئی تو آخر ضرط میں یہاں نے میرے ساتھ عبدالرحمن کو شعیم بھجا وہ مجھے اپنی سواری پر بیکھپے بٹھا کر لے گئے وہاں سے عائشہؓ نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرے کے بجائے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حج اور عمرہ دونوں ہی پورے کر دیے نہ تو اس کیلئے انہیں قربانی لائی پڑی نہ صدقہ دینا پڑا اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔

باب عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے۔

۷- بَابُ الْأَعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجَّ بِغَيْرِ هَذِي

۱۷۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَشَّهِ حَدَّثَنَا يَخْنُونَ حَدَّثَنِي هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: حَرَجَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (مَنْ أَحَبَ أَنْ يَهْلِ بِعُمْرَةَ، فَلْيَهْلِ وَمَنْ أَحَبَ أَنْ يَهْلِ بِحَجَّةَ فَلْيَهْلِ وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لِأَهْلَلَتْ بِعُمْرَةِ). فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةَ، وَكُنْتُ مِنْ أَهَلَ بِعُمْرَةَ، فَحَضَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكْهَةً، فَأَذْرَكَنِي يَوْمَ عَرْفَةَ وَأَنَا حَاضِرٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ((دَعِيَ عُمَرَتَكَ وَأَنْقُضِي رَأْسَكَ وَأَمْتَشِطِي، وَأَهِلِي بِالْحَجَّ))، فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصَبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ عَنْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى الشَّعِيمِ، فَأَزَدَهَا، فَأَهَلَتْ بِعُمْرَةَ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللَّهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتِهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَذِي وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ)). [راجح: ۲۹۴]

۸- بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النُّصْبِ

(۷۸۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے این عون نے بیان کیا، ادا سے قاسم بن محمد نے اور دوسری (روایت میں) این عون ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسود سے، انسوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو دونک (حج اور عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں لذر میں نے صرف ایک نک (حج) کیا ہے؟ اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر انتشار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تعمیم جا کر وہاں سے (حرام کا) احرام باندھیں، پھر ہم سے فلاں جگہ آملیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔

1787 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ ذُرِّيْعَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنَ عَنِ الْفَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْنَدِ، قَالَا: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَصْدُرُ النَّاسُ بِسُكْنَيْنِ وَأَصْدُرُ بُسْكِنِ؟ فَقَيَّلَ لَهَا: ((أَنْتَظِرِي، فَإِذَا طَهَرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّعْمِيمِ فَأَهْلِي، ثُمَّ اتْتَا بِمَكَانِكَدَّا، وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفْقِيْكِ أَوْ نَصِيْكِ)).

[راجح: ۲۹۴]

لَئِنْ شَاءَتْ ابن عبدالسلام نے کہا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بعضی عبادتوں میں دوسری عبادتوں سے تکلیف اور مشقت کم ہوتی ہے لیکن ثواب زیادہ ملتا ہے، جیسے شب قدر میں عبادت کرنا رمضان کی کمی راتوں میں عبادت کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے یا فرض نماز یا فرض زکوٰۃ کا ثواب نفل نمازوں اور نفل صدقوں سے بہت زیادہ ہے۔

بَابُ (حَجَّ كَبَّعْدِ عُمْرَهِ) كَرْنَے والاعْمَرَهُ كَاطْوَافَ كَرْكَ
مَكَهُ سَعْدَهُ تَوْطُوفَ وَدَاعَ كَ
ضَرُورَتِهِ يَا نَمِيْسِهِ.

۹- بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ
الْعُمَرَةِ ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُخْرِجُهُ مِنْ
طَوَافِ الْوَدَاعِ؟

(۷۸۸) ہم سے ابو عیین نے بیان کیا، کما ہم سے افلی بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حج کے میمنوں اور آداب میں ہم حج کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے اور مقام سرف میں پڑاؤ کیا، نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا، نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعض مقدور والوں کے ساتھ قربانی تھی، اس لیے ان کا (احرام صرف) عمرہ کا نہیں رہا، پھر نبی کریم ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ روکیوں رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے اپنے

1788 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حَمِيْدٍ عَنِ الْفَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مُهَلَّيْنَ بِالْحَجَّ فِي أَشْهَرِ الْحَجَّ وَحَرُومُ الْحَجَّ، فَنَزَّلَنَا سُوفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْنَابِيهِ: ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِهِ فَأَحْبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمَرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِهِ فَلْلَا)). وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجَالُهُ مِنْ أَصْنَابِيهِ ذَوِي قُوَّةِ الْهَذِنَى فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمَرَةً. لَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا أَنْكَى، فَقَالَ:

اصحاب سے جو کچھ فرمایا میں سن رہی تھی اب تو میرا عمرو ہو گیا آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، (جیس کی وجہ سے) آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو بھی آدم کی بنیوں میں سے ایک ہے اور جو ان سب کے مقدار میں لکھا ہے وہی تمہارا بھی مقدر ہے، اب حج کا احرام باندھ لے شاید اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھ لیا پھر جب ہم (حج سے فارغ ہو کر اور) منی سے نکل کر محسب میں اترے تو آنحضرت ﷺ نے عبد الرحمن کو بلایا اور ان سے کہا کہ اپنی بن کو حد حرم سے باہر لے جا (تعیم) تاکہ وہہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں، پھر طواف و سعی کرو ہم تمہارا انتظار یہیں کریں گے۔ ہم آدمی رات کو آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ بیت اللہ کا طواف و داع کرنے والے لوگ صحیح کی نماز سے پلے ہی روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

باب عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے جن سے حج میں
پرہیز ہے۔

(۱۷۸۹) ہم سے ابو عیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہام نے بیان کیا، ان سے عطا بن ابی رباخ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والدے کے نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے، تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جب پہنچے ہوئے اور اس پر خلوق یا زردوی کا نشان تھا۔ اس نے پوچھا مجھے اپنے عمرہ میں آپ کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی اور آپ پر کپڑا ذال دیا گیا، میری بڑی آرزو تھی کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو تو میں آپ

((ما يَكِنُوك؟)) قَلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ
لَا أَصْنَحُكَ مَا قُلْتَ، فَمَيْنَعُتُ الْعُمَرَةَ، قَالَ:
((وَمَا هَذَا؟)) قَلْتُ: لَا أَصْنَلُ، قَالَ:
((فَلَا يَعْتَرُكَ، أَنْتَ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كُبَّ
عَلَيْكَ مَا كُبَّ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي
حَجَّتِكِ، عَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا)).

فَأَلْتَهُ، حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنْيَ فَتَرَنَا
الْمُحَصَّبَ، فَلَدَعَا عَبْدُ الرَّحْمَنَ، فَقَالَ:
((الْخُرُجُ بِأَخْيَكَ الْحَرَمَ، فَلَتَهِلِ بِعُمْرَةَ،
ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، أَنْتَظِرْ كَمَا
هُنَّا)). فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ الْلَّيْلِ، فَقَالَ :
((فَرَغْتَمَا؟)) قَلْتُ: نَعَمْ، فَنَادَى بِالرَّحِيلِ
فِي أَصْنَابِهِ، فَلَرَتَحَلَ النَّاسُ، وَمَنْ طَافَ
بِالنَّيْتِ قَبْلَ صَلَةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ
مُوجَهًا إِلَى الْمَدِينَةِ)). [راجع: ۲۹۴]

حافظ نے کہا اس روایت میں غلطی ہو گئی ہے مجھ یوں ہے لوگ چل کھڑے ہوئے پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام مسلم اور ابو داؤد کی روایتوں میں ایسا ہی ہے۔

۱۰ - بَابُ يَفْعَلُ فِي الْعُمَرَةِ مَا يَفْعَلُ
فِي الْحَجَّ

۱۷۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ
حَدَّثَنَا عَطَاءً قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانَ بْنَ
يَعْلَى بْنِ أَمِيَّةَ يَعْنِي عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ رَجُلًا
أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجَعْرَانَةِ، وَعَلَيْهِ جَبَّةٌ
وَعَلَيْهِ أَتْرُ الْخَلْوَقِ - أَوْ قَالَ صُفْرَةٌ -
فَقَالَ: كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟
فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَسَيَرَ بِهِوبِ،
وَوَدَّدَتْ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ

کو دیکھوں۔ عمر بن بشیر نے فرمایا میں آؤں جی کشم لئے تھے پر جب وحی نازل ہو رہی ہو، اس وقت تم حضور ﷺ کو دیکھنے کے آرزو مند ہو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھایا اور میں نے اس میں سے آپ کو دیکھا آپ زور زور سے خراٹے لے رہے تھے، میرا خیال ہے کہ انہوں نے بیان کیا "جیسے اونٹ کے سانس کی آواز ہوتی ہے" پھر جب وحی اترنی بند ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ پوچھنے والا کمال ہے جو عمرے کا حال پوچھتا تھا؟ اپنا جب اتار دے، غلوق کے اثر کو دھوڑاں اور (زعفران کی) زردی صاف کر لے اور جس طرح ج میں کرتے ہو اسی طرح اس میں بھی کرو۔

(۱۷۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، اُنس بن ہشام بن عروہ نے، اُنس بن ان کے والد (عروہ بن نزیر) نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔۔۔ جبکہ ابھی میں نو عمر تھا۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں" اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی نہ کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا، لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بنت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل میں رکھا ہوا تھا وہ صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اس لئے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں" سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ زیادتی نکالی ہے کہ جو کوئی صفا مروہ کا پھیرانہ کرے تو اللہ اس کا

علیہ الْوَحْيُ. فَقَالَ عُمَرُ : تَعَالَى، أَيْسِرْكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ؟ قَلَّتْ : نَعَمْ، فَرَفَعَ طَرْفَ الْفَرْبَ، فَنَظَرَتْ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطًا - وَأَخْسِبَهُ قَالَ: كَعَطِيطِ الْبَكْرِ - فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمَرَةِ؟ اخْلَعْ عَنْكَ الْجَبَةَ، وَأَغْسِلْ أَنَّرَ الْخَلُوقَ عَنْكَ وَأَنْقَ الصَّفَرَةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمَرَتِكَ كَمَا تَصْنَعْ فِي حَجَّكَ)). [راجع: ۱۵۳۶]

۱۷۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُزَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: ((قَلَّتْ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السُّنْنِ - أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اغْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطْوِفَ بِهِمَا﴾). فَلَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطْوِفَ بِهِمَا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ - فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطْوِفَ بِهِمَا، نَمَّا أَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا يُهَلُّونَ لِمَنَاهَةِ، وَكَانَتْ مَنَاهَةً حَدَّوْ قَدْيَدِيَّ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطْوِفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ سَأَلَوْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى : ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اغْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

حج اور عمرہ پورانہ کرے گا۔

عَلَيْهِ أَن يَطُوفَ بِهِمَاۤ۝ . زَادَ سُقِيَّاً وَأَبْوَأَ
مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ مَا أَتَمَ اللَّهُ حَجَّ
إِمْرِيٌّ وَلَا غَمْرَةَ مَا لَمْ يَطْفَنْ بَيْنَ الصَّفَّا
وَالْمَزْوَةِ . [راجح: ۱۶۴۳]

یہ اس لئے کہ اللہ پاک نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کو بھی اپنے شعائر قرار دیا ہے اور اس سی سے ہزار ہا سال قبل کے اس واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جب کہ حضرت ہاجرہ ملیہ السلام نے اپنے نور نظر اسماعیل علیہ السلام کے لئے بیان پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے اور اس موقع پر چشمہ زرمم کا ظہور ہوا تھا۔

باب عمرہ کرنے والا حرام سے کب نکلتا ہے؟

اور عطاء بن ابی ریاح نے جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دیں اور طواف (بیت اللہ اور صفا مروہ) کریں پھر بالترشا کر احرام سے نکل جائیں۔

لئے جائیں ابن بطال نے کہا میں تو علماء کا اختلاف اس باب میں نہیں جانتا کہ عمرہ کرنے والا اس وقت حلال ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے، مگر ابن عباس رض سے ایک شاذ قول منقول ہے کہ صرف طواف اور سعی کرنے سے حلال ہو جاتا ہے اور اسحاق بن راہویہ (استاذ امام بخاری رض) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری نے یہ باب لا کر ابن عباس رض کے نہب کی طرف اشارہ کیا اور قاضی عیاض نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ عمرہ کرنے والا جماں حرم میں پہنچا وہ حلال ہو گیا گو طواف اور سعی نہ کرے مگر صحیح بات وہی ہے جو باب اور حدیث سے ظاہر ہے۔

(۱۷۹۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے عبد اللہ بن ابی اویٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ بھی کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا، چنانچہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے پسلے (بیت اللہ کا) طواف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی طواف کیا، پھر صفا اور مروہ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے۔ ہم آپ کی مکہ والوں سے حفاظت کر رہے تھے کہ کیسی کوئی کافر تیرنہ چلا دے، میرے ایک ساتھی نے این ابی اوی سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں اندر داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

(۱۷۹۲) کہا انہوں نے پھر پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رض کے متعلق کیا کچھ فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا

۱۱ - بَابُ مَتَى يَحْلُّ الْمُعْتَمِرُ؟

وَقَالَ عَطَاءُ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
((أَمَرَ النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَصْحَابَهُ أَن يَجْعَلُوهَا
غُمَرَةً وَيَطُوفُوا، ثُمَّ يَقْصُرُوا وَيَحْلُوا)).

(۱۷۹۱) حدثنا إسحاقُ بنُ إبراهِيمَ عَنْ جَوَنِي عَنْ إسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوفَى قَالَ: ((اغْتَمِرْ رَسُولُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاغْتَمِرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطَفَقْنَا مَعَهُ، وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَزْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ، وَكَنَّا نَسْتَرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَن يَرْمِيَهُ أَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ لِي: أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا)). [راجح: ۱۶۰۰]

(۱۷۹۲) قَالَ فَحَدَّثَنَا مَا قَالَ لِخَدِيجَةَ قَالَ: ((بَشِّرُوا خَدِيجَةَ بِيَتِتِ فِي الْجَنَّةِ

تھا ”خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک موئی کے گھر کی بشارت ہو، جس میں نہ کسی قسم کا شور و غل ہو گا نہ کوئی تکلیف ہو گی۔“

(۱۷۹۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ (صرف بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی یوں سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انسوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم ﷺ (کریم) تشریف لائے اور آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا، پھر مقام ابراہیمؑ کے قریب دور کعت نماز پڑھی، اس کے بعد صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی ”اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمارے لئے بہتر نہ نہیں ہے۔“

(۱۷۹۴) انسوں نے بیان کیا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے اپنی یوں کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

(۱۷۹۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غدر محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے بیان کیا ان سے طارق بن شاہب نے بیان کیا، اور ان سے ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا، انسوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور میں حاضر ہوا آپ وہاں (حج) کے لئے جاتے ہوئے اترے ہوئے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارا حج ہی کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، ہی ہاں۔ آپ نے پوچھا اور احرام کس چیز کا باندھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسی کا احرام باندھا ہے، جس کا نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہو، آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال، چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر میں بو قیس کی

من قصبه، لَا صَغْبَ فِيهِ وَلَا نَصْبَ). [۳۸۱۹]

(۱۷۹۳) - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ عَنْ عَمْرُو بْنِ دِينَارِ قَالَ : ((سَأَلْنَا أَبْنَاءَ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُوفْ بَيْنَ الصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ، أَيَا تَرَى أَفْرَأَنَّهُ؟ فَقَالَ : قَلِيمُ النَّبِيِّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، هَلْقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْنَةً حَسَنَةً)).

[راجح: ۳۹۰]

(۱۷۹۴) - قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : ((لَا يَقْرَبُهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجح: ۳۹۶]

(۱۷۹۵) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غَنْدَرَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : ((قَدِيمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُبِينٌ فَقَالَ : ((أَحَجَجْتَ؟)) قُلْتَ : نَعَمْ. قَالَ : ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قُلْتَ : تَيْكَ يَا هَلَالَ كَيْأَهْلَلَ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ : ((أَخْسَنْتَ)), طَفَّ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحَلَّ فَطَفَّ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَّا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسِ فَقَلَّتْ رَأْسِي، ثُمَّ

ایک عورت کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جو میں نکالیں، اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا۔ میں (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) اسی کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتایا کرتا تھا، جب عمر بن شٹح کی خلافت کا دور آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس وقت آپ نے احرام نہیں کھولا تھا جب تک ہدی کی قربانی نہیں ہو گئی تھی۔ المذاہدی ساتھ لانے والوں کے واسطے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

(۱۷۹۶) ہم سے احمد بن عیینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہیں ابوالاسود نے کہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے غلام عبد اللہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ساختا، وہ جب بھی جھونپھاڑ سے ہو کر گزرتیں تو یہ کہتیں ”رجتیں نازل ہوں اللہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ہم نے آپ کے ساتھ یہیں قیام کیا تھا، ان دونوں ہمارے (سامان) بست ہلکے چلکے تھے سواریاں اور زاد راہ کی بھی کسی تھی“ میں نے ”میری بہن عائشہ بنت ابی زبیر نے زبیر، اور فلاں فلاں بنت ابی زبیر نے عمرہ کیا اور جب بیت اللہ کا طواف کرچکے تو (صفا اور مرودہ کی سمی کے بعد) ہم حلال ہو گئے، حج کا احرام ہم نے شام کو باندھا تھا۔

باب حج، عمرہ یا جہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے۔

(۱۷۹۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تم مرتبت اللہ اکبر کرتے اور یہ دعاء پڑھتے ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے لئے

أَهْلَلتُ بِالْحَجَّ، فَكَنْتُ أَفْيَ بِهِ حَتَّى كَانَ فِي حِلَالَةِ عُمَرَ فَقَالَ : إِنَّ أَخْدَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالصَّالِحَاتِ، وَإِنَّ أَخْدَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَجِدْ حَتَّى يَتَلَغَّظَ الْهَدَى مَحْلَلَهُ)). [راجح: ۱۵۰۹]

۱۷۹۶ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ عَيْنَى حَدَّثَنَا أَنْ وَهْبَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَنْهُ اللَّهُ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيهِ بَكْرٍ حَدَّثَهُ ((أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُولُ كُلُّمَا مَرَّتْ بِالْحَجَّوْنَ : صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ، لَقَدْ نَزَّلَنَا مَعْنَى هَذَا وَتَعْنُ يَوْمَيْلَهُ خِفَافٌ، قَلِيلٌ ظَهَرَنَا، قَلِيلٌ أَزْوَادُنَا، فَاغْتَرَّتْ أَنَا وَأَخْتِي عَالِشَةُ وَالزَّبِيرُ وَفَلَانٌ وَفَلَانٌ، فَلَمَّا مَسَخَنَا أَبْيَتْ أَخْلَقَنَا ثُمَّ أَهْلَقَنَا مِنَ الْغَشْنِ بِالْحَجَّ)). [راجح: ۱۶۱۵]

۱۲ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنْ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ؟

۱۷۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَلَّ مِنْ غَزْوَةٍ أَوْ حَجَّ أَوْ عُمْرَةً يَكْبِرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ : ((لَا إِلَهَ إِلَّا

ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم واپس ہو رہے ہیں، 'توبہ کرتے ہوئے' عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے، اللہ نے اپنا وعدہ چاکر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور سارے لشکر کو تھا شکست دے دی۔ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللَّهُ وَحْدَةٌ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.
آئِيُون، قَائِمُون، عَابِدُون، سَاجِدُون، لَوْبَنَا
خَامِدُون. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ،
وَهَزَمَ الْأَخْرَابَ وَخَذَهُ).

[اطرافہ فی: ۲۹۹۵، ۳۰۸۴، ۴۱۱۶]

. [۶۲۸۵]

باب مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین آدمیوں کا ایک سواری پر چڑھنا۔

(۱۷۹۸) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چند بچوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے ایک بچ کو (اپنی سواری کے) آگے بھالیا اور دوسرا کو پیچھے۔

۱۳ - بَابُ اسْتِقبَالِ الْحَاجِ الْقَادِمِينَ، وَالثَّلَاثَةُ عَلَى الدَّائِبَةِ

۱۷۹۸ - حَدَّثَنَا مَعْلَىٰ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ زُرْبَيْعٍ حَدَّثَنَا حَالِدٌ عَنْ عَكْرَمَةَ
عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
((لَمَّا قَدِيمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أَغْيَنِمَةً
بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَحَمِلَ وَاحِدًا تَبَيْنَ
يَدِيهِ وَآخَرَ حَلْفَهُ)).

[طرفہ فی : ۵۹۶۶، ۵۹۶۵]

علوم ہوا کہ حاجی کا آگے جا کر استقبال کرنا بھی سنت ہے مگر ہمارے پھول کا مروجہ رواج ایسا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس سے ریا، نمود، عجب کا بھی خطرہ ہے۔ لہذا ابھی حاجی کو ان چیزوں سے ضرور پر بیہز کرنا لازم ہے ورنہ خطرہ ہے کہ سفر جو کے لئے جو قرآنیاں دی ہیں وہ رائیگاں جائیں اور بجائے ثواب کے حج اثاب عذاب بن جائے کیونکہ ریا، نمود، عجب ایسی بیماریاں ہیں جن سے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونٹ وغیرہ پر بشرطیکہ ان جانوروں میں طاقت ہو یہک وقت تین آدمی سواری کر سکتے ہیں، بنو عبدالمطلب کے استقبال کو آئے اس سے خاندانی محبت جو فطری چیزوں کے لئے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ نوجوانان خاندان عبدالمطلب کے استقبال کو آئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ آج ان کے ایک بزرگ ترین فردو رسول معظم، سرداری آدم، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مکہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج وہ قسم پوری ہوئی جو قرآن مجید میں ان لفظوں میں بیان کی گئی تھی لا اقسام بھدا البلد توراة کا وہ نو شہزادہ پورا ہوا جس میں ذکر ہے کہ فاران سے ہزار ہاقد سیوں کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں سے پیار محبت شفقت کا بر تاؤ کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

۱۴ - بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاءِ

۱۷۹۹ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ الْحَجَاجَ

(۱۷۹۹) ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس

بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجوہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس ہوتے تو ذوالحیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ صبح تک ساری رات دین رہتے۔

حدَّثَنَا أَنْسُ بْنُ عَيَّاضٍ عَنْ غَبِيبِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِنْيَ الْحُنَيفَةِ بِطْنَ الْوَادِيِّ، وَبَاتَ حَتَّى يُضْبِحَ)). [راجع: ۴۸۴]

پھر مدینہ میں دن میں تشریف لاتے المذا مناسب ہے کہ مسافر خاص طور پر سفرج سے واپس ہونے والے دن میں اپنے گھروں میں تشریف لائیں کہ اس میں بھی شارع علیہ السلام نے بست سے مصالح کو مد نظر رکھا ہے۔

باب شام میں گھر کو آنا۔

(۱۸۰۰) ہم سے موسیٰ بن اساعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے انس بن شیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر سے) رات میں --- گھر نہیں پہنچتے تھے یا صبح کے وقت پہنچ جاتے یا دوپہر بعد (زوال سے لے کر غروب آفتاب تک کسی بھی وقت تشریف لاتے۔

باب آدمی جب اپنے شریں پہنچ تو گھر میں رات میں نہ جائے۔

(۱۸۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مخارب بن دثار نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

یہ اس لئے کہ گھر میں یوں صاحبہ نہ معلوم کس حالت میں ہوں، اس لئے اوب کا تقاضہ ہے کہ دن میں گھر میں داخل ہوتا کہ یوں کو گھر کے صاف کرنے، خود صاف بننے کا موقع حاصل رہے، اچانک رات میں داخل ہونے سے بست سے مفاسد کا خطہ ہو سکتا ہے۔ حدیث جابر میں فرمایا لعمنسٹ الشعنۃ تاکہ پریشان بال والی اپنے بالوں میں لگھی کر کے ان کو درست کر لے اور اندر وہی صفائی کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر لے۔

باب جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی (تاکہ جلد سے جلد اس پاک شریں داغلہ نصیب ہو)

۱۵ - بَابُ الدُّخُولِ بِالْعَشِيِّ

حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقِ بْنِ عَنْبَدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةِ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ، كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غَدْرَةً أَوْ عَشِيَّةً)).

۱۶ - بَابُ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

حدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا)). [راجع: ۴۴۳]

۱۷ - بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَةً إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

(۱۸۰۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے حمید طویل نے خبر دی انہوں نے انس بن مالک بن شوہ سے سنا کہ آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اوشنی کو تیز کر دیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑا گاتے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ حارث بن عمر نے حمید سے یہ تلفظ زیادہ کئے ہیں کہ ”مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کر دیتے تھے۔“

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن شوہ نے (درجات کے بجائے) جدرات کما، اس کی متابعت حارث بن عمر نے کی۔

۱۸۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مُرِيمٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَمِيدٌ اللَّهُ سَمِعَ أَنَّهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصِرَ دَرَجَاتَ الْمَدِينَةِ أَوْ ضَعَفَ نَافِقَةً، وَإِنْ كَانَتْ ذَاهِبَةً حَرَكَهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ زَادُ الْحَارِثُ بْنُ غَمَبْرٍ عَنْ حَمِيدٍ ((حَرَكَهَا مِنْ حَبَّهَا)). حَدَّثَنَا فَيْيَةً حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((جَذْرَاتٍ)). قَابِعَةً الْحَارِثُ بْنُ غَمَبْرٍ.

[طرفة فی : ۱۸۸۶]

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ آخرت میں کے اس طرز عمل سے وطن کی محبت کی مشروطیت ثابت ہوتی ہے انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، اس جگہ سے محبت ایک فطری جذبہ ہے سفر میں بھی اپنے وطن کا اشتیاق بلی رہتا ہے۔ الفرض وطن سے محبت ایک قدرتی بات ہے اور اسلام میں یہ نہ صومعہ نہیں ہے مشور مقولہ ہے حب الوطن من الإيمان وطنی محبت بھی ایمان میں داخل ہے۔ جدرات یعنی مدینہ کے گھروں کی گھروں کی دیواروں پر نظر پڑتی تو آپ سواری تیز فرا دیتے تھے۔ بعض روایتوں میں دو حادث کا لفظ آیا ہے یعنی مدینہ کے درخت نظر آنے لگتے تو آپ اپنے وطن کی محبت میں سواری تیز کر دیتے۔ آپ حج کے یا جہاد وغیرہ کے جس سفر سے بھی لوئے اسی طرح اطمینان محبت فرمایا کرتے تھے۔

باب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

(۱۸۰۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوالحقان نے کہ میں نے براء بن عازب بن شوہ سے سن انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی انصار جب حج کے لئے آئے تو (حرام کے بعد) گھروں میں دروازوں سے نہیں جاتے بلکہ دیواروں سے کوکر (گھر کے اندر) داخل ہوا کرتے تھے پھر (اسلام لانے کے بعد) ایک انصاری شخص آیا اور دروازے سے گھر میں داخل ہو گیا اس پر لوگوں نے لعنت ملamt کی تو یہ وہی نازل ہوئی کہ ”یہ کوئی نیک نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے (دیواروں پر چڑھ کر

۱۸۰۳ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ أَنْوَرُ الْبَيْوَتِ مِنْ أَبْنَوْا إِلَيْهَا [البقرة: ۱۸۹]

۱۸۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ شَعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((نَزَّلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ فِينَا، كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجَّوْا فَجَاؤُوا لَمْ يَدْخُلُوا مِنْ قِبْلِ أَبْوَابِ بَيْوَتِهِمْ، وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهَا، لِجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبْلِ بَابِهِ، فَكَانَهُ غَيْرَ بَذِلَكَ، فَنَزَّلْتُ: هُوَ أَنْسَ الْبَرِّ بِأَنَّ تَأْتُوا أَبْيَوْتَ مِنْ ظُهُورِهَا، وَلَكِنْ

أَوْ بَلْهُ نِكَ وَثُنْجٌ هُبْ جُوْ تَقْوِيْ اَخْتِيَارْ كَرْ مِنْ اَنْ اَنْهَا بَهَمَّا). [طرفہ فی : ٤٥١٢].

کے دروازوں سے آیا کرو۔“

لَشِیْخ حمد جاہیت میں قریش کے علاوہ عام غرب لوگ جس سے واپس ہوتے وقت گھروں کے دروازوں سے آتا میوب سمجھتے اور دروازے کا سایہ سر پڑنا منحوس جاتے، اس لئے گھروں کی دیواروں سے چاند کرتے۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی۔ وہ آنے والا انصاری جس کا روایت میں ذکر ہے قلبہ بن عامر انصاری تھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت میں اس کی صراحت ہے اس کا نام رفاس بن تابوت تباہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بہت سے اسلامی اسرائی امور کے بیان پر مشتمل ہے۔ آنے والے بزرگ کی تفصیلات کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا بیان یہ ہے فی صحيحهمما من طريق عمار ابن ذريق عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال كانت قريش تدعى الحمس و كانوا يدخلون من الأبواب في الأحرام و كانت الانصار و سائر العرب لا يدخلون من الأبواب في بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم في بستان فخرج معه قطبة بن عامر الانصاري فقالوا يا رسول الله ان قطبة رجل فاجر فإنه خرج معك من الباب فقال ما حملك على ذلك فقال رايتك فعلته ففعلت كما فعلت قال اني احمس قال فان دينك فائز الله الاية الخ (فتح الباري) یعنی قریش کو حمس کے نام سے پکارا جاتا تھا اور صرف وہی حالت احرام میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہو سکتے تھے ایسا عبد جاہیت کا خیال تھا اور الانصار بلکہ تمام الی عرب اگر حالت احرام میں اپنے گھروں کو آتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے کی دیوار چاند کر گھر آیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ یہ قلبہ بن عامر انصاری بھی دروازے سے ہی آگئے۔ اس پر لوگوں نے ان کو لعن طعن شروع کی بلکہ فاجر تک کہہ دیا، آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیں ایسا کیا کیوں تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ آپ نے کیا تو آپ کی ابتعث میں میں نے بھی ایسا کیا آپ نے فرمایا میں تو ہمیں ہوں انہوں نے کہا کہ حضور دین اسلام جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

١٩- بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةٌ مِنْ

الْعَذَابِ

عذاب ہے

ابن تیمیہ نے کہا اس باب کو لا کرام بخاری نے اشارہ کیا کہ گھر میں رہنا جاہدہ سے افضل ہے، حافظ نے کہا اس پر اعتراض ہے اور شاہید امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہو کہ جو اور عمرہ سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھروں واپس ہونے کے لیے جلدی کرے۔ گھروں سے زیادہ دن تک غیر حاضر ہو کر رہنا اچھا نہیں۔

(١٨٠٣) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعینی نے بیان کیا، ان سے ہمی نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک لکڑا ہے، اُوئی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے، اس لئے جب کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھروں واپس آجائے۔

٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُعَيْدِ عَنْ أَبِيهِ صَالِحِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَتَوْمَهُ. فَإِذَا قَضَى نَهَمَّةَ فَلَا يَنْعَجِلُ إِلَى أَهْلِهِ)).

[طرفہ فی : ٣٠٠١، ٥٤٢٩].

یہ اس زمانہ میں فرمایا گیا جب گھر سے باہر نکل کر قدم قدم پر بے حد تکالیف اور خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آج کل سفر میں بہت

یہ آسانیاں سیاہ ہو گئی ہیں مگر پھر بھی رسول برحق بیٹھ کا فرمان اپنی جگہ پر حق ہے، ہوائی جہاز موژ جس میں بھی سفر ہو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے ناموافق حالات سامنے آتے ہیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکل پڑتا ہے، سفر بالا واقع عذاب کا ایک گلزار ہے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ سفر عذاب کا گلزار کیوں ہے فواؤ جواب دیا لان فہ فرق الاحباب اس لئے کہ سفر میں احباب سے جدا ہی ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک طرح سے روحانی عذاب ہے۔ امام بخاری و حنبلیہ کا نشانے باب یہ ہے کہ حاجی کو حج کے بعد جلد ہی وطن کو واپس ہونا چاہیے۔

باب سافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اور اپنے اہل میں جلد پنچنا چاہے۔

(۱۸۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا کہ انہیں (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی خبر ملی اور وہ نمایت تیزی سے چلنے لگے، پھر جب سرفی غروب ہو گئی تو سواری سے نیچے اترے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب جلدی چلتا ہوتا تو مغرب میں دیر کر کے دونوں (عشاء اور مغرب) کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

۲۰ - بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَ بِهِ السَّيْرُ يُعَجَّلُ إِلَى أَهْلِهِ

۱۸۰۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرِيمٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((كَنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقٍ مَكْهَةَ، فَلَبَّغَهُ عَنْ صَفَيَّةِ بِنْتِ أَبِي عَبَّادٍ شَدَّةُ وَجْنِيٍّ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ، حَتَّىٰ إِذَا كَانَ بَعْدَ غَرْبَ الشَّفَقِ نَزَّلَ فَصْلَى الْمَغْرِبِ وَالْغَنَّمَةَ - جَمَعَ بَيْنَهُمَا - ثُمَّ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَ بِهِ السَّيْرُ أَخْرَى الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ۱۰۹۱]

یہ اس لئے کہ اسلام سرا سردین فطرت ہے، زندگی میں بسا اوقات ایسے موقع آ جاتے ہیں کہ انسان وقت پر نماز ادا کرنے سے سرا سر مجروب ہو جاتا ہے ایسی حالت میں یہ سولت رکھی گئی کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں، اگلی نماز مثلاً عشاء کو پہلی یعنی مغرب میں ملا جائے یا پھر پہلی نماز کو دیر کر کے اگلی یعنی عشاء میں ملا جائے ہر دو امر جائز ہیں مگر یہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ نماز کا ادا کرنا اس کے مقررہ وقت ہی پر فرض ہے۔ ارشاد باری ہے «ان الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً» اہل ایمان پر نماز کا بروقت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مسائل و احکام حج کے سلسلہ میں آداب سفر پر روشنی ڈالنا ضروری تھا۔ جب کہ حج میں از اول تا آخر سفری سفر سے سالقه پڑتا ہے، اگرچہ سفر عذاب کا ایک گلزار ہے مگر سفر و سیلہ ظفر بھی ہے جیسا کہ سفر حج ہے۔ اگر عند اللہ یہ قبول ہو جائے تو حاجی اس سفر سے اس حالت میں گھروابیں نوتا ہے کہ گویا وہ آج ہی مال کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ اس سفری کی برکت ہے کہ مفترض اللہ کا عظیم خزانہ نصیب ہوا بہر حال آداب سفر میں سب سے اولین ادب فرض نماز کی محافظت ہے۔ پس مرد مسلمان کی یہ یعنی ساعات مندی ہے کہ وہ سفر و حضر میں ہر جگہ نماز کو اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائے، ساتھ ہی اسلام نے اس سلسلہ میں بہت سی آسمانیاں بھی

دین تاک سفر و حضرتیں ہر جگہ یہ فرض آسانی سے ادا کیا جائے، مثلاً ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے مگر پانی نہ ہو تو مٹی سے تمہیں کیا جاسکتا ہے، مسلمانوں کے لئے ساری زمین کو قابل عبادت قرار دیا گیا کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہ اسی جگہ نماز ادا کر سکیں حتیٰ کہ دریاؤں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر، لق و دن بیانوں میں، زمین کے چچے چپ پر نماز ادا کی جائیتی ہے۔ اور یہ بھی آسانی دی گئی جس پر مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رض نے باب میں اشارہ فرمایا ہے کہ مسافر خواہ و حج یعنی کے لئے کیوں نہ سفر کر رہا ہو وہ دو نمازوں کو بیک وقت ملا کر ادا کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے اپنی الہی محترمہ کی بیماری کی خبر سنی تو سواری کو تیز کر دیا تاکہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر مرضہ کی تیار داری کر سکیں، نیز نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کر لیا، ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ رسول کشم رض بھی سفر میں نمازوں کو اس طرح ملا کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک ایسے دین میں جو تاقیمت عالمگیر شان کے ساتھ باقی رہنے کا دعویدار ہو اسی جملہ آسانیوں کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رض کے صاحبزادے ہیں، آپ کی الہی محترمہ حضرت صفیہ بنت ابو عبید بن شفیق سے تعلق رکھتی ہیں، انہوں نے آنحضرت رض کو پایا اور آپ کے ارشادات طیبات سننے کا موقعہ ان کو بارہا ملا۔ آپ کی مرویات حضرت عائشہ رض اور حضرت حنفہ رض کے توسط سے ہیں اور حضرت نافع جو حضرت عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ان سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم اعین۔

باب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”پس تم اگر روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ مکہ بھجو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو، جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (یعنی مکہ پہنچ کر ذمہ نہ ہو جائے) اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو چیز بھی روکے اس کا بیک حکم ہے۔

وَجَزَاءُ الصَّيْدِ وَقَوْلِهِ اللَّهُ: [البقرة: ۱۹۶].
فَإِنَّ أَخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَذِي، وَلَا
تَخْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَذِي مَحْلَهُ.
وَقَالَ عَطَاءُ: الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ بِخَسْبَةِ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: حَصُورًا: لَا يَأْتِي النِّسَاءُ.

لشیخ لفظ حصر اکم مفہوم کا صیغہ ہے جس کا مصدر احصار ہے جو لفظ میں رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، وہ رکاوٹ مرض کی وجہ سے ہو یا دشمن کی وجہ سے سفرج میں اگر کسی کو کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے جیسا کہ حدیثیہ کے موقع پر مسلمانوں کو کعبہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ایسی حالت کے لئے یہ حکم بیان فرمایا گیا بعض دفعہ دوران سفر میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے ایسے حاجی صاحبان قیامت کے دن لیک پکارتے ہوئے کھڑے ہوں گے اور عند اللہ ان کو حاجیوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔ حضرت عطاء کا قول لانے سے امام بخاری کا مقصد ظاہر ہے کہ احصار عام ہے اور امام شافعی رض کا خیال صحیح نہیں انہوں نے احصار کو دشمن کے ساتھ خاص کیا ہے احصار بعض دفعہ بیماری موت جیسے اہم خواص کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

۱- بَابُ إِذَا أَخْصِرَ الْمُغْتَمِرُ باب اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟ تو وہ کیا کرے

امام بخاری رض کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو عمرہ کے لئے حلال ہونا ج کے ساتھ خاص کرتے ہیں، حدیث باب میں سف

موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمرہ کا احرام پاندھا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں اصحاب کی وجہ سے وہ حکوم دیا۔

(۱۸۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انسیں نافع نے کہ عبد اللہ بن عمرؓ فساد کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لئے جب مکہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کعبہ شریف پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں کا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم لوگوں نے کیا تھا، چنانچہ آپ نے بھی صرف عمرہ کا احرام پاندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام پاندھا تھا۔

(۱۸۰۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انسیں عبید اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے خردی کہ جن دونوں عبد اللہ بن زیبرؓ پر مجاہد کی لشکر کشی ہو رہی تھی تو عبد اللہ بن عمرؓ سے لوگوں نے کہا (کیونکہ آپ کہ جانا چاہتے تھے) کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ڈراس کا ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روک نہ دیا جائے۔ آپ بولے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور کفار قریش ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئے تھے۔ پھر نی کرمؓ نے اپنی قربانی خرچ کی اور سرمندا لیا، عبد اللہ نے کہا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بھی انشاء اللہ عمرہ اپنے پر واجب قرار دے لیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ مل گیا تو طواف کروں گا، لیکن اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کرمؓ نے کیا تھا، میں اس وقت بھی آپ کے ساتھ موجود تھا چنانچہ آپ نے ذوال الحیفہ سے عمرہ کا احرام پاندھا پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہیں، اب میں بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے، آپ نے حج اور عمرہ دوں سے ایک ساتھ فارغ ہو کر ہی دسویں ذی الحجه کو احرام کھولا اور قربانی کی۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تک حاجی مکہ پہنچ کر ایک طواف زیارت نہ کر لے پورا احرام نہ

۱۸۰۶ - حَدَّثَنَا عَنْدُهُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ : (أَنَّ عَنْدَهُ بْنَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُقْتَرِراً لِيَ الْفِتْنَةَ قَالَ : إِنْ صَدِّدْتَ عَنِ النَّبِيِّ صَنَعْتَ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ . فَأَهْلُ بَعْمَرَةِ ، مِنْ أَجْلِ أَنْ رَسُولُ اللَّهِ كَانَ أَهْلُ بَعْمَرَةِ عَامَ التَّحْدِيدِ)).

۱۸۰۷ - حَدَّثَنَا عَنْدُهُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنَ أَسْنَاءَ حَدَّثَنَا جُوبِرِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَيْنَهُ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ (أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَنْدَهُ بْنَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَيَلَيَّ نَوْلَ الْجَيْشِ بِابْنِ الرَّبِيعِ قَالَ : لَا يَضُرُّكُ أَنْ لَا تَحْجُجُ الْعَامَ ، وَإِنَّا نَحْنُ نَحْنُ أَنْ يَحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ النَّبِيِّ لَقَالَ : (عَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ . فَعَلَى الْكُفَّارِ قُرْبَتِنِي دُونَ النَّبِيِّ ، فَلَعْنَ النَّبِيِّ هَذِهِهِ ، وَخَلَقَ رَأْسَهُ . وَأَشَهَدُكُمْ أَنِّي لَذَّ أَوْجَبْتُ الْعُمَرَةَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، أَنْطَلَقْ ، فَإِنْ خَلَّ بَيْنِي وَبَيْنَ النَّبِيِّ طَفتُ ، وَإِنْ حَفَلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُ النَّبِيِّ وَإِنَّمَا . فَأَهْلُ بَعْمَرَةِ مِنْ ذِي الْحُلْقَنَةِ ، لَمْ سَارَ سَاعَةً ، لَمْ قَالَ : إِنَّمَا شَاهِدُهُمَا وَاحِدٌ ، أَشَهَدُكُمْ أَنِّي لَذَّ أَوْجَبْتُ حَجَّةَ مَعَ عَمْرَتِي . لَمْ يَجِدْ بَيْنَهُمَا حَتَّى خَلَ بَيْنَ يَوْمِ النُّحْرِ وَأَهْنَدِي ، وَكَانَ يَقُولُ : لَا يَجِدُ حَتَّى يَطُوفَ طَوَّالًا وَاجِدًا يَوْمًا

کھولنا چاہیے۔

[راجع: ۱۶۳۹] یدخلُّ مَكْتَهُ)).

حضرت عبد اللہ بن نبیر رضی اللہ عنہ پر حاج کی لٹکر کشی اور اس سلسلہ میں بست سے مسلمانوں کا خون نا حق حتیٰ کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی یہ اسلامی تاریخ کے وہ دردناک واقعات ہیں جن کے تصور سے آج بھی جسم کے رو تکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا خیاںہ پوری امت آج تک بھگت رہی ہے، اللہ اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اس دور تاریک میں اتحاد باہمی سے کام لے کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں جن کی ریشہ دو انہوں نے آج بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال لیا ہے۔ انا لله و انا علیہ راجعون۔ اللہم انصر الاسلام والملین آمين۔

(۱۸۰۸) ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جو یہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبد اللہ بن مہرثہ کے کسی بیٹے نے ان سے کہا تھا کاش آپ اس سال رک جاتے تو اچھا ہوتا۔ اسی اور پوابے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۸۰۹) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے بھی بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباس بن حیثۃ نے ان سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے روک دیئے گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سرمنڈایا اور ازواج مطہرات کے پاس گئے اور قربانی کو خر کیا، پھر آئندہ سال ایک دوسراء عمرہ کیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اگلے عمرے کی قضاۓ بلکہ آپ نے سال آئندہ دوسراء عمرہ کیا اور بعض نے کہا کہ احصار کی حالت میں اس حج یا عمرے کی قضاۓ اب ہے اور آپ کا یہ عمرہ اگلے عمرے کی قضاۓ تھا۔

باب حج سے روکے جانے کا بیان

۲- بَابُ الْإِخْصَارِ فِي الْحَجَّ

آنحضرت رضی اللہ عنہ کا احصار صرف عمرہ سے تھا، لیکن علماء نے حج کو بھی عمرہ پر قیاس کر لیا اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مطلب ہے کہ آپ نے جیسا عمرے سے احصار کی صورت میں عمل کیا تم حج سے احصار ہونے میں بھی اسی پر چلو۔

(۱۸۱۰) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے کہ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے تو ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے، پہل تک کہ وہ دوسرے سال حج کر

۱۸۰۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوبَرْيَةُ عَنْ نَافِعٍ : (أَنَّ بَعْضَ بَنِي عبدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ : لَوْ أَقْمَتَ بِنَهَدًا).

[راجع: ۱۶۳۹] ۱۸۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةً بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ : قَالَ أَنْبَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : (فَذَ أَخْصَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَلَقَ رَأْسَهُ، وَجَاءَهُ نِسَاءٌ، وَنَحْرَ هَدْيَةً، حَتَّى اغْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا).

۱۸۱۰ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ قَالَ : كَانَ أَنْبَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : (أَلَيْسَ حَسِبَكُمْ سَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِنْ حِسْنَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجَّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ

لے پھر قربانی کرے، اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے، عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔

حلٰ من كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى يَجْعَلْ عَامًا قَبْلًا
فِيهِنِي أَو يَصُومَ إِن لَمْ يَجِدْ هَذِبَا)).
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ
قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ.. نَحْوَهُ.

[راجح: ۱۶۳۹]

لَئِنْسِنَةِ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن حینہ کے نزدیک حج یا عمرہ کے احرام میں شرط لگاتا درست نہ تھا، شرط لگاتا یہ ہے کہ احرام پابند تھے وقت یوں کہ لے کر یا اللہ! میں جمل رک جاؤں تو میرا احرام وہیں کھولا جائے گا، جسمور صحابہ اور تابعین نے اسے جائز رکھا ہے اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (وحیدی) اور ایسی حالت میں مثال سامنے ہے آج بھی ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں پس شارع **لَكَافِرَةِ** کی سنت مستقبل میں آنے والی امت مسلمہ کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ احصار کی تفصیل بیچھے بھی گذر ہجی ہے۔ حضرت محمد بن شاہب زہری زہری بن کلاب کی طرف منسوب ہیں، کنیت ابو بکر ہے، ان کا نام محمد ہے، عبد اللہ بن شاہب کے بیٹے۔ یہ بڑے فقیہ اور محدث ہوئے ہیں اور تابعین سے بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، مدینہ کے زبردست فقیہ اور عالم ہیں، علوم شریعت کے مختلف فنون میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے جن میں سے تقدیم اور امام مالک بن انس ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ عالم جو اس زمانہ میں گزرتا ہے ان کے سوا اور کسی کو نہیں پتا کھوں سے رویافت کیا گیا کہ ان علماء میں سے جن کو آپ نے دیکھا ہے کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ ابن شاہب ہیں، پھر رویافت کیا گیا کہ ان کے کون ہے، فرمایا کہ ابن شاہب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ابن شاہب کے بعد، فرمایا کہ ابن شاہب ہیں ۲۲۳ھ میں ماہ رمضان المبارک وفات پائی رحمۃ اللہ رحمۃ واسحة (امین)

باب رک جانے کے وقت سرمنڈانے سے پہلے قربانی کرنا۔

۳- بَابُ النُّخْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَضْرِ

(۱۸۱۱) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرازاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں عروہ نے اور انہیں مسور رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صلح حدیبیہ) کے موقع پر قربانی سرمنڈانے سے پہلے کی تھی اور آپ نے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

۱۸۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَمْسِنُورِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَعْلَقَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ)). [راجح: ۱۴۹۴]

معلوم ہوا کہ پہلے قربانی کرنا پھر سرمنڈانی مسنون ترتیب ہے۔

(۱۸۱۲) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو بدر شجاع بن ولید نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر بن محمد عمری نے بیان کیا اور ان سے تافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ اور سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی، اکہ وہ اس سال مکہ نہ

۱۸۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَنْزِرٍ شَجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَمْرِيِّ . قَالَ: وَحَدَّثَ تَافَعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَسَالِمًا كَلَمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

رضی اللہ عنہمَا نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر گئے تھے اور کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ سے روک دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو خر کیا اور سرمنڈا یا۔ [راجح: ۱۶۳۹]

اس حدیث سے جمیرو علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ احصار کی صورت میں جمل احرام کھولے دیں قبول کر لے خواہ حل میں ہو یا حرم میں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہمَا نے کہ قربانی حرم میں بعیج وی جائے اور جب وہاں ذنوب ہو لے تو احرام کھولے لفقال الجمهور یذبح المحصر الہدی حیث یحل سواد کان فی الحل او فی الحرم (فتح) یعنی حج سے روک دیا جائے وہ جمل احرام کھولے حل میں ہو یا حرم میں اسی جگہ اپنی قربانی کر دیا۔

باب جس نے کماکہ روکے گئے شخص پر قضاۓ ضروری نہیں۔

ای قضاۓ لما احصر فیہ من حج او عمرہ و هذا هو قول الجمهور (فتح) یعنی جب وہ حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہو اور جمیرو علماء کا قول یہ ہے جو حضرت امام بخاری کا فتویٰ ہے کہ محسر کے لئے قضاۓ ضروری نہیں۔

اور روح نے کہا، ان سے شب بن عیاد نے، ان سے ابن ابی نجج نے، ان سے مجاهد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہمَا نے کہ قضاۓ اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب کوئی حج میں اپنی یوں سے جماع کر کے نیت حج کو توڑ دے لیکن کوئی اور عذر پیش آگیا یا اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ حلال ہوتا ہے، قضاۓ پر ضروری نہیں اور اگر ساتھ قربانی کا جانور تھا اور وہ محسر ہوا اور حرم میں اسے نہ بعیج سکا تو اسے خر کر دے، (جمل پر بھی اس کا قیام ہو) یہ اس صورت میں جب قربانی کا جانور (قربانی کی جگہ) حرم شریف میں بعیج کی اس طاقت نہ ہو لیکن اگر اس کی طاقت ہے تو جب تک قربانی وہاں ذنوب نہ ہو جائے احرام نہیں کھول سکتا۔ امام مالک وغیرہ نے کماکہ (محسر) خواہ کہیں بھی حرم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے حدیبیہ میں بغیر طواف اور بغیر قربانی کے بیت اللہ تک پہنچے ہوئے خر کیا اور سرمنڈا یا اور وہ ہر چیز سے حلال ہو گئے، پھر کوئی نہیں کہتا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھی قضاۓ کا کیا کسی بھی چیز کے دہرانے کا حکم دیا ہو

رضی اللہ عنہمَا نے فرمایا ((خَرَجَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُغْتَسِلِينَ فَخَالَ كُفَّارُ قُرْبَيْشِ دُونَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَذَنَةً وَحَلَقَ رَأْسَهُ)). [راجح: ۱۶۳۹]

۴- بَابُ مَنْ قَالَ : لَيْسَ عَلَى الْمُخْصَرِ بَذَلٌ

وقال رَوْخَةُ عَنْ شَبِيلٍ عَنْ أَبْنَى أَبِي نَجِيجٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَذَلُ عَلَى مَنْ نَفَضَ حَجَةَ بِالظَّلَدِ، فَإِنَّمَا مَنْ حَبَسَهُ عَذْرًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَحْلِلُ وَلَا يَرْجِعُ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَذِيَ وَهُوَ مُخْصِرٌ نَحْرَةٌ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِعُ أَنْ يَنْعَثُ، وَإِنْ أَسْتَطَعَ أَنْ يَنْعَثْ بِهِ لَمْ يَحْلِلْ حَتَّى يَلْعَلَّ الْهَذِيَّ مَجْلَةً، وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَذِيَّةٌ وَيَخْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءً عَلَيْهِ، لَا نَبِيٌّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ بِالْحَدِيَّةِ نَحْرُوا وَحَلَقُوا وَحَلُوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَذِيَّ إِلَى الْأَبْيَتِ، ثُمَّ لَمْ يَذْكُرْ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا وَلَا يَمْوِدُوا لَهُ، وَالْحَدِيَّةُ خَارِجٌ مِنْ

الحرم

اور حدیبیہ حد رم سے باہر ہے۔

لئے جائیں موظا میں امام مالک کی روایت یوں ہے انه بلغه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حل هو و اصحابہ بالحدیبیہ فتحرروا الهدی
و حلقو روسہم و حلوامن کل شینی قبل ان یطوفوا بالیت و قبل ان يصلی اللہ الہدی ثم لم نعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم امر احدا من اصحابہ ولا من من کان معہ ان یقصدا شینا و لا ان یبعدوا الشینی و سنت مالک عن احصر بعد فقل بحل من کل شینی
و بصر هدیہ و يحلق راسه حيث جس و لیس علیہ قضاۓ (فتح الباری) یعنی ان کو یہ خبر ملی ہے کہ رسول کرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب
کرام حدیبیہ میں حلال ہو گئے تھے پس انہوں نے اپنی قربانیوں کو نحر کر دیا اور سروں کو منڈا لیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے
ہی ہرجیز سے حلال ہو گئے اس سے بھی پہلے کہ کعبہ تک ان کی ہدی پنج سکے پھر ہم نہیں جانتے کہ رسول کرم ﷺ نے اپنے کسی بھی
صحابی کو کسی بھی چیز کے قباء کرنے کا حکم دیا اور امام مالکؓ اسے اس کے بارے میں پوچھا گیا
جو کسی دشمن کی طرف سے روک دیا جائے آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہرجیز سے حلال ہو جائے اور اپنی قربانی کو نحر کر دے اور سرمنڈا لے
جائیں بھی اس کو روکا گیا ہے اس پر کوئی قباء لازم نہیں۔ علامہ ابن حجر العسقلی فرماتے ہیں قبل غرض المصنف بهذه الترجمة الرد على من
قال التحلل بالاحصار خاص بالحج بخلاف المعتور فلا يتحلل بذلك بل يستمر على احرامه حتى يطوف بالبيت لان السنة كلها وقت
لل عمرة فلا يخشى فواتها بخلاف الحج الحضرت امام بخاری رضي الله عنه کی غرض اس باب سے اس شخص کی تردید کرنی ہے جس نے کما کہ
روکنے کی صورت میں حلال ہونا حاجیوں کے ساتھ خاص ہے اور مفتر کے لئے یہ رخصت نہیں ہے پس وہ حلال نہ ہو بلکہ جب تک وہ
بیت اللہ کا طواف نہ کر لے اپنی حالت احرام پر قائم رہے اس لئے کہ سارے سال عمرہ کا وقت ہے اور حج کے خلاف عمرہ کے وقت کے
وقت ہونے کا کوئی ذر نہیں ہے امام بخاری رضي الله عنه کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ احصار کی صورت میں حاجی اور
عمرہ کرنے والا سب کے لئے حلال ہونے کی اجازت ہے۔

(۱۸۱۳) ہم سے اس اعمال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام
مالک نے بیان کیا، ان سے تابع نے بیان کیا کہ قتنہ کے زمانہ میں جب
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ارادے سے پڑے تو فرمایا کہ اگر
محجّہ بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو
(حدیبیہ کے سال) میں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
کیا تھا۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی حدیبیہ کے سال عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا۔ پھر آپ نے
کچھ غور کر کے فرمایا کہ عمرہ اور حج تو ایک ہی ہے، اس کے بعد اپنے
ساتھیوں سے بھی یہی فرمایا کہ یہ دونوں تو ایک ہی ہیں۔ میں تمہیں
گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ اب حج بھی اپنے لئے میں نے واجب
قرار دے لیا ہے پھر (مکہ پہنچ کر) آپ نے دونوں کے لئے ایک ہی
طواف کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ کافی ہے اور آپ قربانی کا جانور بھی
ساتھ لے گئے تھے۔

١٨١٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي
مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ حِينَ خَرَجَ إِلَى
مَكَّةَ مُقْبِرًا فِي الْفِتْنَةِ: ((إِنْ صَدِدْتُ عَنِ
الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ). فَأَفَلَ بِعُمْرَةِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ كَانَ أَهْلً بِعُمْرَةِ عَامَ الْحَدِيبِيَّةِ - ثُمَّ إِنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ: مَا
أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ. فَأَلْتَقَتِ إِلَى أَصْحَابِهِ
لِقَاءَنِي: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أَشَهَدُكُمْ
أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ. ثُمَّ
طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا. وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ
مُجْزِيَا عَنْهُ، وَأَهْذَى)). [راجح: ۱۶۲۹]

جمبور علماء اور الحدیث کا یہ قول ہے کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کافرمان

کہ اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں (جو وہ کی) کوئی تکلیف ہو تو اسے روزے یا صدقے یا قربانی کافرمان دینا چاہیے یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے۔

(۱۸۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انیس حمید بن قیس نے، انیس مجاهد نے، انیس عبدالرحمن بن ابی لیلی نے اور انیس کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، غالباً جو وہ سے تم کو تکلیف ہے، انہوں نے کہا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنا سر منڈا لے اور تین دن کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا دے یا ایک بکری ذبح کر۔

۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُرِنِّضاً أَوْ بِهِ أَذَى مِنْ رَأْسِهِ فَقَدْتَهُ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةً أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ۱۹۶].
وَهُوَ مُخَيَّرٌ ، فَإِمَّا الصُّومُ فَلَلَّاتَةَ أَيَّامٍ

۱۸۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ خَبِيدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : ((لَعْنَكَ آذَاكَ هَوَامِلُكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اَخْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُنْمِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوْ أَنْسُكْ بِشَأْنَهُ)).

[اطراہ فی : ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۴۱۰۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۵۱۷، ۵۶۶۵، ۵۷۰۳، ۶۸۰۸].

باب اللہ تعالیٰ کا قول "یا صدقہ" (دیا جائے) یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

(۱۸۱۵) ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مجہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے سنا، ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جو میں میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ جو میں تو تمہارے لئے

۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿أَوْ صَدَقَةً﴾ وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةَ مَسَاكِينَ

۱۸۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيِّدَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ قَالَ: سَيِّدُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عَجْزَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: ((وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحَدِيثِيَّةِ وَرَأَسِيَّ بِتَهَافَتِ الْمُنَلَّا، فَقَالَ:

تکلیف دینے والی ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر سرمندا لے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ لفظ فرمایا کہ متندا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ”اگر تم میں کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو“ آخر آیت تک پھر بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق غلہ سے چھ مسکینوں کو کھانا دے یا جو میرہ ہواں کی قربانی کر دے۔

ایک فرق غلہ کا وزن تین صاع یا سولہ رطل ہوتا ہے جو ایک صاع کا وزن آٹھ رطل ہلاتے ہیں۔ قابلی جو آسان ہو یعنی بکرا ہو یا اور کوئی جائز جو بھی آسانی سے مل سکے قریب کر دو۔

باب فدیہ میں ہر فقیر کو آدھا صاع

غلہ دینا

(۱۸۱۲) ہم سے ابوالوید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن امہمانی نے، ان سے عبد اللہ بن معقیل نے بیان کیا کہ میں کعب بن مجہر بن جوہن کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے فدیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (قرآن شریف کی آیت) اگرچہ خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لئے ہے۔ ہوا یہ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو جو میں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ نے (یہ دیکھ کر فرمایا) میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمیں اتنی زیادہ تکلیف ہو گی یا (آپ نے یوں فرمایا کہ) میں نہیں سمجھتا تھا کہ جد (مشقت) تمیں اس حد تک ہو گی کیا تجھ کو ایک بکری کا مقدور ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع کھلائیو۔

تَسْبِيح یہ بھی اسی صورت میں کہ میرہ ہو ورنہ آیت کریمہ «لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا» (آل بقرہ: ۲۸۶) کے تحت پھر تو توبہ استغفار بھی کفارہ ہو جائے گا، ہل مقدور کی حالت میں ضرور حکم شرعی بجالاتا ضروری ہو گا، ورنہ جیسے میں لفظ رہنا چیزی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ای لکل مسکین من کل شیبی یا شیر بذالک الی الرد علی من فرق فی ذالک بین القبح وغیرہ قال ابن عبدالبر قال ابو حیفہ و الكوفیون نصف صاع من قبح و صاع من تمرو عن احمد رواية تضا هي قولهم قال عياض وهذا الحديث يرد عليهم (فتح

((يُؤْذِنُكَ هُوَ أَمْكَنْ)) فَلَمَّا نَعَمَ قَالَ: ((أَنْتَ رَأْسُكَ - أَنْتَ رَأْسُكَ - أَنْتَ رَأْسُكَ)) قَالَ: فِي نَزَّلْتَ هَذِهِ الْآيَةَ: «فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً أَوْ بِهِ أَذَى مِنْ رَأْسِهِ هُوَ إِلَى آخِرِهَا». فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدِّقْ بِفَرَقِ تِبْيَانِ سَيِّةٍ، أَوْ أَنْسُكْ بِمَا تَيَسَّرَ)). [راجع: ۱۸۱۴]

۷- بَابُ الْإِطْعَامُ فِي الْفِيدِيَةِ نِصْفُ

صَاعٍ

۱۸۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَقْعِيلٍ، قَالَ: ((جَلَسْتُ إِلَيْيَ كَعْبَ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتَهُ عَنِ الْفِيدِيَةِ، فَقَالَ: نَزَّلَتْ فِي خَاصَّةٍ وَهِيَ لَكُمْ عَامَةٌ. حَمَلْتُ إِلَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَسْأَلُرُ عَلَى وَجْهِي، فَقَالَ: (مَا كُنْتُ أَرَى الْوَجْعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. أَوْ مَا كُنْتُ أَرَى الْجَهَنَّمَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى. تَجَدُّ شَاهَةً؟)) فَقَلَّتْ لَا. فَقَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سَيْةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ)). [راجع: ۱۸۱۴]

الباری) و فی حدیث کعب بن عجرة من الفوائد ما تقدم ان السنة مبینة لمجمل الكتاب لاطلاق الفدية في القرآن و تقیدها في السنة و تحريم حلق الراس على المحرم والرخصة في حلقتها اذا اذاء القمل او غيره من الاوجاع وفيه تلطف الكبير باصحابه و عناته باحوالهم و تفتقده لهم و اذا رأى ببعض اتباعه ضرراً سال عنه و ارشده الى المخرج منه يعني هر مسکین کے لئے ہر ایک چیز سے اس میں اس شخص کے اوپر رد کرنا مقصود ہے جس نے اس بارے میں گندم وغیرہ کا فرق کیا ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کرتے ہیں کہ گندم کا نصف صلح اور کبوروں کا ایک صلح ہوتا چاہیے۔ امام احمد کا قول بھی تقریباً اسی کے مشابہ ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حدیث کعب بن عجرہ ان کی تردید کر رہی ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیل سنت رسول بیان کرتی ہے۔ قرآن مجید میں مطلق فدیہ کا ذکر تھا سنت نے اسے مقید کر دیا اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حرم کے لئے سرمنڈانا حرام ہے اور جب اسے جوؤں وغیرہ کی تکلیف ہو تو وہ منڈا سکتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بڑے لوگوں کو ہیشہ اپنے ساتھیوں پر نظر عنایت رکھتے ہوئے ان کے دکھ تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے کسی کو کچھ بیماری وغیرہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے ان کو نیک مشورہ دینا چاہیے۔

باب قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے۔

۸- بَابُ النُّسُكُ شَاةٌ

يعنى آيت کریمه فضیلۃ من صیام او صدقۃ اونسک میں بکری مراد ہے۔

۱۸۱۷ - (۱۸۱) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا تم سے روح نے بیان کیا، ان سے شب بن عباد نے بیان کیا، ان سے ابن الیخج نے بیان کیا، ان سے مجہد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ابی سلیل نے بیان کیا اور ان سے کعب بن عجرة رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ مسیح بن مسیح نے انسیں دیکھا تو جو میں ان کے چرے پر گر رہی تھیں، آپ نے پوچھا کیا ایسا جو جوؤں سے تمیں تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے انسیں حکم دیا کہ اپنا سرمنڈا لیں۔ وہ اس وقت حدیثیہ میں تھے۔ (صلح حدیثیہ کے سال) اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حدیثیہ یعنی میں رہ جائیں گے بلکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا اور رسول اللہ مسیح بن مسیح نے حکم دیا کہ جو مسکینوں کو ایک فرق (یعنی تین صاع غله) تقسیم کر دیا جائے یا ایک بکری کی قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔

۱۸۱۸ - حدثنا إسحاق حدثنا رفعه حدثنا هبیل عن ابن أبي نجیع عن مجاهد قال: حدثني عبد الرحمن بن أبي ليلى عن كعب بن عجرة رضي الله عنه: ((أن رسول الله ﷺ رأة وإن يسقط على وجهه القفل، فقال: ((أيؤذنك هو أمك؟)) قال: نعم. فأمره أن يخلق وهو بالحديثية، ولم يتثنى لهم أنهم يخلعون بها، وهم على طمأن أن يدخلوا مكة. فأنزل الله الفدية، فأمره رسول الله ﷺ أن يطعم فرقاً بين ستة، أو يهدى شاة، أو يصوم ثلاثة أيام)).

[راجح: ۱۸۱۴]

(۱۸۱۸) اور محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ ہم کو ورقاء نے بیان کیا، ان سے ابن الیخج نے بیان کیا، ان سے مجہد نے بیان کیا، انسیں عبدالرحمن بن ابی سلیل نے خبر دی اور انسیں کعب بن عجرہ رضی اللہ

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ حَدَثَنَا وَرَقَاءُ عَنْ أَبِنِ نُجَيْعٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي ليلى عَنْ

عنه نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو جو میں ان کے چہرے پر گرفتار ہی تھی، پھر کسی حدیث بیان کی۔

کَفَبْ نِبْ عَجْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ رَأَاهُ وَقَمْلَهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ) مثلاً۔ [راجح: ۱۸۱۴]

یعنی آیت قریانی میں مذکور نہ سے بکری کی قریانی مراد ہے۔

باب سورۃ بقرۃ میں اللہ کا یہ فرمانا کہ حج میں شوت کی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿فَلَا رَفَثَ﴾ [البقرة: ۱۹۷]۔

(۱۸۱۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ رفت یعنی شوت کی بات منه سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی مان نے اسے جتنا تھا۔

۱۸۱۹ - حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ رَأَاهُ وَقَمْلَهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ : ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفَثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)).

[راجح: ۱۵۲۱]

یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا۔ قرآن مجید میں رفت جماع کو کہتے ہیں یا جماع کے متعلق شوت ایکیز باتیں کرنے کو (خش کلام کو) سفر حرام سریاضت و محابہ (نفس کشی کا سفر) ہے۔ لہذا اس میں جماع کرنے بلکہ جماع کی باتیں کرنے سے شوت برائیکیز ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔

۱۰۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿فَوْلَأَ فُسُوقَ وَلَا جَدَالَ فِي الْحَجَّ﴾ [البقرة: ۱۹۷]۔

باب اللہ تعالیٰ کا سورۃ بقرۃ میں فرمانا کہ حج میں گناہ اور جھگڑا نہ کرنا۔

چاہیے۔

(۱۸۲۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شوت کی خش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی مان نے اسے جانا تھا۔

۱۸۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفَثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيْوِمْ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)).

[راجح: ۱۵۲۱]

باب کی حدیث میں جھگڑے کا ذکر نہیں ہے، اس کیلئے امام بخاری نے آیت پر اکتفا کیا اور فرق کی مذمت کیلئے حدیث کو نقل فرمایا، بن، آیت اور حدیث ہردو کو ملا کر آپ نے مضمون باب کو مدلل فرمایا اس سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وقت نظر بھی ثابت ہوتی ہے۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو ایسے با بسیرت امام کی فتاہت اور فراست سے انکار کریں اور اس وجہ سے ان کی تنقیص کر کے گھنگا رہیں۔

۲۸۔ کتاب جزاء الصید

۱۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ
مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ مِثْلِهِ مِثْلُ مَا قَاتَلَ مِنَ النَّعْمَ
..... إِلَيْهِ قَوْلُهُ أَتَقُولُوا إِنَّ اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ
تُخْشِرُونَ﴾ [المائدۃ: ۹۵].

باب اللہ کا یہ فرمانا سورہ مائدہ میں کہ احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان کر مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے شکار کے برابر بدله ہے مویشیوں میں سے جو تم میں سے دو معتبر آدی فیصلہ کر دیں اس طرح سے کہ وہ جانور بدله کا بطور نیاز کعبہ پہنچیا جائے یا اس پر کفارہ ہے چند محتابوں کو کھلانا یا اس کے مبارکروزے تاکہ اپنے کئے کی سزا پکھے، اللہ تعالیٰ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدله اس سے لے گا اور اللہ زبردست بدله لینے والا ہے، حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے حلال ہوا اور سب مسافروں کے لئے اور حرام ہو۔ تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے۔“

لئے بیچنے اس باب میں امام بخاری نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید ان کو اپنی شرط کے موافق کوئی حدیث اس باب میں نہیں ملی۔ ابن بطال نے کہا اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر حرم شکار کے جانور کو میرا یا سواؤ قتل کرے ہر حال میں اس پر بدله واجب ہے اور اہل ظاہر نے سواؤ قتل کرنے میں بدله واجب نہیں رکھا اور حسن اور محابہ سے اس کے بر عکس منقول ہے، اس طرح اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کو اعتیار ہے چاہے کفارہ دے چاہے بدله دے دے تو روی نے کہا اگر بدله نہ پائے تو کھانا کھلانے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو روزے رکے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں قبل السبب فی نزول هذه الآية ان ابا المسرة قتل حمار وحش وهو محرم فی عمرة العدیبية فنزلت حکماه مقاتل فی تفسیره ولم یذكر المصنف فی روایة ابی ذر فی هذه الترجمة حديثا وعلمه اشار الى الله لم یثبت على شرطه فی جزاء الصید حدیث مرلوع قال ابن بطال اتفق ائمۃ الفتوی من اهل الحجاز وال العراق وغیرهم على ان المحرم اذا قتل الصید عمداً او خطأ فعله الجزاء الخ (فتح الباری) یعنی یہ آیت ایک شخص ابوالیسرہ کے ہارے میں نازل ہوئی جس نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر احرام کی حالت میں ایک جنگلی گدھے کو مار دیا تھا، حضرت امام بخاری رض نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ شاید ان کا یہ اشارہ ہے کہ ان کی شرط پر اس ہارے میں کوئی سچھ معرفہ حدیث نہیں ملی، ابن بطال نے کہا کہ فتوی دینے والے اماموں کا اتفاق ہے جو حجاز اور عراق و فیروز سے تعلق رکھتے ہیں کہ حرم جان کریا غلطی سے اگر کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر جزاً لازم آتی ہے۔

۲۔ بَابُ إِذَا صَادَ الْحَلَالَ فَأَهْذَى

بَبُ أَكْرَبَ إِلَيْهِ الْحَرَامِ وَالْشَّكَارَ كَرَرَهُ وَأَلَّهُ كَحَسَكَتَاهُ.

اور انس اور ابن عباس رض (حزم کے لئے) شکار کے سواد سرے جانور مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑے کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں لفظ عدل (شَجَعَ عَنْ) حل کے

وَلَمْ يَرَ ابْنَ عَبَّاسَ وَأَنَسَ بِالذِّبْحِ نَاسًا.
وَهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ، تَحْرُرُ الْإِبْلِ وَالْتَّفَرِ
وَالْذَّجَاجِ وَالْخَنِيلِ يُهَقَّلُ عَذْلُ ذَلِكَ: مِثْلُ.

معنی میں بولا گیا ہے اور عدل (عین کو) جب زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وزن کے معنی میں ہو گا، قیام قواما (کے معنی میں ہے، قیم) عدلون کے معنی ہیں مثل بنانے کے۔

(۱۸۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے سچی ابن کثیر نے، ان سے عبد اللہ بن ابی قادہ نے بیان کیا کہ میرے والد صلح حدیبیہ کے موقع پر (شمنوں کا پتہ لگانے) نکلے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام پاندھ لیا لیکن (خود انہوں نے اسی) نہیں باندھا تھا (اصل میں) نبی کریم ﷺ کو کسی نے یہ اطلاع دی تھی کہ مقام غیرت میں دشمن آپ کی تاک میں ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے (ابو قادہ اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا میرے والد (ابو قادہ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہٹنے لگے (میرے والد نے بیان کیا کہ) میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا سامنے ہے۔ میں اس پر چھٹا اور نیزے سے اسے ٹھٹھا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا، پھر ہم نے گوشت کھلایا۔ اب ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کمیں (رسول اللہ ﷺ سے) دور نہ رہ جائیں چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کبھی اپنے گھوڑے تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ، آخر رات گئے بنوغفار کے ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ سے جدا ہوا تو آپ مقام تھعن میں تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں ہٹک کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ غرض میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس لئے آپ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں، پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس موجود ہے، آپ ﷺ نے لوگوں سے کھانے کے لئے فرمایا حالانکہ وہ سب

فَإِذَا كَسِرَتْ عِدَّةٍ فَهُوَ زِنَةٌ ذَلِكَ قِيَامًا :
قَوَامًا يَغْلِبُونَ : يَجْعَلُونَ عِدَّلًا.

۱۸۲۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ حَدَّثَنَا
هشامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
قَتَادَةَ قَالَ: ((انطلَقَ أَبِي عَامَ الْحَنْتَبِيَّةَ،
فَأَخْرَمَ أَصْحَابَهُ وَلَمْ يُخْرِمْهُ وَحَدَّثَ النَّبِيَّ
أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوهُ، بِغَيْقَةٍ فَانْطَلَقَ
النَّبِيُّ ﷺ، فَبَيْنَما آنَا مَعَ أَصْحَابِيْ تَضَنَّخَ
بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَلَمَّا آتَاهَا بِحِمَارٍ
وَخَشِّ، فَحَمَّلَتْ عَلَيْهِ فَطَعْنَتْهُ فَأَفْتَنَهُ،
وَاسْتَعْنَتْ بِهِمْ فَأَبْوَا آنَ يَعْيُونِي. فَأَكَلَنَا
مِنْ لَحْيَهِ، وَخَشِّيَّنَا آنَ نُقْطَعَ، فَطَلَبَتْ
النَّبِيُّ ﷺ أَرْفَعَ فَرْسِيْ شَأْوَا وَأَسْبَرْ شَأْوَا،
فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غَفَارٍ فِي جَوْفِ
اللَّيْلِ، قُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَ:
تَرَكْتَهُ بِتَغْنِمِ، وَهُوَ قَابِلُ السَّلْفِيَّا. فَقُلْتُ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَبُونَ عَلَيْكَ
السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشِّوا آنَ
يُقْطَعُوْ دُونَكَ، فَانْتَظَرْهُمْ.

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصْبَثْ حِمَارَ وَخَشِّ
وَعَنْدِي مِنْهُ فَاصْبِلْهُ. فَقَالَ لِلنَّقْوَمِ:
((كُلُّوا)). وَهُمْ مُحْرِمُونَ.

[اطرافہ فی : ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۵۳۰۶، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲].

احرام باندھ سے ہوئے تھے۔

باب احرام والے لوگ شکار دیکھ کر نہیں دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے پھر شکار کرے تو وہ احرام والے بھی کھا سکتے ہیں۔

۳۔ بَابُ إِذَا رَأَى الْمُخْرِمُونَ صَيْدًا
فَضَّجَّكُوا فَقَطِنَ الْحَلَالُ

(۱۸۲۲) ہم سے سعید بن ریبع نے بیان کیا کہا ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا کہ ان سے بھی بن ابی کثیر نے ان سے عبد اللہ بن ابی قادہ نے کہ ان سے ان کے باپ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم صلح حیدریہ کے موقع پر نبی کرم ﷺ کے ساتھ چلے ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا تھا لیکن ان کا بیان تھا کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا، میں غیر میں دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ملی اس لیے ہم ان کی تلاش میں (نبی کرم ﷺ کے حکم کے مطابق نکلے پھر میرے ساتھیوں نے گور خردیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہٹنے لگے میں نے جو نظر اٹھائی تو اسے دیکھ لیا گھوڑے پر (سوار ہو کر) اس پر جھپٹا اور اسے زخمی کر کے ٹھنڈا کر دیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ ادا چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اسے کھلایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حار ہوا (پسلے) میں ڈر ہوا کہ کہیں ہم آنحضرت ﷺ سے دور نہ رہ جائیں اس لیے میں کبھی اپنا گھوڑا تیز کر دتا اور کبھی آہست آخر میری ملاقات ایک بھی غفار کے آدمی سے آدمی رات میں ہوتی میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں آپ سے تھعن تھی جگہ میں الگ ہوا تھا اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ دوپر کو مقام سقیا میں آرام کریں گے پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور انہیں ڈر رہے کہ کہیں دشمن آپ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے اس لیے آپ ان کا انتظار تکھے چنانچہ آپ نے ایسا یہ کیا میں نے یہ بھی عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک گور خر کا شکار کیا اور کچھ

۱۸۲۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَلَيْهِ بْنُ الْمَبَارِكِ عَنْ يَحْتَىٰ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((أَنْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ، فَأَخْرَمَ أَصْنَاعَاهُ وَلَمْ أَخْرِمْ، فَأَنْتَنَا بَعْدُ بِفِيقَةِ، فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصَرَ أَصْنَاعَاهِي بِحِمَارٍ وَحَشِّ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضِ، فَنَظَرَتْ فَرَأَيْتَهُ، فَحَمَلْتَ عَلَيْهِ الْفَرَسَ، فَطَعَتْهُ فَأَنْتَهَا، فَاسْتَعْتَهُمْ فَأَبْوَا أَنْ يَعْنُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْهُ. ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَشِينَا أَنْ نُقْطِعَ، أَزْفَعَ فَرَسِي شَاؤَا وَأَسْبَرَ عَلَيْهِ شَاؤَا. فَلَفِيتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِهِ غَيْرَ فِي جَوْفِ الْلَّيْلِ فَقُلْتُ: أَنِّي تَرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: تَرَكْتَهُ بِعَنْهِ، وَهُوَ فَالِيلُ السُّفِيَا. فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّىٰ أَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْنَاعَابِكَ أَرْسَلْتُو بِقَرْزُونَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْطِعُهُمُ الْعَدُوُّ ذُو نَكَ، فَانْظَرْنِمْ، فَفَعَلَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَصْدَنَا حِمَارًا وَحَشِّ، وَإِنَّ عِنْدَنَا مِنْهُ فَاضِلَّةً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْنَاعَاهِ:

بچا ہوا گوشت اب بھی موجود ہے اس پر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لکھاؤ حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔

باب شکار کرنے میں احرام والا غیر حرم کی کچھ بھی مدونہ کرے۔

((کُلُّوا، وَهُمْ مُخْرِمُونَ)).

[راجع: ۱۸۲۲]

۴- بَابُ لَا يُعِينُ الْمُخْرِمُ الْخَلَالُ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

۱۸۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحِةِ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى تَلَاثَ)) ح. وَحَدَّثَنَا عَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحِةِ، وَمِنَ الْمُخْرِمِ وَمِنَ غَيْرِ الْمُخْرِمِ)). فَرَأَيْتُ أَصْنَاعَيِّ بَرَاءَعُونَ شَيْئًا، فَنَظَرَتْ لِلَّادُّ جِنَارٌ وَخَشْ - يَعْنِي وَقَعْ سَوْطَةً - لَقَالُوا: لَا تُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، إِنَّا مُخْرِمُونَ، فَسَأَلْتُهُ فَأَخَذَتْهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ الْجِنَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكْمَةٍ فَفَقَرَنَهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْنَاعَيِّ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُّوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْكُلُوا. فَأَتَيْتُ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ أَمَانَنَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: ((كُلُّوْ حَلَالٌ)). قَالَ لَنَا عَمْرُو: اذْهَبُوا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوْهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ. وَقَدِيمٌ عَلَيْنَا هَا هُنَّا.

[راجع: ۱۸۲۱]

اصنیعوں نے حضرت ابو قاتدہ رضی اللہ عنہ کا کوڑا اٹھانے میں بھی مدونہ کی اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ حالت احرام میں کسی غیر حرم شکار کی بہ سلسلہ شکار کوئی مدونہ کی جائے۔ اسی صورت میں اس شکار کا گوشت احرام والوں کو بھی کھانا درست ہے، اس سے متعلق پوچھ سکتے ہو اور وہ ہمارے پاس یہاں آئے تھے۔

حالات احرام کی روحلی اہمیت اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی حرم بنثے کے بعد ایک خالص مخلص فقیر ای اللہ بن جاتا ہے۔ پھر شکاریا اس کے متعلق اور اس سے اس کو کیا واسطہ۔ جو حج ایسے ہی نیک جذبات کے ساتھ ہو گا وہی حج مبرور ہے۔
نافع بن مرجس عبد اللہ بن عمرؓ کے آزاد کروہ ہیں۔ یہ دلیل تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید خدراؓ سے حدیث کی ساعت کی ہے۔ ان سے بہت سے اکابر علمائے حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام زہری، امام مالک بن انس شامل ہیں۔ حدیث کے بارے میں یہ بہت ہی مشور فن ہیں۔ نیزان لشق راویوں میں سے ہیں جن کی روایت شک و شبہ سے بالا ہوتی ہے اور جن کی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کا برا حصہ ان پر موقوف ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں جب نافع کے واسطے سے اہن عمرؓ کی حدیث سن لیتا ہوں تو کسی اور راوی سے سننے سے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۷۱۴ میں وفات پائی سر جس میں میں مسلمہ اول مفتون راساً کن اور جنم کھور ہے۔

باب غیر حرم کے شکار کرنے کے لئے احرام والا شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرے۔

(۱۸۲۳) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے عثمان بن موهب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبد اللہ بن ابی قادہ بنو شٹو نے خبر دی اور انہیں ان کے والد ابو قادہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابو قادہ بنو شٹو بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ، (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آملو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے کنارے چلی، واپسی میں سب نے احرام پاندھ لیا تھا لیکن ابو قادہ بنو شٹو نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گور خرد کھائی دیئے، ابو قادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کاشکار کر لیا، پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم حرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت بچا دہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو حرم تھے لیکن ابو قادہ بنو شٹو نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گور خرد کیے اور ابو قادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کاشکار کر لیا، اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور

۵- بَابُ لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَضْطَادُهُ الْحَلَالُ

۱۸۲۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانَ - هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ - قَالَ : أَخْبَرَنِي عَنْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهَا أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًا فَخَرَجُوا مَعَهُ، فَصَرَفَ طَافِيَةَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ : ((خُلُدوْ ساحلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْقَيَنِي)), فَأَخْلَدُوا كُلَّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُخْرِمْ. فَيَسِّرْنَا هُمْ يَسِّيرُونَ إِذَا رَأَوَا حُمْرًا وَحَشِّيَّنَ، فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمْرِ لَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانَا، فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا: أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٌ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَحَمَلَنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ. فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا أَخْرَمْنَا، وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُخْرِمْ، فَرَأَيْنَا حُمْرًا وَحَشِّيَّنَ، فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ لَعَقَرَ مِنْهَا

اس کا گوشت کھلایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محروم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لئے جو کچھ گوشت بالی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابو قادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا؟ یا کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر بچا ہوا گوشت بھی کھا لو۔

[راجع: ۱۸۲۱] معلوم ہوا کہ حالت احرام والوں کے واسطے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شکاری کو اشاروں سے اس شکار کے لئے رہ نہیں کر سکیں۔
باب اگر کسی نے محروم کے لئے زندہ گور خر تحفہ بھیجا ہو تو
اسے قبول نہ کرے

(۱۸۲۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن جثامة لیشی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ابواء یا ودان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گور خر کا تحفہ دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا، پھر جب آپ نے ان کے چروں پر ناراضگی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا واپسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

آننا، فَأَكْلَنَا مِنْ لَحْمِهَا، ثُمَّ قُلْنَا : أَتَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَخْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَقَلَّمَنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا. قَالَ : ((أَمْنِكُمْ أَحَدَ أَمْرَةَ أَنْ يَخْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟)) قَالُوا: لَا، قَالَ : ((فَلَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا)).

[راجع: ۱۸۲۱]

۶- بَابُ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا
وَخَشِيَّاً حَيَا لَمْ يَقْبِلُ

۱۸۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَيْنِيَدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ الصَّعْبِ بْنِ جَنَامَةَ الْلَّثَّيِي ((أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِمَارًا وَخَشِيَّاً وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ - أَوْ بِوَدَانَ - فَرَدَةَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدْهُ إِلَّا آنَّا حُرُومٌ)).

[طرفہ فی : ۲۵۷۳، ۲۵۹۶]

لَهْبَيْرَجَ ابن خزیمہ اور ابو عوانہ کی روایت میں یوں ہے کہ گور خر کا گوشت بھیجا، مسلم کی روایت میں ران کا ذکر ہے یا پٹھے کا جن میں سے خون نپک رہا تھا۔ یعنی کی روایت میں ہے کہ صعب نے جنگلی گدھے کا پٹھا بھیجا، آپ مجھے میں تھے۔ آپ نے اس میں سے فوراً کھلایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ یعنی تھے کہا اگر روایت محفوظ ہو تو شاید پہلے صعب نے زندہ گور خر بھیجا ہو گا آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر اس کا گوشت بھیجا تو آپ نے اسے لے لیا۔ ابواء ایک پاڑ کا نام ہے اور ودان ایک موضع ہے جو حفظ کے قریب۔ حافظ نے کہا کہ ابواء سے جحفہ نک میں میں اور ودان سے جحفہ نک آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ باب کے ذریعہ امام بخاری یہ بتالا چاہتے ہیں کہ اس شکار کو واپس کرنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وہ زندہ تھا، حضرت امام نے دوسرے قرائیں کی روشنی میں یہ تطبیق دی ہے۔

۷- بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِ
بَابُ احرام والاكون کون سے جانور
مار سکتا ہے؟

(۱۸۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

۱۸۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ

کو امام مالک نے خبر دی، انہیں تافع نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

(دوسری سند) اور امام مالک نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو اور پندرہ کو رہوا)

(۱۸۲۷) (تیسرا سند) اور ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے زید بن جبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی عنہما سے سنا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کی بعض یوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا محرم پانچ جانوروں کو مار سکتا ہے (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

(۱۸۲۸) (چوتھی سند) اور ہم سے اصنف نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں کو، چیل، چوبی، پچھو اور کاث کھانے والا کتا۔

(۱۸۲۹) ہم سے بھی بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عروہ بن زیر نے خبر دی اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موزی ہیں اور انہیں حرم میں بھی مارا جا پہنچتا ہیں کو، چیل، پچھو، چوبی اور کاث نے والا کتا۔ [طرفة فی : ۳۲۱۴]

أخبرنا مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله قال: ((خمس من الدواب ليس على المحرم في قتلهم جناح)).

ح: عن مالك بن أنس وعن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر أن رسول الله قال: . [طرفة فی : ۳۲۱۵]

۱۸۲۷ - حذفنا مسدداً حذفنا أبو عوانة عن زيد بن جبير قال: سمعت ابن عمر رضي الله عنهما يقول: ((حدثتني إحدى نسوة النبي ﷺ عن النبي ﷺ: يقتل المحرم . .)). [طرفة فی : ۱۸۲۸]

۱۸۲۸ - حذفنا أصبع قال: أخبرني عبد الله بن وهب عن يونس عن ابن شهاب عن سالم قال: قال عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قالت حفصة: قال رسول الله ﷺ: ((خمس من الدواب لا حرث على من قتلهم: الغراب والجداة والفارأة والقرب والكلب المفتر)).

۱۸۲۹ - حذفنا يحيى بن سليمان قال: حدثني ابن وهب قال: أخبرني يونس عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال: ((خمس من الدواب كلهن فاسق يقتلهم في الحرام: الغراب والجداة والفارأة والقرب والكلب المفتر)).

لشیخ یہ پانچوں جانور جس قدر بھی موزی ہیں ظاہر ہے ان کی ہلاکت کے حکم سے شارع یعنی نبی نوح انسان کے مالی، جسمانی، اقتصادی، غذائی یہت سے مسائل کی طرف رہ نہیں فرمائی ہے کو اور چیل ڈاکہ زندگی میں مشور ہیں اور پھر وہ اپنی نیشن زندگی مارنے میں، چوبہ انسانی صحت کے لئے مضر، پھر غذاوں کے ذخیروں کا دشمن اور کائنے والا کتاب صحت کے لئے انتہائی خطرہ ہاک۔ یہی وجہ ہے جو ان کا قتل ہر جگہ جائز ہوا۔

(۱۸۳۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے اسود سے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عثیم نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ منی کے غار میں تھے کہ آپ پر سورہ والمرسلات نازل ہوئی شروع ہوئی۔ پھر آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ ہم پر ایک سانپ گرا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے مارڈا لوچنا چاہے ہم اس کی طرف لپکے لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح سے تم اس کے شر سے نجع گئے وہ بھی تمہارے شربے نجع کر چلا گیا۔ حضرت ابو عبد اللہ امام بخاری ﷺ نے کہا کہ اس حدیث سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ منی حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے حرم میں سانپ مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔

۱۸۳۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ عَيَّاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَسِّمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَارٍ بِمَنِي إِذْ نَزَلَ عَلَيْنَا هُوَ الْمُرْسَلَاتُ)) وَإِنَّهُ لِيَتَلَوُهَا، وَإِنِّي لَا تَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهَ لَرَطَبٌ بِهَا، إِذْ وَتَتْ عَلَيْنَا حَيَّةً فَقَاتَ النَّبِيُّ ﷺ ((الْمُتَلَوُهَا)). فَابْتَدَأَنَاهَا فَذَهَبَتْ، فَقَاتَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَقَبَتْ شَرْكُمْ كَمَا وَقَبَتْ شَرْهَمْ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهِذَا أَنْ مَنِي مِنَ الْحَرَمِ وَإِنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقُتْلٍ حَيَّةً بَأْسًا.

[اطرافہ فی: ۳۳۱۸، ۴۹۳۰، ۴۹۳۱، ۴۹۳۴]

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث سے باب کا مطلب نہیں لٹکایوں کہ حدیث میں یہ کمال ہے کہ صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس اعمال کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ واقعہ عزفہ کی رات کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہوں گے۔ پس باب کا مطلب تک آیا قال ابو عبد اللہ الخیخ یہ عبارت اکثر نسخوں میں نہیں ہے ابوالوقت کی روایت میں ہے۔ اس عبارت سے بھی وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے جو اور بیان ہوا۔

(۱۸۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکی کو موزی کما تھا لیکن میں نے آپ سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اسے مارنے کا بھی حکم دیا تھا۔

۱۸۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ عَزْرَوَةَ بْنِ الزَّبِيرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاتَ لِلْوَزْغَ: ((فُوَيْقَ))، وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمْرَ بِقْتِلِهِ)).

[طرفة فی : ۳۳۰۶]

لشیخ ابن عبد البر نے کماں پر علماء کا اتفاق ہے کہ چپکی مارڈا الناصل اور حرم دونوں جگہ درست ہے، واللہ اعلم۔ حافظ نے کماکہ میں نہیں ہے جن کا قتل جائز ہے اور ابن الیثیہ نے عطا سے نکلا کہ پھر وغیرہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور حل و حرم میں اسے مارنا بھی درست کما جا سکتا ہے۔

باب اس بیان میں کہ حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں (اور) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ حرم کے کاشتہ نہ کاٹے جائیں۔

(۱۸۳۲) ہم سے قتبہ بن سعید نے بیان کیا، کما ہم سے یاث بن سعید نے بیان کیا، ان سے شعیب بن ابی سعید مقبری نے، ان سے ابو شرتع عدوی رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمرو بن سعید کہ پر لفکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا امیر اجازت دے تو میں ایک ایسی حدیث سناؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرا دن ارشاد فرمائی تھی، اس حدیث مبارک کو میرے ان کانوں نے سن اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کر لیا تھا اور جب آپ ارشاد فرمารہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ کی حمد اور اس کی شایبان کی پھر فرمایا کہ مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز اور حلال نہیں کہ یہاں خون بھائے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتل (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اجازت دی تھی لیکن تمیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تھوڑی سی دری کے لئے اجازت ملی تھی پھر وبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہو گئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیغام) پہنچا دیں، ابو شرتع سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کما ابو شرتع! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم

-۸- بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ).

۱۸۳۲ - حَدَّثَنَا فَيْيَةُ حَدَّثَنَا الْأَئْمَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي شَرْبَعِ الْقَنْدَوِيِّ اللَّهُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَعْثُثُ الْبَعُوثَ إِلَيْهِ مَكْهَةً: ((إِنَّنَّ لَيِّنَهَا الْأَمِيرَ أَحَدَنَاكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدَّ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أَذْنَانِي وَوَعَاهَ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَاهِي حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، اللَّهُ حَمْدَهُ اللَّهُ وَأَنَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكْهَةَ حَرَمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يَحْرِمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَجِدُ لِأَمْرِي إِيمَانُهُ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَإِلَيْهِ الْآخِرَةُ أَنْ يَسْفِلَ بِهَا ذَمَّاً، وَلَا يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً). فَلَمَّا أَخَذَ تَرَخْصَنَ لِيَقْتَالَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَوْلُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذِنْ لَكُمْ، وَإِنَّا أَذِنْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حَرَمَهَا الْيَوْمَ كَحَرَمَهَا بِالْأَنْسِ، وَلَيْلَتُهُ الشَّاهِدُ الْغَابِبُ). فَقَيْلَ لِأَبِي شَرْبَعِ: مَا قَالَ لَكَ عُمَرُ؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شَرْبَعِ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يَعْيَنُ عَاصِيَا، وَلَا فَارِأُ بِدِمَ وَلَا فَارَا

بِخُرْبَتِهِ) خُرْبَةٌ : بَلْيَةٌ۔ [راجح: ۱۰۴] کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ خربہ سے مراد خربہ بلیہ ہے۔

لشیخ حدیث ہذا میں عمرو بن سعید کی فوج کشی کا ذکر ہے جو خلافت اموی کا ایک حاکم تھا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر کے مقابلہ پر کہ شریف میں جنگ کرنے کے لئے فوج بھیج رہا تھا اس موقع پر کلمہ حق بلند کرنے کے لئے حضرت ابو شریع رضی اللہ عنہما ذکر نے یہ حدیث بیان کی کہ اسے سن کر شاید عمرو بن سعید اپنے اس اقدام سے رک جائے مگر وہ رکنے والا کمال تھا۔ اس حدیث کی تکمیل کرنے لگا اور ائمہ سیدین میں باقیوں نے اپنے فعل کا جواز ثابت کرنے لگا جو سراسر اس کا فریب نفس تھا۔ آخر اس نے کہ شریف پر فوج کشی کی اور حرمت کعبہ کو پالا کر کے رکھ دیا۔ ابو شریع نے اس لئے سکوت نہیں کیا کہ عمرو بن سعید کا جواب معقول تھا بلکہ اس کا جواب سراسر نا معقول تھا۔ بحث تو یہ تھی کہ مکہ پر لٹکر کشی اور جنگ جائز نہیں لیکن عمرو بن سعید نے دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی حدی جرم کا مرکب ہو کر حرم میں بھاگ جائے تو اس کو حرم میں پناہ نہیں ملتی۔ اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے مگر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر نے تو کوئی حدی جرم بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر کی کنیت ابو بکر ہے، یہ اسدی قریشی ہیں ان کی یہ کنیت ان کے ننانا جان حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما ذکر کی کنیت پر خود آنحضرت رضی اللہ عنہما ذکر نے رکھی تھی۔ منہ میں صابرین میں یہ سب سے پہلے پچھے تھے جو اسے میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما ذکر نے ان کے کان میں اذان کی مقام قبا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت امامہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ذکر ان کو آنحضرت رضی اللہ عنہما ذکر کی خدمت میں دعائے برکت کے واسطے لے کر حاضر ہوئیں، آپ نے ان کو اپنی گود میں بھیلا اور دہن مبارک میں ایک سکھوڑ چاکر اس کا لحاب ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے تالو سے لگایا، گویا سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آنحضرت رضی اللہ عنہما ذکر کا لحاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے ان کے لیے دعاء برکت فرمائی، بالغ ہونے پر یہ بہت ہماری بھاری بھر کم بار عرب فتحیت کے مالک تھے۔ بھرپور روزہ رکھنے والے، نوافل پڑھنے والے اور حق و صداقت کے علم بردار تھے، تعلقات اور رشد کے قائم رکنے والے، لحاظ و مرتوں کے پیکر، مجسم اخلاق حنس تھے۔ ان کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت امامہ رضا رضی اللہ عنہما ذکر صدیق رضی اللہ عنہما ذکر کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے ننانا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما ذکر تھے۔ ان کی دادی صوفیہ آنحضرت رضی اللہ عنہما ذکر کی سگی پھوپھی ہوئی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقۃ ان کی خالہ ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں آنحضرت رضی اللہ عنہما ذکر کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس جنگ میں جس کا یہاں ذکر ہے جاجی بن یوسف نے ان کو کہ شریف میں قتل کیا اور اسے ابخاری اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر سے کہ میں ان کی لاش کو سولی پر لکھا، جس کے کچھ دنوں بعد جاجی بڑی ذلت و خواری کی موت مرا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر کے لئے ۲۲۶ میں بیعت خلافت لی گئی، جس پر پیشہ اہل حجاز یعنی عراق اور خراسان والوں کا اتفاق تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر مرتقب تھی کیا ان سے ایک بڑی جماعت روایت حدیث کرتی ہے۔ مختلف مسائل کے استنباط کے لئے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہما ذکر اپنی جامع الحجیج میں بہت سے مقالات پر اس حدیث کو لائے ہیں۔

۹۔ بَابُ لَا يُنْفَرُ صَيْدُ الْحَرَمَ

(۱۸۳۳) ہم سے محمد بن شمشن نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر نے کہ نبی کرم رضی اللہ عنہما ذکر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کو حرمت والا بنا لیا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا

۱۸۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ حَدَّثَنَا خَالِدًا عَنْ عَكْرِمَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ مَكْكَةَ، فَلَمْ تَحِلْ لِأَحَدٍ

اس لئے میرے بعد بھی وہ کسی کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ میرے لئے صرف ایک دن گھری بھر حلال ہوا تھا اس لئے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تاکہ اصل مالک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر کی اجازت دیجئے کیونکہ یہ ہمارے ساروں اور ہماری قبروں کے لئے کام آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھاگ کر خود وہاں قیام نہ کرے۔

علوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے جس میں کسی جانور تک کو بھی شتاب، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اخادرنا، خود اس جگہ پر بینڈ کر لیا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

باب مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے۔

اور ابو شریع رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بھالیا جائے

(۱۸۳۲) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جرینے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کمک کے دن فرمایا اب بھرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کیلئے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شر (کمک) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اس لئے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کیلئے بھی مجھ سے پسلے لواہی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھری بھر کے لئے (فتح کمک کے دن اجازت ملی تھی) اب ہمیشہ یہ شر اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی

قبلي، ولا تجعل لأحد بغيري، وإنما أحيلت لي ساعة من نهار، لا يختلى خلاها، ولا يغضض شجرها، ولا ينفرص صيدها، ولا تنتقط لقطتها إلا لمعرفه). وَقَالَ الْعَبَّاسُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخِرُ لِصَاغِيَتَنَا وَقَبُورِنَا . فَقَالَ : ((إِلَّا الْإِذْخِرُ)) . وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عَكْرَمَةَ قَالَ : هَلْ تَذَرِّي ((مَا لَا يَنْفَرُ صَيْدُهُ؟)) هُوَ أَنْ يَنْجِيَهُ مِنَ الظُّلُلِ يَنْزِلُ مَكَانَهُ .

۱۰ - بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ
وَقَالَ أَبُو شَرِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((لَا يَسْفِلُ بِهَا دَمًا)).

۱۸۳۴ - حَدَّثَنَا عَثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَرْيَزٌ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ مَكَّةَ : ((لَا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جَهَادٌ وَرَيْةٌ، وَإِذَا اسْتَفْرَتُمْ فَالْنَّفِرُوا، فَإِنْ هَذَا بَلَدُ حَرْمَنَ اللَّهِ يَوْمَ حَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلْ لِي إِلَّا سَاعَةٌ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلْ لِي إِلَّا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ

وجہ سے قیامت تک کے لئے حرمت والا ہے۔ پس اس کا کائنات کا کائنا کائنا جائے نہ اس کے شکار ہائے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا رادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اخھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ عباس بن عثیمین نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دے دیجئے کیونکہ یہاں یہ کاری گروں اور گھروں کے لئے ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت

الْقِيَامَةِ، لَا يُغْضَدُ شَوَّكَهُ، وَلَا يُنْفَرُ صَيْدَهُ،
وَلَا يُلْقَطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا، وَلَا
يُخْتَلِي خَلَافَهَا). قَالَ النَّبِيُّ: يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِلَّا الإِذْخَرُ، فَإِنَّهُ لِقَنِيهِمْ وَلِتَبَوِيهِمْ.
قَالَ: قَالَ ((إِلَّا الإِذْخَرُ)).

[راجع: ۱۳۴۹]

تَسْبِيحُ الْحَمْدِ بعد رسالت میں بھرت کا سلسلہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا کیونکہ اب خود مکہ شریف ہی دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کو آزادی سے رہنا نصیب ہو گیا لیکن یہ حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے کہ کسی زمانہ میں کہیں بھی دارالحرب سے بوقت ضرورت مسلمان دارالاسلام کی طرف بھرت کر سکتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اپنے دین ایمان کو بحر حال محفوظ رکھنے کے لئے حن نیت رکھنا ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر وقت باقی ہے۔ ساتھ ہی سلسلہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے باقی ہے جب بھی کسی جگہ کفر اور اسلام کی معزركہ آرائی ہو اور اسلامی سربراہ جہاد کے لئے اعلان کرے تو ہر مسلمان پر اسکے اعلان پر بلیک کہنا فرض ہو جاتا ہے، جب مکہ شریف فتح ہوا تو تھوڑی دیر کیلئے مدافعانہ جنگ کی اجازت ملی تھی جو وہاں استحکام امن کے لئے ضروری تھی بعد میں وہ اجازت جلدی ہی ختم ہو گئی اور اب مکہ شریف میں جنگ کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ مکہ سب کے لئے دارالامن ہے جو قیامت تک اسی حیثیت میں رہے گا۔

بکہ مبارکہ: روایت مذکورہ میں مقدس شریف کہ کاذکر ہے جسے قرآن مجید میں لفظ بکر سے بھی یاد کیا گیا ہے اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات ہم مولانا ابوالجلال صاحب ندوی کے قلم سے اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا ندوہ کے ان فضلاء میں سے ہیں جن کو قدیم عبرانی و سریانی زبانوں پر عبور حاصل ہے اور اس موضوع پر ان کے متعدد علمی مقالات علمی رسائل میں شائع شدہ موجود ہیں ہم بکہ مبارکہ کے عنوان سے آپ کے ایک علمی مقالہ کا ایک حصہ معارف ص ۲ جلد نمبر ۶ سے اپنے قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم اسے بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ صاحب مقالہ مرحوم ہو چکے ہیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے آئیں۔

توراة کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ نے خدا کے حکم سے جب اپنا آبائی وطن چھوڑا تو ارض کنعان میں شکم کے مقام سے مورہ تک سفر کرتے رہے، (تکوین ۱۱۱:۲) شکم اسی مقام کا نام تھا جسے ان دونوں بیان کرتے ہیں، مورہ کا مقام بحث طلب ہے۔ حضرت ابراہیم ﷺ جب سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو یہاں ان کو خداوند عالم کی تجلی نظر آئی۔ مقام جملی پر انہوں نے خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی (تکوین ۱۱۲:۲) توراة کے بیان کے مطابق اس مقام کے علاوہ حضرت ابراہیم ﷺ اور ان کے بیٹوں پتوں نے اور مقالات کو بھی عبادت گاہ مقرر کیا لیکن قدامت کے لحاظ سے اولين معبدي کی مورہ کے پاس والا تھا۔ مورہ نام کے بابل میں دو مقالات کا ذکر ہے ایک موزہ جبال کے مقابل کنیاتیوں کی سرزین میں پردن کے پار مغرب جانب واقع تھا جبال قاضی جدھون کے زمانہ میں بنو اسرائیل اور بنو مدین سے جنگ ہوئی تھی (استشاء ۳۰:۱ و قامیون ۷:۱۰)

دوسرے مورہ کا ذکر زبور میں وارد ہے بابل کے متوجوں نے اس مورہ کے ذکر کو پرداختھا میں رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت کا چھپانا نہیں ہی مشکل کام ہے حضرت داؤد ﷺ کے اشارہ کا اردو میں حسب ذیل ترجمہ کیا ہے۔

”اے لٹکروں کے خداوند! تمیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں، میری روح خداوند کے بارگاہوں کے لئے آرزو مند ہے، بلکہ گداز ہوتی

ہے، میرا من اور تن زندہ خدا کے لئے لکھتا ہے۔ گورے نے بھی اپنا گھومنا بنایا، اور اپاٹل نے اپنا آشیانہ پالا جس وے اپنے بچے رکھیں، تیری قربان گاہوں کو اے لٹکروں کے خداوند! میرے بادشاہ میرے خدا۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں لستے ہیں، وہ سدا تیری ستائش کرتے رہیں گے، سلاہ۔ مبارک ہیں وہ انسان جن کی قوت تھی سے ہیں۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں، وے بنا کی وادی میں گذرتے ہوئے اسے ایک کنوں بنتے ہیں، پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔ وہ قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ خدا کے آگے صیون میں حاضر ہوتے ہیں۔ (زیور نمبر ۸۲)

پھر اور ساتوں آیت کا ترجمہ انگریزی میں بھی تقریباً یہی کیا گیا ہے اور غالباً مترجمین نے ترجمہ میں ارادہ غلطی سے کام لیا ہے، صحیح ترجمہ حسب ذیل ہے۔

عربی بعشق ہبکہ۔ معین بستوہو۔ گم برکوف یعطنه مودہ۔ بلکو محیل ال حبل براء ال الوهم یصیون۔ وہ بکر کے بظاہر میں چلتے ہیں، ایک کنوں کے پاس پھرتے ہیں، جمیع برکتیں، مورہ کی ڈھانپ لیتی ہیں، وہ قوت سے قوت تک چلتے ہیں، خدائے صیون سے ڈرتے ہوئے۔

مورہ در حقیقت وہی لفظ ہے، جسے قرآن کریم میں ہم بصورت مردہ پاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ﴿ان الصفا والمروة من شعائر الله﴾ یعنی صفا اور مروة اللہ کے مشاعر میں سے ہیں۔

زیور نمبر ۸۲ سے ایک بیت اللہ، ایک کنوں، اور ایک مردہ کا وادی بکر میں ہوتا صراحت کے ساتھ ثابت ہے، اس سے خانہ کعبہ کی بڑی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے، ہمارے پادری صاحبان کے ندویک مناسب نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کا احترام پیدا ہو، اس لئے انہوں نے زیور نمبر ۸۲ کے ترتیب میں دانستہ غلطی سے کام لیا، بحر حال باکل کے اندر مورہ نام کے دو مقامات کا ذکر ہے، جن میں سے ایک بجلال کے پاس یعنی ارض فلسطین تھا اور ایک وادی بکر میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ کا پہلا معبد کس مورہ کے پاس تھا، ۹۶ میں نجراں کے نصرانیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا، ان نصرانیوں نے جیسا کہ سورہ ال عمران کی بہت سی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے، یہود مسلمانوں اور مشرکین کے ساتھ نہ ہی بھیشیں کی تھیں، ان بھیشیوں کے درمیان یہ سوال بھی اٹھا تھا کہ ملت ابراہیم کا اولین معد کون تھا، اس کے جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا ﴿إِنَّ أَوَّلَيْتَ وُظْنَعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بَنَكُهُ مُبَرَّزَ كَوْهٌ هُدَى لِلْغَلَبِينَ . فِيهِ أَيْتَ بَنَثَتْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ تَكَانِ إِيمَانًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ جُنُوحُ الْأَيْمَنِ مِنْ اسْتِطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ عَنِّيْ عَنِّ الْمُلْكِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۱) بلاشبہ پہلا خانہ خدا جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے، جو بکر میں واقع ہے، مبارک ہے اور سارے لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، یعنی مقام ابراہیم ہے، اور اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی، اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا ج فرض ہے بشرطیکہ راستہ چلانا ممکن ہو، اور اگر کوئی کافر کما نہیں مانتا، یاد رہے اللہ سارے جمل سے بے نیاز ہے۔

بجلال کے قریب جو مورہ تھا اس کے پاس کسی مقدس معدہ کا پوری تاریخ یہود کے کسی عمد میں سراغ نہیں ملتا، اس لئے یقینی طور پر ملت ابراہیم کا پہلا معبد وہی ہے جس کا ذکر زیور میں ہے اور یہی خانہ کعبہ ہے۔

خانہ کعبہ جس شربا علاقہ میں واقع ہے اس کا معروف ترین نام بکہ نہیں بلکہ کہ کے نام سے بھی اس کا ذکر آیا ہے، زیر بحث آیت میں شر کے معروف تر نام کی جگہ غیر مشور نام کو ترجیح دی گئی ہے، اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ انہل کتاب کو یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مورہ جس کے پاس تورۃ کے اندر مذکور معدہ اول کو ہوتا چاہیے، بجلال کے پاس نہیں، بلکہ اس وادی بکر میں واقع ہے، جس کا زیور میں ذکر ہے، دوسری یہ ہے کہ مکہ دراصل بکر کے نام کی بدلتی ہوئی صورت ہے، تحریری نام اس شر کا بکر تھا، لیکن عوام کی زبان نے اسے کہتا ہے۔

سب سے قدیم نوشہ جس میں ہم کو ”کہ“ کا نام ملتا ہے، وہ قرآن مجید ہے لیکن بد کہ کا نام قرآن سے پیش تر میں ملتا ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف جب ۳۵ برس کی تھی تو قریش نے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی، اس زمانہ میں خانہ کعبہ کی بنیاد کے اندر سے چند پتھر ملے، جن پر کچھ عبارتیں متقوش تھیں، قریش نے یہ میں سے ایک یہودی اور ایک نصرانی راہب کو بلا کروہ تحریریں پڑھوائیں ایک پتھر کے پہلو پر لکھا ہوا تھا کہ انا اللہ ذوبکہ میں ہوں اللہ بکہ کا حاکم، حفظتھا بسبعہ املک حنفاء میں نے اس کی حفاظت کی سات خدا پرست فرشتوں سے، (بَارَكَتْ لِأَهْلِهِ فِي الْمَاءِ وَاللَّحْمِ) اس کے باشندوں کے لئے پانی اور گوشت میں برکت دی مختلف روایات میں کچھ اور الفاظ بھی میں، لیکن ہم نے جتنے الفاظ لفظ کئے ہیں ان پر سب روایتوں کا اتفاق ہے، روایات کے مطابق یہ نوشہ کعبہ کی بنائے ابراہیم کے اندر ملا تھا۔ حق ہے

یہی گمراہ ہے کہ جس میں شوکت اسلام پہلی ہے
اسی سے صاحب فاران کی عظمت نمایاں ہے۔

(راز)

بابِ حرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟

اور حرم ہونے کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے کے داغ لگایا تھا
اور ایسی دوا جس میں خوشبو نہ ہوا سے حرم استعمال کر سکتا ہے

اس بڑے کا نام والد تھا، اس کو سعید بن منصور نے محلہ کے طریق سے وصل کیا۔ دوا والا جلد حضرت امام بخاری کا کلام ہے، اس نے
عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں داخل نہیں ہے۔

(۱۸۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دنیار نے بیان کیا پہلی بات میں نے جو عطا بن ابی رباح سے سنی تھی، انسوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب حرم تھے اس وقت آپ نے پچھنا لگوایا تھا۔ پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید انسوں نے ان دونوں حضرات سے یہ حدیث سنی ہو گی (متکلم عمرو ہیں اور دونوں حضرات سے مراد عطا اور طاؤس رضی اللہ عنہما ہیں)

(۱۸۳۶) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ان سے سلیمان بن بلاں نے بیان کیا، ان سے علقہ بن ابی علقہ نے، ان سے عبد الرحمن بن عرج نے اور ان سے ابن جعید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

۱۱- بَابُ الْجِمَاجَةِ لِلْمُخْرِمِ

وَسَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُخْرِمٌ.
وَيَنْدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طَيِّبٌ.

۱۸۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ قَالَ: قَالَ عَمْرُو: أَوْلَى شَيْءٍ سَعِيتُ عَطَاءً يَقُولُ: ((سَعِيتُ ابْنَ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُخْرِمٌ)). ثُمَّ سَعِيَتُهُ يَقُولُ: ((حَدَّثَنِي طَاؤُسٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ)) فَقَلَّتْ لَعْلَةُ سَعِيَةِ مِنْهَا.

[اطرافہ فی : ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۲۲۷۹، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱]

۱۸۳۶- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلُدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَغْرِجِ عَنْ ابْنِ

جب کہ آپ محرم تھے اپنے سر کے نیچے میں مقام لجی جمل میں پچھتا
لگوایا تھا۔

بَعْدَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((اَخْتَجَمَ النَّبِيُّ
كَوْهُ مُحْرَمٍ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ
رَأْسِهِ)). [طرفة في : ٥٦٩٨]

یہ مقام مکہ اور مدینہ کے نیچے میں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت محرم پچھنا گلواسکتا ہے مروجہ اعمال
جرائی کو بھی بوقت ضرورت شدید اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب محرم نکاح کر سکتا ہے

(۷/۱۸۳) ہم سے ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے بیان کیا، انہوں
نے کہا ہم سے امام او زاعی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی ربان نے
بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تو
آپ محرم تھے۔

۱۲- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

۱۸۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُفْتَرَةِ عَنْ
الْقُدُوسِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا الْأَزْدَاعِيُّ
حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ تَزَوَّجُ
مَيْمَونَةَ وَهُوَ مُحْرَمٌ)).

[اطرافہ في : ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۵۰] .

شایعہ شایعہ امام تخاری رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ سے متفق ہیں کہ محرم کو عقد نکاح کرنا درست
ہے لیکن جامعت بلا لاقان درست نہیں ہے اور جسور علماء کے نزدیک نکاح بھی حرام میں جائز نہیں۔ امام مسلم نے حضرت
عنان سے مرفع عائلہ کیا ہے کہ حرم نہ نکاح کرے اپنا نہ دوسرا کوئی اس کا نکاح کرے نہ نکاح کا پایام دے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ محرم کو
جماع کے لئے لوٹڑی خریدنا درست ہے تو نکاح بھی درست ہو گا۔ حافظ نے کہا یہ قیاس بھی جو خلاف نفس کے ہے قتل قول نہیں
(وحیدی)

باب احرام والے مرد اور عورت کو خوبشولگانامنع ہے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محرم عورت و رس یا زعفران میں
رنگا ہو اکٹھا رہنے پسند نہیں۔

(۷/۱۸۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے
لیٹ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حالت احرام میں ہمیں کون سے
کپڑے پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نہ قیص پہنونہ پاجائے، نہ عمالے اور نہ برنس۔ اگر کسی کے

۱۳- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطَّيِّبِ

لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرَمَةِ

وَقَاتَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَا تَلْبِسُ
الْمُحْرَمَةَ قَوْبَاً بِوَرْسِ أَوْ زَعْفَرَانِ

۱۸۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا
اللَّبِثُ حَدَّثَنَا نَافعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا قَاتَمَنَا أَنْ نَلْبِسَ مِنَ
الْيَابِسِ فِي الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا
تَلْبِسُوا الْقَعْدَنَصَ وَلَا السَّرَّاوِيلَتَ وَلَا

پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو خنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اسی طرح کوئی ایسا باب نہ پہنچو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔ احرام کی حالت میں عورت میں منہ پر نقاب نہ ڈالیں اور دستانے بھی نہ پہنیں۔ لیث کے ساتھ اس روایت کی متابعت موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن احشاق نے نقاب اور دستانوں کے ذکر کے سلسلے میں کی ہے۔ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”والاورس“ کا لفظ بیان کیا وہ کہتے تھے کہ احرام کی حالت میں عورت منہ پر نہ نقاب ڈالے اور نہ دستانے استعمال کرے۔ اور امام مالک نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور لیث بن ابی سلیم نے مالک کی طرح روایت کی ہے۔

الْعَمَالِمُ وَلَا الْبَرَائِسُ، إِلَّا أَن يَكُونَ أَخْدَهُ
لَيْسَتْ لَهُ نَغْلَانَ فَلَيَبْسُ الْخُفَّينَ وَلَيَقْطَعَ
أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَلَا تَلْبِسُوا شَيْئًا مَسْهَةً
رَعْفَرَانَ وَلَا الْوَرَسُ. وَلَا تَتَقَبَّلَ الْمَرْأَةُ
الْمُخْرِمَةُ، وَلَا تَلْبِسِ الْفَقَارَيْنِ)). تَابَعَهُ
مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ
عَقْبَةَ وَجُوبَرِيَّةَ وَابْنَ إِسْحَاقَ فِي النَّقَابِ
الْفَقَارَيْنِ. وَقَالَ عَبْيُدُ اللَّهِ: وَلَا وَرَسٌ.
وَكَانَ يَقُولُ: ((لَا تَتَقَبَّلَ الْمُخْرِمَةُ وَلَا
تَلْبِسِ الْفَقَارَيْنِ)). وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ: لَا تَتَقَبَّلَ الْمُخْرِمَةُ
وَتَابَعَهُ لِيَثُ بْنُ أَبِي سَلَيْمٍ.

[راجح: ۱۳۴]

لَيْسَتْ لَهُ ہوں والبس منع ہے اور عورتوں کے لئے منہ پر نقاب ڈالنا بھی منع ہے، ان کو چاہیے کہ اس حالت میں اور بھی زیادہ اپنی نگاہوں کو نچاڑ رکھیں جیا و شرم و خوف خدا و آداب حج کا پورا پورا خیال رکھیں۔ مردوں کے لئے بھی یہی سب امور ضروری ہیں۔ جیا شرم مخوض نہ رہے تو حج اٹا و بیل جان بن سکتا ہے۔ آج کل کچھ لوگ عورتوں کے منہ پر پنکھوں کی شکل میں نقاب ڈالتے ہیں، یہ تکلیف بالکل غیر شرعی ہے، احکام شرع پر بلا چون و چرا عمل ضروری ہے۔

(۱۸۳۹) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محروم شخص کے اونٹ نے جنتہ الوداع کے موقع پر اس کی گردن (گرا کر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا، اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ انہیں عسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سرہنہ ذکر کو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لیک کرتے ہوئے اٹھے گا۔

مطلوب یہ ہے کہ اس کا احرام بلتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کامنہ نہ ڈھانکو، حافظ نے کہا مجھے اس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا۔ اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں تھی، اس سے بھی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ محروم کو خوشبو لگانا منع ہے کیونکہ آپ نے مرنے والے کو محروم گردان کر اس کے جسم پر خوشبو لگانے سے منع فرمایا۔ حدیث سے عمل حج کی اہمیت بھی ثابت

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ حَدَّثَنَا جَرِيْزَ عَنْ
مُنْصُورٍ عَنْ الْحَكْمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَّابِ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
((وَلَقَتَتْ بِرْجُلٍ مُخْرِمٍ نَاقَةً لَفَتَّلَهُ، فَلَيَّ
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((اَغْسِلُوهُ
وَسَكْفُوهُ وَلَا تُقْطِرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُقْرِبُوهُ طَبِيَّاً،
فَإِنَّهُ يُبَعْثَثُ بِهِلُّ)).

ہوئی کہ ایسا شخص روز قیامت میں حادی ہی کی شکل میں پیش ہوا ہو اور جملہ آداب و شرائط کو سامنے رکھ کر ادا کیا گیا ہو۔ حدیث سے اونٹ کی فطری طبیعت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اپنے مالک سے اگر یہ جانور خفا ہو جائے تو موقع پانے پر اسے ہلاک کرنے کی بھروسہ کو شکست کرتا ہے۔ اگرچہ اس جانور میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں مگر اس کی کینہ پروری بھی مشور ہے قرآن مجید میں اللہ نے اونٹ کا بھی ذکر فرمایا ہے (إِلَى الْأَبْلَى كَيْفَ خَلَقْتُ) (الغاشیہ: ۲۶) یعنی اونٹ کی طرف دیکھو وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ شان قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہے، اللہ نے اسے ریگستان کا جہاں بنا لیا ہے، جہاں اور سب گمراہاتے ہیں مگر یہ ریگستانوں میں خوب جھوم جھوم کر سفر طے کرتا ہے۔

باب حرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حرم (غسل کے لیے) حمام میں جاسکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما احرام کو کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

ابن منذر نے کہا حرم کو غسل جذابت بلا جماع درست ہے لیکن غسل صفائی اور پاکیزگی میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے اور حرم اپنا سرپاپی میں ڈبائے اور موطا میں نافع ہے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سرپاپی دھوتے تھے لیکن جب احتمام ہوتا تو دھوتے۔

(۱۸۴۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انسیں زید بن اسلم نے، انسیں ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین نے، انسیں ان کے والد نے کہ عبد اللہ بن عباس اور مسروہ بن مخرمه رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابو ایوب الصاری رضی اللہ عنہ کے بہل (مسئلہ پوچھنے کے لئے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کی دو لکڑیوں کے بیچ میں غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انسوں نے پرده کر رکھا تھا، میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انسوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبد اللہ بن حنین ہوں، آپ کی خدمت میں مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لئے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انسوں نے کپڑے پر (جس سے پرده تھا) ہاتھ رکھ کر اسے پہنچ کیا: اب آپ کا سر دکھائی دیم رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا اس سے انسوں نے پانی ڈالنے کے لئے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انسوں نے اپنے

۱۴- بَابُ الْاغْتِسَالِ لِلْمُخْرِمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَدْخُلُ الْمُخْرِمَ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَرِدْ ابْنُ عَمْرٍ وَعَائِشَةَ بِالْحَكْمَ بَأْسَا.

۱۸۴۰- حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَنْدَهُ اللَّهُ بْنِ عَبَّاسٍ وَالْمَسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُخْرِمَ رَأْسَهُ، وَقَالَ الْمَسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُخْرِمَ رَأْسَهُ. فَأَرْسَلَنِي عَنْدَهُ اللَّهُ بْنِ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُوبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْنَاهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرَ بَثَرَبِّ، فَسَلَّمَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَلَّتْ أَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنِ حَنِينَ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَنْدَهُ اللَّهُ بْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُخْرِمٌ؟ فَوَضَعَ أَبُو أَيُوبَ يَدَهُ عَلَى الْقَوْبَ لَطَاطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ

بَصَبُ عَلَيْهِ : اصْبَحَ . فَصَبَ عَلَى رَأْسِهِ ،
نَمَ حَرَكَ رَأْسَهُ بِيَدِيهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ .
لَائِ فَرِيلِيَا كَمِّيْ نَهَرَ سَوْلَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَمَ كَوْ (اَحْرَامَ كِيْ)
حَالَتِيْ شِيْنِ اَسِ طَرَحَ كَرَتَ دِيْكَاهَا .
وَقَالَ : هَكَذَا رَأْيُهُ لَكُنْ يَفْعَلُنَ).

لَشِرِيج
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفی الحديث من الفوائد مناظرة الصحابة في الأحكام ورجوعهم إلى النصوص وقبولهم لغير الواحد ولو كان تابعاً وإن قول بعضهم ليس بحججة على بعض الأئمّة يعني اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام کا ہمی طور پر مسائل اخکام سے متعلق مناگروہ کرنا، پھر شخص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قول کریتا بھی ہے اگرچہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی مخفی قول بعض کے لئے جست نہیں گردانا جاتا تھا۔ انہیں طوروں کو لکھتے وقت ایک صاحب جو دیوبند مسلم رکھتے ہیں ان کا مضمون یہ رہا ہوں جنہوں نے بزور قلم ثابت فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تقلید شخصی کیا کرتے تھے، لہذا تقلید شخصی کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہوا اس دعویٰ پر انہوں نے جو دلائل واقعات کی ٹھیک میں پیش فرمائے ہیں وہ تنازع تقلید شخصی کی تعریف میں بالکل نہیں آتے مگر تقلید شخصی کے اس طرز کو قدم پر یہی نظر آ رہا ہے کہ تقلید شخصی صحابہ میں عام طور پر مروج تھی۔ حافظ ابن حجر کا ذکر کوہہ بیان ایسے کمزور دلائل کے جواب کے لئے کافی وافی ہے۔

بابِ حرم کو جسب جو تیال نہ ملیں تو وہ موزے پن سکتا ہے

۱۵- بَابُ أَنْبِسِ الْخَفْفِينَ لِلْمُهْرِمِ

إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنَ

۱۸۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ
قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتَ
جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَمِعْتَ النَّبِيَّ
يَخْطُبُ بِعِرَفَاتٍ: (مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنَ
لِلْأَنْبِسِ الْخَفْفِينَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ إِزارًا
لِلْأَنْبِسِ سَرَاقِيلَ لِلْمُهْرِمِ)).

[راجع: ۱۷۴۰]

امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے حکم دیا ہے کہ جس حرم کو تبند نہ ملے وہ پاجامہ اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزہ پن لے اور پاجامہ کا پچاڑنا اور موزوں کا کائنا ضروری نہیں اور جسور علماء کے نزدیک ضروری ہے اگر اسی طرح پن لے گا تو اس پر فدیہ لازم ہو گا یہاں جسور کا یہ فتویٰ مخفی قیاس پر مبنی ہے جو محبت نہیں۔

۱۸۴۲- حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ
سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَيِّلَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا يَلْبِسُ الْمُهْرِمُ مِنْ

محرم کون سے کڑے پن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس (کن ٹوپ یا پاران کوٹ) نہ پہنے اور نہ کوئی ایسا کڑا پہنے جس میں زعفران یا درس لگی ہو اور اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پن لے، البتہ اس طرح کاٹ لے کہ جنہوں سے نچے ہو جائیں۔

الفیاب؟ فَقَالَ : ((لَا يَلْبِسُ الْقَبِيصَ وَلَا
الْعَمَاتِمَ وَلَا السَّرَاوِنَلَاتِ وَلَا التَّرْنَسَ وَلَا
ثُوبَا مَسْتَهَ رَغْفَرَانَ وَلَا وَزْنَسَ، وَإِنْ لَمْ
يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبِسْ الْخَفْفَيْنِ وَلَا يَقْطَعْهُمَا
حَتَّى يَكُونُا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْنَيْنِ)).

[راجع: ۱۳۴]

ان جملہ لبسوں کو چھوڑ کر صرف سیدھی سادھی دوسنیدھی چادریں ہوئی ضروری ہیں جن میں سے ایک تبندن ہو اور ایک کرتے کی جگہ ہو کیونکہ حج میں اللہ پاک کو یہی فقیرانہ ادا پسند ہے۔

باب جس کے پاس تبندن ہو تو وہ پاجامہ پن سکتا ہے

(۱۸۲۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے جابر بن زید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو میدان عرفات میں وعظ سنایا، اس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو احرام کے لئے تبندن ملے تو وہ پاجامہ پن لے اور اگر کسی کو جو ہتھ نہ ملیں تو وہ موزے پن لے۔

مطلوب آپ کا یہ تھا کہ احرام میں بند کا ہونا اور پیروں میں جوتیوں کا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کسی کو یہ چیزیں میرنہ ہوں تو مجبوراً پاجامہ اور موزے پن سکتا ہے کیونکہ اسلام میں ہر ہر قدم پر آسمانیوں کو لمحظہ رکھا ہے، امام احمد نے اسی حدیث کے ظاہر پر فتویٰ دیا ہے۔

باب محروم کا تھیمار بند ہونا درست ہے
عکرمہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی تھیمار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

حافظ نے کہا عکرمہ کا یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ این منذر نے حسن بصری سے نقل کیا انہوں نے محروم کو تکوار باندھنا کروہ سمجھا۔ تھیمار بند ہونا اسی وقت درست ہے جب کسی دشمن کا خوف ہو جیسا کہ بلب نے ظاہر ہے۔

(۱۸۲۳) ہم سے عبید اللہ بن موصی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حلقان نے بیان کیا

۱۶ - بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزارَ فَلْيَلْبِسِ السَّرَاوِنَلَ

۱۸۴۳ - حَدَّثَنَا آدُمُ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ حَدَّثَنَا
عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَطَّبَنَا النَّبِيُّ
ﷺ بِعِرْفَاتٍ، فَقَالَ: ((مَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزارَ
فَلْيَلْبِسِ السَّرَاوِنَلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ
فَلْيَلْبِسِ الْخَفْفَيْنِ)). [راجع: ۱۷۴۰]

مطلوب آپ کا یہ تھا کہ احرام میں بند کا ہونا اور پیروں میں جوتیوں کا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کسی کو یہ چیزیں میرنہ ہوں تو مجبوراً پاجامہ اور موزے پن سکتا ہے کیونکہ اسلام میں ہر ہر قدم پر آسمانیوں کو لمحظہ رکھا ہے، امام احمد نے اسی حدیث کے ظاہر پر فتویٰ دیا ہے۔

۱۷ - بَابُ لُبْسِ السَّلَاحِ لِلْمُخْرِمِ
وَقَالَ عِنْ كُوْمَةٍ إِذَا خَشِيَ الْمُدْرُ لِبْسَ
السَّلَاحِ وَالْفَدَى. وَلَمْ يَتَابَعْ عَلَيْهِ فِي
الْفِدَى.

حافظ نے کہا عکرمہ کا یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ این منذر نے حسن بصری سے نقل کیا انہوں نے محروم کو تکوار باندھنا کروہ سمجھا۔ تھیمار بند ہونا اسی وقت درست ہے جب کسی دشمن کا خوف ہو جیسا کہ بلب نے ظاہر ہے۔

۱۸۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْيَضُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ

اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعده میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہتھیار نیام میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے۔

باب حرم اور مکہ شریف میں بغیر احرام کے داخل ہوتا

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم شریفؐ نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ اس کے لئے لکڑی بیچنے والوں وغیرہ کو ایسا حکم نہیں دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس واقعہ کو امام مالک نے مؤظماً نافع سے نقل کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن عمرؓ قید میں پہنچے تو انہوں نے فدا کی خبر سنی۔ وہ لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ باب کا مطلب حضرت امام بخاریؓ نے ابن عباسؓ کی حدیث سے یوں تلاکہ کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے کہ شریف آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ کہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وحجب کے قاتل ہیں مگر درایت اور روایت کی بنا پر حضرت امام بخاریؓ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

(۱۸۳۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبد اللہ بن عباسؓ نے کہ نبی کریم شریفؐ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحجۃ کو میقات بنیا، نجد والوں کے لئے قرن منازل کو اور یمن والوں کے لئے یملکم کو۔ یہ میقات ان ملکوں کے باشندوں کے لئے ہے اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے ہو کر مکہ آئیں اور حج اور عمرہ کا بھی ارادہ رکھتے ہوں، لیکن جو لوگ ان حدود کے اندر ہوں تو ان کی میقات وہی جگہ ہے جمل سے وہ اپنا سفر شروع کریں یہاں تک کہ مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے۔

(۱۸۳۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں ان شباب زہری نے اور انہیں انس بن مالکؓ

عنه: ((وَاعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَتَى أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ يَذْعُوَهُ يَذْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ: لَا يَذْخُلُ مَكَّةَ مِلَاحًا إِلَّا فِي الْقَوَابِ)). [راجح: ۱۷۸۱]

۱۸- بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ. وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَّا وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ النَّحْجَ وَالْعُمْرَةَ. وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْخَطَابِينَ وَغَيْرِهِمْ.

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس واقعہ کے بعد کو امام مالک نے مذکور تھا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے کہ شریف آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ کہ شریف میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وحجب کے قاتل ہیں مگر درایت اور روایت کی بنا پر حضرت امام بخاریؓ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

۱۸۴۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وَهِبْتَ
حدّثنا ابن طاوس عن أبيه عن ابن عباس
رضي الله عنهما : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَتَ
لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدِ
قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ، هُنَّ
لَهُنَّ وَلَكُلُّ أَتَى أَنَّى عَلَيْهِمْ مِنْ غَيْرِهِمْ
مِنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ
ذَلِكَ لَمْ يَمِنْ حَتَّى أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ
مَكَّةَ)). [راجح: ۱۵۲۴]

۱۸۴۶- حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ يُوسُفَ
أخوهُنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنْسِ بْنِ

نے آکر خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے قتل کرو۔

مَالِكُ زَيْنُ الدِّينُ عَنْهُ: (إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ذَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِيقَرُ،
فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ لِقَالَ: إِنَّ أَنَّ خَطَلِ
مَتَعَلِّقٌ بِأَسْنَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: ((اقْتُلُوهُ)).

[اطراہہ فی : ۴۴، ۴۲۸۶، ۳۰۴۴۔]

لشیخ ابن خطل کا نام عبد اللہ تھا یہ پسلے مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک صحابی کو اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، جس کے ساتھ ایک مسلمان غلام بھی تھا۔ ابن خطل نے اس مسلمان غلام کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سورہ ۱۰ مہر جاہا تو اس مسلمان غلام نے کھانا تیار نہیں کیا تھا، غصہ میں آن کرائیں اس غلام کو قتل کر دیا اور خود اسلام سے پھر گیا۔ وہ گانے والی لوڈیاں اس نے رکھی تھیں اور ان سے آنحضرت ﷺ کی بھوکے گیت گویا کرتا تھا۔ یہ بد بخت ایسا اولیٰ دشمن ثابت ہوا کہ اسے کعبہ شریف کے اندر ہی قتل کر دیا گیا۔ ابن خطل کو قتل کرنے والے حضرت ابو بزرہ اسلیٰ تھے بعض نے حضرت زینبر کو بتالیا ہے۔

۱۹- بَابُ إِذَا أَخْرَمَ جَاهِلًا وَغَلَيْهِ بَابُ أَكْرَنَا وَقِيَتِكِي وَجْهَ سَكُونِي كَوْنِي كَرْتَهُ بَنْيَهُ هُونِي اَحْرَام

قَيْضَنْ

اور عطاء بن ابی رباح نے کمانا واقفیت میں یا بھول کر اگر کوئی حرم شخص خوشبو لگائے، سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی کا یہ قول ہے اور امام مالک نے کہا اگر اسی وقت اتارا ڈالے یا خوشبو دھوڈا لے تو کفارہ نہ ہو گا، ورنہ کفارہ لازم ہو گا دلائل کی رو سے امام بخاری و مسلم کے مسلم کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی کا یہ مسلک ہے۔

(۱۸۴۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہام نے بیان کیا، کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا، کہا مجھ سے صفوان بن یعنی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص جو جبہ پہنے ہوئے تھا حاضر ہوا اور اس پر زردی یا اسی طرح کی کسی خوشبو کا نشان تھا۔ عمر بن شٹو مجھ سے کہا کرتے تھے کیا تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت ﷺ پر وہی نازل ہونے لگے تو تم آنحضرت ﷺ کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وہی نازل ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں بھی کرو۔

(۱۸۴۸) ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاتا تھا دوسرے نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت اکھر گیا نبی کرم ﷺ کا

وَقَالَ عَطَاءً: إِذَا تَطَبَّ أَوْ لَيْسَ جَاهِلًا
أَوْ نَاصِيَا فَلَا كَفَارَةَ عَلَيْهِ.

حدّثنا عطاء قال : حدّثني صفوان بن يغلی عن أبيه قال : كثُتَّ مع رسول الله فلانا رجل عليه جبة وبه آثر صفرة أو نحوه، كان عمر يقول لي: تعجب إذا نزل عليه الوحي أن ترآه؟ نزل عليه، ثم سرّي عنه، فقال : ((اصنع في عمرتك ما تصنع في حجك)). [راجع: ۱۵۳۶]

۱۸۴۸- وَعَضَ رَجُلٌ - يَغْنِي فَانْتَرَعَ
ثَيْتَهُ - فَابْنَطَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ.

نے اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا۔

[اطرافہ فی : ۲۲۶۵، ۲۹۷۳، ۴۴۱۷]

[۶۸۹۳]

باب اگر حرم عرفات میں مر جائے
اور نبی کرم ﷺ نے یہ حکم نہیں کیا کہ حج کے باقی ارکان اس کی طرف سے ادا کئے جائیں۔

(۱۸۴۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعِرْفَةٍ إِذَا وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَّتْهُ - أَوْ قَالَ فَاقْصُنْتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِنَرٍ، وَكَفْنُوهُ فِي تَوْبِينٍ - أَوْ قَالَ فِي تَوْبِينٍ - وَلَا تُحَنْطُطُوهُ وَلَا تَخْمُرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَلْبِي))۔

(۱۸۵۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اوپنی سے گر پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی، تو نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (احرام والوں میں) کفتادو لیکن خوشبوونہ لگاتا نہ سرچھپانا اور نہ حنوط لگاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

باب جب حرم وقت پا جائے تو اس کا کفن دفن کس طرح

مسنون ہے

۲۰- **بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعِرْفَةَ،**
وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدِّيَ عَنْهُ
بَيْتَهُ الْحَجَّ

(۱۸۴۹) ہدئنا سلیمان بن حرب ہدئنا حماد بن زید عن عفرو بن دینار عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعِرْفَةٍ إِذَا وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَّتْهُ - أَوْ قَالَ فَاقْصُنْتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِنَرٍ، وَكَفْنُوهُ فِي تَوْبِينٍ - أَوْ قَالَ فِي تَوْبِينٍ - وَلَا تُحَنْطُطُوهُ وَلَا تَخْمُرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَلْبِي))۔

(۱۸۵۰) ہدئنا سلیمان بن حرب ہدئنا حماد عن ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ((بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعِرْفَةٍ إِذَا وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَّتْهُ - أَوْ قَالَ فَاقْصُنْتْهُ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِنَرٍ، وَكَفْنُوهُ فِي تَوْبِينٍ، وَلَا تُمْسِحُوهُ طَبِيعًا، وَلَا تَخْمُرُوا رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنْطُطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْبِي))۔

۲۱- **بَابُ مُسْتَهْدِي الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ**

(۱۸۵۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں تھا کہ اس کے اوٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی۔ وہ شخص محروم تھا اور مر گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث دی کہ اسے پانی اور بیری کا غسل اور (اجرام کے) دو پکڑوں کا لفظ دیا جائے البتہ اس کو خوشبو نہ لگاونہ اس کا سرچھپا کیونکہ قیامت کے دن وہ لبیک کتا ہوا اٹھے گا۔

باب میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد کسی عورت کے بدلہ میں حج کر سکتا ہے

تفصیر سے دوسرا حکم باب کی حدیث سے نہیں لکھا کیونکہ باب کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا تھا تو ترجمہ باب یوں ہوتا تھا کہ عورت کا عورت کی طرف سے حج کرنا اور حافظ صاحب سے اس مقام پر سوہا انہوں نے کہا باب کی حدیث میں ہے کہ عورت نے اپنے باب کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا جانے پر یہ مطلب اس باب کی حدیث میں نہیں ہے بلکہ آئندہ باب کی حدیث میں ہے۔ این بطلان نے کہا کہ آخرت میں اس حدیث میں امر کے میثاق سے یعنی الفضوا اللہ سے خطاب کیا اس میں مرد عورت سب آگئے اور مرد کا عورت کی طرف سے اور عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا سب کے نزدیک جائز ہے، اس عورت کے نام میں اختلاف ہے۔ نائل کی روایت میں سنان بن سلمہ کی پیوی مذکور ہے اور امام احمد کی روایت میں سنان بن عبد اللہ کی پیوی بتلایا گیا ہے۔ طبرانی کی روایت سے یہ لکھا ہے کہ ان کی پھوپھی تھی مگر ابن ہنڈہ نے صحیحات میں نکلا کہ یہ عورت عانیہ یا عانیہ ناہی تھی، این طارہ نے صحیحات میں اسی پر جزم کیا ہے۔

(۱۸۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ وصالح مسکری نے بیان کیا، ان سے ابو بشر جعفر بن ایاس نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس میٹھا نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم مسیحیت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آخرت میں میٹھا نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے توجہ کر کیا تمہاری مل پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کر تیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق

۱۸۵۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جِبِيرٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَوَقَصَّتْ نَافَقَةً وَهُوَ مُخْرَمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفُّوْهُ فِي نَوْبَتِهِ، وَلَا تَمْسُؤُ بِطِينَبِ، وَلَا تُحَمِّرُو رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يَنْعُثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْبِيًّا)).

۲۲- بَابُ الْحَجَّ وَالنُّدُورِ عَنِ الْمَيْتِ، وَالرَّجُلِ يَحْجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

حدیث موسیٰ بن اسماعیل حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِيهِ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جِبِيرٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ اغْرِأَةً مِنْ جَهَنَّمَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أَمِي نَدَرَتْ أَنْ تَحْجُّ فَلَمْ تَحْجُ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحْجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ حَجَّيَ عَنْهَا، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أَنْكَ ذِيَّنَ أَكْتَسَتْ فَاضِيَّةً؟ أَفَضَّلُوا اللَّهُ،

ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

باب اس کی طرف سے حج بدل جس میں سواری پر بیٹھے رہنے کی طاقت نہ ہو۔

(۱۸۵۳) ہم سے ابو عاصم نے ابن جریح سے بیان کیا، انسوں نے کما ان سے ابن شاہب نے، ان سے سلیمان بن یمار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے کہ ایک خاتون۔۔۔

(۱۸۵۴) (دوسری سند) سے امام بخاری نے کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شاہب زہری نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن یمار نے اور ان سے ابن عباس پیر بیٹھا نے کہ جستہ الوداع کے موقع پر قبلہ خشم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو بھی پالیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا حج ادا ہو جائے کا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

باب عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

(۱۸۵۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابن شاہب زہری نے، ان سے سلیمان بن یمار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر بیچھے بیٹھ ہوئے تھے۔ اتنے میں قبلہ خشم کی ایک عورت آئی۔ فضل رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل پیر بیٹھ کو دیکھنے لگی۔ اس نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا چڑو دوسری طرف پھیرنے لگے، اس

فَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْوَقَاءِ).

[طرفاہ فی : ۱۶۹۹ ، ۷۲۱۵]

۲۳۔ بَابُ الْحَجَّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِعُ
الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاجِلَةِ

۱۸۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبِنِ
جُرَيْجٍ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ
يَسَارٍ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً . ح.

۱۸۵۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا
أَبُنْ شَهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ أَبِنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَاءَتِ
امْرَأَةٌ مِّنْ خَنْقَمَ عَامَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَتْ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيقَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ
فِي الْحَجَّ أَذْرَكْتَ أَبِي شِهَابَ كَبِيرًا لَا
يَسْتَطِعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاجِلَةِ، فَهَلْ
يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَخْجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)).

[راجح: ۱۵۱۳]

۲۴۔ بَابُ حَجَّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

۱۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنَ
يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا جَاءَتِ
الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَيَنْتَظُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشَّقِّ

الآخر، فَقَالَتْ: إِنَّ فَرِنَصَةَ اللَّهِ أَنْزَكَتْ
أُبَيِّ هَبْنَخَا كَبِيرًا لَا يَجْئِي عَلَى الرَّاحِلَةِ،
أَلَا لَخُجُّ غَنَمَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي
حَجَّةَ الْوَدَاعِ). [راجع: ۱۵۱۳]

شیخ اس عورت کا مام معلوم نہیں ہوا اس حدیث سے یہ لٹا کہ زندہ آدمی کی طرف سے بھی اگر وہ مغدور ہو جائے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ایسا حج بدل مرد کی طرف سے عورت بھی کر سکتی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وہی هذا الحديث من الفوائد جواز الحج من المغير و استدل الكوفيون بعمومه على جواز صحة حج من لم يحج نيابة عن غيره و خالفهم الجمهور لخصوصه بمن حج عن نفسه واستدلوا بما في السنن و صحيح ابن خزيمة وغيره من حديث ابن عباس أيضاً ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يلقي عن شبرمة فقال احتجت من نفسك فقال لا هذه من نفسك ثم احتج عن شبرمة الخ (فتح الباري) یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ غیر کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور کوئیون نے اس کے عموم سے دلیل لی ہے کہ نیابت میں اس کا حج بھی درست ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو اور جسمور نے ان کے خلاف کہا ہے انہوں نے اس کے لئے اسی کو خاص کیا ہے جو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہو اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے نبہے اصحاب سنن اور ابن خزیمه وغیرہ نے حدیث ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسالم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ شبرمة کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر پھر شبرمة کا حج کرنا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل جس سے کرایا جائے ضروری ہے کہ وہ شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وہی ان من مات و علیہ حج وجہ علی ولیہ ان یعجم من يحاج عنہ من راس مالہ کما ان علیہ قضاء دیونہ فقد اجمعوا على ان دین الادمی من راس المال فکذا لک ما شبه به في القضاء و يتحقق بالحج كل حق ثبت في ذمته كفارة او نذر او ذکورة او غير ذالك الخ (فتح الباري) یعنی اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص وفات پائے اور اس پر حج واجب ہو تو وارثوں کا فرض ہے کہ اس کے اصل مال سے کسی دوسرے کو حج بدل کے لئے تیار کر کے سمجھیں۔ یہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اور کفارہ اور نذر اور ذکرة وغیرہ کی جو اس کے زمہ واجب ہو۔

باب پکول کا حج کرنا

٢٥ - بَابُ حَجَّ الصَّيْبَانِ

(۱۸۵۶) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا تم سے جماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بتا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزلفہ کی رات منی میں سالان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔

شیخ امام بخاری رض اس باب میں وہ مصرع حدیث نہیں لائے ہے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنا پچ اٹھاوا اور کنے گلی یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور تھوڑے بھی ثواب ملتا ہے کہ پچ کا حج شروع ہے اور اس کا احرام صحیح ہے لیکن یہ حج اس کے فرض حج کو ساقط نہ کرے گا بلکہ

١٨٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ حَدَّثَنَا حَمَادَ
بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَرِيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتَ أَبْنَ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((يَعْتَنِي - أَوْ قَدْمَتِي -
الَّذِي لَمْ يَلْمِدْ لِي الْقَلِيلَ مِنْ جَمِيعِ بَلَيْلٍ)).

کے بعد فرض حج ادا کرنا ہو گا اور یہ حج نقل رہے گا۔ عبداللہ بن عباس رض ان دونوں مبالغ تھے، باوجود اس کے انہوں نے آخرت میں رض کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رض نے باب کامطلب اسی سے ثابت فرمایا ہے۔

(۱۸۵۷) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے ان کے بھتیجے ابن شاہ زہری نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے، انہیں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منی میں آیا) اس وقت میں جوانی کے قریب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صاف کے ایک حصہ کے آگے سے ہو کر گذرا، پھر سواری سے یچھے اتر آیا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یچھے لوگوں کے ساتھ صاف میں شریک ہو گیا، یونس نے ابن شاہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ یہ جوہ الوداع کے موقع پر منی کا واقعہ ہے۔

۱۸۵۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَقْوُبُ
بنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَنْهُ أَخْيَرُ أَنْهُ شَهَابٌ
عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عَنِيهِ اللَّهُ بْنُ عَنْدَ اللَّهِ
بْنِ عَنْتَهُ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَنْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((أَقْبَلَتْ - وَلَدَ
نَاهَزَتِ الْحَلْمَ - أَسْبَرَ عَلَى أَتَانِ لِي،
وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَاتِمٌ يَعْصَمِي بِعِينِي، حَتَّى
سِرَتْ بَيْنَ يَدَيِ بَعْضِ الصَّفَّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ
نَزَّلَتْ عَنْهَا فَرَقَّتْ، فَصَفَّفَتْ مَعَ النَّاسِ
وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)). وَقَالَ يُونُسُ عَنْ
أَنْهُ شَهَابٌ ((بِعِينِي حَجَّةُ الْوَدَاعِ)).

[راجح: ۷۶]

لشیخ عبداللہ بن عباس رض ان دونوں مبالغ تھے باوجود اس کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رض نے باب کامطلب اسی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

(۱۸۵۸) ہم سے عبد الرحمن بن یونس نے بیان کیا، ان سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے محمد بن یوسف نے اور ان سے سابق بن یزید رض نے کہ مجھے رسول اللہ رض کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔

۱۸۵۸ - حَدَّثَنَا عَنْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ يُونُسَ
حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَجَّ بِي
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْنُ سَيِّدِ سَيِّدِنَا.

۱۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا
الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجَعْدِيِّ بْنِ عَنْدِ
الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرُو بْنَ عَنْدِ
الْغَرِيزِ يَقُولُ لِسَائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَكَانَ قَدْ
حَجَّ بِهِ لِي لَقِيلَ النِّيَّبِ ﷺ)).

[طرفہ فی : ۲۷۱۲ ، ۷۲۳۰] .

دوسری روایت میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے حضرت سابق بن یزید سے مدد کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت سابق بن یزید

جو عہد اوداع کے موقع پر رسول کرم ﷺ کے سامان کے ساتھ تھے اور وہ اس وقت نابلغ تھے۔
اس سے بھی بچ کا حج کرنا ثابت ہو گیا۔

باب عورتوں کا حج کرنا۔

(۱۸۶۰) امام بخاری رضی اللہ عنہ رض نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف رض) نے کہ حضرت عمر رض نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کرم رض کی یہویوں کو حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبد الرحمن بن عوف رض کو بھیجا تھا۔

آخری حضرت رض کی سب یہویاں حج کو گئیں مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب رض وفات تک مکان سے نہ لکھیں۔ پہلے حضرت عمر رض کو تردد ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کیلئے نکالیں یا نہیں۔ پھر انہوں نے اجازت دی اور تمباکی کیلئے حضرت عثمان رض کو ساتھ کر دیا، پھر حضرت معاویہ رض کی خلافت میں بھی اہم اہل المومنین نے حج کیا، غزووں پر سوار تھیں، ان پر چادریں پڑی ہوئی تھیں (وحیدی)

(۱۸۶۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا،

ان سے جبیب بن عمرو نے بیان کیا، مجھ سے عائشہ بنت طلحہ نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رض نے بیان کیا کہ میں نے پوچھایا رسول اللہ رض! ہم بھی کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جادہ اور غزووں میں جایا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کے لئے سب سے عمدہ اور سب سے مناسب جادہ حج ہے، وہ حج جو مقبول ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن لیا ہے حج کو میں کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوں۔

(۱۸۶۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رض کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محروم رشتہ دار

۲۶- باب حجۃ النساء

(۱۸۶۰) - وَقَالَ لِي أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: ((أَذْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي آخرِ حَجَّةِ حَجَّهَا، فَبَعْثَ مَهْمَنْ عَشْمَانَ بْنَ عَفَانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ)).

آخری حضرت رض کی سب یہویاں حج کو گئیں مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب رض وفات تک مکان سے نہ لکھیں۔ پہلے حضرت عمر رض کو تردد ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کیلئے نکالیں یا نہیں۔ پھر انہوں نے اجازت دی اور تمباکی کیلئے حضرت عثمان رض کو ساتھ کر دیا، پھر حضرت معاویہ رض کی خلافت میں بھی اہم اہل المومنین نے حج کیا، غزووں پر سوار تھیں، ان پر چادریں پڑی ہوئی تھیں (وحیدی)
(۱۸۶۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا،

الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا عَائِشَةُ بُنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَفْرُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ : (لَكِنْ أَخْسِنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ حَجُّ مَنْرُورٍ). فَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَلَا أَدْعُ الْحَجُّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)). [راجع: ۱۵۲۰]

آخری حضرت رض کا مقصد تھا کہ جادہ کے لئے لکھا تھا پر واجب نہیں جیسے مردوں پر واجب ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں مجذوبین کے ساتھ نہ جائیں بلکہ جائیں کیونکہ ام عطیہ کی حدیث میں ہے کہ ہم جادہ میں نکلتے تھے اور زنیوں کی دو اغیرہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بشارت دی تھی کہ وہ مجذوبین کے ساتھ شہید ہو گی۔ (وحیدی)
(۱۸۶۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رض کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محروم رشتہ دار

کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی رحم محرم موجود نہ ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں تو فلاں لشکر میں جہاد کے لئے لکھا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا۔

إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرُومٍ). وَلَا يَدْخُلْ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعْهَا مَحْرُومٍ). فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ لِي جِيشًا كَذَا وَكَذَا، وَأَفْرَأَنِي تُرِيدُ الْحَجَّ، فَقَالَ : ((الْخَرْجُ مَعَهَا)).

[اطرافہ فی : ۳۰۰۶، ۳۰۶۱، ۵۲۳۳۔]

نَفْسِي اس روایت میں مطلق سفر نہ کرے دوسری روایتوں میں تین دن اور دو دن اور ایک دن کے سفر کی تصریح ہے بہر حال ایک دن رات کی راہ کے سفر عورت بغیر محرم کے جا سکتی ہے۔ ہمارے امام احمد بن خبلؓ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو خلوند یا دوسرا کوئی محرم رشتہ دار نہ طے تو اس پر حج واجب نہیں ہے جنہی کا بھی یہی قول ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ معتبر اور رفیقوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز رکھتے ہیں۔ (وجیدی)

١٨٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاهِنَ أَخْبَرَنَا يَزِيدَنَ بْنَ ذُرْتَيْعَ أَخْبَرَنَا حَيْبَةَ الْمَقْلُومَ عَنْ عَطَاءِ عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمْ رَجِعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لَأُمِّ سَيَّانِ الْأَنْصَارِيَّةِ : ((مَا مَنَعَكِ مِنْ الْحَجَّ؟)) قَالَتْ : أَبُو فَلَانَ - تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ - نَاضِرَخَانَ حَجَّ عَلَى أَخْدِيهِمَا، وَالآخْرُ يَسْقِي أَزْهَنَا لَنَا. قَالَ : ((لَمَّا عَمِرَهُ رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَمْبَيِّ)) رَوَاهُ أَبْنُ حَرْبٍ عَنْ عَطَاءِ سَيِّفَتْ أَبْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عَطَاءِ عَنْ جَابِرِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٧٨٢]

(١٨٦٣) ہم سے عبدالنے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا ہم کو جیب معلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رض نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حج کرنے کے لئے اپنے والوں کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے ایک پر تو وہ خود حج کو چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، اس روایت کو ابن حجر عن عطاء سے سن، کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبد اللہ بن عبد الکریم سے روایت کیا، ان سے عطاء نے ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

نَفْسِي عبد اللہ عن عبد الکریم کی روایت کو ابن ماجہ نے وصل کیا ہے امام بخاری کا مطلب ان سندوں کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ راویوں نے اس میں عطاء پر اختلاف کیا ہے ابن ابی معلی اور یعقوب ابن عطاء نے بھی جیب معلم اور ابن حجر عن کی طرح روایت کی ہے معلوم ہوا کہ عبد الکریم کی روایت شاذ ہے جو اصحاب کے قتل نہیں۔ حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے وہ ام سنان رض ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے سے محروم رہ گئی تھیں۔ حج اس پر فرض بھی نہ تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ رمضان میں اگر وہ عمرہ کر لیں تو اس محرومی کا لفڑاہ ہو جائے گا، اس سے رمضان میں عمرہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

(۱۸۶۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبد الملک بن عمر نے، ان سے زیاد کے غلام قزوع نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جملوں کے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں یا یہ کہ وہ یہ چار باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ باتیں مجھے انتہائی پسند ہیں یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی ذورِ حرم نہ ہو، نہ عید الفطر اور عید الاضحی روزے رکھے جائیں نہ عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے اور نہ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ تین مساجد کے سوا کسی کے لئے کجاوے باندھے جائیں مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

باب اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی؟

(۱۸۶۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا میں مروان فزاری نے خبر دی، انہیں حیدر طویل نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس بن علی نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سارا لئے چل رہا ہے، آپ نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں۔ پھر آپ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

تو اس پر اس منت کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں حدیث سے یہ لکھا ہے کہ ایسی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ حج سوار ہو کر کرنا پیدل کرنے سے افضل ہے یا آپ نے اس لئے سوار ہونے کا حکم دے دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔

(۱۸۶۵) ہم سے ابراہیم بن موسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن

شَعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِكِ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ فَزْعَةَ
مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ : سَمِعْتَ أَهَا سَعِيدَ - غَزَا
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِتَسْتَأْذِنَ عَشْرَةَ غَزَوةً - قَالَ :
أَرْبَعَ سَعِيدَتِهِنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - أَوْ
قَالَ يَعْدِلُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - فَأَغْجَبَتِي
وَأَنْقَنَتِي : أَنْ ((لَا تُسَافِرْ امْرَأَةً مَسِيرَةً
يَوْمَينِ لَنِسَاءً مَقْهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَخْرَمٍ
وَلَا صَوْمَ يَوْمَنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى . وَلَا
صَلَاةً بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرِبَ الشَّمْسُ ، وَلَا
وَيَغْدِ الصَّبْحَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ . وَلَا
تُشَدُّ الرُّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدِ
مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ
الْأَقْصَى)). [راجع: ۵۸۶]

۲۷- بَابُ مَنْ نَدَرَ الْمُشْنِيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

(۱۸۶۶) حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا
الْفِزَّارِيُّ عَنْ حُمَيْدِ الطُّوْنَلِ قَالَ : حَدَّثَنِي
قَاتَتْ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ
النَّبِيِّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادِيَ بَنَنَ ابْنَيْهِ
قَالَ : ((مَا بَالُ هَذَا؟)) قَالُوا : نَدَرَ أَن
يَمْشِي . قَالَ : ((إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا
نَفْسَهُ لَغَافِرٌ)). وَأَمْرَهُ أَنْ يَرْكَبَ .
[أطراfe في: ۶۷۰].

حدائق ابراهيم بن موسى

یوسف نے خبر دی کہ ابن جریر نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں ابوالخیر نے خبر دی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بُن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنا تو میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ یزید نے کہا ابوالخیر یہ مش عقبہ بن عثیمین کے ساتھ رہتے تھے۔

ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریر نے، ان سے بھی بن ایوب نے، ان سے یزید نے ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عثیمین نے پھر کی حدیث بیان کی۔

أخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجَ
أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي اِيُوبَ
أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَيْبَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهَا
الْغَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ:
(لَدَرَأَتْ أُخْتِيَ أَنَّ تَمْشِي إِلَى بَيْتِ اللَّهِ،
وَأَمْرَنِي أَنْ أَسْتَفِقَ لَهَا النَّبِيَّ ﷺ،
فَاسْتَفْتَهُ، فَقَالَ ﷺ: (لَمْشِي وَلَتَرَكِبَ))
قَالَ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يَفَارِقُ عَقْبَةَ.
حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجَ عَنْ
يَعْقِبَةَ بْنِ أَبِي اِيُوبَ عَنْ يَزِيدِهِ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ
عَنْ عَقْبَةَ.. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

۲۹۔ کتاب فضائل المدینۃ

کتاب مدینہ کے فضائل کا بیان

۱۔ بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

(۱۸۶۷) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابو عبد الرحمن احوال عاصم نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔

۱۸۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ حَدَّثَنَا قَاتِبٌ
بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْأَخْوَلُ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَدِينَةُ حُرُومَةٌ مِّنْ كَذَا
إِلَى كَذَا، لَا يَقْطَعُ شَجَرَقَا، وَلَا يَخْدُثُ
إِيَّهَا حَدَّثَ مَنْ أَخْدَثَ فِيهَا حَدَّثَنَا فَعَلَيْهِ
لَفْظُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)).
[ظرفہ فی : ۷۳۰۶]

لشیخ حرم مدینہ کا بھی وہی حکم ہے جو مکہ کے حرم کا ہے صرف جزاً لازم نہیں آتی۔ امام مالک اور امام شافعی اور احمد اور اہل حدیث کا یہی مذهب ہے۔ شعبہ اور حماوہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے یا کسی بد عقی کو جگہ دے دے۔ معاذ اللہ بدعت ایسی بڑی بلا ہے کہ آدمی بد عقی کو جگہ دینے سے ملعون ہو جاتا ہے۔

۱۸۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثَةِ عَنْ أَبِيهِ التَّيَّابِ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِيمُ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِينَةُ، وَأَمَرَ بِبَيْنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: ((بِيَنِ النَّجَارِ قَامُونِي)). فَقَالُوا: لَا نَطْلُبُ مُنْهَنَةً إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى. فَأَمَرَ بِقَبْوِ الْمُشَرِّكِينَ فَبَشَّتْ، ثُمَّ بِالْخَرَبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ)).

[واجع: ۲۳۴]

لشیخ اس سے بعض ختنی نے دلیل ہے کہ اگر مدینہ حرم ہوتا تو وہاں کے درخت آپ کیوں کٹاتے؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل ضرورت سے واقع ہوا یعنی مسجد نبوی بنانے کے لئے اور آنحضرت ﷺ نے جو کیا بحکم الہی کیا۔ آپ نے تو مکہ میں بھی قتل کیا۔ کیا خفیہ بھی اس کو کسی اور کے لئے جائز کمیں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے گرد اگر دارہ میں تک حرم کی حد قرار دی۔

۱۸۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمانَ عَنْ عَيْنِ اللَّهِ عَنْ سَعِينِ الْمَقْرِبِيِّ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَرْمٌ مَا بَيْنَ لَاهِيَ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي)). قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ: ((أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ فَذَ خَرْجُكُمْ مِنَ الْحَرْمِ)). ثُمَّ أَنْتَفَتْ فَقَالَ: ((بَلْ أَنْتَ فِيهِ)).

[طرفة فی : ۱۸۷۳]

(۱۸۷۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبدالرحمن بن مددی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ان کے والد زید بن شریک نے اور ان سے علی بن بشیر نے بیان

۱۸۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيميِّ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِ رَضِيَ

کیا کہ میرے پاس تاب اللہ اور بنی کرم ملکیت کے اس صحیفہ کے سوا جو نبی کرم ملکیت کے حوالہ سے ہے اور کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) لکھی ہوئی صورت میں نہیں ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آخر پرست ملکیت نے فرمایا مذہب عازم پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکلایا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور آپ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عمد کافی ہے اسلئے اگر کسی مسلمان کی (دی ہوئی امان میں) دوسرا سے مسلمان نے بد عمدی کی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرا سے کو مالک بنائے، اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اسکی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔

الله عَنْهُ قَالَ: مَا عِنِّنَا هُنَّ إِلَّا كِتَابٌ
الله وَهُنُّوَ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:
((المُنْذَنَةُ حَرَمٌ مَا نَهَنَ إِلَى كَذَّا، مَنْ
أَخْدَثَ فِيهَا حَدَّاً أَوْ آوَى مُخْدِثًا فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا
يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَذْلٌ)). وَقَالَ:
((ذَمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ
مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَذْلٌ.
وَمَنْ تَوَلَّ قَوْمًا بَغْتَرَ إِذْنَ مَوَالِيَهِ فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا
يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَذْلٌ)).

[راجع: ۱۱۱]

مدینہ الرسول کے کچھ تاریخی حالات

لشیخ مدینہ منورہ یا مدینۃ الرسول جسے طیبہ بھی کہتے ہیں، سطح سمندر سے تقریباً ۶۰ میٹر بلند اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور شمال کو خط استوای سے ۲۳ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہے، موسم گرم میں اس کی حرارت ۲۸ درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور سرما میں دن کو صفر کے اپر دس درجہ تک اور رات کو صفر کے یونچ ۵ درجہ تک آتی ہے، سردی کے ایام میں صبح کے وقت اکثر پانی برتوں میں جم جاتا ہے۔

یہ شرکمہ المکرمہ سے جانب شمال دو ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ملک عرب کے صوبہ جاز میں بخطاط آبدی دوسرے نمبر پر ہے۔ مکہ المکرمہ کے بعد دنیاۓ اسلام کا سب سے پیارا بارکت مقدس شرہ ہے، جہاں اللہ کے آخری رسول حضرت سید الانبیاء سند الاقتیاح مجتبی محمد مصطفیٰ ملکیت آرام فرمائیں۔

وجہ تسمیہ: بھرت سے پلے یہ شریشہ کے نام سے موسوم تھا، قرآن مجید میں بھی یہ نام آیا ہے (وَإِذْ قَاتَلَ قَاتِلَةً فَتَهُمْ يَاتَّهُلُ
بِشَرِبِ لَا مَقَامَ لَكُمْ) (الاحزاب: ۳۳) بقول زجاج یہ شریشہ بن قانیہ بن ملاکل بن عاصی بن عمیل بن ارم بن سام بن نوحؑ کا آباؤ کیا ہوا ہے اس لئے شریشہ کے نام سے موسوم ہوا۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس کو شریشہ اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شخص شریشہ ناہی عملتی نے اس شر کو بسایا تھا، آخر میں یہودیوں نے نصیر و بن قریظہ و بن قیقاع کے ہاتھ آگیا۔

۳۰۰ء میں بنوازد کے دو قبائل اوس و خزرج نے اس کی سرحد میں سکونت اختیار کی اور ۴۹۲ء میں اس پر قبضہ ہو گئے۔ مدینہ سے شمال و مشرق میں اب بھی ایک بستی ہے جس کا نام شریشہ ہے عجیب نہیں کہ چلی آبادی اسی جگہ ہو اور اوس و خزرج نے یہود سے جدا رہنا پسند کر کے یہاں رہائش اختیار کی ہو اور اس لئے اس حصہ کو بھی شریشہ سے پکارا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ

شرب مسیری کلمہ اتریں سے بگو کر بنا ہے اگر یہ صحیح ہو تو ثابت ہوتا ہے کہ عالمقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد مدینہ کو بیلایا۔ اس کی یہودیت کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے قسطنطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بیجھا تاکہ وہ اس جانب کے حالات معلوم کرے۔ جب وہ لوگ اس طرف پہنچے اور ان کو حضرت موسیٰؑ کی وفات کی خبر لی تو انہوں نے شرات اتریں بنا کر اس میں اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سولہ سو سال قبل میں سے شروع ہوتی ہے۔

شرب میں اسلام کیوں نکر پہنچا؟: مدینہ منورہ میں بننے والے قبائل پیشتر یہودی المذہب تھے مگر کبر و محیت کی بنا پر ان میں باہم اتنے نزاع تھے کہ کویا ایک دوسرے کے خون کے پیاس سے تھے۔ اوس و خرزج کی خانہ جنگی کو ایک صدی کا زمانہ گذر چاہا کہ سید عالم شیخوں کی نبوت و تبلیغ کا چچہ کہ دنواح میں پھیلا، اسی دوران میں خاندان عبدالاہل کے چند آدمی قریش کو اپنا حلیف بنانے کی غرض سے مکہ آئے اور اسلام کا چڑھانا، آنحضرت ﷺ نے تبلیغ میں ان کو اسلام کی پاک تعلیم سے آگہ کیا اور قرآن پاک کی چند آیات سنائیں۔ ان میں ایاس بن معاذ پر اس تبلیغ کا بہت اثر ہوا اور مسلمان ہونے کا ارادہ کیا مگر امیر و ند افس بن رافع نے کہا کہ جلدی نہ کرو ابھی حالات کا مطالعہ کرو۔ چنانچہ یہ لوگ یونہی واپس ہو گئے۔

مانوبی میں قبیلہ خرزج کے چھ آدمی سوسم جمیں مکہ آئے تو عقبہ یعنی اس پہاڑی کھلائی میں جو منی جانے والے ہائیں ہاتھ پر چڑھائی کی سیڑیوں سے ذرا درے پڑتی ہے، شب کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان سے طے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ یہ حضرات شرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کا نام عقبہ اولیٰ ہوا۔ ان کے ذریعہ سے مدینہ میں اسلام کا چڑھانا پھیلا۔

دوسرے سال پارہ سر برآورده اصحاب آئے اور اس عقبی میں آنحضرت ﷺ نے تبلیغ میں مکمل کرنے کا وقت میعنی کرلیا، چنانچہ خوب کھل کر باتیں ہوتیں اور انہوں نے یہ اطمینان کر کے کہ پہنچ آپ رسول ہیں، اسلام قبول کر لیا۔ حضرت مصعب بن عیمر ہاشم کو مبلغ اسلام بنا کر ان کے ہمراہ کر دیا اور حضرت اسد بن زرارہ ہاشم نے ان کو اپنے مکان میں ٹھرا دیا۔ اب داری فخر میں اسلامی مشن کا دفتر قائم کر دیا گیا۔ جو حضرات اسلام لاپچے تھے وہ مدینی تعلیم پاتے اور جو نئے آتے ان کو وعدہ سنایا جاتا تھا۔ اس مخلصانہ پر جاہ کے بہترین نئنگ نکلے اور رفتہ رفتہ شرب کے ہماروں قبیلہ عبد الاہل کا ہر مرد و زن حلقة گوش اسلام ہو گیا۔ اب شرب میں ایک کثیر جماعت اسلام کی نصرت اور پیغمبر اسلام کے پیغمدہ کی جگہ خون بھانے کے لئے تیار ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ بھی شرب میں بھرت فرمایا کہ تشریف لے آئے۔ اس وقت سے شرب کو مدینۃ الرسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ الرسول کا چچہ چھ مسلمانان عالم کے لئے ہائیت مدد احترام ہے۔ اس مقدس شرمنی وہ مبارک مجھ ہے جس میں پیغمبر کے سید الانبیاء ﷺ نے اسلام کی روشنی کو چار دنگ عالم میں پھیلایا اور اس مبارک شرمنی وہ مقدس جگہ ہے جس میں سرتاج الانبیاء ﷺ آرام فرا رہے ہیں اور آپ کے لاکھوں غلام جمل کی مٹی کے اندر سوئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں چند تاریخی یادداشتوں میں کے لئے بطور بدیہی پیش کی جاتی ہیں۔

بھرت میں تشریف آوری کے وقت آنحضرت ﷺ میں سے جنوبی سمت قبائلی میں عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے تھے۔ کلثوم بن ہرم کا مگر آپؐ کا قیام گاہ بنا اور سعد بن خیثہ کا مگر آپؐ کی مردانہ نشست گاہ، یہ دونوں گھر نزول قدم نبوی کے سبب بڑی شان رکھتے ہیں۔ مسجد قبائلے جنوب میں بست قبلہ ۲۰۵ فٹ فاصلے پر دو قبیلے پیغمبیری ہلک کے ہیں، ان میں ایک قبہ جو مقام العمرہ کے نام سے مشہور ہے، یہی کلثوم بن ہرم کا مکان تھا اور اس سے ملا ہوا تب جوبیت فاطمہ کلما ہے یہ سعد بن خیثہ کا مگر قبائلے مسجد قبائلے میں جو بقہ مبرک ناقہ کلما ہے یہاں حضور ﷺ کی اوپنی بیٹھی تھی جس اس وقت مسجد قبائلے ہے وہ حضرت کلثوم کا مرد تھا کہ کبھی برسیں خلک کرنے کے لیے وہاں پہنچلاتے تھے، مدینہ منورہ میں آپؐ حضرت ابوالیوب الانصاری ہاشم کے مکان پر اترے تھے، یہ مکان محلہ زختن الحسے میں مسجد کی صورت میں اب موجود ہے، جس میں محراب بھی ہے۔ اور قبہ بھی اس کی یہودی دیوار پر ایک پتھر نسبت ہے جس میں

آب زر سے یہ لکھا ہوا ہے ہذا بیت ابو ایوب الانصاری اللخ حضرت ابو ایوب بن یثیر کے مکان کی جنوبی سمت حضرت جعفر صادقؑ کا مکان تھا جو اس وقت دار نائب الحرم کہلاتا ہے۔ مسجد کے مشرق میں حضرت عثمان بن یثیر کے دو چھوٹے بڑے مکان تھے۔ بوقت شادت آپ کی سکونت بڑے مکان میں تھی، اس مکان کی جال کے اوپر اب بھی مقفل عثمان بن عفان بن یثیر لکھا ہوا ہے، بقیع کے راستے شامل جانب حضرت صدیق بن یثیر کا مکان تھا۔ بس میں آپؑ کی دفاتر ہوئی، زاویۃ المسماں سے ملتوں شامل جانب آیہ، چھوٹا سا باقی ہے وہ خالد بن ولید بن یثیر اسلام کا مکان تھا، رباط خالد کے پیچے عمرو بن العاص بن یثیر قاتح مصر کا مکان تھا، مسجد کے غربی جانب حضرت ابو بکر بن یثیر کا دوسرا مکان تھا یہ اب باب السلام کے شمال میں ایک کھڑکی کی شکل میں ہے اس پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ لا یقین فی المسجد خوخة احد الا خوخة ابی بکر

حرم مدینہ شریف کا بیان: انداز آبارہ میل تک مدینہ منورہ کی حد حرم ہے، جس کے اندر شکار کرنا، درخت اکھارنا، گھاس اکھارنا حرام ہے۔ ہاں جانوروں کے لئے گھاس یا پتے وغیرہ توڑنے جائز ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے عن ابی هریرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهم ان ابراهیم خلیلک و نبیک و انک حرمت مکہ على لسان ابراهیم اللهم وانا عبدک و نبیک و انت احرم ما بین لا يسمها الخ (ابن ماجہ) ابو ہریرہ بن یثیر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت بن یثیر نے فرمایا کہ اے اللہ! حضرت ابراہیمؑ تیرے خلیل اور پیغمبر تھے جن کی زبان پر تو نے کہ کو بلد الحرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا منہ اور پیغمبر ہوں اور مدینہ کو اس کے دونوں پھریلے کناروں کے درمیان تک حرم قرار دیتا ہوں۔ نبی ﷺ نے مدینہ شریف کے بارے میں یہ دعا فرمائی اللهم حب الینا المدينة کحبنا مکہ او اشد لیعنی اے اللہ! مدینے کو ہمیں کہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ (بخاری) ایک روایت میں مدینہ کی حدود حرم میر سے ثور تک بیان کی گئی ہیں، یہ اطراف مدینہ کے پہاڑوں کے نام ہیں۔ مدینے شریف کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں عن ابن یحییٰ۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من استطاع ان يموت بالمدینة فليتم بها فانی اشفع لمن یموت بہا۔ رواہ احمد والترمذی آنحضرت بن یثیر فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینے یہی میں اس کو موت آئے میں اس کی سفارش کروں گا۔ یہیقی نے شعب الایمان میں ایک شخص آں خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت بن یثیر نے فرمایا جو شخص غالص پاک نیت کے ساتھ میری زیارت کے لیے آیا، قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہو گا اور جو مدینہ شریف میں رہ کر صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارتا رہا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حین شریفین میں موت پائے گا وہ قیامت کے دن امن پانے والوں میں ہو گا۔ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ شریف لوٹنے تو مکاتب مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر مگن ہو جاتے اور سوراہی کو تیز کر دیتے۔ (بخاری) یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ شریف کے دروازوں پر فرشتہ پھر دیتے ہیں۔ اس پاک شریں طاعون اور وجہ داخل نہیں ہو سکتے۔

حرم نبوی کا بیان: حرم نبوی سے مراد نبی ﷺ کی پاک و مبارک مسجد اور اس کا ماحول ہے، یہ سرتاپ انور عمارت شرمندہ منورہ کے درمیان میں کسی قدر مشرق کو جملکی ہوئی ہے یہاں کی فضا اطینف مظفر جبلیں اور ہیئت مستعملیں ہے، قدم مسجد کی کل عمارت سرخ پھر کی ہے اس کا طول شمال سے جنوب تک اوسط ۲۳۵ میٹر ہے (فرمایا یہاں ہے جو ۱۳۰ میٹر کے برابر ہوتا ہے)۔ اس کا ناظم سعی میز زیست ۹۶ گز ہے، باب شای کی طرف سے عرض ۲۲ میٹر سوا ۳ گز رہ جاتا ہے۔ بناوٹ کے ناظم سے حرم نبوی دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے مسجد اور صحن۔ حدود مسجد کی ابتداء اس جگہ سے ہوتی ہے جمال کھڑے ہو کر حضرت عثمان بن یثیر نماز پڑھایا کرتے تھے یعنی قبل رخ دیوار سے صحن ایک طرف اور باب رحمت اور باب النساء کے درمیان مسجد ہی مسجد ہے، یہ مساجد گنبدوں سے اعلما

ہوا ہے جو محربوں پر قائم ہیں ان محربوں کو ایک قسم کے خت پتھر کے ستونوں پر کمزرا کیا گیا ہے ان پر سنگ مرمر کی چشمی ہوئی ہے اور اوپر سونے کے پانی سے بیچی کاری کردی گئی ہے، دوسرا صحن ہے جس کا نام حصہ ہے اس کی شکل شاید دروازہ سے مستطیل ہے اس کے گرد تین طرف تین دالان احاطہ کئے ہوئے ہیں برآمدوں میں ستون ہیں جن کے اوپر محرب اور محربوں کے اوپر گنبد سر بلند اور بادلوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حرم شریف کے کل ستونوں کی تعداد دو ہزاروں کے ساتھ ملتعم ہیں تین سوتائیں تک بیشج جاتی ہے، ان میں سے ۲۲ حرم شریف کے اندر ہیں شاید دروازے کی ڈیوڑھی میں مدرسہ مجیدیہ واقع ہے اسی وجہ سے حرم شریف میں داخل ہونے کے راستے کے اندر ورنی ہے یعنی ڈیوڑھی کا نام باب التوسل رکھا گیا ہے، جست مغرب کی طرف خواجہ سراؤں کے بیٹھنے کی جگہ ہے جو بروہ فروشی کے زمانہ میں خصی شدہ غلاموں کی شکل میں حرم نبوی کی خدمت کے لئے نذر کر دیئے جاتے تھے۔ اب یہ ظالمانہ طریقہ موقوف ہو چکا ہے پھر طرف شرقی برآمدے کی لمبائی کے ساتھ ساتھ شیش کی لکوئی کا ایک جالی دار شیڈ ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے، حرم شریف کے اندر عورتوں یہیں بیٹھتیں ہیں اور یہیں نماز ادا کرتی ہیں۔ اسے قفس النساء کہا جاتا ہے۔ اس برآمدے کے جنوب میں ایک چھوڑتہ ہے جو پیٹ قارم کی شکل میں سازھے تیرہ گز لمبا اور نو گز چوڑا ہے اور زمین سے قریباً سولہ انچ بلند ہے، میان نبی کشمیر کے زمانہ مبارک میں اصحاب صدقہ بیٹھا کرتے تھے، یہ نوار طبلہ اسلامیہ کی جماعت تھی جنہیں کھانا کپڑا اور دیگر ضروریات دارالعلوم مجیدیہ سے بیشج جایا کرتی تھیں۔ اس چھوڑتے کے جنوب میں ایک اور چھوڑتہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے یہ چھوڑتہ مقصودہ شریف سے مفصل شمال کی جانب ہے اس جگہ نبی مسیح نماز تجداد اور فریلایا کرتے تھے، روضہ شریف مقصودہ شریف کے مغرب میں ہے، رسول اللہ مسیح نبی کے منبر شریف اور روضہ شریف کے درمیان یہی وہ جگہ ہے جس کو آپ نے جنت کی کیا ریوں میں سے ایک کیا ری جایا ہے اور یہ بھی فریلایا ہے کہ یہ لکڑا سارا جنت میں رکھا جائے گا۔

اس مبارک زمین کا طول اندازاً پونے ستائیں گز اور عرض اندازاً پونے سترہ گز ہے، روضہ شریف کے ساتھ بیتل کا جنگل ہے جس سے مفصل وہ اضافے ہیں جو اس حرم شریف میں حضرت عمر، حضرت عثمان مجاشیہ کے ایام میں کئے گئے تھے، یہ دونوں اضافے جنوب کی طرف ہیں، بیتل کے جنگل کی اوپرچالی ایک گز دو گره ہے۔ روضہ شریف اپنے شرف مرتبت کے لحاظ سے ہر وقت فدائیان رسول مسیح سے بھرا رہتا ہے۔ روضہ شریف کے مغربی جانب وہ جگہ ہے جہاں حضور مسیح نماز پڑھایا کرتے تھے جو اپنی کمال بحث اور جمال صفت کے لحاظ سے اللہ کی ننانوں میں سے ایک نثانی ہے اور یہ قبلہ کی طرف مقصودہ شریف کی سیدھہ میں ہے، حضور علیہ السلام نے اس کی بنیاد بھرتوں مبارک کے دوسرے سال شعبان کی پندرھویں تاریخ روزہ سہ شنبہ کو رکھی تھی، یہ اس دن کا واقعہ ہے جب اللہ عزوجل نے حضور مسیح کو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا قبلہ کے مغرب کی طرف منبر شریف ہے جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر سونے کے پانی سے نمایت اعلیٰ درجے کے نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ یہ بے حد خوبصورت اور صفت کا ہترن نمونہ ہے، اسے ترکی سلطان مراد ہالث مرحوم نے ۹۹۸ھ میں حرم شریف کے لئے بطور بدیہی پیش کیا تھا اسی وہ جگہ ہے جمل رسول اللہ مسیح کا منبر رکھا تھا حرم شریف کے فرش مبارک پر انواع و اقسام کے بیش قیمت سجائے بیچے ہوئے ہیں، قلین بھی متعدد کثیر موجود ہیں بالخصوص روضہ شریف میں تو بیش قیمت اشیاء کی کثرت ہے۔ حرم شریف کے پانچ دروازے ہیں۔ صدر دروازے باب الاسلام اور باب الرحمة دونوں مغرب کی طرف ہیں۔ باب مجیدی شمال کی جانب، باب النساء اور باب جبریل دونوں مشرق کی طرف ہیں عشاء کے بعد ان دروازوں کو بند کر کے قفل لگادیا جاتا ہے۔ پھر تجداد کی اذان کے وقت کھول دیا جاتا ہے عمر فاروق برٹھ کے زمانہ سے یہ چلا آ رہا ہے۔

موجودہ حکومت سوییہ عربیہ نے حرم مسجد نبوی کی توسعہ اس تدریکی ہے کہ بیک وقت ہزاروں نمازی نماز ادا کرتے ہیں اور تعمیر جدید پر کروڑ ہاروپہی بڑی فراغلی کے ساتھ خرچ کر کے نہ صرف مسجد نبوی بلکہ اطراف کے جمل علاقے کو وسیع تر بنا کر صفائی تحریک کا

ایسا نادر نمونہ پیش کیا ہے کہ دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ پاک اس حکومت کو دشمنوں کی نظر بے چائے اور خدمت حرمیں شریفین کے لئے بیشہ قائم رکھے، آمین۔

گنبد خضراء کے حالات: نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ربیع الاول اللہ یوم دشنبہ کو مجرہ عائشہ میں انتقال فرمایا، اسی جگہ لحد شریف میں آپ کے جسم اطہر کو لٹایا گیا ہے، آپ کا سر مبارک بجانب غرب اور روئے بارک بجانب جنوب ہے، زمین کا یہ لکڑا بھی اپنی سعادت ابدی پر بھتا ناز کرے بجا ہے۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ آنحضرت ﷺ کی پشت کی جانب دفن کئے گئے۔ ان کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے مقابل یعنی قریب ایک فٹ نیچے سرکا ہوا رہا، پھر ۲ ذی الحجه ۱۴۲۳ھ کو بدھ کے روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ با جازت صدیقہ یہاں دفن ہوئے، آپ کا سر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کے مقابل یعنی ذرا نیچے سرکا ہوا رہا۔

عبد قاروی میں مجرہ شریفہ کی دیواریں سابق نبیادوں پر دوبارہ کچی اینٹوں سے بنوادی گئی تھیں۔ علامہ محمودی نے بیان کیا ہے، ”جنوبی دیوار اندر سے ۲/۳۔ ۱۰۔ ۱۵۔ ۲۰۔ ۲۵۔ ۳۰۔“ ہاتھ، شرقی و غربی درود دیواریں ۸/۵۔ ۱۔ اونچائی ۵۰ سانتی متر میں عفر بن عبد العزیز نے مجرہ شریف کو بحالاً قائم رکھا اور اس کے گرد بست عیقین نبیادوں کو ڈکھ کر پھر کی ایک ٹھیک دیوار قائم کر دی، مجرہ شریفہ کی چھت لکڑی کی ہادی اور اوپر تلے تختوں کو کیلوں سے چڑیا، اس کے اوپر موم جاس، بچا ریا تاکہ بارش کا پالی اندر نہ جائے نہ چھت پر اڑ کرے۔ بعد میں سلطانین اسلام نے اس کی حفاظت و مرمت کے لئے بہت کچھ تجدید و اصلاح کی۔ ۷۵۵ھ میں سلطان نور الدین زکی شہید نے جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگ عظیم میں مشغول تھا خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ دو گریہ چشم آدمیوں کی طرف اشارہ فرمائے ہیں۔ ”انجذبني وانقضني من هذين“ چونکہ سلطان کی آنکھ کھل گئی اور فوراً تیز رو سانڈنیاں منگا کر چند ہمراہ ساتھ لئے۔ نہ دن دیکھانے رہا۔ رواں دواں دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور جتنے بھی بیرونی باشندے مدینہ میں مقیم تھے سب کی دعوت کی یہ میدان اپنے بھی دارالضیافۃ کے نام سے مشہور ہے، سلطان نے ان پر ایک گھری نگاہ ڈالی گروہ دو شخص نظرتے آئے جو خواب میں دکھائے گئے تھے، پہنچا کیا اور کوئی بھی باتی ہے؟ معلوم ہوا کہ دو مغربی درویش گوشہ شین باتی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ دہلوئے کے ان کو دیکھتے ہی سلطان نے پہنچانیا کہ ائمیں کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ ان کو لئے ہوئے سلطان ان کی قیام گا پر آیا دیکھا کہ ادھر ادھر چند کتابیں پڑی ہوئی ہیں زمین پر ایک معمولی ناث پڑا اور اس پر مصلی بچا ہوا ہے اور چند برتن رکھے ہیں جن میں کچھ اثنان ہے۔ پادشاہ خاموش سوچ رہا تھا کہ خواب کا کیا مقصود ہے، جیران تھا کچھ سمجھنے سکا و فتحنا اس کے قلب میں القا ہوا اور اس نے بچا ہوا تاث اور مصلی اخالیا۔ دیکھا تو اس کے نیچے گزر ہا ہے جس پر پھر رکھا ہوا ہے پھر اخالیا تو دیکھا کہ گھونس کی طرح سرگ کھو دی گئی ہے اور وہ سرگ اندری اور جسم انور کے قریب بیٹھ گئی ہے۔

یہ دیکھ کر سلطان ﷺ غصہ سے لرزنے لگا اور گفتگی سے تفہیش حال کرنے لگا، آخر دونوں نے اقرار کیا کہ وہ نصرانی ہیں جو اسلامی وضع میں یہاں آئے ہیں اور ان کے میانی بادشاہ نے جس محمدی ﷺ کا لکل لانے کے لئے ان کو بیسجا ہے۔ ان حالات کو سن کر بادشاہ ﷺ کی عجیب کیفیت ہوئی وہ تقریر کا پنچ اور روئے لگا۔ آخر ان دونوں کو اپنے سامنے قتل کرا دیا اور تمیس دیوار کے گرد اگردا تھی، گھری خندق کھدوائی کہ پانی لکل آیا پھر لاکھوں من سیسے پکھلووا کر اس میں ڈالیا اور سلی زمین تک سیسے کی ایک زمین دوز ٹھوس دیوار قائم کر دی کہ کسی رخ جسد مطرست کوئی دشمن رسائی نہ پاسکے۔

سلطان محمود بن عبدالعزیز عثمانی کے زمانہ میں قہہ شریفہ میں کچھ شکاف آگیا تھا چنانچہ ۱۴۲۳ھ میں سلطان نے اس کی تجدید پر کرانی اور کا حصہ اتنا ہا کراز سرفتو تعمیر کیا گیا اور اس پر گمراہ ہزرو غن پھر گمراہ گیا جس کی وجہ سے اس کا نام قہہ خضراء ہوا اس کے بعد دھوپ اور

بارش سے جب اس کا رنگ ہلاکا ہوا تو یہی سبز رنگ کارو غنچہ حاکر اس کو پختہ اور روشن کیا جاتا رہا۔ دیوار ٹھیک کے گرد اگر دھرا بول میں جالیاں لگی ہوتی ہیں، یہ جالیاں ۸۸۸ھ میں سلطان قطبانی کی طرف سے محل مصری کے ساتھ سڑاوٹوں پر لد کر آئیں، جال کے ساتھ دنیا کا وہ بے مثل مصحف بھی مستقل ایک اونٹ پر محول ہو کر آیا تھا جو شاہزاد نوری خشنویں نے لکھا تھا، جالیدار مقصودہ اور دائرہ ٹھیک کے درمیان ہر چار طرف سات اور دس فٹ کے درمیان برآمدہ چھوٹا ہوا ہے جس پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔

مواج شریف میں پیٹل کی جالی لگی ہوتی ہے، بلقیں تین طرف تابہ اور اس پر گمراہ پختہ سبز رونگ چہا ہوا ہے اس کا نام شاہک ہے، یہ پھل مستطیل ہے اور اس کا جنوبی و شمالی ہر ضلع سازی سے سڑہ گز اور شرقی و غربی ضلع سازی سے سولہ گز ہے، یہ شاہک مع اپنے اندر ورن کے مقصودہ کھلاتا ہے اللهم صلی علی محمد وعلی آل محمد و علی آل محمد موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے ان تمام حصوں کے اختیال میں جس قدر کوششیں کی ہیں بلکہ سارے شرمندیہ کی ترقی اور آبادی کے لئے جو سماں کام میں لائی جائیں ہیں ان کی تفصیلات کے لئے یہاں موقع نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکومت نے خدمت حضرت شریفین کا حق ادا کر دیا ہے مدینہ منورہ سے متصل ہی ایک بڑا زبردست دارالعلوم جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ کے نام قائم کیا ہے، جس میں تمام دنیاۓ اسلام کے سینکڑوں نوجوان حکومت سعودیہ کے خرچ پر تحصیل علوم کے اندر مشغول ہیں۔ اللہ پاک اس حکومت کی یہیشہ مد فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ ملک کرے۔ موجودہ شاہ فیصل کی عمر دراز کرے جو حضرت شریفین کی خدمت کے لئے جلد و سائل ممکنہ وقف کئے ہوئے ہیں اللہ ایمہ بنصرہ العزیز۔ امین

۲- بَابُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي باب مدینہ کی فضیلت اور بے شک مدینہ (برے) آدمیوں کو نکال کر بہر کر دیتا ہے۔

(۱۸۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک حنفی نے خردی، اُنہیں سعید بن سعید نے، انسوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحباب سعید بن یسار سے سنا، انسوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ بن عبای سے سنا، انسوں نے بیان کیا کہ آخر حضرت مسیح موعده فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شر (میں بھرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شروں کو کھالے گا۔ (یعنی سب کا سردار بنے گا) مانا فقین اسے شر بکتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ آنکہ اربعہ میں سے ایک مشہور ترین امام ہیں، جو انس بن مالک بن ابی عامر کے بیٹے اور صرف حجاز کے الام تھے بلکہ حدیث و فقہ میں تمام مسلمانوں کے مقتداء تھے آپ کے فخر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ امام شافعی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے زہری، سعید، نافع، محمد بن مکذر، ہشام بن عروہ، یزید ابن اسلم، ریجید بن ابو عبدالرحمن اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے اس قدر تخلوق نے روایت کی جن کا شمار نہیں ہو سکا۔ آپ کے شاگردوں میں سے محدث امام شافعی، محمد بن ابراہیم بن دینار، ابو ہاشم عبدالعزیز بن ابی حازم شامل ہیں جو اپنے علم و عمل کے لحاظ سے آپ کے شاگردوں میں بے نظیر مانے گئے ہیں علاوہ ازیں معین بن عیینی، سعید بن عینی، عبد اللہ بن مسلمہ قصی، عبد اللہ بن

۱۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ:
سَيْفُتُ أَهْبَابِ سَعِيدٍ بْنِ يَسَارٍ
يَقُولُ: سَيْفُتُ أَهْبَابِ هَرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمْرُتُ بِفَرِيَةَ
تَأْكُلُ الْقُرْآنَ، يَقُولُونَ: يَنْهِيُ، وَهُنَّ
الْمَدِينَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِبِيرُ
خَبَثَ الْحَلِيلِ)).

وہب ہیسے لوگوں کا شمار نہیں کیا امام تخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، احمد بن حبل اور یعنی بن سعید محدثین کرام کے اساتذہ ہیں۔ جب حدیث کا درس دیتے تو وضو فرمایا کر مند پر تشریف لاتے۔ داڑھی میں لکھا کرتے، خوشبو استعمال فرماتے اور نہایت باوقار اور پر بیست ہو کر بیٹھتے اور فرمایا کرتے کہ میں یہ اہتمام حدیث بنوی کی عظمت کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ ابو عبد اللہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرمایا ہیں، لوگ اور گرد ہیں اور امام مالک حضور ﷺ کے سامنے مودبانہ کھڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے مقک کا ذہیر رکھا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر وہ ملک غبار امام مالک کو دے رہے ہیں۔ اور امام مالک اسے لوگوں پر چھڑک رہے ہیں۔ مطرف نے کہا کہ میں نے اس کی تعبیر علم حدیث کی خدمت اور اتباع سنت سمجھی، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام مالک کے مکان کے دروازے پر کچھ خراسان کے گھوڑوں کی جماعت اور کچھ مصر کے چھوڑوں کے غول دیکھے جن سے بہتر میں نے بھی نہیں دیکھتے۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ کیسے اچھے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ! یہ تمام میری جانب سے آپ کے لئے تحفہ ہیں، قبول فرمائیے۔ میں نے گزارش کی اپنی سواری کے لئے کوئی جانور رکھ لجھتے۔ جواب دیا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین کو رسول اللہ ﷺ کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہے میں اسے کسی جانور کے کروں سے روند کر گزاروں۔ آپ کے مناقب کے لئے دفاتر بھی ناھیں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة (آمین)

باب مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے۔

(۱۸۷۲) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عباس ابن سمل بن سعد نے اور ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ ہم غزوہ توبک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہ طابہ آگیا۔

طاب اور طیب دونوں مدینۃ المنورہ کے نام ہیں جو لفظ طیب سے مشتق ہیں جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں یعنی یہ شرہ رخاط سے پاکیزہ ہے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے، یہاں تقبیح اسلام ہادی اعظم ﷺ آرام فرار ہے ہیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ ایہا اللہ تعالیٰ نے اس شر کی صفائی پاکیزگی آباد کاری میں وہ خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار عالم رہیں گی۔

باب مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان

(۱۸۷۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شاہب زہری نے، انہیں سعید بن مسیب نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہر چر تے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیٹوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے۔

۳- بَابُ الْمَدِينَةِ طَابَةُ

۱۸۷۲ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْلُوِّ بْنُ حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَفْرُو بْنُ يَعْقِبٍ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ حَمَدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَقْبَلَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَوْكِ حَتَّى أَهْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ) فَقَالَ : ((هَلِيُو طَابَةُ)). [راجح: ۱۴۸۱]

۴- بَابُ لَابِقِ الْمَدِينَةِ

۱۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسْتَبِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : لَوْ رَأَيْتُ الْفَطَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْقَعَ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((مَا يَقْرَبُ لَا يَتَهَاهُ حَرَامٌ)).

[راجح: ۱۸۶۹]

وہاں شکار جائز نہیں۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ مدینہ حرم ہے۔ تجب ہے ان حضرات پر حرمینہ کے حرم ہونے کا انکار کرتے ہیں جب کہ حرمینہ کے متعلق صراحت کے ساتھ کتنی ہی احادیث موجود ہیں۔

باب جو شخص مدینہ سے نفرت کرے

(۱۸۷۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ کو بہتر حالات میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجازہ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور، درند اور پرند بنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دوچڑا ہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہاٹ لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر شنیہ الوداع تک جب پنچھیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

یہ پیش کوئی قرب قیامت سے متعلق ہے۔ ہر کمالے رازوائے اصول قدرت ہے۔ تقرب قیامت ایسا ہوا ہی بعید نہیں ہے اور فرمان نبوی اپنی جگہ بالکل حق ہے۔

(۱۸۷۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ یہنے فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لاٹیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جوانان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (والپس یہنے کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا اور عراق فتح ہو گا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تجز دوڑاتے ہوئے لاٹیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جوانان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق والپس) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم

۱۸۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَرْكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ، لَا يَنْهَا إِلَّا فَوَافِ - يُرِيدُ عَوَافِ السَّبَاعِ وَالظَّفَرِ - وَآخِرُ مَنْ يَنْهَا زَاعِيَانَ مِنْ مُرِيَّتَهُ يُرِيدُنَادِ الْمَدِينَةَ يَنْعَقَانَ يَنْعِمُهُمَا فِي جَدَانَهَا وَخَشَ، حَتَّى إِذَا بَلَّهَا نَيَّةُ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا)).

۱۸۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيرِ عَنْ سَفِيَّانَ بْنِ أَبِي زَهْرَيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((يَفْتَحُ الْيَمَنُ، قَيْلَيِّيْ قَوْمٌ يَسْتُوْنَ، قَيْتَحَمْلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَيَفْتَحُ الشَّامُ، قَيْلَيِّيْ قَوْمٌ يَسْتُوْنَ، قَيْتَحَمْلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَيَفْتَحُ الْعَرَاقَ، قَيْلَيِّيْ قَوْمٌ يَسْتُوْنَ،

لَتَعْتَمِلُنَّ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعُهُمْ،
وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

لَشَرِح آخرت میثاق کی بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی، مدینہ ایک مدت تک ایران، عرب، مصر اور شام تو ان کا پایہ تحنت رہا اور خلافے راشدین نے مدینہ میں رہ کر دور دور اطراف عالم میں حکومت کی، پھر بنو امیہ نے اپنا پایہ تحنت شام کو قرار دیا اور عباسیہ کے وقت میں بغداد اسلام کی راجدھانی قرار پیا۔ آخری خلیفہ مغضوم بالله ہوا اور اس کے زوال سے اسلامی خلافت مبتکنی مسلمان گروہ گروہ تقسیم ہو کر ہر جگہ مغلوب ہو گئے، اب تک یہی حال ہے کہ عربوں کی ایک بھی تعداد ہے، ان کی حکومتیں ہیں، یا ہم اتحاد نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ قبلہ اول مسجد القصی پر یہود قابض ہیں۔ انا لله و انا الیہ راجعون، اللہم انصر الاسلام والملمکین و اخذل الكفرة والفسقة والیهود والملحدین (ائمن)

باب اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمت آئے گا
(۱۸۷۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ مجھ سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے خبیب بن عبد الرحمن نے، ان سے حفص بن عامر نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمت آئے گا جیسے سانپ سمت کراپنے میں آ جیا کرتا ہے۔

اسی طرح اخیر زمانہ میں چے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پڑے جائیں گے۔ حافظ نے کہا یہ آخرت میثاق اور خلافے راشدین کے زمانوں میں تھا، قیامت کے قریب پھر ایسا ہی دور پلٹ کر آئے گا و ما ذالک علی اللہ بعزیز

باب جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے

۶ بَابُ الْإِيمَانِ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ
۱۸۷۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْلَبِ
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَيْنِدُ اللَّهِ عَنْ خَيْرِبَنْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((إِنَّ الْإِيمَانَ لَتَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَاةَ إِلَى جُحْرِهَا)).

۷- بَابُ إِنْمِ منْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

اس پر کیا و بابل پڑے گا۔

(۱۸۷۷) ہم سے حسین بن حیث نے بیان کیا، کہا ہمیں فضل بن موی نے خبر دی، انہیں حمید بن عبد الرحمن نے اور ان سے عائشہ بنت علی نے فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی و قاسی رضی اللہ عنہ سے ساتھا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے ساتھا کہ آخرت میثاق نے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جیا کرتا ہے۔

باب مدینہ کے محلوں کا بیان

۱۸۷۷ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ حَرْثَةَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ عَنْ جَعْنَبِدِ عَنْ عَالِيَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ قَالَ يَقُولُ: ((لَا يَكِيدُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا أَنْتَمْ كَمَا يَنْمَأَعْ الْمُلْجَعُ فِي الْمَاءِ)).

۸- بَابُ آطَامِ الْمَدِينَةِ

(۱۸۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خردی اور انہوں نے اسماء بن زیدؓ سے سنا کہ نبی کرم ﷺ مدنیہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اوپنچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں بھی نظر آ رہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتوں کے نازل ہونے کی جگوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس روایت کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے زہری کے واسطے سے کی ہے۔

۱۸۷۸ - حَدَّثَنَا عَلَيْهِ حَدَّثَنَا سُفيَّانُ حَدَّثَنَا أَبْنُ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْرُوَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَطْمَمِ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي لِأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتْنَ حِلَالَ يُؤْتَكُمْ كَمَوَاقِعِ الْفَقْرِ)) تَابَعَهُ مَغْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الرُّهْبَرِيِّ۔

[اطرافہ فی : ۲۴۶۷، ۳۵۹۷، ۷۰۶۰۔]

یہ دیکھنا بطریق کشف کے تھا اس میں تاویل کی ضرورت نہیں اور آپؐ کا یہ فرمانا پورا ہوا کہ مدینہ ہی میں حضرت عثمان بن علیؑ شہید ہوئے پھر زیدؓ کی طرف سے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر کیا کیا آئیں آئیں۔

باب وجہ مدینہ میں نہیں آسکے گا۔

(۱۸۷۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوکبر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ پر وجہ کار عرب بھی نہیں پڑے گا اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

۹ - بَابُ لَا يَدْخُلُ الدَّجَالُ الْمَدِينَةَ

۱۸۷۹ - حَدَّثَنَا عَنْدَ الْغَزِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُغْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، لَهَا يَوْمَئِلُ سَيْفُهُ أَبْوَابُهُ عَلَى كُلِّ بَابِ مَلْكَانِ)).

[طرفہ فی : ۷۱۲۵، ۷۱۲۶۔]

یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی کہ زمانہ نبوی میں نہ مدینہ کی فصیل تھی نہ اس میں دروازے۔ اب فصیل بھی بن گئی ہے اور سات دروازے بھی ہیں پیش گوئی کا باقی حصہ آئندہ بھی صحیح ثابت ہو گا حکومت سعودیہ خلدہا اللہ تعالیٰ نے اس پاک شرکو جو رونق اور ترقی دی ہے وہ اپنی مثال آپؐ ہے اللہ پاک اس حکومت کو یہی شہ قائم رکھے آئیں۔ حال ہی میں زیارت مدینہ سے مشرف ہو کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔

(۱۸۸۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبد اللہ الجھرنے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون

۱۸۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نُعِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ

مَلَكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاغُونَ وَلَا آسِلًا هے نہ دجال۔

الْدَّجَالُ). [طرفہ فی : ۵۷۳۱، ۷۱۳۳].

یعنی عام طالون جس سے ہزاروں آدمی مر جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی دعاوں کی برکت سے مدینہ منورہ کو ان عافتوں سے محفوظ رکھا ہے۔

(۱۸۸۱) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ولید نے بیان کیا، ان سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا، ان سے اسحاق نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شر نہیں ملے گا جسے دجال پامال نہ کرے گا، سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستے پر صرف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کر دے گا۔

۱۸۸۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُتَنَبِّرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرُو حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((لَيْسَ مِنْ بَلَدِ إِلَّا سِطْرَةُ الدَّجَالِ، إِلَّا مَكَةُ وَالْمَدِينَةُ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابَهَا نَقْبَتٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَكَةُ صَافَّنَ يَحْرُسُونَهَا. فَمَنْ تَرَجَّفَ الْمَدِينَةَ بِأَهْلَهَا ثَلَاثَ رَجْفَاتٍ، فَيُغَرِّجُ اللَّهُ كُلُّ كَافِرٍ وَمَنْافِقٍ)).

[اطرافہ فی : ۷۱۲۴، ۷۱۳۴، ۷۴۷۳].

لشیعہ یعنی خود دجال اپنی ذات سے ہر بڑے شر میں داخل ہو گا، امام ابن حزم کو یہ مشکل معلوم ہوا کہ دجال ایک تھوڑی مدت میں دنیا کے ہر شر میں داخل ہو تو انہوں نے یوں تاویل کی کہ دجال داخل ہونے سے اس کے اتباع اور جنود کا داخل ہوتا مراد ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ ابن حزم نے اس پر خیال نہیں کیا جو صحیح مسلم میں ہے کہ دجال کا ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر ہو گا۔ (وحیدی) میں کہتا ہوں کہ آج کے دجالہ عصری ایجادوں کے ذریعہ چند گھنٹوں میں ساری دنیا کا پکڑ کاٹ لیتے ہیں، پھر حقیقی دجال جس زمانہ میں آئے گا اس وقت خدا جانے ایجادوں کا سلسلہ کہاں تک پہنچ جائے گا۔ لہذا تھوڑی سی مدت میں اس کا تمام شروع میں پھر جانا کوئی بعد امر نہیں ہے۔

(۱۸۸۲) ہم سے سعید بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عقبہ نے خبر دی کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی، آپ نے اپنی حدیث میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال مدینہ کی ایک کھاری شور زمین تک پہنچے گا اس پر مدینہ میں داخلہ تو حرام ہو گا۔ (مدینہ سے) اس دن ایک شخص اس کی طرف نکل کر بڑھے گا۔ یہ لوگوں میں ایک بہترین

۱۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْنَيْرَ حَدَّثَنَا الْيَثُّ عنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ الْخُدَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا طَوِيلًا عَنِ الدَّجَالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ: ((يَأْتِي الدَّجَالُ - وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ يَنْزَلُ - بَغْضَ

نیک مرد ہو گایا (یہ فرمایا کہ) بزرگ ترین لوگوں میں سے ہو گا وہ شخص کے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی دجال کے گا کیا میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دلوں تو تم لوگوں کو میرے معاملہ میں کوئی شبہ رہ جائے گا؟ اس کے حواری کمیں گے نہیں، چنانچہ دجال انہیں قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا، جب دجال انہیں زندہ کر دے گا تو وہ بندہ کے گا، اب تو مجھ کو پورا حال معلوم ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے دجال کے گا۔ لادا سے پھر قتل کر دوں لیکن اس مرتبہ وہ قابو نہ پا سکے گا۔

السَّيْخُ الْجَانِيُّ بِالْمَدِينَةِ، قَيْغَرِجُ إِلَيْهِ يَوْمَيْدِيٌّ
رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ - أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ
- فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَالُ الَّذِي
حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ حَفَظَهُ.

فَيَقُولُ الدَّجَالُ : أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتَ هَذَا أَنَّمُّ
أَخْيَتْهُ هَلْ تَشْكُونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ:
لَا. فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُخْبِيَهُ، فَيَقُولُ حِينَ يُخْبِيَهُ :
وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ.
فَيَقُولُ الدَّجَالُ : أَقْتُلْهُ فَلَا يُسْلِطُ عَلَيْهِ).

[طرفة فی : ۷۱۳۲].

الشیخ حقیقت میں دجال کی یہ مجال نہیں کسی کو مار کر پھر جلا کے، یہ تو خاص صفت الہی ہے۔ مگر اللہ پاک ایمان والوں کو آزمائے لئے دجال کے ہاتھ پر یہ نشانی ظاہر کر دے گا۔ نادان لوگ مجال کی خدائی کے قاتل ہو جائیں گے لیکن جو پچے ایمان دار ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو بچاتے ہیں وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ اس کے کافر دجال ہونے پر ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا۔

باب مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے

(۱۸۸۳) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن شیراز نے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت کو توڑ دیجئے؟ تین بار اس نے یہی کہا، آپ ﷺ نے انکار کیا پھر فرمایا کہ مدینہ کی مثل بھی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔

۱۰- بَابُ الْمَدِينَةِ تَنْفِيُ الْخَبَثَ

۱۸۸۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ أَغْزَابِي إِلَى السَّيِّدِ ﷺ فَإِيَّاهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا فَقَالَ: أَقْنِنِي، فَأَبَى - ثَلَاثَ مِرَارٍ - فَقَالَ: ((الْمَدِينَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِيَ خَبَثَهَا، وَيَنْصَنِعُ طَيْبَهَا)).

[اطرافہ فی : ۷۲۰۹، ۷۲۱۱، ۷۲۱۶]

. ۷۳۲۲

حافظ نے کہا کہ اس گنوار کا نام مجھ کو معلوم نہیں اور زمخشری نے غلطی کی جو اس کا نام قیس بن ابی حازم بتایا وہ تو تابعی ہیں۔ (۱۸۸۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت بن شیراز سے سنا، آپ فرمारے تھے کہ

۱۸۸۴ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَقَبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابَتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابَتَ رَضِيَ

جب نبی کرم ملٹیپل جنگ احمد کے لئے نکلے تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ واپس آگئے۔ (یہ منافقین تھے) پھر بعض نے تو یہ کہا کہ ہم چل کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ قتل نہ کرنا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی فِمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فَتَنِّيهِ الْخَ وَ أَرْبَبِنِي کرم ملٹیپل نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ (برے) لوگوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

(۱۸۸۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انسوں نے یونس بن شاہب سے سنا اور انسوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جتنی مک میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دو گنی برکت کر جریر کے ساتھ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر نے یونس کے واسطے کے ساتھ کی ہے۔

(۱۸۸۶) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اساعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کنہم میں پھر جب کبھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرمادیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے اڑاگاتے۔

الله عنه يقول: لما خرج النبي ﷺ إلى أخذ رجع ناسٌ من أصحابه، فقالت فرقه: نقتلهم، وقالت فرقه: لا نقتلهم، فنزلت: «لما لكم في المناقبن لستين» [النساء: ٨٨] و قال النبي ﷺ: ((إنها تغنى الرجال كما تغنى النار بحسب الحدين)).

١٨٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ
سَمِعْتُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ : ((اللَّهُمَّ
اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ صِفْقَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ
مِنَ الْبَرَكَةِ)).

١٨٨٦ - حدثنا قبيه حدثنا إسماعيل بن جعفر عن حميد عن أنس رضي الله عنه: ((أن النبي ﷺ كان إذا قدم من سفر فنظر إلى جدرات المدينة أوضاع راحلته، وإن كان على دائمه حركها، من حيثا)).

رسول اللہ ﷺ کی تھے آپ کا آبائی وطن مکہ تھا اگر میہدہ تشریف لے جانے کے بعد آپ نے اسے اپنا حقیقی مستقر بنا لیا اور اس کی آبادی و ترقی میں اس قدر کوشش ہوئے کہ اہل میہدہ کے رگ و ریشه میں آپ کی محبت بس گئی اور اہل میہدہ اوس اور خروج نے کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ آپ ایک دوسری جگہ کے باشندے ہیں اور صادر کی شکل میں یہاں تشریف لائے گے۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی افتداء میں جس ملک میں بھی گئے۔ اسی کے باشندے ہو گئے اور اس ملک میں اپنی مسائی سے چار ہزار لاکھ اور یہاں کے لئے اسی ملک کو اتنا وطن بنالیا۔ ایسے صدمہ نہونے آج بھی موجود ہیں۔

باب مدینہ کاویران کرنا بی اکرم اللہ تعالیٰ

(۱۸۸۷) ہم سے محمد بن سلام یکنندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، اُنسیں حید طویل نے خبر دی اور ان سے اُنس بن شٹنے نے بیان کیا کہ بُو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجدِ نبوی سے قریب اقامت اختیار کر لیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش تک کی جائے، آپ نے فرمایا، اے بُو سلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے، چنانچہ بُو سلمہ نے (اپنی اصلی اقامت گاہی میں) رہائش باقی رکھی۔

لَئِنْجَحَ آپ کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی سب طرف سے قائم رہے اور اس میں ترقی ہوتی جائے تاکہ کافروں اور منافقوں پر رب پڑے، حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مدینہ کی اقامت ترک کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے بلکہ یہ اس مسلمان کی عین سعادت ہے جس کو وہاں اطمینان کے ساتھ سکونت مل جائے۔

باب

(۱۸۸۸) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے بھی قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عامِم نے اور ان سے ابو ہریرہ بن شٹنے کے بھی کرم ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہو گا۔

۱۲ - بَابُ

(۱۸۸۸) - حدثنا مُسْدَدٌ يَحْيَى عَنْ عَيْنِهِ اللَّهُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حدثني خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصيم عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة، ومنبري على حوضي)).

[راجع: ۱۱۹۶]

لَئِنْجَحَ گھر سے مراد حضرت عائشہؓ کا جھوہ ہے، جہاں آپ آرام فرمائیں۔ ابن عساکر کی روایت میں یوں ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان ایک کیاری ہے جنت کی کیاریوں میں سے۔ اور طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نکلا اس میں بھی قبر کا لفظ ہے اللہ پاک نے آپ کو پہلے ہی سے آگاہ فرمادیا تھا کہ آپ اس جھوہ میں قیامت تک آرام فرمائیں گے۔ بیان کردہ مبارک قطعہ حقیقتہ جنت کا ایک مکلا ہے۔ بعض نے کہا اس کی برکت اور خوبی کی وجہ سے حجاز ایسا کامگایا اس لئے کہ وہاں عبادت کرنا خصوصی طور پر دخول جنت کا ذریعہ ہے منبر کے بارے میں جو فرمایا قدرت خداوندی سے یہ بھی بعید نہیں کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر اس منبر کو دوبارہ سیاکر کے آپ کے لئے رکھ دیا جائے۔ (والله اعلم بمنراہہ) باب کا مقصد یہاں سکونت مدینہ کی تغیری دلاتا ہے۔

(۱۸۸۹) ہم سے عبید بن اساعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ جب رسول کرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر

- حدثنا عَيْنِهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حدثنا أبوأسامة عن هشام عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها قالت: لَمَّا قَيَّمَ رَسُولُ

اور بلال پیشہ بخار میں بتلا ہو گئے، ابو مکر بن عقبہ جب بخار میں بتلا ہوئے تو یہ شعر ہے۔

ہر آدمی اپنے گھروالوں میں صبح کرتا ہے حالانکہ اس کی نبوت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار ارتتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے۔

”کاش! میں ایک رات مک کی وادی میں گذار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں۔“

کاش! ایک دن میں مجھ کے پانی پر پچھا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پھاڑوں) کو دیکھ سکتا۔

کما کہ اے میرے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف مردوں پر لعنت کر۔ انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے اس وبا کی زمین میں نکلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔ اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح کہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ! اے اللہ! ہمارے صالح اور ہمارے مد میں برکت عطا فرماؤ مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لئے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحیفہ میں بھیج دے۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو یہ خدا کی سب سے زیادہ وبا والی سر زمین تھی۔ انہوں نے کما مدینہ میں بلحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بد مزہ اور بدبو دار پانی بہا کر تھا۔

اللہ ﷺ المدینۃ وَ عَلَکَ أَبُوبَکْرٌ وَبِلَانٌ،
فَكَانَ أَبُوبَکْرٌ إِذَا أَحَدَنَهُ الْحُمَیْرَ يَقُولُ :
كُلُّ امْرَىءٍ مُصْبَحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَذْنَى مِنْ شِرَارِكَ نَغْلِيْهِ
وَكَانَ بِلَانٌ إِذَا أَفْلَغَ عَنْهُ الْحُمَیْرَ يَرْفَعُ
عَفِيرَتَهُ يَقُولُ :

أَلَا لَيْتَ شِغْرِيْ هَلْ أَبِينَ لَيْلَةَ
بِوَادٍ وَحَوْلِيْ إِذْخَرْ وَجَلِيلَ
وَهَلْ أَرِدَنَ يَوْمًا مِيَاهَ مَجْنَهَ
وَهَلْ يَنْدُونَ لِي شَامَةَ وَطَفِيلَ

قال: ((اللہم انْعَنْ شَبَّیْہَ بْنَ رَبِیْعَةَ وَعَنْهُ
بْنَ رَبِیْعَةَ وَأَمَّیَہَ بْنَ خَلَفٍ، كَمَا أَخْرَجُونَا
مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ)). ثُمَّ قَالَ
رَسُولُ اللہ ﷺ: اللہم حَبَّبَ إِلَيْنَا الْمَدِینَةَ
كَجُبَّنَّ مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ. اللہم بَارِكْ لَنَا فِي
صَاعِنَا وَفِي مُدَّنَا، وَصَحَّنْهَا لَنَا، وَأَنْقَلْ
حَمَّاهَا إِلَى الْجَحْفَةَ. قَالَتْ: وَقَدِيمَنَا
الْمَدِینَةُ وَهِيَ أَوْنَى أَرْضِ اللہِ، قَالَ :
فَكَانَ بُطْحَانٌ يَحْرِي نَجْلَةً. تَعْنِي مَاءَ
آجَانَ)).

[اطرافہ فی : ۳۹۲۶، ۵۶۰۴، ۵۶۷۷]

. ۶۳۷۲

لَشَّبِیْہ خاطر اپنے وطن، اپنے گھر در سب کو چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے، مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لئے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لئے نازگار تھا، خاص طور پر مدینہ کی آب و ہوا ان دونوں ان کے موافق نہ تھی۔ اسی لئے وہ بخار میں بتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال بن عقبہ کے دروازیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پیار ہتھی کر دہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی تھی، حضرت

بلال بن عثیر کے اشعار میں ذکر کردہ طبلل اور اذخر و قسم کی گھاس ہیں جو اطرافِ کم میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طبلل کم سے تمیں میل کے فاصلے پر دوپہار ہیں۔ مجذ کم سے چند میل مرالظہران کے قریب ایک مقام ہے جمال کا پانی بے حد شیریں ہے، حضرت بلال بن عثیر نے اپنے ان اشعار میں ان عی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا وجید الزماں مرحوم نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے۔

الا لیت شعری هل ایتن لبلة
کاش! پھر کمہ کی دادی میں رہوں میں ایک رات
بواہ و حولی اذخر و جلیل
سب طرف میرے اگے ہوں واں جلیل اذخر بات
وهل اردن یوما میاہ معجنة
اور پیوں پانی مجذ کے جو آب حیات
وهل یہدون لی شامة وطفیل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طبلل

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک شہید کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب و ہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شر بر گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکار دو عالم رسول اکرم شہید آرام فرار ہے ہیں۔ حج ہے۔

دار الکرامۃ بقعة الزوراء (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۸۹۰) ہم سے سعید بن کیمؑ بن کیمؑ بن یہی بن کیمؑ کیا کہ ہم سے یہی نے بیان کیا، ان سے خالد بن زیندؑ نے، ان سے سعید بن الجلیل نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کرتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کرو اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر کر دے۔ ابن زریع نے روح بن قاسم سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنی والدہ سے، انہوں نے حفصة بنت عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ میں نے عمر بن عثیر سے اسی طرح سناتھا، ہشام نے بیان کیا، ان سے زیدؑ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے حفصة رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سناتھری کی حدیث روایت کی۔

اختبرت بین اماكن الغبراء

۱۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْيَثْرَى عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْنَدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَلَّلٍ عَنْ زَيْنَدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً لِي سَبِيلَكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي تَلْدَ رَسُولِكَ ﷺ . وَقَالَ أَبِيهِ زَيْنَدٌ عَنْ رَوْحَ بْنِ الْفَالَّمِ عَنْ زَيْنَدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ . وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ زَيْنَدِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : اللَّهُ عَنْهُ

اللہ پاک نے حضرت عمر فاروق عظیم بن عثیر کی ہر دو دعاوں کو قبول فرمایا، ۲۶ ذی الحجه ۲۴۳ھ بدھ کا دن تھا کہ فجر میں آپ نسبت کر رہے تھے ظالم ابو لولو بھوئی نے آپ کو زہر آلو و نخجیر مارا، زخم کاری تھا چند دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور کم محروم

تشریح امامت کر رہے تھے ظالم ابو لولو بھوئی نے آپ کو زہر آلو و نخجیر مارا، زخم کاری تھا چند دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور کم محروم

۵۲۳ بروز ہفتہ تینیں عمل میں آئی۔ اللہ پاک نے آپ کی دوسری دعا بھی اس شان کے ساتھ قبول فرمائی کہ عین جمروں بیوی پلے رسالت آپ تھیں و فن کے گئے۔ (و ذالک فضل اللہ یوتیہ من بشاء والله ذو الفضل العظیم)

الحمد لله بے حد خوشی کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ۱۳۸۹ھ میں مجھ کو تیری مرتبہ پھر بیان حاضری کا شرف حاصل ہوا اور بار بار آنحضرت ﷺ اور شیخین میں پر سلام پڑھنے کے موقع نصیب ہوئے، یہ سفر بیکور کے ایک مشور محترم مرحوم بھائی محمد علی عرف باری پیار و قریشی دیوبندی کے حج کے بدл کے سلسلہ میں کیا گیا اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور مرحوم کے لئے اجر و ثواب ثابت فرمائے اور میرے لئے اور میری آل و اولاد کے لئے بھی اس مبارک سفر کی دعاؤں کے نتیجے میں ترقیات دارین عطا فرمائے اور میرے ان جملے محترم بھائیوں کے لئے بھی جو بہ سلسلہ بخاری شریف مترجم اردو مجھے اپنے ہر ممکن تعاون سے نواز رہے ہیں، اللہ پاک ان سب کو جزاً نیز عطا فرمائے اور سارے مسلمانان عالم کو سر بلندی و رفتہ عطا کرے۔ (آمين يا رب العالمين) ابواب العترة ختم شدہ بفضلہ تعالیٰ۔

۳۰۔ کتاب الصیوم

کتاب مسائل روزہ کے بیان میں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا شَرِيكَ لَهُ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْضِ وَمَا فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا مَا فِي الْأَعْوَادِ

لئن شفیع صوم لغت میں روکنے کو کہتے ہیں، 'شرع ایک عبادت کا نام ہے جس میں ایک مسلمان مرد عورت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جاتا ہے، سال میں ایک مہینہ ایسا روزہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، عورتوں کے لئے اور مریض مسافر کے لئے کچھ رعایت ہیں جو مذکور ہوں گی۔ اس مہینہ کو رمضان کہا جاتا ہے جو رمضن سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گری کا مہینہ تھا اس لئے لفظ رمضان سے موسم ہوا۔ بعض نے کہا اس ماہ میں روزہ رکھنے والوں کے گناہ جل جاتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ مجتہد اعظم امام بخاری دیوبندی میں آیت قرآنی لائے ہیں۔ جو شخص رمضان کے روزوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ بالاتفاق کافر ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں الصیام فی اللغة الامساک و فی الشرع امساك مخصوص فی زمان مخصوص بشرانط مخصوصہ و كان فرض صوم شهر رمضان فی السنة الثانية من الهجرة (نیل)، یعنی روزہ لغت میں رک جانا اور شریعت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک مخصوص وقت میں مخصوص طور پر رک جانا اور ماہ رمضان کے روزے ۲۷ میں فرض ہوئے۔

باب رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم گناہوں سے بچو۔

۱- باب وجوب صوم رمضان
وَقُولَ اللَّهُ تَعَالَى: هُنَا أَيْهَا الَّذِينَ آتُوا
كُحْبَ عَلَيْكُمُ الصَّيَامَ كَمَا كُحْبَ عَلَى
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَفَوَّنُهُ [البقرة: ۱۸۳]

(۱۸۹۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سعیل نے، ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبد اللہ بن عثیمین نے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ بن عثیمین کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا یا رسول اللہ بن عثیمین! بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ بن عثیمین نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو، پھر اس نے کہا بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ آنحضرت بن عثیمین نے فرمایا کہ رمضان کے مینے کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو، پھر اس نے پوچھا اور بتائیے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ بن عثیمین نے اسے شرع اسلام کی پاتیں بتادیں۔ جب اس اعرابی نے کماں ذات کی قسم جس نے آپ کو عنزت دی! نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا، اس پر رسول اللہ بن عثیمین نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچایا (آپ نے یہ فرمایا کہ) اگرچہ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

اس دیساتی کا نام حمام بن شعبہ تھا، اس حدیث سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ حضرت امام بخاری نے اس مقدمہ کے تحت یہاں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس دیساتی نے نلوں کا انکار نہیں کیا، کیا یا بیشی نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستحق بشارت نبوی ہوا۔

(۱۸۹۲) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر بن عثیمین نے بیان کیا کہ رسول اللہ بن عثیمین نے یوم عاشورہ کا روزہ

۱۸۹۱- حَدَّثَنَا فَيْيَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ مُهَمَّلٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ((أَنَّ أَغْرَى إِيمَانًا
جَاءَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَالِثَ الرَّأْسِ فَقَالَ
: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرِضَ اللَّهُ
عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((الصَّلَاةُ
الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطْوِعَ شَيْئًا)). فَقَالَ :
أَخْبِرْنِي مَا فَرِضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّيَامِ؟
فَقَالَ: ((شَهْرُ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطْوِعَ
شَيْئًا)). فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرِضَ اللَّهُ
عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ: ((فَأَخْبِرْهُ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ)). قَالَ : وَالَّذِي
أَكْرَمَكَ، لَا أَنْطُوْعُ شَيْئًا وَلَا أَنْفُضُ بِمَا
فَرِضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ: ((أَفَلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ
صَدَقَ)). [راجع: ۴۶]

۱۸۹۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلٌ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَمْرَ رَضِيَ
اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَنَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَاشُورَاءَ

رکھا تھا اور آپ نے اس کے رکھنے کا صحابہؓ کو ابتداء اسلام میں حکم دیا تھا، جب مہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا، عبد اللہ بن عمرؓ عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آئ پڑتا۔

یعنی جس دن ان کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی مثلاً پیر یا جمعرات اور اس دن عاشورہ کا دن بھی آپؑ تا تو روزہ رکھ لیتے تھے۔ یوم عاشورہ حرم الحرام کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، یہ قدم زمانے سے ایک تاریخی دن چلا آ رہا ہے۔

(۱۸۹۳) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی جبیب نے اور ان سے عراک بن مالک نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

باب روزہ کی فضیلت کا بیان

(۱۸۹۴) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قتبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے، اس لئے (روزہ دار) نہ لخش باشیں کرے اور نہ جمالت کی باشیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گل دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بواللہ کے نزدیک مخفک کی خوبی سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بنده اپنا کھلانا پیتا اور اپنی شہوات میرے لئے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدله دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گناہوں تا ہے۔

وَأَمْرَ بِصَيْامِهِ، كَلَّمَا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرَكَ.
وَكَانَ عَنْدَ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَاقِنَ
صَوْمَهُ). [طرفہ فی : ۲۰۰۰، ۴۵۰۱].

یعنی جس دن ان کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی مثلاً پیر یا جمعرات اور اس دن عاشورہ کا دن بھی آپؑ تا تو روزہ رکھ لیتے تھے۔ یہ قدم زمانے سے ایک تاریخی دن چلا آ رہا ہے۔

اللَّذِيْنَ عَنْ يَرِينَدَ بْنَ أَبِي حَيْبَيْ أَنَّ عِرَاكَ
بْنَ مَالِكَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَزْرَوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصَوَّمُ
يَوْمَ عَاشُورَاءَ لِنِعَالَيَّةِ، ثُمَّ أَمْرَ رَسُولَ
اللَّهِ بِصَيْامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ، وَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ : ((مَنْ شَاءَ فَلِيَصُومْهُ،
وَمَنْ شَاءَ أَنْفَلَرَ)). [راجح: ۱۵۹۲]

- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

۱۸۹۴ - حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ أَبِي الرَّنْدَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ: ((الصَّيَامُ جَنَّةٌ، فَلَا يَرْفَثُ وَلَا
يَجْهَلُ. وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَانَمَهُ فَلَيُقْلَلُ:
إِنِّي صَانِمٌ - مَرْتَبَتِي - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
لَخَلُوفٌ لِمَ الصَّانِمُ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ
رِبْعِ الْمُسْنَكِ، يَرْتَكِ طَعَامَةً وَشَرَابَةً
وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصَّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزَئُ
بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا)).

[اطرافہ فی: ۱۹۰۴، ۵۹۲۷، ۷۴۹۲]

تشریح جملات کی باتیں مثلاً صحابہ مذاق، بیووہ جھوت اور لغو باشیں اور جیختا چلانا، غل چالا۔ سعید بن منصور کی روایت میں یوں ہے کہ فرش نہ بکر نہ کسی سے بھڑے۔ ابوالشجاع نے ایک ضعیف حدیث میں نکلا کر روزہ دار جب قبروں میں سے اخین گے تو اپنے منہ کی بو سے پچان لئے جائیں گے اور ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک ملک سے بھی زیادہ خوشبوار ہو گی۔ ابن علام نے کہا کہ دنیا ہی میں روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک ملک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ریا نمود کو دخل نہیں ہوتا۔ آدمی خاص خدا ہی کے ذر سے اپنی تمام خواہشیں چھوڑ دیتا ہے۔ اس وجہ سے روزہ خاص اس کی عبادت ہے اور اس کا ثواب جنت ہے بڑا ہے بشرطیکہ روزہ حقیقی روزہ ہو۔

باب روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

۳- باب الصوم کفارۃ

۱۸۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أُبَيِّ وَأَبِيلٍ عَنْ حَدِيْنَةَ قَالَ: ((فَالَّذِي عَمِرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ يَحْفَظُ حَدِيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حَدِيْنَةَ: أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفَّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّيَامُ وَالصَّدَقَةُ)). قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذَهِبِيِّ، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ النَّبِيِّ تَمُرُّجُ كَمَا يَمُرُّجُ الْبَحْرُ قَالَ: وَإِنْ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: ذَاكَ أَجَدْرُ أَنْ لَا يُفْلِقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. فَقُلْنَا لِسَمِيرُوقَ: مَلَةُ أَكَانَ عَمَرٌ يَعْلَمُ مَنِ الْأَبَابُ؟ فَسَأَلَهُ لَقَالَ: نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنْ دُونَ غَدِ الْلَّيْلَةِ)).

[راجع: ۵۲۵]

(۱۸۹۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے جامع بن راشد نے بیان کیا، ان سے ابو والک نے اور ان سے حذیفہ بن عثمان نے کہ حضرت عمرؓ نے پوچھا فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حذیفہ بن عثمان نے بیان کیا کہ میں نے سنائے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انسان کے لئے اس کے بال پنجے، اس کا مال اور اس کے پڑوسی فتنہ (آزمائش و امتحان) ہیں جس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔ عمر بن عثمان نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا میری مراد تو اس فتنہ سے ہے جو سمندر کی موجودوں کی طرح امنڈ آئے گا۔ اس پر حذیفہ بن عثمان نے کہا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند روازہ ہے، (یعنی آپ کے دور میں وہ فتنہ شروع نہیں ہو گا) عمر بن عثمان نے پوچھا وہ روازہ کھل جائے گایا تو ٹرڈیا جائے گا؟ حذیفہ بن عثمان نے بتایا کہ تو ٹرڈیا جائے گا۔ عمر بن عثمان نے فرمایا کہ پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو پائے گا۔ ہم نے مسروق سے کہا آپ حذیفہ بن عثمان سے پوچھئے کہ کیا عمر بن عثمان کو معلوم تھا کہ وہ روازہ کون ہے، چنانچہ مسروق نے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا ہاں! بالکل اس طرح (انہیں علم تھا) جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔

تشریح اس حدیث میں نماز کے ساتھ روزہ کو بھی گناہوں کا کفارہ کہا گیا ہے یہی باب کا مقصد ہے، یہاں جن فتویں کی طرف اشارہ ہے ان سے وہ فتنے مراد ہیں جو خلافت راشدہ ہی میں شروع ہو گئے تھے اور آج تک ان تک ان فتویں کے خطرناک اثرات امت میں افراط کی شکل میں باقی ہیں۔ حضرت عمر بن عثمان نے اپنی فراست کی بنا پر جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ اللهم صل و سلم علی حبیک و علی صاحبیہ و اغفر لنا وارحمنا يا ارحم الراحمین

باب روزہ داروں کے لئے ریان (تھی ایک دروازہ جنت

۴- باب الریان للصلائیمین

میں بتایا گیا ہے اس کی تفصیل کا بیان)

(۱۸۹۶) ہم سے خالد بن مخمل نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلاں نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ ابن دینار نے بیان کیا اور ان سے سل بن سعد عادی بنثیر نے کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی اندر نہ جاسکے گا۔

[طرفہ فی : ۳۲۵۷].

لقطہ ریان ری سے مشتق ہے جس کے معنی سیرابی کے ہیں چونکہ روزہ میں پیاس کی تکلیف ایک خاص تکلیف ہے جس کا بدل ریان ہی ہو سکتا ہے جس سے سیرابی حاصل ہواں لئے یہ دروازہ خاص روزہ داروں کے لئے ہو گا جس میں داخل ہو کر وہ سیراب اور قطعی سیراب ہو جائیں گے پھر وہ تا ابد پیاس محسوس نہیں کریں گے و جعلنا اللہ منهم، آمين

(۱۸۹۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ مجھ سے سعن بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شاسب نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ کے راستے میں دو چیزوں خرچ کرے گا اسے فرشتہ جنت کے دروازوں سے بلا ٹیکنے گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہو گا اسے نماز کے دروازہ سے بلا یا جائے گا، جو حابد ہو گا اسے جہاد کے دروازے سے بلا یا جائے گا، جو روزہ دار ہو گا اسے ”باب ریان“ سے بلا یا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو گا اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلا یا جائے گا، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلا یا جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے بلا یا جائے

۱۸۹۶ - حَدَّثَنَا حَالِدُ بْنُ مَعْلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بْلَلَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّابِرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ : أَئِنَّ الصَّابِرُونَ، فَيَقُولُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أَغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ)).

[طرفہ فی : ۳۲۵۷].

حَدَّثَنِي مَعْنَى قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ الْمُنْتَبِرِ قَالَ : شَهَابٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَتِنِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِي مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ)). فَقَالَ أَبُوبَكْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : يَا أَبَتِي أَنْتَ وَأَمِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَى مَنْ ذُغِيَّ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ،

گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

فَهُنَّ يَذْغِي أَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلُّهَا؟
لَقَالَ : ((نَعَمْ، وَأَرْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)).

[اطرافہ فی : ۲۸۴۱، ۳۲۱۶، ۳۶۶۶].

اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت تائب رضی اللہ عنہ نے ان کو اعلیٰ درجہ کا جتنی قرار دیا ہے۔ تھفہ ہے ان لوگوں پر جو اسلام کے اس ماہی مذکور فرزند کی شان میں گستاخی کریں۔ ہدایت اللہ آمین۔

باب رمضان کما جائے یا ماہ رمضان؟

اور جن کے نزدیک دونوں لفظوں کی گنجائش ہے۔
اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور
آپ نے فرمایا کہ رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔

۵- بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ
رَمَضَانَ، وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسْبَعَاهُ
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ))
وَقَالَ : ((لَا تَقْدِمُوا رَمَضَانَ)).

یہ باب لا کرام بخاری نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکلا ہے کہ رمضان مت کو۔ رمضان اللہ کا ایک نام ہے، اس کی سند میں ابو معشر ہے، وہ ضعیف الحدیث ہے۔ لفظ رمضان نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شر رامضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مسینہ کا نام لیا جا سکتا ہے ان ہر دو احادیث کو خود امام بخاری نے وصل کیا ہے۔

۱۸۹۸- حَدَّثَنَا قَتْبَيَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ
جَفَّرٍ عَنْ أَبِيهِ سَهْلِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ : ((إِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فُصِّحَتْ أَبْوَابُ
الْجَنَّةِ)). [طرفاہ فی : ۱۸۹۹، ۳۲۷۷].

(۱۸۹۸) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سل نافع بن مالک نے، ان سے ان کے والدے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

جاتے ہیں۔

یہاں بھی خود آنحضرت ﷺ نے لفظ رمضان استعمال فرمایا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔

۱۸۹۹- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكْرٍ حَدَّثَنِي
الْأَثِيثُ عَنْ غَعْنَلِ عَنْ أَبِيهِ شِهَابٍ قَالَ :
أَخْبَرَنِي أَبْنُ أَبِيهِ أَنَّسِ بْنَ مَوْلَى الصَّعِيمِيْنَ أَنَّ
أَبَاهَا حَدَّثَهُ اللَّهُ سَمِعَ أَبَاهَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ : رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِذَا
ذَهَبَ رَمَضَانَ فُصِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ،
وَغُلَقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلِّسِلَتْ
الشَّيَاطِينُ)). [راجح: ۱۸۹۸]

(۱۸۹۹) مجھ سے بیکن بن مکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہ زہری نے بیان کیا کہ مجھے بنوتیم کے مولیٰ ابو سعیل ابن ابی انس نے خبر دی، ان سے ان کے والدے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مسینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جمز دیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے شرمضان کا لفظ استعمال فرمایا اس سے باب مقصد ثابت ہو گیا۔

(۱۹۰۰) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ ابن عمر بن حیثا نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو اظفار کرو اور اگر ابراہیم تو اندازہ سے کام کرو۔ (یعنی تم روزے پورے کرو اور بعض نے لیٹ سے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل اور یونس نے بیان کیا کہ ”رمضان کا چاند“ مراد ہے۔

حدیثی اللیث عن عقبی عن ابن شیهاب قال: أخربنی سالم أن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سمفت رسول الله ﷺ يقول: ((إذا رأيتموه فصوموا، وإذا رأيتموه فافطروا). فلن غم عليكم فاقطروا له). وقال غيرة عن النبي : حدثني عقی ویونس ((للهلال رمضان)).

[طرفاہ فی : ۱۹۰۶، ۱۹۰۷]۔

مقصد یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے شروع کرنے اور عید الفطر ملتے ہر دو کے لئے رویت ہال ضروری ہے، اگر ہر دو مرتبہ ۲۹ تاریخ میں رویت ہال یعنی نہ ہو تو تمیں دن پورے کرنے ضروری ہیں، عید کے چاند میں لوگ بہت سی بے اعتمادیاں کر جاتے ہیں جو نہ ہونی چاہئیں۔

باب جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت کر کے رکھے اس کا ثواب

اور حضرت عائشہ رضیتھا نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ لوگوں کو قیامت میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

(۱۹۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے بھی بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عباد نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہواں کے تمام الگیں گنجائش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے الگیں گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

لئے ہر عمل کے لئے نیت کا درست ہونا ضروری ہے، روزہ بھی بہترن عمل ہے۔ بشرطیکہ خلوص دل کے ساتھ محض رضاۓ الہی کی نیت سے رکھا جائے اور حکم الہی پر یقین ہونا بھی شرط ہے کہ محض ادا ایگی رسم نہ ہو پھر نہ ثواب ملے گا جو یہاں مذکور ہے۔ اس حدیث من صام الحجۃ کے ذیل میں استاذ الکل حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ

۶- بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْسَابًا وَنَيَّةً

وقالت عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ: ((يغبون على يائهم)).

۱۹۰۱- حدثنا مسلم بن إبراهيم حدثنا هشام حدثنا يحيى عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ: ((قال من قام ليلة القذر إيماناً واحساناً غير له ما تقدم من ذنبه، ومن صام رمضان إيماناً واحساناً غير له ما تقدم من ذنبه)).

ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوتِ علیٰ کے غالب ہونے اور قوتِ ہمیٰ کے مغلوب ہونے کے لئے یہ مقدار کافی ہے کہ اس کے تمام اگلے پنچھے گناہ معاف کر دیجے جائیں۔

باب نبی کریم ﷺ میں رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے

(۱۹۰۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہیں ابن شاب نے خبر دی، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخاوت تھی اور آپؐ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملتے، جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی ہرات میں ملنے پہنچا کہ رمضان گذر جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبریل آپ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہو اسے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخنی ہو جایا کرتے تھے۔

باب جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا اور دغabaزی کرنا نہ چھوڑے

(۱۹۰۳) ہم سے آدم بن الی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن الی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ان کے والد کیسان نے اور ان سے ابو ہریرہ بن ابی ذئب نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغabaزی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔

۷- بَابُ أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

۱۹۰۲ - حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا إبراهيم بن سعيد أخبرنا ابن شهاب عن عبيده الله بن عبد الله بن عتبة أن ابن عباس رضي الله عنهمما قال: ((كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير، وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل، وكان جبريل عليه السلام يلقاه كل ليلة في رمضان حتى يتسلخ، يعرض عليه النبي ﷺ القرآن، فإذا لقيه جبريل عليه السلام كان أجود بالخير من الربيع المرسلة)). [راجع: ۶]

۸- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ فِي الصَّوْمِ

۱۹۰۳ - حدثنا آدم بن أبي إياس حدثنا ابن أبي ذئب حدثنا سعيد المقبرى عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ: ((من لم يدع قول الزور وأعمل به فليس الله حاجة في أن يدع طفامة وشرابه)).

[طرفه في : ۶۰۵۷]

علومِ سوا کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ اور دغabaزی نہ چھوڑنے والا انسان روزہ کی توبین کرتا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اس کے روزے کا کوئی وزن نہیں فال الیضاوی لیس المقصود من شرعة الصوم نفس الحوع والعطش بل ما يتبعه من كسر الشهور ونحوه من الغر الامارة للنفس المطمئنة فاذالم يحصل دالك لا ينظر الله اليه بظر القول فتح يعني روزہ، سخن جھوٹ و پیاس مراد نہیں سہے

بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ شوافت نفاذی کو ترک کیا جائے، نفس امارہ کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ نفس مطئن کے پیچے لگ سکے۔ اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو اللہ پاک اس روزہ پر نظر قبول نہیں فرمائے گا۔ روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا کے زندگی مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے زندگی اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اس کا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں مجاتھے عبادت کے وہ اثر متعین ہو جاتا ہے، اسی لئے آپ نے اس کے سب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضا مندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کو مشک کے سوچنے پر جو ضرور حاصل ہوتا ہے اس کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ رمزیتی ان کے لئے ظاہر ہو جائے۔ (جعۃ اللہ البالغ)

باب کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ

میں روزہ سے ہوں؟

(۱۹۰۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریح نے کہا کہ مجھے عطا نے خبر دی، انہیں ابو صالح (جو رونگ زیتون اور کھی بیجتے تھے) نے انہوں نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ رسول کشمیر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فخش گوئی نہ کرنی چاہئے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے زندگی مشک کی خوبیوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک توجہ) وہ اظفار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔

۹- بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائمٌ إِذَا

شَيْمَ

۱۹۰۴ - حَدَّثَنَا إِنْبَرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ عَنْ أَبِيهِ صَالِحِ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلٍ إِنِّي أَدْمَلُ لَهُ، إِلَّا الصَّيَامُ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصَّيَامُ جُنَاحٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٌ أَحْدِكُمْ فَلَا يَرْكُنُ وَلَا يَصْنَعُ، فَإِنْ سَاهَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلَيَقُولَنِّ إِنِّي أَمْرَرْتُ لِلصَّائِمِ وَاللَّذِي نَفْسُهُ نَفْسٌ مُحَمَّدٌ بِيَدِهِ لَخُلُوفُهُ لِمَ الصَّائِمُ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحَ الْمِسْكِ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرَحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرَحَ بِصَوْمِهِ)).

[راجع: ۱۸۹۴]

لَشَيْمَ | یعنی دنیا میں بھی آدمی نیک عمل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے گو اس کی ریا کی نیت نہ ہو مثلاً لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں مگر روزہ ایسی مخفی عبادت ہے جس کا صلد اللہ دے گا پہنوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

باب جو مجرد ہو اور زنانے سے ڈرے

تو وہ روزہ رکھے

۱۰- بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى

نَفْسِهِ الْغُرُوبَةِ

(۱۹۰۵) ہم سے عبدالنے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ نے، ان سے اعشش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقہ نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا اگر کوئی صاحب طاقت والا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نظر کو پیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بد فعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شوت کو ختم کر دیتا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزے رکھو۔ اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزے رکھنا

چھوڑو

اور صلی نے عمار سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی تافرمانی کی۔

(۱۹۰۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قبیلی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو، اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھو لو روزہ متوقف نہ کرو اور اگر ابر چھا جائے تو تیس دن پورے کرلو۔

۱۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَهُانُ عَنْ أَبِيهِ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: كُنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ أَسْتَطَعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَرْوَجْ، فَإِنَّهُ أَغْصُنَ لِلْبَصَرِ، وَأَخْصَنَ لِلْفَرْجِ. وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَنْهِي بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)).
[طرفہ فی : ۵۰۶۵، ۵۰۶۶].

۱۱ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا أَيْتُمُوهُ

فَأَفْطِرُوا))

وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَنْ عَمَارٍ: ((مَنْ صَامَ يَوْمَ الشُّكْ فَلَقِدْ عَصَى أَبْيَا الْفَاقِسِ ﷺ)).

۱۹۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَفْتَرُوا لَهُ)).

[راجح: ۱۹۰۰]

لَشَرِيفِ حَسَنِي معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند میں شک ہو جائے کہ ہوا یا نہ ہوا تو اس دن روزہ رکھنا منع ہے بلکہ ایک حدیث میں ایسا روزہ رکھنے والوں کو حضرت ابوالقاسم ﷺ کی تافرمانی بتالیا گیا ہے۔ اسی طرح عید کا چاند بھی اگر نظر نہ آئے یا باطل وغیرہ کی وجہ سے شک ہو جائے تو پورے تیس دن روزے رکھ کر عید منانی چاہئے۔ جو اللہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں چونکہ روزے کا زمانہ قمری میہنہ کے ساتھ رویت ہال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اللہ اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا۔

(۱۹۰۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے،

ان سے عبد اللہ بن دینار نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسینہ کبھی ان تیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لئے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لوروزہ نہ شروع کرو اور اگر ابراہ ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کرلو۔

حدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((الشَّهْرُ يَسْتَعْ وَعَشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرُوْهُ، فَإِنْ غَمَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُو الْعِدَّةَ ثَلَاثَيْنَ)).

[راجع: ۱۹۰۰]

تَفَسِّيرُ حَمْرَاجَ ملا علی قاری حافظ فرماتے ہیں قال فی المواجب و هذا مد هبنا و مذهب مالک و ابی حیفۃ و جمهور السلف والخلف و قال بعضهم ان المراد تقدير منازل القمر و ضبط حساب النجوم حتى يعلم ان الشهر ثلاثون او تسع وعشرون و هذا القول غير سديد فان قول المنجمين لا يعتمد عليه (المعات) لیعنی جسور علمائے سلف اور خلف کا ای حدیث پر عمل ہے بعض لوگوں نے حدیث بلا میں لفظ قادر و روا سے حساب نجوم کا ضبط کرنا مراد لیا ہے یہ قول درست نہیں ہے اور اہل نجوم کا قول اعتماد کے قتل نہیں ہے۔ آج کل تقویم میں جو تاریخ بتلائی جاتی ہے اگرچہ ان کے مرتب کرنے والے پوری کوشش کرتے ہیں مگر شری امور کے لئے محض ان کی تحریرات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا خاص طور پر رمضان اور عیدین کے لئے رویت بہال یادو معتبر گواہوں کی شادت ضروری ہے۔

۱۹۰۸ - حدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شَبَّةُ (۱۹۰۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبل بن حبیم نے بیان کیا، کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نا، انسوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔ تیسرا مرتبہ کہتے ہوئے آپ نے انگوٹھے کو دبایا۔

عنْ جَبَّةَ بْنِ سَحِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبْنَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَنَسَ الْإِنْهَامَ فِي النَّالَّةِ)).

[اطرافہ فی : ۱۹۱۳ ، ۵۳۰۲].

مراد یہ کہ کبھی تیس دن اور کبھی ان تیس دن کا مسینہ ہوتا ہے۔

۱۹۰۹ - حدَّثَنَا آدُمُ حَدَّثَنَا شَبَّةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ قَالَ: قَالَ أَبُو الْفَاقِسُ ﷺ - ((صُومُوا لِرُؤْتِيهِ وَافْطِرُوا لِرُؤْتِيهِ، فَإِنْ غَنِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثَيْنَ)).

۱۹۱۰ - حدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبْنَ جُرَيْجٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ عَكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

(۱۹۱۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جرج نے بیان کیا، ان سے یحیی بن عبد اللہ بن صیفی نے، ان سے عکرمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے ام سلمہ بنتیت نے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازویج سے

ایک مہینہ تک جدار ہے پھر ان تیس دن پورے ہو گئے تو صحیح کے وقت یا شام کے وقت آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس پر کسی نے کہا آپ نے تو وعد کیا تھا کہ آپ ایک مہینہ تک ان کے یہاں تشریف نہیں لے جائیں گے تو آخر پر ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ ان تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

رضی اللہ عنہا: ((إِنَّ النَّبِيَّ لَا يَمْلأُ مِنْ نِسَاءِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةَ وَعَشْرَوْنَ يَوْمًا خَدَّا - أَوْ رَاحَ - فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا قَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةَ وَعَشْرِينَ يَوْمًا)).

[طرفة فی : ۵۲۰۲]

(۱۹۱۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلاں نے ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی یوں سے جدا رہے تھے، آپ کے پاؤں میں موج آگئی تھی تو آپ نے بالاخانہ میں ان تیس دن قیام کیا تھا، پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ مہینہ ان تیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۱۹۱۱- حدَّثَنَا عبدُ الْغَفِيرِ بْنُ حَمْيَدٍ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَلَّا يَرَوْنَ اللَّهَ مِنْ نِسَاءِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَتْ رِجْلَهُ، فَاقْأَمَ فِي مَشْرِبَةٍ تِسْعَةَ وَعَشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَّلَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْتَ شَهْرًا، قَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةَ وَعَشْرِينَ)). [راجع: ۳۷۸]

۱۲- بَابُ شَهْرًا عِيدٍ لَا يَنْقَصَانَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجْتَمِعُنَّ كِلَّا هُمْ نَاقِصُونَ.

باب عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

امام بخاری رض نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ نے (اس کی تشریع میں) کہا کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) تمیں دن کا ثواب ملتا ہے مگر بن سیرین رض نے کہا (مطلوب یہ ہے) کہ دونوں ایک سال میں ناقص (ان تیس دن کے) نہیں ہو سکتے۔

رض حضرت امام بخاری نے اسحاق اور بن سیرین کے قول نقل کر کے اس حدیث کی تفسیر کر دی، امام احمد نے فرمایا ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ذی الحجه ۳۰ دن کا ہوتا ہے، اگر ذی الحجه ۳۰ دن کا ہو تو رمضان ۳۰ دن کا ہوتا ہے مگر اس تفسیر میں بے قاعدہ نجوم شبہ رہتا ہے۔ بعض سال ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رمضان اور ذی الحجه ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اس لئے صحیح اسحاق بن راہویہ کی تفسیر ہے۔ امام بخاری نے اسی لئے اس کو پسلے بیان فرمایا کہ راجح یہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ حدیث دہلوی فرماتے ہیں کہ شرعاً عید لا ینقصان بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ ان تیس دنوں کے نہیں ہوتے بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ تمیں و ان تیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیری معنی قواعد شرعیہ کے لحاظ سے زیادہ چپاں ہوتے ہیں۔ گویا آپ نے اس بات کا دفعہ کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کسی بات کا ہم نہ گزرے۔

۱۹۱۲- حدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ

(۱۹۱۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلمان نے بیان

کیا، کما کہ میں نے اسحق سے تنا، انہوں نے عبد الرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھے مسدود نے خبر دی، ان سے معتبر نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا کہ مجھے عبد الرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں نہیں باقص نہیں رہتے۔
مراد رمضان اور ذی الحجه کے دونوں میں ہیں۔

باب نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمान کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں جانتے

(۱۹۱۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا، ان سے سعید بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمرؓ سے سن کر نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم ایک بے پڑھی لکھی قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے۔ آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیں (دونوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپ نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)

باب رمضان سے ایک یادو دن پہلے روزے نہ رکھے جائیں

(۱۹۱۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے بیکھی بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریزہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یادو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔

قال: سمعت إِسْحَاقَ يَقُولُ أَبْنَى سُوْبِيْدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. حَوَّدَتِنِي مُسْنَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْقِمٌ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((شَهْرٌ لَا يَنْقُصُهُ، شَهْرٌ عَبْدُ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ)).

۱۳- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : ((لَا نَكْتُبُ وَلَا نَخَسِبُ))

۱۹۱۳ - حَدَّثَنَا آدُمُ حَدَّثَنَا شَبَّقَةُ حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو أَنَّهُ سَمِعَ أَبْنَى عُمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : ((إِنَّا أَمْمَةً لَا نَكْتُبُ وَلَا نَخَسِبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا)). يَعْنِي مَرْأَةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرْأَةً تِلْفَتِينَ.

[راجع: ۱۹۰۸]

۱۴- بَابُ لَا يَقْدَمُنَ رَمَضَانٌ بِصَوْمٍ يَوْمٌ وَلَا يَوْمَيْنِ

۱۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لَا يَقْدَمُنَ رَمَضَانٌ بِصَوْمٍ يَوْمٌ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَةً فَلَيَصُومُ ذَلِكَ الْيَوْمَ)).

مشائکوئی ہر ماہ میں پیریا جمعرات کایا کسی اور دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھتا رہتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آگیا تو وہ یہ روزہ رکھ لے، نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے طاقت قائم رہے اور کمزوری لاحق نہ ہو۔ المفرض ہر ہر قدم پر شریعت کے امر و نهى کو سامنے رکھنا یہی دین اور یہی عبادت اور یہی اسلام ہے اور یہی ایمان، ہر ہر جگہ اپنی عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

بِ اللَّهِ عَزُوْجِلْ كَا فِرْمَانًا كَه

حال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا، وہ تمہارا بیاس ہیں اور تم ان کا بیاس ہو، اللہ نے معلوم کیا کہ تم چوری سے ایسا کرتے تھے۔ سو معاف کر دیا تم کو اور در گذر کی تم سے پس اب صحبت کرو ان سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں۔ (اولاد سے)

١٥- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :
 هَاجِلُ لَكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّفُتُ إِلَى
 نِسَائِكُمْ . هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ
 لَهُنَّ، عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُسْتُمْ تَخْتَالُونَ
 أَنفُسَكُمْ قَاتِلُوكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ، فَالآنَ
 يَا شَرِوْهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَحَبَ اللَّهُ لَكُمْ
 الْبَرْقَةُ : [١٨٧].

(۱۹۱۵) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن شٹھ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پسلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی، پھر ایسا ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری بن شٹھ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی یہوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا (اس وقت تو کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاوں گی، دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لئے آنکہ لگ گئی جب یہوی واپس ہوئیں اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا افسوس تم محروم ہی رہے! لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ”حلال کر دیا گیا تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی یہویوں سے صحبت کرنا“ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی ”کھاؤ پویں مال تک کہ ممتاز ہو جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صحیح صادق)

١٩١٥ - حَدَّثَنَا عَيْنَةُ الْمُتَّهِّدُ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَوَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ)) إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَعَضَرَ الْإِفْطَارَ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يَفْطُرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَةً وَلَا يَوْمَةً حَتَّى يُنْسَى. وَإِنْ قَيْسَ بْنَ صِيرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارَ أتَى امْرَأَةٌ فَقَاتَ لَهَا: أَعِنْدِكَ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لَا، وَلَكِنَّ أَنْطَلَقَ فَأَطْلَبْ لَكَ، وَكَانَ يَوْمَ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْ عَيْنَاهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْرَ لَكَ، فَلَمَّا اتَّضَفَ الْهَمَارَ غَشِيَ عَلَيْهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ فَنَزَّلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: «أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَاتِكُمْ» فَفَرَحُوا بِهَا فَرْخَا شَدِيدًا، وَنَزَّلتْ: «وَكُلُّوا وَاشْرُبُوا حَتَّى يَعْيَّنَ لَكُمُ النَّحِيطُ

سیاہ دھاری (صحیح کاذب) سے۔

الأَيْضُنْ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِه.

[طرفہ فی : ۴۵۰۸]

لشیخ نسلی کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے کہ روزہ دار جب شام کا کھانا کھانے سے پہلے سو جائے، رات بھر کچھ نہیں کھاپی سکتا تھا یہاں تک کہ دوسری شام ہو جاتی اور ابوالثج کی روایت میں یوں ہے کہ مسلمان افظار کے وقت کھاتے چیز، عورتوں سے صحبت کرتے، جب تک سوتے نہیں۔ سوتے کے بعد پھر دوسرا دن ختم ہونے تک کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ ابتداء میں تھا بعد میں اللہ پاک نے روزہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور جملہ مذکولات کو آسان فرمادیا۔

باب (سورہ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کافر مانا کہ ”سحری کھاؤ اور پیو“
یہاں تک کہ کھل جائے تمہارے لئے صحیح کی سفید دھاری
(صحیح صادق) سیاہ دھاری یعنی صحیح کاذب سے پھر پورے کرو
اپنے روزے سورج چھپنے تک (اس سلسلے میں) براءۃ النبی کی
ایک روایت بھی نبی کریم ﷺ سے مروری ہے

(۱۹۱۶) ہم سے حجاج بن منہاں نے بیان کیا، انہوں نے کماہم سے ششم نے بیان کیا، کماکہ مجھے حسین بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”تاً آنکہ کھل جائے تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تنکی کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا مجھ پر ان کے رنگ نہ کھلے، جب صحیح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صحیح کاذب) اور دن کی سفیدی (صحیح صادق) مراد ہے۔

۱۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:
﴿وَكُلُوا وَاشْرِبُوا حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَيْضُنْ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ
مِنَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى
اللَّيْلِ﴾ فِيهِ التَّرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۹۱۶- حَدَّثَنَا حَاجَاجُ بْنُ مِنْهَاٰ حَدَّثَنَا
هَشَّيْمَ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَصَّيْنُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتَّمٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَّلَتْ: ﴿هَتَّىٰ
يَبَيِّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَيْضُنْ مِنَ الْخَيْطِ
الْأَسْوَدِ﴾ عَمِدَتْ إِلَى عِقَالِ أَسْوَدَ وَإِلَى
عِقَالِ أَيْضَنَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي،
فَجَعَلْتُ أَنْظَرَ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبَيْنُ لِي.
فَعَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْنَتْ لَهُ
ذَلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ الظَّلَّ
وَبَيْاضُ النَّهَارِ)).

[طرفہ فی : ۴۵۰۹، ۴۵۱۰].

(۱۹۱۷) عدی بن حاتم کو آپ کے بتلانے پر حقیقت کہجھ میں آئی کہ یہاں صحیح کاذب اور صحیح صادق مراد ہیں۔
ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سل

- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرِيمٍ
حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ

بن سعد نے، (دوسری سند امام بخاری) نے کہا اور مجھ سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی "کھاؤ پویہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے کھل جائے" لیکن من الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دھالی نہ دینے لگتے، کھاتا پہنچا بندھ کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے من الغیر کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

بن سعدیح، وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانُ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرْفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: ((أَنْزَلَتْ هَوْكُلُوا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَيْضُ مِنَ الْغَيْطِ الْأَسْوَدِ)) وَلَمْ يَنْزِلْ (مِنَ الْفَجْرِ) فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصُّومَ رَبَطُوا أَحْذَافَهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطُ الْأَيْضُ وَالْخَيْطُ الْأَسْوَدُ، وَلَمْ يَنْزِلْ يَا كُلُّ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤُسُهُمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ بَعْدَهُ (مِنَ الْفَجْرِ) فَعِلِمُوا أَنَّهُ إِنَّمَا يَغْنِي اللَّيلَ وَالنَّهَارَ).

[طرفة في : ٤٥١].

لشیخ ابتداء میں صحابہ **لشیخ** میں سے بعض لوگوں نے طوع نجرا مطلب نہیں سمجھا اس لئے وہ سفید اور سیاہ دھاگے سے نجرا معلوم کرنے لگے مگر جب من الغیر کے لظ نازل ہوئے تو ان کو حقیقت کا علم ہوا۔ سیاہ دھاری سے رات کی اندر ہری اور سفید دھاری سے صبح کا اجالا مراد ہے۔

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ بلال بن زبیر کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

(۱۹۱۸، ۱۹۱۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اور (عبداللہ بن عمر نے یہی روایت) قاسم بن محمد سے اور انہوں نے عاشر رضی اللہ عنہ سے کہ بلال بن زبیر کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام کتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پسلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (блال او رام کتوم رضی اللہ عنہ) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسراے اترتا۔

(لا يمنعكم من سخوركم أذان بلال) ۱۹۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عُمُرًا، وَالْفَاسِمِ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذَّنُ بِلَالِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّوا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذَّنُ أَبْنُ أَمْ مَكْتُومٍ، فَإِنَّمَا لَا يُؤَذَّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ)). قَالَ الْفَاسِمُ: وَلَمْ يَكُنْ يَقِنَ أَذَاهُمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا)).

[راجح: ۶۱۷]

تشریح علامہ قسطلاني نے نقل کیا کہ صحابہؓ کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی، ایک آدھ کجور یا ایک آدھ لئے اس لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا۔ حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بالاً صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبد اللہ بن ام مکтом بیٹھنے سے قبل اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہو گئی ہے کیونکہ وہ خود تباہی تھے۔ علامہ قسطلاني فرماتے ہیں والمعنی فی الجميع ان بلاً لا کان یوذن قبل الفجر ثم یتربع بعد للدعاء و نحوه ثم یرقب الفجر فإذا اقارب طلوعه نزل فاخبر ابن ام مکтом الخ یعنی حضرت بالاً بیٹھنے سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعاء کے لئے تمہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے یعنی اتر کر ابن ام مکtom بیٹھنے کو اطلاع کرتے اور وہ پھر سحری کی اذان دیا کرتے تھے۔ ہردو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے آیت قرآنیہ ﴿خَلِقْتَنَا لَكُمُ الْخَيْرَ الْأَيْمَن﴾ (البقرة: ٨٧) سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمیاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے۔ جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھائیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور سحری کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

باب سحری کھانے میں دیر کرنا

(۱۹۲۰) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے حضرت سلیمان بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔

۱۸- باب تَفْجِيلِ السُّحُورِ

(۱۹۲۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْيَدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَنْ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَسْحَرُ فِي أَهْلِي, ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُذْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ)). [راجع: ۵۷۷]

یعنی سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شام ہو جاتے کیونکہ آخر حضرت فیصلہ فجر کی نماز بیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حقیقی بھائیوں نے معقول ہالیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں، بیشہ ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بترے۔

باب سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہوتا ہے

(۱۹۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے هشام نے بیان کیا، کہا ہم سے قادہ نے بیان کیا، ان سے انس بیٹھنے اور ان سے زید بن ثابت بیٹھنے کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

۱۹- باب قَدْرُ كُمَيْنَ السُّحُورِ وَصَلَةُ الْفَجْرِ

(۱۹۲۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَعَادَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابَتٍ قَالَ: ((سَسْخَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ, ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ. قَلَّتْ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّحُورِ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً)). [راجع: ۵۷۵]

لشیخ سند میں حضرت قادہ بن دعاہ کا نام آیا ہے، ان کی کنیت ابو الخطاب الدوی ہے، تابیخا اور قوی الحافظ تھے، بکر بن عبد اللہ مرنی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا بھی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ قوی الحافظ بزرگ کی زیارت کرے وہ قادہ کو دیکھ لے۔ خود قادہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ عبد اللہ بن سرجس اور انس بن شہر اور بہت سے دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں، ۱۰۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ (آمن)

باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے

کیونکہ نبی کرم ﷺ اور آپؐ کے اصحابؐ نے پے در پے روزے رکھے اور ان میں سحری کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۹۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جو یہی نے، ان سے نفع نہ اور ان سے عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ نبی کرم ﷺ نے "صوم وصال" رکھا تو صحابہؓ نے بھی رکھا لیکن صحابہؓ نے کہ لئے دشواری ہو گئی۔ اس لئے آپؐ نے اس سے منع فرمادیا، "صحابہؓ نے اس پر عرض کی کہ آپؐ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو برا بر کھلایا اور پلاں جاتا ہوں۔

بَابُ بَرَكَةِ السُّحُورِ عَنْ غَيْرِ

إِنْجَابٍ، لَا إِنْجَابٌ لَّهُ وَأَصْحَابَهُ
وَاصْلُوا وَلَمْ يُذْكُرِ السُّحُورُ

۱۹۲۲ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوبِرِيَّةٌ عَنْ نَالِعَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْلَى لَهُ فُوَاصِلَ النَّاسُ، فَشَقَ عَلَيْهِمْ، فَهَاهُمْ، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((لَسْتَ كَهِينَتَكُمْ، إِنِّي أَظَلُّ أَطْعَمُ وَأَسْقِي)).

[طرفة فی : ۱۹۶۲]

لشیخ صوم وصال متواتر کی دن سحری و اظفار کے بغیر روزہ رکھنا اور رکھے چلے جانا، بعض دفعہ آنحضرت ﷺ ایسا روزہ رکھا کرتے تھے مگر صحابہؓ کو آپؐ نے مشقت کے پیش نظر ایسے روزے سے منع فرمایا بلکہ سحری کھانے کا حکم دیا تاکہ دن میں اس سے قوت حاصل ہو۔ امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ سحری کھانا سنت ہے، مستحب ہے مگر واجب نہیں ہے کیونکہ صوم وصال میں صحابہؓ نے بھی بہر حال سحری کو ترک کر دیا تھا، باب کا مقصد ثابت ہوا۔

(۱۹۲۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شبہ نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن صہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنائی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔

سحری کھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے ہاں سحری کھانے کا چلن نہیں ہے، پس ان کی مخالفت میں سحری کھانی چاہئے اور اس سے روزہ پورا کرنے میں مدد بھی ملتی ہے، سحری میں چند کبھور اور پانی کے گھونٹ بھی کافی ہیں اور جو اللہ میسر کرے۔ بہر حال سحری چھوڑنا سنت کے خلاف ہے۔

باب اگر کوئی شخص روزے کی نیت

دن میں کرے تو درست ہے۔ اور ام در داء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوَماً

وَقَالَتْ أُمُّ الْمُزَدَّاءِ: كَانَ أَبُو الْمُزَدَّاءِ

ابودداء رضي اللہ عنہ ان سے پوچھتے کیا کچھ کھانا تمارے پاس ہے؟ اگر ہم جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کتنے پھر آج میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابو طلحہ، ابو ہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

(۱۹۲۳) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یزید بن ابی عبد نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع نے کہ نبی کرم ﷺ نے عاشورہ کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس نے کھانا کھالیا ہے وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو (تو وہ روزہ رکھے) کھانا نہ کھائے۔

یقُولُ: عَنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَلَمْ فُلَّنَا لَا، قَالَ: فَلَأَنِي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا. وَلَعَلَّهُ أَبُو طَلْحَةُ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَحَذِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

۱۹۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَبِيدٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْفَعَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: ((أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلَيُتْبَعْ أَوْ فَلَيُصْبَحْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ)).

[طرفاہ فی : ۲۰۰۷ ، ۷۲۶۵]

مقصد باب یہ ہے کہ کسی شخص نے بھر کے بعد سے کچھ نہ کھایا پا ہو اور اسی حالت میں روزہ کی نیت دن میں بھی کر لے تو روزہ ہو جائے گا مگر یہ اجازت نفل روزہ کے لئے ہے فرض روزہ کی نیت رات ہی میں تحری کے وقت ہونی چاہئے۔ حدیث میں عاشورہ کے روزہ کا ذکر ہے جو رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا۔ بعد میں مغض فرض کی حیثیت میں رہ گیا۔

باب روزہ دار صحیح کو جنابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے

(۱۹۲۵) ہم سے عبد اللہ بن سلمہ نے بیان کیا، کما ہم سے امام مالک نے، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیثہ کے غلام کی نے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن سے نا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند امام بخاری حدیثی نے کما کہ) اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کما کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہیں ان کے والد عبد الرحمن نے خبر دی، انہیں مروان نے خبر دی اور انہیں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنپی ہوتے تھے، پھر آپ غسل کرتے اور آپ روزہ سے ہوتے تھے اور مروان بن حکم نے عبد الرحمن بن حارث سے کہا میں

۲۲ - بَابُ الصَّائِمِ يُصْبَحُ جُنُبًا

۱۹۲۶، ۱۹۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيْ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ بْنِ الْمُغَيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِينَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأَمِ سَلَمَةَ حِ)).

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَ مَزْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأَمِ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَذِرُ كُلَّهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ،

تمیس اللہ کی قسم دنیا ہوں ابو ہریرہ رض کو تم یہ حدیث صاف صاف سنادو۔ (کیونکہ ابو ہریرہ رض کا فتویٰ اس کے خلاف تھا) ان دنوں مروان، امیر معاویہ رض کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ ابو بکر نے کما کہ عبدالرحمن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اتفاق سے ہم سب ایک مرتبہ ذوالحیفہ میں جمع ہو گئے۔ ابو ہریرہ رض کی وہاں کوئی زمین تھی، عبدالرحمن نے ان سے کما کہ آپ سے ایک بات کوں گا اور اگر مروان نے اس کی مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں کبھی آپ کے سامنے اسے نہ چھیڑتا۔ پھر انہوں نے عائشہ اور ام سلمہ رض کی حدیث ذکر کی۔ ابو ہریرہ رض نے کما (میں کیا کروں) کما کہ فضل بن عباس رض نے یہ حدیث بیان کی تھی (اور وہ زیادہ جانتے والے ہیں) کہ ہمیں ہمام اور عبد اللہ بن عمر رض کے صاحبزادے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو جو صحیح کے وقت جبی ہونے کی حالت میں انہما ہو افظار کا حکم دیتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی یہ روایت زیادہ معتبر ہے۔

ثُمَّ يَقْسِلُ وَيَصُومُ . وَقَالَ مَرْوَانٌ لِعَنْهُ الرَّحْمَنُ بْنُ الْحَارِثٍ : أَفْسِمْ بِاللَّهِ لِقَرْعَنْ بِهَا أَهَا هُرَيْرَةً ، وَمَرْوَانٌ يَوْمَئِلُ عَلَى الْمَدِينَةِ ، فَقَالَ أَبُوبَكْرٌ : فَكِرْهَةُ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ . ثُمَّ فَلَدَرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِنِي الْخَلِيفَةِ - وَكَانَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هَذَا لَكَ أَرْضٌ - فَقَالَ عَنْدَ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ : إِنِّي دَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا ، وَلَوْلَا مَرْوَانٌ أَفْسَمَ عَلَيْنِ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ . فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ، فَقَالَ : كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ) . وَقَالَ هَمَّامٌ وَأَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : (كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفَطْلِ) وَالْأُولَئِكَ أَسْنَدَ .

[طرفہ فی : ۱۹۳۰، ۱۹۳۱] .

[طرفہ فی : ۱۹۳۲] .

لشیخ ابو ہریرہ رض نے فضل کی حدیث سن کر اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ مروان کا یہ مطلب تھا کہ عبدالرحمن ان کو پریشان کریں لیکن عبدالرحمن نے یہ منظور نہ کیا اور خاموش رہے پھر موقعہ پا کر ابو ہریرہ رض سے اس مسئلے کو ذکر کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رض نے عائشہ اور ام سلمہ رض کی حدیث سن کر کما کہ وہ خوب جانتی ہیں گوا اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً علماء کا امراء کے ہاں جا کر علی مذکرات کرنا، منقولات میں اگر ذرا بھی شک ہو جائے تو اپنے سے زیادہ عالم کی طرف رجوع کر کے اس سے امر حق معلوم کرنا، ایسے امور جن پر عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے، کی بابت نورتوں کی روایات کو مردوں کی روایات پر ترجیح دیتا، اسی طرح بالعكس جن امور پر مردوں کو زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے ان کے لئے مردوں کی روایات کو عورتوں کی روایات پر ترجیح دیتا، برعکس ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ کی اقتداء کرنا، جب تک اس امر کے متعلق خصوص نبوی نہ ثابت ہو اور یہ کہ اختلاف کے وقت کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا اور خبر واحد مرد سے مردی ہو یا عورت سے اس کا ثابت ہونا، یہ جملہ فوائد اس حدیث سے نکلتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رض کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جنہوں نے حق کا اعتراف فرمایا کہ اس کی طرف رجوع کیا۔ (فتح الباری)

باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مبادرت یعنی بوسہ مسas
وغیرہ درست ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ روزہ
دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔

(۱۹۲۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان
سے حکم نہ، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ
ؓ نے بیان کیا کہ نبی کرم ﷺ روزے سے ہوتے تھے لیکن (اپنی)
ازواج کے ساتھ تقلیل (بوسہ لیتا) و مبادرت (اپنے جسم سے کالیتا)
بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر
قابو رکھنے والے تھے، بیان کیا کہ ابن عباسؓ نے کماکہ (سورہ طہ)
میں جو مارب کاظم ہے وہ حاجت و ضرورت کے معنی میں ہے، طاؤس
نے کماکہ لفظ اولی الاربۃ (جو سورہ نور میں ہے) اس احتمل کو کہیں گے
جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

باب روزہ دار کا روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا
اور جابر بن زید نے کہا اگر روزہ دار نے شوت سے دیکھا اور منی کمل
آنی تو وہ اپنا روزہ پورا کر لے۔

(۱۹۲۸) ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، کہا ہم سے بھی قتلان نے بیان
کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خردی اور
انہیں عائشہؓ نے نبی کرم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند امام
بخاری نے کماکہ) اور ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے
امام مالک رحمتہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ
نے اور ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض
ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ
نہیں۔

(۱۹۲۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے بھی قتلان نے بیان کیا،
ان سے ہشام بن ابی عبد اللہ نے، ان سے بھی بن ابی کثیر نے، ان
سے ابو مسلمہ نے، ان سے ام سلمہؓ نے کہیں کہیں زینب نے اور ان سے

۲۳- بَابُ الْمُبَاشِرَةِ لِلصَّالِمِ
وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: يَخْرُمُ
عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

۱۹۲۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ
اللهُ عَنْهُ قَالَ: عَنْ شَعْبَةَ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْنَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْبَلُ وَيَبَاهِرُ
وَهُوَ صَالِمٌ، وَكَانَ أَهْلَكَكُمْ لِزِيَادَةِ)).
وَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَاسٍ: (مَاتَ رَبِّهِ)
حَاجَةً. وَقَالَ طَاؤُسٌ: (أُولَئِي الْأَرْبَةِ)
الْأَحْقَنُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي السَّاءِ.

۴- بَابُ الْقِبْلَةِ لِلصَّالِمِ
وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: إِنِّي نَظرَ فَأَمْنَى نَعْمَ
صَوْمَةً. [طرفة فی : ۱۹۲۸].

۱۹۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّقِيِّ حَدَّثَنَا
بَحْرُى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَاجَةً. وَحَدَّثَنَا عَنْدَهُ
بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ
وَهُوَ صَالِمٌ، لَمْ ضَرَبْ كُتْ).

[راجح: ۱۹۲۷]

۱۹۲۹- حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ حَدَّثَنَا بَحْرُى عَنْ
هِشَامٍ بْنِ أَبِيهِ عَنْدَهُ حَدَّثَنَا بَحْرُى بْنُ
أَبِيهِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدَ بْنِ أَبِيهِ أَمِ

ان کی والدہ (حضرت ام سلمہ رض) نے میان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنا حیض کا پڑا پہن لیا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں چل اور ام سلمہ رض اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل (جنبات) کیا کرتے تھے اور آخر پر حضرت ﷺ روزے سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

لشیخ شریعت ایک آسان جامع قانون کا نام ہے جس کا زندگی کے ہر ہر گوشے سے تعلق ضروری ہے، میاں یوہی کا تعلق جو بھی ہے ظاہر ہے اس لئے مالت روزہ میں اپنی یوہی کے ساتھ بوس و کنار کو جائز رکھا گیا ہے بشرطیکہ بوس لینے والوں کو اپنی طبیعت پر پورا قابو حاصل ہو، اسی لئے جوانوں کے واسطے بوس و کنار کی اجازت نہیں۔ ان کا نفس غالب رہتا ہے ہلی یہ خوف نہ ہو تو جائز ہے۔

باب روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے

اور عبد اللہ بن عمر رض نے ایک کپڑا ترکر کے اپنے جسم پر ڈالا۔ انکے دہ روزے سے تھے اور شبی روزے سے تھے لیکن حمام میں (غسل کے لئے) گئے اور ابن عباس رض نے کہا کہ ہائی یا کسی حیض کا مزہ معلوم کرنے میں (زبان پر رکھ کر) کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رض نے کہا کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ٹھنڈھ حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ابن مسعود رض نے کہا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صح کو اس طرح اٹھے کہ تل لگا ہوا ہو اور لکھا کیا ہوا ہو اور انس رض نے کہا کہ میرا ایک آبین (حوض پھر کا بنا ہوا) ہے جس میں میں روزے سے ہونے کے باوجود غرطے مارتا ہوں، نبی کرم رض سے یہ منقول ہے کہ آپ نے روزہ میں مساوک کی اور عبد اللہ بن عمر رض نے کہا کہ دن میں صح اور شام (ہر وقت) مساوک کیا کرتے اور روزہ دار تھوک نہ نگلے اور عطاہ رض نے کہا کہ اگر تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور ابن سیرن رض نے کہا کہ تر مساوک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزا ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا کیا پانی میں مزا نہیں ہو ہے؟ ملا کہ اس

سئلہ عن أمّهٖ قَالَ: يَهْمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حَضَرْتُ، فَانْسَلَّتْ فَأَخْدَعْتُ بَيْبَانَ حِصْنِي لِقَالَ: ((مَا لَكَ)، أَنْفَسْتُ؟) قَالَ: نَعَمْ. فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ. وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ يَقْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ يَقْبَلُهَا وَهُوَ صَالِمٌ). [راجع: ۲۹۸]

۲۵ - بَابُ اغْتِسَالِ الصَّابِمِ

وَتَلْ أَنْ عَمَرَ قَوْنَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَابِمٌ. وَدَخَلَ الشَّفْعِيُّ الْحَمَامَ وَهُوَ صَابِمٌ. وَقَالَ أَنْ عَبَّاسٌ: لَا يَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقَنْزُ أَوْ الشَّنْيَةَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا يَأْسَ بِالْمَضْعَفَةِ وَالْتَّرَدِ لِلصَّابِمِ. وَقَالَ أَنْ مَسْعُودٌ: إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلَا يُضْبِحْ ذَهِنًا مُتَرَجِّلًا. وَقَالَ أَنْسٌ: إِنْ لَمْ أَبْرُزْنَا أَنْقَحْمُ فِيهِ وَأَنَا صَابِمٌ. وَيَذَكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَأْكَ وَهُوَ صَابِمٌ. وَقَالَ أَنْ عَمَرَ: يَسْتَأْكَ أَوْلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ. وَلَا يَتَلَعَّ وَقَالَ عَطَاءً: إِنْ ازْدَرَ رِنْقَةً لَا أَقْوَلُ يَنْفَطِرُ. وَقَالَ أَنْ مَسْرِينَ: لَا يَأْسَ بِالسَّوَاكِ الرَّطَبِ. قَبَلَ: لَهُ طَفْمٌ. قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَفْمٌ وَأَنْتَ تُمْضِيَنَ بِهِ وَلَمْ يَرَ أَنْسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمَ بِالْكَحْلِ

سے کلی کرتے ہو۔ انس، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ روزہ دار کے لئے
للصائم بُلَّاْسٌ۔
سرمه لگنا درست ہے۔

تشریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر ذکرہ فی الباب کی متابعت تبصہ باب سے مشکل ہے، ابن منیر نے کہا امام بخاری محدث نے اس کا رد کیا جس نے روزہ دار کے لئے عسل مکروہ رکھا ہے کیونکہ اگر منہ میں پانی جانے کے ذر سے مکروہ رکھا ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ذرہ رہتا ہے۔ اس لئے اگر مکروہ رکھا ہے کہ روزہ میں نیب و نیست اور آرا اش اچھی نہیں تو سلف نے لکھی کرنا، تبلیغ اتنا روزہ دار کے لئے جائز رکھا ہے۔ حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کو کس نے دصل کیا نہ قطلانی نے بیان کیا۔ (وحیدی)

(۱۹۳۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ ابن رہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے این شاب نے، ان سے عروہ اور ابو بکر نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کمار مرضان میں فجر کے وقت نبی کریم ﷺ احتمام سے نہیں (بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ صحبت کرنے کی وجہ سے) عسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (معلوم ہوا کہ عسل جذابت روزہ دار فجر کے بعد کر سکتا ہے)

(۱۹۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام بن مخیڑہ کے غلام کی نے، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن سے نا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے باپ عبد الرحمن مجھے ساتھ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح جنی ہونے کی حالت میں کرتے احتمام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے! پھر آپ روزے سے رہتے (یعنی عسل فجر کی نماز سے پہلے حری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے)۔

(۱۹۳۲) اس کے بعد ہم امام سلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی۔

اس حدیث سے بھی ہر دو مکے ثابت ہوئے روزہ دار کیلئے عسل کا جائز ہونا اور بحال روزہ عسل جذابت فجر ہونے کے بعد کرنا چونکہ شریعت میں ہر ممکن آسانی پیش نظر رکھی گئی ہے اسلئے آخرت میں نہیں نے اپنے اسوہ حسنے سے عملاً آسانیاں پیش کی ہیں۔

باب اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے

۱۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اَنَّ وَهَبِيْ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ اَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَزْرَةَ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَلَّتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْرُكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حَلْمٍ فَيَقْتَسِلُ وَيَصُومُ)). [راجع: ۱۹۲۵]

۱۹۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ عَنْ سُعْدِ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ بْنِ السَّمْفُورِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((كُنْتُ أَنَا وَأَبِي، فَلَدَّهَتْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَلَّتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لِيَضْبِعُ جَبْنًا مِنْ جَمَاعِ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ)). [راجع: ۱۹۲۵]

۱۹۳۲ - حَدَّثَنَا ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ. [راجع: ۱۹۲۶]

اس حدیث سے بھی ہر دو مکے ثابت ہوئے روزہ دار کیلئے عسل کا جائز ہونا اور بحال روزہ عسل جذابت فجر ہونے کے بعد کرنا چونکہ شریعت میں ہر ممکن آسانی پیش نظر رکھی گئی ہے اسلئے آخرت میں نہیں نے اپنے اسوہ حسنے سے عملاً آسانیاں پیش کی ہیں۔

۲۶ - بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ

تورو زہ نہیں جاتا۔

اور عطاء نے کہا کہ اگر کسی روزہ دار نے ناک میں پانی ڈالا اور زہ پانی حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کو نکال نہ سکے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں کمھی چل گئی تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور امام حسن بصری اور مجاهد نے کہا کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر قضاۓ واجب نہ ہو گی۔

(۱۹۳۳) ہم سے عبدالنے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، ان سے صائم نے بیان کیا، ان سے ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھاپی لیا تو اسے چھاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

شرب نامیا

وَقَالَ عَطَاءً : إِنْ اسْتَشَرْ فَلَا خَلَّ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا يَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ رَدَّهُ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ دَخَلَ حَلْقَةَ الدُّبَابِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ . وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ : إِنْ جَامَعَ نَامِيَا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَالِكَ أَخْبَرْنَا يَزِيدَ بْنَ زُرِّيْعَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا نَسِيَ فَأَكْلَ وَشَرَبَ فَلَيْسَ صَوْمَةً ، فَإِنَّمَا أَطْفَمَهُ اللَّهُ وَسَفَاهَ)).

[طرفة فی : ۶۶۶۹].

لَئِنْ شِئْتَ ابی نجح سے، انسوں نے مجید سے، انسوں نے کما اگر کوئی آدمی رمضان میں بھول کر اپنی عورت سے صحبت کرے تو کوئی نقصان نہ ہو گا اور ثوری سے روایت کی، انسوں نے ایک شخص سے، انسوں نے حسن بصری سے، انسوں نے کما بھول کر جماع کرنا بھی بھول کر کھانے پینے کے برابر ہے۔ (وحیدی) یہ خوبی ایک مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے ورنہ یہ شاذ و نادر ہی ہے کہ کوئی روزہ دار بھول کر ایسا کرے، کم از کم اسے یاد نہ رہا ہو تو عورت کو ضرور یاد رہے گا اور وہ یاد ولادے گی اسی لئے بحالت روزہ قصد اجماع کرناخت ترین گناہ قرار دیا گیا جس سے روزہ نوث جاتا ہے اور اس کا گوارہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۷- بَابُ السُّؤالِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ

لِلصَّائِمِ

اور عامر بن ربيعہ بن شریٹ سے منقول ہے کہ انسوں نے کما میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو میں مساوک کرتے دیکھا اور ابو ہریرہ بن شریٹ نے بنی کشم بن شریٹ کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مساوک کا حکم دیوارے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث جابر اور زید بن خالد بن عیاش کی بھی بنی کشم بن شریٹ سے منقول ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے روزہ دار وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی۔

وَيَذَكُرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ : ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَخْصِي أَوْ أَعْدُ)). وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((لَوْلَا أَنْ أَشَقَ عَلَى أَمْرِنِّهِمْ بِالسُّؤالِ عِنْهُ كُلُّ وُضُوءٍ)). وَيَزِيدُ نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَمْ يَخُصْ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ .

عاشرہ بیتھا نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسوک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے اور عطااء اور قادہ نے کما روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

(۱۹۳۳) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، انہوں نے کما ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبردی، انہوں نے کما ہم کو سعرنے خبردی، انہوں نے کما ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطااء بن زید نے، ان سے حمران نے، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے (پسل) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین مرتبہ چڑھوایا، پھر دیاں ہاتھ کہنی تک دھوایا، پھر دیاں ہاتھ کہنی تک دھوایا تین مرتبہ، اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ داہن پاؤں دھوایا، پھر تین مرتبہ بیاں پاؤں دھوایا، آخر میں کما کہ جس طرح میں نے وضو کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے، پھر آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری طرح وضو کیا پھر درکعت نماز (تحیۃ الوضو) اس طرح پڑھی کہ اس نے دل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گزرنے نہیں دیئے تو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے

اور آنحضرت ﷺ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا اور امام حسن بصری نے کما کہ ناک میں (دوا وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ دار سرمه بھی لگا سکتا ہے۔ عطااء نے کما کہ اگر کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور اگر وہ اپنا تھوک نہ نگل جائے اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی اور مصطلی نہ چیانی چاہئے۔ اگر کوئی مصطلی کا تھوک نگل گیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ثبوت گیا لیکن

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((السُّوَالُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَقَمِ، مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ)). وَقَالَ عَطَاءُ وَقَادَةُ : يَسْتَلِعُ رِيقَةً.

۱۹۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ حُمَرَانَ رَأَيْتُ عُفْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ : فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِيهِ تَلَاقَ، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَشَرَ، ثُمَّ غَسَّلَ وَجْهَهُ تَلَاقَ، ثُمَّ غَسَّلَ يَدَهُ الْيَمِنَى إِلَى الْعِرْقِ فَلَلَّاقَ، ثُمَّ غَسَّلَ يَدَهُ الْيَسِيرَى إِلَى الْعِرْقِ فَلَلَّاقَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَّلَ رِجْلَهُ الْيَمِنَى تَلَاقَ، ثُمَّ الْيَسِيرَى تَلَاقَ، ثُمَّ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضْوَنِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ : ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضْوَنِي هَذَا ثُمَّ يَصْلِي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ غَيْرَ لَهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنَبِهِ)).

۲۸ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : ((إِذَا تَوَضَّأَ فَلَيَسْتَشِقَ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ))

وَلَمْ يَمِيزْ بَيْنَ الصَّابِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ : لَا يَأْسَ بِالسَّعْوَطِ لِلصَّابِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلْ. وَقَالَ عَطَاءُ : إِنْ تَمَضَّضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَةً، وَمَاذَا يَقْنِي فِي فِيهِ؟ وَلَا يَمْضِعُ الْعِلْكَ، فَإِنْ ازْدَرَدْ رِيقَ الْعِلْكَ لَا أَقْوُلُ إِنَّهُ يُفْطِرُ

متع ہے اور اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیاری طور پر) حلق کے اندر چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ چیز اختیار سے باہر تھی۔

ولِكِنْ يَنْهَى عَنْهُ فَإِنْ أَسْتَثِرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ
خَلْقَةً لَا بَأْسَ، لَاَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْ.

لِتَشْرِيحِ ابن منذر نے کما اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تموك کے ساتھ دانوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال نہیں سکتا تو گل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور حضرت امام ابو حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانوں میں گوشت رہ گیا ہو، اس کو چبا کر قصد آکھا جائے تو اس پر قضا نہیں اور جسور کہتے ہیں قضا لازم ہو گی اور انہوں نے روزے میں مصطلی چبانے کی اجازت دی اگر اس کے اجزاء نہ نکلیں اگر نکل جائے تو جسور علماء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری) بہر حال روزہ کی حالت میں ان تمام شک و شبہ کی چیزوں سے بھی پچنا چاہئے جس سے روزہ خراب ہونے کا احتتمال ہو۔

باب جان بوجھ کر اگر رمضان میں کسی نے جملع کیا؟

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہیں رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدله نہ ہوں گے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور سعید بن مسیب، عثیمینی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قادہ اور حماد رحمہم اللہ نے بھی فرمایا کہ اس کے بدله میں ایک دن روزہ رکھنا چاہئے۔

(۱۹۳۵) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا کہا کہ ہم نے یزید بن ہارون سے سنا، ان سے بھی نے، (جو سعید کے صاحبزادے ہیں) کہا، انہیں عبد الرحمن بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن جعفر بن زید بن عموم بن خویلد نے اور انہیں عباد بن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دو زخ میں جل چکا۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ رمضان میں میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی، تھوڑی دیر میں آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (کبھوکا) ایک تھیلہ جس کا نام عرق تھا، پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ دو زخ میں جلنے والا شخص کمال ہے؟ اس نے کہا کہ حاضر ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ لے تو اسے خیرات کر دے۔

۲۹- بَابُ إِذَا جَاءَهُ رَمَضَانُ

وَيَذَكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفِعَةَ ((مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ وَمِنْ غَيْرِ غَلَرِ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَفْصِلْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ)) وَيَهُوَ قَالَ أَبْنُ مُسْعُودٍ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَالشَّعْبِيُّ وَأَبْنُ جُبَيْرٍ وَإِنْ رَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَادٌ : يَفْضِلُ يَوْمًا مَكَانَةً.

۱۹۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْبَرٍ سَعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ أَبْنُ سَعِيدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنَ أَبْنَ الْفَاسِمِ أَخْبَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ الزَّبِيرِ بْنِ الْعَوَامِ بْنِ خُوَلَدٍ عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزَّبِيرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَالِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ : ((إِنْ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ احْتَرَقَ، قَالَ : ((مَا لَكَ؟)) قَالَ : أَصَبَّتْ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، فَلَمَّا تَبَرَّأَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكْتَلٍ يُذْعَنُ الْعَرْقَ، فَقَالَ : ((أَيْنَ الْمُحْتَرَقُ؟)) قَالَ : أَنَا، قَالَ : ((تَصَدَّقَ بِهَذَا)). [طرفة في : ۶۸۲۲]

آگے یہی واقعہ تفصیل سے آرہا ہے جس میں آپ نے اس شخص کو بطور کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزوں کا حکم فرمایا تھا یا پھر سائٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرم ایک عظیم جرم ہے جس کا کفارہ یہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے بتا دیا اور سید بن مسیب وغیرہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سزا نگورہ کے علاوہ یہ روزہ بھی اسے مزید لاندا رکھنا ہو گا۔ امام او زاعی نے کہا کہ اگر دو ماہ کے روزے رکھے تو تफالازم نہیں ہے۔

باب اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا؟
اور اس کے پاس کوئی چیز خیرات کے لیے بھی نہ ہو پھر اس کو کہیں سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے۔

(۱۹۳۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حمید بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم سارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا پے در پے دو مینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ نے پوچھا کیا تم کو سائٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ کو تھوڑی دری کے لئے ثہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا۔ جس میں کھوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھور کی چمال سے بنتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کمال ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا کہ اسے لے لو اور صدقہ کر دو، اس شخص نے کہا کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے، اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح بس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جاسکے۔ پھر آپ

**٣٠ - بَابُ إِذَا جَاءَهُ شَيْءٌ فَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَلَيَكْفُرْ**

۱۹۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :
يَئِنَّمَا نَحْنُ جَلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا
جَاءَهُ رَجُلٌ لِقَالَ : يَأْمُرُونَ اللَّهَ ﷺ
هَلْكَتْ ، قَالَ : ((مَا ذَلِكَ؟)) قَالَ : وَقَعْتَ
عَلَى امْرَأَيِّي وَأَنَا صَاحِبُهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ : ((هَلْ تَجِدُ رَقَبَةَ تَعْفِفُهَا؟)) قَالَ : لَا .
قَالَ : ((لَهُلْ تَسْتَطِعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ
مُتَبَاعِيْنِ؟)) قَالَ : لَا . قَالَ : ((فَهُلْ تَجِدُ
إِطْعَامَ سَيْنَيْنِ مِسْكِينَيْنِ؟)) قَالَ : لَا . قَالَ :
فَمَكَثَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى
ذَلِكَ أَتَيَ النَّبِيِّ ﷺ بِعِرْقٍ فِيهَا تَمْرٌ -
وَالْعَرْقُ : الْمِكْلَلُ - قَالَ : ((أَيْنَ
السَّائِلُ؟)) فَقَالَ أَنَا . قَالَ : ((خُذْهَا
فَصَدِّقْ بِهِ)). فَقَالَ الرَّجُلُ : أَغْلِيَ أَفْقَرْ
مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتِهَا
- يُرِيدُ الْحَرَقَيْنِ - أَفْلَ بَيْتَ أَفْقَرَ مِنْ
أَهْلِ بَيْتِي . فَضَحِّكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَأَ
أَنْيَاهُهُ ثُمَّ فَقَالَ : ((إِطْعَمْنَاهُلْكَنَ)).

[اطرافہ فی : ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۰۸۷، ۶۸۲۱، ۶۷۱۱].

لشیخ صورت مذکور میں بطور کفارہ پہلی صورت غلام آزاد کرنے کی رکھی گئی، دوسری صورت پے در پے دو میتہ روزہ رکھنے کی تیری صورت سائٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی۔ اب بھی ایسی حالات میں یہ تینوں صورتیں قائم ہیں چونکہ شخص مذکور نے ہر صورت کی ادائیگی کے لیے اپنی مجبوری ظاہر کی آخر میں ایک صورت آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے نکال تو اس پر بھی اس نے خود اپنی مسکینی کا انعامار کیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور اس رحم و کرم کے تحت آپ نے وہ فرمایا جو یہ مذکور ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک اب بھی کوئی ایسی صورت سامنے آجائے تو یہ حکم بالی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اس شخص کے ساتھ خاص قرار دے کر اس کو منوعہ قرار دیا ہے مگر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا رجحان اس بات سے ظاہر ہے۔

باب رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ قصداً ہم بستر ہونے والا شخص کیا کرے؟ اور کیا اس کے گھروالے محتاج ہوں تو وہ انہی کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

(۱۹۳۷) ہم سے عثمان بن ابو شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے زہری نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص بی کرم شیخیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بد نصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جمل کر بیٹھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تم پے در پے دو میتے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ سائٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اب بھی اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر بھی کرم شیخیم کی خدمت میں ایک تحیال الایا گیا جس میں مجبوریں تھیں، ”عرق زنبیل کو کہتے ہیں۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے، اس شخص نے کہا میں اپنے سے بھی زیادہ محتاج کو حالانکہ دو میتہ انوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر جا پنے گھروالوں ہی کو کھلا دے۔

٣١- بَابُ الْمَجَامِعِ فِي رَمَضَانِ
هَلْ يُطْعَمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكُفَّارَ إِذَا كَانُوا
مَحَاوِينَ؟

۱۹۳۷ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيزٌ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدَ بْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ: إِنَّ الْآخِرَ وَقَعَ عَلَى أَمْرَأَهُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: ((أَتَسْجُدُ مَا تُحْرِزُ رَبَّهُ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((الْأَسْنَطِينُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَّابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((الْأَسْجُدُ مَا تُطْعَمُ بِهِ سَيِّنَ مِسْكِنَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: فَلَمَّا تَبَرَّأَ عَنْهُ تَمَرَ - وَهُوَ الرِّبِيلُ - قَالَ: ((أَطْعِمُ هَذَا عَنْكَ))، قَالَ: عَلَى أَخْرَجَ مِنَا؟ مَا بَيْنَ لَا بَيْنَهَا أَفْلَى بَيْتُ أَخْرَجَ مِنَا. قَالَ: ((فَأَطْعِمُهُ أَهْلَكَ)). [راجح: ۱۹۳۶]

اس سے بعض نے یہ نکلا کہ مفلس پر سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور جموروں کے نزدیک مفسی کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا، اب رہا اپنے گھروں کو کھلانا تو زہری نے کہا یہ اس مرد کے ساتھ خاص تھا بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جس روزے کافارہ دے اس کی قضا بھی لازم ہے یا نہیں۔ شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک قضا لازم نہیں اور او زاعی نے کہا اگر کافارے میں دو مینے کے روزے رکھے تو قضا لازم ہے اور حنفی کے نزدیک ہر حال میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (وجیدی)

باب روزہ دار کا پچھنا لگوانا اور قرئ کرنا کیسا ہے

اور مجھ سے سیجی بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے سیجی بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عمر بن حکم بن ثوبان نے اور انہوں نے ابو ہریرہ بن بیٹھو سے سنا کہ جب کوئی قرئے تو روزہ نہیں ثوٹا کیونکہ اس سے تو چیزیا ہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور ابو ہریرہ بن بیٹھو سے یہ بھی معمول ہے کہ اس سے روزہ ثوٹ جاتا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور ابن عباس اور عکرمہ بن اشہر نے کہا کہ روزہ ثوٹا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔ ابن عمر بن اشہر بھی روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے تھے اور میں دن کو اسے ترک کر دیا تھا اور رات میں پچھنا لگوانے لگے تھے اور ابو موسیٰ اشعری بن بیٹھو نے بھی میں پچھنا لگوایا تھا اور سعد بن ابی وقار اور زید بن ارقم اور ام سلمہ بن اشہر سے روایت ہے کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا، بکیر نے ام علقم سے کہا کہ ہم عائشہ بن اشہر کے یہاں (روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا کرتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں اور حسن بصری بن بیٹھو کئی صحابہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے (دونوں کا) روزہ ثوٹ گیا اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا اور ان سے عبد الالہ بن عباس نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا اور ان سے حسن بصری نے ایسی ہی روایت کی جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا جی کرم بن بیٹھو سے روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر کہنے لگے اللہ بستر جانتا ہے۔

اس کلام سے اس حدیث کا ضعف نکلتا ہے گو متعدد صحابہ سے مردی ہے مگر ہر توہین میں کلام ہے امام احمد نے کہا کہ ثوبان

۳۲ - بَابُ التِّحْجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ
وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ
بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ
الْحَكَمِ بْنِ ثُوبَانَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ إِذَا قَاءَ فَلَا يَفْطُرُ، إِنَّمَا يَغْرِبُ
وَلَا يُولَجُ. وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ
يَفْطُرُ، وَالْأُولُونَ أَصَحُّ. وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ
وَعَكْرَمَةُ : الصَّومُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا
خَرَجَ. وَكَانَ أَبْنُ عَمَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
يَخْجُمُ وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَكَانَ
يَخْجُمُ بِاللَّيْلِ. وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى تِلَادُ.
وَيَذْكُرُ عَنْ سَعْدِ وَرَزِيدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأَمْ سَلَمَةَ
أَنَّهُمْ احْتَجَمُوا صَيَاماً. وَقَالَ يَكْتَبُرُ عَنْ أَمْ
عَلْقَمَةَ: كُنَّا نَخْجُمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا
تَنْهَى. وَيَرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدِ
مَرْفُوعًا . قَالَ: ((أَنْظِرْ الْحَاجِمَ
وَالْمَخْجُومَ)). وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا
عِنْدَ الْأَغْلَى حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ
مَطْلَهُ، قَيْلَ لَهُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ.
ثُمَّ قَالَ: أَنْتَ أَغْلَمُ.

اور شداد سے یہ حدیث صحیح ہوئی اور ابن خزیم نے بھی ایسا ہی کہا اور ابن حمین کا یہ کہنا کہ اس باب میں کچھ ثابت نہیں یہ ہت دھرمی ہے اور امام بخاری اس کے بعد عبداللہ بن عباسؓؒ کی حدیث لائے اور یہ اشارہ کیا کہ ابن عباسؓؒ کی حدیث از روئے سند قوی ہے۔ (وجیدی) تھے اور پچھنالگانہ ان ہردو مسئللوں میں سلف کا اختلاف ہے جسور کا قول یہ ہے کہ اگر قرنے خود بخود ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور جو عمداً تر کرے ٹوٹ جاتا ہے اور پچھنالگانہ میں بھی جسور کا قول یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں جاتا اب اسی پر فوٹی ہے جس حدیث میں روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری جگہ یہ بحث آری ہے۔

(۱۹۳۸) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، ان سے وصیب نے وہ ایوب سے، وہ عکرمه سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنالگویا۔

۱۹۳۸ - حَدَّثَنَا مُقْلَى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وَهُنَيْبٌ عَنْ أَيُوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخْبَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَأَخْتَجَمَ وَهُوَ صَانِمٌ)). [راجح: ۱۸۳۵]

(۱۹۳۹) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمری نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمه نے اور ان سے ابن عباسؓؒ نے نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنالگویا۔

۱۹۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو مَقْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَانِمٌ)).

لشیخ قطلانی فرماتے ہیں وہ ناسخ الحدیث انظر الحاجم والمجحوم انه جاء في بعض طرقه ان ذالك كان في حجة الوداع الخ یعنی یہ حدیث جس میں پچھنالگانے کا ذکر ہے اسی ہے یہ دوسری حدیث جس میں ہے کہ پچھنالگوانے اور لگانے والے ہردو کاروزہ ٹوٹ گیا کی مانع ہے۔ اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے اور دوسری ناخ حدیث کا تعلق جمۃ الوداع سے ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا المذا امر ثابت اب یہی ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ روزہ کی حالت میں پچھنالگانہ جائز ہے۔

(۱۹۴۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا، انہوں نے انس بن مالکؓؒ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنالگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شباب نے یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے عهد میں (کرتے تھے)

۱۹۴۰ - حَدَّثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِيهِ إِيَّاسِ حَدَّثَنَا شَعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابَتًا الْبَنَانِيَّ يَسْأَلُ أَنْسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَكْتَمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّانِمِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ أَجْلِ الْضَّعْفِ)) وَرَأَدَ شَبَابَةً: ((حَدَّثَنَا شَعْبَةُ: عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ)).

باب سفر میں روزہ رکھنا
اور افطار کرنا

۳۳ - بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ
وَالإِفْطَارِ

(۱۹۳۱) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے غفاری بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے ابو سحاق سلیمان شیبانی نے، انہوں نے عبد اللہ بن ابی اوفی بن عثیر سے سنا کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے (روزہ کی حالت میں) آنحضرت ﷺ نے ایک صاحب (بلال) سے فرمایا کہ اتر کر میرے لیے ستونگول لے، انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے، آپ نے پھر فرمایا کہ اتر کر ستونگول لے! اب کی مرتبہ بھی انہوں نے وہی عرض کی یا رسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے، لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اتر کر میرے لئے ستونگول لے، پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو اظہار کر لیتا چاہئے۔ اس کی متابعت جریر اور ابو مکبر بن عیاش نے شیبانی کے واسطے سے کی ہے اور ان سے ابو اوفی بن عثیر نے کہا کہ میں رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھا۔

۱۹۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفِيَّاً عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ أَبْنَ أَبِيهِ أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَتَبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ لِرَجُلٍ: (إِنَّنِي فَاجْدَحُ لِي) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسَ، قَالَ: ((إِنَّنِي فَاجْدَحُ لِي)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسَ، قَالَ: ((إِنَّنِي فَاجْدَحُ لِي)) قَالَ: فَاجْدَحْ لِي)، فَنَزَلَ فَاجْدَحَ لَهُ فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَيَ بِيَدِهِ هَا هَنَا ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُ الْلَّيلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هَنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). قَاتِلَةُ جَرِيرٍ وَأَبُوبَكْرٍ بْنَ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَوْفَى قَالَ: ((كَتَبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ)).

[اطرافہ فی : ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸]

۵۲۹۷.

تَشْبِيهُ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ روزہ کھولتے وقت اس دعا کا پڑھنا سنت ہے اللهم لک صمت و علی رزقك افطرت **تَشْبِيهُ** یعنی یا اللہ امیں نے یہ روزہ تیری رضا کے لئے رکھا تھا اور اب تیرے ہی رزق پر اسے کھولا ہے۔ اس کے بعد یہ کلمات پڑھے ذہب الظما و ابیلت العروق و بت الاجر ان شاء اللہ یعنی اللہ کا شکر ہے کہ روزہ کھولنے سے پیاس دور ہو گئی اور رگس سیراب ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اس کے پاس اس کا ثواب عظیم لکھا گیا۔ حدیث للصائم فرحتان الخ یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں پر حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں پہلی خوشی طبعی ہے کہ رمضان کے روزہ اظہار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی وہ مل جاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اس واسطے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار جبار جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قبل ہو جاتا ہے۔ جس طرح نماز کے سبب سے جگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ (مجۃ اللہ البالۃ)

۱۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدًا حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ :

((أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرُو الْأَسْنَمِيَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ)). حَوْلَ

[اطرفہ فی : ۱۹۴۳].

(۱۹۳۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے بھی تقان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باب عروہ نے بیان کیا، ان سے عائشہ ہبیشی نے کہ حمزہ بن عمرو اسلی بن عثیر نے عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

١٩٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرُو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ : أَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ - وَكَانَ كَيْفَيْرُ الصَّيَامِ - فَقَالَ : (إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطُرْ). [راجح: ١٩٤٢]

لشيخ اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کما سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہو گا پھر تقاضا کرنا چاہئے اور جسور علماء جیسے امام مالک اور شافعی اور ابو حیفہ رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمارے امام احمد بن حبیل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ بعض نے کما دنوں برابر ہیں روزہ رکھے یا اظہار کرے، بعض نے کما جو زیادہ آسان ہو وی افضل ہے (وجیدی) حافظ ابن حجر نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ حمزہ بن عمرو بن بشیر نے نفل روزوں کے بارے میں نہیں بلکہ رمضان شریف کے فرض روزوں کے ہی بارے دریافت کیا تھا فصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رخصة من الله فمن اخذ بها فحسن و من احب ان يصوم فلا جناح عليه (فتح الباری) یعنی آنحضرت ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ یہ ال ﷺ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قول کرے پس وہ بہتر ہے اور جو روزہ رکھنا ہی پسند کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت علامہ رضا شیرازی فرماتے ہیں کہ لفظ رخصت واجب ہی کے مقابلہ پر بولا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ابو داؤد اور حاکم کی روایت میں موجود ہے کہ اس نے کما تھا میں سفر میں رہتا ہوں اور ماہ رمضان حالت سفری میں میرے سامنے آ جاتا ہے اس سوال کے جواب میں ایسا فرمایا جو نہ کور ہوا۔

بَابُ إِذَا صَامَ أَيَامًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ كُلِّ رُوزَةٍ رَكِّهَ كَوْنَى سُفْرَ كَرَرَے

(١٩٤٣) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچتے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ نے بھی آپ کو دیکھ کر روزہ چھوڑ دیا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رضا شیرازی نے کہا کہ عفان اور قدید کے درمیان کدید ایک تالاب ہے۔

٤- بَابُ إِذَا صَامَ أَيَامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

١٩٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ عَيْنِدِ اللَّهِ بْنِ عَنْدَ اللَّهِ بْنِ عَبْنَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَعَنَّا، حَتَّى بَلَغَ الْكُدُنْدِيَّةَ أَفْطَرَ، فَأَفْطَرَ النَّاسُ). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَالْكُدُنْدِيَّ مَاءٌ بَيْنَ غَسْقَانَ وَقَدِينَ.

[اطرافہ فی : ۱۹۴۸، ۲۹۵۳، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹۔]

لئینہج امام بخاری نے یہ باب لاکر اس روایت کا ضعف بیان کیا جو حضرت علی بن ابی ذئب سے مردی ہے کہ جب کسی شخص پر رمضان کا قول مطلق ہے (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُؤْمِنًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعَدَهُ مِنْ أَيَّامِ أُخْرَى) (البقرة: ۱۸۲) اور ابن عباس بیان کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت **لئینہج** نے کہ دیر میں پنج کر پھر روزہ نہیں کر سکتا، جمورو علماء اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اقامت میں روزہ کی نیت کر لے پھر دن کو کسی وقت سفر میں لٹکے تو اس کو روزہ کھول ڈالا تادرست ہے یا پورا کرنا چاہئے اس میں اختلاف ہے مگر ہمارے امام احمد بن حبیل اور احراق بن راہب یہ روزہ اظہار کرنے کو درست جانتے ہیں اور منی نے اس کے لئے اس حدیث سے جدت لی حالانکہ اس حدیث میں اس کی کوئی جدت نہیں کیوں کہ کیدید میسے سے کئی منزل پر ہے (ویدی)

۱۹۴۵ - حدَّثَنَا عبدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ
حدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَاهِرٍ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عَبْيَدِ
اللهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرَذَاءِ عَنْ أَبِيهِ الدَّرَذَاءِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَنَا مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍ حَتَّى
يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ
الْحَرَّ وَمَا فِينَا صَائِمٌ، إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ
ﷺ وَابْنِ زَوْاحَةَ)).

معلوم ہوا کہ اگر شروع سفر رمضان میں کوئی مسافر روزہ بھی رکھ لے اور آگے چل کر اس کو تکلیف معلوم ہو تو وہ بلا تردود روزہ رک کر سکتا ہے۔

بابُ نَبِيِّ كَرِيمٍ لِشَيْءٍ كَافِرَ مَا تَأْسَى اس شخص کے لیے جس پر شدت گرمی کی وجہ سے سایہ کر دیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے

(۱۹۳۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن النصاری نے بیان کیا، کہا کہ میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی بیان سے سن اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر

**۲۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ
ظَلَّلَ عَلَيْهِ وَأَشَدَّ الْحَرَّ :**
(لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)

۱۹۴۶ - حدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ:
سَمِعْتُ مُحَمَّدًا بْنَ عَمْرُو بْنَ الْحَسَنِ بْنَ
عَلِيٍّ عَنْ جَاهِرٍ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

رکھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں ہے۔

فَرَأَىٰ رِحْمَةً وَرَجُلًا قَدْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبَرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)).

تَسْبِيحٌ اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی جو سفر میں افطار ضروری سمجھتے ہیں۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جب سفر میں روزے سے تکفیل ہوتی ہو اس صورت میں تبالاق افطار افضل ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (سفر میں) روزہ رکھتے یا نہ رکھتے وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کیا کرتے تھے
(۷) ۱۹۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک بن شریٹ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزہ دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ سفر میں کوئی روزہ نہ رکھ کر تو رکھنے والوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس پر زبان طعن دراز کریں۔ وہ شرعی رخصت پر عمل کر رہا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں دے اسے شرعی رخصت سے روک سکے اور ہر شرعی رخصت کے لئے یہ بطور اصول کے ہے۔

باب سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کرؤالنا

(۱۹۳۸) ہم سے موسی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے، ان سے منصور نے، ان سے مجہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ فتح میں) مدینہ سے مکہ کے لئے سفر شروع کیا تو آپ روزے سے تھے، جب آپ عسقلان پہنچے تو پانی منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ سے (منہ تک) اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا میں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا۔ اس لئے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ

۳۷ - بَابُ لَمْ يَعْبُدْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ

بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالإِفْطَارِ

۱۹۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ حَمِيدِ الطَّوَّابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَعْبُدْ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ)).

۳۸ - بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

۱۹۴۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤِسٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عَسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِيهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِيمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ أَبْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ

الظرف۔) [راجع: ۱۹۴۴]

یہ اصحاب فتویٰ و تیادت کے لئے ہے کہ ان کا عمل دیکھ کر لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے اور پھر وہ بھی اس کے مطابق عمل کریں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے دکھایا۔ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا یہ خود مسافر کے اپنے حالات پر موقف ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہر دو عمل کے لئے اسے مقابر بنایا ہے، طاؤس بن کیمان فارسی الاصل خوانی ہدایتی ہمایانی ہیں۔ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے زہری جیسے اجلہ روایت کرتے ہیں۔ علم و عمل میں بہت اونچے تھے، کہ شریف میں ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وَا عَلَيْهِ

باب سورۃ البقرہ کی اس آیت کا بیان (﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ الایة یطیقونہ)]

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کو اس کے بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا جو یہ ہے ”رمضان ہی وہ مسینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے لئے ہدایت بن کر اور راہ یابی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے روشن دلائل کے ساتھ! پس جو شخص بھی تم میں سے اس مسینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو اس کو چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم احسان مانو، ابن نیر نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مروہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی لیلی نے بیان کیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ نے بیان کیا کہ رمضان میں (جب روزے کا حکم) نازل ہوا تو بت سے لوگوں پر بڑا دشوار گزرا، چنانچہ بت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے انہوں نے روزے چھوڑ دیئے حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی، بتات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت بھی دے دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ہر روزہ کے بدے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ پھر اس اجازت کو دوسرا آیت و ان تصووما الخ یعنی ”تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو“ نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

۳۹ - بَابُ ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ [البقرة: ۱۸۴] فِدْيَةٌ

قالَ أَنْهُ عُمَرُ وَسَلَمَةُ بْنُ الأَكْنَوِعِ
نَسْخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ
الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى
وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
فَلَيَصُمِّمْهُ، وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ
لِعِدَةٍ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَ، يُؤْنِذُ اللَّهُ بِكُمُ الْيَسْرَ
وَلَا يُؤْنِذُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَكُمُ الْعِدَةُ
وَلَا يُؤْنِذُوا اللَّهُ عَلَى مَا هَذَا كُمُ، وَلَا يُلْعَنُمُ
تَشْكِرُونَ﴾ [البقرة : ۱۸۵].

وَقَالَ أَنْهُ نُعْمَرُ حَذَّنَا الْأَغْمَشُ حَذَّنَا
عُمَرُ وَبْنُ مُرْءَةَ حَذَّنَا أَنْهُ أَبِي أَنَّى حَذَّنَا
أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ ((نَزَّلَ رَمَضَانَ فَشَقَّ
عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْقَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِنَةً
تَرَكَ الصَّوْمَ مِمْنَ يُطِيقُهُ، وَرُخْضَ لَهُمْ فِي
ذَلِكَ، فَنَسْخَتْهَا ﴿وَإِنْ تَصُومُوا خَيْرٌ
لَكُمْ﴾ فَأَمِرُوا بِالصَّوْمِ)).

(۱۹۷۹) ہم سے عیاش نے بیان کیا، ان سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے مافع نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکور بالا) (فدية طعام مسکین) پڑھی اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔

۱۹۴۹ - حَدَّثَنَا عَيْشَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عَيْنِدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَوْمًا ((فِدْيَةُ طَعَامٍ
مَسَاكِينٍ)) قَالَ: هِيَ مَنْسُوَخَةٌ.

[طرفة فی : ۴۵۰۶].

لشیخ پورا ترجمہ آیت کا یوں ہے ”اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن روزہ رکنا نہیں چاہتے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں پھر جو شخص خوشی سے زیادہ آدمیوں کو کھلانے اور اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کو دین کی پچی راہ سمجھاتا ہے اور اس میں کھلی کھلی ہدایت کی باشی اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی دلیل موجود ہیں، پھر اے رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں یہ گفتگی پوری کرے، اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر صحیح رکنا نہیں چاہتا اور اس حکم کی غرض یہ ہے کہ تم گفتگی پوری کر لواہر اللہ نے جو تم کو دین کی پچی راہ تبلیغی اس کے شکریہ میں اس کی بڑائی کرو اور اس لیے کہ تم اس کا احسان مانو۔“ شروع اسلام میں ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يَطْقُنُونَ﴾ (آل عمرہ: ۱۸۲) اتنا تھا اور مقدور والے لوگوں کو اختیار تھا وہ روزہ رکھنے خواہ فدیہ دیں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور صحیح جسم مقیم پر روزہ رکھنا ﴿لَمْنَ شَهِيدٌ مِنْكُمُ الشَّهَرُ﴾ (آل عمرہ: ۱۸۵) سے واجب ہو گیا۔ (وحیدی) بعض نے کہا ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يَطْقُنُونَ﴾ کے معنی یہ ہیں جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے گو مقیم اور تکرست ہیں مثلاً ضعیف بوڑھے لوگ تو وہ ہر روزے کے بدل ایک مسکین کو کھانا کھائیں اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہ ہو گی اور تفصیل اس مسئلہ کی تفیریوں میں ہے (وحیدی)

باب رمضان کے قضاروزے کب رکھے جائیں۔

۴- بَابُ مَتَى يُقضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ؟

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان کو متفرق دنوں میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف یہ ہے کہ ”گفتگی پوری کرلو دوسرے دنوں میں“

وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَفْرَقَ، لِقَوْلِ
اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [آل عمرہ:
۱۸۵].

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسْبِبِ لِي صَوْمِ
الْعَشِيرِ: لَا يَصْنِعُ حَتَّى يَنْدَا بِرَمَضَانَ.
وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِذَا فَرَطَ حَتَّى جَاءَ
رَمَضَانَ آخَرُ يَصُومُهُمَا، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ
طَعَاماً. وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلَةً،
وَعَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يَطْعَمُ، وَلَمْ يَذْكُرْ اللَّهُ
الإِطْقَامَ، إِنَّمَا قَالَ: ﴿فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامٍ

اور سعید بن مسیب نے کہا کہ (ذی الحجہ کے) دس روزے اس شخص کے لیے جس پر رمضان کے روزے واجب ہوں (اور ان کی قضاء بھی تک نہ کی ہو) رکھنے بہتر نہیں ہیں بلکہ رمضان کی قضاء پلے کرنی چاہئے اور ابراہیم نجحی نے کہا کہ اگر کسی نے کوتاہی کی (رمضان کی قضائیں) اور دوسرا رمضان بھی آگیا تو دونوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مرسل ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق ہے کہ وہ (مسکینوں) کو کھانا بھی کھلانے۔ اللہ

تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا (قرآن میں) ذکر نہیں کیا بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرا روز میں گفتگو پوری کی جائے۔ اخیر ۷۔

(۱۹۵۰) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہ ماں کے ہم سے زہر نے بیان کیا، ان سے مجھی بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتیں کہ رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔ شعبان سے پہلے اس کی قضا کی توفیق نہ ہوتی۔ مجھی نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھا۔

۱۹۵۰۔ حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَهْرَى حَدَّثَنَا يَحْتَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((كَانَ يَكُونُ عَلَى الصَّوْمَ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْنَطَيْتُ أَنْ أَفْتَنَى إِلَّا فِي شَعْبَانَ)) قَالَ يَحْتَى : الشَّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ بِالنَّبِيِّ ﷺ

لتبیح بیان جو قول ابراہیم نجحی کا اور پر نذر ہوا ہے اس کو سعید بن منصور نے دصل کیا اسکر جائزہ معتبر صحابہؓ میں سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی قضاۓ رکھی میں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو وہ قضا بھی رکھے اور ہر روزے کے بدله فدیہ بھی دے۔ حضرت امام ابو حیفہؓ نے جسور کے خلاف ابراہیم نجحی کے قول پر عمل کیا ہے اور فدیہ دینا ضروری نہیں رکھا، ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ اگر رمضان کی قضاۓ رکھے اور دوسرا رمضان آن پہچا تو دوسرا رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کے بدله فدیہ دے اور روزہ رکھنا ضروری نہیں، اس کو عبد الرزاق اور ابن منذر نے نکالا۔ مجھی بن سعید نے کہا حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف مروی ہے اور قادہ سے یہ منقول ہے کہ جس نے رمضان کی قضاۓ اظمار کر ڈالا تو وہ ایک روزہ کے بدله دو روزے رکھے۔ اب جسور علماء کے نزدیک رمضان کی قضاۓ پے در پے رکھنا ضروری نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے یعنی متفرق طور سے اور ابن منذر نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ پے در پے رکھنا واجب ہے، بعض اہل ظاهر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ آیت اتری تھی۔ (فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامِ الْحِرَمَاتِ) این ابی کعب کی بھی قرات یوں ہی ہے۔ (وحیدی) مگر اب قرات مشورہ میں یہ لفظ نہیں ہیں اور اب اسی قرات کو ترجیح حاصل ہے۔

۱۴۔ بَابُ الْحَاضِنَ تَرْكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

اور نہ روزے رکھے

اور ابوالزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے ان ہی میں سے ایک یہ حکم بھی ہے کہ حاضرہ روزے تو قضا کر لے لیکن نماز کی قضاۓ کرے

وَقَالَ أَبُو الزَّنَادِ : إِنَّ السُّنْنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَائِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَلَا يَحِدُّ الْمُسْلِمُونَ بُدُّا مِنْ اتَّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَاضِنَ تَفْضِي الصَّيَامَ وَلَا تَفْضِي الصَّلَاةَ

من پاک ہونے پر اس نہ روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے مگر نماز کی نہیں)

۱۹۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا

(۱۹۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر

مَحْمُدٌ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي زَيْدٌ عَنْ عَيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَئِنَّ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصْلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ فَذَلِكَ نُفَصَانٌ دِينُهَا)).

نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض نے اور ان سے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا جب عورت حاضر ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ کیا اس کے دین کا نقصان ہے۔

[راجح: ۳۰۴]

مقصد یہ ہے کہ معیار صداقت ہماری ناقص عقل نہیں بلکہ فرمان رسالت ہے۔ خواہ وہ ظاہر عقل کے خلاف بھی نظر آئے مگر حق و صداقت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمادیا۔ اسی کو مقدم رکھنا اور عقل ناقص کو چھوڑ دینا ایمان کا تقاضا ہے ابو زند کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

باب اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں اور حسن بصریؓ نے کہا کہ اگر اسکی طرف سے (رمضان کے تیس روزوں کے بدله میں) تیس آدمی ایک دن روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

(۱۹۵۲) ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا، کہا تم سے محمد بن موکی ابن اعین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حراثت نے، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے، ان سے محمد بن جعفر نے کہا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کا اولی اس کی طرف سے روزے رکھ دے، موی کے ساتھ ایک حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور سیجی بن ایوب نے بھی ابن ابی جعفر سے۔

لشیخ اہل حدیث کا نہ بہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا اولی اسکی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، امام شافعی سے یہی نے بہ سند صحیح روایت کیا کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو، امام مالک اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (وحیدی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؓ مرنے والے کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو بعد ہیں ایک سیت کے اعتبار سے کیونکہ بست سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہیں ان کو اس بات کا اور اک رہتا ہے کہ

عبدات میں سے کوئی عبادت جوان پر فرض تھی اور اس کے ترک کرنے سے ان سے موافقة کیا جائے گا اس سے فوت ہو گئی ہے، اس لئے وہ نہیں رنج و الم کی حالت میں رہتے ہیں اور اس سبب سے ان پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت میں ان پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اس میت کا قربی ہے اس کا سامنہ کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ میں یہ عمل اسکی طرف سے کرتا ہوں اس شخص کے قرائی کو مغایدہ ثابت ہوتا ہے یادہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اسی کام کے کرتا ہے اور ایسا یہ اگر ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کئے مر گیا تو اسکے وارث کو اسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہئے۔ (بجہ اللہ بالآخر)

(۱۹۵۳) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا تم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا تم سے امش نے، ان سے مسلم طین نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس نے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری مال کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمے ایک مینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے تقاضا رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ سلیمان امش نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کما جب مسلم طین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس نے سے بیان کرتے تھے۔ ابو خالد سے روایت ہے کہ امش نے بیان کیا ان سے حکم، مسلم طین اور سلمہ بن کمیل نے، ان سے سعید بن جبیر، عطاء اور مجہد نے ابن عباس نے سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری "بن" کا انتقال ہو گیا ہے پھر یہی قصہ بیان کیا، سچی اور سعید اور ابو معاویہ نے کہا، ان سے امش نے بیان کیا، ان سے مسلم نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابن عباس نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری مال کا انتقال ہو گیا ہے اور عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے زید ابن ابی انس نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری مال کا انتقال

۱۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَيْنُ الدِّينُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ الْبَطْرِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبِيرٍ عَنْ أَنْبِيَاءِ عَبَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَنُومٌ شَهْرٌ أَفَأَفْضِلُهُ عَنْهَا؟)) قَالَ : ((نَعَمْ)) قَالَ : ((لَذِينَ الَّذِي أَحَقُّ أَنْ يَفْضُلَ)) قَالَ سَلِيمَانٌ : فَقَالَ الْحُكْمُ وَسَلَمَةُ وَتَخْنُونُ حَمِيقًا جَلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ أَنَا مَوْلَانَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنْ أَنْبِيَاءِ عَبَاسٍ، وَيَذْكُرُ عَنْ أَنْبِيَاءِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْحُكْمِ وَسَلَمَةِ الْبَطْرِينِ وَسَلَمَةَ بْنِ كَهْيَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبِيرٍ وَعَطَاءِ وَمَجَاهِدِ عَنْ أَنْبِيَاءِ عَبَاسٍ : ((قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنِّي أُمِّي مَاتَتْ)). وَقَالَ يَهْتَنِي وَأَبُو مَعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَنْبِيَاءِ عَبَاسٍ : ((قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنِّي أُمِّي مَاتَتْ)). وَقَالَ عَيْنِيَ اللَّهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي لَئِنْسَةِ عَنِ الْحُكْمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبِيرٍ عَنْ أَنْبِيَاءِ عَبَاسٍ

ہو گیا ہے اور ان پر نذر کا ایک روزہ واجب تھا اور ابو حیرہ عبد اللہ بن حسین نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس مجھے نے کہ ایک خاتون نے نبی کرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔

عَبَّاسٌ: ((قَالَتْ اِنْفَرَأَةٌ لِّلَّهِي: إِنْ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ)). وَقَالَ أَبُو حَيْرَةَ حَدَّثَنَا عَكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ((قَالَتْ اِنْفَرَأَةٌ لِّلَّهِي: مَاتَتْ اُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ شَهْرٍ يَوْمًا)).

لِشَجَرَةِ ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں، کوئی کہتا ہے پوچھنے والا مرد تھا، کوئی کہتا ہے عورت نے پوچھا تھا، کوئی ایک میسے کے کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے کوئی نذر کا روزہ کہتا ہے۔ اسی لیے نذر کا روزہ امام احمد اور یلیث نے میت کی طرف سے رکھنا درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں رکھا (جبکہ یہ قول صحیح نہیں۔ میت کی طرف سے بلی روزے رکھنے ضروری ہیں) میں کہتا ہوں ان اختلافات سے حدیث میں کوئی تقصی نہیں آتا۔ جب اس کے راوی لئے ہیں ممکن ہے یہ مختلف واقعات ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (وجیدی)

باب روزہ کس وقت اظفار کرے؟

اور جب سورج کا گردہ ڈوب گیا تو ابو سعید خدري رحمۃ اللہ علیہ نے روزہ اظفار کر لیا (اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن الیثیب نے وصل کیا ہے) (۱۹۵۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے بچپن سے نا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن عمربن خطاب سے نا، ان سے ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب رات اس طرف (شرق) سے آئے اور ان اوہر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے اظفار کا وقت آگیا۔

۴۳ - بَابُ مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدُ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ ۖ ۱۹۵۴ - حَدَّثَنَا الْحَمْيَدِيُّ حَدَّثَنَا سَفِيَّانَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَزْرَةَ قَالَ: سَيْفَتْ أَبِي يَقُولُ سَيْفَتْ عَاصِمٌ بْنُ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: ((إِذَا أَتَبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَذَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارَ مِنْ هَذَا هُنَّا، وَغَرَّتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمِ)).

لِشَجَرَةِ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ جو سیال بھی سند میں آئے ہیں یہ ماه شعبان میں کوفہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ امام عالم، زاہد، پرہیزگار تھے، ان پر جملہ محدثین کا اعتماد تھا۔ جن کا متفقہ قول ہے کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو مجاز کا علم ناپود ہو جاتا۔ ۱۹۸۸ء میں یک رجب کو کہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا اور جوں میں دفن کئے گئے انہوں نے سترج کئے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (آمن)

(۱۹۵۵) ہم سے اسحاق و اسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شبانی نے، ان سے عبداللہ بن الی اولی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوہ فتح جور رمضان میں ہوا) سفر میں تھے اور آخر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے تھے، جب سورج فروپھا ہو

خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُونَّى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَّتِ

گیا تو آپ نے ایک صحابی (بلال بن شوہر) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے انھوں کے ستون گھول، انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور تمہرے۔ آپ نے فرمایا، اتر کر ہمارے لئے ستون گھول، اس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور تمہرے آنحضرت مسیح علیہ السلام نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستون گھول لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آنحضرت مسیح علیہ السلام نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستون گھول چنانچہ اترے اور ستون ہوں نے گھول دیا اور رسول اللہ مسیح علیہ السلام نے پیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔

الشمس فَالَّذِي يَعْصِي الْقَوْمَ : ((يَا فُلَانْ قُمْ فَاجْدَخْ لَنَا))، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَنَا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا))، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ لَلَّوْ أَمْسَيْتَنَا قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا))، فَقَالَ: إِنْ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا)). فَنَزَلَ فَجَدَخَ لَهُمْ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ هَذِهِنَّمَ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الظَّلَلَ قَذْ أَقْلَى مِنْ هَا هَنَا لَفَدْ أَنْطَرَ الصَّابِيمَ)). [راجح: ۱۹۴۱]

لَشَيْخُ مُحَمَّد مخالف حضرت بلالؓ تھے جن کا خیال تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے، حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا۔ برعکس خیال کے سورج باقی ہے کہا۔ کیونکہ عرب میں پہاڑوں کی کثرت ہے اور ایسے علاقوں میں غروب کے بعد بھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ جب بھی غروب کا تین ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہئے تا خیر کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس حدیث سے اطمینان خیال کی بھی آزادی ثابت ہوئی اگرچہ وہ خیال درست بھی نہ ہو۔ مگر ہر شخص کو حق ہے کہ اپنا خیال ظاہر کرے، بعد میں وہ خیال غلط ثابت ہو تو اس پر اس کا تسلیم حق کرنا بھی ضروری ہے۔

٤- بَابُ يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ بِالْسَّمَاءِ وَغَيْرِهِ

(۱۹۵۶) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبلانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، آپؑ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپؑ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستون گھول، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تھوڑی دیر اور تمہریے، آپؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتر کر ہمارے لئے ستون گھول انہوں نے پھر کہی کہا کہ یا رسول اللہ! ابھی تو دن باقی ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اتر کر ستون ہمارے لیے گھول، چنانچہ انہوں نے اتر کر ستون گھولا۔ آنحضرت مسیح علیہ السلام

۱۹۵۶ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سِرْتُنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ هَذِهِ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَنَا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا)), قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: ((أَنْزِلْ فَاجْدَخْ لَنَا))، فَنَزَلَ فَجَدَخَ، ثُمَّ قَالَ:

((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هَنَا فَقَدْ
نَّهَىٰ بَهْرَفِيلَا كَجَبْ تَمْ دِيكْهُوكَ رَاتْ كِيْ تَارِكِيْ اَدْهَرْ سَآَگِيْ تُورَوزْ
أَفْطَرْ الصَّائِمُ. وَأَشَارَ يَا صَبَعِهِ قِيلَ
دَارْ كُوْرُوزْهَ اَفْظَارْ كَرْلِينَا چَاهِيْ، آپْ نَے اپِنِيْ انْگَلِيْ سَمْرَقْ كِيْ طَرَفْ
الْمَسْتَرِقِ)). [راجع: ۱۹۴۱]

حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ ستونپانی میں گھولے گئے تھے اور اس وقت یہی حاضر تھا تو پانی وغیرہ ماحضر سے روزہ کھولنا شایستہ ہوا۔ ترمذی نے مرفوعاً نکلا کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے۔ (وحیدی)
حضرت مسدد بن مسید امام بخاری کے جلیل القدر اساتذہ میں سے ہیں اور جامع الصحیح میں ان سے بکثرت روایات ہیں۔ یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ حماد بن زید اور ابو عوانہ وغیرہ سے حدیث کی ساعت فرمائی۔ ان سے امام بخاری رحلتیہ کے علاوہ اور بھی بست سے محدثین نے روایت کی ہے۔ حماد بن زید میں انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (آمین)

الحمد للہ پارہ نمبرے کمل ہوا۔



لِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آٹھواں پارہ

باب روزہ کھولنے میں جلدی کرنا

(۱۹۵۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خردی، انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے، انہیں سل بن سعد بن عثیم نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

لئے گئے لیکن وقت ہو جانے کے بعد پھر افطار میں دیر نہ کرنا چاہئے۔ ابو داؤد نے ابو ہریرہ بن عبید سے نکلا یہود اور نصاریٰ دیر کرتے ہیں، حاکم کی روایت میں ہے کہ میری امت بھیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک روزہ کے افطار میں تارے نکلنے کا انتظار نہ کرے گی۔ ابن عبدالبر نے کما روزہ جلد افطار کرنے اور سحری دیر میں کھانے کی حدیثیں صحیح اور متواتر ہیں۔ عبد الرزاق نے نکلا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے روزہ جلدی کھولنے اور سحری کھانے میں لوگوں سے دیر کرتے۔ مگر ہمارے زمانے میں عموماً لوگ روزہ تو دیر سے کھولتے ہیں اور سحری جلدی کھاتی ہیں اسی وجہ سے ان پر بیانی آرہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمانا درست تھا۔ جب سے مسلمانوں نے سنت پر چنانچہ حکم دیا روز بروز ان کا تزالی ہوتا گیا۔ (وجیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:- قال ابن عبدالبر احادیث تعجیل الافطار و تاخیر السحور صحاح متواترة و عند عبد الرزاق وغيره باسناد صحيح عن عمرو بن میمون الا زدی قال كان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم اسرع الناس افطارا و ابطاعهم سحورا (فتح الباری)، لیکن روزہ کھولنے کے متعلق احادیث صحیح متواتر ہیں۔ وافق العلماء على أن محل ذالك اذا تحقق غروب الشمس بالروية او باخبر عبد لہ بن و کذا اعدل واحد في الارجح قال ابن دقیق العبد في هذا الحديث رد على الشیعۃ في تاخیرهم الى ظهور النجموم (فتح الیمنی علماً کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پخت طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہ دیں، دونہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔ اس حدیث میں شیعہ پر رد ہے جو روزہ کھولنے کے لیے تاروں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں جو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے اپنی سخت ترین نارا نگی کا اعلیار فرمایا ہے۔

(۱۹۵۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیابی نے اور ان سے ابن الی

۴۵ - بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

۱۹۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (لَا يَزَالُ النَّاسُ يَخْيِرُ مَا عَجَلُوا الْفِطَرَ).

اویٰ بن شریعت نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپؐ روزے سے تھے، جب شام ہوئی تو آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ (اوٹ سے) اتر کر میرے لیے ستو گھول۔ اس نے کہا! حضور اگر شام ہونے کا کچھ اور انتظار فرمائیں تو بہتر ہو۔ آپؐ نے فرمایا، اتر کر میرے لیے ستو گھول (وقت ہو گیا ہے) جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اور مشرق سے آگئی تو روزہ دار کے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔

اویٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((كَنْتُ مَعَ النَّبِيِّ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ حَتَّى أَنْسَى، قَالَ لِرَجُلٍ : ((إِنَّنِي لَا جَدَحَ لِي)) قَالَ : لَوِ الْأَنْتَرَتَ حَتَّى تُنسِيَ، قَالَ : ((إِنَّنِي لَا جَدَحَ لِي))، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيلَ فَذَاقْتَ مِنْ هَذَا هَذَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّابِرِ)).

[راجح: ۱۹۴۱]

لَشَرِيفِ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یا روزہ کھل گیا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ جب اظفار کا وقت آجائے تو خود بخود روزہ کھل جاتا ہے گو اظفار نہ کرے۔ ہم کہتے ہیں اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود کھل جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ ستو گھولنے کے لیے کیوں جلدی فرماتے۔ اسی طرح دوسرا حدیث میں روزہ جلدی کھولنے کی ترغیب کیوں دیتے۔ اور اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود ختم ہو جاتا تو پھر طے کے روزے سے کیوں منع فرماتے۔ یہی حدیث پیچھے اسحاق و اسطی کی سند سے بھی گذر چکی ہے۔ آپؐ نے جس کو ستو گھولنے کا حکم فرمایا تھا وہ حضرت بلاں بنی یهود تھے۔ جنوں نے روشنی دیکھ کر خیال کیا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں کسر ہے۔ اسی لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ایسا عرض کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں وہ فیہ تذکرۃ العالم بما يخشى ان یکون نسبیہ و ترك المراجعة له بعد ثلاث یعنی اس حدیث میں واقعہ ذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عالم کو ایک عالی بھی تمیں پار یاد دہلی کر اسکتا ہے اگر یہ گمان ہو کہ عالم سے بھول ہو گئی ہے، جیسا کہ حضرت بلاں نے اپنے خیال کے مطابق آنحضرت ﷺ کو تم مرتبہ یاد دہلی کرائی، مگر پونکہ حضرت بلاں کا خیال صحیح نہ تھا۔ لہذا آخر میں آنحضرت ﷺ نے ان کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ فرمایا اور انہوں نے ارشاد گرائی کی تھیں کی معلوم ہوا کہ وقت ہو جانے پر روزہ کھولنے میں پس و پیش کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔

باب ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا اس کے بعد سورج نکل آیا!

(۱۹۵۹) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماعیل بنت ابی بکر بنت اشنا نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابر تھا۔ ہم نے جب اظفار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضا کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ قضا کے سوا اور چارہ کاری کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا "مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں۔"

۶- بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ طَلَّعَتِ الشَّمْسُ

۱۹۵۹ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هَشَامِ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : ((أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَّعَتِ الشَّمْسُ، قَتَلَ لِهِشَامَ : فَأَمْرُوا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ : بَدْ مِنْ قَضَاءِ؟)) وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتَ هَشَاماً أَلَا أَذْرِي أَفْضَوْا أَمْ لَا؟).

لَبِيْحُجَّ اس پر آئندہ اربعہ کا اقتضان ہے کہ ایسی صورت میں قفالازم ہو گی اور کفارہ نہ ہو گا۔ اور اس کے سوا یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک غروب نہ ہو اسک کرے یعنی کچھ کھائے پئے نہیں۔

قطلانی نے بعض حلابیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ رات ہو گئی افطار کر لے پھر معلوم ہوا کہ دن تھا تو اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں حضرت عمر بن عثمان سے یہ منقول ہے کہ ایسی صورت میں قضا بھی نہیں ہے، اور محابیہ اور حسن سے بھی ایسا یہی منقول ہے۔ حافظ نے کہا ایک روایت امام احمد رضیہ سے بھی ایسی ہی ہے۔ اور این خزینہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور معمکی تعلیق کو عبد بن حمید نے وصل کیا۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے اور شاید پہلے ہشام کو اس میں مشک ہو پھر تعلیق ہو گیا ہو کہ انہوں نے قضا کی۔ اور ابو اسامہ بنیان کو قضا کا تعلیق ہے ان کو بعد روایت کی ہو، اس صورت میں تعارض نہ رہے گا۔ این خزینہ نے کہا ہشام نے جو قضا کرنا بیان کیا اس کی مدد ذکر نہیں کی، اس لئے میرے نزدیک قضا نہ ہونے کی ترجیح ہے اور این ابی شیبہ نے حضرت عمر سے نقل کیا کہ ہم قضا نہیں کرنے کے نہ ہم کو گناہ ہوا۔ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ قضا کرنا چاہئے۔ حافظ نے کہا حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ (وجیدی) ظاہر حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ قفالازم ہے واللہ اعلم۔

باب بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان

٤٧ - بَابُ صَوْمِ الصَّبِيَّاَنَ

جمور علماء کا یہ قول ہے کہ جب تک بچہ جوان نہ ہو اس پر روزہ واجب نہیں لیکن ایک جماعت سلف نے ان کو عادت ڈالنے کے لیے یہ حکم دیا کہ بچوں کو روزہ رکھوائیں جیسے نماز پڑھنے کے لئے ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ شافعی نے کہا سات سے لے کر دس برس تک جب عمر ہو تو ان سے روزہ رکھوائیں۔ اور اسحاق نے کہا جب بارہ برس کے ہوں، امام احمد نے کہا جب دس برس کے ہوں۔ اوزاعی نے کہا جب بچہ تین روزے متواتر رکھ سکے اور اس کو ضعف نہ ہو تو اس کو روزہ رکھائیں اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ (وجیدی)

حافظ فرماتے ہیں۔ ان الصحیح عند اهل الحديث و اهل الاصول ان الصحابی اذا قال فعلنا كذا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن جب كوي صحابي لفظ فعلنا في عداي بوله توه مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِشْوَانَ فِي
رمضان: وَيَلَكَ، وَصَبِيَّاَنَا صَيَّامٌ. فَضَرَبَهُ
نَرْمَضَانَ مِنْ بَعْدِ شَرَابٍ لِّرَكْمَىٰ ہے۔ حالانکہ ہمارے بچے تک بھی روزے سے ہیں، پھر آپ نے اس پر حد قائم کی۔

(۱۹۷۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ بن عثمان نے کہا کہ عاشورہ کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے انصار کے محلوں میں کھلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔

١٩٦٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ
الْمَقْضِيلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ
الرَّبِيعِ بِنْتِ مُؤْوِذٍ قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ
غَذَاءَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ: مَنْ
أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيَتَمَّ بَقِيَّةً يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ
صَائِمًا فَلْيَصُمِّمْ. قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدَ
وَنَصُومُ صَبِيَّاَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّغْنَةَ مِنْ

العنف۔ فِإِذَا هَكَى أَخْذُنْمُ عَلَى الظَّفَامِ ائمہؑ اسیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے اعطیناًهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الِإِفْطَارِ)۔

لشیخ کے لیے روتاؤ ہی دے دیتے، یہاں تک کہ اظہار کا وقت آ جاتا۔ اس نہ باز نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی تھی، حضرت عمرؓ نے یہ معلوم کر کے فرمایا اسے کم بجنت! تو نے یہ کیا حرکت کی ہمارے تو پچھے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپؐ نے اس کو اسی کوڑے مارے اور شام کے ملک میں جلا وطن کر دیا۔ اس کو سید بن منصور اور بخوی نے حدیثات میں نکلا ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقدمہ صرف بچوں کو روزہ رکھنے کی مشروعت بیان کرتا ہے۔ جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ پس مناسب ہے کہ بچوں کو بھی روزہ کی عادت ڈلوائی جائے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَ فِي الْحَدِيثِ حَجَةٌ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ تَعْرِيفِ الصَّيَامِ كَمَا تَقْدِيمُ لَانَ مِنْ كَانَ فِي مُثْلِ السَّنَةِ الَّذِي ذُكِرَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَهُوَ غَيْرُ مَكْلُوفٍ لِيَعْنِي اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔

**باب پے در پے ملأ کرو زہ رکھنا اور جنہوں نے یہ کماکہ
رات میں روزہ نہیں ہو سکتا۔**

۴۸- بَابُ الْوَصَالِ، وَمَنْ قَالَ لَيْسَ
فِي الظَّلَلِ صَيَامًا،

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: هُنْمَ أَتَمُوا الصَّيَامَ إِلَى
اللَّيْلِ) وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ رَحْمَةِ لَهُمْ
وَإِبْقَاءِ عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعْقُّقِ.

(ابوالعلیٰ) تابعی سے ایسا منقول ہے انہوں نے کما اللہ نے فرمایا روزہ رات تک پورا کرو (جب رات آئی تو روزہ کھل گیا۔ یہ ابن ابی شیبہ نے نکالا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا ”پھر تم روزہ رات تک پورا کرو“ نبی کریم ﷺ نے صوم وصال سے (بجمک خداوندی) منع فرمایا، امت پر رحمت اور شفقت کے خیال سے تاکہ ان کی طاقت قائم رہے۔ اور یہ کہ عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

اس حدیث کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے آخر باب میں حضرت عائشہؓ پر بھی سے وصل کیا اور ابو داؤد نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے جامت اور وصال سے منع فرمایا۔ اپنے اصحاب کی طاقت بالی رکھنے کے لئے ’طے کا روزہ رکھنا منع ہے مگر سحر تک وصال جائز ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ اب اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریکی ہے یا کراہت کے طور پر۔ بعض نے کما جبر شاق ہو تو اس پر تو حرام ہے اور جس پر شاق نہ ہو اس کے لئے جائز ہے۔ (وجیدی)

۱۹۶۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي
يَحْتَى عَنْ شَعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَنَادَةُ عَنْ
آنِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
((لَا تُوَاصِلُوا، قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ:
لَسْتَ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ، إِنِّي أَطْعَمُ وَأَسْقَى. أَوْ
إِنِّي أَيْتُ أَطْعَمُ وَأَسْقَى)).

[طرفة فی : ۷۲۴۱]

(۱۹۶۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں تفہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلا جاتا ہے۔

(۱۹۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاؤ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری بن شریٹ نے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا مسلسل (بلا سحری و اظماری) روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا کرنا چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ؟ آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تورات اس طرح گذارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

لئے جائیں ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بشیر بن خاصہ کی عورت سے نقل کیا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دو دن و رات کا متواتر روزہ رکھوں مگر میرے خاویہ بشیر نے مجھ کو اس سے منع فرمایا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول کشم شیخیہ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو فعل نصاریٰ بتلایا اور فرمایا ہے کہ اسی طرح روزہ رکھو جس طرح تم کو اللہ نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے۔ رات آنے تک روزہ رکھو رات ہونے پر فوراً روزہ افطار کرلو۔

احادیث میں آخر پت شیخیہ کے صوم وصال کا ذکر ہے یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی تقطیع کو ترجیح حاصل ہے۔ اللہ پاک مجھے کھلاتا پلاتا ہے اس سے روحاںی اکل و شراب مراد ہے۔ تفصیل مزید کے لیے اصل علم فتح الباری کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پے در پے روزہ سے منع کیا تھا، امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ عثمان نے

۱۹۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا : إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ : ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أَطْعُمُ وَأَسْقِي)). [راجع: ۱۹۲۲]

۱۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَابٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((لَا تُوَاصِلُو، فَإِنَّكُمْ إِذَا أَرَادُتُمْ أَنْ يُوَاصِلَ لَلْيَوْمَ أَصِلُّ حَتَّى السُّحْرِ))، قَالُوا : فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ : ((إِنِّي لَسْتُ كَهْيَنْتُكُمْ، إِنِّي أَبِيَتُ لِي مُطْعِمٌ يَطْعَمُنِي وَسَاقِ يَسْقِيَنِي)). [طرفہ فی: ۱۹۶۷].

۱۹۶۴ - حَدَّثَنَا عَفْشَانَ بْنُ أَبِيهِ شَيْثَةَ وَمُحَمَّدًا قَالَا : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، قَالُوا : إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ : ((إِنِّي لَسْتُ كَهْيَنْتُكُمْ، إِنِّي يَطْعَمُنِي رَبِّي

(اپنی روایت میں) "امت پر رحمت و شفقت کے خیال سے" کے عَمَانُ ((رَحْمَةٌ لَهُمْ)).

اس سے ان لوگوں نے دلیل ہے جو طے کاروزہ رکھنا حرام نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت پر شفقت کے خیال سے اس سے منع فرمایا ہے قیام الیل میں آپ چوتھی رات کو برآمد نہ ہوئے اس ذر سے کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے اور این ابی شیبہ نے باشاد صحیح عبد اللہ بن زیبر رض سے نکلا کہ وہ پدر وہ پدر وہ دن تک طے کے روزے رکھتے اور خود آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ طے کے روزے رکھے اگر حرام ہوتے تو آپ اپنے اصحاب رض کو کبھی نہ رکھنے دیتے۔ (وجیدی)

باب جو طے کے روزے بہت رکھنے کا بیان
 اس کو حضرت انس رض نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (۱۹۷۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل (کئی دن تک) سحری و افطاری کے بغیر روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر ایک آدمی نے مسلمانوں میں سے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تورات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان کو سزاد دینے کے لئے یہ کہا۔

[اطرافہ فی : ۱۹۶۶، ۶۸۵۱، ۷۲۴۲، ۷۲۹۹]

بعض روایتوں میں یوں ہے میں تو برا بر اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ کھلا پلا دنہ روزہ نہیں تھا تو زتا کیونکہ یہ بمشت کا طعام اور شراب ہے، اس کا حکم دنیا کے طعام اور شراب کا نہیں ہے ایک حدیث میں ہے سونے کا طشت لایا گیا اور میرا سیند دھویا گیا۔ حالانکہ دنیا میں سونے چاندی کے برتاؤں کا استعمال منع ہے قلع نظر اس کے صحیح روایت یہی ہے کہ میں رات کو اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلا پلا دنہ رہتا ہے۔ (وجیدی)

حاذق فرماتے ہیں ای علی صفتکم لیں ان منکوم او شرب انقطع وصالہ بل انما یطعمی رہی و یستقینی ولا تنقطع بذالک موافقی لطعامی و شرابی علی غیر لطعامکم و شرابکم صورۃ و معنی یعنی تم میں سے کوئی روزے میں کھانی لے تو اس کا وصال روزہ

۴۹ - بَابُ التَّشْكِيلِ لِمَنْ أَكْفَرَ
 الْوِصَالَ. رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
 ۱۹۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا
 شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو
 سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 عَنِ الْوِصَالِ فِي الصُّومِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ
 مِنَ الْمُسْلِمِينَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ قَالَ: ((وَإِنَّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي أَبِيَتُ
 يَطْعَمُنِي رَبِّي وَيَسْتَقِينِي)). لَلَّمَّا أَبْوَا أَن
 يَتَهَوَّأَ عَنِ الْوِصَالِ وَأَصْلَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ
 يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوَا الْهَلَالَ، فَقَالَ: ((لَوْ تَأْخُرُ
 لِزِدْتُكُمْ)). كَالْتَشْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبْوَا أَن
 يَتَهَوَّأُوا.

ٹوٹ گیا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اس سے میرا وصال نہیں نوتا۔ میرا طعام و شراب ظاہر و باطن کے لحاظ سے تمہارے طعام اور شراب سے بالکل مختلف ہے۔

(۱۹۶۶) ہم سے بھی بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالرازاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور انہوں نے ابو ہریرہ بن عثمان سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے دوبار فرمایا، تم لوگ وصال سے بچو! عرض کیا گیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ رات میں مجھے میرا رب کھلاتا اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ بچتی تم طاقت رکھتے ہو۔

۱۹۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكُمْ وَالْوِصَّالَ)) مَوْتَنِينَ. قَيلَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ فَقَالَ: ((إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَأَكْلُفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطْلِقُونَ)).

[راجع: ۱۹۶۵]

باب سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

درحقیقت یہ ٹلے کا روزہ نہیں گر جائز اس کو وصال یعنی ٹلے کا روزہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ٹلے کا روزہ یہ ہے کہ دن کی طرح ساری رات نہ کچھ کھائے نہ پئے۔ باب کے ذیل میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای جواہر و قد تقدم انه قول احمد و طائفہ من اصحاب الحديث و تقدم توجیہہ و ان من الشافعیہ من قال انه ليس بوصال حقیقت عبارت کا مفہوم اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

(۱۹۶۷) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبدالعزیز ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہادی نے، ان سے عبد اللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فمارہ تھے، صوم وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ؟ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

۱۹۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَّ أَبِيهِ حَازِمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَابٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُوَاصِلُوا، فَإِنَّكُمْ أَرَادُوا أَنْ يُوَاصِلَنَّ لَلَّهُوَاصِلُنَّ حَتَّى السُّحْرَ))، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((لَسْتُ كَهِنْتُكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِي)).

[راجع: ۱۹۶۳]

باب کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لیے قسم دی اور اس نے روزہ توڑ دیا تو توڑنے والے پر قضا واجب نہیں ہے جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو

اس سے یہ لکھتا ہے کہ اگر بلا وجہ نفلی روزہ قصد آ توڑنے والے تو اس پر قضا لازم ہو گی۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ

۱۹۶۳ - بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيهِ لِيُفْطِرَ فِي النَّطْرِ، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أُوفَّقَ لَهُ

کتنے ہیں اگر نفل روزہ توڑا لے تو اس کی قضاحت بھی ہے غدر سے توڑے یا بے غدر۔ حاتمہ اور جسوس بھی اسی کے قائل ہیں۔ خنیہ کے نزدیک ہر عال میں قضاواجب ہے اور مالکیہ کتنے ہیں کہ جب عمداً بلا غدر توڑا لے تو قضاalam ہو گی۔ امام بخاری و مسلم کا مسلک ظاہر ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱۹۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ان سے ابو الفتح عسیٰ عتبہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے اور ان سے ان کے والد (وہب بن عبد اللہ بن عثیر) نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان اور ابو الدرداءؓ پر فتنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضویؓ ابو درداءؓ پر فتنہ سے ملاقات کے لئے گئے۔ تو (ان کی عورت) ام درداءؓ کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام درداءؓ پر فتنہ نے جواب دیا کہ تم سمارے بھائی ابو الدرداءؓ پر فتنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ پھر ابو الدرداءؓ پر فتنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابو درداءؓ پر فتنہ عبادت کے لئے اٹھے اور اس مرتبہ بھی سلمانؓ نے فرمایا کہ ابھی سوجا۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضویؓ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمانؓ نے فرمایا کہ تم سمارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تم سماری یہوی کا بھی کام پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہئے۔ پھر آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے سچ کہا۔

لشیخ عبادت الہی کے متعلق کچھ غلط تصورات ادیان عالم میں پہلے ہی سے پائے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی غلط تصورات کی اصلاح کے لئے پیغمبر اعظم ﷺ کی تشریف لائے۔ ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ بھی ایسے تصورات رکھتے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت ابو درداءؓ پر فتنہ بھی تھے کہ نفس کشی بائیں طور کرنا کہ جائز حاجات بھی ترک کر کرنا، دن میں بیش رووزہ سے رہنا یعنی عبادت ہے۔ اور یہی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ حضرت سلمانؓ نے ان کے اس تصور کی ملا اصلاح فرمائی اور بتایا کہ

۱۹۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَالَ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْفَعِيلِ عَنْ عَوْنَ بْنِ أَبِي جَحِيفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ((أَخْيَ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أَمَّ الدَّرْدَاءِ مُبَدِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَانَكَ؟ قَالَتْ: أَخْوَكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ لِيَ الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَبَّعَ لَهُ طَعَاماً فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَلَمَّا فَطَّيَ صَائِمَ، قَالَ: مَا أَنَا بِأَكِيلِ حَتَّى تَأْكُلْ. قَالَ: فَأَكَلْ. فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ. ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ أَخْرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: فَمِنْ الْآنِ، لَعْنَكَ حَقَّا، وَلَنْفِسِكَ عَلَيْكَ حَقَّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقَّا، فَاغْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّةً. فَأَتَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيِّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانٌ)).

[اطرافہ فی : ۶۱۳۹]۔

ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا یہ بھی عباداتِ الٰہی میں داخل ہے۔ یہوی کے حقوق ادا کرنا جس میں اس سے جملع کرنا بھی داخل ہے۔ اور رات میں آرام کی نیند سونا اور دن میں متواتر نفل روزوں کی جگہ کھانا پینا یہ سب امور داخل عبادت ہیں۔ ان ہر دو پر گرگ صحابیوں کا جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا تو آپ نے حضرت سلمانؓ کی تائید فرمائی اور بتلایا کہ عبادتِ الٰہی کا حقیقی تصور یہی ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بلکہ حقوق النفس بھی ادا کئے جائیں۔

باب ماہ شعبان میں روزے رکھنے کا بیان

(۱۹۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رض نے خبر دی، انسیں ابوالنفر نے، انسیں ابو سلمہ نے اور ان سے عائشہ رض نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے یہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنی گے یہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھتا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

۵۲- بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

۱۹۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضِيرِ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّىٰ نَّفُولَ لَا يَفْطِرُ، وَيَفْطِرُ حَتَّىٰ نَّفُولَ لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَاماً مِنْهُ فِي شَعْبَانَ)).

[طرفاہ فی : ۱۹۷۰ ، ۶۴۶۵].

شعبان کی وجہ تسلیہ حافظ صاحب کے لفظوں میں یہ ہے لتشعیبهم فی طلب المیاه او فی الغارات بعد ان یخرج شهر رب العرام (فتح) یعنی اہل عرب اس مینے میں پانی کی تلاش میں متفرق ہو جایا کرتے تھے۔ یا ماہ رب جب کے خاتمه پر جس میں اہل عرب قتل و غارت وغیرہ سے بالکل رک جایا کرتے تھے اس ماہ میں وہ ایسے موقع کی پھر تلاش کرتے۔ اسی لئے اس ماہ کو انہوں نے شعبان سے موسم کیا۔ (۱۹۷۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے بشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رض نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ روزہ سے رہتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تحکما۔ تم خود میں آتا جاؤ گے۔ یہی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر بھیکی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے یہی پڑھتے تھے۔

۱۹۷۰ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَنَا قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنْ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: ((خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمْلُكُ حَتَّىٰ تَمْلُوا)). وَأَحَبُّ الصَّلَاةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا دُوَوَمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قُلْتَ. وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَأْوَمَ عَلَيْهَا). [راجع: ۱۹۶۹]

لَشْرِيقْ اگرچہ اور سینوں میں بھی آپ نفل روزے رکھا کرتے تھے مگر شعبان میں زیادہ روزے رکھتے کیونکہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ نائل کی روایت میں یہ مضمون موجود ہے۔ (وجیدی) واللہ اعلم۔

بَابُ نَبِيٍّ كَرِيمٍ مُّلَكِ الْجَمَلِ كَرِيمٍ اور نہ رکھنے کا بیان

۵۳- بَابُ مَا يُذْكُرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ

وَإِفْطَارِهِ

(۱۹۷۱) ہم سے مویں بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کرم ملکِ الجمال نے کبھی پورے میئے کاروزہ نہیں رکھا۔ آپ نفل روزے رکھنے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا! اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے۔ اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ! اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۱۹۷۲) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حیدر طویل نے اور انہوں نے انس بن مثہل سے نہ۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ملکِ الجمال کی میہنہ میں بے روزہ کے رہتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اس میہنہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح کسی میہنہ میں نفل روزے رکھنے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب اس میہنہ کا ایک دن بھی بے روزے کے نہیں گزرے گا۔ جو جب بھی چاہتا آنحضرت ملکِ الجمال کو رات میں نماز پڑھتے دیکھ سکتا تھا اور جب بھی چاہتا سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ سیمان نے حیدر طویل سے یوں بیان کیا کہ انہوں نے انس سے روزہ کے متعلق پوچھا تھا۔

(۱۹۷۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو خالد احرار نے خبر دی، کہا کہ ہم کو حمید نے خبر دی، کہا کہ میں نے انس بن مثہل سے نبی کرم ملکِ الجمال کے روزوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میرا دل چاہتا کہ آپ کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ کو روزے سے ہی دیکھتا۔ اور بغیر روزے کے چاہتا تو بغیر روزے سے ہی دیکھتا۔ رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا۔

۱۹۷۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِيهِ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبَّاسِ قَالَ : ((مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا قُطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُومُ حَتَّىٰ يَقُولَ الْفَاتِلُ : لَا وَاللَّهِ لَا يَفْطُرُ، وَيَفْطُرُ حَتَّىٰ يَقُولَ الْفَاتِلُ: لَا وَاللَّهِ لَا يَصُومُ)).

۱۹۷۲- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حَمِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْطُرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّىٰ نَظَنَ أَنَّ لَا يَصُومُ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّىٰ نَظَنَ أَنَّ لَا يَفْطُرُ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصْلِيًّا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حَمِيدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ .

۱۹۷۳- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ قَالَ أَخْبَرَنَا حَمِيدٌ قَالَ: سَأَلَتْ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ صَيَامِ النَّبِيِّ ﷺ لَقَالَ: ((مَا كَنْتُ أَجِبُ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ،

اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ مٹک وغیرہ کو آپ کی خوبی سے زیادہ خوبصورت پایا۔

وَلَا نَأْتُمَا إِلَّا رَأَيْنَاهُ، وَلَا مَسِنْتُ خَزَّةً وَلَا
خَرِبَّةً أَلَيْنَاهُ إِنَّمَا كَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَلَا
شَمِنْتُ مِسْكَةً وَلَا غَيْرَةً أَعْلَمَ بِرَأْيَتِهِ
إِنَّمَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ)).

[راجح: ۱۱۴۱]

مطلوب یہ ہے کہ آپ کبھی اول رات میں عبادت کرتے، کبھی بیج شب میں، کبھی آخر رات میں۔ اسی طرح آپ کا آرام فرمانا بھی مختلف تقویں میں ہوتا رہتا۔ اسی طرح آپ کا نفل روزہ بھی تھا۔ شروع اور بیج اور آخر میں میں ہر دنوں میں رکھتے۔ تو ہر شخص جو آپ کو روزہ دار یا رات کو عبادت کرتے یا سوتے دیکھنا چاہتا بلا وقت دیکھ لیتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ مسلمان ہر حال میں اپنے اللہ پاک کو یاد رکھیں۔ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیں۔

باب مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا یا تو رُؤْنُ النَّا

(۱۹۷۳) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہارون بن اسماعیل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے بھی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرو بن عاصی نے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی تمہارے ملاقتیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری یہوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا، اور داؤد رض کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا صوم داؤدی ہے۔

علوم ہوا کہ نفل روزہ سے زیادہ موجب ثواب یہ امر ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے پئے، اس کی تواضع کرنے کے خیال سے خود نفل روزہ ترک کر دے کہ مہمان کا ایک خصوصی حق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور پھر دن پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

باب روزے میں جسم کا حق

(۱۹۷۵) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزائی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے بھی بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے

٤- بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

۱۹۷۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا هَارُونَ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ: ((ذَخِلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، يَعْنِي: ((إِنَّ لِزُورِكَ عَلَيْكَ حَقًا، وَإِنَّ لِزُوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًا)). فَقُلْتَ: وَمَا صَوْمُ دَاؤُدَ؟ قَالَ: ((نَصْفُ الدَّهْرِ)). [راجح: ۱۱۳۱]

۱۹۷۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد اللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ۔ نماز بھی پڑھ اور سو بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ ہر میں میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر یہی کابدہ دس گناہ کے اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔ میں نے پوچھا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

عبداللہ بن عمر بن العاصی رضی اللہ عنہما (قالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا عبدَ اللَّهِ، أَلمْ أَخْبَرْتَ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟)) فَقَلَّتْ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًا، وَإِنَّ لَعْنَتَكَ عَلَيْكَ حَقًا، وَإِنَّ لِرُوزِكَ عَلَيْكَ حَقًا، وَإِنَّ لِلَّيْلَكَ عَلَيْكَ حَقًا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشَرَ أَمْتَالَهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامَ الدَّهْرِ كُلَّهُ. فَنَذَّرْتَ فَشَدَّدْتَ عَلَيْهِ، فَقَلَّتْ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أَجَدُ قُوَّةً، قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاؤَدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَرْدِ عَلَيْهِ)). فَقَلَّتْ: وَمَا كَانَ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاؤَدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: ((نِصْفَ الدَّهْرِ)). فَكَانَ عبدَ اللَّهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْسَيَ قَبِلتُ رَحْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ)). [راجح: ۱۱۳۱]

تَسْبِيحٌ اس حدیث میں بچھلے مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو عبادت میں زیادہ سے زیادہ انہاک کے خواہش مند ہوں ان کے لئے داؤد علیہ السلام کے روزے کو بطور مثال بیان فرمایا اور ترغیب دلائی کہ ایسے لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ صوم داؤدی کی اقداء کریں اور اس میانہ روی سے ثواب عبادت حاصل کریں۔

باب ہمیشہ روزہ رکھنا (جس کو صوم الدہر کہتے ہیں)

۵۶- بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

شافعیہ کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر دوزخ نکل ہو جائے گی یعنی وہ اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اس کو امام احمد اور ابن خزیس اور ابن حبان اور یحییٰ نے نکلا۔ بعض نے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور روزے کی تکلیف بالی نہیں رہتی۔ بعض علماء نے حدیث مذکور کو وعید کے سنتے میں سمجھا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا دوزخی ہو گا۔ فتح الباری میں ایک ایسے شخص کا ذکر بھی ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ دیکھنے والوں نے کہا کہ اگر اصحاب محمد ﷺ کا زمانہ ہوتا اور وہ اسے دیکھتے تو اسے سنگار کر دیتے کیونکہ اس نے صراحتاً فرمان نبوی کی مخالفت کی ہے۔

۱۹۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ

انسیں زہری نے، کما کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمرو بن حیثا نے کما کہ رسول اللہ ﷺ کی تکمیل میری یہ بات پہنچائی گئی کہ ”خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا۔ اور ساری رات عبادات کروں گا۔“ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، میرے مل باب آپ پر فدا ہوں ہاں میں نے یہ کہا ہے، آپ نے فرمایا لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ۔ عبادت بھی کر لیکن سوہ بھی۔ اور مینے میں تین دن کے روزے رکھا کہ نیکیوں کا بدلہ دس گناہاتا ہے۔ اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کما کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن کے لئے روزے چھوڑ دیا کر میں نے پھر کما کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن بے روزہ کے رہ کے داؤد ﷺ کا روزہ ایسا ہی تھا۔ اور روزہ کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے اب بھی وہی کما کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

عَنِ الزُّفْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو قَالَ: أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ لَا صُومَنَ النَّهَارُ وَلَا صُومَنَ اللَّيلَ مَا عَشْتَ، فَقَلَّتْ لَهُ، فَذَكَرَتْ يَأْمِي أَنْتَ وَأَمِي. قَالَ: ((إِنَّكَ لَا تَسْتَطِعُ ذَلِكَ، فَصُمِّنَ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمِّنَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةً أَيَّامٍ فِيَّنَ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدُّفْرِ)). قَلَّتْ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: ((فَصُمِّنْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)).

قَلَّتْ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: ((فَصُمِّنْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًَا، فَذَلِكَ صِيَامٌ دَاؤُدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ)). قَلَّتْ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)).

[راجح: ۱۱۳۱]

۵۷ - بَابُ حَقٌّ الْأَهْلِ فِي الصُّومِ

رَوَاهُ أَبُو جُعْنَيفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۹۷۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلَيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعَتْ عَطَاءَ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ اللَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: بَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ أَنِّي أَسْرَدْتُ الصُّومَ، وَأَصْلَى الْلَّيْلَ فَلَامَ أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيَتْهُ فَقَالَ: ((أَلَمْ تَأْخِذْ أَنْكَ تَصُومُ وَلَا

بَابُ روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق، اس کا ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ بن عثیر نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ (۱۹۷) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کما کہ ہم کا ابو عاصم نے خبر دی، انیں اہن جرتح نے، انہوں نے عطاے سے سن، انیں ابو عباس شاعر نے خبر دی۔ انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن حیثا سے سن کے نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادات کرتا ہوں۔ اب یا آنحضرت ﷺ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا خوذیں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تو متواتر روزے رکھتا ہے اور ایک بھی نہیں چھوڑتا۔ اور

(رات بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ، عبادت بھی کر اور سو بھی کیونکہ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری یہوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ عبد اللہ بن عثیم نے کما کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ برکھا کر۔ انہوں نے کما اور وہ کس طرح؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیشہ نہیں پھیرتے تھے۔ اس پر عبد اللہ بن عثیم نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پیشہ پھیر جاؤں۔ عطاۓ نے کما کہ مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا۔ (البہ انسیں اتنا یاد تھا کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو صوم دہر رکھتا ہے اس کاروزہ ہی نہیں، دو مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا)۔

تفطر، وَتَصْلَىٰ وَلَا تَنَمُّ، فَصُمُّ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًا وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًا). قال : إِنِّي لَا قُوَىٰ لِذَلِكَ. قال : ((فَصُمْ صِيَامَ دَاؤَدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)) قال : وَكَيْفَ؟ قال : ((كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيَفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَقْرُءُ إِذَا لَا قَيْمٌ)). قال : مَنْ لَمْ يَهْذِهِ، يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَطَاءً : لَا أَذْرِي، كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبْدَ، قال النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا صَامَ مِنْ صَامَ الْأَبْدَ مَرْتَبَيْنِ)). [راجع: ۱۱۲۱]

تشریح اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جنہوں نے سدا روزہ رکھنا کروہ جاتا ہے۔ ابن علی نے کما جب آنحضرت ﷺ نے سدا روزہ رکھنے والے کی نسبت یہ فرمایا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا تو اب اس کو ثواب کی کیا توقع ہے۔ بعض نے کما اس حدیث میں سدا روزہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی اظفار نہ کرے۔ اس کی کراہیت اور حرمت میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ اگر ان دنوں میں کوئی اظفار کرے اور بھلی دنوں میں روزہ رکھا کرے بشرطیکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو ظاہر ہے کہ مکروہ نہ ہو گا۔ مگر ہر حال میں بہتر ہی ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام رکھ کے یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن اخطار۔ تفصیل مزید کے لئے [فتح الباری](#) کا مطالعہ کیا جائے۔ ایک روایت میں لاصام و لاطر کے لفظ آئے ہیں کہ جس نے یہی روزہ رکھا گیا اس کو نہ روزے کا ثواب ملا نہ اس پر گناہ ہوا۔ کیونکہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کا تقصیل علوی ہو گیا۔

باب ایک دن روزہ اور ایک دن اخطار کا بیان

(۱۹۷۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مخیو نے بیان کیا کہ میں نے مجہد سے سنا اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن حیثما سے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، مسینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔ انہوں نے کما کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ ہر اب کرتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہیں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ

۵۸- بَابُ صَوْمٍ يَوْمٍ وَإِفْطَارٍ يَوْمٍ
۱۹۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْتَزٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُعِيرَةَ قَالَ: سَمِعَتْ مُحَاجِدًا عَنْ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ وَضَرِبَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَمَّ مِنَ الشَّهْرِ ذَلِكَهُ أَيْمَمٌ)) قَالَ: أَطْبَقَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ: ((صَمَّ يَوْمًا وَأَفْطَرَ يَوْمًا)) فَقَالَ: ((أَفْرَا

چھوڑ دیا کر۔ آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ مسینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔ انہوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابری کی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر پرست ملکیت نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ)، قَالَ: إِنِّي أَطِينُكَ أَكْثَرَ، فَمَا ذَالَ حَتَّى قَالَ: ((فِي ثَلَاثَةِ)).

[راجح: ۱۱۳۱]

لَشَّيْخُ امام مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک مینے میں ایک ختم قرآن کا کیا کر۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا ہیں دن میں ختم کیا کر، میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا دس دن میں ختم کیا کر۔ میں نے کہا، مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے، آپ نے فرمایا اچھا سات دن میں ختم کیا کر۔ اور اس سے زیادہ مت پڑھ۔ (یعنی سات دن سے کم میں ختم نہ کر)۔ اسی لے اکثر علماء نے سات دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ رکھا ہے۔ قسطلانی نے کہا میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کو ابوالاطاہر کہتے تھے وہ رات میں قرآن کے آٹھ ختم کیا کرتے تھا وغیرہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے یہ خلاف سنت ہے۔ عمدہ یہی ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ سمجھ کر چالیس دن میں ختم کیا جائے انتہاء یہ ہے کہ تین دن میں ختم ہو۔ اس سے کم میں جو قرآن ختم کرے گا گویا اس نے گھاس کاٹی ہے الاماشاء اللہ۔

باب حضرت داؤد عليہ السلام کا روزہ

(۱۹۷۹) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو عباس کی سے سنا، وہ شاعر تھے لیکن روایت حدیث میں ان پر کسی قسم کا اعتمام نہیں تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تو متواتر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا، اگر تو یونہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بے حد کمزور ہو جائے گا یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بلانگہ ہر روز) روزہ رکھے۔ تین دن کا (ہر مینہ میں) روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد عليہ السلام کا روزہ رکھا کر۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیچھے نہیں دکھلایا کرتے تھے۔

۱۹۷۹ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ
فَأَلَّا حَدَّثَنَا حَيْنِيُّ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ:
سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمُكْنَىَ - وَكَانَ
شَاعِرًا، وَكَانَ لَا يَنْهَا فِي حَدِيثِهِ - قَالَ:
سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِي
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ
ﷺ: ((إِنَّكَ لَصَوْمُ الدَّهْرِ وَنَفَرُوكَ الْلَّيْلَ))
فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ
هَجَّمْتَ لَهُ الْعَيْنَ وَنَفَهَتَ لَهُ النَّفْسَ، لَا
صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ
صَوْمُ الدَّهْرِ كُلُّهُ)). قُلْتُ: فَلِي أَطِينُ
أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاؤَدَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيَنْفَطِرُ
يَوْمًا، وَلَا يَنْفِرُ إِذَا لَا قَيْمَ)).

[راجح: ۱۱۳۱]

لئے شاعر مبافہ کے عادی ہوتے ہیں جو احتیاط شفاقت کے مثلف ہے، اس لئے ابو عباس کی کے متعلق یہ توضیح کی گئی کہ وہ شاعر ہونے کے باوجود انتہائی شفقت ہے اور ان کے متعلق کوئی اسلام نہ تھا، لہذا ان کی روایات سب قتل قبول ہیں۔

حافظ ابن حجر ع فرماتے ہیں۔ و نقل الترمذی عن بعض اهل العلم انه اشق الصيام و يامن مع ذالك غالباً من تقويف الحقرفي كما تقدمت الاشارة اليه فيما تقدم قربينا في حق داؤد ولا يفر اذا لاقي لان من اسباب الفرار ضعف العسد ولا شك ان سرد الصوم ينهكه و على ذالك يحمل قول ابن مسعود فيها رواه سعيد بن منصور باستناد صحيح عنه انه قيل له انك لنقل الصيام فقال اني اخاف ان يضعفني عن القراءة والقراءة احب الى من الصيام الخ لين ترمذى ع نفع سے بعض سے نقل کیا ہے کہ صائم داؤد ع اگرچہ مشکل ترین روزہ ہے مگر اس میں حقوق واجب کے فوت ہونے کا ذر نہیں جیسا کہ یقینی داؤد ع کے متعلق اشارہ گذر چکا ہے ان کی شان یہ ع کہ اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود وہ جماد میں دشمن سے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہیں تھے۔ لینی اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود ان کے جسم میں کوئی کمزوری نہ تھی۔ حالانکہ اس طرح روزے رکھنا جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ع کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ آپ نقل روزہ کم کمزور کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میں کثرت صوم سے اس قدر کمزور نہ ہو جاؤں کہ میری قراۃ کا سلسلہ رک جائے حالانکہ قرأت میرے لیے روزہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صوم داؤد ع بہترین روزہ ہے۔ جو لوگ بکفرت روزہ رکھنے کے خواہش مند ہوں ان کے لیے ان ہی کی اتباع مناسب ہے۔

(۱۹۸۰) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے اور ان سے ابو قلبہ نے کہ مجھے ابو مبلغ نے خبر دی، کہا کہ میں آپ کے والد کے ساتھ عبد اللہ بن عمرو رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسیلہ و آله و سلم کو میرے روزے کے متعلق خبر ہو گئی، (کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں) آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میں نے ایک گدہ آپ کے لیے بچا دیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسیلہ و آله و سلم زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تکیہ میرے اور آپ کے درمیان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، کیا تمارے لئے ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھا جائیے) آپ نے فرمایا، اچھا پانچ دن کے روزے (رکھ لے) میں نے عرض کی، یا رسول اللہ کچھ اور آپ نے فرمایا چلو چھ دن، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھا جائیے، مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) آپ نے فرمایا! اچھا نو دن، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کچھ اور، فرمایا، اچھا گیا رہ دن۔ آخر آپ نے فرمایا کہ داؤد ع کے روزے کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ (شریعت میں) جائز

۱۹۸۰ - حدثنا إسحاق الواسطي قال: حدثنا خالد عن خالد عن أبي قلابة قال: أخبرني أبو المليح قال: دخلت مع أبيك على عبد الله بن عمر و فحدثنا أن رسول الله ﷺ ذكر له صومي فدخل علىه، فالقيت له وسادة من أدم حشونها ليف، فجلس على الأرض وصارت الوسادة يحيى وبيته، فقال: ((أما يكفينك من كل شهر ثلاثة أيام؟)) قال: قلت: يا رسول الله.. قال: ((ستغا)). قلت: يا رسول الله.. قال: ((ستغا)). قلت: يا رسول الله.. قال: ((إندي عشرة)). ثم قال النبي ﷺ: ((لا صوم فوق صوم داؤد عليه السلام : شطر الدبر، صم يوما وأفطر يوما)). [راجع: ۱۱۳۱]

نہیں۔ یعنی زندگی کے آدھے دنوں میں ایک دن کا روزہ رکھ اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔

باب ایام بیض کے روزے
لیعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے
روزے رکھنا

(۱۹۸۱) ہم سے ابو محمر نے بیان کیا، ان سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالثیاں نے بیان کیا، کماکہ مجھ سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ بن ہاشم نے کہ میرے خلیل بن حبیب نے مجھے ہر مینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح چاہست کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے ہی میں وتر پڑھ لیا کروں۔

٦٠ - بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ الْيَمِنِ :

١٩٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرْ قَالَ حَدَّثَنَا
عَنْدَ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَاحِ قَالَ
حَدَّثَنِي أَبُو عَثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَوْصَانِي خَلِيلِي ~~كُفَّارَ~~
بِسَلَاثِ : صِيَامٌ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ،
وَرَكِعْتَنِي الصُّحْنَى، وَأُوتِرَ قَبْلَ أَنْ آتَانَمْ)).

[١١٧٨: راجع]

لیستہ جمع یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہر صینے میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ ایام یعنی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے امام احمد اور نسائی اور ابن حبان نے موئی بن طغو سے نکالا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس میں یوں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا جو بھنا ہوا خرگوش لایا تھا۔ تو بھی کھلا۔ اس نے کماں ہر صینے تین دن روزے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ روزے رکھتا ہے تو سفید دنوں میں یعنی ایام یعنی میں رکھا کر۔ نسلی کی ایک روایت میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یوں ہے ہر دس دن میں ایک روزہ رکھا کر اور تنہی نے نکلا کہ آپ ہفتہ اور اتوار اور چرخ کو روزہ رکھا کرتے اور ایک روایت میں منگل بدھ، جمrat میں ہے غرض آپ کا نقی روزہ ہمیشہ کے لیے کسی خاص دن میں میعنی نہ تھا۔ مگر ایام یعنی کے روزے مسنون ہیں۔

باب جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لیے گیا اور ان کے پیاس حاکر اس نے اپنا نقلی روزہ نہیں توڑا

(۱۹۸۲) ہم سے محمد بن شفیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے خالد نے (جو) حارث کے بیٹے ہیں (بیان کیا، ان سے حید نے اور ان سے انس بن بشیر نے کہ نبی کریم ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہما ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپؐ کی خدمت میں کھجور اور گھنی پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا، یہ گھنی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجور سبھی اس کے

٦١ - بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ
عِنْهُمْ

١٩٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَشَّى قَالَ : حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُمِّ سَلَيْمٍ فَاتَّهَ بِتَمْرٍ وَسَمَنٍ ، قَالَ : ((أَعِنْدُوكُمْ سَمَنًا فِي سَقَائِهِ

برتن میں رکھ دو کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔ پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور امام سلیم پڑھنا اور ان کے گھروالوں کے لیے دعا کی، امام سلیم پڑھنا نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لیے بھی تو دعا فرمادیجئے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انس بھٹک۔ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا، اے اللہ! استے مال اور اولاد عطا فرماؤ را اس کے لیے برکت عطا کر۔ (انس بھٹک کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔ ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں بھی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا، اور انہوں نے انس بھٹک سے سن، بھی کہم بھٹک کے حوالہ کے ساتھ۔

وَتَمَرْكِمْ فِي وِعَادِهِ فَلَمْ يَأْتِ صَاحِبَهُ). ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِّنَ النَّيْتِ فَصَلَّى عَلَيْهِ الْمُكْتُوبَةَ، فَدَعَا لِأَمْ سَلَيْمٍ وَأَهْلِ نَيْتِهَا. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِي خُوَيْصَةً، قَالَ: ((مَا هِيَ))؟ قَالَتْ: خَادِمُكَ أُنْسٌ. فَمَا تَرَكَ خَيْرٌ آخِرَةٌ وَلَا ذُنْبًا إِلَّا دَعَا بِهِ: اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَا لَا وَلَدًا، وَبَارِكْ لَهُ). فَلَمَّا لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا. وَحَدَّثَنِي أَبْنَى أُمِّيَّةَ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَاجَ الْبَصْرَةَ بِضُعْنَةٍ وَعَشْرُونَ وَمِائَةً). حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْتَى قَالَ حَدَّثَنِي حَمِيدٌ سَمِعَ أَنَّسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [اطرافہ فی : ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۷۸]

[۶۲۸۰]

لَشَرِيقٍ پچھلی حدیث میں حاج کا ذکر ہے جو بصرہ میں ۵۷ھ میں آیا تھا۔ اس وقت حضرت انس بھٹک کی عمر کچھ اور اسی برس کی تھی، ۹۴ھ کے قریب آپ کا اقبال ہوا۔ ایک سو سال کے قریب ان کی عمر ہوئی۔ یہ سب آخرت لہلہ کی دعا کی برکت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خاص اپنی صلب کے ۱۲۵ پچ دفن کے پھر دیگر لواحقین کا اندانہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے مقصد باب یوں ثابت ہوا کہ آپ ام سلیم کے گھر روزہ کی حالت میں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ان کے ہاں کھانا واپس فرمادیا۔ اور روزہ نہیں توڑا۔ ثابت ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرے تو جائز درست بلکہ سنت نبوی ہے۔ یہ سب حالات پر مختص ہے۔ بعض مواقع ایسے بھی آئکتے ہیں کہ وہاں روزہ کھول دیا جائز ہے۔ یہ ہر شخص کے خود دل میں فیصلہ کرنے اور حالات کو سمجھنے کی باتیں ہیں۔ انما الاعمال بالنبیات۔

باب میمنے کے آخر میں روزہ رکھنا۔

(۱۹۸۳) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مددی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مددی بن میمون نے، ان سے غیلان بن جریر نے، ان

۶۲ - بَابُ الصَّوْمِ أَخِيرَ الشَّهْرِ

۱۹۸۳ - حَدَّثَنَا الصُّلَيْطُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرْفٍ عَنْ

سے مطرف نے، ان سے عمران بن حمیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا (مطرف نے یہ کہا کہ) سوال تو کسی اور نے کیا تھا لیکن وہ سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو فلاں! کیا تم نے اس میں کے آخر کے روزے رکھے؟ ابو نعمن نے کامیرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی مراد رمضان سے تھی۔ ابو عبد اللہ (امام تخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ثابت نے بیان کیا، ان سے مطرف نے، ان سے عمران رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے آخر کے بجائے) شعبان کے آخر میں کاظمین بیان کیا (یہ صحیح ہے)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ آنہ سالہ - اُو میان رجلاً وَعِمْرَانَ يَسْمَعُ - فَقَالَ: يَا أَبَا فُلَادَ أَمَا صَنْتَ سَرَّ هَذَا الشَّهْرِ؟ قَالَ: أَظْنَهُ قَالَ يَغْنِي رَمَضَانَ، قَالَ الرَّجُلُ: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فَإِذَا الْفَطْرَةَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ)), لَمْ يَقُلْ الصَّلَتْ: أَظْنَهُ يَغْنِي رَمَضَانَ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ثَابَتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ سَرَّ شَعْبَانَ)).

لَشْرِيق کیونکہ رمضان میں تو سارے میئے ہر کوئی روزے رکھتا ہے۔ بعض نے سرکار ترجیح میئے کا شروع کیا ہے، بعض نے میئے کا تیج، بعضوں نے کما آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے ڈاٹ کے طور پر ایسا فرمایا کہ تو نے شعبان کے اخیر میں تو روزے نہیں رکھے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں آپ نے رمضان کا استقبال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ ہوتا تو آپ قضاء کا حکم کیوں دیتے۔ ظالی نے کاشاید اس وجہ سے قضاۓ کا حکم دیا کہ اس شخص نے منت مانی ہو گی، تو آپ نے منت پوری کرنے کا حکم دیا اس طرح کہ شوال میں اس کی قضاۓ کر لے۔ بعض نے کہا اگر کوئی شعبان کے آخر میں رمضان کے استقبال کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ کمروہ ہے لیکن اگر استقبال کی نیت نہ ہو تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ مگر ایک حدیث میں شعبان کے نصف آخری میں روزہ رکھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے تاکہ رمضان کے لئے ضعف لاحق نہ ہو۔

باب جمعہ کے دن روزہ رکھنا۔

اگر کسی نے خلی ایک جمعہ کے دن کے روزہ کی نیت کر لی تو اسے توڑو ڈالے

۶۳- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ،

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَفْطُرَ

(۱۹۸۲) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے اہن جرتیج نے، ان سے عبدالحمید بن جبیر نے اور ان سے محمد بن عباد نے کہ میں نے جابر بن جثح سے پوچھا، کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ خلی (ایک جمعہ ہی کے دن) روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا۔

۱۹۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَنِي جُرْتِيجَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَبَّيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَادٍ قَالَ: ((سَأَلَتْ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ)) زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ ((أَنْ يَنْفَرِدَ بِصَوْمِ)).

لَشْرِيق اس باب میں حضرت امام نے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی دو حدیثوں میں کچھ کچھ احتمال ہے مگر تیسرا حدیث میں پوری

تفصیل موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ جمع کے روزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ایک دن پسلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھائے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید تفصیل یوں ہے۔ لا تخصوا ليلة الجمعة بقیام من بين اللیالی و لا تخصوا يوم الجمعة من بين الايام الا ان یکون فی صوم بصومه احدكم لیتی جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے۔ ہاں اگر کسی کا کوئی نذر وغیرہ کا روزہ جمعہ کے دن آجائے۔ جس کارکنا اس کے لیے ضروری ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ وہ روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ کمن بصوم ایام البیض او من لہ عادۃ بصوم يوم معین کیوم عرفہ فوالفق يوم الجمعة و یو خذ منه جواز صومه لمن نذر يوم قوم زید مثلاً او شفاء فلان (فتح) لیتی کی کا کوئی روزہ ایام بیض کا ہو یا عرفہ کا یا کسی نذر کا جمعہ میں پڑے جائے تو پھر جمعہ کا روزہ جائز ہے۔

۱۹۸۵ - حدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ عَمْرَى (۱۹۸۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے امشش نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کرم رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پسلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔

لشیخ مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادات ہوتی ہے کہ پہنچتے میں ایک دو دن خاص کر کے اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی پیر جعرات کو روزہ رکھتا ہے، کوئی پیر مفلک کو، کوئی جعرات جمعہ کو تو یہ تخصیص آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن تیم نے کما بعضاً نے اسی وجہ سے اسی تخصیص کو نکرہ رکھا ہے۔ لیکن عرفہ کے دن اور عاشورہ اور ایام بیض کی تخصیص تو خود حدیث سے ثابت ہے۔ حافظ نے کہا کہنی ایک احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ پیر اور جعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر شاہید امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ حالانکہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے نکلا۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا، امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ پیر اور جعرات کو روزہ رکھتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، اس دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت انجامیا جائے جب میں روزہ سے ہوں۔

۱۹۸۶ - حدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حدَّثَنَا يَحْتَى عَنْ شَعْبَةَ ح. وَحدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حدَّثَنَا شَعْبَةَ ح. عَنْ حَدَّثَنَا شَعْبَةَ عَنْ قَاتِدَةَ عَنْ أَبِي عَنْدَرٍ قَالَ حدَّثَنَا شَعْبَةَ عَنْ قَاتِدَةَ عَنْ أَبِي أَبْيَوبَ عَنْ جُوَنِيرِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ لَقَالَ: (أَصْمَتْ أَنْفُسِ؟) قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((تُرِيدِينِ أَنْ تَصُومِينَ غَدَاءً؟)) قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((فَأَنْطَرِي)).

وَقَالَ حَمَادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَاتِدَةَ قَالَ
خَدْيَّيْنِي أَبُو أَيُوبَ: ((أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا
فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ)).

دو۔ حماد بن جعد نے بیان کیا کہ انہوں نے قاتدہ سے سنا، ان سے ابو ایوب نے بیان کیا اور ان سے جویریہؓ نے بیان کیا کہ آخرت شیخیل نے حکم دیا اور انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

حاکم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے یوم الجمعة یوم عید فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبلہ او بعدہ یعنی جمعہ کا دن تمارے لیے عید کا دن ہے پس اپنے عید کے دن کو روزہ رکھنے کا دن نہ ہو۔ مگر یہ کہ تم اس سے آگے یا پہچھے ایک روزہ اور رکھ لو۔ ابن ابی شیبہؓ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا کہ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو یہ دن تمارے لیے عبادت الہی اور کھانے پینے کا دن ہے۔ وذهب الجمهور الی ان النھی فیہ للتنزیہ (فی) یعنی جسمور کا قول ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کی خنی تنزیہ کے لیے ہے، حرمت کے لیے نہیں ہے یعنی بتہے کہ روزہ نہ رکھا جائے۔

باب روزے کے لیے کوئی دن مقرر کرنا

(۱۹۸۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقہ نے، انہوں نے عائشہؓ سے پوچھا، کیا رسول اللہؓ شیخیل نے (روزہ وغیرہ عبادات کے لیے) کچھ دن خاص طور پر مقرر کر رکھے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ آپ کے ہر عمل میں بیشکلی ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون ہے جو رسول اللہؓ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی طاقت رکھتا ہو؟

جن ایام کے روزوں کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے یوم عاشورہ وغیرہ وہ اس سے مستثنی ہیں۔

باب عرفہ کے دن روزہ رکھنا

(۱۹۸۸) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحلیہ نے بیان کیا، کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ام فضل بن عثیمین کے مولیٰ عمر بن عیبر نے بیان کیا، اور ان سے ام فضل بن عثیمین کے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحلیہ نے کہا اور ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انسیں امام مالکؓ نے خبر دی، انسیں عمر بن عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انسیں امام مالکؓ نے خبر دی، انسیں عمر بن عبد اللہ کے غلام ابو نفر نے، انسیں عبد اللہ بن عباسؓ کے غلام عمر بن عیبر نے اور انسیں ام فضل بنت حارثؓ نے کہ ان کے یہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریمؐ کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے

۶۴- بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ؟

۱۹۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْتَى
عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
عَلْقَمَةَ ((فَلَمَّا لَعَاتَشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهَا: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَخُصُّ
مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، كَانَ عَمَّلَهُ
دِيقَةً، وَإِلَيْكُمْ يُطْبِقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَخُصُّ
بِهِ)). [طرفة فی : ۶۴۶۶]

۶۵- بَابُ صَوْمٍ يَوْمٍ عَرَفَةَ

۱۹۸۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْتَى
عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ:
حَدَّثَنِي عَمِيرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ
الْفَضْلَ حَدَّثَنِي ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْنَّضِيرِ
مَوْلَى عَمْرَ بْنِ عَيْنِدِ اللَّهِ عَنْ عَمِيرٍ مَوْلَى
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْ
الْحَارِثِ ((أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عَنْهَا يَوْمَ

تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا کہ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر ام فضل بن عثیمین نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اوٹ پر سوار تھے، آپ نے دودھ پی لیا۔

غُرَفَةٌ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلَتِ إِلَيْهِ بِقَدْحٍ لَبِنَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعْثِرَةٍ فَشَرَبَهُ). [راجح: ۱۶۵۸]

ابو قیم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ خطبہ سارے تھے اور یہ حجت الوداع کا واقعہ تھا جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔
 (۱۹۸۹) ہم سے بیکی بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، (یا ان کے سامنے حدیث کی قراءۃ کی گئی)۔ کہا کہ مجھ کو عمر و نے خبر دی، انہیں کہیر نے، انہیں کریب نے اور انہیں میمونہ بنت عثیمین نے کہ عرف کے دن کچھ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرماتے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔ اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

حدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ - أَوْ فُرَيْءَةَ عَلَيْهِ - قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ بَكْرِيْرِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مِيمُونَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّاسَ شَكُوا فِي صَبَّاَتِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غُرَفَةٍ، فَأَرْسَلَتِ إِلَيْهِ بَحَلَبَ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ. فَشَرَبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يُنْظَرُونَ)).

لیستہ صحیح عبد اللہ بن وہب نے خود یہ حدیث بیکی کو سنائی یا عبد اللہ بن وہب کے شاگردوں نے ان کو سنائی۔ دونوں طرح حدیث کی روایت صحیح ہے۔

امام بخاری و تجوید نے اس باب میں ان حدیثوں کو ذکر نہیں کیا جن میں عرف کے روزہ کی ترغیب ہے، جب کہ وہ حدیث بیان کی جس سے عرف میں آپ کا اظہار کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ وہ حدیثوں ان کی شرط کے موافق صحیح نہ ہوں گی۔ حالانکہ امام مسلم نے ابو قاتاہ سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عرف کا روزہ ایک برس آگے اور ایک برس پیچے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا، عرف کا روزہ حاتمی کو نہ رکھنا چاہتے۔ اس خیال سے کہ کہیں ضفت نہ ہو جائے۔ اور حج کے اعمال مجالانے میں خلل واضح ہو۔ اور اس طرح باب کی احادیث اور ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (وحیدی)

۶۶- بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ كَدْنِ رَكْنَةِ عِيدِ الْفِطْرِ

یہ بالاتفاق منع ہے۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے ایک روزہ کی منت مانی اور اتفاق سے وہ منت عید کے دن آن پڑی مٹلا کسی نے کہا جس دن زید آئے اس دن میں ایک روزہ کی منت اللہ کے لیے مان رہا ہوں اور زید عید کے دن آیا تو یہ نذر صحیح ہو گی یا نہیں۔ خنیہ نے کہا صحیح ہو گی اور اس پر قضاۓ لازم ہو گی اور جبور علماء کے نزدیک یہ نذر صحیح نہ ہو گی۔

(۱۹۹۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شلب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ازہر کے غلام ابو عبید نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هَنْبَنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَيْنَيْدٍ مَوْلَى أَبْنِ أَذْهَرٍ قَالَ: ((شَهَدَتِ الْعِينَدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((هَذَا يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ

اللَّهُ عَنْ صَيَامِهِمَا : يَوْمُ الْفِطْرِ كُمْ مِنْ صَيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخِرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ). [طرفہ فی : ۵۵۷۱].

(عین عید الاضحیٰ کاون)

لَئِنْ يَشَاءُ بعض شخصوں میں اس کے بعد اتنی عبارت زائد ہے۔ قال ابو عبد اللہ قال ابن عینہ من قال مولیٰ ابن ازہر فقد اصحاب ومن قال مولیٰ عبدالرحمن بن عوف لفدا اصحاب لعنی امام بخاری و مسلم نے کامساخان بن عینہ نے کما، جس نے ابو عبد اللہ کو ابن ازہر کا غلام کما اس نے بھی تھیک کما، اور جس نے عبدالرحمن بن عوف پیغمبر کا غلام کما اس نے بھی تھیک کما۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ازہر اور عبدالرحمن بن عوف پیغمبر دونوں اس غلام میں شریک تھے۔ بعض نے کامار حقیقت وہ عبدالرحمن بن عوف پیغمبر کے غلام تھے۔ مگر ابن ازہر کی خدمت میں رہا کرتے تھے تو ایک کے حقیقتاً غلام ہوئے وہ سرے کے مجازاً (وحیدی)

۱۹۹۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهِبْتَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((نَهَى النَّبِيُّ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَاءِ، وَأَنْ يَخْتَبِي الرُّجُلُ فِي نُوبٍ وَاحِدٍ)).

[راجح: ۳۶۷]

(۱۹۹۲) اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے۔

۱۹۹۲ - وَعَنْ صَلَاةِ بَعْدِ الصَّبْرِ وَالْمَصْرِ. [راجح: ۵۸۶]

باب عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا

(۱۹۹۳) اہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کوہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریر نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عطاء بن میناع سے سنا، وہ ابو ہریرہ پیغمبر سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا، آنحضرت پیغمبر نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔ اور ملامست اور متابذت کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے۔

۶۷ - بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

۱۹۹۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءَ بْنِ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ عَنْ صَيَامِهِمَا وَبَيْعِهِمْ أَنْ يَفْطُرُوا وَالنَّحْرُ، وَالصَّمَاءُ، وَالْمُلَامِسَةُ وَالْمُنَابِدَةُ)).

[راجح: ۳۶۸]

یعنی باائع مشتری کا یا مشتری باائع کا کپڑا یا بدن چھوٹے تو بیع لازم ہو جائے، اس شرط پر بیع کرنا، یا باائع یا مشتری کوئی چیز دوسرے کی طرف پہنچ کارے تو بیع لازم ہو جائے یہ بیع متابذہ ہے جو منع ہے۔

(۱۹۹۴) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے معاذ بن معاذ غیری نے بیان کیا، کما کہ ہم کو عبد اللہ بن عون نے خبر دی، ان سے زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر نہیں۔ پھر کما کہ میرا خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہی عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمرؓ نے کما کہ اللہ تعالیٰ نے تو نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔ (کویا ابن عمرؓ نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا)

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَشَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعَاذٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ عَوْنَ عنْ زِيَادِ بْنِ جَبِيرٍ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصْنُومَ يَوْمًا قَالَ: أَظْنَهُ قَالَ الْأَنْتَنِينُ فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ، قَالَ أَبْنُ عُمَرَ: أَمْرَ اللَّهُ بِوَالْفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صُومِ هَذَا الْيَوْمِ)). [طرفاہ فی : ۶۷۰۵، ۶۷۰۶].

لشیخ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ لم یفسر العبد فی هذه الرواية و مقتضی ادخاله هنا الحديث فی ترجمة صوم يوم النحران یکون المسنول عنه يوم النحر و هو مصرح به فی روایة یزید بن ذریع المذکورة و لفظه فوافق يوم النحر لینی اس روایت میں عید کی وضاحت نہیں ہے کہ وہ کون سی عید تھی اور یہاں باب کا اتفاق عید الاضحی ہے سو اس کی تصریح یزید بن ذریع کی روایت میں موجود ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اتفاق سے اس دن قربانی کا دن پڑ گیا تھا۔ یزید بن ذریع کی روایت میں یہ لفظ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اور ایسا یعنی احمد کی روایت میں ہے جسے انہوں نے اساعیل بن علیہ سے، انہوں نے یونس سے نقل کیا ہے، پس ثابت ہو گیا کہ روایت میں یوم عید سے عید الاضحی یوم الغر مراد ہے۔

حدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ عَنْهُ الْمُكْلِكُ بْنُ عَمَيْرٍ قَالَ: سَيْفُتُ قَزَّاعَةَ قَالَ: سَيْفُتُ أَبَا سَعِينَ الْخَدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِتَنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ: سَيْفُتُ أَرْبَعَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَاغْجَبَنِي، قَالَ: ((لَا تُسَاهِرُ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةً يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعْهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمَ، وَلَا صَوْمَ لِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرُ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةً بَعْدَ الصَّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغُرُّبَ، وَلَا تُشَدُّ الرُّحَامُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدٍ: مَسَاجِدُ الْحَرَامِ، وَمَسَاجِدُ الْأَقْصَى، وَمَسَاجِدِي هَذَا)).

(۱۹۹۵) ہم سے حاج بن منہال نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک بن عمر نے بیان کیا، کما کہ میں نے قرعد سے نہ، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نہ، آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہاںوں میں شریک رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بتتی پسند آئیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی عورت دو دن (یا اس سے زیادہ) کے اندازے کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی اور محروم نہ ہو۔ اور عید القطر اور عید الاضحی کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں۔ اور چوتھی بات یہ کہ تین مساجد کے سوا اور کسی جگہ کے لیے شد رحال (سفر) نہ کیا جائے۔ مسجد حرام "مسجد اقصیٰ" اور میری یہ مسجد۔

[راجع: ۵۸۶]

لشیخ بیان کردہ تینوں چیزوں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ عورت کا بغیر حرم کے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور عیدین کے دن کھانے پینے کے دن ہیں، ان میں روزہ بالکل غیر مناسب ہے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنا جائز ہے اور تین مساجد کے سوا کسی بھی جگہ کے لیے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا شریعت میں قطعاً ناجائز ہے۔ خاص طور پر آج کل قبور، مزاروں کی زیارت کے لئے نذر و نیاز کے طور پر سفر کے جاتے ہیں، جو ہو ہو بت پرست قوموں کی نقل ہے۔ شریعت محمدیہ میں اس قسم کے کاموں کی ہرگز توجیہ نہیں ہے۔ حدیث لاشد الرحال کی مفصل تشریع پہچھے لکھی جا چکی ہے۔

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں فیہ بیان عظم فضیلۃ هذه المساجد الثلاثة و مزیتها على غيرها لكونها مساجد الانبياء صلوا الله وسلامه عليهم والفضل الصلوة فيها ولنذر الذهاب الى المسجد الحرام لزمه قصده لحج او عمرة ولو نذر الى المسجدین الاخرين لقوله للشافعی اصحابها عند اصحابه يستحب قصدهما ولا يجب والثانی بحسب وبه قال كثيرون من العلماء واما بالفی المساجد سوى الثلاثة فلا يجب قصدها بالنذر و لا ينعقد نذر قصدهما. هذا مذهبنا و مذهب العلماء كافة الا محمد بن الحسلمة المالکی فقال اذا نذر قصد مسجد قباء لزمه قصده لان النبي صلی الله عليه وسلم كان ياتیه کل سبت راكباً ما شيا و قال الليث بن سعد يلزم مه قصد ذلك المسجد اى مسجد كان و على مذهب الجماهير لا ينعقد نذر و لا يلزم مه شئ و قال احمد يلزم مه كفارۃ يمين.

و اختلف العلماء في شدار الحال و اعمال المطی الى غير المساجد الثلاثة كالذهب الى قبور الصالحين الى المواضع الفاضلة و نحو ذلك فقال الشیخ ابو محمد الجوینی من اصحابنا هو حرام وهو الذى اشار القاضی عیاض الى اختیاره۔

امام نووی رضی اللہ عنہ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھتے والے بزرگ ہیں۔ اپنے دور کے بہت ہی بڑے عالم فاضل، حدیث و قرآن کے ماہر اور متدين اہل اللہ شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ مطلب یہ کہ ان تینوں مساجد کی فضیلت اور بزرگی دیگر مساجد پر اس وجہ سے ہے کہ ان مساجد کی نسبت کئی بڑے انبیاء علیم السلام سے ہے یا اس لیے کہ ان میں نماز پڑھنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کے لیے مسجد حرام میں جانے کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا اس کے لئے لازم ہو گا۔ اور اگر دوسرا دو مساجد کی طرف جانے کی نذر مانی تو امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس نذر کا پورا کرنا مستحب جانتے ہیں نہ کہ واجب اور دوسرے علماء اس نذر کا پورا کرنا بھی واجب جانتے ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہ قول ہے۔ ان تین کے سوابقی مساجد کا نذر وغیرہ کے طور پر قصده کرنا واجب نہیں بلکہ ایسے قصده کی نذر ہی منعقد نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اور بیشتر علماء کا مذہب ہے۔ اور یاث بن سلمہ مالکی کہتے ہیں کہ مسجد قباء میں جانے کی نذر واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کرم ﷺ ہر ہفتہ پہل و سوار وہاں جلیا کرتے تھے۔ اور یاث بن سلمہ نے ہر مسجد کے لیے اسکی نذر اور اس کا پورا کرنا ضروری کہا ہے۔ لیکن جموروں کے نزدیک اسکی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے۔

گرام احمد رضی اللہ عنہ نے قسم جیسا لکھا کہارہ لازم قرار دیا ہے۔

اور مساجد ثلاثہ کے علاوہ قبور صالحین یا ایسے مقامات کی طرف پالان سفر پادر ہنا اس بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قاضی عیاض کا بھی اشارہ اسی طرف ہے۔ اور حدیث بنہی جو ہمہ مذکور ہوئی ہے وہ بھی اپنے معنی میں ظاہر ہے کہ خود نبی کرم ﷺ نے ان تین مذکورہ مساجد کے علاوہ ہر جگہ کے لیے بفرض تقرب الی اللہ پالان سفر پاندھنے سے منع فریایا ہے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قتل اعتبار نہیں۔ خواہ وہ قائل کے باشد۔

ذہب محقق یہی ہے کہ شدر حال صرف ان ہی تین مساجد کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی جگہ کے لیے یہ جائز نہیں۔ شدر حال کی تحریع میں یہ واضح ہے کہ وہ قصده تقرب الی کے خیال سے کیا جائے۔

قبور صالحین کے لئے شدر حال کرنا اور وہاں جا کر تقرب الی کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل عن بے دلیل عمل ہے اور آج کل قبور اولیاء

کی طرف شدر حال تو بالکل ہی بت پرستی کا چوبہ ہے۔

باب ایام تشریق کے روزے رکھنا

۶۸۔ بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ممتنع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زیر اور ابو عطاء رضی اللہ عنہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منع مقول ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابو حیفہ کا یہ قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ اس ممتنع کے لئے درست ہے جس کو قربانی کا مقتور نہ ہو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۱۹۹۶) ابو عبد اللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عثیمین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عیین بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہؓ ایام منی (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دونوں میں روزہ رکھتے تھے۔

(۱۹۹۶) وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُشَتَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِيهِ : ((كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَصُومُ أَيَّامَ مِنِي، وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا)).

منی میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے ایام۔

(۱۹۹۷) ۹۸، ۱۹۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنَّدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ سَمِيعُتْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَيْنَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَا: ((لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يَصُمَّ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجُدُ الْهَدَى)).

لِشَرِيفِهِ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایام تشریق ای الایام التي بعد يوم النحر وقد اختلف في كونها يومين او ثلاثة و سميت أيام

التشریق لأن لحوم الأضحى تشرق فيها اي تنشر في الشمس الخ یعنی ایام تشریق یوم الحرس ذی الحجہ کے بعد والے دونوں کو کہتے ہیں۔ جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لئے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لئے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ والراجح عند البخاري جواز هاللممتع فانه ذكر في الباب حدیثی عائشہ و ابن عمر رضی اللہ عنہم علی امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک چجحت والے کے لئے (جس کو قبولی کا مقتور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ آپ نے باب میں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہما احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر ممتنع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث ممتنع کے حق میں جو قبلی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ ہے۔ یترجح القول بالجواز والی هذا جنح البخاري (فتح) یعنی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔ ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے وصل کیا ہے۔ قال اخبرنی ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب عن عروہ

عن عائشہ فی الممتع اذ لم يجدها لم يضم قبل عرفة فليصم أيام منی یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ متین أيام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

الحدث الکبیر حضرت مولانا عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں۔ وحمل المطلق على المقيد واجب وکذا بناء العام على الخاص قال الشوكاني و هذا القوى المذهب واما القائل بالجواز مطلقاً فاصاديقها ترد عليه (تحفة الاحدوي) یعنی مطلق کو مقید پر محول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی ترمذ ہب ہے۔ اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احلویت ان کی تردید کرتی ہیں۔

(۱۹۹۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی اُنہیں ابن شاہب نے اُنہیں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان متین کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو۔ اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شاہب نے عروہ سے اور انسوں نے عائشہؓ یعنی نبی نبھانے سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شاہب سے روایت کیا۔

باب اس بارے میں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے؟

عاشرہ محرم کی دسویں تاریخ کو کام جاتا ہے، اول ملک اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت جاتی رہی مرف نیت بلقی رہ گئی۔

(۲۰۰۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے عمر بن محمدؓ نے، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے۔

(۲۰۰۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زیدؓ نے خبر دی، ان سے عائشہؓ یعنی نبھانے نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) رسول کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جس کا دل چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جونہ چاہتا نہیں رکھا کرتا تھا۔

۱۹۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((الصِّيَامُ لِمَنْ تَمْتَعَ بِالْعُمُرَةِ إِلَى الْحَجَّ إِلَى يَوْمِ عَرْقَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَذِيَا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنْيٍ)). وَعَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَرْقَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِنْهُلَةً. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ.

۶۹ - بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاء

عاشرہ محرم کی دسویں تاریخ کو کام جاتا ہے، اول ملک اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت جاتی رہی مرف نیت بلقی رہ گئی۔

۲۰۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((يَوْمُ عَاشُورَاء إِنْ شَاءَ صَامَ)). [راجع: ۱۸۹۲]

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَرْقَةُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمْرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاء، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مِنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ)).

[راجع: ۱۵۹۲]

(۲۰۰۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی رکھتے۔ پھر جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فریضت کے بعد آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

(۲۰۰۴) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے دن منبر پر سنائیں کہ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں دن عاشوراء کو ہرگئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں دن عاشوراء کا دن ہے۔ اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے (اور میری سنت پر عمل کرے) اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔

شاید معاویہ بن ابی شہر کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشوراء کا روزہ مکروہ جانتے ہیں یا اس کا اہتمام نہیں کرتے یا اس کو فرض سمجھتے ہیں، تو آپؐ نے منبر پر یہ تقریر کی۔ آپؐ نے یہ حج ۶۲۲ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور اخیر حج ان کا ۷۵ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

(۲۰۰۵) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن سعید بن جبیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپؐ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ

۲۰۰۲ - حدَّثَنَا عبدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَبْرُوْةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ تَصُومَةً فَرِينَشَ فِي الْجَاهِيلِيَّةِ . وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُهُ ، فَلَمَّا قَدِيمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمْرَ بِصَيَامِهِ ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ)). [راجع: ۱۵۹۲]

ثابت ہوا کہ عاشوراء کا روزہ فرض نہیں ہے۔

۲۰۰۳ - حدَّثَنَا عبدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مَعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيهِ سَفِيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حِجَّةَ عَلَى الْمُنْبِرِ يَقُولُ : ((يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ ، أَيْنَ عَلِمَّاً ؟ كُمْ ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : هَذَا يَوْمُ عَاشُورَاءَ ، وَلَمْ يُكْتَبْ إِلَيْكُمْ صَيَامَهُ ، وَأَنَا صَائِمٌ ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَفْطِرْ)).

۲۰۰۴ - حدَّثَنَا أَبُو مَقْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو يُوبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ جُبَيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَّ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((قَدِيمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ

رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سب معلوم فرمایا تو انوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موئی ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موئی ﷺ کے (شريكِ مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس کا حکم دیا۔

عاشوراء فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّيَ اللَّهُ تَبَّعِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَذَوْهُمْ فَصَامَةً مُوسَى، قَالَ: فَإِنَّ أَحَقَ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصَيَامِهِ). [اطرافہ فی: ۴۹۴۳، ۳۹۴۳، ۲۳۹۷، ۴۶۸۰، ۴۷۳۷].

مسلم کی روایت میں اتنا زیداہ ہے: اللہ کا شکر کرنے کے لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضیٰ اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے اسی دن حضرت نوح ﷺ کی کشتی جو دی پہاڑ پر نھری تھی، تو حضرت نوح ﷺ نے اس کے شکریہ میں اس دن روزہ رکھا تھا۔

(۲۰۰۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان، ان سے ابو عیین سے، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق نے، ان سے ابن شلب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

(۲۰۰۵) - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ أَبْشِي عَمِيْنِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقَ بْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَعْدُهُ الْيَهُودُ عِنْدَهُ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَصُومُوهُ أَنْتُمْ)).

[اطرفہ فی: ۳۹۴۲].

تشریح مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفقاً روایت ہے کہ صوموا یوم عاشوراء و خالفوا اليہود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عاشوراء کے دن رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کے لئے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ اور ملا لو۔ قال القرطبي عاشوراء معدول عن عشرة لل وبالغة والتعظيم وهو في الأصل صفة الليلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذي هو اسم العقد واليوم مضاف إليها فإذا قبل يوم عاشوراء فكانه قبل يوم ليلة العاشرة لانهم كانوا على الماعدلوابه عن الصفة غلبت عليه الاسمية فاستغفروا عن الموصوف فاحذروا الليلة فصار هذا الملفظ على اليوم العاشر (فتح) یعنی قرطبي نے کما کہ لفظ عاشوراء مبالغہ اور تعظیم کے لئے ہے جو لفظ عاشوراء سے معدول ہے۔ جب بھی لفظ عاشوراء بولا جائے اس سے محروم کی دسویں تاریخ کی رات مراد ہوتی ہے۔

(۲۰۰۶) ہم سے عبد اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے، ان سے عبد اللہ بن ابی یزید نے، اور ان سے ابن عباس بن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے میئے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قدر کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

ان بن عبیینہ عن عبد اللہ بن ابی یزید عن ابن عبیینہ عن عبد اللہ بن ابی یزید عن ابن عباس رضی اللہ عنہمَا قَالَ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيًّا ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمَ فَضْلَةَ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمُ يَوْمُ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ)).

(۲۰۰۷) ہم سے کلی بن ابراہیم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یزید بن ابی

عبد بن بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ بنی کرم
شیخ نے بنا سلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا
حکم دیا تھا کہ جو کھاچا ہو وہ دن کے باقی حصے میں بھی کھانے پینے سے
رکارہے اور جس نے نہ کھلایا ہوا سے روزہ رکھ لینا چاہئے کیونکہ یہ
عاشوراء کا دن ہے۔

حدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَبْدِهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ
الْأَكْنَوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمْرَ النَّبِيِّ
رَجَلًا مِنْ أَمْنَمَ أَنْ أَذْنَ فِي النَّاسِ أَنْ
مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلَيَصُمُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ
يَكُنْ أَكَلَ فَلَيَصُمُ؛ فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ
عَاشُورَاءَ)). [راجح: ۱۹۲۴]

شیخ یہاں کتاب الحیام ختم ہوئی جس میں حضرت امام بخاری رض ایک سوتاون احادیث لائے ہیں جن میں متعلق اور موصول
اور مکر رب شال ہیں اور صحابہ اور تابیعین کے ساتھ اثر لائے ہیں۔ جن میں اکثر متعلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔ الحمد للہ
کہ آج ۵ شعبان ۱۴۸۹ھ کو جنوبی ہند کے سفرمن سطیع پر چلتے ہوئے اس کے ترجمہ و تشریحات سے فارغ ہوا۔

۳۱۔ کتاب صلوات الشرائع

کتاب نماز تراویح پڑھنے کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت

(۲۰۰۸) ہم سے سیجی بن بکیر نے بیان کیا کہ ہم سے یاث بن سعد
نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے بیان کیا، کہ
مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، ان سے ابو ہریرہ رض نے بیان کیا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام سے سنا، آپ رضیان کے فضائل بیان فرمائے تھے
کہ جو شخص بھی اس میں ایمان اور نیت اجر و ثواب کے ساتھ (رات
میں) نماز کے لیے کھڑا ہواں کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیجے جائیں
گے۔

(۲۰۰۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا کہ ہم کو امام
مالک رض نے خبر دی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں حمیدہ بن
عبد الرحمن نے اور انہیں ابو ہریرہ رض نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام

۱۔ بَابُ فَضْلٍ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ
۲۰۰۸ - حدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ بْنُ بَكْرٍ
حدَّثَنَا الْيَثْرَى عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ
قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
رَجَلًا يَقُولُ لِرَمَضَانَ: ((مَنْ قَامَ إِنْمَا
وَاحْتَسَابَ غَيْرَ لَهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[راجح: ۳۵]

۲۰۰۹ - حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ أَبِي شَهَابٍ عَنْ حَمِيدٍ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

فرمیا، جس نے رمضان کی راتوں میں (بیدار رہ کر) نماز تراویح پڑھی، ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ، اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ابن شاہب نے بیان کیا کہ پھر بھی کرم اللہ عزیز کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں کا یہی حال رہا (اللگ الگ اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے) اس کے بعد ابو بکر بن عثیمین کے دور خلافت میں اور عمر بن عثیمین کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔

اللہ عنہ آئی رسول اللہ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْسَابًا غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ أَبْنُ شِهَابٍ فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدِّيقٍ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)).

[راجح: ۳۵]

(۲۰۱۰) اور ابن شاہب سے (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) کی روایت ہے، انہوں نے عروہ بن زبیر بن عثیمین سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن عبد القاری سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا، میں عمر بن خطاب بن عثیمین کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر بن عثیمین نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہو گا۔ چنانچہ آپ نے یہی شان کرabi ابن کعب کو ان کا امام بنادیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ یا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوجاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

(۲۰۱۱) ہم سے اساعیل بن اویس نے بیان کیا، کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، ان سے عروہ بن زبیر بن عثیمین اور ان سے نبی کرم اللہ عزیز کی زوج مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

(۲۰۱۲) اور ہم سے بیکی بن بکیر نے بیان کیا، کہ ہم سے یاث بن

الرَّبِيعِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَعُ مُنْفَرِقُونَ يَعْتَلُونَ الرَّجْلَ لِتَفْسِيهِ، وَيَصْلَلُونَ الرَّجْلَ لِيَصْلَلُوا بِصَلَالَةِ الرَّفَطِ)). فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَنْ جَمِعْتُ هُؤُلَاءِ عَلَى قَارِيِّهِ وَاحِدِهِ لَكَانَ أَنْتَلِي. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بْنِ كَفْبَرِيِّ. ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أَخْرَى وَالنَّاسُ يَصْلَلُونَ بِصَلَالَةِ قَارِنِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: بَغْمَ الْبِذْنَعَةِ هَذِهِ، وَأَنْتَيْ بِيَأْمُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنْ أَنْتَيْ يَقُومُونَ - بُرِينْدُ آخِرَ الْأَلْيَلِ - وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوْلَاهُ)).

(۲۰۱۳) حدیثنا اسماعیل بن حذیفہ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ غُرْزَةَ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ)). [راجح: ۷۲۹]

(۲۰۱۴) ح و حدیثنا یعنی بن بکیر قَالَ

سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے، اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسرا رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتداء کی۔ چوتھی رات کو یہ عالم قاکہ مسجد میں نماز پڑھنے آئے والوں کے لئے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر شادت کے بعد فرمایا۔ اب بعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کیسی یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔ پہنچاچہ جب بی کرم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ کیفیت قائم رہی۔

(۲۰۱۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ (تراویح یا تجدید کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ ﷺ کیا رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کے حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کے بھی حسن و خوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یا رسول اللہ؟ کیا آپ دو رکعت سے پہلے سو جلتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

حدَّثَنَا الْأَئْمَّةُ عَنْ غَفِيلٍ عَنْ أَبْنَى شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي غُزوَةٌ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَنِه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَجَ لِلَّهِ مِنْ حَوْفِ الْلَّنِيلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالَ بِصَلَاهِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ الْلَّيْلَةِ الْفَالِلَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَصَلَّوْا بِصَلَاهِهِ فَلَمَّا كَانَتِ الْلَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصَّبَاحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدُ ثُمَّ قَالَ ((أَمَا بَعْدَ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانُكُمْ وَلَكُنِي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَغَزِّرُوا عَنْهَا)). فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ [راجح: ۷۲۹]

۲۰۱۴ - حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِينُهُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكْعَةٍ، يَصَلِّي أَرْبَعاً فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حَسِنِهِ وَطُولِهِ، ثُمَّ يَصَلِّي أَرْبَعاً فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حَسِنِهِ وَطُولِهِ، ثُمَّ يَصَلِّي ثَلَاثَةً فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حَسِنِهِ وَطُولِهِ، ثُمَّ قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوَبِّرَ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةَ، إِنَّ عَيْنَيْ تَنَاهَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)).

[راجع: ۱۱۴۷]

لشیخ حافظ ابن حجر **الشیخ** فرماتے ہیں:- والتروایح جمع ترویحة و هي المرة الواحدة من الراحة كالتسليم من السلام سميت الصلوة في الجماعة في ليلي رمضان التراویح لأنهم أول ما اجتمعوا عليها كانوا يسترحون بين كل تسليمتين وقد عقد محمد بن نصر في قيام الليل بابین لمن استحب الطبع لنفسه بين كل ترويحتين ولمن كره ذلك و حكى فيه عن يحيى بن بکير عن الليث انهم كانوا يسترحون قدر ما يصلى الرجل كذلك ركعة (فتح)

خلاص مطلب یہ ہے کہ تراویح ترویحة کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے جیسے تسلیم سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے نقل نماز پڑھنے کو تراویح کہا گیا، اس لئے کہ وہ شروع میں ہر دو رکعتوں کے درمیان تھوڑا سا آرام کیا کرتے تھے۔ علامہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں دو باب منعقد کیے ہیں۔ ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو مستحب کر دانتے ہیں۔ اور ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو اچھا نہیں جانتے۔ اور اس بارے میں بھی بن کیرنے لیٹ سے نقل کیا ہے کہ وہ اتنی اتنی رکعتاں کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے نماز تراویح سے موسم کیا گیا۔

حضرت امام بخاری **الشیخ** یہ میں اس بارے میں پہلے اس نماز کی فضیلت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ **رض** کی روایت لائے، پھر حضرت ابو ہریرہ **رض** کی دوسری روایت کے ساتھ حضرت اہن شب کی تشریح لائے:- جس میں اس نماز کا باجماعت ادا کیا جانا اور اس بارے میں حضرت عمر **رض** کا اقدام مذکور ہے۔ پھر حضرت امام **رض** نے حضرت عائشہ **رض** کی احادیث سے یہ ثابت فرمایا کہ نبی کرم **رض** نے خود اس نماز کو تین راتوں تک باجماعت ادا فرمایا کہ اس امت کے لئے منسون قرار دیا۔ اس کے بعد اس کی تعداد کے بارے میں خود حضرت عائشہ **رض** کی زبان مبارک سے یہ نقل فرمایا کہ نبی کرم **رض** رمضان یا غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعتوں کی تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں بھی نماز تراویح کے نام سے موسم ہوئی اور غیر رمضان میں تجوہ کے نام سے اور اس میں آٹھ رکعت سنت اور تین و تر۔ اس طرح کل گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ **رض** کی زبان مبارک سے یہ ایسی قطفی وضاحت ہے جس کی کوئی بھی تاویل یا تردید نہیں کی جاسکتی، اسی کی بنا پر جماعت اہل حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعتاں سنت تسلیم کی گئی ہیں، جس کی تفصیل پارہ سوم میں ملاحظہ ہو۔

عجیب ولیری: حضرت عائشہ **رض** کی یہ حدیث اور مؤظا امام مالک میں یہ وضاحت کہ حضرت عمر **رض** نے حضرت ابی بن کعب **رض** کی اقتداء میں مسلمانوں کی جماعت قائم فرمائی اور انہوں نے صفت نبوی کے مطابق یہ نماز گیارہ رکعتوں میں ادا فرمائی تھی۔ اس کے باوجود علائے احتفاف کی ولیری اور جرات قتل داد ہے، جو آٹھ رکعتاں تراویح کے نہ صرف مذكر بلکہ اسے ناجائز اور بدعت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور تقریباً ہر سال ان کی طرف سے آٹھ رکعتاں تراویح والوں کے خلاف اشتمارات، پوسٹر، کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے سامنے دیوبند سے شائع شدہ بخاری شریف کا ترجمہ تفسیم البخاری کے نام سے رکھا ہوا ہے۔ اس کے مترجم و شارح صاحب بڑی ولیری کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

”جو لوگ صرف آٹھ رکعتاں تراویح پر اکتفا کرتے اور صفت پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں وہ در حقیقت سواداعظم سے شذوذ اختیار کرتے ہیں اور ساری امت پر بدعت کا الزام لگا کر خود اپنے پر قلم کرتے ہیں۔“ (تفسیم البخاری پ ۸ ص ۳۰)

یہاں علامہ مترجم صاحب دعویٰ فرماتے ہیں کہ بھی رکعتاں تراویح سواداعظم کا عمل ہے۔ آٹھ رکعتاں پر اکتفا کرنے والوں کا دعویٰ صفت غلط ہے۔ جذبہ تعلیمات میں انسان کتابک سکاہے یہاں یہ نمونہ نظر آ رہا ہے۔ لیکن حضرت آگے خود اپنی اسی کتب میں خود

اپنے ہی قلم سے خود اپنی ہی تردید فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”ابن عباس رض کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں میں رکعات پڑھتے تھے۔ اور وتر اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ عائشہ رض کی حدیث اس سے مختلف ہے۔ بہر حال دونوں احادیث پر آئمہ کا عمل ہے۔ امام ابو حیفہ رض کا مسلک میں رکعات تراویح کا ہے اور امام شافعی رض کا گلیارہ رکعات والی روایت پر عمل ہے۔“ (تفہیم المغاری پ ۸ ص ۳۱)

اس بیان سے موصوف کے پیچے کے بیان کی تردید جن واضح لفظوں میں ہو رہی ہے وہ سورج کی طرح عیاں ہے جس سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعات پڑھنے والے بھی حق بجانب ہیں اور میں رکعات پر سوادِ عظم کے عمل کا داعویٰ صحیح نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس رض جس کی طرف محترم متربم صاحب نے اشارہ فرمایا ہے یہ حدیث سنن کبریٰ رض ص ۳۹۶ جلد ۲ پر بایں الفاظ مردی ہے۔ عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلى في شهر رمضان في غير جماعة بعشرين ركعة والوتر تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العسبي الكوفي وهو ضعيف - يعني حضرت عبدالله بن عباس رض سے مردی ہے کہ آنحضرت رض رمضان میں جماعت کے بغیر میں رکعات اور وتر پڑھا کرتے۔ اس بیان میں راوی ابو شيبة ابراہیم بن عثمان عسیٰ کوئی تناہیے اور وہ ضعیف ہے۔ لذا یہ روایت حضرت عائشہ رض کی روایت کے مقابلہ پر ہرگز قاتل جحت نہیں ہے۔ امام سیوطی رض اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں۔ هذا الحديث ضعيف جدا لا تقوم به الحجة (المصابيح للسيوطى)

آگے علامہ سیوطی رض ابو شيبة مذکور پر محمد شین کبار کی جرم میں نقل فرمائکر لکھتے ہیں۔ ومن اتفق هو لاء الانمة على تضعيفه لا يحل الاحتجاج بحديثه يعني جس شخص کی تضعیف پر یہ تمام آئمہ حدیث متفق ہوں اس کی حدیث سے جبت پکونا طلاق نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر رض نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ علامہ زیلیخی رض لکھتے ہیں۔ وہ معلوم باہی شيبة ابراہیم بن عثمان جدا لا هام ابی بکر بن ابی شيبة و هو متفق على ضعفه و لیہ ابن عدی فی الکامل نہ انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشہ الحدیث (نصب الرایہ، ص: ۳۹۳) یعنی ابو شيبة کی وجہ سے یہ حدیث معلول ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعف پر سب محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ اور ابن عدی نے اسے لین کرایا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت عائشہ رض کی حدیث جو صحیح ہے، اس کے بھی خلاف ہے۔ لذا یہ قاتل قول نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام رض نے فتح القدر جلد اول ص ۳۳۳ طبع مصر پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور علامہ عینی رض حقیقی نے عموم القاری طبع مصر ص ۳۵۹ جلد ۵ پر بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ سندھی رض نے بھی اپنی شرح ترمذی ص ۳۲۳ جلد اول میں یہی لکھا ہے۔ اسی لئے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رض فرماتے ہیں و اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات و اما اثرون رکمة فهو عنه بستد ضعيف و على ضعفه اتفاق (العرف الشذى)، یعنی نبی ﷺ سے تراویح کی آٹھ ہی رکعات صحیح سند سے ثابت ہیں۔ میں رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

اور جو روایت ابن عباس رض سے میں رکعات کے متعلق مردی ہے وہ باصول محمد شین مجروح اور ضعیف ہے۔

یہ تفصیل اس لئے دی گئی تاکہ علمائے احناف کے دعویٰ میں رکعات تراویح کی سینت کی حقیقت خود علمائے تحقیقین احناف ہنی کی

قلم سے ظاہر ہو جائے۔ باقی تفصیل مزید کے لئے ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رض کی کتاب مstabab "انوار المصائب" کا مطالعہ کیا جائے جو اس موضوع کے مالہ و مآلیہ پر اس قدر جامع مدل کتاب ہے کہ اب اس کی ظہیر ممکن نہیں۔ جزی اللہ

عما خير اجزاء وغفرانه له آمین۔ مزید تفصیلات پ ۳ میں دی جا چکی ہیں وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۳۲۔ کھاپ لیلۃ القدر

کتاب لیلۃ القدر کی فضیلت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب شب قدر کی فضیلت

اور (سورہ قدر میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں اتارا۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے روح القدس (جبریل علیہ السلام) کے ساتھ اپنے رب کے حکم سے ہربات کا انتظام کرنے کو اترتے ہیں۔ اور صحیح تک یہ سلامتی کی رات قائم رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قرآن میں جس موقعہ کے لئے "ما اذرك" آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے آخر خضرت پیغمبر ﷺ کو بتادیا ہے اور جس کے لیے "ما یذریک" فرمایا اسے نہیں بتایا ہے۔

(۲۰۱۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اس روایت کو یاد کیا تھا۔ اور یہ روایت انہوں نے زہری سے (سن کر) یاد کی تھی۔ ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ بن عوف نے کہ نبی کرم پیغمبر ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر و ثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کے

۱۔ بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

وقولِ الله تَعَالَى: هُبَا أَنْزَلَهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَذْرَكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفٍ شَهْرٍ تَنْزُلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهَا يَأْذِنُ رَبُّهُمْ مِّنْ كُلِّ أُمَّةٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

قالَ ابْنُ عَيْنَةَ : مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ (هُوَ مَا أَذْرَكَ) فَقَدْ أَغْلَمَهُ، وَمَا قَالَ : هُوَ مَا يَذْرِيكَ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلَمْ.

٤- ۲۰۱۴ حدثنا علي بن عبد الله قال: حدثنا مُفْيَانٌ قال: حفظناه وإنما حفظ من الزُّفْرَى عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ: قال: ((من صام رمضان إيماناً واحساناً غير لة ما تقدم من ذنبه، ومن قام ليلة القدر إيماناً واحساناً غير لة ما تقدم من ذنبه)).

تابعة سليمان بن كثير عن الزهري.

[راجع: ۳۵]

ساتھ نماز میں کھڑا ہے، اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں؛ سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔

باب شب قدر کو رمضان کی آخری طاقِ راتوں میں تلائش کرنا

(۲۰۱۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امامِ مالک رحلیہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کو شب قدرِ خواب میں (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں گے کہ تمہارے سب کے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ اس لئے جسے اس کی تلاش ہو وہ اسی هفتہ کی آخری (طاق) راتوں میں تلاش کرے۔

٢- بَابُ التِّمَاسِ لِنَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّيِّعِ الْأُوَاخِرِ

٢٠١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرْنَا مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَرَوُا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّيِّعِ الْأُوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ فَذَدَ تَوَاطَّاتٍ فِي السَّيِّعِ الْأُوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَيَتَحَرَّكُهَا فِي السَّيِّعِ الْأُوَاخِرِ)). [راجع: ۱۱۵۸]

آخری عشرہ کی طاقِ راتیں ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۹ مراد ہیں۔

لَشِّيق اس حدیث کے تحت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ و فی هذا الحديث دلالة على عظم قدر الروياء و جواز الاستناد اليها في الاستدلال على الامور الوجودية بشرط ان لا يخالف القواعد الشرعية (فتح) یعنی اس حدیث سے خوابوں کی قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ان میں امور وجودیہ کے لئے استدار کے جواز کی دلیل ہے بشرطیکہ وہ شرعی قواعد کے خلاف نہ ہو۔ فی الواقع مطابق حدیث دیگر مومن کا خواب نبوت کے سر حصوں میں سے ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت شریفہ «(الآن أولياء الله)» اخیں میں بشری سے مراد نیک خواب بھی ہیں، جو وہ خود دیکھے یا اس کے لئے دوسرے لوگ دیکھیں۔

(۲۰۱۶) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشام نے بیان کیا، ان سے بھی بن ابی کثیر نے، ان سے أبو سلہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کرم شاہزادہ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر میں تاریخ کی صبح کو آنحضرت شاہزادہ اعتکاف سے نکل اور ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے لیلة القدر دکھائی گئی، لیکن بخلافی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لئے تم اسے آخری عشرہ کی طاقِ راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے

٢٠١٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدَ - وَكَانَ لِي صَدِيقًا - فَقَالَ: أَغِنِكُفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَيْنَعَةُ عَشْرِينَ، فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: ((إِنِّي أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَنْسَيْتُهَا - أَوْ نُسِيْتُهَا - فَلَتَسْمُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأُوَاخِرِ فِي الْوَنِيْرِ،

یہ بھی دیکھا ہے (خواب میں) کہ کویا میں کچھ میں مجده کر رہا ہوں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر لوٹ آئے اور اعتکاف میں بیٹھے۔ خیر ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک گلزار بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی پکنے لگا جو بجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تحریر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ میں مجده کر رہے تھے، یہاں تک کہ کچھ کائنات میں نے آپؐ کی پیشانی پر دیکھا۔

باب شب قدر کا رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنا۔ اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت

ہے۔

ليلة القدر كا وجود، اس کے فضائل اور اس کا رمضان شریف میں واقع ہونا یہ چیز نصوص قرآنی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ سورہ قدر میں مذکور ہے۔ اور اس بارے میں احادیث صحیح بھی بکثرت وارد ہیں۔ پھر بھی آج کل کے بعض منکرین حدیث نے لیلة القدر کا انکار کیا ہے جن کا قول ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ذیقی فرماتے ہیں واختلاف في المراد الذي اضيفت اليه الليلة فقبل المراد به التعظيم كقوله تعالى و ما قدروا الله حق قدره والممعن انها ذات قدر لنزول القرآن فيها يعني يسال قدر سے کیا مراد ہے، اس بارے میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ قدر سے تعظیم مراد ہے جیسا کہ آیت قرآنی میں ہے یعنی ان کافروں نے پورے طور پر اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا، آیت شریف میں جس طرح قدر سے تعظیم مراد ہے۔ یہاں بھی اس رات کے لئے تعظیم مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ رات وہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ قال العلماء سمیت لیلة القدر لما تكتب فيها الملائكة من الاقدار لقوله تعالى فيها يفرق كل أمر حکیم (فتح) یعنی علماء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا نام لیلة القدر اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ کے حکم سے فرشتے آنے والے سال کی کل تقدیریں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت قرآنی میں مذکور کہ اس میں ہر حکم امر لکھا جاتا ہے۔

اس رات کے بارے میں علماء کے بہت سے قول ہیں جن کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جنیں ۲۶ اقوال کی تعداد تک پہنچا دیا ہے۔ آخر میں آپ نے اپنا فاضلانہ فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے۔ وارجعها کلکھا انہا فی وترمن العشر الاخير و انہا تتعلق کما یفهم من احادیث هذا الباب یعنی ان سب میں ترجیح اس قول کو حاصل ہے کہ یہ مبارک رات رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔ شافعیہ نے ایک سویں رات کو ترجیح دی ہے اور حسروں نے ستائیسویں رات کو، مگر صحیح ترجیح ہے کہ اسے ہر سال کے لئے کسی خاص تاریخ کے ساتھ معین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک پوشیدہ رات ہے۔ قال العلماء الحکمة هي الخفاء ليلة القدر ليحصل الاجتہاد في التماصها بخلاف ما لو عينت لها ليلة لا تقتصر عليها كما تقدم نحوه في ساعة الجمعة یعنی علماء نے کہا کہ اس رات کے مختصر

وَلَيْنَى رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ،
فَمَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
لَلْيَزِّجْنَعِ). فَرَجَعْنَا، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ
فَرَعَةٌ، فَجَاءَتْ سَحَابَةً فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ
سَقْفَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ مِنْ جَرِيدَ النَّخْلِ،
وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالْطِينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَنَّ
الْطِينَ فِي جَبَهَتِهِ). [راجع: ۶۶۹]

۳۔ بَابُ تَحْرِيَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ
مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِيهِ عِبَادَةٌ

ہونے میں یہ حکمت ہے تاکہ اس کی تلاش کے لئے کوشش کی جائے۔ اگر اسے معین کر دیا جاتا تو پھر اس رات پر احتفار کر لیا جاتا۔ جیسا کہ جمود کی گھڑی کی تفصیل میں پچھے مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم کرتا ہے کہ اس سے ان لوگوں کے خیال کی بھی تقلیط ہوتی ہے جو اسے ہر سال اکیسویں یا سانتائیسویں شب کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

مختلف آثار میں اس رات کی کچھ نتایج بھی بتائی گئی ہیں، جن کو علامہ ابن حجر العسقلی نے مفصل لکھا ہے۔ مگر وہ آثار بطور امکان ہیں بطور شرط کے نہیں ہیں، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی ایک علمت بارش ہونا بھی بتایا گیا ہے۔ مگر لتنے ہی رمضان ایسے گذرا جاتے ہیں کہ ان میں بارش نہیں ہوتی، حالانکہ ان میں لیلۃ القدر کا ہوتا برق ہے۔ پس بہت دفعہ ایسا ہوتا ممکن ہے کہ ایک شخص نے عشرہ آخر کی طاق راتوں میں قیام کیا اور اسے لیلۃ القدر حاصل بھی ہو گئی۔ مگر اس نے اس رات میں کوئی امر بطور خوارق عادت نہیں دیکھا۔ اس لئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، فلا نعتقد ان لیلۃ القدر لاینالہ الام من اردی الخوارق بل فضل اللہ واسع یعنی ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ لیلۃ القدر کو وہی پہنچ سکتا ہے جو کوئی امر خارق عادت ذکر کے، ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل بہت فراخ ہے۔

حضرت عائشہ رض نے کہا تھا، حضور! میں کیا دعا پڑھو؟ آپ نے بتایا کہ یہ دعا بکفرت پڑھا کرو (اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی) اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو میری خطائیں معاف کر دے۔ امید ہے کہ لیلۃ القدر کی شب بیداری کرنے میں بخاری شریف کا مطالعہ فرمائے والے معزز بھائی مترجم و معاونین سب کو اپنی پاکیزہ دعاؤں میں شامل کر لیا کریں۔

شیدم کہ در روز امید و نیم بدال را بے نیکاں بے بخشد کریم

آئمن

شیخ الحدیث حیضرت مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:-

ثم الجمهور على انها مختصة بهذا الامة ولم تكن لغيرها قبلهم قال الحافظ و جزم به ابن حبيب وغيره من المالكية كالباجي و ابن عبد البر و نقله عن الجمهور صاحب العدة من الشافعية و رجهمه وقال النووي انه الصحيح المشهور الذى قطع به اصحابنا كلهم و جماهير العلماء قال الحافظ وهو معتبر بحديث ابى ذر عن الدسانى حيث قال فيه قلت يا رسول الله صلی اللہ علیہ و آله و سلم ا تكون مع الانبياء فاذ ما توار رفعت قال لا بل هي باقية و عمدتهم قول مالك في الموطا بلغنى ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تقاضر اعمار امته عن اعمار الامم الماضية فاعطاهم ليلة القدر وهذا يتحمل التأويل بل يدفع الصریح في حديث ابى ذر انتمهى قلت حديث ابى ذر ذكره ابن قدامة ۲/۴۹ من غير ان يعزوه لأحد بل يقتضي قلت يا رب الله ا تكون مع الانبياء ما كانوا فاذ اقبضت الانبياء و رفعت معهم او هي الى يوم القيمة قال بل هي الى يوم القيمة و اما الموطا فقال مالك فيه انه سمع من ينقى به من اهل العلم يقول ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ارى اعمار الناس قبله او ماشاء الله من ذلك فكانه تناقض اعمار امته ان لا يبلغوا من العمل مثل الذى يبلغ غيرهم في طول العمر فاعطاهم ليلة القدر خير من الف شهر قلت واثر الموطا المذكور يدل على ان اعطاء ليلة القدر كان تسلیة لهذه الامة القصيرة الاعمار و يشهد لذلك رواية اخرى مرسلة ذكرها العینی في العمدة (ص: ۱۳۰، ج: ۱۲۹)

جمسور کا قول یہ ہے کہ یہ بات اسی امت کے ساتھ خاص ہے اور پہلی امتوں کے لئے یہ نہیں تھی۔ حافظ نے کہا اسی عقیدہ پر ابن حبيب اور باجی اور ابن عبد البر علماء مالکیہ نے جزم کیا ہے۔ اور شافعیہ میں سے صاحب العدة نے بھی اسے جسور سے نقل کیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ یہ حدیث ابو ذر رض کے خلاف ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رض ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ یہ رات پہلے انہیاء کے ساتھ بھی ہوا کرتی تھی کہ جب وہ انتقال کر جاتے تو وہ رات انٹھاوی جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ وہ رات پہلی ہے۔ اور بہترین قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو انہوں نے موطا میں نقل کیا ہے کہ مجھے پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کو اپنی امت کی عمر س

کم ہونے کا احساس ہوا جب کہ پہلی اموتوں کی عمریں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جس سے آپ کی امت کو تسلی و نیا مقصود تھا جن کی عمریں بہت چھوٹی ہیں اور یہ رات ایک ہزار میسے سے بہتر ان کو دی گئی۔ (تفصیل)

سورہ شریفہ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ کے شان نزول میں واحدی نے اپنی سند کے ساتھ مجہد سے نقل کیا ہے کہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من بَنِ إِسْرَائِيلَ لِبِسِ السَّلَاحِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْفَشَرِ شہر فعجم المسلمون من ذالک فائزِ اللہ تعالیٰ عزوجل انما لیلۃ القدر خیر من الذی لیس السلاح فیها ذالک الرجل انتھی و ذکر المفسرون انه کان فی الزمان الاول نبی یقال له شمسون علیہ السلام قاتل الکفرة فی دینِ اللہ الف شهر و لم ینزع الشیاب والسلاح فقالت الصحابة یا لیلت لنا عَمَراً طویلًا حتی نقاتل مثله فنزلت هذه الآية و اخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان لیلۃ القدر خیر من الف شهر الذی لیس السلاح فیها شمسون فی سبیلِ اللہِ الی آخره ذکر العینی یعنی رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک ٹھنڈا فرمایا جس نے ایک ہزار میسے تک اللہ کی راہ میں جناد کیا تھا۔ اس کو سن کر مسلمانوں کو بے حد تجуб ہوا، اس پر یہ سورہ شریفہ نازل ہوئی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شمسون نامی نبی تھے جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کے دین کے لئے جناد فرماتے رہے اور اس تمام مدت میں انہوں نے اپنے ہتھیار جنم سے نہیں اتارتے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس طویل عمر کے لئے تمنا غاہر کی تاکہ وہ بھی اس طرح خدمتِ اسلام کریں۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی، اور بتلایا گیا کہ تم کو صرف ایک رات ایک دی گئی جو عبادات کے لئے ایک ہزار ماہ سے بہتر و افضل ہے۔

(۲۰۱۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ مالک بن ابی عامر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طلاق راتوں میں ڈھونڈو۔

۲۰۱۷ - حَدَثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَثَنَا أَبُو سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((نَحْرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأُوَالِيِّ مِنْ رَمَضَانَ)). [طرفاہ فی : ۲۰۱۹ ، ۲۰۲۰]

(۲۰۱۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد العزیز بن ابی حازم اور عبد العزیز در اور وردی نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے جو میئے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گذر جانے کے بعد جب ایکسوں کارخانی کی رات آتی تو شام کو آپ گھرو اپس آجائے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آجائے۔ ایک رات میں آپ جب اعتکاف کئے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجدی میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر آجانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطہ دیا اور جو

۲۰۱۸ - حَدَثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَثَنِي أَبْنُ أَبِيهِ حَازِمٍ وَالدَّرْأُوذِدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ الْعَدْرَيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الْتِي فِي وَسْطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِينَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً تَمْضِي وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَجَعَ إِلَى مَسْكِبِهِ وَرَجَعَ مِنْ كَانَ يَجَاوِرُ مَعْهُ، وَإِنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوِرَ فِيهِ الْلَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ

پھر اللہ پاک نے چلایا، آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس (دوسرے) عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اب اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہئے۔ اس نے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مختلف ہی میں تمہرا ہے۔ اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھلی گئی لیکن پھر بھلوادی گئی۔ اس نے تم لوگ اسے آخری عشرہ (کی طلاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ اس رات کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش بری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (چھٹ سے) پانی پکنے لگا۔ یہ ایکسیں کی راستہ کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صح کی نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے اور آپ کے چڑھے مبارک پر کچھ گلی ہوئی تھی۔

يُرِجعُ فِيهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمْرَهُمْ مَا شاءَ
اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: ((كُنْتُ أَجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ،
ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أَجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ
الْآخِرَةِ، فَمَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعِي فَلَيُثْبِتَ
فِي مَغْتَكِفِهِ، وَقَدْ أَرَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ
أَنْسَيْتُهَا، فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرَةِ،
وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُهُ أَسْجَدًا
فِي مَاءِ وَطِينِ)). فَاسْتَهَلتِ السَّمَاءُ فِي
تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَنْطَرَتْ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ
فِي مَصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً إِحْدَى وَعَشْرِينَ
فَبَصَرَتْ عَيْنِي، نَظَرْتُ إِلَيْهِ اتَّصَرَّفَ مِنْ
الصَّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِينًا وَمَاءً)).

[رائع: ٦٦٩]

(۲۰۴) مجھ سے محمد بن عثیم نے بیان کیا کہ ہم سے بھی قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، اسیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (شب قدر کو) تلاش کرو۔

٢٠١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّهِّدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَابِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الْتَّمِسُوا...). [رَاجِع: ٢٠١٧]

جس کی صورت ہے کہ آخری عشرہ کی طلاق راتوں میں جاؤ اور عبادت کرو۔

(۲۰۳۰) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عبده بن سلیمان نے خبر دی، ائمہ ہشام بن عروہ نے، ائمہ ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور ائمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضانؑ کے آخری مشرو میں اعتکاف کرتے اور فرماتے کہ رمضانؑ کے آخری مشرو میں شب قدر کو تلاش کرو۔

٢٠٢٠ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَزْوَةَ عَنْ أَيْمَهُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ خِيرٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ: (تَحْرُوا لَيْلَةَ الْفَتْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ خِيرٍ مِّنْ رَمَضَانَ)).

(۲۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کماگہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کما ہم سے الوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن حبیب رضی اللہ عنہما نے کہ جو کرم صلی

٤٠٢ - حدثنا موسى بن إسماعيل قال
حدثنا وهب بن قتيبة قال حدثنا أبيه عن
عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، جب نوراتیں بلتی رہ جائیں یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔
 (معنی ۲۱۳ پا ۲۵۴ وس راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو)۔

أنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْمُسُوهَا فِي الْعَصْرِ
الْأَوَّلِ أَخْيَرُ مِنْ رَمَضَانَ لِيَلَةَ الْقُنُزِ فِي تَاسِعَةِ
تَهْجِيْفِ، لِيَ سَابِعَةِ تَبَقَّى، فِي خَامِسَةِ
تَبَقَّى)). [طَرْفَهُ فِي : ٢٠٢٢].

(۲۰۴۲) ہم سے عبد اللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابو عجلہ اور عکرم نے، ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے۔ جب نوراتین گذر جائیں یا سات باتی رہ جائیں۔ آپ کی مراد شب قدر سے تھی۔

٢٠٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَمْشَدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي مَخْلُوتِ وَعَكْرَمَةَ، قَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (هُوَ) فِي الْعُشْرِ فِي تِسْعَ يَمْضِينَ أَوْ فِي سِتْعَ يَمْضِينَ). يَعْنِي لِلْأَقْدَرِ.

عبدالوهاب نے ایوب اور خالد سے بیان کیا، ان سے عکرمه نے اور ان سے ابن عباس نے کہ شب قدر کوچ بیس تاریخ (کی رات) میں تلاش کرو۔

تابعة عبد الوهاب عن أثيوب، وعن خالد
عن عكرمة عن ابن عباس، ((التمسرا
في أربع وعشرين)). [راجع: ٢٠٢١]

لشیخ اس حدیث پر قسطلانی وغیرہ کی مختصر تشریف یہ ہے۔ فی اربع و عشرين من رمضان و هی ليلة انزال القرآن واستشكّل ابراد هذا الحديث هنا لان الترجمة لاوتار و هذا شفع واجب بان المراد التمسوها في تمام اربعة و عشرين و هي ليلة الخامس والعشرين على ان البخاري رحمة الله كثيراً ما يذکر ترجمة ويسوق فيها ما يكون بينه وبين الترجمة ادنى ملاسة الخ يعني رمضان شریف کی چوبیوں رات جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور یہاں اس حدیث کو لانے سے یہ مشکل پیدا ہوئی کہ ترجمہ الباب طاق راتوں کے لئے ہے۔ اور یہ چوبیوں رات طاق نہیں بلکہ شفح ہے اور اس مشکل کا جواب یہ دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ چوبیوں تاریخ رمضان کو پورا کر کے آتے والی رات میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ اور وہ چھپیوں رات ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہ بہلوت شریفہ ہے کہ وہ اکثر اپنے تراجم کے تحت ایسی احادیث لے آتے ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی طرح باب سے ادنیٰ سے ادنیٰ مناسبت بھی نہیں کوئی ہے۔

ترجم کتا ہے کہ یہاں بھی حضرت امام رضا علیہ السلام نے باب میں فی الوتر من العشر کا اشارہ اسی جانب فرمایا ہے کہ اگرچہ روایت ابن عباسؓ میں چوبیسویں تاریخ کا ذکر ہے۔ مگر اس سے مراد یہی ہے کہ اسے پورا کر کے پھیلویں شب میں بود تر ہے شب قدر کو تلاش کر لے۔ والله اعلم بالصواب۔

(۲۰۲۳) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، ان سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، ان سے انس بن میختر نے بیان کیا اور ان سے عبادہ بن صامت بن میختر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لئے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان

٢٠٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُشْتَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمْيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ عَنْ عَبَادَةِ بْنِ الصَّابِطِ قَالَ حَرَجَ النَّبِيُّ لِيُخْبِرَنَا بِلِيَلَةِ الْقَدْرِ.

آپس میں کچھ بھجوڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتاؤں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں بھجوڑا کر لیا۔ پس اس کا علم اٹھایا گیا۔ اور امید یہ ہے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہو گا۔ پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نویاسات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔

باب رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا۔

(۲۰۲۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو محفور نے بیان کیا، ان سے ابو الفضل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتائونی کریم ﷺ اپنا تسبید مضبوط باندھتے (یعنی اپنی کمرپوری طرح کس لیتے) اور ان راتوں میں آپ خود بھی جائیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جانگیا کرتے تھے۔

لئے کرس لینے کا مطلب یہ کہ آپ اس عشرہ میں عبادت الٰی کے لئے خاص محنت کرتے۔ خود جائیتے گھر والوں کو جگاتے اور رات بھر عبادت الٰی میں مشغول رہتے۔ اور آخرت پڑھ کر ایسا مغل تلیم امت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا (لقد کانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أَسْنَةً حَسَنَةً) (الازhab: ۲۱) اے ایمان والو! اللہ کے رسول تمہارے لئے بہتر نمونہ ہیں۔ ان کی اقتداء کرنا تمہاری سعادت مندی ہے۔ یوسف یہی شعی عبادت الٰی کرنا بڑا کار ثواب ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت الٰی کرنا بہت سی بڑا کار ثواب ہے۔ لہذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہو سکے نیمت ہے۔

فَلَأَخْرِجْ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ لِقَالَ:
((خَرَجْتَ لِأَخْبَرْكُمْ بِلِيلَةِ الْقُدْرِ، فَلَأَخْرِجْ
فَلَأَنَّ وَفَلَانَ فَرِيقَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ
خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَّيْسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ
وَالْتَّاسِعَةِ وَالْخَامِسَةِ)). [راجع: ۴۹]

۵- بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

٢٠٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبْنُ عَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْقُوبِ عَنْ أَبِي
الصُّحْنِي عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا
دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِنْزَرَةً، وَأَخْتَى لَيْلَةً،
وَأَنْظَفَ أَهْلَهُ)).

٣- كِتابُ الْإِعْنَافِ

كتاب اعنةاف کے مسائل کا بیان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

۱- بَابُ الْإِعْنَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ
باب رمضان کے آخری عشرہ میں اعنةاف کرنا، اور اعنةاف
وَالإِعْنَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلُّهَا
ہر ایک مسجد میں درست ہے

لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَتْقِنْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ، تِلْكَ حَدُودُ اللَّهِ فَلَا تَفْرُتُوهَا، كَذَلِكَ يَبْيَنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعْلَمُهُمْ بِتَقْوَتِهِ﴾ [البقرة: ۱۸۷].

لستہ مختصر حافظ فرماتے ہیں الاعکاف لغہ لزوم الشنى و حبس النفس عليه و شرعا العقام في المسجد من شخص مخصوص على صفة مخصوصة وليس بواحب اجماعا الا على من ندره و كذا من شرع فيه فقطه عامدا عند قوم واختلف في اشتراط الصوم له الخ (فتح الباري) یعنی اعکاف کے لغوی معنی کسی پیجز کو اپنے لئے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کرونا۔ اور شرعی معنی میں کسی بھی مسجد میں کسی مقرر آدمی کی طرف سے کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کر لینا۔ اور یہ اعکاف اجتماعی طور پر واجب نہیں ہے۔ ہل کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان یہی قedula چھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی (﴿وَأَتْقِنْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾) [البقرة: ۱۸۷] سے ثابت ہے۔ واجاز الحنفیۃ للمرأۃ ان تتعکف فی مسجد بيتها و هو المکان المدلللصلوۃ فی (فتح) یعنی خفیہ نے عورتوں کے لئے اعکاف جائز کہا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جھنوں میں اعکاف کریں جو جگہ نماز کے لئے مخصوص کی ہوئی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی و تیجیہ کا بھی تقویاً ایسا یہ اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تاکہ متعکف باسانی ادائیگی جمع کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعکاف میں بیٹھنا منفعت ہے۔ یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم حدت کے لئے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔

سن ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ السنۃ علی المتعکف ان لا یعود مربضا و لا یشهد جنازة ولا یمس امراء ولا یباشرها ولا یخرج لحاجة الاما لا بد منه یعنی متعکف کے لئے سنت ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے اور نہ کسی جنازہ پر حاضر ہو۔ اور نہ اپنی عورت کو چھوئے، نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لئے اپنی جگہ سے باہر نہ لٹکلے مگر جس کے لئے نکلنابے حد ضروری ہو۔ جیسا کہ کھلتا پہنچانا تھا حاجات کے لئے جانا۔ اگر متعکف ایسے کاموں کے لئے نکلا اور مسجد سے خارج ہی وضو کر کے واپس آگیا تو اس کے اعکاف میں کوئی خلل نہ ہو گا بلکہ امور جائز و ناجائز امام بخاری و تیجیہ نے اپنے ابواب متفقہ میں ذکر فرمادیے ہیں۔ الحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکبوری تیجیہ نے اعکاف کے لئے جامع مسجد کو مختار قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحزوی، جلد ۲: ص: ۷۲)

(۲۰۲۵) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ
مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے،
انہیں تافع نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری شرہ میں
اعکاف کرتے تھے۔

(۲۰۲۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیجیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا

۲۰۲۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَعْتَكِفُ الْمُشْرِقَ الْأُوَّلَ حِلْمَرَ مِنْ رَمَضَانَ)).

۲۰۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برادر رمضان کے آخری عشرے میں اعتكاف کرتے رہے۔ اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطرات اعتكاف کرتی رہیں۔

(۷) ۲۰۲ ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کماک مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبد اللہ بن ہلہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تھی نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدربی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتكاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ نے انہی دنوں میں اعتكاف کیا، اور جب ایکسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ دو رات بے جس کی صبح کو آپ اعتكاف سے باہر آجاتے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتكاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتكاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی۔ لیکن پھر جھاڑ دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں پچھر میں سجدہ نہ رہا ہوں، اس لئے تم تو گ اسے آخری عشرہ کی ہر طلاق رات میں تلاش کرو۔ چنانچہ اسی رات بارش ہوئی۔ مسجد کی چھت پونکہ کھجور کی شاخ سے بنی تھی اس لئے پکنے لگی اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایکسویں کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پچھر گئی ہوئی تھی۔

حدَّثَنَا عَنِ الْأَئْمَةِ غَفِيلٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوْفَاهُ اللَّهُ: ثُمَّ اغْتَكَفَ أَرْوَاجَةً مِنْ بَعْدِهِ)).

۲۰۲۷ - حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَزِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْخَارِثِ التَّمِيمي عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرُّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ الْخُدَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَغْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاغْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةً إِحدَى وَعَشْرِينَ - وَهِيَ الْلَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ صَبَّاحَهَا مِنْ اعْتِكَافِهِ - قَالَ: ((مَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعِي فَلْيَغْتَكِفْ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ أَرَيْتُ هَذَا مَاءِ وَطَيْنِ مِنْ صَبَّاحَهَا، وَقَدْ رَأَيْتُ أَسْجَدَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَالْتَّمِسُوهَا فِي كُلِّ الْمَسْجِدِ، فَبَصَرَتِ عَيْنَايَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَبَهَهِ أَثْرُ الْمَاءِ وَالْطَّيْنِ مِنْ صَبَّاحِ إِحدَى وَعَشْرِينَ)). (راجع: [۶۶۹])

۲- بَابُ الْحَاضِرِ تُرْجِلُ الْمُغْتَكِفِ

باب اگر حیض والی عورت اس مرد کے سر میں کنگھی کرے

جواب احتکاف میں ہو

(۲۰۲۸) ہم سے محمد بن شیخ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے مجھی بن سعید
قطلان نے بیان کیا، ان سے رشام بن عروہ نے بیان کیا، کما کہ مجھے
میرے باپ نے خردی اور ان سے عائشہ رضیتھی نے بیان کیا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مختلف ہوتے اور سر مبارک میری طرف جھوکا دیتے پھر
میں اس میں لکھا کر دیتی، حالانکہ میں اس وقت حیض سے ہوا کرتی
تھی۔ (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

پہلے اعتکاف والا بے ضرورت

گھر میں نہ جائے

(۲۰۴۹) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شاب نے، ان سے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمن نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اعتكاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف جو کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کٹھا کر دیتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مختلف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

٢٨٠٢٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَشْبِّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ
الَّذِي يَصْنَعُ إِلَيَّ رَأْسَةً وَهُوَ مُجَاوِرٌ
فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجِلَهُ وَأَنَا حَابِضٌ)).

[٢٩٥: راجع]

٣- بَابُ الْمُغَتَكِفِ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ

إِلَّا لِحَاجَةٍ

٢٠٩٦ - حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ غُرْزَةَ وَعَمْرَةَ بْنِتِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ ((وَإِنْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ لَيَذْخُلُ عَلَيْ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي
الْمَسْجِدِ فَأَرْجِلُهُ، وَكَانَ لَا يَذْخُلُ أَيْتَ
الْأَلْحَاجَةَ إِذَا كَانَ مُغْتَكِفًا)).

أطافه ٣ : ٢٣، ٢٤، ٤١، ٤٢

• ۲۰۴۵

لشیخ علامہ عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں فسرہا الزہری بالبیول والغائب و قد انفقوا على استثناء هما (تحفة الاحوذه) یعنی امام زہری نے حاجات کی تفسیر پیش اب اور پاگانہ سے کی ہے۔ اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ ان حاجات کے لئے گمراہ استثناء ہے اور ممکن حاجات کو رفع کرنے کے لئے جائز ہے۔

بِ اعْتِكَافٍ وَالاَسْرِ يَدِنْ دَهْوَسْكَتْنَاهِ

(۲۰۳۰) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابراہیم تھجی نے، ان سے اسود نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حاضر ہوتی پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے بدн سے لگا

٤ - بَابُ غَسْلِ الْمُغْتَكِفِ

٤٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفيَّانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَالِضٌ)) .

لیتے اور آپ مختلف ہوتے اور میں حاضر ہوتی۔
(۲۰۳۱) اس کے باوجود آپ سر مبارک (مسجد سے) باہر کر دیتے اور میں اسے دھوئی تھی۔

[راجع: ۲۹۵]

۲۰۳۱ - ((وَكَانَ يُخْرُجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُغْتَفِفٌ فَاغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)). [راجع: ۲۹۵]

مقام اعکاف میں بوقت ضرورت مختلف کے لئے سر ابدان کا دھونا جائز ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام شافعی نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا۔

باب صرف رات بھر کے لئے اعکاف کرنا

(۲۰۳۲) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی بن سعید قلن نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، انسیں مافع نے خبر دی اور انسیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کرم مسیح پر سے عرض کیا، میں نے جالیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر

۵- بَابُ الْأَعْيَاكَافِ لِلَّيلِ

۲۰۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَتَتْ نَذْرَتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَغْيَكَفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

[اطراfe في : ۴۳۲۰، ۳۱۴۴، ۲۰۴۳]

[۶۶۹۷]

نذر نیاز جو خالص اللہ ہو اور امر جائز کے لئے جائز طور پر مانی گئی ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اعکاف بھی ایسے امور میں داخل ہے اگر کوئی غلط نذر مانے جیسا کہ ایک شخص نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی تھی، آپ نے اسے باطل قرار دیا۔ اس طرح دیگر غلط نذر مانت بھی توڑی جانی ضروری ہیں۔ غیر اللہ کے لئے کوئی نذر مانت مانا شرک میں داخل ہے۔

باب عورتوں کا اعکاف کرنا

(۲۰۳۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل دوی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جملوں بن زید نے بیان کیا، ان سے بھی قلن نے، ان سے عمر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشروں میں اعکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لئے (مسجد میں) ایک خیمہ لگادیتی۔ اور آپ صحیح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ بنت حیثیت نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کمرا کرنے کی (اپنے اعکاف کے لئے) اجازت ہاں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کمرا کر

۶- بَابُ اَعْيَاكَافِ النِّسَاءِ

۲۰۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادَ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْيَكِفُ فِي الْغَنِيرِ الْأَوَّلَ أَخْرِيٍّ مِنْ رَمَضَانَ، فَكَتَتْ أَصْرَبَ لَهُ خِيَّاءَ فَيَصْلَى الصَّبْعَ ثُمَّ يَذْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تُنْظَرَ بِخِيَّاءَ، فَأَذِنَتْ لَهَا فَصَرَّبَتْ خِيَّاءَ، فَلَمَّا

لیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لئے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ پس آپ نے اس میں (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

رَأَةُ رَبِّنِيَّةَ حَدَّثَنَا حَمْزَةُ ضَرَبَتْ خَيْمَةً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّهَارُ رَأَى الْأَخْيَةَ قَالَ: (مَا هَذَا؟) فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَيْرُ تَرُونَ بِهِنْ؟)) فَتَرَكَ الْأَعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرُ، ثُمَّ اغْتَكَفَ عَشْرَةً مِنْ شَوَّالٍ). [راجح: ۲۰۲۹]

لَشَّابِحَ قال الاسماعيلي في دليل على جواز الاعتكاف بغير صوم لأن أول شوال يوم الفطر وصومه حرام يعني اس حدیث میں دلیل ہے کہ بغیر روزہ کے بھی اعتکاف درست ہے اس لئے کہ آپ نے اول عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔ جس میں یوم الفطر بھی داخل ہے۔ جس میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ ان المرأة لا تعتكف حتى تستاذن زوجها وإنها إذا اعتكف بغير اذنه كان له ان يخرجها و فيه جواز ضرب الأخيبة في المسجد و ان الأفضل للنساء ان لا يعتكفن في المسجد و فيه ان أول الوقت الذي يدخل فيه المعتكف بعد صلوة الصبح وهو قول الأوزاعي وقال الأئمة الاربعة و طائفة يدخل غروب الشمس واولوا الحديث على انه دخل من أول الليل ولكن انما تخلى بنفسه في المكان الذي اعده لنفسه بعد صلوة الصبح الخ يعني عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور بغیر اجازت اعتکاف کی صورت میں خاوند کو حق ہے کہ وہ عورت کا اعتکاف ختم کر دے۔ اور اعتکاف کے لئے مساجد میں خیسہ لگاتا درست ہے۔ اور عورتوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ مساجد میں اعتکاف نہ کریں اور متعکف کے لئے اپنی جگہ میں داخل ہونے کا وقت نماز فجر کے بعد کا وقت ہے۔ یہ اوزاعی کا قول ہے لیکن ائمہ ارجعہ اور ایک جماعت علماء کا قول یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل اپنے مقام میں داخل ہو اور حدیث مذکورہ کا مطلب انہوں نے پوں بیان کیا کہ آپ اول رات ہی میں داخل ہو گئے تھے مگر جو جگہ آپ نے اعتکاف کے لئے مخصوص فرمائی تھی اس میں فجر کے بعد داخل ہوئے۔

باب مسجدوں میں خیمے لگانا

(۳۰۳۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انسیں بیکی بن سعید نے، انسیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور انسیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جمل آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ بیٹی خاصہ بیٹی خاصہ کا بھی اور زینب بیٹی خاصہ کا بھی، اس پر آپ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

٢٠٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعْنَى عَنْ عَمْرَةَ بْنِ شَتَّى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: (إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْيَةً : خَيْمَةً عَائِشَةَ، وَخَيْمَةً حَفْصَةَ، وَخَيْمَةً زَيْنَبَ). فَقَالَ: ((أَلَيْرُ تَقُولُونَ بِهِنْ؟)) ثُمَّ أَنْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ، حَتَّى اغْتَكَفَ عَشْرَةً مِنْ شَوَّالٍ). [راجح: ۲۰۲۹]

باب کیا معتکف اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے دروازے تک جاسکتا ہے؟

(۲۰۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے امام زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک یوں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتكاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باشیں کیں پھر واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں، تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی سوچ کی ضرورت نہیں، یہ تو (میری یوں) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا، سچان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ برا شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بد گمانی نہ ڈال دے۔

-۸- بَابُ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ؟

٢٠٣٥ - حدثنا أبو اليمان قال أخبرنا شعيب عن الزهري قال: أخبرني علي بن الحسين رضي الله عنهما: ((أن صفية زوج النبي ﷺ أخبرته أنها جاءت رسول الله ﷺ تزوره في اغتكافه في المسجد في العشر الأواخر من رمضان، فتحذثت عنده ساعة ثم قامت تقلب فقام النبي ﷺ معها يقلبه، حتى إذا بلغت باب المسجد عند باب أم سلمة مرجلان من الأنصار فسلمتا على رسول الله ﷺ فقال لهم النبي ﷺ: ((على رسليكم، إنما هي صفية بنت حبي)). فقال: سبحان الله يا رسول الله، وكبير عليهمما، فقال النبي ﷺ: ((إن الشيطان يتلugu من الإنسان مبلغ الدم، وإن حشيت أن يقذف في قلوبكم شيئاً)).

[اطرافہ فی : ۲۰۳۹، ۲۰۴۱، ۳۱۰۱]

[۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱]

لَشَرِيف اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف ضروری کام کے لئے مقام اعتكاف سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپ حضرت صفیہ بنت حبیب کے ساتھ اس لئے نکلے کہ وہ ایکی رہ گئی تھیں۔ کہتے ہیں ان کا مکان بھی مسجد سے دور تھا بعض روایتوں میں ان دیکھنے والوں کے متعلق ذکر ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ جانا چاہا تھا، آنحضرت ﷺ نے حقیقت حال سے آگاہ فرمائے کے لئے ان کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ کسی ممکن شک کو دور کر دینا بہر حال اچھا ہے۔

باب آخرست شیعیہ کے اعتكاف کا اور بیسویں کی صبح کو آپ کا اعتكاف سے نکلنے کا بیان

-۹- بَابُ الْإِغْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

(۲۰۳۶) مجھ سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا، انہوں نے کماکہ ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، کماکہ مجھ سے بھی بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے سنا، انہوں نے کماکہ میں نے ابو سعید خدرا رضی اللہ عنہ سے سنا، میں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر سنائے؟ انہوں نے کماکہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرا عشرے میں اعتکاف کیا تھا، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں کی صبح کو ہم نے اعتکاف ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا، کہ مجھے شب قدر و کھالی گئی تھی لیکن پھر بھلا دی گئی، اس لئے اب اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں کچھ بپانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (اس سال) اعتکاف کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آگئے۔ آسمان میں کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی، پھر نماز کی تکبیر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر کچھ لگا ہوادیکھا۔

[راجع: ۶۶۹]

باب کیا مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟

(۷) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کماکہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی یو یوں میں سے ایک خالوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ سرفی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ثابت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی

۲۰۳۶ - حدیثی عندهُ اللہ بن مُبیر سمعَ هارونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَبَارِكِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدَ الْخُدْرَى قُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ؟ قَالَ نَعَمْ، اغْتَهَنَتَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرُ الْأَوْسَطُ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَعَرَجَنَا صَبَّيْحَةَ عِشْرِينَ، قَالَ: فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَبَّيْحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ: ((إِنِّي أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِيَّتُهَا، فَالْتَّمَسْوُهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ أَخْرِي فِي وِنْرِ، فَلَمْ يَرَيْنِي رَأَيْتُ أَنْ أَسْجُدَ فِي مَاءِ وَطَنِ، وَمَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَيَرْجِعَنِي)). فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَرْعَةً، قَالَ: فَجَاءَتْ سَحَابَةُ فَمَطَرَتْ، وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَاجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الطَّيْنِ عَالَمَاءَ، حَتَّى رَأَيْتُ الطَّيْنَ فِي أَرْبَيْهِ وَجَهَبَيْهِ)).

۱۰ - بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

۲۰۳۷ - حدیثاً قُتیلَةً قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْبَعَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اغْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفَرَةَ، فَرَبِّمَا وَضَعَنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا

وَهِيَ تُصْنَى)). [راجع: ۲۰۹]

لَشَرِيف مسحاصہ وہ عورت جس کو حیض کا غون بطور مرض ہر وقت جاری رہتا ہو، ایسی عورت کو نماز پڑھنی ہو گی۔ مگر اس کے لئے عمل طمارت بھی ضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ازواج مطہرات میں سے ایک محترمہ یہوی امام علمہ ہاشمؒ جو اس مرض میں جلا تھیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اعتكاف کیا تھا۔ اسی سے حضرت امام الحمد بن حنبلؓ نے باب کا مضمون ثابت فرمایا ہے۔ بعد میں جب آپ نے بعض ازواج مطہرات کے بکثرت خیہے مسجد میں اعتكاف کے لئے دیکھے تو آپ نے ان سب کو دور کر دیا تھا۔

باب عورت اعتكاف کی حالت میں اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے

(۲۰۳۸) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے این شاب نے، ان سے امام زین العابدین علی بن حسینؑ نے کہ نبی کشم شیخیؑ کی پاک یہوی حضرت صفیہؓ نے انہیں خبر دی (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کشم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتكاف میں) تھے آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں۔ جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حبیبؓ سے فرمایا کہ جلدی نہ کر، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا جھروہ دار اسماءؓ میں تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کشم شیخیؓ کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا، ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بنت حبیبؓ تھیں (جو میری یہوی ہیں) ان حضرات نے عرض کی، سجحان اللہ! یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی وہ کوئی بری بات نہ ڈال دے۔

۱۱- بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اغْتِكَافِهِ

٢٠٣٨ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْلَّاِنِيثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَالَدٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَلَيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلَيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ، فَرَخَنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتَ حَيْيَيْ : ((لَا تَغْجُلِي حَتَّى انْصَرِفَ مَعَكَ)), وَكَانَتْ يَتَّهَمَّا فِي دَارِ أَسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا، فَلَقِيَ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ((تَعَايَا، إِنَّهَا صَفِيَّةَ بِنْتَ حَيْيَيْ)) قَالَا: سَبَّحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَعْجِزُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدُّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُلْقِي فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا)).

[رجوع: ۲۰۳۵]

یہ حدیث طرق مختلف کے ساتھ کئی جگہ گزرنچی ہے۔ اور حضرت امام رضاؑ نے اس سے بہت سے مسائل کے لئے استبطاط فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وَفِي الْحَدِيثِ مِنَ الْفَوَانِدِ جُوازُ اشْتِغَالِ الْمُعْتَكِفِ بِالْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ مِنْ تَشْبِيهِ زَانِهِ وَالْقِيَامِ مَعَهُ وَالْحَدِيثِ مَعَ غَيْرِهِ وَإِبَاحةِ حَلُوَةِ الْمُعْتَكِفِ بِالزَّوْجَةِ وَزِيَارَةِ الْأُمَّرَاءِ الْمُعْتَكِفِ وَبَيَانِ شَفَقَتِهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْهَةٍ وَإِرشَادِهِمْ إِلَى مَا يَدْفَعُ عَنْهُمُ الْأَثَمُ وَفِي التَّحْرِزِ مِنَ التَّعْرُضِ لِسُوءِ الظَّنِّ وَالْأَحْتِفَاظِ مِنْ كِيدِ الشَّيْطَانِ وَالْأَعْتَادَارِ وَقَالَ أَبْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ وَهَذَا مَا كَدَ فِي حَقِّ الْعُلَمَاءِ وَمَنْ يَقْتَدِيْ بِهِ فَلَا يَحْوِزُ لَهُمْ أَنْ يَفْعُلُوا فَعْلًا يَوْجِبُ سُوءُ الظَّنِّ بِهِمْ وَأَنْ كَانُوهُمْ فِي مَخْلُصٍ لَّا نَالَ سَبِيلًا إِلَيْهِمْ وَمَنْ ثُمَّ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ يَبْغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يَبْيَنَ لِلْمُحْكُومِ عَلَيْهِ وَجْهَ الْحُكْمِ إِذَا كَانَ خَافِيَاً نَفِيَاً لِلتَّهْمَةِ وَمَنْ هُنَّا يَظْهَرُ خَطَاءَهُ مِنْ يَنْتَهِيْ بِهِ مَظَاهِرُ السُّوءِ وَيَعْتَذِرُ بَاهِنَهُ يَعْرِبُ بِذَلِكَ عَلَى نَفْسِهِ وَقَدْ عَطَمَ الْبَلَاءُ بِهِذَا الصَّنْفِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَفِي أَصْفَافِ بَيْوَاتِ ازْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِنَّ وَفِي جُوازِ خُروِجِ الْمَرْأَةِ لِلَّيْلِ وَفِي قَوْلِ سَبْحَانَ اللَّهِ عَنْدِ الْعَجَبِ الْخَ (فتح الباري)

مختصر مطلب یہ کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ معتکف کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کر سکتا ہے۔ اور غیروں کے ساتھ بات بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے۔ یعنی اس سے تعلیٰ میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا، اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آئیتی ہے اور اس حدیث سے امت کے لئے شفقت نبوی کا بھی اثبات ہے اور آپؐ کے ایسے ارشاد پر بھی دلیل ہے جو کہ امت سے گناہوں کے دفع کرنے سے متعلق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بد گمانی اور شیطانی کروں سے اپنے آپؐ کو محفوظ رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ابن دقيق العید نے کہا کہ علماء کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کے حق میں لوگ بد گمانی پیدا کر سکیں، اگرچہ اس کام میں ان کے اخلاق بھی ہو۔ مگر بد گمانی پیدا ہونے کی صورت میں ان کے علوم کا انتفاع ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ مدعا علیہ پر جو اس نے فصلہ دیا ہے اس کی پوری وجہ اس کے سامنے بیان کر دے تاکہ وہ کوئی غلط تہمت حاکم پر نہ لگاسکے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص بطور تجربہ بھی کوئی برا مظاہرہ نہ کرے۔ ایسی بلاعین آج کل عام ہو رہی ہیں۔ اور اس حدیث میں بیویت ازوج النبی کی اضافت کا بھی جواز ہے اور رات میں عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنے کا بھی جواز ثابت ہے اور ثجہ کے وقت سبحان اللہ کئنے کا بھی ثبوت ہے۔ واللہ اعلم بالاصواب۔

۱۲۔ بَابُ هَلْ يَذْرَا الْمُعْتَكِفُ عَنْ بَابِ اعْتِكَافٍ وَالاَپِنَّ اوپر سے کسی بد گمانی کو دور کر سکتا نَفْسِيَّة؟

(۲۰۳۹) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ بنے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے خبر دی، انہیں سلیمان نے، انہیں محمد بن ابی عتیق نے، انہیں ابن شاہب نے، انہیں علی بن حسین بن شوشتر نے کہ صفیہ بنت ابی اسحاق نے انہیں خبر دی، (دوسری سند) اور ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سن، وہ علی بن حسین بن شوشتر سے خبر دیتے تھے کہ صفیہ بنت ابی اسحاق نبی کریم ﷺ کے یہاں آئیں۔ آپؐ اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر

۲۰۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَيْنَةِ عَنِ الرُّوفِيِّ عَنْ عَلَيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ ح. حَدَّثَنَا عَلَيِّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعَتُ الرُّوفِيَّ يَعْبُرُ عَنْ عَلَيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ

جب وہ اپس ہونے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انہیں چھوڑنے) آئے۔ (آتے ہوئے) ایک انصاری صحابیؓ نے آپ کو دیکھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو فوراً آپ نے انہیں بلایا، کہ سنو! یہ (میری بیوی) صفیہؓ ہی تھیں۔ (سفیان نے ہی صفتیہ کے بجائے بعض اوقات هذه صفتیہ کے الفاظ کے۔ (اس کی وضاحت اس لئے ضروری تھی) کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ میں (علی بن عبد اللہ) نے سفیان سے پہلے کہ غالباً وہ رات کو آتی رہی ہوں گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کو نہ ہو سکتا تھا۔

رضی اللہ عنہا آتیتِ النبی ﷺ وہو مُغَفِّکٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَیْ مَعَهَا، فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دُعَاءً فَقَالَ: ((تَعَالَى، هِيَ صَفَیَةُ)) - وَرَبِّمَا قَالَ هَذِهِ صَفَیَةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَنْبَرِ آدَمَ مَجْرَى الدُّمِ. قُلْتُ لِسَفِیانَ: أَنْتَ لَیْلَةً؟ قَالَ: وَهُنَّ هُوَ إِلَّا لَیْلَةً؟)). [راجح: ۲۰۳۵]

باب اعتكاف سے صحیح کے وقت بابر آنا

باب کی حدیث اس پر محوال ہے کہ آپ نے راتوں کے اعتكاف کی نیت کی تھی نہ دنوں کی۔ گویا غروب آفتاب کے بعد اعتكاف میں گئے اور صحیح کو باہر آئے، اگر کوئی دنوں کے اعتكاف کی نیت کرے تو طوع فخر ہوتے ہی اعتكاف میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔ (وحیدی)

(۲۰۳۰) ہم سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عینہؓ نے بیان کیا، ان سے ابن جریرؓ نے بیان کیا، ان سے ابن الیخنجؓ کے ماموں سلیمان احولؓ نے، ان سے ابو سلمہؓ نے اور ان سے ابو سعید خدریؓ نے۔ سفیان نے کہا اور ہم سے محمد بن عمروؓ نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہؓ نے اور ان سے ابو سعید خدریؓ نے، سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ ابن الی لبیدؓ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی، ان سے ابو سلمہؓ نے اور ان سے ابو سعید خدریؓ نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتكاف کے لئے بیٹھے۔ بیسویں کی صحیح کو ہم نے اپنا سالان (مسجد سے) اٹھایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتكاف کیا ہے وہ دوبارہ اعتكاف کی جگہ چلے، کیونکہ میں نے آج کی رات (شب قدر کو) خواب میں دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کچھ میں سجدہ کر رہا

۱۳- بَابُ مِنْ خَرَاجَ مِنْ اعْتِكَافِهِ عِنْ الصُّبُحِ

باب کی حدیث اس پر محوال ہے کہ آپ نے راتوں کے اعتكاف کی نیت کی تھی نہ دنوں کی۔ گویا غروب آفتاب کے بعد اعتكاف سے ۴۰- حدثنا عبد الرَّحْمَنُ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ أَبِي حُرَيْبَعْنَ سُلَيْمَانَ الْأَخْوَلَ حَالَ أَبْنَ أَبِي تَعْبِيْعَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ سَفِيَّاً: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرُو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ. قَالَ: وَأَظَلَّ أَذْ أَبْنَ أَبِي لَبِيدَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: ((اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأُوَسْطَ، فَلَمَّا كَانَ صَبَّيْحَةُ عِشْرِينَ نَقَلَنَا مَتَاعَنَا، فَاتَّابَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُغْتَكِفِهِ، فَإِنَّ رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، وَرَأَيْتُ أَسْجَدْ فِي مَاءِ وَطَيْبِينِ)). فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُغْتَكِفِهِ وَهَاجَتِ

ہوں۔ پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ (مسجد میں) آپ دوبارہ آگئے تو اچانک بادل متذلائے، اور بارش ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آسمان پر اسی دن کے آخری حصہ میں ابر ہوا تھا۔ مسجد کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی (اس لئے چھت سے پانی پکا) جب آپ نے نماز صبح ادا کی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک اور پیشانی پر کچھ رکاوٹ تھا۔

باب شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان۔

(۲۰۳۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی، انیں یحییٰ بن سعید نے، انیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور ان سے عائشہ یعنی زینب نے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے۔ آپ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لئے بیٹھنا ہوتا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ یعنی زینب نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انیں اجازت دے دی، اس لئے انہوں نے (اپنے لئے بھی مسجد میں) ایک خیمہ لگایا۔ حفصہ یعنی زینب (زوج مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگایا۔ زینب یعنی زینب (زوج مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگایا۔ صبح کو جب آخر ضریف ﷺ نماز پڑھ کر لوئے تو چار خیمے نظر پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا، انہوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا، (بلکہ صرف ایک دوسرا کی ریس سے یہ کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو۔ میں انیں اچھا نہیں سمجھتا، چنانچہ وہ الھاڑ دیئے گئے۔ اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

باب اعتکاف کے لئے روزہ

ضروری نہ ہونا۔

(۲۰۳۲) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے

السَّمَاءُ قَمَطِرْنَا، فَوَاللَّهِ بَعْدَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ
هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ،
وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا لَفَلَذَ رَأْيَتُ عَلَى
أَنْفِهِ وَأَرْتَبَهُ أَثْرَ النَّمَاءِ وَالظَّنَّ).
[راجح: ۶۶۹]

۱۴- بَابُ الْاعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

۲۰۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ
بْنُ فُضَيْلٍ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
عَنْ عَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ، وَإِذَا صَلَّى
الْفَدَاءَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ.
قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ
لَهَا فَصَرَّبَتْ فِيهِ قَبَّةً. فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ
فَصَرَّبَتْ قَبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا
فَصَرَّبَتْ قَبَّةً أُخْرَى. فَلَمَّا أَنْصَرَفَ رَسُولُ
الله ﷺ مِنَ الْفَدَاءِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ:
((مَا هَذَا؟)) فَأَخْبَرَهُ خَبِيرُهُنَّ، فَقَالَ: ((مَا
حَمَلْهُنَّ عَلَى هَذَا؟ آتِهِمْ؟ أَنْزِلُوهُمَا فَلَا
أَرَاهَا)), فَتَرَعَّتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ
حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخرِ الْغَشْرِ مِنْ
شَوَّالٍ)). [راجح: ۲۰۳۹]

۱۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ

۲۰۴۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَنْدِ اللَّهِ

بھائی (عبدالحمید) سے، ان سے سلیمان نے، ان سے عبید اللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا، ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات کامسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھر اعتکاف کیا۔

عنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَمْرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَغْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَوْفِ نَذْرَكَ)). فَاغْتَكَفَ لَيْلَةً.

[راجح: ۲۰۳۶]

باب اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی پھر وہ اسلام لایا

(۲۰۳۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسماء نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر نے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، عبید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے رات بھر کا ذکر کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

باب رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

اس سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے رمضان کا آخری عشرہ ضروری نہیں۔ گو آخری عشرے میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

(۲۰۳۴) ہم سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے ابو حصین عثمان بن عاصم نے، ان سے ابو صالح سماں نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عوف نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے

۱۶- بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب کی حدیث میں آپ نے ایسی نذر کے پورا کرنے کا حکم دیا، معلوم ہوا کہ نذر اور نیمین حالت کفر میں صحیح ہو جاتی ہے اور اسلام کے بعد بھی اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ (وحیدی)

۲۰۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عُمَرَ ((أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - قَالَ: أَرَأَهُ قَالَ لَيْلَةً - قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

۱۷- بَابُ الْاعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

۲۰۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٌ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ

رمضان عشرہ آیام، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي
تَحَقَّقَ لِكَنْ جِسْ سَالٌ آپُ کا انتقال ہوا، اس سال آپُ نے میں دن کا
اعتكاف کیا تھا۔

فِيَضَّ فِيهِ اغْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا).

[طرفة فی : ۴۹۹۸]

ابن بطال نے کہا اس سے یہ لکھا ہے کہ اعتكاف سنت مؤکدہ ہے، اور ابن منذر نے ابن شاب سے کلاکہ مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتكاف کرنا چھوڑ دیا، حالانکہ آخرت میں جب سے مدینہ میں تشریف لائے تو آپُ نے وفات تک اعتكاف ترک نہیں فرمایا تھا۔ اس سال آپُ نے میں دن کا اعتكاف اس لئے کیا کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وفات قریب ہے۔

باب اعتكاف کا قصد کیا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ

اعتكاف نہ کریں تو یہ بھی درست ہے

(۲۰۳۵) ہم سے محمد بن مقابل ابو الحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے بیکی بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرہ بنت عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتكاف کے لئے ذکر کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لئے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت حوشی رضی اللہ عنہا نے دیکھا، تو انہوں نے بھی خیہ لگانے کے لئے کہا اور ان کے لئے بھی خیہ لگا دیا گیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیہ میں تشریف لے جاتے آج آپ کو بہت سے خیہے دکھائی دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ، حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے خیہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا، بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے۔ اب میں بھی اعتكاف نہیں کروں گا۔ پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا، تو آپ نے شوال میں اعتكاف کیا۔

باب اعتكاف والادھونے کے لئے اپنا سر

۱۸- بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ

بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ

۴۰۴۰ - حَدَثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسِنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَثَنِي يَحْتَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَثَنِي عَمْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَهُ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَعَلَتْ، فَلَمَّا مَرَأَتْ ذَلِكَ زَنَبَ أَبْنَةَ حَجَّشَ أَمْرَتْ بَنَاءَ فَيْنِي لَهَا. قَالَتْ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ذَكَرَ إِذَا صَلَّى أَنْصَرَفَ إِلَى بَنَاهُ، فَبَصَرَ بِالْأَبْنِيَةِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) قَالُوا: بَنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَنَبَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ذَكَرَ: ((الْأَبْرَأْ أَرْذَنِ بِهَذَا؟ مَا أَنَا بِمُغَفِّلٍ)). فَرَاجَعَ فَلَمَّا أَنْطَرَ اغْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ)).

[راجح: ۲۰۲۹]

۱۹- بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُذْخُلُ رَأْسَهُ

گھر میں داخل کرتا ہے

(۲۰۳۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ وہ حافظہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ پھر بھی وہ آپ کے سر میں اپنے جگہ ہی میں لکھا کرتی تھیں۔ آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھاتے۔

البَيْتُ لِلْغُسْلِ

٢٠٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَغْمُرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَزْرَوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : ((أَنَّهَا كَانَتْ تُرْجِلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُغْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهِ يَنْأِلُهَا رَأْسَهُ)).

[راجع: ۲۹۵]

تَسْبِيحٌ امام بخاری رض نے بذیل مسائل تراویح، ولیۃ القدر و اعتکاف یہاں کل انتالیس حدیثوں کو نقل فرمایا۔ جن میں مرفع، معلق، مکرر جملہ احادیث شامل ہیں۔ کچھ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی آپ نے ذکر فرمائے، چونکہ ایمان اور ارکان فہرست کے بعد اولین چیز جو ہر مسلمان کے لئے بے حد ضروری ہے وہ طلب رزق حلال ہے جس کا ہمیں ذریعہ تجارت ہے، اس لئے اب امام بخاری رض نے کتاب البيوع کو شروع فرمایا، رزق کی تلاش کے لئے تجارت کو اولین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ تجارت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں بھی لفظ تجارت مختلف مقاصد کے تحت بولا گیا ہے۔ جو تاجر امانت و دیانت کے ساتھ تجارت کرتے ہیں ان کے لئے بہت کچھ بشارتیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ یہاں بھی ملاحظہ میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۳۔ کتاب الہیم

کتاب خرید و فروخت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اللہ نے تمہارے لئے خرید و فروخت حلال کی اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مگر جب نقد سودا ہو تو اس ہاتھ دو اس ہاتھ

وَقُولِ اللَّهِ عَزْ وَجْلُ : هُوَ وَأَخْلَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرَّبَابَ [البقرة : ۲۷۵].

وَقُولِهِ : هُوَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

تَدِيزُونَهَا بِنِكْمٍ ﴿البقرة : ٢٨٢﴾

لو۔”

باب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق احادیث کے

”پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین س پھیل جاؤ۔ (یعنی رزق حلال کی تلاش میں اپنے کاروبار کو سنبھال لو) اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جب انہوں نے سودا بلتے دیکھایا کوئی تماشادیکھا تو اس کی طرف متفرق ہو گئے اور تجھ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور سودا گری سے بہتر ہے۔ اور اللہ ہی ہے بہتر روزی رزق دینے والا۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”تم لوگ ایک دوسرے کامال غلط طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہارے درمیان کوئی تجارت کا معاملہ ہو تو آپس کی رضامندی کے ساتھ (معاملہ ٹھیک ہے)۔“

لَشِّيقٌ یوں بیچ کی بیچ ہے جو باب ضرب بضرب سے مقتل یا یہ جس کے سینے خرید و فروخت کے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بھی اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ نے بہت سی پاکیزہ ہدایات دی ہیں۔ یعنی والوں کو عام طور پر لفظ تاجر سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیس بن ابی غزرہ سے روایت ہے قال خرج علينا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نسمى السمسارة فقال يا معتمر التجار وهي روایة ابی داود لعرفنا النبي صلی اللہ علیہ وسلم فسمانا باسم هو احسن منه فقال يا معتمر التجار ان الشيطان والائم يحضران البيع فشوبوا بعكم بالصدقة (رواہ الترمذی) یعنی نبی کریم ﷺ ہم لوگوں پر گذرے جب کہ عام طور پر ہم کو لفظ سما سره (سودا گران) سے پکارا جاتا تھا، آپ نے ہم کو بہتر نئے نام سے موسوم فرمایا، اور یوں ارشاد ہوا کہ ”اے تاجروں کی جماعت بے شک شیطان اور گناہ خرید و فروخت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی بیچ کے ساتھ صدقہ خیرات کو بھی شامل کرو، تاکہ ان اغلاط کا کچھ کفارہ بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتا رہے!“

تجارت کی فضیلت میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ الناجر الصدقون الامين مع النبیين والصداقین والشهداء (رواہ الترمذی) امانت اور صداقت کے ساتھ تجارت کرنے والا مسلمان قیامت کے دن انبیاء اور صداقین اور شداء کے ساتھ اخلاقیا جائے گا۔ اس لئے کہ امانت اور دیانت کے ساتھ تجارت کرنا بھی اتنا ہی کھن کام ہے جتنا کہ انبیاء و صداقین و شداء کا مشن کھن ہوتا ہے۔ عن اسماعیل بن عبید بن رفاعة عن ابیہ عن جده انه خرج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الى المصلى فرأى الناس يبعضون فقال يا معتمر التجار فاستجابوا الرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ورفعوا اعناقهم وباصارهم اليه فقال ان التجار يبعضون يوم القيمة فجحا الا من اتقى الله وبر وصدق (رواہ الترمذی) یعنی ایک دن آنحضرت ﷺ نماز کے لئے نکلے کہ آپ نے راستے میں خرید و فروخت کرنے والوں کو دیکھا فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اٹھایا۔ اور آپ

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿إِنَّمَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَأَنْتُشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ، وَإِذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. وَإِذَا رَأَوْنَ تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا أَنْفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكُمْ قَائِمًا، قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِ وَمِنَ التِّجَارَةِ، وَاللَّهُ خَيْرُ الرُّازِقِينَ﴾ [الجمعة : ۱۱-۱۰]

وَقُولُهُ ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بِنِكْمٍ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۲۹].

کی آواز پر سب نے لیک کا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر جس نے اس پیشہ کو اللہ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاراتی کے ساتھ انجام دیا۔ حضرت ابوذر ہنفیؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تمنِ آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے ختم درود ناک عذاب ہو گا۔ ان میں اول نمبر احسان جلتانے والا، دوسرے نمبر اپنے پاجامہ تبدیل کو فخریہ خنون سے نیچے کھینچنے والا، تیسرا اپنے مال کو جھوٹی قسمیں کھا کر فروخت کرنے والا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکبوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال القاضی لما كان من دین التجار التدليس في المعاملات والتهلك على ترويع السلع بما تيسر لهم من الایمان الكاذبة و نحوها حكم عليهم بالفجور واستثنى منهم من اتفق المحارم و برفي بهمه و صدق في حديثه والى هذا ذهب الشارحون و حملوا الفجور على اللغو والخلف كذا في المرقة (تحفة الاحدوزي)

یعنی قاضی نے کما کہ معاملات میں دھوکا دیا اور مال نکالنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھا کما کر ہر قسم کے ہنکڑے استعمال کرنا تاجر بروں کا عام شیوه ہے، اسی لئے آخرست ہنفیؓ نے ان پر فاجر ہونے کا حکم فرمایا، مگر ان کو مستثنی فرمایا جو حرام سے بھیں اور قسم میں سچائی کو سامنے رکھیں۔ اور اکثر شارح اور بری گئے ہیں کہ غور سے لغויות اور جھوٹی قسم کھانا مراد ہیں۔

۴۷- حدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا (۲۰۳) هُمْ سَاءِ الْيَمَانَ نَبَأَ بِيَانِ كَيْاً، أَنَّ سَعِيبَ نَبَأَ بِيَانِ كَيْاً

ان سے زہری نے، کما کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ ابو ہریرہ ہنفیؓ نے کہا، تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ ہنفیؓ تو رسول اللہ ہنفیؓ کی احادیث بست زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار ابو ہریرہ ہنفیؓ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا بیوی بھرنے کے بعد پھر ابراہیم رسول اللہ ہنفیؓ کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لئے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی طاہر رہتا، اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا تھا ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقع نہیں ملتا تھا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی انصار اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے۔ لیکن میں صرف میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے پار رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول کرم ہنفیؓ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو پوری کرلوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو۔

شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ
بْنُ الْمُسَبِّبِ وَأَبْوَ سَلَمَةَ بْنُ عَنْدِ الرَّحْمَنِ
أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((إِنَّكُمْ
تَقُولُونَ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَكْتُرُ الْحَدِيثَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ : مَا بَالَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يَحْدُثُونَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعْدِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ؟
وَإِنَّ إِخْرَجَنِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يَشْفَلُهُمْ
الصُّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكَثُرَ الْزَّمْ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ عَلَى مَلَءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا خَلَوْا،
وَأَحْفَظُ إِذَا نَسَوا. وَكَانَ يَشْفَلُ إِخْرَجَ
مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلَ أَمْوَالَهُمْ، وَكَثُرَ اغْرِيَ
مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِنِ الصُّفَقَ أَعْنِي حِينَ
يَنْسَوْنَ، وَلَذِّذَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي
حَدِيثِ يَعْدُدُهُ : ((إِنَّهُ لَنْ يَنْسُطُ أَحَدٌ فَوْهَةَ
حَتَّى أَفْضِيَ مَقَابِي هَذِهِ لَمْ يَخْمَعْ إِلَيْهِ

جائے تو اس کپڑے کو سمیت لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا۔ چنانچہ میں نے اپنا کمل اپنے سامنے پھیلا دیا۔ پھر جب رسول کرم ﷺ نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا تو میں نے اسے سمیت کر اپنے سینے سے لگایا اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

فَوْتَهُ إِلَّا وَعَنِّي مَا أَقُولُ)، فَبَسْطَتْ نَعْرَةً
عَلَيْنِ، حَتَّىٰ إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ
مَقَالَةَ جَعَفَتْهَا إِلَى صَدَرِيِّ، فَمَا نَسِيَتْ
مِنْ مَقَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ، تِلْكَ مِنْ
شَيْءٍ)). [راجح: ۱۱۸]

لَئِنْ يَرَهُ عَيْنَهُ
قریش کا پیشہ تجارت تھا اور اہل مدینہ بیشتر کاشتکار تھے۔ جب مهاجرین مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے اپنا آبائی پیشہ تجارت ہی زیادہ پسند فرمایا اور کسب معاش کے سلسلہ میں انصار اور مهاجرین سب ہی اپنے دھنودوں میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مگر ابھاپ صندوق خالص تعلیم دین ہی کے لئے وقف تھے۔ جن کا کوئی دنیاوی مشغلہ نہ تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ شوقيں ہلکہ علوم قرآن و حدیث پر اس درجہ فدا کہ اکثر اوقات اپنی شکم پری سے بھی غافل ہو جاتے اور فاتحہ در فاتحہ کرتے ہوئے جب غشی طاری ہونے لگتی تب ان کو بھوک یاد آتی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو میں یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ تجارت بیع و شراء اور سعیت کیاری بلکہ سب دنیاوی کاروبار ضروریات زندگی سے ہیں۔ جن کے لئے اسلام نے بہترین اصول اور ہدایات پیش کی ہیں اور اس سلسلہ میں ہر ممکن ترقی کے لئے رغبت دلائی ہے جس کا زندہ ثبوت وہ انصار اور مهاجرین ہیں جنہوں نے عمد رسالت میں تجارت اور زراعت میں قابل رشک ترقی حاصل کی اور تجارت و سعیت و باغانی میں بھی وہ دنیا کے لئے ایک مثال بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مغض دینی طالب علم تھے اور دنیاوی کاروبار سے ان کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے یہ ہزار ہا حدیث نبوی کے حافظ ہوئے۔ اس حدیث سے رسول کرم ﷺ کا ایک معمور بھی ثابت ہوا کہ حسب ہدایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی تقریر دلپذیر کے وقت اپنا کمل پھیلا دیا۔ اور بعد میں وہ کمل سمیت کر اپنے سینے سے لگایا، جس سے ان کا سینہ روشن ہو گیا اور بعد میں وہ حفظ حدیث میں سب پر سبقت لے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آمین۔

(۲۰۳۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ اوسی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ریبع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ریبع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ اس لئے اپنا آدممال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لئے انہیں اپنے سے الگ کر دوں گا۔ (یعنی طلاق دے دوں گا) جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو آپ ان سے

٤٠٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيمِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ
آخِي رَسُولُ اللَّهِ^ﷺ تَبَّاعَنِي وَبَيْنَ سَعْدَ بْنِ
الرَّبِيعَ، فَقَالَ سَعْدُ بْنَ الرَّبِيعَ: إِنِّي أَكْثَرُ
الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيِّ،
وَانْظُرْ أَيُّ رَزْوَجَتِي هُوَيْتَ تَرْلَتْ لَكَ عَنْهَا،
فَإِذَا حَلَّتْ تَرْوَجَنَّهَا. قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ
الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ، هَلْ مِنْ

نکاح کر لیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبد الرحمن بن عثیر نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد بن عثیر نے "سوق قیقاع" کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صحیح ہوئی تو عبد الرحمن بن عثیر پیر اور گھنی لائے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ تجارت کیلئے بازار آنے جانے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو زورگنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) تھا۔ رسول اللہ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ بولے کہ ایک انصاری خاتون سے۔ دریافت فرمایا، اور مرکتنا دیا ہے؟ عرض کیا کہ ایک گھٹلی برادر سونا دیا ہے۔ یا (یہ کہا کہ) سونے کی ایک گھٹلی دی ہے۔ پھر بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تو یہ کہ خواہ ایک بھری ہی کا ہو۔

(۲۰۴۹) ۲۰۴۹ ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ عنہ بیان کیا کہ جب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ محدث آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارزہ سعد بن ربع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مالدار آؤی تھے۔ انہوں نے عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے کما میں اور آپ میرے مال سے آدھا آدھا لے لیں۔ اور میں (اپنی ایک بیوی سے) آپ کی شادی کراؤں۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے، مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک لفڑی میں کافی پیش اور گھنی نہ بچالیا۔ اب وہ اپنے گھر والوں کے پہنچ آئے، کچھ دن گذرے ہوں گے یا اللہ نے جتنا چلا۔ اس کے بعد وہ آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ زردی کیسی ہے؟ عرض کیا؟ رسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ

سوقِ فیہ تجارت؟ قَالَ : سُوقٌ قِيقَاعٌ .
قَالَ: فَعَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنَ فَأَتَى بِأَقْطَابِ وَسَمَنِ . قَالَ : ثُمَّ تَابَعَ الْفَدْوَ فَمَا لَبَثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثْرٌ صَفَرَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تَرَوَّجْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ . قَالَ: ((وَمَنْ؟)) قَالَ: امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ . قَالَ: ((كَمْ سُفْتَ؟)) قَالَ: زِنَةٌ نَوَّاهٌ مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ نَوَّاهٌ مِنْ ذَهَبٍ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْلَمْ وَلَوْ بِشَاقٍ)). [طرفة في : ۳۲۸۰].

٢٠٤٩ - حدَثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَثَنَا زَهْرَى قَالَ حَدَثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((فَلَيْمَمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفِ الْمَدِينَةِ، قَاتَحَ النَّبِيُّ ﷺ، بَيْنَ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غَنِّيٍّ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَقْسِمْكَ مَالِيِّ بِصَفَنِينِ وَأَزْوَجْكَ . قَالَ: بَارِئَةُ اللَّهِ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، ذُلُونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقْطَا وَسَمَنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ . فَمَكَثَنَا يَسِيرًا - أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ - فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرَّرَ مِنْ صَفَرَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَهِيمٌ؟)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَوَّجْتَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ . قَالَ: ((مَا سُفْتَ إِلَيْهَا؟)) قَالَ: نَوَّاهٌ مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ وَزْنٌ

**نَوْءَةٌ مِنْ ذَقْبٍ - قَالَ: (أَوْلَمْ وَلَوْ
بِشَاءَ):**

نے دریافت فرمایا کہ انہیں میریں کیا دیا ہے؟ عرض کیا "سونے کی
ایک گھٹلی" یا (یہ کہا کر) "ایک گھٹلی برابر سونا" آپ نے فرمایا کہ اچھا
اب ولیمہ کر، اگرچہ ایک بکری ہی کا ہو۔

[اطرافہ فی : ۲۲۹۳، ۳۷۸۱، ۳۹۳۷،
۵۰۷۲، ۵۱۴۸، ۶۰۸۲، ۵۱۵۳، ۵۱۵۵، ۶۳۸۶] .

حَدِيثُ زَكْرِيَّةَ حدیث ہذا بابت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ حضرت امام بخاری یونقیہ کا مقصود یہ اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ محمد
نبوی میں مدینہ منورہ میں الہ اسلام تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان کا بہترن پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن
بن عوف بن خثیر ہیں بھرت فرا کر جب میڈے آئے تو انہوں نے غور و فکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو بیہل بھی اپنالیا۔
اور اپنے اسلامی بھائی سعد بن خثیر بن ریع کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آدمی جانیداد مقولہ اور غیر مقولہ کی پیش کش کی تھی
ہزار کا راستہ لیا۔ اور وہاں کے حالات یا جائزہ لے کر آپ نے تبل اور گھنی کا کاروبار شروع کیا، اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں
اسی کشاوی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کر لیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف بن خثیر عشرہ بہشوں میں سے ہیں۔ یہ شروع دور میں حضرت ابو بکر صدیق بن خثیر کی صحبت سے داخل اسلام
ہوئے۔ اور دو مرتبہ جس کی طرف بھرت ہی کی۔ تمام غزوتوں میں آنحضرت بن خثیر کے ساتھ شریک رہے۔ طویل القامت گورے رنگ
والے تھے۔ غزوہ احد میں ان کے بدن پر بیس سے زائد زخم لگے تھے۔ جن کی وجہ سے پیروں میں لگ پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مدینہ میں
بنتی ہی بڑے مادر مسلمان تھے۔ اور رئیس التجار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی خاتوت کے بھی کتنے ہی واقعات مذکور ہیں۔ ۲۷ سال کی
عمر میں ۳۲ ماہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

انہوں نے میریں اپنی یوں کو نواہ من الذهب یعنی سونے کی ایک گھٹلی دی جس کا وزن ۵ درہم سے زائد بھی ممکن ہے۔ اس
حدیث سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ ولیمہ میں بکرے یا بکری کا ذیجہ بترہے۔ زرد رنگ شاید کسی عطر کا ہو یا کسی
اسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرد قسم کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے عسل وغیرہ کیا ہو۔

(۲۰۵۰) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابن عباس رضی
اللہ عنہما نے کہ عکاظاً مجنداً، اور زدواجاً عمد جالمیت کے بازار تھے۔ جب
اسلام آیا تو ایسا ہوا کہ مسلمان لوگ (خرید و فروخت کے لیے ان
بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔
”تمہارے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل
(یعنی رزق طال) کی تلاش کرو ج کے موسم میں“ یہ ابن عباس رضی
اللہ عنہما کی قرأت ہے۔

(۲۰۵۰) **حَدَّثَنِي عَنْهُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ**
حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ عَمْرِو عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَتْ عَكَاظٌ
وَمَجْنَةٌ وَذُوا السَّمَجَازِ أَسْوَاقًا لِلِّي
الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَانُوكُمْ
تَأْتُمُوا فِيهِ، فَنَزَّلْتَ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ أَنْ تَبَغُوا لَفْضَلًا مِنْ رِزْقِكُمْ﴾ فِي
مَوَاسِيمِ الْحِجَّةِ، قَرَأَهَا أَبْنُ عَبَّاسٍ).

[رواہ: ۱۷۷۰]

حضرت ابن عباس ہمیشہ کی قرأت میں آیت کرہے (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلًا من ریکم) سے آگے (فی مواسم
الحج) کے لفظ زائد ہیں۔ مگر عام قراؤں میں یہ زائد لفظ نہیں ہیں۔ یا شاید یہ منسوخ ہو گئے ہوں اور حضرت ابن عباس

بیان کو شکننے کا علم نہ ہو سکا ہو۔ حدیث میں زمانہ جاہلیت کی منڈیوں کا ذکر ہے۔ اسلام نے اپنے عمد میں تحریکی منڈیوں کو ترقی دی، اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر خرافات اور مکرو فریب والوں کے لئے بازار سے پدر تو کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔

۲- بَابُ الْحَلَالِ بَيْنَ وَالنَّحَرَامِ
بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَهَاتٌ

مشتبهات وہ جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں ہم کو قرآن و حدیث میں کوئی واضح ہدایت نہ ملے۔ کچھ وجوہ ان میں حلال ہونے کے نظر آئیں، کچھ حرام ہونے کے۔ ان حالات میں ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

(۲۰۵) ہم سے محمد بن شیعی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابراہیم بن علی نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے، ان سے شعبی نے، انسوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نا، انسوں نے کما کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نا (دوسری سند امام بخاری نے کہا) اور ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو فروہ نے، ان سے شعبی نے، کما کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نا اور انسوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (تیسرا سند) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو فروہ نے، انسوں نے شعبی سے نا، انسوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نا اور انسوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (چوتھی سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کما کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، اُپنیس ابو فروہ نے، اُپنیس شعبی نے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے۔ وہ ان چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں بھی مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں۔ (لوگو یار کھو) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے ارد گرد چرے گا، اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔

٢٠٥ - حدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنُ قَالَ النُّمَشِيَّ
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنُ عَنْدِيَّ عَنْ أَبِيهِ عَوْنَ عَنْ
الشَّفَعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ
قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنُ عَنْدِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمَ بْنُ عَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ فَرُوزَةَ عَنْ الشَّفَعِيِّ قَالَ:
سَمِعْتُ النُّعْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمَ بْنُ عَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ فَرُوزَةَ سَمِعْتُ الشَّفَعِيَّ
سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سَفِيَّانُ
عَنْ أَبِيهِ فَرُوزَةَ عَنِ الشَّفَعِيِّ عَنِ النُّعْمَانَ بْنِ
بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
((الْحَلَالُ بَيْنَ الْحَرَامِ بَيْنَ وَبِنَهُمَا
أَمْرُ مُشْتَهِيَّهُ). فَمَنْ تَرَكَ مَا شَبَهَ عَلَيْهِ مِنَ
الِّإِنْجِنِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَنْتَكَ، وَمَنْ اجْتَرَأَ
عَلَى مَا يَشْكُّ فِيهِ مِنَ الِّإِنْجِنِ أَوْشَكَ أَنْ
يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حَمَّى اللَّهِ،
مَنْ يَرْتَغِي حَوْلَ الْحَمَى يُوشَكُ أَنْ
يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ). [راجح: ۵۲]

٢٠٥١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قَالَ الْمُشْتَى
حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبْنِ عَوْنَ عنْ
الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ تَشِيرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ
ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا
أَبْنُ عَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ
سَمِعْتُ النُّعْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
إِنَّ عَيْنَيْهَا عَنْ أَبِي فَرْوَةَ سَمِعَتُ الشَّعْبِيَّ
سَمِعَتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَنَا وَ

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَبِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ
عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّفْعِيِّ عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ
بَشْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
((الْحَلَالُ بَيْنَ الْحَرَامِ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا
أُمُورٌ مُشْتَهَى)). فَمَنْ تَرَكَ مَا شَبَهَ عَلَيْهِ مِنَ
الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنْ اجْتَرَأَ
عَلَى مَا يَشْكُ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ
يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللَّهِ
مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشَكُ أَنْ
يُوَاقِعَهُ)). [راجع: ٥٢]

لَشْبِرْجَنْ عہدِ جاہلیت میں عرب شیوخ و امراء اپنی چراگاہیں مخصوص رکھا کرتے تھے ان میں کوئی غیر آدمی اپنے جانوروں کو نہیں داخل کر سکتا تھا۔ اس لئے غریب لوگ ان چراگاہوں کے قریب بھی نہ جاتے، کہ مبارکہ ان کے جانور اس میں داخل ہو جائیں اور وہ سخت ترین سزاوں کے مستحق گردانے جائیں۔ حدود اللہ کو بھی ایسی ہی چراگاہوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں تأکید کی گئی کہ حدود اللہ کے قریب بھی نہ جاؤ کہ کہیں ان کے توڑنے کے مرکب ہو کر عند اللہ محروم ٹھہرو۔ حدیث ہذا میں معاصی کو اللہ کی چراگاہ بتایا گیا ہے جو معاصی سے دور رہنے کے لئے ایک انتہائی تشبیہ ہے۔ ان سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہات ہیں ان سے بھی پرہیز کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ارتکاب سے فعل حرام ہی کا ارتکاب ہو جائے، اسلئے جو مشتبہات سے بچ گیا وہ سلامت رہا۔ حرمت اللہ کی چراگاہوں سے تشبیہ زجر و توبخ کیلئے ہے کہ جس طرح امراء و زمیندار لوگوں کی مخصوص چراگاہوں میں داخل ہو جانے والے اور اپنے جانوروں کو وہاں چکانے والوں کو انتہائی علیمین سزا دی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ حدود اللہ کو توڑتے اور اللہ کی چراگاہ یعنی امور حرام میں واقع ہو جاتے ہیں۔ وہ آخرت میں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ اور افعال مشتبہات سے پرہیز بھی اسی بنا پر ضروری ہے کہ مبارکہ کوئی شخص امور حرام کا مرکب ہو کر عذاب الیم کا مستحق نہ ہو جائے۔

باب ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے امور کیا ہیں؟

اور حسان بن ابی سنان نے کہا کہ ”ورع“ (پرہیز گاری) سے زیادہ آسان کوئی چیزیں نہ نہیں دیکھی، بلکہ کی چیزوں کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس میں کوئی بھی شبہ نہ ہو۔

(۲۰۵۲) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن ابی طلیکہ نے بیان کیا، ان سے عقبہ بن حارث بن شریر نے کہ ایک سیاہ فام خاتون آئیں اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ان دونوں (عقبہ اور ان کی بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس امر کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اور مسکرا کر فرمایا، اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی تو تم دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں ابوہبّہ تیکی کی صاحب زادی تھیں۔

۳- باب حفسیہر المُشَبَّهَاتِ

وَقَالَ حَسَانٌ بْنُ أَبِي سَيَّانٍ: مَا رَأَيْتُ شَبَّهًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَغَ مَا يَرِيْكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْكَ.

۲۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفِيَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْهُ اللَّهُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حُسْنَيْنَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مَلِيْكَةَ عَنْ عَفْقَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ امْرَأَةَ سَوَادَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرَضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ : ((كَيْفَ وَلَذِ قِيلِ؟)).

وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِينِيِّ.

[راجح: ۸۸]

لَشْبِرْجَنْ تمدی کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے، آپ نے منہ پھیر لیا، پھر میں آپ کے منہ کے سامنے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے۔ آپ نے فرمایا، اب تو اس عورت کو کیسے رکھ سکتا ہے جب یہ کہا جائے ہے کہ ایک عورت نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ یہ حدیث اور کتاب الحلم میں گزر ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے

لائے کہ گو اکثر علماء کے نزدیک رضاع ایک عورت کی شادوت سے ثابت نہیں ہو سکتا مگر شبہ تو ہو جاتا ہے اور آخر حضرت ﷺ نے شبہ کی بنی پر عقبہ بن حجر کو یہ صلاح دی کہ اس عورت کو چھوڑ دے۔ معلوم ہوا کہ اگر شادوت کامل نہ ہو یا شادوت کے شرائط میں نقص ہو تو معاملہ مشتبہ رہتا ہے لیکن مشتبہ سے بچے رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ ہمارے امام احمد بن حبل رض کے نزدیک تو رضاع صرف مرتفع کی شادوت سے ثابت ہو جاتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رض فرماتے ہیں ووجہ الدلالۃ منه قوله کیف و قد قبیل فانہ یشعر بان امرہ بفراق امراته انما کان لاجل قول المرأة انها رضعتمها فاحتمل ان یکون صحیحًا فبرنک الحرام فامرہ بفراقها احتیاطاً علی قول الاکثر و قبیل بل شهادة المرأة وحدها علی ذالک یعنی ارشاد نبوی کیف قد قبیل سے مقدمہ باب ثابت ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے عقبہ بن حجر کو اس عورت سے جدائی کا حکم صادر فرمایا، وودھ پلانے کی دعوے وار عورت کے اس بیان پر کہ میں نے ان دونوں کو وودھ پلایا ہے۔ احتمال ہے کہ اس عورت کا بیان صحیح ہو اور عقبہ حرام کا مرتكب ہو۔ اس لئے احتیاطاً جدائی کا حکم دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کی شادوت کو قبول فرمایا، اور اس بارے میں اس ایک ہی شادوت کو کافی سمجھا۔ حضرت امام نے اس واقعہ سے بھی یہ ثابت فرمایا ہے کہ مشتبہ امور میں ان سے پرہیزی کا راستہ سلامتی اور احتیاط کا راستہ ہے۔

۲۰۵۳ - حدثنا يحيى بن فرغة قال

حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عمروة بن الزبير عن عائشة رضي الله عنها قالت : ((كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أخيه سعد بن أبي وقاص أن ابن زيدنة زمة مبني فاقبضة . قالت : فلما كان عام الفتح أخذة سعد بن أبي وقاص وقال : ابن أخي ، قد عهد إلي فيه . فقام عبد بن زمة فقال : أخني ، وابن زيدنة أبي ولد على فراشه . فتساوقا إلى النبي ﷺ ، فقال سعد : يا رسول الله ، ابن أخي ، كان قد عهد إلي فيه . فقال عبد بن زمة : أخني ، وابن زيدنة أبي ، ولد على فراشه . فقال رسول الله ﷺ : ((هو لك يا عبد بن زمة)). ثم قال النبي ﷺ : ((الولد للغاش وللغاهر الحجر)). ثم قال سودة بنت زمة زوج النبي ﷺ :

(۲۰۵۳) ہم سے بھی بن قزمع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رض نے بیان کیا، ان سے این شاہنے، ان سے عروہ بن زیر رض نے اور ان سے عائشہ رض نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رض (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لیما۔ انسن نے کہا کہ فتح کم کے سال سعد رض بن ابی وقاص نے اسے لے لیا، اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ لیکن عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لوڈی کا پچھے ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ سعد رض نے عرض کیا ایسا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انسوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کیا، یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لوڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا، پچھے اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پھرلوں کی سزا ہے۔ پھر سوہہ بنت زمعہ رض سے جو

((احتیجی منه)، لَمَّا رَأَى مِنْ هَبَةٍ
بَعْثَةً، لَمَّا رَأَاهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ).
[اطراfe في : ٢٢١٨، ٢٤٢١، ٢٥٣٣،
٢٧٤٥، ٤٣٠٣، ٦٧٤٩، ٦٧٦٥،
٧١٨٢، ٦٨١٧].

آنحضرت شیخیم کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پرده کیا کر،
کیونکہ آپ نے عتبہ کی شبہت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس
کے بعد اس لڑکے نے سودہ بینخدا کو کبھی نہ دیکھایاں تک کہ وہ اللہ
تعالیٰ سے جاملا۔

لَئِنْهُمْ روایت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی تفصیل یہ کہ عتبہ بن ابی و قاص حضرت سعد بن ابی و قاص مشور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ اور کفرنگی پر اس کی موت ہوئی، زمد ناتی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ عتبہ جب مر نے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی و قاص کو وصیت کی کہ زمد کی لونڈی کا حل مجھ سے ہے۔ لذما اس کے پیٹ سے جو پچ پیدا ہواں کو تم اپنی تحولی میں لے لینا، چنانچہ زمد کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ ان ہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب کہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی و قاص نے چہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس پچہ کو اپنی پرورش میں لے لیں۔ مگر زمد کا بیٹا عبد بن زمد کرنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا پچ ہے، اس لیے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالت نبوی میں پیش ہوا، تو آپ نے یہ قانون پیش فرمایا کہ الولد للفراش وللعاشر الحجر پچھے اسی کا گردانا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے اگرچہ وہ کسی دوسرے فرد کے حصہ کا نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس فرد کے حصہ میں شرعی حد سنگاری ہے۔ اس قانون کے تحت آنحضرت شیخیم نے وہ پچ عبد بن زمد ہی کو دے دیا۔ مگر پچھے کی مشابہت عتبہ بن ابی و قاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنا پر آنحضرت شیخیم نے حضرت ام المؤمنین سودہ بینخدا کو حکم فرمایا کہ وہ زمد کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بین تھیں۔ مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا۔ لذما مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پرده کریں۔ حضرت امام بخاری و مسلم کے نزدیک سودہ بینخدا کو پرده کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے اختیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور پچے میں اس کی شبہت تھی۔ امام بخاری و مسلم کا مقصد مشتبہات کی تفسیر اور ان سے بچنے کا حکم ثابت فرماتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ ووجہ الدلالۃ منه قوله صلی اللہ علیہ وسلم احتیجی منه با سودہ مع حکمه بانہ اخوها لا بیها لكن لما رأى الشبه البین فيه من غير زمعة امر سودة بالاحتياط بمنه احتياطًا في قول الاكثرون (فتح الباري) یعنی یہاں مشتبہات کی دلیل آنحضرت شیخیم کا وہ ارشاد مبارک ہے جو آپ نے حضرت سودہ بینخدا کو فرمایا کہ بظاہر یہ تمہارا بھائی ہے اور اسلامی قانون بھی اسی کو ثابت کرتا ہے مگر شبہ یقیناً ہے کہ یہ عتبہ کا بھی لڑکا ہو۔ جیسا کہ اس میں اس سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ پس بستر ہے کہ تم اس سے پرده کرو۔ حضرت سودہ بینخدا نے اس ارشاد نبوی پر عمل کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

الولد للفراش کا مطلب الولد لصاحب الفراش یعنی پچھے قانون اسی کا تسلیم کیا جائے گا جو اس بستر کا مالک ہے جس پر پچ پیدا ہوا ہے یعنی جو اس کا شرعی و قانونی مالک یا خاوند ہے۔ پچھے اسی کا مانا جائے گا، اگرچہ وہ کسی دوسرے کے نظفہ ہی سے کیوں نہ ہو، اگر ایسا مقدمہ ثابت ہو جائے تو پھر زانی کے لئے مخصوص سنگاری ہے۔

(۲۰۵۳) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شبہ نے بیان کیا، کما کہ مجھے عبداللہ بن ابی سفر نے خبر دی، انسیں شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم بن ابی شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ شیخیم سے ”معراج“ (تیر کے شکار) کے متعلق پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ اگر اس

۲۰۵۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَنْدُ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلَتِ النَّبِيُّ ﷺ

کے دھار کی طرف سے لگئے تو کھا۔ اگر چوڑائی سے لگئے تو مت کھا۔ کیونکہ وہ مردار ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنا کتا (شکار) کے لئے چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں، پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا اور ملتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں میں کون سے کتے نے شکار پکڑا۔ آپ نے فرمایا، ایسے شکار کا گوشت نہ کھا۔ کیونکہ تو نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لئے پڑھی ہے دوسرے کے لئے تو نہیں پڑھی۔

عَنْ الْجِعْرَاضِ، قَالَ: ((إِذَا أَهَابَ بِحَدْدِهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَهَابَ بِعَوْضِهِ فَقُتِلْ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيلَ)). قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرْسِلْ كَلْهِي وَأَسْمِي، فَأَجَدْ مَعَهُ عَلَى الصَّبِيدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أَسْمَ عَلَيْهِ وَلَا أَذْرِي أَيْهُمَا أَحَدٌ. قَالَ: ((لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمِّيَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسْمِ عَلَى الْآخِرِ)).

[راجع: ۱۷۵]

لَشَبَّهَ | چوڑائی سے لگنے کا مطلب یہ کہ تیر کی لکڑی آڑی ہو کر شکار کے جانور پر لگے۔ اور بوجھ اور صدے سے وہ مر جائے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ میں اس حدیث کو مشتبہات کی تغیریں لائے کہ دوسرے کتے کی موجودگی میں شبہ ہو گیا کہ شکار کون سے کتے نے پکڑا ہے، آنحضرت ﷺ نے اسی شبہ کو رفع کرنے کے لئے ایسے شکار کے کھانے سے منع فرمادیا۔ عربوں میں شکاری کتوں کو سدھانے کا وسٹور تھا۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت وی کہ ایسا سدھایا ہوا کتا اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ لے اور مالک کے پیخنے سے پسلے شکار مر جائے تو گویا ایسا شکار حلال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ حرام اور مردار ہے، اہم حدیث اور اہل ظاہر کا یہی قول ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کتنے ہیں کہ مسلمان کا ذیجہ ہر حال میں حلال ہے گو وہ عمداً یا سواؤ بسم اللہ چھوڑ دے، اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب کا مطلب یوں نکلا کہ اس جانور میں شبہ پڑھیا کہ کس کتے نے اس کو مارا۔ اور آپ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا تو معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے پختا چاہئے۔ (وحیدی)

باب مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا

(۲۰۵۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے طلحہ بن مصطفی نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر گذرے، تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا شہنشہ ہوتا تو میں اسے کھالیتا۔ اور ہمام بن منبه نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور پاتا ہوں۔

۴۔ بَابُ مَا يُنْزَهُ مِنَ الشَّبَّهَاتِ

۲۰۵۵ - حَدَّثَنَا قَيْنِصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفيَّانُ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمَرَّةٍ مَسْقُوفَةٍ قَالَ: ((لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لِأَكْلَتُهَا)). وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَجَدْ تَمَرَّةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي)).

[طرفة فی : ۲۴۳۱]

یہ کھجور آپ کو اپنے بچھونے پر ملی تھی جیسے اس کے بعد کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ شاید آپ صدقہ کی کھجوریں باٹ کر آئے ہوں اور کوئی ان ہی میں سے آپ کے کپڑوں میں لگ گئی ہو اور بچھونے پر گر پڑی ہو یہ شبہ آپ کو معلوم ہوا، اور آپ نے

مخفی اس شبہ کی ہٹا پر اس کے کھانے سے پرہیز کیا، معلوم ہوا کہ مشتبہ چیز کے کھانے سے پرہیز کرنا کمال تقویٰ اور درع ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اپنے منعقدہ باب کے تحت حضرت امام رضاؑ یہ حدیث لائے ہیں۔

باب دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہئے

۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَرِدْ الْوَسَاوِسَ
وَنَخْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

یعنی مشتبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حالت اور حرمت یا طهارت یا نجاست کے دلائل متعارض ہوں، تو انکی چیز سے باز رہنا تقویٰ اور پرہیز کاری ہے۔ اور ایک وسوسہ ہے کہ خواہ مخواہ بے دلیل ہر چیز میں شبہ کرنا۔ جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ پاک ہے یا ایک شخص نے کچھ خریدا، تو یہی سمجھیں گے کہ حلال طور سے اس کے پاس آیا ہو گا۔ اب خواہ مخواہ اس کے سمجھ ہونے کا مگماں کرنا، یا اس مال کے حرام ہونے کا، یہ وسوسہ ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ اگر دلیل سے نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس سے باز رہنا چاہئے۔

(۲۰۵۶) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عباد بن حمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبد اللہ بن زید مازنی رضیخ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا ہے نماز میں کچھ شبہ ہوا نکلنے کا ہو جاتا ہے۔ آیا اسے نماز توڑ دینی چاہئے؟ فرمایا کہ نہیں، جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدلونہ محسوس کر لے (اس وقت تک نماز نہ توڑے) اب انہی حفظہ نے زہری سے زہری سے بیان کیا (ایسے شخص پر) وضو و احتجاب نہیں جب تک حدث کی بدلونہ محسوس کرے یا آواز نہ سن لے۔

۲۰۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ عَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شَكِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيْقُطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: ((لَا، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَعْجَدَ رِيشًا)). وَقَالَ أَبْنُ عَيْنَةَ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوءٌ إِلَّا فِيمَا وَجَدَتِ الرِّيحُ أَوْ سَمِعَتِ الصَّوْتَ. [راجح: ۳۷]

تشریح اس حدیث کے تحت علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال الغزالی الورع اقسام ورع الصدیقین و هو ترك ملاياتناول بغیرنية انفورة على العبادة وورع المتقين وهو ترك ملا شبهة فيه ولكن يخشى ان يجرالى الحرام وورع الصالحين و هو ترك ما ينطرق اليه احتمال التحرير بشرط ان يكون لذاك الاحتمال موقع فان لم يكن فهو ورع الموسوسين قال ووراء ذلك ورع الشهدود هو ترك ما يسقط الشهادة اي اعم من ان يكون ذلك المتروك حراما م لا انتهى وغرض المصنف هنا بيان ورع الموسوسين كمن يمتنع من اكل الصيد كان لانسان ثم افلت منه و كمن يترك شراء ما يحتاج اليه من المجهول لا يدرى اما له حلال ام حرام وليس هناك علامه تدل على الثاني و كمن يترك تناول الشئ لخبر ورد فيه متفق على ضعفه و عدم الاحتياج به و يكون دليلا اباحته قويانا تاویله ممتنع او مستبعد (فتح الباري)

یعنی امام غزالی رضیخ نے ورع کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک ورع صدیقین کا ہے وہ یہ کہ ان تمام کاموں کو چھوڑ دینا جن کا بطور نیت عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ متفقین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہیں مگر خطرہ ہے کہ ان کو عمل میں لانے سے کہیں حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے اور صالحین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں سے دور رہنا جن میں حرمت کے احتمال کے لئے کوئی بھی موقعہ نکل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ وسایسوں کا ورع ہے اور ان کے علاوہ ایک ورع الشود ہے جس کے

اونٹکاب سے انہ شادوت میں ناقابل اعتبر ہو جائے گام ہے کہ وہ حرام ہو یا نہ ہو۔ یہاں مصطفیٰ کی غرض و سوسہ والوں کے درع کا بیان ہے جیسا کہ کوئی کسی ٹھکار کا گوشت بھن اس لئے نہ کھائے کہ شاید وہ ٹھکار کسی اور آدمی نے بھی کیا ہو اور اس سے وہ جانور بھاگ گیا ہو۔ یا جیسا کہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے خرید و فروخت چھوڑ دے جو مجھوں ہو اور جس کے پارے میں معلوم نہ ہو کہ اس کا مال حرام کا ہے یا حلال کا۔ اور کوئی ظاہری دلیل بھی نہ ہو کہ اس کی حالت ہی پر یقین کیا جاسکے۔ اور جیسا کہ کوئی بھن ایسے آدمی کی روایت ترک کر دے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہو اور جس کے ساتھ جنت نہ پکوئی جائیگی ہو، ایسے جملہ مخلوق حلات میں پرہیز گاری کا نام درع ہے۔ گرحد سے زیادہ گذر کر کسی مسلمان بھائی کے متعلق بلا تحقیق کوئی غلط گمان قائم کر لینا یہ بھی درع کے سخت خلاف ہے۔

امام غزالی رضی اللہ عنہ نے کسی جگہ لکھا ہے کہ کچھ لوگ نماز کے لئے اپنا لوٹا مصلی اس خیال سے ساتھ رکھتے ہیں کہ ان کے خیال میں دنیا کے سارے مسلمانوں کے لوتے اور مسلط استعمال کے لاائق نہیں ہیں۔ اور ان سب میں شبہ داخل ہے۔ صرف انہی کا لوٹا اور مصلی ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے۔ امام غزالی رضی اللہ عنہ نے ایسے پرہیز گاروں کو ”خود گندے“ قرار دیا ہے۔ اللهم احفظنا من جميع الشبهات والافات۔ آمين

(۲۰۵۷) ہم سے احمد بن مقدم عجیلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (عروہ بن نبیہ) نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! بہت سے لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کا نام انہوں نے ذبح کے وقت لیا تھا یا نہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کے اسے کھالیا کرو۔

۲۰۵۷ - حدیثیٰ أَخْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامَ الْعَجْلَنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّفَوَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ غُرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ قَوْمًا قَاتُلُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَا بِاللَّحْمِ لَا نَنْزِي أَذْكَرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((سَمُوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُّهُ)).

[طرفاه فی : ۵۵۰۷، ۷۳۹۸]

مطلوب یہ کہ مسلمان سے یہک گمان رکھنا چاہئے اور جب تک دلیل سے معلوم نہ ہو کہ مسلمان نے ذبح کے وقت بسم اللہ نہیں کی تھی یا اللہ کے سواؤ اور کسی کا نام لیا تھا تو اس کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال ہی سمجھا جائے گا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مشرکوں کا لایا ہوا یا پکایا ہوا گوشت حلال سمجھ لوا اور فقماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر مشرک قصاب بھی کہے کہ اس جانور کو مسلمان نے کھاتا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا۔ اس لئے مشرک کافر قصائی سے گوشت لینے میں بہت احتیاط اور پرہیز چاہئے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى كَاسُورَةَ جَمِيعِ مِنْ يَهُ فَرَمَانَهُكَهُ ”جَبْ وَهَالْ تَجَارَتْ آتَاهُوا يَا كَوْئَى اُور تَمَاشَادِيْكَهُتْهُ ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔“

۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :
هُوَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً لَأُنْهَوْا انْفَصُوا إِنْهَاهُمْ

[الجمعة: ۱۱]

(۲۰۵۸) ہم سے طلق بن غنم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ بن

۲۰۵۸ - حدیثنا طلق بن غنم قالَ حَدَّثَنَا

قدامہ نے بیان کیا، ان سے حسین نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے کہ مجھ سے جابر بن شٹر نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے، (یعنی خطبہ سن رہے تھے) کہ ملک شام سے کچھ اونٹ کھانے کا سامان تجارت لے کر آئے۔ (سب نمازی) لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”جب وہ مال تجارت یا کوئی تماشادی کیستہ ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔“

نشیخ ہوا یہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ میں غلام کا قحط تھا۔ لوگ بہت بھوکے اور پریشان تھے۔ شام سے جو غلام کا قافلہ آیا تو لوگ بے اختیار ہو کر اس کو دیکھنے پڑ دیئے، صرف بارہ صحابہ یعنی عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم آپ کے پاس ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ مقصوم نہ تھے بشرطے۔ ان سے یہ خطاب ہو گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب فرمایا۔ شاید اس وقت تک ان کو یہ معلوم نہ ہو گا کہ خطبہ میں سے اٹھ کر جانا منع ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اس باب کو اس لئے یہاں لائے کہ یعنی اور شراء تجارت اور سوداگری کو عدمہ اور مباح چیزوں میں مغرب جب عبادت میں ان کی وجہ سے خلل ہوتا ان کو چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ مقصود بھی ہے کہ جس تجارت سے یادِ الہی میں فرق آئے مسلمان کے لئے وہ تجارت بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد یادِ الہی ہے۔ اس کے علاوہ جملہ مشغولیات عارضی ہیں۔ جن کا محض بقاءِ حیات کے لئے انجام دینا ضروری ہے ورنہ مقصود وحید صرف یادِ الہی ہے۔

باب جو روپیہ کمانے میں حلال یا حرام

کی پرواہ نہ کرے

(۲۰۵۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابی ذبب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ بن عوف نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

باب خشکی میں تجارت کرنے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورہ نور میں) کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قہادہ نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آ جاتا تو ان کی تجارت

رَأَيْدَةُ عَنْ حُصَيْنِ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي
جَابِرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِنَّمَا نَعْنَ
نُصْلَى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أُبْلِغْتَ مِنَ الشَّامِ
عِبَرَ تَحْمِيلَ طَفَاماً، فَلَقَفَوْا إِلَيْهَا حَتَّى مَا
بَقَى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أَنَا عَنْتَ رَجَلًا،
فَنَزَلتْ هَذِهِ إِذَا رَأَوْا بِعْجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُوا
إِلَيْهَا)). [راجح: ۹۳۶]

۷- بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

۲۰۵۹ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
((يَأَيُّهَا عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبَالُ الْمُرْءُ مَا
أَخْدَى مِنْ أَهْلِ الْخَلَلِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)).

[طرفة فی : ۲۰۸۳]

۸- بَابُ التَّجَارَةِ فِي الْبَرِّ

وَقَوْلُهُ: «رِجَالٌ لَا تَلِهَمُهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا يَنْعِ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ」 [النور : ۳۷].

وَقَالَ قَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَاهَوْنَ
وَيَتَجَرُّونَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَاهَمُهُمْ حَقُّ مِنْ

حُقُوقُ اللَّهِ لَا تُلْهِمُ تِجَارَةً وَلَا بَيْعَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى يُؤَدِّوُهُ إِلَيْهِ اللَّهِ.

لشیخ بعض نے باب التجارة فی البر کو زادے ساتھ فی البر پڑھا ہے تو ترجمہ یہ ہو گا کہ کپڑے کی تجارت کرنا مگر باب کی حدیث میں کپڑے کی تجارت کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے آگے چل کر جو باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان کیا، اس کا جوڑیکی ہے کہ یہاں خشکی کی تجارت مذکور ہو۔ بعض نے ضم باکے ساتھ فی البر پڑھا ہے لیعنی گندم کی تجارت تو اس کا بھی باب کی حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے بہر حال فی البر یعنی خشکی میں تجارت کرنا، یہی نحو زیادہ صحیح ہے، مراد یہ ہے کہ مسلمان کے لئے خشکی اور تری، محمر اور سمندر سب کارگاہ عمل ہیں۔ اسی جوش عمل نے مسلمانوں کو شرق سے تا غرب دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

(۶۱) ۲۰۴۰ء میں ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریر نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبردی اور ان سے ابوالمنیا نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد نے بیان کیا کہ ابن جریر نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبردی، ان دونوں حضرات نے ابوالمنیا سے سن۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا تو ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عمد میں تاجر تھے، اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے جواب یہ دیا تھا کہ (لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

٢٠٦١، ٢٠٦٠ - حدثنا أبو عاصم عن ابن حوريق قال: أخبرني عمرو بن دينار عن أبي المنهال قال: كنت أتجه في الصرف، فسألت زيد بن أرقم رضي الله عنه فقال: قال النبي ﷺ

وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنَا
الْحَجَاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ إِنَّ جَرِيجَ
أَخْبَرَنِي عَمْرُو - بْنُ دِينَارٍ وَعَامِرُ بْنُ
مُضْعِبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْجَنَاحَ يَقُولُونَ
سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْنَدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ
الصَّرْفِ فَقَالَا: كُنَا تَاجِرِينَ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَسَأَلْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ: ((إِنْ كَانَ يَدَا يَبْدَلُ فَلَا
يَبْلَسُ، وَإِنْ كَانَ نِسَاءً فَلَا يَصْنَلُ)).

أطرافه في : ٢١٨٠، ٢٤٩٧، ٣٩٣٩

[أطراfe في : ٢١٨١، ٢٤٩٨، ٣٩٤٠]

مثلاً ایک شخص نقد روپیہ دے اور دوسرا کے میں اس کے بدل کا روپیہ ایک مینے کے بعد دون گاؤں یہ درست نہیں ہے۔ حق صرف میں سب کے نزدیک تقابلیں میں دونوں بدلوں کا نقد انقدر دیا جانا شرط ہے اور میعاد کے ساتھ درست نہیں ہوتی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ اگر جس ایک ہی ہو مثلاً روپے سے یا اشتریوں کو اشتریوں سے تو کی یا زیادتی درست ہے یا نہیں؟ خنیہ کے نزدیک کی اور زیادتی جب جس ایک ہو درست نہیں۔ اور ان کے نزدیک پر کلار اور حالی سکہ کا بدلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بتیریہ ہے کہ کچھ پیسے شرک کر دے، تاکہ کی اور زیادہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔ (وجہی) اس حدیث کے عموم سے امام تخاری حفظہ نے

باب تجارت کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور (سورہ جمعہ میں)
اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل
جو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔“

(۲۰۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریح نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی۔ انسیں عبید بن عمر نے کہ ابو موسیٰ اشعری بن شریخ نے عمر بن خطاب بنیت سے ملنے کی اجازت چاہی تھیں لیکن اجازت نہیں ملی۔ غالباً آپ اس وقت کام میں مشغول تھے۔ اس لئے ابو موسیٰ بن شریخ واپس لوٹ گئے، پھر عمر بن شریخ فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا میں نے عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ بن شریخ) کی آواز سنی تھی۔ انسیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ کہا گیا وہ تو لوٹ کر چلے گئے۔ تو عمر بن شریخ نے انسیں بلا لیا۔ ابو موسیٰ بن شریخ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرت ﷺ سے تھا) کہ تم مرتبت اجازت چاہئے پر اگر اندر جانے کی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہئے) اس پر عمر بن شریخ نے فرمایا، اس حدیث پر کوئی گواہ لاو۔ ابو موسیٰ بن شریخ انصاری مجلس میں کہے۔ اور ان سے اس حدیث کے حقیق پوچھا (کہ کیا کسی نے اسے آنحضرت ﷺ سے سنائے) ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا تو ہم سب میں بہت ہی کم عمر ہے۔ وہ ابو سعید خدري بن شریخ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عمر بن شریخ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا۔ افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

لئے شریح روایت میں حضرت عمر بن شریخ کا بازار میں تجارت کرنامہ کور ہے اسی سے مقصد ہاپ ثابت ہوا۔ حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔ مثلاً کوئی کسی کے گمراہیات کو جائے تو دروازے پر جا کر تین وفعہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کرے، اگر جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔ کسی حدیث کی تقدیم کے لئے گواہ طلب کرنا بھی ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ سچے ہاتھ میں کم سن پہلوں کی گواہی بھی مانی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول چوک بڑے بڑے لوگوں سے بھی ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔
باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان۔

۹- بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ
وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : هُوَ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ [الجمعة : ۱۰].

۲۰۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلُدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ حُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءُ عَنْ عَبِيدِ بْنِ عَمِيرٍ أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عَمِيرٍ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ - وَكَانَهُ كَانَ مَشْفُولاً - فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى . فَفَرَغَ عَمِيرٌ فَقَالَ : أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ؟ أَنْذَنَاهُ لَهُ . قَيْلٌ : فَذَرْجَحَ فَدَعَاهُ : فَقَالَ : كَتَأْتُ نُؤْمِرُ بِذَلِكَ . فَقَالَ : تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْيَمِينِ . فَأَنْطَلَقَ إِلَيْهِ مَجْلِسُ الْأَنْصَارِ فَسَأَلُوهُمْ : لَا يَشْهَدُ لَكُنَّ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْنَفُنَا أَبُو سَعِيدُ الْخُدْرِيُّ . فَلَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ، فَقَالَ عَمِيرٌ : خَفِيَ عَلَى هَذَا مِنْ أَفْرَى رَسُولِ اللَّهِ ؟ أَلَهَا نِي الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ . يَعْنِي الْخُرُوجُ إِلَيْهِ التِّجَارَةِ . [طرفاه فی : ۶۲۴۵، ۷۳۵۳].

۱۰- بَابُ التِّجَارَةِ فِي النَّبْرِ

اور مطروق نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں جو اس کا ذکر ہے وہ بھر حال حق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے (سورہ نحل کی یہ) آیت پڑھی ”اور تم دیکھتے ہو کشیوں کو کہ اس میں چلتی ہیں پانی کو جیرتی ہوئی تاکہ تم حلاش کرو اس کے فضل سے۔ اس آیت میں لفظ فلک کشتی کے معنے میں ہے، واحد اور جمع دونوں کے لئے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ مجہد دہلوی نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا کہ کشیاں ہوا کو جیرتی چلتی ہیں۔ اور ہوا کو وہی کشیاں (دیکھنے میں صاف طور پر) جیرتی چلتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

(۲۰۶۳) ایث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے میں اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے سند رکاضر کیا تھا اور اپنی ضورت پوری کی تھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو کتب الکفالت میں آئے گی)

وقالَ مُطْرِقٌ : لَا يَلْمِنْ بِهِ ، وَمَا ذَكَرَةُ أَهْلِ
لِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقْقِ ثُمَّ تَلَاهُ هُوَ تَرَى
الْفَلَكَ مَوَاحِدًا فِيهِ . وَتَبَغْتُو مِنْ قَضَائِهِ
[النحل : ۱۴] وَالْفَلَكُ السُّفْنُ ، الْوَاحِدُ
وَالْجَمِيعُ مَوَاهِدٌ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَمْخِرُ
السُّفْنَ الرَّوِيقَ ، وَلَا تَمْخِرُ الرَّوِيقَ مِنْ
السُّفْنِ إِلَّا الْفَلَكُ الْعَظِيمُ .

٢٠٦٣ - وَقَالَ النَّبِيُّ حَدَّثَنِي جَعْفُرُ بْنُ
رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ :
أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ نَبِيٍّ يَسْرَهُ قَلْبُهُ حَرَجٌ لِي
الْبَخْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ .

[راجح: ۱۴۹۸]

**بلب (سورہ جم德 میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”جب سوداگری یا
تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔“**

اور سورہ نور میں اللہ جل ذکر کا یہ فرماتا کہ ”وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی، قلادہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن جوں عی اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض سامنے آتا تو ان کی تجارت اور سوداگری اللہ کے ذکر سے انہیں غافل نہیں کر سکتی تھی تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کو ادا نہ کر لیں۔

لَبَبِ حَسَنَةٍ ابھی چند صفحات پیغمبر ای ایت شریف کے ساتھ یہ بدب کذر چکا ہے۔ اور یہاں دوبارہ پھر یہ درج ہوا ہے۔ ملاحظہ انہیں مجرم مٹھے نے اسے بعض ناقصین بخاری کی حکم کا سو قرار دا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کا اصل نزدیک تابعو حضرت امام کے شاگرد فرمی کے پاس تھا۔ اس میں خواشی میں کچھ مبارکوں کو اپنے خیال کی عناصر میں درج کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ بدب مگر آجیا ہے۔

٢٠٦٤ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنِي

فضلی نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (تجاری) اونٹوں (کا قافلہ) آیا۔ ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ (کے خطبے) میں شریک تھے۔ بارہ صحابہ کے سواباتی تمام حضرات ادھر چلے گئے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ ”جب سوداگری یا تماشادیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑپڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔“

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو (البقرۃ: ۲۶۷)

(۲۰۶۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو واکل نے، ان سے مسروق نے، اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب عورت اپنے گھر کا کھانا (غله وغیرہ) بشرطیکہ گھر رکاڑنے کی نیت نہ ہو خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خراپی کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔

(۲۰۶۶) مجھ سے بیکی بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے سعیر نے بیان کیا، ان سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر عورت اپنے شوہر کی کمائی اس کی اجازت کے بغیر بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔

محمد بن فضیل عن حصین عن صالح
انن ابی الجعد عن جابر رضی اللہ عنہ
قال: أَتَبْلُتْ عَيْزَ وَنَخْنَ نَصْلِي مَعَ النَّبِيِّ
الْجَمِيعَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا الَّتِي عَشَرَ
رَجُلًا فَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ: هُوَ إِذَا رَأَوْا
بِجَارَةٍ أَوْ لَهُوا أَنْفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكُ
قَاتِلَاهَا). [راجح: ۹۳۶]

۱۲ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿أَنْفِقُوا مِنْ طَبَاتِ مَا كَسَبُنَمْ﴾ [البقرة: ۲۰۶۵]
حَدَّثَنَا عَفَّمًا بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيزٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي
وَالْبَلِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقْتِ
الْمَرْأَةَ مِنْ طَعَامٍ يَتَّهِمُهَا عَيْزٌ مُفْسِدَةٌ كَانَ
لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا
كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ بِمِثْلِ ذَلِكَ، لَا يَنْفَقُ
بِغَضْبِهِمْ أَخْرَى بَعْضُ شَيْءِهِ)).

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ عَنْ مَعْنَى عَنْ هَنَامَ
قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ
مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ
نِصْفُ أَجْرِهِ)).

[اطرافہ فی : ۵۱۹۲، ۵۱۹۵، ۵۳۶۰].

مطلوب یہ ہے کہ ایسی معمولی خیرات کرے کہ جس کو خاوند دیکھ بھی لے تو ناپسندہ کرے، جیسے کھانے میں سے کچھ کھانا فقیر کو دے یا پھاپا کا کپڑا اللہ کی راہ میں دے ڈالے اور عورت قرآن سے سمجھے کہ خاوند کی طرف سے ایسی خیرات کے لئے اجازت ہے۔ گو اس نے صریح اجازت نہ دی ہو، بعض نے کہا مرد یہ ہے کہ عورت اس مال میں سے خرچ کرے جو خاوند نے اس کے لئے مقرر کر دیا

ہو۔ بعض شخصوں میں یوں ہے کہ خاوند کو عورت کا آدمیاً ثواب طے گا۔ قسطلانی نے کماں دنوں تو بیسوں میں سے کوئی توجیہ ضرور کرنا چاہئے ورنہ عورت اگر خاوند کامال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر ذاتے تو ثواب کجھاً نہ لازم ہو گا۔

باب حوروزی میں کشادگی چاہتا ہو وہ کیا کرے؟

(۲۰۶۷) ہم سے محمد بن یعقوب کرعانی نے بیان کیا، کماکہ ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ میں نے نار رسول اللہ ﷺ فرمائے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ صلد رحمی کرے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ أَخْبَرَ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

(۲۰۶۸) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَغْفُورِ
الْكَرْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانٌ قَالَ حَدَّثَنَا
يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ .٠٠٠، بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سُيْفُتُ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ سَرَّهُ اللَّهُ أَنْ يَسْطِعَ لَهُ فِي
رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَتْرِهِ فَلَيَصِلْ رَحْمَةً)).

[اطرفہ فی : ۵۹۸۶]

نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی، مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں برکت کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا ادھار خریدنا

(۲۰۶۸) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کماکہ ہم سے اعشش نے بیان کیا کہ ابراہیم نجھی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (سلامان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کماکہ مجھ سے اسود نے عاشر رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مرد مقرر کر کے ادھار خریدا۔ اور اپنی لوہے کی ایک زرد اس کے پاس گروی رکھی۔

۱۴ - بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنُّسِيْنَةِ

(۲۰۶۸) - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَنْهُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ:
ذَكَرْنَا عَنْهُ إِبْرَاهِيمَ الرَّفِنَ فِي السُّلْطَمِ
فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَنْوَذُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَفَاماً مِنْ
يَهُودِيٍّ إِلَى أَجْلٍ وَرَهَنَهُ فِرْغَا مِنْ حَلِينَ.
[اطرفہ فی : ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۵۱۳،
۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۰۹، ۴۴۶۷، ۲۹۱۶]

(۲۰۶۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کماکہ ہم سے رہشام نے بیان کیا، ان سے قلادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک نے (دوسری سندر) اور مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، کماکہ ہم سے

حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ
قَالَ حَدَّثَنَا قَاتَادَةُ عَنْ أَنَسِ ح.
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ

اسباط ابوالیسحیع بصری نے کماکہ ہم سے ہشام دستوائی نے انہوں نے قلادہ سے، انہوں نے انس بیٹھو سے کہ وہ نبی کرم مسیح علیہ السلام کی خدمت میں جو کی روئی اور بدیودار چبی (سلمان کے طور پر) لے گئے۔ آنحضرت مسیح علیہ السلام نے اس وقت اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے یہاں گروئی رکھی تھی۔ اور اس سے اپنے گھروالوں کے لئے جو قرض لیا تھا۔ میں نے خود آپ کو یہ فرماتے شاکہ محمد مسیح علیہ السلام کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیوں یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔ حالانکہ آپ کی گھروالیوں کی تعداد انو تھی۔

قالَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ أَبْوَيْ أَبْوَيْ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْوَانِيُّ عَنْ قَاتِدَةَ : عَنْ أَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَنَّى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَبْرٍ شَعْبِرٍ وَإِهَالَةٍ سَيِّعَةً، وَلَقَدْ رَفَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَاهُ لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعْبِرًا لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتَهُ يَقُولُ: ((مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٌّ وَلَا صَاعُ حَبٌّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ لِسْنَعَ نَسْوَةٍ)). [طرفہ فی : ۲۰۸].

لَئِنْ شَاءَتْ اس حدیث سے آنحضرت مسیح علیہ السلام کی اقتداری زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ خدا نخواستہ آپ دنیا دار ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ ایک یہودی کے یہاں اپنی زرہ گروئی رکھ کر راشن حاصل کریں۔ اور راشن بھی جو کی خلی میں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے آئے والے لوگوں کے لئے ایک عمده تین نمونہ پیش فرازیا کر وہ دنیا بیوی پیش و آرام اور ناز خرخوں کے وقت اسوہ محمدی کو یاد کر لیا کریں۔ مقصد باب یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں کبھی ادھار بھی کوئی چیز خریدنی پڑتی ہے۔ لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس سے غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کا تعلق بھی ثابت ہوا۔

باب انسان کا کملانا اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا۔

۱۵- بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ

بِيَدِهِ

اس باب کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں و قد اختلف العلماء في الفضل المكاسب الزراعية والتجارة والصناعة والأشبه بمذهب الشافعی ان اطبيها التجارة قال والراجح عندي ان اطبيها الزراعة لأنهاقرب الى التوكيل و تعقبه التروي بحديث المقدم الذي في هذا الباب و ان الصواب ان اطيب الكسب ما كان يعمل اليد قال فان كان زراغا فهو اطيب المكاسب لما يشتمل عليه من كونه عمل اليد و لماليه من التوكيل و لمن فيه من النفع العام للادمي وللنواب و لانه لا بد له في العادة ان يوكل منه بغير عرض (فتح)

یعنی علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل کسب کونتا ہے۔ یا وہی نے کماکہ کسب کے تین اصولی طریقے ہیں۔ زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت۔ اور امام شافعی کے قول میں افضل کسب تجارت ہے۔ مگر ماوری کہتے ہیں کہ میں زراعت کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ توکل سے قریب ہے۔ اور نووی نے اس پر تعاقب کیا ہے اور درست بلت یہ ہے کہ بہترین پاکیزہ کسب وہ ہے جس میں اپنے ہاتھ کو دخل زیادہ ہو۔ اگر زراعت کو افضل کسب مانا جائے تو جائز ہے کوئی کہ اس میں انسان زیادہ تر اپنے ہاتھ سے محنت کرتا ہے اس میں توکل بھی ہے اور انسانوں اور حیوانوں کے لئے عام نفع بھی ہے۔ اس میں بغیر کسی معاوضہ کے حاصل ہوئے غلہ سے کھلیا جاتا ہے۔ اس لئے زراعت بہترین کسب ہے۔ بشرطیکہ کامیاب زراعت ہو ورنہ عام طور پر زراعت پیشہ لوگ متوقف، تجسس، درست، پریشان حال ملتے ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو ان کے پاس زراعت کے قتل کافی نہیں ہوتی ہے نہ دیگر وسائل بغراض میا ہوتے ہیں، تجسس یہ کہ ان کا افلان دن بدن پر صحتائی چلا جاتا ہے، اسکی حالت میں زراعت کو بہترین کسب نہیں کہا جا سکتا۔ ان حالات میں مزدوری بھی بہتر ہے۔

حضرت امام بخاری رض نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جن میں سے پہلی تجارت سے متعلق ہے دوسری زراعت سے اور تیسرا صنعت سے متعلق ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رض اور ان کے پیشہ تجارت کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ «لما مرض ابو بکر مرضه الذى مات فيه قال انظروا ما زاد فى مالى من دخلت الامارة فابعثوا به الى الخليفة بعدى الخ» یعنی جب حضرت صدیق اکبر رض مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو آپ نے اپنے گھروالوں کو وصیت فرمائی کہ میرے مال کی پرستال کرنا اور خلیفہ بنیٹ کے بعد جو کچھ بھی میرے مال میں زیادتی نظر آئے اسے بیت المال میں داخل کرنے کے لئے غیفۃ المسلمین کے پاس بیچ جوتا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد جائزہ لیا گیا تو ایک غلام زائد پلایا گیا جو بال بچوں کو کھلایا کرتا تھا اور ایک اونٹ جس سے مر جنم کے بانٹ کو پانی دیا جاتا تھا۔ ہر دو کو حضرت عمر رض کے پاس بیچ جو گیا۔ جن کو دیکھ کر حضرت عمر رض نے فرمایا رحمہ اللہ علی ابی بکر لقد اتعب من بعدہ یعنی اللہ پاک حضرت ابو بکر رض پر رحم فرمائی انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

(۲۰۷۰) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زیبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا، میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھروالوں کی گذران کے لئے کافی رہا ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لئے آن ابو بکر اب بیت المال میں سے کھائے گی، اور ابو بکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

یعنی اب خلافت کے کام میں معروف رہوں گا تو مجھ کو اپنا ذاتی پیشہ اور بازاروں میں پھر نے کاموقدہ نہ ملے گا اس لئے میں بیت المال سے اپنا اور اپنے گھروالوں کا خرچ کیا کروں گا اور یہ خرچ بھی میں اس طرح سے نکال دوں گا کہ بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

(۲۰۷۱) مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن زید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی الیوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ نے کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رض اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ) محنت و مشقت کی وجہ سے ان کے جسم سے (پیسے کی) بو آجائی تھی۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بتتر ہو گا۔ اس کی روایت ہمام نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رض پیش کیا ہے۔

۲۰۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَزْرُوَةُ بْنُ الزَّبِيرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرَ الصَّدِيقَ قَالَ: لَقَدْ عَلِمْ قُوَّمِي أَنَّ جِوَافِتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤْوَنَةِ أَهْلِي، وَشَفِلتُ بِأَفْرِي الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ أَلَّا أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَخْرُفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ)).

یعنی اب خلافت کے کام میں معروف رہوں گا تو مجھ کو اپنا ذاتی پیشہ اور بازاروں میں پھر نے کاموقدہ نہ ملے گا اس لئے میں بیت المال سے اپنا اور اپنے گھروالوں کا خرچ کیا کروں گا اور یہ خرچ بھی میں اس طرح سے نکال دوں گا کہ بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

۲۰۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَمْوَادَ عَنْ عَزْرُوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَمَالَ أَنفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَزْوَاجٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوْ أَغْتَسَلْتُمْ). رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ [راجح: ۹۰۳]

(۲۰۷۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدم ابی شہر بنے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان نے اس شخص سے بتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد ﷺ بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔

(۲۰۷۳) ہم سے مجیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرازاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمون نے خبر دی، انہیں ہمام بن منہب نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے نبی کریم ﷺ نے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کملی سے کھایا کرتے تھے۔

۲۰۷۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرِ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمَقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ: ((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَفَانًا قَطُّ خَبَرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاؤَدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ)).

۲۰۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَنْدَ الرُّزَاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَغْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ بْنِ مُنْبِهٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ: ((أَنَّ دَاؤَدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ)).

[طرفاہ فی : ۳۴۱۷، ۴۷۱۳].

حضرت آدم ﷺ کھتی کام اور حضرت داؤد ﷺ لوہار کام اور حضرت نوح ﷺ کام اور حضرت ادریس ﷺ کپڑے سیا کرتے اور حضرت موسیٰ ﷺ کبکیاں چڑایا کرتے تھے۔ اور ہمارے حضرت محمد ﷺ تجارت پیشہ تھے، لہذا کسی بھی حلال اور جائز پیشہ کو تحریر جانا اسلامی شریعت میں سخت ناروا ہے۔

(۲۰۷۴) ہم سے مجیٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یاث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاب نے، ان سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام الی عبید نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو لکڑی کا لگھتا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے۔

۲۰۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْيَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّبِثُ عَنْ غَفَنِيلٍ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عَيْنَيْدٍ مَوْلَى عَنْدِ الْوَخْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ يَخْتَبِطْ أَحَدُكُمْ حُزْنَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيَعْطِيهِ أَزْيَانَهُ).

[راجح: ۱۴۷۰]

(۲۰۷۵) ہم سے مجیٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام بن شہر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

۲۰۷۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَزْرَوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الرُّبَيْرِ بْنِ الْغَوَامِ رَضِيَ اللَّهُ

فرمیا، اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگنا پھرتا ہے۔

یعنی سوال سے پچھا اور خود محنت مزدوروی کر کے گذران کرنا۔ ایک پچ مسلمان کی زندگی یہی ہوئی ضوری ہے۔

باب خرید و فروخت کے وقت نرمی، و سعث اور فیاضی کرنا اور کسی سے اپنا حق پا کیزگی سے مانگنا

(۲۰۷۶) ہم سے علی بن عیاش نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے محمد بن مکندر نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ النصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

باب جو شخص مالدار کو مسلط دے

(۲۰۷۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کما کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے منصور نے، ان سے ربیعی بن حراش نے بیان کیا، اور ان سے حذیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح کے پاس (موت کے وقت) فرشتے آئے اور پوچھا کہ تو نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں؟ روح ہے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کما کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقتوض ہوں) مسلط دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں۔ اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر پر سختی نہ کریں۔ اور ابو مالک رضی اللہ عنہ سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے۔ ”میں کھاتے کھاتے کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقتوض کو مسلط دے دیتا تھا۔ اس کی

عنة قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا إِنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبَلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ۱۴۷۱]

۱۶- بَابُ السُّهُوَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

(۲۰۷۶) - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَبِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رَجُمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا أَقْضَى)).

۱۷- بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

(۲۰۷۷) - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهْرَيْ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَنَّ رَبِيعَيْ بْنَ حِرَاشَ حَدَّثَنَا أَنَّ حَدِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحُ رَجُلٍ مِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعْمَلْتَ مِنَ الْغَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتَ أَمْرَ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظَرُوا وَيَتَجَازُوا عَنِ الْمُؤْسِرِ. قَالَ: لَتَجَازُوا وَلَا عَنْهُمْ). وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَيْ: ((كُنْتَ أَيْسَرُ عَلَى الْمُؤْسِرِ، وَأَنْظَرُ الْمُغْسِرِ)). وَتَابَعَهُ شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَبِيعَيْ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَبِيعَيْ:

متابع شعبہ نے تھی ہے۔ ان سے عبد الملک نے اور ان سے ربیعی نے بیان کیا، ابو عوانہ نے کہا کہ ان سے عبد الملک نے ربیعی سے بیان کیا کہ (اس روح نے یہ الفاظ کے تھے) میں کھاتے کھاتے کو صلت دے دیتا تھا۔ اور تجھ حال والے مقروظ سے درگذر کرتا تھا۔ اور فتح بن ابن بند نے بیان کیا، ان سے ربیعی نے (کہ روح نے یہ الفاظ کے تھے) میں کھاتے کھاتے لوگوں کے (جن پر میرا کوئی حق واجب ہوتا) غدر قبول کر لیا کرتا تھا اور تجھ حال والے سے درگذر کر دیا تھا۔

((أَنْظَرُ الْمُؤْسِرَ، وَأَنْجَاوَزُ عَنِ الْمُفْسِرِ)). وَقَالَ نَعِيمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعَيْ : ((لَأَقْبَلَ مِنَ الْمُؤْسِرِ، وَأَنْجَاوَزَ عَنِ الْمُفْسِرِ)).

[طرفہ فی : ۲۳۹۱، ۳۴۵۱].

لَتَبَّعِيجَ بعض گو قرضدار مالدار ہو گر اس پر سختی نہ کرے، اگر وہ صلت چاہے تو صلت دے۔ مالدار کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جس کے پاس اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ موجود ہو۔ ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد اور اسحاق نے کہا جس کے پاس بچاں درہم ہوں۔ اور امام شافعی نے کہا اس کی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے۔ کبھی جس کے پاس ایک درہم ہو مالدار کہلا سکتا ہے جب وہ اس کے خرچ سے فاضل ہو۔ اور کبھی ہزار درہم رکھ کر بھی آدمی مغلس ہوتا ہے جب کہ اس کا خرچ زیادہ ہو اور عیال بت ہوں اور وہ قرضدار رہتا ہو۔

باب جس نے کسی تجھ دست کو صلت دی اس کا ثواب (۲۰۷۸) ہم سے ہشام بن عمار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعیٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ولید زبیدی نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، انہوں نے ابو ہریرہ بن الجنڈی سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی تجھ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگذر کر جاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگذر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرے کے بعد) اس کو بخش دیا۔

لَتَبَّعِيجَ تجھ دست کو صلت دینا اور اس پر سختی نہ کرنا عبد اللہ محبوب ہے، مگر ایسے لوگوں کو بھی ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہئے کہ مال والے کامل تلف ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ مقروظ اگر دل میں ادا یگل قرض کی نیت رکھے گا تو اللہ پاک بھی ضرور اس کا قرض ادا کرے گا۔

باب جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف صاف بیان کر دیں اور ایک دوسرے کی بہتری چاہیں

۱۸ - بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُغْسِرًا
۲۰۷۸ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَارَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الرَّبِيعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْيِيدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((كَانَ تَاجِرٌ يُذَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُغْسِرًا قَالَ لِفَتَنَاهِ : تَجَاهِزْ وَأَعْنِه لَعْلَّ اللَّهُ أَنْ يَنْجِاَوْزَ عَنْهُ)). [طرفہ فی : ۳۴۸۰].

۱۹ - بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيْعَانِ، وَلَمْ يَكْتُمَا، وَنَصَحَا

اور عداء بن خالد بن شیعہ سے روایت ہے انہوں نے کماکہ مجھے نبی کرم ملکیت نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول ملکیت کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فقیر و غور نہ کوئی بد باطنی ہے۔ اور قادہ ملکیت نے کماکہ غالکہ، زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔ ابراہیم نجعی ملکیت سے کسی نے کماکہ بعض دلال (اپنے اصلیل کے) نام "آری خراسان اور بحستان" (خراسانی اصلیل اور بحستانی اصلیل) رکھتے ہیں اور (دو) کہ دینے کے لئے رکھتے ہیں کہ فلاں جانور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی بحستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نجعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سننا عقبہ بن عامر نے کماکہ کسی شخص کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیٹھے اور یہ جانے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے، خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔

لشیخ قاضی عیاض نے کماکہ صحیح یوں ہے کہ عداء کے خریدنے کا بیان ہے نبی کرم ملکیت سے، جیسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اسے دصل کیا ہے۔ قسطلانی نے کماکہ مکن ہے یہاں اشتہری باع کے معنی میں آیا ہو یا معاملہ کئی بار ہوا ہو۔ غلام کے عیب کا ذکر ہے یعنی وہ کانا، لولا، لئگرا، فرمی نہیں ہے۔ نہ بھاگنے والا بد کار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بیچنے والے کا فرض ہے کہ معاملہ کی چیز کے عیب و صواب سے خریدار کو پورے طور پر آگاہ کر دے۔

(۲۰۷۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کماکہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قادہ نے، ان سے صالح ابو خلیل نے، ان سے عبید اللہ بن حارث نے، انہوں نے حکیم بن حرام بن شیعہ سے کہ رسول اللہ ملکیت نے فرمایا، خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت اختیار (بیع ختم کر دینے کا) ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں یا آپ نے (مالم یتفرقا کے بجائے) حتی یتفرقا فرمایا۔ (آنحضرت ملکیت نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہربات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا کر کھی یا جھوٹ کی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

ویندکر عن العداء بن خالد قال: كتب لي النبي ﷺ ((هذا ما اشرى محمد رَسُولُ اللهِ ﷺ من العداء بن خالد بيع المسلم المسلم. لا داء ولا خبرة ولا غاللة)). وقال قادة: الغالية الزنا والسرقة والإباق.

وقيل لإبراهيم: إذ بعض النحسين يسمى: آری خراسان. وسجستان. فيقول: جاء أنس من خراسان، وجاء اليوم من سجستان. فكره كراهة شديدة. وقال عقبة بن عامر: لا يجعل لأمرىء يبيع سلعة يعلم أن بها داء إلا أخبرة.

لشیخ حدثنا سليمان بن حزب قال حدثنا شعبة عن قادة عن صالح أبي الحليل عن عبد الله بن الحارث رفعة إلى حكيم بن حرام رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((البيعان بالخيار ما لمن يتفرقا - أو قال: حتى يتفرقا - فإن صدقا وبيانا بورك لهما في بيتهما، وإن كتما وكذبا محققت بركة بيتهما)).

[اطرافہ فی : ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰]

لِتَشْهِيدُ مقصود باب ظاہر ہے کہ سوادگروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کا حسن دینے سب ظاہر کر دیں تاکہ خریدنے والے کو بعد میں شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ اور اس بارے میں کوئی جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کو جب تک وہ دکان سے جدا نہ ہو مال واپس کرنے کا اختیار ہے ہاں دکان سے چلے جانے کے بعد یہ اختیار ختم ہے مگر یہ کہ ہر دو نے پاہی طور پر ایک دست کے لئے اس اختیار کو طے کر لیا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔

باب مختلف قسم کی کھجور ملا کر بچنا کیسا ہے؟

(۲۰۸۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے تیکی نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے ابو عیید بن بشیر نے بیان کیا کہ ہمیں (نبی کریم ﷺ کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع کھجور ایک صاع کے بدله میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے بدله میں نہ بیچی جائے اور نہ دو ہم ایک در ہم کے بدله بیچ جائیں۔

۲۰- بَابُ نَيْعَةِ الْخَلِيلِ مِنَ التَّفْرِ

۲۰۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَعْقِيْنِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُلُّا نُرْزَقُ تَفْرِ الْجَمَعِ، وَهُوَ الْخَلِيلُ مِنَ التَّفْرِ، وَكُلُّا نَيْعَةً صَاعِينَ بِصَاعٍ). فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَاعِينَ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَنِ بِدِرْهَمٍ)).

لِتَشْهِيدُ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ بتلانا ہے کہ اس قسم کی مخلوط کھجوروں کی بیچ چاہزہ ہے کیونکہ ان میں جو کچھ بھی عیب ہے وہ ظاہر ہے اور جو عمدگی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کوئی دعوکہ بازی نہیں ہے، لہذا ایسی مخلوط کھجوریں بیچی جاسکتی ہیں۔ اس پر آخرفت ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ حدیث سے ظاہر ہے۔

باب گوشت بیچنے والے اور قصاب کا بیان

(۲۰۸۱) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے شیقی نے بیان کیا اور ان سے ابو مسعود بن بشیر نے کہ النصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابو شعیب بن بشیر تھی، تشریف لائے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا، فرمایا کہ میرے لئے اتنا کھانا تیار کر جو پانچ آدمی کے لئے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے ساتھ اور چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا۔ کیونکہ میں نے آپ کے چڑہ مبارک پر بھوک کا اثر نمیلایا ویکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آخرفت ﷺ کو بلایا۔ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آگئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ ایک اور صاحب زائد آگئے ہیں۔ اگر

۲۱- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْحَلَامِ وَالْجَزَارِ

۲۰۸۱- حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَفِيقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْتَنِي أَبَا شَعِيبٍ فَقَالَ لِغَلَامَ لَهُ الْقَصَابِ: اجْعَلْ لِي طَعَاماً يَكْفِي خَمْسَةً فَلَمَّا أَرِنَاهُ أَذْعُو النَّبِيَّ ﷺ، خَامِسَ حَمْسَةَ، فَلَمَّا قَدْ عَرَفَ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَهُمْ مَعْهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدْ تَعْنَى، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأَذْنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ

آن بِرْجَعَ رَجَعٍ). فَقَالَ : لَا، بَلْ قَدْ
آپ چاہیں تو انہیں بھی اجازت دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو وہ اپنے
کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں انہیں بھی اجازت دیتا
اُذْنُ اللَّهِ.

[اطرافہ فی: ۲۴۵۶، ۵۴۳۴، ۵۴۶۱۔]

لشیخ یعنی وہ طفیل بن کرچا آیا، اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے صاحب خانہ سے اجازت لی تاکہ اس کا دل خوش ہو۔ اور ابو طلحہ کی دعوت میں آپ نے یہ اجازت نہ لی۔ کیونکہ ابو طلحہ نے دعویوں کی تعداد مقرر نہیں کی تھی اور اس شخص نے پانچ کی تعداد مقرر کر دی تھی۔ اس لئے آپ نے اجازت کی ضرورت سمجھی۔ حدیث میں قصاب کا ذکر ہے اور گوشت بینچے والوں کا اسی سے اس پیشہ کا جواز ثابت ہوا۔

باب بینچے میں جھوٹ بولنے اور (عیب کو) چھپانے سے (برکت) ختم ہو جاتی ہے

(۲۰۸۲) ہم سے بدل بن مجرم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قادہ نے، کہا کہ میں نے ابو خلیل سے سنا، وہ عبد اللہ بن حارث سے نقل کرتے تھے اور وہ حکیم بن حرام **لشیخ** سے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (کہ بیچ فتح کر دیں یا رکھیں) یا آپ نے (مالم یتفرقہ کے بجائے) حتی یتفرقہ فرمایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر ہیات کھوں کر بیان کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو گی۔ اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے رکھا یا جھوٹ بولا تو اُنکے خرید و فروخت کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اے ایمان والو! سود و سود موت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔“

لشیخ پسلے یہی آیت اتری، جامیت کا قائد تھا کہ جب وعده آن پہنچتا تو قرض دار سے کہتے، تو ادا کرتا ہے یا سود بنا پسند کرتا ہے۔ اگر وہ نہ دیتا تو سود لگادیتے اور اصل میں شریک کر لیتے۔ اس طرح سود کی رقم جمع ہو کر دو گنی تھیں ہو جاتی۔ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ اور منع کیا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہصل سے کم یا بہلکا سود کھانا درست ہے۔ ہماری شریعت میں سود بہلکا ہو یا بھاری مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔

(۲۰۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن

۲۲- بَابُ مَا يَمْحُقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْأَيْمَنِ

۲۰۸۲- حَدَّثَنَا بَدْلُ بْنُ الْمَحْبِرِ قَالَ
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ قَادَةِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا
الْخَلِيلِ يَحْدُثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْيَعْمَانُ بِالْخَيَارِ
مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا - أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا - فَإِنْ
مَدَقَا وَبَيْتَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْتِهِمَا، وَإِنْ
كَتَمَا وَكَلَّمَا مُحِقَّتْ بِرَكَةُ بَيْتِهِمَا)).

[راجح: ۲۰۷۹]

۲۳- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَآ
أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعْلَكُمْ
تُفْلِحُونَ﴾ الآية [آل عمران: ۱۳۰]

لشیخ پسلے یہی آیت اتری، جامیت کا قائد تھا کہ جب وعده آن پہنچتا تو قرض دار سے کہتے، تو ادا کرتا ہے یا سود بنا پسند کرتا ہے۔

اگر وہ نہ دیتا تو سود لگادیتے اور اصل میں شریک کر لیتے۔ اس طرح سود کی رقم جمع ہو کر دو گنی تھیں ہو جاتی۔ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ اور منع کیا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہصل سے کم یا بہلکا سود کھانا درست ہے۔ ہماری شریعت میں سود بہلکا ہو یا بھاری مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔

[راجح: ۲۰۸۳]

ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقیری نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ بن عثمان نے کہ بنی کرم ملکہ بنی ایمیل نے فرمایا، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ مال اس نے کمائے کمائے لیا، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔

ذنب قاتل حدثنا سعید المقیري عن أبي هريرة رضي الله عن النبي ﷺ قال: (لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبَالُونَ بِالْمُرْزَءِ بِمَا أَخْدَى الْمَالَ أَمِنَ حَلَالَ أَمْ حَرَامَ).

[راجع: ۲۰۵۹]

بلکہ ہر طرح سے بیسہ جوڑنے کی نیت ہو گئی، کہیں سے بھی مل جائے اور کسی طرح سے خواہ شرعاً وہ جائز ہو یا ناجائز۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو سود نہ کھائے گا اس پر بھی سود کا غبار پڑ جائے گا۔ یعنی وہ سودی معاملات میں وکلی یا حاکم یا گواہ کی حیثیت سے شریک ہو کر رہے گا۔ آج کے نظام میں باطل کے نفاذ سے یہ بلا میں جس قدر عام ہو رہی ہیں مزید تفصیل کی محتاج نہیں ہے۔

باب سود کھانے والا اور اس پر گواہ ہونے والا اور سودی معاملات کا لکھنے والا، ان سب کی سزا کا بیان۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت میں بالکل اس شخص کی طرح انھیں گے جسے شیطان نے پٹ کر دیا وہ بنا دیا ہو۔ یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہو گی کہ انہوں نے کما تھا کہ خرید و فروخت بھی سودا ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آگیا تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے پرورد ہے لیکن اگر وہ پھر بھی سود لیتا رہا تو یہ لوگ جنمی ہیں، یہ اس میں بیشہ رہیں گے۔“

کسی پر آسیب ہو یا شیطان تو وہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اگر مشکل سے کھڑا بھی ہوتا ہے تو کپکا کر گر پڑتا ہے۔ یہی حال حشر میں سود خواروں کا ہو گا کہ وہ محبوب المواس ہو کر حشر میں عند اللہ حاضر کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سود کو تجارت پر قیاس کر کے اس کو حلال قرار دیا، حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور سودی معاملات کو حرام، مگر انہوں نے قانون الہی کا مقابلہ کیا، گویا چوری کی اور سینہ زوری کی، لہذا ان کی سزا یہی ہوئی چاہئے کہ وہ میدان محشر میں اس قدر ذلیل ہو کر اٹھیں کہ دیکھنے والے سب ہی ان کو ذلت اور خواری کی تصویر دیکھیں۔

(۲۰۸۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غدر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابوالضھبی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

٤- بَابُ أَكْلِ الرَّبَّا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ وَقُولَةِ تَعَالَى :

وَالَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرَّبَّا لَا يَقُولُونَ إِلَّا كَمَا يَقُولُمَ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرَّبَّا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرَّبَّا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةً مِنْ رَبِّهِ، فَأَنْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرَهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [آل عمران: ۲۷۵] [البقرة: ۲۷۵]

- حدثنا محمد بن بشير قال: حدثنا غذر عن شعبة عن منصور عن أبي الصحنى عن مسروق عن عائشة

کہ جب (سورہ) بقرہ کی آخری آیتیں ﴿الذین يأكلون الربوا﴾ (الخ نازل ہوئیں تو نبی کرم ﷺ نے انہیں صحابہؓ کو مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان پر شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

رضی اللہ عنہا قالت: (لَمَّا نَزَّلَتْ أَخْرِيُّ
الْفَرَّةِ قَرَأْهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي
الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَمَ التِّجَارَةَ فِي الْحَمْرَ).

[راجع: ٤٥٩]

(۲۰۸۵) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے، کہا کہ ہم سے ابو رجاء بصری نے بیان کیا، ان سے سره بن جندب بنثو نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، رات (خواب میں) میں نے دو آدمی دیکھے، وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے۔ پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے، وہاں (نمر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نمر کے پیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نمر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پھر پڑے ہوئے تھے۔ پیچ نہروالا آدمی آتا اور جو نبی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اسکے منہ پر پھر کھینچ کر مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا، جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلا چاہتا کہ نمر کے کنارے پر کھڑا ہوا شخص اسکے منہ پر پھر کھینچ مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا کہ یہ کیا ہے، تو انہوں نے اسکا جواب یہ دیا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔

لشیخ یہ طویل حدیث پارہ نمبر ۵ میں بھی گذر چکی ہے۔ اس میں سود خور کا عذاب دھکایا گیا ہے کہ دنیا میں اس نے لوگوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کر لی، اسی خون کی وہ نہر ہے جس میں وہ غوطہ دھکایا جا رہا ہے۔ بعض روایات میں وسط النمر کی جگہ شط النمر کا لفظ ہے۔

باب سود کھلانے والے کا گناہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اے ایمان والو! ظُرُولِ اللہ سے“ اور چھوڑ دو وصولی ان رقموں کی جو باقی رہ گئی ہیں لوگوں پر سود سے، اگر تم ایمان والے ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو اعلان جنگ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم سود لینے سے توبہ کرتے ہو تو صرف اپنی اصل رقم لے لو، نہ تم کسی پر زیادتی کر دو اور

٤٠٨٥ - حدثنا موسى بن إسماعيل قال
حدثنا جرير بن حازم قال حدثنا أبو
رجاء عن سمرة بن جندب رضي الله
عنهم قال: قال النبي ﷺ: ((رأيت الليلة
رجلين أتياي فاخراجاني إلى أرض
مقدسة، فانطلقا حتى أتيانا على نهر من
دم، فيه رجل قائم، وعلى وسط النهر
رجل بين يديه حجارة. فأقبل الرجل
الذى في النهر، فإذا أراد أن يخرج رمي
الرجل بحجر في فيه فرده حيث كان،
فجعل كلما جاء ليخرج رمى في فيه
بحجر فيرجع كما كان، فقلت: ما هذا؟
قال الذي رأيته في النهر: أكمل الريبا)).

[راجع: ۸۴۵]

۲۵ - بَابُ مُوْكِلِ الرِّبَا

لقوله: هُنَا أَئِهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَذَرُوا مَا يَقْيَى مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
فَإِنْ لَمْ تَفْعِلُوا فَأَذَّنُوا بِحُرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَ
رَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رِءُوفُونَ أَمْوَالُكُمْ
لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَإِنْ كَانَ ذُو

نہ تم پر کوئی زیادتی ہو، اور اگر مقروظ غُل دست ہے تو اسے مہلت دے دو اداگی کی طاقت ہونے تک۔ اور اگر تم اس سے اصل رقم بھی چھوڑ دو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدل دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ ”ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو بی کرم ملکیت پر نازل ہوئی۔

(۲۰۸۶) ہم سے ابوالولیدہ شام بن عبد الملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عون بن الجیف نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا گانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کرم ملکیت نے کہتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی کو (گودنا گوانے سے) سود لینے والے اور سود دینے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

تشریح اکثر علماء کے نزدیک کہتے کی یعنی درست نہیں ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہتے کا بیچنا اور اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کا کاتمار ڈالے تو اس پر تماں لازم کیا گیا ہے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حدیث ہذا کی رو سے کہتے کی یعنی مطلقاً کھانا جائز فرار وی ہے۔ پچھنا گانے کی اجرت کے بارے میں مماثلت تذییبی ہے کیونکہ دوسرا حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے خود پچھنا گویا اور پچھنا گانے والے کو مزدوری دی، اگر حرام ہوتی تو آپؐ کبھی نہ دیتے۔ گدوانا گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔

باب (سورہ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو دوچند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر منکر گزگار کو

(۲۰۸۷) ہم سے سعیٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شاہب نے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خود نبی کرم ملکیت کو یہ فرماتے تاکہ (سامان یچھتے وقت دکاندار کے) قسم

عشرۃ فَطْرَةٍ إِلَى مِنْسَرَةٍ وَإِنْ تَصَدَّقُوا
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَأَنْفَوْا يَوْمًا
تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوْفَى كُلُّ نَفْسٍ
مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿البقرة: ۲۷۸-۲۸۱﴾

قال ابن عباس: هذِهِ آخِرُ آیَةٍ نَزَّلَتْ عَلَیِ
السَّيِّدِ ﷺ.

(۲۰۸۶) - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شَبَّةُ عَنْ عَوْنَ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ
((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَنْدَهُ حَجَّامًا، فَسَأَلْتُهُ
فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ
وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ
وَالْمَوْشَوْمَةِ، وَآتَيْنَا الرِّبَا وَمُؤْكِلِهِ، وَلَعَنَ
الْمُصَوَّرِ)).

[اطرافہ فی : ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۶۲]

۲۶ - بَابُ ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ : وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كُفَّارٍ أَئِيمَّهُ﴾ [البقرة: ۷۶]

(۲۰۸۷) - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْيَرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا الْأَنْبَىٰ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ
قَالَ أَبْنُ الْمُسَيْبٍ: إِنْ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَعَفْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ،

یقُولُ: ((الْحَلِيفُ مُنْفَقَةٌ لِّلْسُلْطَةِ، مُنْحَقَةٌ كھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو منادی نے لیں گے۔

گوچند روز تک ایسی جھوٹی قسمیں کھانے سے مال تو کچھ نکل جاتا ہے لیکن آخر میں اس کا جھوت اور فریب کھل جاتا ہے۔ اور برکت اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ لوگ اسے جھوٹا جان کر اس کی دکان پر آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ۔

باب خرید و فروخت میں قسم کھانا

مکروہ ہے

(۲۰۸۸) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کما کہ ہم کو عوام بن حوشب نے خبر دی، انہیں ابراہیم بن عبد الرحمن نے اور انہیں عبد اللہ بن ابی اویٰ رضی اللہ عنہ نے کہ بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔ اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری ”جو لوگ اللہ کے عمد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدله میں بیچتے ہیں۔“

۲۷- بَابُ مَا يُكَرَّهُ مِنَ الْحَلِيفِ فِي

الثَّيْع

۲۰۸۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْغَوَامُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَافَلَهُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَغْطَى بِهَا مَا لَمْ يُغْطِ لِيُوْقَعَ فِيهَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَنَرَكَ : (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَّا قَلِيلًا) [آل عمران: ۷۷].

[طرفاہ فی: ۲۶۷۵، ۴۵۵۱].

آخرت میں ان کے لئے کچھ حصہ نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر رحمت ہو گی۔ اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا باد ترین گناہ ہے۔ علمائے کرام نے کسی سچے معاملہ میں بھی بطور تزییہ اللہ کے نام کی قسم کھانا پسند نہیں کیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اپنی ازار کو ٹھوکنے سے نیچے لکھانے والا اور جھوٹی قسموں سے اپنا مال فروخت کرنے والا اور احسان جتلانے والا یہ وہ مجرم ہیں جن پر حشر میں اللہ کی نظر رحمت نہیں ہو گی۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد باب یہ ہے کہ تجارت میں ہر وقت سچائی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ جھوت بولنے والا تاجیر عند اللہ سخت مجرم قرار پاتا ہے۔

باب سناروں کا بیان

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (جستہ الوداع کے موقعہ پر حرم کی حرمت بیان کرتے ہوئے) فرمایا تھا کہ حرم کی گھاس نہ کالی جائے۔ اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر (ایک خاص قسم کی گھاس) کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ بیان کے

۲۸- بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَاعِ

وَقَالَ طَاؤُسٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا يُخْتَلِي خَلَاءَهَا)) وَقَالَ الْعَبَّاسُ : ((إِنَّ الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَنِيْمٍ وَبَيْوَتِهِمْ). فَقَالَ : إِنَّ الْإِذْخِرَ).

ساروں، لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے، تو آپ نے فرمایا، اچھا از خرکاث لیا کرو۔

اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ ساری کا پیشہ آخرت پڑھنے کے زمانہ میں بھی تھا۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ تو یہ پیشہ جائز ہوا۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ باب لا کر اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جسے امام احمد نے نکلا ہے جس میں مذکور ہے کہ سب سے زیادہ جھوٹے سار اور نگریز ہوا کرتے ہیں۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

(۲۰۸۹) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شاہب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غیمت کے مال میں سے میرے ہے میں ایک اوٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اوٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "خمس" میں سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سارے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر از خرگھاس (جمع کر کے) لائیں، کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے ساروں کے ہاتھ پیچ کر انی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤ۔

اللَّهُ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلَيُّ بْنُ حُسَيْنٍ بْنُ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلَيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلَيَّاً قَالَ: ((كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصْبِيِّ مِنَ الْمَقْنُمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَغْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمْسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِي بِفَاطِسَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَعْدَتُ رَجُلًا صَوَاعِدًا مِنْ بَنِي قَبْنَاقَاعَ أَنْ يَرْتَجِلَ مَعِيَ فَنَأَتَيَ بِأَذْخِرِ أَرْدَتُ أَنْ أَبْيَعَهُ مِنَ الصَّوَاعِينَ وَأَسْعَيْنَ بِهِ فِي وَلِيَمَةَ عَرَسِيِّ)).

اطرافہ فی : ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳۔

[۵۷۹۳]

نقشہ اس حدیث میں بھی ساروں کا ذکر ہے۔ جس سے عمد رسالت میں اس پیشہ کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رزق حلال تلاش کرنے میں کوئی چیخچاہت نہ ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے خود جا کر جنگل سے از خرگھاس جمع کر کے فروخت کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولیمہ دولما کی طرف سے ہوتا ہے۔

بنی قینقاع میں یہودیوں کے ایک خاندان کا نام تھا۔ علی بن حسین امام زین العابدین کا نام ہے جو حضرت حسین بن ابی طالب کے بیٹے اور حضرت علی بن ابی طالب کے پوتے ہیں۔ کنیت ابو الحسن ہے۔ اکابر سادات میں سے تھے۔ تابعین میں جلیل القدر اور شرست یافت تھے۔ امام زہری نے فرمایا کہ قریش میں کسی کو میں نے ان سے بہتر نہیں پایا۔ ۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔ بعض لوگوں نے اعراض کیا ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ائمہ اثنا عشر کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ ان مفترضتیں کے جواب کے لئے امام زین العابدین کی یہ روایت موجود ہے جو ائمہ اثنا عشر میں بر ا مقام رکھتے ہیں۔

(۲۰۹۰) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کو حرمت والا شر قرار دیا ہے۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ میرے لئے بھی ایک دن چند لمحات کے لئے حلال ہوا تھا۔ سواب اس کی نہ گھاس کائی جائے، نہ اس کے درخت کائی جائے جائیں، نہ اس کے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس میں کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ صرف معرف (یعنی گشیدہ چیزیں کو اصل مالک تک اعلان کے ذریعے پہنچانے والے) کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر کے لئے اجازت دے دیجئے، کہ یہ ہمارے ساروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام میں آتی ہے۔ تو آپ نے اذخر کی اجازت دے دی۔ عکرمہ نے کہا یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کے شکار کو بھگائے کام مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (کسی) درخت کے سائے تے اگر وہ بیٹھا ہوا ہوتا تو تم سائے سے اسے ہٹا کر خود وہاں بیٹھ جاؤ۔ عبد الوہاب نے خالد سے (اپنی) روایت میں یہ الفاظ بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے ساروں اور ہماری قبروں کے کام میں آتی ہے۔

یعنی بجائے چھتوں کے عبد الوہاب کی روایت میں قبروں کا ذکر ہے۔ عرب لوگ اذخر کو قبروں میں بھی ذالتے اور چست بھی اس سے پانتے۔ وہ ایک خشبودار گھاس ہوتی ہے۔ عبد الوہاب کی روایت کو خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الحجہ میں نکالا ہے۔ روایت میں ساروں کا ذکر ہے اسی سے اس پیشہ کا درست ہوتا ثابت ہوا۔ سار جو سونا چاندی وغیرہ سے عورتوں کے زیور ہاتے کا وہنا کرتے ہیں۔

باب کاریگروں اور لوہاروں کا بیان

(۲۰۹۱) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا ان سے شبہ نے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابوالحنی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن ذکریا (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا۔ میں ایک دن اس پر تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا میں تم کا قرض نہیں دوں گا۔

۲۰۹۰ - حدثنا إسحاق قال حدثنا خالد بن عبد الله عن خالد عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ((إِنَّ اللَّهَ حَرُومٌ مَكْهُولٌ وَلَمْ تَحْلِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا لِأَخْدِيْ بَغْدِيْ، وَلَا حَلْتَ لِيْ سَاعَةً، مِنْ نَهَارٍ لَا يَخْتَلِيْ حَلَاهَا وَلَا يَعْضُدُ شَجَرَهَا وَلَا يَنْفَرُ صَيْدَهَا وَلَا يَلْقَطُ لَفَطَهَا إِلَّا لِمَعْرِفَةِ)). وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الإِذْخِرُ لِصَاغِيْتَهَا وَلِسَقْفِ بَيْوَتِهَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الإِذْخِرُ)). فَقَالَ عَكْرَمَةُ: هَلْ تَذَرِيْ مَا يَنْفَرُ صَيْدَهَا؟ هُوَ أَنْ تَسْتَحِيْ مِنَ الظَّلِّ وَتَنْزِلُ مَكَانَهُ فَقَالَ عَبْدُ الْوَهَابِ عَنْ خَالِدٍ: ((لِصَاغِيْتَهَا وَلَقَبُورِنَا)). [راجع: ۱۳۴۹]

۲۹ - بَابُ ذِكْرِ الْقَبْنِ وَالْحَدَادِ

۲۰۹۱ - حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا ابن أبي عدي عن شعبة عن سليمان عن أبي الصحى عن مسروق عن خباب قال: ((كنت قينا في الجاهلية، وكان لي على العاصي بن وائل دين، فأتيته أناقضاه). قال: لا

میں نے جواب دیا کہ میں آپ کا الفکار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تمیری جان نہ لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی سملت دے کہ میں سمجھاں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا کہ (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی؟“ کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔“

اغطیثکَ حَتَّیْ تَكُفُّرَ بِيَمْحُدُهُ ﷺ، فَقَلَّتْ: لَا أَكُفُّرُ حَتَّیْ يُؤْنِيَكَ اللَّهُ لَمْ تُبَغِّثَ، قَالَ: ذَغْنِيَ حَتَّیْ أَمُوتَ وَأَنْقَثَ، فَسَأَرَقَ مَالًا وَوَلَدًا لِلْأَضْيَنَكَ، فَنَزَّلَتْ: هَلْ أَفْرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِإِيمَانِنَا، وَقَالَ لِأَوْتَيْنَ مَالًا وَوَلَدًا، أَطْلَعَ الْغَيْبَ أَمْ أَنْخَدَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَنْهَا؟“

[اطرافہ فی : ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۴، ۴۷۳۳]

خُبَابُ بْنُ ارْتَ بِلْهُ مُشْوَرٌ صَحَابِيٌّ، اُنَّ کَنِیتَ ابْوِ عَبْدِ اللَّهِ بِهِ، اُنَّ کَوْنَانَ جَالِبِیٌّ مِنْ طَالِمُونَ نَے قِید کر لیا تھا۔ ایک خرماعیہ گورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام لا پکھے تھے۔ کفار نے ان کو سخت تکالیف میں جلا کیا۔ مگر انہوں نے صبر کیا۔ کوفہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ اور ۳۷ سال کی عمر میں ۷۳ھ میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے لوبار کام کرنا ثابت فرمایا، قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد طیبؑ بھی لوہے کے بکترین ہتھیار بیٹھا کرتے تھے۔

۳۔ بَابُ ذِكْرِ الْخَيَاطِ

۲۰۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَّسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((إِنَّ خَيَاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَّسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَدَعَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَبِيزًا وَمَرْقًا فِيهِ دَبَاءٌ وَقَنِيدٌ، فَرَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَعِيْدُ الدَّبَاءَ مِنْ حَوَالِيِّ الْقَصْنَعَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَرْزُنْ أَحَبَّ الدَّبَاءِ مِنْ يَوْمِيِّ)).

[اطرافہ فی : ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳]

[۵۴۳۹، ۵۴۳۷، ۵۴۳۶، ۵۴۳۵]

باب درزی کا بیان

(۳۰۹۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنائے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس درزی نے روٹی اور شور با جس میں کدو اور بھنا ہوا گوست تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے قتلے پیالے میں تلاش کر رہے تھے۔ اسی دن سے میں بھی برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

کیونکہ یہ آخرت میں کو پسند تھا۔ کدو نہیت عمدہ ترکاری ہے۔ یعنی لمبا کدو سرد تر اور دافع تپ و خفغان و دافع حرارت و خشکی بدن اور قبعنے کو دفع کرتا ہے۔ بیٹھنے کی بھی یہی خاصیت ہے۔ گو کدو کھانا دین کا تو کوئی کام نہیں ہے کہ اس کی پیروی لازم ہو، مگر آخرت میں کی محبت اس کو متفضی ہے کہ ہر مسلمان کدو سے رغبت رکھے جیسے انس بیٹھنے کیا۔ (وہیدی)

آخرت میں کی دعوت کرنے والے صحابی خیال تھے۔ درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے حضرت امام بخاری و مسلم بن حنبل نے درزی کا کام ثابت فرمایا۔

باب کپڑا بننے والے کا بیان

(۲۰۹۳) ہم سے مجھی بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے، کہا کہ میں نے سل بن سعد بیٹھنے سے سن، جنہوں نے کہا کہ ایک عورت "بردہ" لے کر آئی۔ سل بیٹھنے نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے بردہ کے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لئے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، آپ نے اسے لے لیا۔ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یا رسول اللہ! یہ تو مجھے دے دیجئے، آپ نے فرمایا کہ اچھا لے لینا۔ اس کے بعد آپ مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھنے رہے پھر واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو تھ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوa دیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے آخرت میں سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تم میں معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ والله! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سل بیٹھنے نے فرمایا، کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔

[راجع: ۱۱۶۶]

۳۱۔ باب ذکر النساء

٢٠٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِرِزْدَةً - قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبِرْزَدَةُ؟ فَقَالَ لَهُ : نَعَمْ هِيَ الشَّمَلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِذَارَةٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْسُنْتِهَا، فَقَالَ: ((نَعَمْ)). فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ، فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بَهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَخْسَنْتَ، سَأْلَتْهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرِدُ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ، وَاللَّهِ مَا سَأَلْتَهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ الْمَوْتِ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ).

تَسْبِيحٌ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کے ہل کر گھا تھا، اور وہ کپڑا بنانے کا کام کرنے میں ماہر تھی جو بہترن حاشیہ دار چادر بن کر حضور میں کی خدمت میں پیش کرنے لائی۔ آپ نے اسے بخوشی قبول کر لیا، مگر ایک صحابی (عبد الرحمن بن عوف بیٹھنے) تھے جنہوں نے اسے آپ کے جسم پر زیب تن دیکھ کر بطور تبرک اپنے کفن کے لئے اسے آپ سے مانگ لیا۔ اور آپ نے ان کو یہ دے دی، اور ان کے کفن ہی میں وہ استعمال کی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عدم رسالت میں نور بلنے کا فن موجود تھا،

اور اس میں عورتیں تک مبارت رکھتی تھیں، اور اس پیشہ کو کوئی بھی معیوب نہیں جانتا تھا۔ یہی ثابت کرتا حضرت امام مخارقی حنفیہ کا مقصد ہاب ہے۔

باب بڑھتی کامیابیان۔

(۲۰۹۴) ہم سے قتبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز نے بیان کیا ان سے ابو حازم نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سل بن سعد ساعدی ہٹھ کے یہاں منبر بنوی کے متعلق پوچھنے آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سل ہٹھ نے لیا تھا، اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھتی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے، تاکہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں، چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لئے کہا، پھر جب منبر تیار ہو گیا تو انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا، وہ منبر آپ کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ اس پر بیٹھے۔

۳۲ - بَابُ التَّجَارَ

٢٠٩٤ - حَدَّثَنَا فَيْيَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدَ الْغَرِيْنِ عَنْ أَبِي حَازِمَ قَالَ: ((أَتَى رِجَالٌ إِلَيَّ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمُنْبَرِ فَقَالَ: بَعْثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى فِلَانَةَ - امْرَأَةٌ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - أَنْ فَرِيْ غَلَامَكَ التَّجَارَ يَعْمَلَ لِيْ أَغْوَادًا أَجْلِسْ عَلَيْهِنْ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمْرَتَهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِهَا، فَأَمْرَ بِهَا فَوْضَعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ)).

[راجع: ۳۷۷]

غابہ مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے، جہاں جماڑ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا کا البتہ غلام کا نام باقوم بتایا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ منبر تیم داری نے بنایا تھا۔

(۲۰۹۵) ہم سے خلاد بن مجی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن ایکن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ ہبھٹانے کے ایک انصاری عورت نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ! میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز کیوں نہ بنو دوں جس پر آپ وعظ کے وقت بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرے پاس ایک غلام بڑھتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر جب منبر آپ کے لئے اس نے تیار کیا، تو جمع کے دن جب آنحضرت ﷺ اس منبر پر بیٹھے تو اس کھجور کی لکڑی سے روئے کی آواز آئے گی۔ جس پر نیک دے کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پست جائے گی۔ یہ دیکھ کر بنی کریم ﷺ منبر پر سے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے بیٹے سے لگایا۔ اس وقت بھی وہ

٢٠٩٥ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدَ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَاتَلَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَسْكِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ لَكَ شَيْئًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْخُمُمَةَ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمُسْرِرِ الَّذِي صَنَعَ فَصَاحَتِ النَّحْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عَنْهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَشَقَّقْ فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخْذَهَا فَصَمَّهَا إِلَيْهِ،

فجعلتْ تَشْنُ أَبِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسْكُنُ
حَتَّىٰ اسْتَقَرَتْ. قَالَ: ((بَكْتَ عَلَىٰ مَا
كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الدُّكْنِ)).

[راجع: ۴۴۹]

لئے بخوبی لکھی اس چھوٹے بچے کی طرح سکیں بھر رہی تھی جسے چپ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے روئے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکھی خطبہ سن کرتی تھی اس لئے روئی۔

لئے بخوبی کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور منیر خلبہ پڑھنے لگے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم مخبر ہے کہ آپ کی جدائی کا غم ایک لکھی سے بھی ظاہر ہوا۔ آخر آپ نے اس لکھی کو سیند سے لگایا تب جا کر اس کا رونا بد ہوا۔ حضرت امام مخارجی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بذا سے ثابت فرمایا کہ بڑھی کا پیشہ بھی کوئی مذموم پیش نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان میں سے جو پیشہ بھی اس کے لئے آسان ہو اختیار کر کے رزق حلال تلاش کر سکتا ہے۔ ان احادیث سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ صنعت و حرف کے متعلق بھی اسلام کی نگاہوں میں ایک ترقی یافتہ پلان ہے۔ بعد کے زمانوں میں جو بھی ترقیات اس سلسلہ میں ہوئی ہیں۔ خصوصاً آج اس مشینی دور میں یہ جملہ فون کس تیزی کے ساتھ منازل ترقی طے رہے ہیں بنیادی طور پر یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے مقدس نتائج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کا یہ پوری دنیا کے انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے دین اور دنیا ہر دو کی ترقی کا پیغام دے کر مذہب کی کچھ تصویر کو بنی نوع انسان کے سامنے آشکارا کیا ہے۔ مجھے ہے «إِنَّ الَّذِينَ عَنَّ اللَّهِ الْأَنْسَلَمُ» (آل عمران: ۱۹)

باب اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود بھی خرید سکتا ہے

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب سے ایک اونٹ خریدا، اور عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں (بیچنے) لایا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ آپ نے جابر بن عبد اللہ سے بھی ایک اونٹ خریدا تھا۔

(۲۰۹۶) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نجعی نے، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا، اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی۔

۳۳ - **باب شراء الحوائج بنفسه**
وقال ابن عمر رضي الله عنهما: اشتري
النبي ﷺ جملة من عمر. وقال عبد
الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنهما:
 جاء مُشْرِكٌ بِعِنْمٍ فاشترى النبي ﷺ منه
شاة. وانشترى من جابرٍ بغيرها.

۲۰۹۶ - حدثنا يوسف بن عيسى قال
حدثنا أبو معاوية قال حدثنا الأغمش عن
إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله
عنها قالت: ((اشترى رسول الله ﷺ من
يهودي طعاماً بنسخته، ورهنته درعه)).

[رجوع: ۲۰۶۸]

لئے بخوبی آنحضرت ﷺ نے بذات خود ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا۔ بلکہ اپنی زرہ اس کے ہلگروی رکھ دی۔ سو یہ امر مروت کے خلاف نہیں ہے، کوئی امام ہو یا یادشاہ نبی سے کسی کا درجہ بڑا نہیں ہے، اپنا سودا بازار سے خود خریدنا اور خود ہمیں اس کو اٹھا کر لے آنا، آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو اس کو برایا عزت کے خلاف سمجھے وہ مردود ذلتی ہے۔ بلکہ بہتری ہے کہ جیسی تک ہو سکے انسان اپنا ہر کام خود ہی انجام دے تو اس کی زندگی پر سکون زندگی ہو گی۔ اسوہ حسنہ اسی کا نام ہے۔

باب چوپا یہ جانوروں اور گھوڑوں گدھوں کی خریداری کا بیان اگر کوئی سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور بچنے والا اس پر سوار ہو تو اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہو گایا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کماکہ بنی کسم شیخہ نے حضرت عمر بن حفث سے فرمایا، اسے مجھے بچ دے۔ آپ کی مراد ایک سرکش اونٹ سے تھی۔

(۲۰۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کماکہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کماکہ ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیمان نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ شیخہ نے بیان کیا کہ میں نبی کسم شیخہ کے ساتھ ایک غزوہ (ذات الرقاع یا تبوک) میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کرست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کسم شیخہ تشریف لائے اور فرمایا، جابر میں نے عرض کیا، حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے کماکہ میرا اونٹ تھک کرست ہو گیا ہے، چنانچی نہیں اس لئے میں بچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے مند کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہاتھے لگے) اور فرمایا کہ اب سوار ہو جا۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ شیخہ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا، جابر تو نے شادی بھی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا می ہاں! دریافت فرمایا، کسی کنوواری لڑکی سے کی ہے یا یہوہ سے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک یوہ سے کر لی ہے۔ فرمایا، کسی کنوواری لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ (حضرت جابر بھی کنووارے تھے) میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں۔ (اور میری مل کا انتقال ہو چکا ہے) اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ اسکی عورت سے شادی کروں، جو انہیں جمع رکھے۔ ان کے لئے کھا کرے اور ان کی گمراہی کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا ہب تم گھر پہنچ کر خیر و علیت کے ساتھ خوب مزے اڑانا۔ اس کے بعد فرمایا، کیا تم اپنا اونٹ بچو

۴۔ بَابُ شِيرَاءِ الدَّوَابَ وَالْحَمِيرِ
وَإِذَا اشْرَى ذَائِبًا أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ
يَكُونُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزَلَ؟ وَقَالَ أَبْنُ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
لِعُمَرَ: ((بِغَيْنِيهِ، يَعْنِي جَمَلًا صَغِيبًا)).

۲۰۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ
عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَتَنَتْ مَعَ
النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَّةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمْلَيْ وَأَعْيَا،
فَأَتَى عَلَيْنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((جَابِرٌ؟))
فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((مَا شَانْكَ؟)) فَقُلْتُ:
أَبْطَأَ عَلَيْنِي جَمْلَيْ وَأَعْيَا فَتَحَلَّفْتُ. فَنَزَلَ
يَخْجُلُهُ بِمَخْجِلِهِ. ثُمَّ قَالَ: ((أَرْكَبْ؟)),
فَرَكِبْتُ، فَلَقِدْ رَأَيْتُهُ أَكْفَهُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ. قَالَ: ((تَرَوْجَتْ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ.
قَالَ: ((بِكُنْرَا أَمْ ثَيَّبَا؟)) فَقُلْتُ: بَلْ ثَيَّبَا.
قَالَ: ((أَفَلَا جَارِيَةً تُلَأْعِبُهَا وَتُلَأْعِبُكَ؟))
فَقُلْتُ: إِنِّي لَيْ أَخَوَاتِ، فَأَخْيَتْ أَنْ أَتَرْوَجَ
إِنْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتُمْسِطُهُنَّ وَتَقْوُمُ
عَلَيْهِنَّ. قَالَ: ((أَمَا إِنْكَ قَادِمٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ
فَالْكَنِيسَ الْكَنِيسَ)). ثُمَّ قَالَ: ((أَتَبْيَعُ
جَمَلَكَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَأَشْرَأَهُ مِنْيَ
بِأَرْقِيَةٍ. ثُمَّ قَدِيمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلِي
وَقَدِيمَتْ بِالْقَدَاءِ، فَجَنَّتَا إِلَى الْمَسْجِدِ
فَوَجَدْنَتَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: ((آلَآنِ

گے؟ میں نے کہا۔ جی ہاں! چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر تم مسجد آئے تو آخرت ﷺ مسجد کے دروازہ پر ملے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا بھی آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا، پھر اپنا اونٹ پھوڑ دئے اور مسجد میں جا کے دور کھت نماز پڑھ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے بلال ﷺ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی توں دے۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی توں دی۔ میں پیچے موڑ کے چلا تو آپ قیمت بھی تمہاری ہے۔

لَتَبَرُّجْ باب کی دونوں حدیثوں میں کہیں گدھے کا ذکر نہیں جس کا بیان ترجمہ باب میں ہے اور شاید امام بخاری ﷺ نے گدھے کو اوٹ پر قیاس کیا۔ دونوں چوپائے اور سواری کے جائز ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آخرت ﷺ سے پیچے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سوار ہوں گا۔ امام احمد اور ابو داہد ثعلب نے بیچ میں یہ شرط اسی حدیث سے درست رکھی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری ﷺ نے اس کتاب میں میں جگنوں کے قریب بیان کیا ہے۔ گویا اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

بابِ جالیت کے بازاروں کا بیان جن میں اسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے خرید و فروخت کی

(۲۰۹۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ، مجذ و اور ذا الجازیہ سب زمانہ جالیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان میں تجارت کو کنکا سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (لہم علیکم جناح) فی مواسم الحج ایں عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح قرات کی ہے۔

قَدِيفَتْ؟) قَلَّتْ: نَعَمْ. قَالَ: ((لَدْعَ جَمْلَكَ فَادْخُلْ فَصَلْ وَكَعْنَيْنِ)), فَدَخَلَتْ فَصَلَّتْ. فَأَمَرَ بِلَأْلَأَ أَنْ يُونَ لَهُ أُوقِيَّةً، فَوَرَّزَ لَهُ بِلَأْلَأَ فَأَرْجَحَهُ الْمِيزَانَ. فَانْطَلَقَتْ حَتَّى وَتَبَتْ. فَقَالَ: ((إِذْ لَيْ جَابِرَا)). قَلَّتْ الْآذَنْ يُؤَدُّ عَلَى الْجَمْلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءًا أَنْفَضَ إِلَيْهِ مِنْهُ، قَالَ: ((خَدْ جَمْلَكَ، وَلَكَ فَمَهْ)).

[راجع: ۴۴۳]

٣٥ - بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَاتَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

٢٠٩٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفيَّانُ عَنْ عَمْرُو عَنْ أَنْبِعَاثَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عَكَاظُ وَمَجْنَةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَلَقَّبُوا مِنَ التَّجَارَةِ فِيهَا، فَلَأَنَّ اللَّهَ: «تَبَسَّ عَلَيْكُمْ جَنَاحٌ» لَهُ مَوَاسِيمُ الْحَجَّ. فَوَأْبَأَ أَنْبَاثَ كَلَّا.

[راجع: ۱۷۷۰]

یعنی تم پر گناہ نہیں کہ ایام حج میں ان بازاروں میں تجارت کرو۔

۳۶۔ باب شراء الابل الہیم او الاخرب
اللهانم : المخالف للقصد في كل شيء
اعتدال (میانہ روی) سے گذرنے والا

بازل یہ اعتراض ہوا ہے کہ یہم ہائم کی جمع نہیں ہے بلکہ ایتم یا ہیما کی جمع ہے۔ صنانچ والے نے یوں جواب دیا ہے کہ یہم **لشیخ** ہائم کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے بازل کی جمع بزل آتی ہے۔ پھر باکا صند بوج یا کے کسو سے بدلتا گیا۔ جیسے بیض میں جواہیں کی جمع ہے۔ ہیام ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہو جاتی ہے۔ وہ پالی پیتا ہی چلا جاتا ہے مگر سیراب نہیں ہوتا اور اسی طرح مر جاتا ہے۔ قرآن مجید میں (فَتَرَبَّوْنَ هُزُبَ الْهَيْمِ) (الواقعة: ۵۵) میں یہی بیان ہے کہ دوزخی ایسے پیاسے اونٹ کی طرح جو سیراب ہی نہیں ہوتا کھولتا ہوا پالی پیتے جائیں گے مگر سیراب نہ ہوں گے بلکہ شدت پیاس میں اور اضافہ ہو گا۔ یہی لفظ یہم یہاں حدیث میں مذکور ہوا۔

حدیث لا عدوی میں امراض کے بالذات متحدی ہونے کی نظری ہے۔ فافهم و تدبیر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۰۹۹۔ حدثنا علي بن عبد الله قال : (۲۰۹۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے کما یہاں (مکہ میں) ایک شخص نواس نام کا تھا۔ اس کے پاس ایک بیمار اونٹ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر **لشیخ** اور اس کے شریک سے وہی اونٹ خرید لائے۔ وہ شخص آیا تو اس کے ساتھی نے کہا کہ ہم نے تو وہ اونٹ بیج دیا۔ اس نے پوچھا کہ کے بیچا؟ شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔ اس نے کہا، افسوس! وہ تو عبد اللہ بن عمر **لشیخ** تھے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے ساتھی نے آپ کو مریض اونٹ بیج دیا ہے۔ اور آپ سے اس نے اس کے مرض کی وضاحت بھی نہیں کی۔ عبد اللہ بن عمر **لشیخ** نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ بیان کیا کہ جب وہ اس کو لے جانے لگا تو عبد اللہ بن عمر **لشیخ** نے فرمایا کہ اچھا رہنے دو، ہم رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہیں (آپ نے فرمایا تھا کہ) ”لا عدوی“ (یعنی امراض چھوٹ والے نہیں ہوتے) علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا کہ سفیان نے اس روایت کو عمرو سے سن۔

[۵۷۵۳، ۵۷۷۲]

لشیخ اس حدیث سے بت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ یوپاریزوں کا فرض ہے کہ خریداروں کو جانوروں کا حسن و فتح پورا پورا تھا کہ مول قول کریں۔ اگر ایسا کیا گیا اور خریدار کو بعد میں معلوم ہو گیا، تو معلوم ہونے پر عقاب سے کہ اسے واپس کر کے اپنا روپیہ واپس لے لے۔ اور اس سودے کو فتح کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سودا کر

بھول چوک سے ایسا مال بچ دے تو اس کے لئے لازم ہے کہ بعد میں گاہک کے پاس جا کر مغدرت خواہی کرے اور گاہک کی مرضی پر معاملہ کو چھوڑ دے۔ یہ یوباری کی شرافت نفس کی دلیل ہو گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گاہک درگذر سے کام لے۔ اور جو غلطی اس کے ساتھ کی گئی ہے۔ حتی الامکان اسے معاف کر دے اور طے شدہ معاملہ کو بحال رہنے دے کہ یہ فراخدی اس کے لئے باعث برکت کثیر ہو سکتی ہے۔ لادعوی کی مزید تفصیل دوسرے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو یا ہو رہا ہو تو

ہتھیار بیچنا کیسا ہے؟ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے

زمانہ میں ہتھیار بیچنا کمرکوہ رکھا

(۲۱۰۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے، کہا ان سے یحییٰ بن سعید نے، کہا ان سے ابن فلخ نے، ان سے ابو قادہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قادہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک زرہ بخش دی اور میں نے اسے تج دیا۔ پھر میں نے اس کی قیمت سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

۳۷ - بَابُ بَيْعِ السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ
وَغَيْرِهَا وَكِرَهِ عَمْرَانَ بْنَ حُصَيْنِ بَيْعَةَ
فِي الْفِتْنَةِ

۲۱۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِيهِ قَنَادَةَ عَنْ أَبِيهِ
قَنَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَنَا مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَأَغْطَاهُ يَعْنِي
دُرْعًا فَبَغَتُ الدُّرْزُ فَابْتَعَثْتُ بِهِ مَخْرَفًا لِي
بَنِي سَلَمَةَ، فَلَمَّا لَأْوَلَ مَالٍ تَأَلَّتَهُ فِي
الإِسْلَامِ)).

[اطرافہ فی: ۳۱۴۲، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۷۱۷۰]

لئے جائیں اس حدیث سے ترجمہ باب کا ایک جز یعنی جب فساد نہ ہو اس وقت جنگی سامان بیچا درست ہے، لکھتا ہے کیونکہ زرہ بھی ہتھیار یعنی لاری کے سامان میں داخل ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ فساد کے زمانہ میں، ہتھیار بیچنا، تو یہ بعض نے کمرکوہ رکھا ہے جب ان لوگوں کے ہاتھ پہنچے جو فتنہ میں ناجتن پر ہوں۔ اس لئے کہ یہ اعانت ہے گناہ اور معصیت پر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَتَعَاوَنُوا
عَلَى النِّبَرِ وَالثَّقُولِ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْأَنْثِي وَالْغَنْوَانِ) (المائدۃ: ۲) اس جماعت کے ہاتھ جو حق پر ہو بیچنا کمرکوہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

باب عطیر بیچنے والوں اور مشک بیچنے کا بیان

(۲۱۰۱) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سن اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور بے ساتھی کو مثل مشک بیچنے والے عطار اور لوبار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے

۳۸ - بَابُ فِي الْعَطَارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

۲۱۰۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْذَةَ
بْنُ عَنْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْذَةَ بْنَ أَبِيهِ
مُوسَى عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ
وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ

کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک ضرور پالوگے۔ یا تو
مشک ہی خرید لوگے ورنہ کم از کم اس کی خوبصورت ضرور ہی پاسکوگے۔
لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسادے گی ورنہ بدبو
تو اس سے تم ضرور پالوگے۔

وَكَفِيرُ الْحَدَادِ: لَا يَعْدِمُكَ مِنْ صَاحِبِ
الْمِسْكِ إِنَّمَا تَشْرِنَيْهُ أَوْ تَجِدُ رِيشَةً، وَكَفِيرُ
الْحَدَادِ يُخْرِقُ بَذَنَكَ أَوْ ثُوبَكَ أَوْ تَجِدُ
مِنْهُ رِيشًا حَيْثَةً)). [طرفة في : ٥٥٣٤].

تَسْبِيحَةً حافظ ابن حجر وابن حیثیم اس حدیث کے ذیل فرماتے ہیں۔ و فی الحديث النبی عن مجالسة من يعاذی بمحالسة فی الدین والدنيا والترغیب فی مجالسة من ينتفع بمحالسته فیهما و فی جواز بيع المسك والحكم بظہارته لانه صلی الله علیه وسلم مدحه و رغب فیه الرد علی من كرهه الخ (فتح الباری) اس حدیث سے ایک مجلس میں بیٹھنے کی برائی ثابت ہوتی ہے جس میں بیٹھنے سے دین اور دنیا ہردو کا نقصان ہے اور اس حدیث میں نفع بخش مجالس میں بیٹھنے کی ترغیب بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسک کی تجارت جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ مسک پاک ہے۔ اس لئے کہ آخرت میں اس کی تعریف کی، اور اس کے حصول کے لئے رغبت ولائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری وابن حیثیم نے یہ باب منفرد فرمائی ان لوگوں کی تردید کی ہے جو مسک کی تجارت کو جائز نہیں جانتے اور اس کی عدم طمارت کا خیال رکھتے ہیں۔

باب پچھنا لگانے والے کا بیان

(۲۱۰۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک (تھیم) نے خبر دی، انسیں حمید نے، اور ان سے انس بن مالک (تھیم) نے بیان کیا کہ ابو طیبہ (تھیم) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پچھنا لگایا تو آپ نے ایک صاع کھجور (بلطور اجرت) انسیں دینے کے لئے حکم فرمایا۔ اور ان کے مالک کو فرمایا کہ ان کے خراج میں کمی کر دیں۔

۳۹۔ بَابُ ذِكْرِ الْحَجَامِ

۲۱۰۲ - حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَجَّمُ أَبْوَ طَيْبَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَنَاعَ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخْفِقُوا مِنْ خِرَاجِهِ.

[اطرافہ في: ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱]

. [۵۶۹۶]

یعنی جو روزانہ یا ماہواری اس سے لیا کرتے تھے۔ عرب میں مالک لوگ اپنے غلام کی محنت اور لیاقت کے لحاظ سے اس پر ایک شرح مقرر کر دیا کرتے تھے کہ اتنا روز یا میئے میئے ہم کو دیا کرے اس کو خراج کتے ہیں۔ (وحیدی)

(۲۱۰۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد نے جو عبد اللہ کے بیٹھے ہیں بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمه نے اور ان سے ابن عباس (تھیم) نے بیان کیا کہ بنی کشم (تھیم) نے پچھنا لگوایا اور جس نے پچھنا لگایا، اسے آپ نے اس کی اجرت بھی دی، اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو آپ اس کو ہرگز نہ دیتے۔

۲۱۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((اَحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَغْطَى النَّبِيِّ ﷺ حَجَّمَةً، وَلَوْ كَانَ حَرَاماً لَمْ يَعْطِهِ)).

[راجح: ۱۸۲۵]

ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت پچھنا لگوانا جائز اور اس کی اجرت یعنی والے اور دینے والے ہردو کے لئے منع نہیں ہے۔ اصلاح

خون کے لئے کچھی لگوانے کا علاج بہت پرانا نہ ہے۔ عرب میں بھی یہی مروج تھا۔

٤۔ بَابُ التَّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لِبْسُهُ
بَابُ الْمَرْدُورَاتِ كَمَا يُكْرَهُ لِبْسُهُ
کے لئے مکروہ ہے

(۲۱۰۳) ہم سے آدم اہن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن حفص نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ بی کرم لشیطان نے عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک ریشمی جبہ بھیجا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے (ایک دن) پہنے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اسے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو، اسے تو وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے تو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس سے (نقچ کر) فائدہ اٹھاؤ۔

لِلرِّجَالِ وَلِلنِّسَاءِ

٤- ۲۱۰۴- حَدَّثَنَا أَدْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ
فَالْ حَدَّثَنَا أَبُو نَعْمَانْ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :
(أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ سَخْلَةً حَرِيرًا - أَوْ سَبَرَا ، فَرَآهَا عَلَيْهِ
فَقَالَ : إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتُلْبِسَهَا
إِنَّمَا يُلْبِسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعْثَتَ
إِلَيْكَ لِتُسْمِعَ بِهَا . يَعْنِي تِبَعِهَا).

[راجح: ۸۸۶]

تَسْبِيحُ بشرطیکہ دوسرا کوئی گو کافر ہی سی اس سے فائدہ اٹھا کے یعنی اس چیز کا بیچنا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا کے درست نہیں ہے۔ اور راجح قول یہی ہے۔ اب باب میں جو حدیث بیان کی اس میں ریشمی جوڑے کا ذکر ہے۔ وہ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ امام علی نے اس پر اعتراض کیا اور جواب یہ ہے کہ مردوں کے لیے جو چیز مکروہ ہے اس کے بیچنے کا بواز حدیث سے نکلا ہے تو عورتوں کے لیے جو مکروہ ہے اس کی بیچ کا بھی جواز اس پر قیاس کرنے سے نکل آیا۔ یا یہ کہ ترجیح باب میں کراہت سے عام مراد ہے تحریکی ہو یا تنزیہ کی اور ریشمی کپڑے گو عورتوں کے لیے حرام نہیں ہیں مگر تنہیا مکروہ ہیں۔ (وجیدی) خوصاً ایسے کپڑے جو آج کل وجود میں آ رہے ہیں۔ جن میں سے عورت کا سارا جسم بالکل عربان نظر آتا ہے ایسے یہ کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو قیامت کے دن نئی اخلاقی جائیں گی۔

(۲۱۰۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں نافع نے، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ بنت ابی زینہ نے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر مورتیں تھیں۔ رسول کریم ﷺ کی نظر جوں ہی اس پر پڑی، آپ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ (عائشہ بنت ابی زینہ نے بیان کیا کہ) میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول ﷺ سے معافی مانگتی ہوں۔ فرمائیے مجھ سے کیا غلطی ہوئی

٥- ۲۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ الْفَاسِمِ بْنِ
مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمُرَقَةً فِيهَا
تَصَاوِيرٌ، فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ
عَلَى الْأَبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ
الْكِرَاهَةَ فَقَلَّتْ . يَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتُوبُ
إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ، مَذَا أَذْنَبْتَ؟

ہے؟ آپ نے فرمایا یہ گدا کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ آپ ہی کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے نیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا، لیکن اس طرح کی مورتیں بنانے والے لوگ قیامت کے دن عذاب کے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنا لیا اسے زندہ کر دکھاوا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جن گھروں میں مورتیں ہوتی ہیں (رحمت کے) فرشتے ان میں داخل نہیں ہوتے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا بَالْ هَذِهِ الْمَرْفَقَةِ؟)) قَلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِنَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ أَصْنَابَ هَذِهِ الصُّورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيَقَالُ لَهُمْ: أَخْتَوْا مَا حَلَقُمْ، وَقَالَ: إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَذَجَّلُهُ الْمُلَوِّكَةُ)).

[اطرافہ فی : ۳۲۲۴، ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۷۵۵۷].

تَشْبِيهٌ اس حدیث سے صاف نکلا ہے کہ جاندار کی مورت بنا مطلقاً حرام ہے۔ نقشی ہو یا مجسم۔ اس لئے کہ تکنے پر نقشی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اور باب کا مطلب اس حدیث سے اس طرح نکلا ہے کہ بادجوں یہ آپ نے مورت دار کپڑا عورت مرد دونوں کے لئے مکروہ رکھا۔ مگر اس کا خریدنا جائز سمجھا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رض کو یہ حکم نہیں دیا کہ بیع کو فتح کریں۔ (وحیدی)

باب سامان کے مالک کو قیمت کرنے کا

۴۱- بَابُ صَاحِبُ السُّلْعَةِ أَحَقُّ

بِالسُّوْمِ

زیادہ حق ہے
(۲۰۶) ہم سے مویں بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے، ان سے ابوالطالب نے، اور ان سے انس رض نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بونجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کر دو۔ آپ اس جگہ کو مسجد کے لیے خریدنا چاہتے تھے، اس باغ میں کچھ حصہ تو دیرانہ اور کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے۔

یعنی مال کی قیمت پہلے وہی بیان کرے، پھر خریدار جو چاہے کے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا واجب ہے، کیونکہ اپر جابر کی حدیث میں گذر ہے۔ (وحیدی)

۴۲- بَابُ كَمْ يَجْوَزُ الْخَيْارُ؟

تَشْبِيهٌ بیع میں کسی طرح کے خیار ہوتے ہیں ایک خیار مجلس یعنی جب تک باائع اور مشتری اسی جگہ رہیں، جہاں سودا ہوا تو دونوں کو خیار الارویتہ یعنی مشتری نے بن دیکھے ایک چیز خرید لی ہو تو دیکھنے پر اس کو اختیار ہوتا ہے چاہے بیع قائم رکھے چاہے فتح کر ڈالے۔ اس کے سوا اور بھی خیار ہیں جن کو قسطلانی نے بیان کیا ہے۔ (وحیدی)

(۲۰۷) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد الوہاب نے خردی، کہا کہ میں نے بیکی بن سعید سے سنا، کہا کہ میں نے نافع

۲۱۰۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّابِ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بْنَي النَّجَارِ ثَامِنُنِي بِحَاطِطَكُمْ وَفِيهِ خَرْبَ وَنَحْلٍ)). [راجع: ۲۳۴]

لیعنی مال کی قیمت پہلے وہی بیان کرے، پھر خریدار جو چاہے کے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا واجب ہے، کیونکہ اپر جابر کی حدیث میں گذر ہے۔ (وحیدی)

۲۱۰۷- حَدَّثَنَا صَدَقَةً قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْتَى قَالَ: سَمِعْتُ

سے نہ اور انہوں نے این عمر بن شٹھ سے کہ نبی کرم ملکیت نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے۔ یا خود بیچ میں اختیار کی شرط ہو، (تو شرط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے کہا کہ جب عبد اللہ بن عمر بن شٹھ کوئی ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے معاملہ دار سے جدا ہو جاتے۔

نَافِعًا عَنْ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ قَالَ : ((إِنَّ الْمُتَبَاعِينَ بِالْخَيْرِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونَ النَّبِيُّ خَيْرًا)). وَقَالَ نَافِعٌ : وَكَانَ أَبْنُ عُمَرَ إِذَا اشْرَى شَيْئًا يُغْجِهُ فَارْقَ صَاحِبَهُ.

[اطرافہ فی : ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶].

لیکن وہاں سے جلد چل دیتے تاکہ فتح بیچ کا اختیار نہ رہے، اس سے صاف لکھا ہے کہ جدا ہونے سے حدیث میں دونوں کا جدا ہونا مراد ہے۔

(۲۰۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہام نے بیان کیا، ان سے قلادہ نے، ان سے ابو الحلیل نے، ان سے عبد اللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حرام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کرم ملکیت نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار ہوتا ہے۔ احمد نے یہ زیادتی کی کہ ہم سے بزرگ نے بیان کیا کہ ہام نے بیان کیا کہ میں نے اس کا ذکر ابوالثیاہ کے سامنے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب عبد اللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی تھی، تو میں بھی اس وقت ابوالحلیل کے ساتھ موجود تھا۔

باب اگر بلع یا مشتری اختیار کی مدت معین نہ کرے تو بیچ
جاائز ہو گی یا نہیں؟

۲۱۰۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَادَةِ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ : ((الْبَيْعُ بِالْخَيْرِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا)). وَرَأَدَ أَخْمَدُ حَدَّثَنَا بَهْرَمٌ قَالَ : قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِأَبِي النَّيَّاحِ فَقَالَ : كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَنِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بِهَذَا الْحَدِيثِ . [راجع: ۲۰۷۹]

۲۱۰۹ - بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقَّتِ فِي الْخَيْرِ هَلْ يَحُوزُ النَّبِيُّ ؟

تشییع اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیار الشرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس سے زائد مدت ثہرے یا کوئی مدت میں نہ ہو تو بیچ باطل ہو جاتی ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق اور الجدیث کا ذہب یہ ہے کہ بیچ جائز ہے اور بھتی مدت ثہرے اتنی مدت تک اختیار رہے گا۔ اور جو کوئی مدت میں نہ ہو تو یہی اختیار رہے گا اور اوزانی اور ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ خیار الشرط باطل ہو گی اور بیچ لازم ہو گی۔ (وحیدی)

(۲۰۹) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماہ بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے این عمر بن شٹھ نے کہا کہ رسول اللہ ملکیت نے فرمایا، خریدنے والے

۲۱۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادَ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو يُوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :

اور بینچے والے کو (بیع توڑ دینے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدائے ہو جائیں، یادوں میں سے کوئی ایک اپنے دوسرے فریق سے یہ نہ کہ دے کہ پسند کرلو۔ کبھی یہ بھی کہا کہ ”یا اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔“

اللَّهُ عَلَى ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا،
أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرَبُّهَا
قَالَ : أَوْ يَكُونُ بَيْعٌ خِيَارٌ)).

[راجع: ۲۱۰۷]

۴۔ باب ((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا))

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشَرِيفَةُ الْشَّغَبِيَّةِ (کہ بیع قائم رکھیں یا توڑ دیں) اور عبد اللہ بن عمر بن حیثا، شرع، شعبی، طاؤس، عطاہ اور ابن ابی طیکہ رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے۔

النَّسْخَةُ انساب نے یہی کہا ہے کہ صرف ایجاد و قبول بینی عقد سے بیع لازم نہیں ہو جاتی اور جب تک باائع اور مشتری مجلس عقد سے جدائے ہوں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ بیع فتح کر دالیں۔ سعید بن میب، زہری، ابن ابی ذسب، حسن بصری، اوزاعی، ابن جرجی، شافعی، مالک، احمد، اور اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ ابن حرام نے کہا کہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نجحی کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور حضرت امام ابو حیفہ رحلیؒ نے صرف امام نجحی کا قول اختیار کر کے جمورو علماء کی مخالفت کی ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر بن حیثا کا قول امام بخاری رحلیؒ نے اس سے نکالا ہو اور بیان فتح سے گذرا کہ ابن عمر بن حیثا جب کوئی چیز ایسی خریدتے جو ان کو پسند ہوتی، تو باائع سے جدا ہو جاتے۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ بیع توکھڑے ہوتے توکھڑے ہو جاتے۔ یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا وہاں سے چل دیتے تاکہ بیع لازم ہو جائے۔ اور شرع کے قول کو سعید بن منصور نے اور شعبی کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور طاؤس کے قول کو امام شافعی نے ام میں اور عطاہ اور ابن ابی طیکہ کے اقوال کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ وَ مِنَ الْاَدَلَةِ الدَّالَّةِ عَلَى ارادةِ التَّفْرِقِ بِالْاَبْدَانِ قَوْلُهُ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ المَذْكُورِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَ كَاتَنَ جَمِيعًا وَ كَذَلِكَ قَوْلُهُ وَ انْ تَفْرِقَا بَعْدَ ابْنِيَا وَ لَمْ يَتَرَكْ وَاحِدًا مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْبَيْانُ الرَّاجِحُ اِنَّ التَّفْرِقَ بِالْاَبْدَانِ قَالَ الْحَطَابِيُّ وَ عَلَى هَذَا وَجَدَنَا امْرُ النَّاسِ فِي عَرْفِ الْلُّغَةِ وَ ظَاهِرِ الْكَلَامِ فَإِذَا قَيلَ تَفْرِقُ النَّاسُ كَانَ الْمَفْهُومُ مِنْهُ التَّمِيزُ بِالْاَبْدَانِ قَالَ وَلَوْ كَانَ الْمَرَادُ تَفْرِقَ الْأَقْوَالَ كَمَا يَقُولُ أَهْلُ الرَّايِ لِخَلَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفَانِدَةِ وَ سَقْطِ مَعْنَاهِ الْخَ (نیل الاطوار)

علامہ شوکانی مرحوم کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو خریدنے و بینچے والے کی جسمانی جدائی پر دلیل حدیث عبد اللہ بن عمر بن حیثا میں یہ قول نبوی ہے مالم یتفرقوا و کاتانا جمیعاً یعنی ہر دو کو اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ دونوں جدائے ہوں بلکہ ہر دو اکٹھے رہیں۔ اس وقت تک ان کو سووے کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اور اسی طرح دوسرا ارشاد نبوی اس مقصد پر دلیل ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر دو فریق بیع کے بعد جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ بیع کو کسی نے بھی فتح نہ کیا ہو۔ اور وہ جدا ہو گئے۔ پس بیع واجب ہو گئی، یہ دلائل واضح ہیں کہ جدائی سے جسمانی جدائی مراد ہے۔ خطابی نے کہا کہ لغوی طور پر بھی لوگوں کا معاملہ ہم نے اسی طرح پلایا ہے۔ اور ظاہر کلام میں جدائی سے لوگوں کی جسمانی جدائی ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر اہل رائے کی طرح مخفی باتوں کی جدائی مراد ہو تو حدیث مذکورہ اپنے حقیقی فائدے سے خالی ہو۔ ۱۰۰ سے بلکہ حدیث کا کوئی معنی بالقیمت نہیں رہ سکتا۔ ۔۔۔ لہذا خلاصہ یہ کہ صحیح مسلک میں ہر دو طرف سے جسمانی جدائی مراد ہے۔ مسلک جمورو ہے۔

حضرت حکیم بن حرام رضی اللہ عنہ حدیث باب مرودی ہے جلیل القدر صحابی ہیں، کنیت ابو خالد قریشی اسدی ہے، یہ حضرت خدیجہ

الکبریٰ بیٹھنے کے پتختے ہیں۔ واقعہ فل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام سے پہلے اور بعد ہر دو زمانوں میں بڑی عزت پائی۔ فتح کم میں اسلام لائے۔ سامنہ سال جاہلیت میں گزارے۔ پھر سامنہ ہی سال اسلام میں عمریاں۔ ۵۳ھ میں مدینہ المنورہ میں اپنے مقام ہی میں وفات پائی۔ بست متفق پر ہیزار اور تھی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے۔ اور سو اونٹ سواری کے لئے بخشے۔ فن حدیث میں ایک جماعت ان کی شاگرد ہے۔

(۲۱۱۰) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو حبان بن ہلال نے خبردی، کہا تم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ان کو قادہ نے خبردی کہ مجھے صالح ابوالخلیل نے خبردی، انہیں عبد اللہ بن حارث نے، کہا کہ میں نے حکیم بن حرام پیشوں سے شاکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا خریدنے اور بینچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باتی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر یہ صاف صاف بیان اور واضح کر دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولتا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔

حَبْيَانٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ قَدَّادُهُ أَخْبَرَنِي
عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَارِثِ قَالَ: سَمِعْتَ حَكِيمَ بْنَ حِزَامَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :
(الْبَيْعَانُ يَأْلِحُّ يَحْيَاهُ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ حَدَّفَ
وَبَيْنَا بُورُكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَّبَا
وَكَتَمَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)).

[٢٠٧٩: راجع]

(۳۱۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خریدنے اور بینچنے والے دونوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیچ خیار میں۔

٢١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ قَالَ: ((الْمُتَبَيِّنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخَيْرٍ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقْ، إِلَّا بَيْنَ الْخَيْرَيْنَ)). [راجع: ٢١٠٧]

لشیخ یعنی جب بائع بعیق کے بعد مشتری کو اختیار دے اور وہ کے میں بعیق کو تائید کرتا ہوں اور وہ بعیق اس سے الگ ہے جس میں اختیار کی شرط پہلے ہی سے لگادی گئی ہو۔ یعنی جمل معاملہ ہوا ہے وہاں سے سرک نہ جائیں۔ اگر وہیں رہیں یا دونوں مل کر منزلوں پڑتے رہیں تو اختیار باتی رہے گا، کوئی دن سے زیادہ مدت گذر جائے۔ بعیق الحیار کی تفسیر جو ہم نے یہاں کی ہے۔ امام فوادی نے اسی مطلب کی ترجیح پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور امام شافعی ہشیخ نے بھی اسی پر یقین کیا ہے۔ بعضوں نے یہ معنی کئے ہیں، مگر اس بعیق میں اختیار کی شرط ہو، یعنی وہاں سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ مدت مقررہ تک اختیار رہے گا۔

بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَةً
بَعْدَ الْتَّيْمَعِ فَقَدْ وَجَبَ الْتَّيْمَعُ

باب اگر بیچ کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لینے
کے لئے مختار بنایا تو بیع لازم ہو گئی

بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

٤١١٢ - حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَنْبِيثُ (٢٣١٢) هُمْ مَنْ قَتَلَهُمْ أَهْلُكَاهُمْ لَمَّا كَانُوا يُؤْمِنُونَ

سے نافع نہ اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی توجیب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، انسیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کام اور اس شرط پر بیع ہوئی، اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا، تو بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا، تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔

باب اگر بائع اپنے لئے اختیار کی شرط کر لے
تو بھی بیع جائز ہے۔

یہ باب لاکر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار الشرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے، بیاع کو درست نہیں۔ (۲۱۱۳) ہم سے محمد بن یوسف فربالی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دیبار نے اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کسی بھی خریدنے اور بیچنے والے میں اس وقت تک بیع پختہ نہیں ہوتی جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ بیع جس میں مشترکہ اختیار کی شرط لگادی گئی ہو اس سے الگ ہے۔

(۲۱۱۴) مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جبان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قیادہ نے، ان سے ابو خلیل نے، ان سے عبد اللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام ہٹھو نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والے کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (بیع توڑ دینے کا) اختیار ہے۔ ہمام راوی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں لفظ سخّار تین مرتبہ لکھا ہوا پایا۔ ا]

پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور بات صاف صاف واضح کر دی تو انہیں ان کی بیع میں برکت ملتی ہے۔ اور اگر انہوں نے جھوٹی باتیں بنائیں اور (کسی عیب کو) چھپایا تو تمہارا سافع شاید وہ کمالیں، لیکن ان

عن نافعِ عن ابن عمر رضي الله عنهما
عن رسول الله ﷺ آنہ قال: ((إذا تباع ما
الرجالان فكلاً واحداً منها بال الخيار ما
لم يغرقاً وكانت جميناً، أو يخرب أحداً منها
الآخر، فتباعاً على ذلك فقد وجب
البيع، وإن تفرقاً بعد أن تباعاً ولم يتركا .
واحداً منها البيع فقد وجب البيع)).

[راجع: ۲۱۰۷]

٤٦ - بَابُ إِذَا كَانَ الْبَاعِ بِالْخِيَارِ
هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ؟

یہ باب لاکر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار الشرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے، بیاع کو درست نہیں۔ (۲۱۱۳) حدثنا سفيان عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: ((كل بيع لا بياع بينهما حتى يتفرقا، إلا بياع الخيار)).

[راجع: ۲۱۰۷]

٤٧ - حدثني إسحاق قال حدثنا
حجاج قال حدثنا همام قال حدثنا قتادة
عن أبي العيل عن عبد الله بن الحارث
عن حكيم بن حزام رضي الله عنه أن
النبي ﷺ قال : ((البيع بال الخيار ما لم
يغرقاً)) - قال همام وجدت في كتابي :
يختار ثلاثة مرار - فإن صدق وفيها
بوزك لهما في بياعهما وإن كذبا وكتما
فعسى أن يرتحا ريحها ويتحقق بركة

کی بیع میں برکت نہیں ہوگی۔ (جبان نے) کما کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے ابوالثیاھ نے بیان کیا، انسوں نے عبد اللہ بن حارث سے شاکر کیی حدیث وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کرم حزم عن النبی ﷺ روایت کرتے تھے۔

(لئنی خریدنے والا تم دفعہ اپنے پسند کا اعلان کر دے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اور کسی روایت میں ہمام نے اپنی یاد سے کی ہے یوں ہے ”البیان بالخیار“ لیکن ہمام کہتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں جو اس حدیث کو دیکھا تو بختار کا لفظ تمیں بار لکھا ہوا بیا۔ بعض نسخوں میں بختار کے بدل بخیار ہے)

باب

اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی کسی اور کوئی اللہ دے دی پھر بینپتے والے نے خریدنے والے کو اس پر نہیں نوکا، یا کوئی غلام خرید کر (بینپتے والے سے جدا ہی سے پہلے ہی اسے) آزاد کر دیا۔ طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا، جو (فریق ثانی کی) رمضانتدی کے بعد کوئی سلامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیع دے اور باعث انکار نہ کرے تو یہ بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع بھی خریدار ہی کا ہو گا۔

(۲۱۱۵) حمیدی نے کما کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ہم نبی کرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں حضرت عمر بن الخطاب کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب اسے ڈانت کر پیچھے واپس کر دیتے۔ وہ پھر آگے بڑھ جاتا۔ آخر نبی کرم ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیع ڈال۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ یہ تو آپ نبی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ دے دے۔ چنانچہ عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ کو وہ اونٹ بیع ڈالا۔ اس کے بعد انحضرت ﷺ نے فرمایا، عبد اللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تیرا ہو گیا جس طرح تو ہے اسے استعمال کر۔

(۲۱۱۶) ابو عبد اللہ امام بخاری نے کما کہ یاث بن سعد نے بیان کیا کہ

بیعہمما). قَالَ : وَخَدْنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو التِّيَاحَ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يَحْدُثُ بِهِذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمٍ بْنِ حِزَّامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجح: ۲۰۷۹]

۴۷ - بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْأَبْيَانُ عَلَى الْمُشْتَرِيِّ، أَوْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَغْتَقَهُ وَقَالَ طَاؤُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السُّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ الرِّتْحُ لَهُ .

۲۱۱۵ - وَقَالَ الْحَمِيدِيُّ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِي سَفَرْتُ فَكُنْتُ عَلَى بَخْرٍ صَغِيرٍ لِعُمُرٍ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَقْدِمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَنْجُزُهُ عُمُرٌ وَيَرْدُدُهُ، ثُمَّ يَقْدِمُ فَيَنْجُزُهُ عُمُرٌ وَيَرْدُدُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمُرَ : ((بِعِينِي)). قَالَ : هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ : ((بِعِينِي)), فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ)). [طرفاہ فی : ۲۶۱۰، ۲۶۱۱].

۲۱۱۶ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَقَالَ الْلَّبِثُ

مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر بن حیثما نے بیان کیا، کہ میں نے امیر المؤمنین عثمان بن عثیمین کو اپنی وادی قریٰ کی زمین، ان کی خبر کی زمین کے بدله میں پیچی تھی۔ پھر جب ہم نے پیج کر لی تو میں اٹھ پاؤں ان کے گھر سے اس خیال سے باہر نکل گیا کہ کسی وہ پیج فتح نہ کر دیں۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ تھا کہ پیجتے اور خریدنے والے کو (پیج توڑنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ عبداللہ بن عثیمین نے کہا کہ جب ہماری خرید و فروخت پوری ہو گئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے عثمان بن عثیمین کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ (اس تبادلے کے نتیجے میں، میں نے ان کی پہلی زمین سے) انہیں تین دن کے سفر کی دوری پر شہود کی زمین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے صرف تین دن کے سفر کی دوری پر لا چھوڑا تھا۔

**حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ
شَهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :**
((يَعْتَذِرُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَثَمَانَ مَالًا
بِالْوَادِي بِمَا لَهُ بِخَيْرٍ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ
رَجَفَ عَلَى عَقِيبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ
حَتَّى أَنْ يُرَاذَنِي الْبَيْعُ، وَكَانَتِ السُّنْنَةُ أَنَّ
الْمُبَابِيَتِينَ بِالْجِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا ، فَلَمَّا
عَنَّدَ اللَّهُ : فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعَةَ رَأْيِتُ
أَنِّي قَدْ غَبَّتْتُ بِأَنِّي سُقْنَةٌ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ
بِغَلَاثٍ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِغَلَاثٍ
لَيَالٍ)). [راجح: ۲۱۰۷]

مشتری شروع باب میں جو دو صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان دونوں صورتوں میں اب بالع کو پیج پیج کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ اس نے مشتری کے تصرف پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ سکوت کیا۔ باب کی حدیث میں صرف ہبہ کا ذکر ہے، مگر اعلان کو ہبہ پر قیاس کیا۔ دونوں تصریح کی قسم میں سے ہیں۔ اور اس باب کے لانے سے امام بخاری و حنفی کی غرض یہ ہے کہ باب کی حدیث سے خیار مجلس کی نفع نہیں ہوتی۔ جس کا شہوت اور ابن عمر بن حیثما کی حدیث سے ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خیار اس واسطے جاتا رہا کہ مشتری نے تصرف کیا اور بالع نے سکوت کیا تو اس کا سکوت بطل خیار ہو گیا۔ ابن بطال نے کہا جو لوگ کہتے ہیں کہ بغیر تفرق ابدان کے پیج پوری نہیں ہوتی وہ مشتری کا تصرف قبل از تفرق جائز نہیں رکھتے۔ اور یہ حدیث ان پر محبت ہے۔ اب رہا چند سے پہلے پیج کرنا، تو امام شافعی و حنفی اور محمد و حنفی کے نزدیک مطلقاً درست نہیں، اور امام ابو حیفہ و حنفی اور ابو یوسف و حنفی کے نزدیک منقول کی پیج درست نہیں غیر منقول کی درست ہے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبل و حنفی اور اوزاعی اور اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ ناپ اور قول کی جو چیز بنتی ہیں، ان کا چند سے پہلے پیچا درست نہیں بلکہ چیزوں کا درست ہے۔ قسطلانی نے کما حضرت عمر بن عثیمین کی یہ حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں جن سے خیار مجلس ثابت ہے۔ کیونکہ احتمل ہے کہ عقد پیج کے بعد آخر نظرت میں حضرت عمر بن عثیمین سے تھوڑی دیر کے لیے آگے یا پیچھے بڑھ گئے ہوں، اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (وجیدی)

آپ نے حضرت عمر بن عثیمین سے وہ اونٹ لے کر اسی وقت ان کے صاحب زادے عبد اللہ بن عثیمین کو ہبہ کر دیا۔ اور حضرت عمر بن عثیمین اس پر کوئی اعتراض نہ کیا تو پیج درست ہو گئی اور خیار مجلس بلقی نہ رہا۔ آخر باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عثمانؓ کے ایک معاملہ کا ذکر ہے جس میں مذکور وادی قریٰ ایک بستی ہے جو کے قریب، یہ جگہ مدینہ سے چھ سات منزل پر ہے، اور شہود کی قوم کے زمانہ میں اس جگہ آبادی تھی۔ قسطلانی نے کہا کہ واقعہ مذکور کی باب سے ممتاز یہ ہے کہ بالع اور مشتری کو اپنے ارادے سے جدا ہونا

درست ہے۔ یا حق کا فتح کرتا۔

٤٨ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْعِدَاعِ فِي النَّبِيِّ

٢١١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ يُخَدَّغُ فِي النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخَدَّغُ فِي الْبَيْوَعِ ، فَقَالَ : ((إِذَا بَاَيَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةً)).

[أطراfe في : ٢٤٠٧ ، ٢٤١٤ ، ٦٩٦٤].

تَشْرِيف کی روایت میں اتنا زادہ ہے اور تو جو چیز خریدے اس میں تجھے تین دن تک اختیار ہو گا۔ امام احمد رض نے اس حدیث سے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اسباب کی قیمت معلوم نہ ہو، اور وہ تماں قیمت زیادہ دے یا ایک سو دوہ سو اسباب بائیں کو پھیر سکتا ہے۔ اور حنفی اور شافعی نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ حبان بن منفرد رض صحابی تھے، جنگ احد میں ان کے سر میں زخم آیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی عقل میں فتور آگیا۔ (وحیدی)

باب بازاروں کا بیان

اور عبد الرحمن بن عوف رض نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو میں نے (اپنے اسلامی بھائی سے) پوچھا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے؟ "انس رض نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن عوف رض نے کہا، مجھے بازار تا دو اور حضرت عمر رض نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

مقصد باب یہ کہ تجارت کے لئے بازاروں کا وجود نہ موم نہیں بلکہ ضروری ہے کہ بازار قائم کئے جائیں۔

(٢٤٨) ہم سے محمد بن صلاح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقہ نے، ان سے نافع بن جبریل بن مطعم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عائشہ رض نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے قریب ایک لٹکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا، تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رض نے بیان کیا، کہ میں نے

٤٩ - بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ
وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : لَمَّا قَدِمْنَا
الْمَدِينَةَ قُلْتُ : هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟
قَالَ : سُوقٌ قَيْنَاعٌ. وَقَالَ أَنَسٌ : قَالَ عَبْدُ
الرَّحْمَنِ ذُلُونِي عَلَى السُّوقِ. وَقَالَ عُمَرُ :
أَلَهَانِي الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ.

٢١١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَاً عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ سُوْفَةَ عَنْ نَافِعٍ بْنِ جَيْبَرٍ بْنِ مُطَعِّمٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((يَغْزُو جَيْشُ الْكَعْبَةَ ، فَإِذَا كَأْتُوا بَيْنَهَا مِنَ الْأَرْضِ يُخْسِفُ

کہا، یا رسول اللہ! اسے شروع سے آخر تک کیوں نکر دھنسیا جائے گا جب کہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔

بِأَوْلَهُمْ وَآخِرَهُمْ). قَالَتْ: قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوْلَهُمْ
وَآخِرَهُمْ وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ
مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُخْسَفُ بِأَوْلَهُمْ وَآخِرَهُمْ،
ثُمَّ يُعَثَّرُونَ عَلَىٰ نِيَّاتِهِمْ)).

سواں کعبہ میں بازاروں کا وجود ثابت ہوا۔ یہی مقصد باب ہے۔

(۲۱۹) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ بن حوش بن یعنیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اور پیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے۔ یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے۔ اور جب تک ایک شخص اپنے اس مسئلے پر بیمار ہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لئے رحمت کی دعائیں یوں کرتے رہتے ہیں۔ ”اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرماء اللہ اس پر رحم فرماء۔“ یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پکچا۔ جتنی دوسری تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکارہتا ہے وہ سب نمازی میں شمار ہوتا ہے۔

٢١١٩- حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((صَلَاةً أَحَدُكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَرِيدُ
عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ وَيَبْتَهِ بِضَفْعِ
وَعَشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ
فَأَخْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا
يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُ إِلَّا الصَّلَاةَ،
لَمْ يَخْطُطْ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ
خَطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيّْةً، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي
عَلَى أَحَدِكُمْ مَا ذَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي
يُصَلِّي لِيْهُ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ
ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يَحْدِثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ
فِيهِ. وَقَالَ: أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ
الصَّلَاةُ تَخْسِسُ)). [راجٍ: ١٧٦]

ضرورت وہاں نماز پڑھنے کا بھی ذکر آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں خرید و فروخت کرنا بھی تاکہ امور تمدنی کو ترقی حاصل ہو۔ مگر بازاروں میں بازار کو بدترین زمین قرار دیا گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ (۲۲۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا۔ ایک مرتبہ بازار میں تھے۔ کہ ایک شخص

٤١٢٠ - حَدَّثَنَا أَدْمَنْ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطُّرْوَنِيِّ عَنْ أَنَّسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

لشیخ حدیث ہذا میں بھی بازاروں کا ذکر آیا۔ اور بوقت ضرورت وہاں نماز پڑھنے کا بھی ذکر آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بازاروں کا وجود قائم رکھا گیا۔ اور وہاں آنا جانا، خرید و فروخت کرنا بھی آکر امور تمنی کو ترقی حاصل ہو۔ مگر بازاروں میں جمود، مکروہ فریب بھی لوگ بکثرت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بازار کو بدترین زمین قرار دیا گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

نے پکارا یا ابوالقاسم؟ آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ (یوں کہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی) اس پر اس شخص نے کماکہ میں نے تو اس کو بلایا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کنیت رکھتا تھا) آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت تم اپنے لئے نہ رکھو۔

فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْفَاسِمِ، فَأَلْفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّمَا ذَهَنْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُوا بِاسْمِي وَلَا تَكُونُوا بِكُنْتِي)).

[طرفہ فی: ۲۱۲۱، ۳۵۳۷۔]

اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کا بازار میں تشریف لے جانا نہ کورہے۔ ثابت ہوا کہ یوقت ضرورت بازار جانا بہتر نہیں ہے۔ مگر وہاں امانت و دیانت کو قدم قدم پر محوڑ رکھنا ضروری ہے۔

(۲۱۲۱) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کماکہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے اش بن شٹو نے کہ ایک شخص نے بقیع میں (کسی کو) پکارا "اے ابوالقاسم!" نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، تو اس شخص نے کماکہ میں نے آپ کو نہیں پکارا، اس دوسرے آدمی کو پکارا تھا۔ آپ نے فرمایا، میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ: يَا أَبَا الْفَاسِمِ، فَأَلْفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنَكُ، قَالَ: ((سَمُوا بِاسْمِي وَلَا تَكُونُوا بِكُنْتِي)).

[راجع: ۲۱۲۰۔]

اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس میں آپ کے بازار جانے کا ذکر ہے یعنی بقیع میں۔ بعض نے کماکہ اسی زمانہ میں بقیع میں بھی بازار لگا کر تھا۔ کنیت کے بارے میں یہ حکم آپ کی حیات مبارکہ تک تھا۔ جیسا کہ حضرت امام مالک بن شیبہ کا قول ہے۔

حَدَّثَنَا عَلَيٌّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَرِيزَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جَيْرَةِ بْنِ مُطَعْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْزَةَ الدُّوْسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أَكَلِمُهُ، حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قِينَاقَعَ، فَجَلَسَ بِفَنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ: ((أَتَمْ لَكُمْ، أَتَمْ لَكُمْ؟)) فَحَبَسَنَهُ شَيْنَا، فَظَنَّتْ أَنَّهَا تَلْبِسَهُ سِخَاجَاً أَوْ تَعْسِلَهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى غَانَقَهُ وَتَبَلَّهُ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ أَجْهَهُ وَأَجْبَهُ مَنْ يُجْهُهُ)) قَالَ سَفِيَّاً: قَالَ عَبْدِ اللَّهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى

(۲۱۲۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کماکہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن یزید نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ابو ہریرہ دوسری بن شٹو نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دون کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپ سے۔ اسی طرح آپ بنی قیقع کے بازار میں آئے پھر (وہاں ہوئے اور) فاطمہ بنتی خوشی کے گھر کے آنکن میں بیٹھ گئے، اور فرمایا، وہ بچہ کمال ہے، وہ بچہ کمال ہے؟ فاطمہ بنتی خوشی (کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً) آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا، ممکن ہے حسن بن شٹو کو کرتا وغیرہ پہناری ہوں یا شناساری ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے ان کو سینے سے لگایا، اور بوسہ لیا۔ پھر فرمایا، اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

سفیان نے کہا کہ عبید اللہ نے مجھے خبر دی، انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت رڑھی تھی۔

(۲۱۲۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمیرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر بن حیثا نے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں غلہ قافلوں سے خریدتے تو آپ ان کے پاس کوئی آدی بھیج کر وہیں پر جہاں انسوں نے غلہ خریدا ہوتا، اس غلہ کو بینچنے سے منع فرمادیتے اور اسے وہاں سے لا کر بینچنے کا حکم ہوتا، جہاں عام طور سے غلہ بکتا تھا۔

(۲۱۳۳) کا کہ ہم سے ابن عمر رض نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غله کو پوری طرح اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے اسے بچنے سے منع فرمایا۔

لشیخ ان جملہ احادیث مرویہ میں کسی نہ کسی پبلو سے آنحضرت ﷺ یا صاحبہ کرام ﷺ کا بازاروں میں آنا جانا مذکور ہوا ہے۔ نمبر ۲۱۲۹ میں بازاروں میں اور مسجد میں نماز بامجاعت کے ثواب کے فرق کا ذکر ہے حدیث، نمبر ۲۱۲۲ میں آنحضرت کا بازار قینقاع میں آنا اور وہاں سے واپسی پر حضرت فاطمہؓ کے گھر پر جانا مذکور ہے جہاں آپؑ نے اپنے پیارے نواسے حضرت صن بن بشیر کو پیار کیا، اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ الفرض بازاروں میں آنا جانا، معاملات کرنا یہ کوئی مذموم امر نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کے لئے بہر حال ہر کسی کو بازار جائے بغیر گذارہ نہیں، حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد اسی امر کا بیان کرتا ہے۔ کیونکہ یوں کا علق زیادہ تر بازاروں ہی سے ہے۔ اسی طبقے کے مزید میانات آگے آرے ہیں۔

باب بازار میں شورو غل مچانا مکروہ ہے

(۲۲۵) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فتح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یمار نے کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت توریت میں آئی ہیں، ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا ہاں! قسم خدا کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن

سَافِعُ بْنُ جَبَّابٍ أَوْ تَرَ بْرَ كَمَةٍ.
[طَرْفَهُ فِي: ٥٨٨]

٢١٢٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ
نَافِعٍ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا
يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكَبَانَ عَلَى عَهْدِ
النَّبِيِّ ﷺ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ
يَبْغُوْهُ حَيْثُ اشْتَرُوهُ حَتَّى يَنْقُلوْهُ حَيْثُ
يَنْيَاعُ الطَّعَامُ.

أطرافة في : ٢١٣١، ٢١٦٦، ٢١٣٧
٢١٢٤ - قال وحدتنا ابن عمر رضي
الله عنهما قال نهى النبي أن يباع الطعام
إذا اشتراه حتى يستوفيه.

[اطرافه في : ٢١٣٦، ٢١٣٣، ٢١٢٦]

٥٠ - بَابُ كِبَاهِيَةِ السُّخْبِ فِي السُّوقِ

٤١٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانَ قَالَ حَدَّثَنَا فَلَيْحَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هَلَالٌ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ يَسَارًا قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو نَّالَ الْعَاصِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُلْتُ خَبَرْتِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عُزَّاقٍ، قَالَ أَجَلُ، وَاللَّهِ إِنَّهُ لِمَوْصُوفٍ

شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ ”اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دیئے والا، ذرا نے والا، اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بن کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوكل رکھا ہے۔ تم نہ بد خوب ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شورو غل مچانے والے، (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا، بلکہ معاف اور درگذر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح بقیٰ نہیں کرے گا جب تک میری ہی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرائے، یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں۔ اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بھرے کانوں کو شناوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔ اس حدیث کی متابعت عبد العزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے کی ہے۔ اور سعید نے بیان کیا، ان سے ہلال نے، ان سے عطا نے کہ ”غلت“ ہراس چیز کو کہتے ہیں جو پردے میں ہو۔ سیف اخلاف قوس غلفاء اسی سے ہے اور ”رجل اغلف“ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا حصہ نہ ہوا ہو۔

فِي التوراة بِيَغْضِبِ صَفَّيْهِ فِي الْقُرْآنِ : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُسْتَرًا وَنَذِيرًا وَجِرْزاً لِلأُمَّةِينَ، أَنْتَ عَنِّي وَرَسُولِي، سَمِيَّتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِغَطَّ وَلَا غَلِيظَ وَلَا سَخَابٌ فِي الْأَسْنَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْقُلُ وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يَقْبِلَهُ بِالْجَلَةِ الْعَوْجَاءِ بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَقْتَحِمُ بِهَا أَعْيُنَ عَمْيَةً وَآذَانَ صُمَّ وَفُلُوبَ غُلْفَ). تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءَ عَنْ أَبْنَى سَلَامٍ. غُلْفٌ: كُلُّ شَيْءٍ فِي غُلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غُلَفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا. قَالَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ.

[طرفة فی: ۴۸۳۸]

تَسْبِيحٌ | حدیث ہذا میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف جیلہ میں سے یہ بھی تسلیم گیا ہے کہ وہ بازاروں میں غل مچانے والا نہ ہو گا۔ محدث بازار کو بدترین جگہ کہا گیا ہے۔ اس کے باوجود بازاروں میں آنا جانا شان پیغمبری یا امامت کے خلاف نہیں ہے، کافر آنحضرت ﷺ کو اعتراض کیا کرتے تھے ما لہدا الرسول یا کل الطعام و یعنی فی الاسواق البت ہلاں شور و غل مچانا خلاف شان ہے۔ حدیث میں مذکور ملت عوجاء سے حضرت ابراہیم ﷺ کی شریعت مراد ہے۔ پسلے وہ سیدھی تھی پھر عرب کے مشرکوں نے اس کو شیرخا کر دیا۔ ہزاروں کفر اور گرہی کی باشیں اس میں داخل کر دی تھیں۔ اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں اس شریعت کو سیدھا کرایا۔ اس میں جس قدر بھی توهات اور حدیثات شامل کر لئے گئے تھے آپ نے ان سے ملت ابراہیمی کو پاک صاف کر کے اس کی اصلی صورت میں پیش فرا دیا۔ خلاف میں بند کوار کو سیف اخلاف اور پوشیدہ چھپائے ہوئے تیر کہتے ہیں۔

۵۱- بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَانِي

وَالْمُغْطِي

باب ناپ قول کرنے والے کی مزدوری یعنی والے پر اور
دینے والے پر ہے (خریدار پر نہیں)

لَقُولِ اللَّهِ تَعَالَى: ۚ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”جب وہ انہیں ناپ کریا توں کر دیں“

ہیں۔ تو کم کر دیتے ہیں ”مطلوب یہ ہے کہ وہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لئے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں کلمہ ”یسمعونکم“ سے مراد ”یسمعون لکم“ ہے۔ ویسے ہی اس آیت میں کالواہم سے مراد کالواہم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھجور ناپ لو اور اپنے اونٹ کی قیمت پوری بھرلو۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ فَالْيَوْمَ يُبَعْثَرُ الْمُؤْمِنُونَ عَنِ الْمُكْفَرِ فَمَنْ يُبَعْثَرَ عَنْ دِينِهِ فَأُولَئِكَ هُنَّ الظَّالِمُونَ“ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا، جب تو کوئی چیز بیچا کرے تو ناپ کے دیا کر اور جب کوئی چیز خریدے تو اسے بھی مپواليا کر۔

لئے بحث اس کے پاس کھجور بھیجی اور یہ کھلا بھیجا کر اپنا حق اچھی طرح ناپ لو۔ اس روایت سے یہ لکلا کہ ناپنا اسی کام ہے جو جنس دے۔ اس حدیث کو نسلی اور اہل حیان نے وصل کیا ہے۔ (وجیدی)

(۲۱۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح تقدہ نہ کر لے، اسے نہ بیچے۔

(۲۱۲۷) ہم سے عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہمیں جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں عامر شعبی نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ (میرے باپ) شہید ہو گئے۔ تو ان کے ذمے (لوگوں کا) کچھ قرض بلی تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض خواہ کچھ اپنے قرضوں میں معافی کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہی چاہا لیکن وہ نہیں مانے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اپنی تمام کھجور کی قسموں کو الگ الگ کرلو۔ بجہہ (ایک خاص قسم کی کھجور) کو الگ رکھ اور عذر زید (کھجور کی ایک قسم) کو الگ کر۔ پھر مجھ کو بلا بھیج۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم ﷺ کو کھلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر پر یا حق میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ اب ان قرض خواہوں کو ناپ کردو۔ میں نے ناپنا شروع

وَزَنُوهُمْ بِخَسْرَانٍ۝ يَغْنِي كَالُوا لَهُمْ
وَزَنُوا لَهُمْ كَفُولُهُ: (يَسْمَعُونَكُمْ)
يَسْمَعُونَكُمْ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَكْتَلُوا
حَتَّى تَسْتَوْفُوا)), وَيَذَكِّرُ عَنْ عُثْمَانَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا
بَغْتَ فَكِلْنَ، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاقْتَلْ)).

(۲۱۲۶) - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ: ((مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبْيَعُهُ حَتَّى
يَسْتَوْفِيهِ)). [راجع: ۲۱۲۶]

(۲۱۲۷) - حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيزٌ
عَنْ مُعْبُرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((تُوَفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
بْنِ حَرَامَ وَعَلَيْهِ دِينٌ، فَاسْتَعْنَتْ
النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عُرَمَائِهِ أَنْ يَصْنَعُوا مِنْ دَبِيبٍ
فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعُلُوا، فَقَالَ
لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((اَذْهَبْنَ لَعَصَنَتْ تَمَرَكَ
أَصَنَالَا: الْعَجْوَةَ عَلَى حَدَّةٍ، وَعَدَقَ زَيْدٍ
عَلَى حَدَّةٍ نُمْ أَرْسِلَ إِلَيْيَ)). فَفَعَلُتْ، ثُمَّ
أَرْسَلَتْ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى
أَغْلَاهُ أَوْ فِي وَسْطِهِ نُمْ قَالَ: ((كَلْ

کیا۔ جتنا قرض لوگوں کا تھا، میں نے سب ادا کر دیا۔ پھر بھی تمام کھجور جوں کی توں تھی۔ اس میں سے ایک دانہ برابر کی بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ فراس نے بیان کیا، ان سے شجی نے، اور ان سے جابر بن جوش نے نبی کرم مسیح سے کہ ”برابر ان کے لئے تو لتے رہے، یہاں تک کہ ان کا پورا قرض ادا ہو گیا۔“ اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے، اور ان سے جابر بن جوش نے کہ نبی کرم مسیح نے فرمایا، کھجور توڑ اور اپنا قرض پورا ادا کر دے۔

لِلْقَوْمِ)، فَكَلَّتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَبَقَى تَغْرِي كَانَهُ لَمْ يَنْفَضِّعْ مِنْهُ شَيْءٌ، وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّفِيعِ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَمَا زَانَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَذَى)). وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهَبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((جَذَ لَهُ فَأُوفِ لَهُ)).

[اطرافہ فی : ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵]

۶۲۵۰، ۴۰۵۳.

تشریح اس حدیث سے جملہ ایک عظیم مجرم نبیو ثابت ہوا وہاں یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اپنے قرض خواہوں کو حضرت جابر بن جوش ان کے قرض کے عوض میں کھجوریں دے رہے تھے۔ اور نبی قول کا کام بھی خود ہی انجام دے رہے تھے۔ اسی سے یہ نکلا کہ ادا کرنے والا ہی خود اپنے ہاتھ سے وزن کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

باب انانچ کاناب قول کرنا مستحب ہے
(۲۳۲۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے ثور نے، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے غلے کو ناب لیا کرو، اس میں تمہیں برکت ہو گی۔

باب نبی کرم مسیح کے صلاع اور مدکی برکت کا بیان۔ اس باب میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی نبی کرم مسیح سے مروی ہے۔

(۲۳۲۹) ہم سے موسیٰ بن اساعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن میجی نے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم الفساری نے اور ان سے عبد اللہ بن زید بن جوش نے کہ نبی کرم مسیح نے فرمایا، ابراہیم میلک نے کہ کو حرام قرار دیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ میں بھی مددہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح

۵۲ - بَابُ مَا يَسْتَحِبُّ مِنَ الْكَيْلِ
۲۱۲۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ ثَوْرَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمَقْدَامِ بْنِ مَعْدِيِّ كَرْبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كِنُولُوا طَعَامَكُمْ يُبَارِكُ لَكُمْ)).

۵۳ - بَابُ بَرَكَةِ صَنَاعِ النَّبِيِّ ﷺ
وَمَدْهَهُ فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۲۱۲۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبُّ
قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَمَ مَكْهَةً وَدَعَا لَهَا، وَحَرَمَتْ

ابراهیم صلی اللہ علیہ وسالم نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا اور اس کے لئے اس کے مد
اور صاع (غلمہ ناپنے کے دوپیانے) کی برکت کے لئے اتنی طرح دعا
کرتا ہوں جس طرح ابراہیم صلی اللہ علیہ وسالم نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔

الْمَدِينَةُ كَمَا حَرَمَ إِبْرَاهِيمَ مَكْهَةً، وَدَعَوْتُ
لَهَا فِي مَدْهَا وَصَاعِعَهَا مِثْلَ مَا دَعَا
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكْهَةً)).

علوم ہوا کہ ناپ قول کے لئے صاع اور مد کا دستور عمد رسالت میں بھی تھا۔ جن میں برکت کیلئے آپ نے دعا فرمائی اور مد کیلئے آپ نے دعا فرمائی جو اسی طرح قبول ہوئی، جس طرح کم شریف کے لئے حضرت ابراہیم ملک اللہ کی دعا اللہ نے قول فرمائی، بلکہ بعض خصوصیات برکت میں مدینہ ممتاز ہے۔ وہاں پانی شرمن بکفرت موجود ہے۔ آس پاس جگل سبزہ سے لہمارے ہیں۔ پھر آج کل حکومت سعودیہ خلد اللہ بقاہی مسائی سے مدینہ ہر لحاظ سے ایک ترقی یافتہ شربتانا جا رہا ہے، جو سب آخرتست ملکہ کی پاکیزہ دعاؤں کا شہر ہے۔ آخرتست ملکہ نے فرمایا تھا اللهم حبب الیا المدینۃ کعبینا مکہ او اشد یا اللہ! مکہ المکرہ مہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تھارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے۔

(۲۱۳۰) مجھ سے عبد اللہ بن مسلمہ قعینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! مدینہ والوں کے پیانوں میں برکت دے، اے اللہ! انہیں ان کے صاحع اور مد میں برکت دے۔ آپ کی مراد اہل مدینہ تھے۔

٤١٣٠ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ باركْ لَهُمْ فِي مَكَابِلِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِدِهِمْ وَمَدِهِمْ. يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ)).

[طرفاہ فی: ۶۷۱۴، ۷۳۳۱]

**باب انج کا بیچنا اور احتکار کرنا
کیسا ہے؟**

لشیخ احکام کئے ہیں گرانی کے وقت غله خرید کر کے اس کو رکھ چھوڑنا، کہ جب بہت گراں ہو گا تو پچیں گے۔ اگر ارزانی کے وقت خرید کر کے رکھ چھوڑے تو یہ احکام منع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گرانی کے وقت اپنی خانگی ضروریات کے لئے غله خرید کر رکھ چھوڑے تو یہ منع نہیں ہے۔ باب کی حدیثوں میں احکام کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ نے کہا، امام بخاری رض نے احکام کا جواز ثابت کیا، اس حدیث سے کہ غله بقیے سے پسلے نہ بینچے یعنی اپنے گھر یا دکان میں لانے سے پسلے۔ تو اگر احکام حرام ہوتا تو آپ یہ حکم نہ فرماتے بلکہ خریدتے ہی بینچے کا حکم دے دیتے۔ اور شاید ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے جسے امام مسلم رض نے نکلا کہ احکام وہی کرتا ہے جو گنگار ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے نکلا کہ جو کوئی مسلمانوں پر ان کا کھانا احکام کرے گا، اللہ اس پر جذام کی پیماری ڈالے گا۔ (وحدت) (وحدت)

احتکار کی بحث میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وکل ذالک مشعر بن الاحتکار انما یمنع في حالة مخصوصة بشروط مخصوصة وقد ورد في ذم الاحتکار احادیث منها حديث عمر المذكور اولاً و حديث عمر مرفوعا من احتکر على المسلمين طعامهم ضربه الله بالجذام والافلاس رواه ابن ماجة واسناده حسن، عنه مرفوعا قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون اخرجه ابن ماجة والحاکم واسناده ضعيف و عن ابن عمر مرفوعا من احتکر اربعين ليلة فقد برى من الله وبرى منه اخرجه احمد والحاکم وفى اسناده مقال وعن ابى هريرة مرفوعا من

احتکر حکمة بیوید ان یقانی بہا علی المسلمين فهو خاطی و اخرجه الحاکم
لیعنی یہاں ذکورہ مباحثت سے ظاہر ہے کہ احکام حالات مخصوصہ کے ساتھ منع ہے اور احکام کی غیر ممکنہ میں کتنی
احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ معمرا کی حدیث ذکور ہے۔ نیز حضرت عمر بن عثمان سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے مسلمانوں پر غله کو
روک لیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جذام کے مرض اور افلاس میں بدل کرے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ غله کا بازار میں لا کر فروخت کرنے والا
روزی دیا گیا ہے اور غله کو روکنے والا ملعون ہے اور یہ بھی ہے کہ جس نے چالیس رات تک غله کو روک کر رکھا وہ اللہ سے بری ہو
گیا۔ اور اللہ اس سے بری ہے، اور یہ بھی ہے کہ جو گرانی کے انتظار میں غله کو روکے وہ گنہگار ہے۔ حالات موجودہ میں احکام ترقیا
پیشہ ممالک میں ایک عجین قانونی جرم قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بہت جگہ قحط سالی میں لوگ جلا ہیں۔ اسلام آج سے چودہ سال پیش
رفقاً عام کے اس قانون کا اجراء کر چکا ہے۔

سند میں ذکورہ سالم نای بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رض کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابو عمران
ان کی کنیت ہے۔ قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فتحمے میدنے کے سرخیل ہیں، ۱۰۶ھ میں میڈنی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

(۲۱۳۱) ہم سے احراق بن ابراءہم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو انانج کے ڈھیر (بغیر تو لے ہوئے محض اندازہ کر کے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی۔ اس لئے کہ جب تک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ پہنچیں۔

(۲۱۳۲) ہم سے موکی بن اساعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، اور ان سے ان کے باپ نے، ان سے ابن عباس رض نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے غله پر پوری طرح قبضہ سے پہلے اسے بینچے سے منع فرمایا۔ طاؤس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رض سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو روپے کارروپوں کے بد لے بیچتا ہوا۔ جب کہ ابھی غله تو میعاد ہی پر دیا جائے گا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے دو من گیوں عمرو سے دو روپے کے بد لے خریدے اور عمرو سے یہ ٹھرا کر دو میئے بعد گیوں دے۔ اب زید نے وہی گیوں کبکے ہاتھ چار روپیہ کو بیچ ڈالے تو در حقیقت زید نے گیواد روپے کے بد لے بیچا۔ جو صرحاً سود ہے۔ کیونکہ گیوں کا ابھی تک وجود ہی نہیں وہ تو دو ماہ کے بعد ملیں گے اور روپیہ کے بد لے روپیہ بک رہا ہے۔

(۲۱۳۳) مجھ سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت

۲۱۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ

أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ
الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ
مَجَازَةً لَّهُ يُضْرِبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
لَا أَنْ يَنْغُوهُ حَتَّى يُؤْوِهُ إِلَى رَحْالِهِ)).

۲۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ
حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ
أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نَهَى أَنْ يَبْيَعَ الرَّجُلُ طَعَاماً حَتَّى
يَسْتَوْفِفَهُ). قُلْتُ لِأَبْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟
قَالَ: ذَرَاهُمْ بِذَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأً)).

[طرفة فی : ۲۱۳۵].

۲۱۳۳ - حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شَعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ :

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے تھے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا،
جو شخص بھی کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ
یچے۔

(۲۳۳) ہم سے علی بن مذینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے
بیان کیا کہ عمرو بن دینار ان سے بیان کرتے تھے، اور ان سے زہری
نے، ان سے مالک بن اوس نے، کہ انہوں نے پوچھا، آپ لوگوں میں
سے کوئی بیع صرف (یعنی دینار، درہم، اشتری وغیرہ بدلتے کا کام) کرتا
ہے۔ طلحہ نے کہا کہ میں کرتا ہوں، لیکن اس وقت کہ سکوں گا جب کہ
ہمارا خزانی غلبہ سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم
نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی۔ پھر
انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خود کہ انہوں نے عمر بن
خطابؓ سے سنا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپؐ
نے فرمایا، سونا سونے کے بدلتے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے۔ مگر یہ
کہ نقد انقدر ہو۔ گیوں گیوں کے بدلتے میں (خریدنا پیچنا) سود میں داخل
ہے مگر یہ کہ نقد انقدر ہو۔ کبھوک، کبھوک کے بدلتے میں سود ہے مگر یہ کہ
نقد انقدر ہو۔ اور جو بجکے بدلتے میں سود ہے مگر یہ کہ نقد انقدر ہو۔

[طرفاہ فی : ۲۱۷۰، ۲۱۷۴]. اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو اور گیوں علیہم السلام قسمیں ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد رضی اللہ عنہ اور جملہ

**باب غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو
بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں**

سُمِّعَتْ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ:
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَعْتَدُ
حَتَّى يَقْبضَهُ)). [راجح: ۲۱۲۴]

(۲۱۳۴) - حَدَّثَنَا عَلَيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِّيَانُ
كَانَ عُمَرُ بْنُ دِينَارٍ يَحْدُثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ عِنْدَهُ
صَرْفٌ؟ لَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا، حَتَّى يَعْجِيَ
خَازِنَنَا مِنَ الْفَاتِحَةِ. قَالَ سُفِّيَانُ هُوَ الَّذِي
حَفِظَنَا مِنَ الزُّهْرِيِّ لَنَسَ فِيهِ زِيَادَةً،
فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْبِرُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الذَّهَبُ بِالْوَرْقِ
رِبَا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْأَبْرُ بِالْأَبْرِ رِبَا إِلَّا هَاءَ
وَهَاءَ، وَالشَّمْرُ بِالشَّمْرِ رِبَا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ،
وَالشَّعْبُرُ بِالشَّعْبُرِ رِبَا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)).

[طرفاہ فی : ۲۱۷۰، ۲۱۷۴].

**۵۵- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ
، وَبَيْعُ مَا لَنَسَ عِنْدَكَ**

لَشَرْحِ حَسَنٍ باب کی حدیثوں میں اس چیز کی بیع کی مخالف نہیں ہے جو بائع کے پاس نہ ہو اور شاید امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح
نکال لیا کہ جب قبضے سے پہلے بیچنا درست نہ ہوا تو جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کا بھی بیچنا درست نہ ہو گا اور اس باب میں
ایک صریح حدیث بھروسی ہے جس کو اصحاب سنن نے حکیم بن حرامؓ سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس چیز کو مت پہنچ جو
تیرے پاس نہ ہو۔ اور شاید یہ حدیث حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی شرط پر نہ ہوگی، اس وجہ سے اس کو نہ لاسکے۔ (وجیدی)

(۲۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان
نے بیان کیا، کہا جو کچھ ہم نے عمرو بن دینار سے (من کر) یاد رکھا ہے
(وہ یہ ہے کہ) انہوں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن

حدَّثَنَا سُفِّيَانُ قَالَ: الَّذِي حَفِظَنَا مِنْ
عُمَرِ بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ طَاؤْسًا يَقُولُ:

عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا تھا، وہ اس غلہ کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں تو تمام چیزوں کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں۔

سیفیتُ ابن عباسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
يَقُولُ: ((أَمَا الَّذِي نَهَى عَنْ النَّبِيِّ ﷺ فَهُوَ
الطَّغَامُ أَنْ يَتَابَعَ حَتَّى يَقْبَضَهُ). قَالَ ابن
عَبَّاسٌ: وَلَا أَخْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ)).

[راجع: ۲۱۳۲]

یعنی کہ کوئی بھی چیز جب خریدی جائے تو قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بچا جائے۔

۲۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ (۲۱۳۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے تابع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص بھی جب غلہ خریدے تو جب تک اسے پوری طرح اپنے قبضہ میں نہ لے لے، نہ بیچ۔ اساعیل نے یہ زیادتی کی ہے کہ جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔

۲۱۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اتَّبَعَ طَعَاماً فَلَا يَبْغِهَ حَتَّى يَسْتَوْفِيهِ)). زَادَ إِسْمَاعِيلُ: ((مَنْ اتَّبَعَ طَعَاماً فَلَا يَبْغِهَ حَتَّى يَقْبَضَهُ)). [راجع: ۲۱۲۴]

باب جو شخص غلہ کا ذہیر بن ماضی تو لے خریدے وہ جب تک اس کو اپنے ٹھکانے نہ لائے، کسی کے ہاتھ نہ بیچے اور اس کے خلاف کرنے والے کی سزا کا بیان

۵۶ - بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَاماً جِزَافًا أَنْ لَا يَبْغِهَ حَتَّى يُؤْوِنَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالْأَدَبُ فِي ذَلِكَ

(۷) ۲۱۳۷ ہم سے بیکی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے سالم بن عبد اللہ بن عثیمین نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمد مبارک میں دیکھا۔ کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی جب وہ غلہ کا ذہیر خرید کر کے اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے ہی اس کو بیچ دلتے۔

۲۱۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبْنَى شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتَ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَابُونَ [طرفاہ فی : ۲۲۵۶، ۳۸۴۳].

لئے جائیں حدیث سے یہ لکلا کہ حاکم اسلام بیع فاسد پر سزا دے سکتا ہے۔ امام مالک کا ذہب یہ ہے کہ جو چیز اندازے سے بن ماضی تو لے خریدی جائے اس کو بخشنے سے پہلے بیع سکتا ہے۔ اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔

۵۷ - بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ ذَابَةً بَبُ أَكْرَسِي شخص نے کچھ اسباب یا ایک جانور خریدا اور

اس کو بائیٰ کے پاس رکھوادیا وہ اس باب تلف ہو گیا
جانور مر گیا اور ابھی مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

اور ان عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شریک تھا۔ وہ اگر تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا۔ (بائیٰ اس کا توانانہ دے گا)

(۲۱۳۸) ہم سے فروہ بن ابی مغراہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو علی بن مسرنے خردی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایسے دن (کی زندگی میں) ہستہ ہی کم آئے جن میں نبی کریم ﷺ صبح و شام میں کسی نہ کسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر جب آپؐ کو مدینہ کی طرف بھرت کی اجازت دی گئی۔ تو ہماری گھبراہت کا سبب یہ ہوا کہ آپؐ (معمول کے خلاف اچانک) ظرکر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپؐ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت ہمارے یہاں کوئی نئی بات پیش آنے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ جب آپؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں ہوں انہیں ہٹاوو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری یہی دو بیٹیاں ہیں یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپؐ نے فرمایا، کہ تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرے پاس دو اونٹیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لئے تیار کر کھا تھا۔ آپؐ ان میں سے ایک لے لجھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا، قیمت کے بد لے میں، میں نے ایک اوپنی لے لی۔

حدیث سے یہ لکا کہ آخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے اونٹی مول لے کر ان ہی کے پاس رکھوادی، تو باب کا یہ مطلب کہ کوئی چیز خرید کر کے بائیٰ کے پاس رکھوادی اس سے ثابت ہوا۔

باب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنے بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت اس

فوجعہ عنہ البائع، اُو مات قبل اُذ
یُفْضَلَ

وَقَالَ أَبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا
أَذْرَكَ الصُّفْقَةَ حَيْثَا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ
الْمُبَتَّعِ.

۲۱۳۸ - حَدَّثَنَا فَوْزَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ
قَالَ أَخْبَرَنَا عَلَىٰ بْنُ مُسْبِرٍ عَنْ هَشَامٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:
((لَقِيلُ يَوْمٍ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، إِلَّا
يَأْتِي فِيهِ بَيْتٌ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَائِيَ الْهَمَارِ،
فَلَمَّا أَذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ
لَمْ يَرْغَبْ إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظَهِيرًا، فَخَبَرَ بِهِ أَبُو
بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي هَذِهِ
السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرِ حَدَّثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ
قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ. قَالَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَيِ، يَعْنِي عَائِشَةَ
وَأَسْمَاءَ. قَالَ: أَشَعْرَنَتْ أَنَّهُ قَدْ أَذِنَ لِي فِي
الْخُرُوجِ؟ قَالَ: الصَّحْبَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ.
قَالَ الصَّحْبَةُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ
عِنْدِي نَاقَتِنِ أَعْذَذُهُمَا لِلْخُرُوخِ، فَحَذَّ
إِخْدَاهُمَا. قَالَ: قَدْ أَخْذَتُهُمَا بِالثَّمَنِ)).

[راجح: ۴۷۶]

باب لا يَبْيَعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ،
وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، حَتَّى

یاذن لہ اُز بُرُث

کے بھاؤ کو نہ بگاڑے جب تک وہ اجازت نہ دے یا چھوڑنے

و۔

لئے یعنی پسلا باعث اگر اجازت دے کر تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بیٹھا تو بچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پسلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو وہ سے کو اس کا خرید نادرست ہے ورنہ حرام ہے۔ امام او زانی نے کمایہ امر مسلم بھائی کے لئے خاص ہے۔ اور جمورو نے اس کو عام رکھا ہے۔ کیونکہ یہ امر اخلاق سے بھید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بچ میں جا کر دیں۔ اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔

(۲۱۳۹) ہم سے اساعیل نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر علیہ السلام نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔

۲۱۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يَبْيَعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ)).

[طرفاہ فی : ۳۱۶۵، ۳۱۶۲]

(۲۱۴۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یعنی کسی کشم شیخیل نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شری کسی دیسانی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر وہ سرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) وہ سرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

۲۱۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَبِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَبْيَعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ. وَلَا تَنَاجِشُوا. وَلَا يَبْيَعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ. وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ. وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةَ طَلاقَ أَخِيهَا لِكَفَّاً مَا فِي إِنَابَهَا)).

[اطراfe فی : ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۷۷۲۸، ۲۷۷۲۳]

. [۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۵۱۵۱]

لئے یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں، وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ ستائیج کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شروع والا ان کو بہکائے، اور کے ابھی نہ بچو، یہ مال میرے پرد کر دو، میں اس کو منگائیج دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بجا بگاڑنے کے لئے بولی چڑھادیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لئے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ یہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ یہوی کو طلاق دلوائے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ

عورت اور مرد ہر دو گھنگار ہوں گے۔

٥٩- بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

وَقَالَ عَطَاءُ: أَذْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بِأَسَا
بِيَعِ الْمَغَافِيمَ فَمَنْ يَرِنْدُ.

٢١٤١- حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ
الْمَكْتَبُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: (أَنَّ
رَجُلًا أَعْنَقَ غَلَامًا لَهُ عَنْ ذَبْرٍ فَاخْتَاجَ،
فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ يَشْرِنِيهِ
مِنِّي؟)) فَاشْرَأَهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِكَذَا
وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ).

[أطراfe في : ٢٢٣، ٢٣٢١، ٢٤٠٣،
٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧]

٧١٨٦

تَشْرِنِيهُ نعيم بن عبد الله بن شرحبيل نے آٹھ سو درہم کا لیا، جب آخر پرست شرحبيل نے فرمایا، اس کو کون خریدتا ہے، تو یہ نیلام ہی ہوا۔ اور
اس اسئلیل کا عتراء رفع ہو گیا کہ حدیث سے نیلام ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگوں نے مول بڑھانا
شروع کیا، اور مدبر کی بیع کا جواز کلماً امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ اور
امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدبر کی بیع درست نہیں ہے۔ تفصیل آرہی ہے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :- لما ان تقدم في الباب قبله النهي عن السوم اراد ان بين موضع التحريرمه منه وقد اووضحته في الباب
الذى قبله و ورد في البيع فيمن يزيد حدیث انس انه صلی الله عليه وسلم باع حلسا و قدحا و قال من يشتري هذا الحلس و القدح فقال
رجل اخذتهما بدرهم فقال من يزيد على درهم فاعطاه رجل درهمين فبايعهما منه اخريجه احمد و أصحاب السنن مطلولا و مختصرا و
اللطف للترمذى و قال حسن و كان المصنف اشار بالترجمة الى تضييف ما اخرجه البزار من حدیث سفيان بن وهب سمعت النبي صلی الله
عليه وسلم ينهى عن بيع المزايدة فان في اسناده ابن لهيعة وهو ضعيف (فتح)

چونکہ پچھلے باب میں بجاوے پر بھاؤ بڑھانے سے نبی گزر پچلی ہے لذا مصنف "نے چاہا کہ حرمت کی وضاحت کی جائے اور میں اس
سے پہلے باب میں اس پر کی وضاحت کر چکا ہوں۔ پہلی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے نیلام کا بیان شروع فرمایا۔ اور اس کا جواز ثابت کیا۔
اور اس بیع کے بارے میں انس بن شرحبیل سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ آخر پرست شرحبیل نے ایک پرانا مٹاثر اور ایک پیالہ نیلام فرمایا۔
اور ایک آدمی نے ان کی بولی ایک درہم لگائی۔ آپ کے دوبارہ اعلان پر دوسرے آدمی نے دو درہموں کی بولی لگادی۔ اور آپ نے ہر دو

چیز اس کو دے دیں۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہاں اشارہ فرمایا ہے کہ صندوقدار میں سخیان بن رجب کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے جس میں نیلام کی بیچ سے مسافت وارد ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی صندوق میں ابن ابی شعیب ہے جو ضعیف ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح مشور ترین علمائیں ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے جلیل التقدیر فتحیہ ہیں۔ آخر عمر میں بیٹھا ہو گئے تھے۔ امام اوزاعی کا قول ہے کہ ان کی وفات کے وقت ہر شخص کی زبان پر ان کا ذکر خیر تھا۔ اور سب ہی لوگ ان سے خوش تھے۔ امام احمد بن حبیل رضی اللہ عنہ نے علم کے خزانوں کا مالک حضرت عطاء بن ابی رباح کو بیٹھا جو جیشی تھے۔ علم اللہ کی دین ہے جسے ہے ہے وہ دے دے۔ سلمہ بن کمیل نے کہا، عطاء، طاؤس، مجید رحمہم اللہ وہ بزرگ ہیں جن کے علم کی غرض و غایت صرف خدا کی ذات تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۵۰۰ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

**۶۰۔ باب النجاشٰ وَمَنْ قَالَ : لَا
يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ
اوَّرُ بَعْضٍ نَّكَاهٍ بَعْدِهِ جَائزٌ نَّهِيٌّ۔**

اور ابن ابی اوفی نے کہا کہ ”بهاش“ سود خوار اور خائن ہے۔ اور بعض فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى : ((النَّاجِشُ أَكْلُ رِبَا
خَائِنٌ)). وَهُوَ حِدَاجٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ.
قالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((الْخَدِيْفَةُ فِي النَّارِ، وَمَنْ
عَمِلَ عَمَلاً لَّيْسَ عَلَيْهِ أَغْرِنَّا فَهُوَ رَدٌّ)).

لشیخ دھوکے کی بیچ یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا پھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہر جگہ میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پلے بیچ ذاتے اسی طرح اس غلام یا لوٹھی کو جو بھاگ گیا ہو۔ اور اسی میں داخل ہے بیچ محدود اور جھوول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور جل الجلد کی بیچ جالتی میں مسروج تھی۔ اس کی تحریر آگے خود حدیث میں آری ہے۔ ہب کی حدیث میں دھوکے کی بیچ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس کو جل الجلد کی مسافت سے کل لایا۔ اس لئے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اوپنی نہ بجتے یا اس کا جو پچ پیدا ہو وہ نہ بجتے۔ اور شاہید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے این مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور سلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے سمل جہنم سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آخرت میں دھوکے کی بیچ سے منع فرمایا۔ بعض نے جل الجلد کی تحریر یہ کی ہے کہ کسی اوپنی کے محل کے محل کو فی الحال بیچ ذاتے مثلاً بیویوں کے کہ اس اوپنی کے پیوں میں ہو پچ ہے۔ اسکے پیوں کے پچ کو میں نے تیرے ہاتھ بیجا۔ یہ بھی منع ہے۔ اس لئے کہ وہ محدود اور جھوول کی بیچ ہے۔ اور بیچ فریبین دھوکے کی بیچ میں داخل ہے۔

(وحیدی)

۲۱۴۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ
امام مالک نے بیان کیا، ان سے ثانی نے، اور ان سے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((نَبِيُّ النَّبِيِّ ﷺ، عَنِ
الْبَيْعِ)). [طرفة فی : ۶۹۶۳].

لشیخ بیچ خاص طور پر شکار کو بھر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مخصوص شرمندی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ معلوم یہ کہ کچھ تاجر اپنے غلط گواہیت مقرر کر دستے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خرید لے والوں کو دھوکہ

دے کر زیادہ قیمت وصول کرائیں۔ ایسے ایجٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آکر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض یعنی میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درج رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

باب:- دھوکے کی یعنی اور حمل کی یعنی کاپیاں

(۲۱۴۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنسیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خردی، انہیں یافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے نے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی یعنی سے منع فرمایا۔ اس یعنی کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی بننے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بروی ہو کر بنے۔

۶۱- بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ ، وَحَبْلِ الْحَبْلَةِ

۶۲- حَدَّثَنَا عَنْدَ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَنْ عَنْ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَىٰ عَنْ بَيْعِ حَبْلِ الْحَبْلَةِ ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَاعَنْهُ أَهْلُ الْجَاهْلِيَّةِ : كَانَ الرَّجُلُ يَتَنَاجِعُ الْجَزْوَرَ إِلَىٰ أَنْ تُتَسْجَعَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُتَسْجَعَ الْأُنْيَى فِي بَطْنِهَا)).

لَشَرِيفِهِ اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور بھی تھا کہ حاملہ اونٹنی کے حمل کو یعنی دیا جاتا۔ اس یعنی کو دھوکے کی یعنی قرار دے کر منع کیا گیا۔ حدیث بلا کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی قرض وغیرہ کی مدت حاملہ اونٹنی کے حمل کے پیدا ہونے پھر اس پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے پچھے جتنے کی مدت مقرر کی جاتی تھی، یہ بھی ایک دھوکے کی یعنی تھی، اس لئے اس سے بھی منع کیا گیا۔

باب یعنی ملامتہ کاپیاں اور انس بنی اسرائیل نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے

۶۲- بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ . قَالَ

نے اس سے منع فرمایا ہے

(۲۱۴۳) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عامر بن سعید نے خردی اور انہیں ابو سعید خدری بنی شہر نے خردی کہ رسول اللہ ﷺ نے متابذہ کی یعنی سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ یعنی لازم تھی) اسی طرح آخرحضرت ﷺ نے یعنی ملامتہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کثرے کو بغیر

آنُسٌ : نَهَىٰ عَنْهُ النَّبِيُّ

۶۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَىٰ عَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَهِيَ طَرْخُ الرَّجُلِ تَوْبَةٌ بِالْتَّبَاعِ إِلَىٰ رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يَقْلَبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَنَهَىٰ عَنِ الْمُلَامَسَةِ لِمَنْ أَغْوَبَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ)). [راجح: ۳۶۷]

دیکھے صرف اسے چھوڑتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔

(۲۱۳۵) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوهاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے موٹڑھے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا۔ ایک بیع ملامت سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔

۲۱۴۵ - حَدَّثَنَا قُتْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْوَهَابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَىٰ عَنِ الْبَسِطَيْنِ: أَنْ يَعْتَقِيَ الرُّجُلُ فِي النُّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ عَلَىٰ مَنْكَبِهِ وَعَنِ الْبَعْتَنِ: الْلَّمَاسِ، وَالْتَّبَادِ)).

[راجع: ۳۶۸]

تَشْبِيهُ اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح پیشناکہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں بیع ملامت کی تفسیروں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے میں اپنا کپڑا تمہے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے۔ اور بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور ہائی میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تمہے پاس ہے وہ میری طرف پھینک دے۔ لہ اسی شرط پر بیع ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔ (وحیدی)

باب بیع منابذہ کا بیان اور انس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے

۶۳ - بَابُ بَيْعِ الْمَنَابِذَةِ

وَقَالَ أَنَسُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

۲۱۴۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الرَّنَادِ عَنْ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَىٰ عَنِ الْمُلَامِسَةِ وَالْمَنَابِذَةِ)).

[راجع: ۳۶۷]

(۲۱۳۶) ہم سے اساعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن میحی بن حبان اور ابوالزنان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامت اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

۲۱۴۷ - حَدَّثَنَا عَيَاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْأَغْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْبَعْتَنِ وَعَنِ الْبَعْتَنِ: الْمُلَامِسَةِ

وَالْسَّنَادِيقَ). [راجع: ۳۶۷]

ترشیح گذشتہ سے پورستہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ حضرت امام تخاری رض اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں
بیع ملاس اور بیع منابذہ کی مخالفت نہ ہے۔

**باب اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر رکھنا
بلائ کو منع ہے۔**

اسی طرح ہر جاندار کے تھن میں (تاکہ دیکھنے والا زیادہ دودھ دینے والا
جانور سمجھ کر اسے زیادہ قیمت پر خریدے) اور صراحتہ جائز ہے کہ
جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو، اس میں جمع کرنے کے لئے اور
کئی دن تک اسے نکلا نہ گیا ہو، لفظ تصریح اصل میں پانی روکنے کے
معنے میں بولا جاتا ہے۔ اسی سے یہ استعلیٰ ہے "صریح الماء" (یعنی
میں نے پانی کو روک رکھا)

(۲۱۴۸) ہم سے بھی بن بکر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یاث بن سعد
نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ریبیہ نے ان سے عبد الرحمن بن ہرزل
اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رض نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی
کے لیے) اونٹی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔
اگر کسی نے (دھوکہ میں آکر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ
دوئے کے بعد دونوں اختیارات ہیں۔ چاہے تو جانور کو روک کر لے اور
چاہے تو واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے
بدل دے دے۔ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے
بواسطہ ابو ہریرہ رض نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی
ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع غله کی روایت کی
ہے۔ اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تمیں دن کا اختیار ہو گا۔
اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور
کی بھی روایت کی ہے لیکن تمیں دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا۔ اور
(تماں میں) کھجور دینے کی روایات بیشتر ہیں۔

[راجح: ۲۱۴۰] لَا يُؤْذِي لوٹڑی ہو یا گدھی ان کے دودھ کے بدل ایک صاع نہ دیا جائے گا۔ اور حتابہ نے گدھی کے دودھ کے بدلے صاع دیا
لازم نہیں رکھا۔ لیکن لوٹڑی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور جسور اہل علم، صحابہ اور تابعین اور مجتہدین نے باب کی

**٦٤ - بَابُ النَّهْيِ لِلْبَالِعِ أَنْ لَا يُحَقِّلَ
الإِبَلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ**

وَكُلُّ مُحَفَّلَةٍ وَالْمُصَرَّأَةِ الَّتِي صَرُّيَّ لِنَهَا
وَلَخِقَنَ لِهَا وَجْهُنَّمَ يَخْلُبُ أَهْيَافًا وَأَصْنَلَ
الْتَّصْرِيَةَ حَسْنُ الْمَاءِ ، يُقَالُ مِنْهُ: صَرَّيَتِ
الْمَاءَ .

٢١٤٨ - حَدَّثَنَا أَبْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا
الْأَنْثَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَغْرَجِ
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((لَا تُصَرِّرُوا الإِبَلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنْ ابْتَاعَهَا
بَغْدَ فَإِنَّهُ بَخِيرٌ النَّظَرِينَ بَغْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا:
إِنْ شَاءَ أَمْسِكْ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَنَاعَ
تَمْرَ)). وَيَذَكُرُ عَنِ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ
وَالْأُولَئِيِّ بْنِ رَبِيعَ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((صَنَاعَ تَمْرَ)).
وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، صَنَاعَ مِنْ
طَعَامٍ وَلَفَوْ بِالنَّخْيَارِ ثَلَاثَةً۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ
عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: ((صَنَاعَ مِنْ تَمْرٍ)) وَلَمْ
يَذَكُرْ ((ثَلَاثَةً)) وَالْعَنْزُ أَكْثَرُ.

[راجح: ۲۱۴۰]

حدیث پر عمل کیا ہے کہ ابی صورت میں مشتری چاہے تو وہ جانور بھیر دے اور ایک صاع کھجور کا دودھ کے بدل دے دے۔ خواہ دودھ بست ہو یا کم۔ اور حنفیہ نے قیاس پر عمل کر کے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے اور کہتے کیا ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فیض نہ تھے۔ اس لئے ان کی روایت قیاس کے خلاف قول نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کھلی دھینگا مشتبہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے حکم نقل فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جن کو حنفی فقہ اور اجتہاد میں امام جانتے ہیں، ان سے بھی ایسا یہ معمول ہے۔ اور شاید حنفیہ کو الزام دینے کے لئے امام بخاری رضی اللہ عنہ سے اس کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ اور خود حنفیہ نے بت سے مقاموں میں حدیث سے قیاس میں کو ترک کیا ہے۔ جیسے وضو بالذینہ اور قنفہ میں پھر بہل کیوں ترک نہیں کرتے۔ اور امام ابن قیم نے اس مسئلہ کے مال و ماعلیہ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہوئے حنفیہ پر کافلی روک دی کیا ہے۔

(۲۱۴۹) ہم سے مدد نے بیان کیا کہا ہم سے معتبر نے بیان کیا کہا

کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کما کہ جو شخص "مصرۃ" بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم ﷺ نے قائل والوں سے (بومال بیچنے کو لایں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲۱۵۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، (تجاری) قاطلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شر بخچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کی دوسرے کی بیچ پر بیچ نہ کرے اور کوئی بخش نہ کرے اور کوئی شری بدوی کامل نہ بیچنے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر کوئی اس (آخری) صورت میں جانور خرید لے تو اسے دوہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر وہ اس بیچ پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے۔ اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔

باب خرید اگر چاہے تو مصرۃ کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کے دودھ کے بدلہ میں (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک

صاع کھجور دے دے

(۲۱۵۱) ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا کہا کہ ہم سے کی بن ابراہیم

۲۱۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ

قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيهِ يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: ((مَنِ اشْتَرَى شَاءَ مُحَفَّلَةً فَرَدَهَا

فَلَيْزَدَ مَهْنَاهَا صَاغَا. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ

تَلْقَى الْبَيْعَ)). [طرفة في : ۲۱۶۴].

۲۱۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيهِ الزَّنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ

عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

الله ﷺ قَالَ: ((لَا تَلْقَوُ الرُّكْبَانَ ، وَلَا

يَبْيَغِي بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعٍ بَغْضٍ ، وَلَا

تَنَاجِشُوا ، وَلَا يَبْيَغِي حَاضِرٌ لِيَابِدٍ ، وَلَا

تُصْرِفُوا الْفَنَمَ ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ

النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَخْتَلِهَا : إِنَّ رَضِيَّهَا

أَفْسَكَهَا ، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَهَا وَصَاغَا مِنْ

تَمْرٍ)). [راجع: ۲۱۴۰].

۶۵ - بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَ الْمُصْرَأَةَ ،

وَلَمْ يَحْلِيَّهَا صَاغَ مِنْ تَمْرٍ

۲۱۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرُو قَالَ

نے بیان کیا، انہیں ابن جریر نے خبردی کہا کہ مجھے زیادے خبردی کہ عبد الرحمن بن زید کے غلام ثابت نہیں انہیں خبردی کہ انہوں نے ابو ہریرہ وہش کو یہ کہتے تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے ”نصرۃ“ کبھی خریدی اور اسے دوہا۔ تو اگر وہ اس معاملہ پر راضی ہے تو اسے اپنے لئے روک لے اور اگر راضی نہیں ہے تو (واپس کر دے اور) اس کے دو دھن کے بدلہ میں ایک صاع کھور دے دے۔

باب زانی غلام کی بیع کا بیان۔

اور شرع محدث نے کہا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے ایسے لوٹی غلام کو واپس پھیر سکتا ہے

کیونکہ یہ بھی ایک عیب ہے۔ شرع کی روایت کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ باب کی حدیث میں گو غلام کا ذکر نہیں۔ گرام بخاری و محدث نے غلام کو لوٹی پر قیاس کیا۔ اور حفیہ کے نزدیک لوٹی زنا سے پھیری جاسکتی ہے لیکن غلام نہیں پھیر جاسکتا۔ (۲۱۵۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید مقبری نے خبردی، ان سے ان کے باپ نے، اور انہوں نے ابو ہریرہ وہش کو یہ کہتے تھا کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی باندی زنا کرے اور اس کے زنا کا ثبوت (شرعی) مل جائے تو اسے کوڑے لگوائے، پھر اس کو لاعت ملامت نہ کرے۔ اس کے بعد اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر کوڑے لگوائے مگر پھر لاعت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیری مرتبہ بھی زنا کرے تو اسے بیع دے چاہے بال کی ایک رسی کے بدلہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

(۲۱۵۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سے امام مالک محدث نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، ان سے عبد اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابو ہریرہ وہش اور زید بن خالد وہش کے رسول کرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر

حدَّثَنَا الْمُكْبِرُ فَيَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيدٍ أَخْبَرَهُ اللَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ اشْتَرَى غَنِمًا مُصَرَّأً فَأَخْتَلَهَا، فَلَمْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفَيَ حَلَبَهَا صَاغَ مِنْ تَمْرٍ)). [راجح: ۲۱۴۰]

۶۶ - بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي
وَقَالَ شَرِيفٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزَّانِ.

کیونکہ یہ بھی ایک عیب ہے۔ شرع کی روایت کو سعید بن یوسف نے فرمائے۔ (۲۱۵۲) - حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ فَيَقُولُ حدَّثَنَا الْأَلْيَثُ فَيَقُولُ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا زَنَتِ الْأُمَّةُ قَسْيَنَ زَنَاهَا فَلْيَجِلَدُهَا وَلَا يَنْرُبَنَ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجِلَدُهَا وَلَا يَنْرُبَنَ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الْأَنْثَةَ فَلْيَغْفِفَهَا وَلَوْ بِحَلْبِ مِنْ شَعْرٍ)).

[اطرافہ فی : ۲۱۵۳، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۶۸۳۷، ۲۵۰۵، ۶۸۳۹]۔

۲۱۵۴، ۲۱۵۳ - حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ فَيَقُولُ: حدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ وَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَلَّمَ عَنِ الْأُمَّةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُخْصِنْ

پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بچ دو، اگرچہ ایک رسی ہی کے بدلے میں وہ فروخت ہو۔ ابن شاہب نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ (بینچے کے لیے) آپ نے تیری مرتبہ فرمایا تھا یا چوتھی مرتبہ۔

قال: ((إِنْ زَانَ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَانَ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَانَ فَيُغْفِرُهَا وَلَوْ بِضَفْرِينَ)). قال ابن شيهاب : لَا أَذْرِي بَعْدَ الْفَالِيَةِ أَوِ الْوَابِعَةِ؟ [راجع: ۲۱۵۲]

[اطرافہ فی: ۲۲۳۲، ۲۵۰۶، ۶۸۳۸۔]

لشیخ ظاہر حدیث سے یہ لکھا ہے کہ اگر لوڈی محدث ہو تو اس کو سنگار کریں۔ حالانکہ لوڈی غلام پر بلا جماع رجم نہیں ہے کیونکہ خود قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے۔ (فَإِذَا أَحْصَنَ فَلَمْ يَنْجِنْ فَلَمَّا هُنَّ يُضْلَعُوا مَا عَلَى الْمُنْخَضَتِ مِنِ الْعِذَابِ۔) (التساء: ۲۵) اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا تو کوڑوں کا نصف مراد ہو گا۔ یعنی پچاس کوڑے مارو۔ بعض نے کام حدیث کا ترجمہ یوں ہے اگر لوڈی اپنے تین زنانے نہ بچائے اور زنا کرائے۔ (وحیدی)

باب عورتوں سے خرید و فروخت کرنا۔

(۳۱۵۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا میں شعیب نے خبر دی، انسیں زہری نے، ان سے عروہ بن زبیر رض نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہ کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہو گی۔ خواہ سو شرطیں ہی کیوں نہ لگائے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے۔“ (اور اسی کا اعتبار ہے)

٦٨ - بَابُ الْبَيْعِ وَالشَّرَاءَ مَعَ النِّسَاءِ
٢١٥٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عَزْرُوْنَةُ بْنُ الْزُّبَيْرِ:
قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((دَخَلَ عَلَيْنِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اشترِي وَأَغْفِقِي لِأَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنِ الْعَشِيِّ فَأَتَنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالَ النَّاسِ يَشْتَرِطُونَ شَرُوطًا لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنْ اشْتَرَطَ شَرُوطًا لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ باطِلٌ، وَإِنْ اشْتَرَطَ مِائَةً شَرُوطًا، شَرُوطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْتَقُ)). [راجع: ۴۰۶]

لشیخ اور حدیث میں جو شرطیں شعبہ رض نے بیان فرمائی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی لگائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ حدیث میں ہے وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ یہ خطبہ آپ نے اس وقت سلیما جب بریرہ رض کے مالک حضرت عائشہ رض سے یہ شرط لگاتے تھے کہ ہم بریرہ کو اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کا ترک ہم لیں گے۔

(۳۱۵۶) ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہام۔ بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے نا، وہ عبد اللہ بن عمر رض سے روایت

٢١٥٦ - حَدَّثَنَا حَسَانٌ بْنُ أَبِي عَبَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ : سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ

کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، بریرہ بن عثیمین کی (جو باندی تھیں) قیمت لگاری تھیں (تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں) کہ نبی کرم ﷺ نماز کے لئے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (بریرہ بن عثیمین کے مالکوں نے تو) اپنے لئے ولاء کی شرط کے بغیر انہیں بچنے سے انکار کر دیا ہے، اس پر نبی کرم ﷺ نے فرمایا، کہ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ بریرہ بن عثیمین کے شوہر آزاد تھے یا غلام، تو انہوں نے فرمایا کہ بچنے معلوم نہیں۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما:
 ((أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَوَّمَتْ
 بَرِيرَةً، فَعَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ
 قَاتَ: إِنَّهُمْ أَهْوَانِيَ أَنْ يَبْيَغُوهَا إِلَّا أَنْ
 يَشْرُطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ
 الْوَلَاءَ لِمَنْ أَغْنَى)). قَلَّتْ لِنَافِعٍ: حَرَا
 كَانَ زَوْجَهَا أَوْ عَنْدَهَا؟ فَقَالَ: مَا يَدْرِينِي.
 [أطراfe في : ٢١٦٩، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٩].

(انہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے جس سے عورتوں سے خرید و فروخت کرنے کا جواز لکھا)

لکھنٹا ان ہر دو احادیث میں حضرت بریرہ بن عثیمین کی اپنے مالکوں سے مکاتبت کا ذکر ہے لیکن غلام یا مالکی اپنی مالک سے طے کر لے کریں کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر روپیہ یا کوئی جنس وغیرہ ادا کرے گا۔ اور اس شرط کے پورا کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔ تو اگر وہ شرط پوری کر دی گئی اب وہ آزاد ہو گیا۔ بریرہ بن عثیمین نے بھی اپنے مالکوں سے ایسی ہی صورت طے کی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا۔ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیکشت سارا روپیہ ادا کرنے کی پیش کش کی۔ اس شرط پر کہ بریرہ بن عثیمین کی ولاء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قائم ہوا اور مالکوں کو اس بارے میں کوئی مطالبة نہ رہے۔ ولاء کے معنی یہ کہ غلام آزاد ہونے کے بعد بھائی چارہ کا رشتہ اپنے سابقہ مالک سے قائم رکھے۔ خاندانی طور پر اسی کی طرف منسوب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے مرثے پر اس کے ترکہ کا حقدار بھی اس کا سابقہ مالک ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کش کو انہوں نے سلسلہ ولاء کے ختم ہو جانے کے خلاف سے منکور نہیں کیا۔ جس پر آخر حضرت ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ بھائی چارگی تو اس کے ساتھ قائم رہے گی جو اسے خرید کر آزاد کرے نہ سابق مالک کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ بن عثیمین کو خریدا اور آزاد کر دیا، اور سلسلہ ولاء سابقہ مالک سے توڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قائم کر دیا گیا۔

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ جن کا اخراج امام الفقیماء والحدیین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہما میں جگہ جگہ کیا ہے۔

امام شوکلی اس سلسلہ میں مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان اعلم الناس ان اشتراط الولاء باطل واشہر ذالک بحث لا یخفی على اهل بریرہ فلما ارادوا ان یشترطوا ما تقدم لهم العلم ببطلانه اطلق الامر مریدا به التهدید کقوله تعالى (اعملوا ما شتم) فکانه قال اشتراط لهم الولاء فسيعلمون ان ذالک لا یتفهم و یوید هذا ما قاله صلی اللہ علیہ وسلم ذالک ما بال رجال یشرطون شروطاً الخ (نیل)

لیکن نبی کرم ﷺ خوب جانتے تھے کہ ولاء کی شرط باطل ہے۔ اور یہ اصول اس قدر مشترک ہو چکا تھا کہ اہل بریرہ سے بھی یہ حقیقت نہ تھا۔ پھر جب انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جانتے کے باوجود اس کی اشتراط پر اصرار کیا تو آخر حضرت ﷺ نے تهدید کے طور پر مطلق امر فرمایا کہ بریرہ کو خرید لیا جائے، جیسا کہ قرآنی آیت (اعملوا ما شتم) (فصلت: ۳۰) میں ہے کہ تم عمل کرو جاؤ ہو۔ یہ

بلور تدبیر فرمایا گیا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لوہہ عنقیہ بجان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اور اس مفہوم کی تائید آپ ﷺ کی اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپؐ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں، خواہ ان کو لگائی بھی لیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

باب کیا کوئی شریٰ کسی دیساتی کا مسلمان کسی اجرت کے بغیر بیج سکتا ہے؟

اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہئے۔ عطاہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

لشیخ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو ممافعت آئی ہے کہ بیتی والا باہر والے کامال نہ بیچے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اجرت لے کر نہ بیچے۔ اگر بلور امداد اور خیر خواہی کے اس کامال بیچ دے تو منع نہیں ہے۔ کیونکہ دوسرا حدیث میں مسلمان کی امداد اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے۔

(۲۱۵۷) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے، انسوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ سنًا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شادست پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے اور (اپنے مقررہ امیر کی بات) سنتے اور اس کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔

۶۷- بَابُ هَلْ يَبْيَغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ
أَجْرٍ؟ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحِّهُ؟

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَصْحَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلَا يَنْصَحَّ لَهُ)). وَرَجُلٌ فِيهِ عَطَاءٌ.

(۲۱۵۷) - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّاً بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ سَمِيقَتْ حَرَبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَيَافِتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعَ وَالطَّاعَةِ، وَالصُّحْنُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

[راجح: ۵۷]

یہ حدیث کتاب الایمان میں بھی گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ نکلا کہ جب ہر مسلمان کی خیر خواہی کا اس میں حکم ہے تو اگر بیتی والا باہر والے کامال بلا اجرت بیچ دے اس کی خیر خواہی کرے تو توبہ ہو گانہ کہ گناہ۔ اب اس حدیث کی تاویل یہ ہو گی جس میں اس کی ممافعت آئی ہے کہ ممافعت اس صورت میں ہے جب اجرت لے کر ایسا کرے۔ اور بیتی والوں کو نقصان پہنچانے اور اپنا فائدہ کرنے کی نیت ہو، یہ ظاہر ہے کہ انہا الاعمال بالنبیت اور اگر شخص خیر خواہی کے لئے ایسا کر رہا ہے تو جائز ہے۔

(۲۱۵۸) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس بن عثیمین نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (تجاری) قاتلوں سے آگے جا کر نہ ملا

(۲۱۵۸) - حَدَّثَنَا الصَّلَتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاؤِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ

کرو (ان کو منڈی میں آنے والے) اور کوئی شری، کسی دیساتی کا سامان نہ
بیچ۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ابن عباس رض سے پوچھا
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا کہ ”کوئی شری کسی دیساتی کا مال
نہ بیچے“ مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا
دلال نہ بنے۔

اللہ ﷺ : (لَا تَلْقُوا الرُّكْبَانَ ، وَلَا يَبْيَغُ
حَاضِرٍ لِبَادٍ)۔ قَالَ : نَفَّلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ:
مَا قَوْلُكَ : (لَا يَبْيَغُ حَاضِرٍ لِبَادٍ؟) قَالَ : لَا
يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

[طرفاہ فی: ۲۱۶۳، ۲۲۷۴]

اور اس سے دلائی کا حق نہ مرا کر بستی والوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اگر یہ دلال نہ بنتا تو شاید غربیوں کو غلہ ستمالتا۔ خفیہ نے کماکہ
یہ حدیث اس وقت ہے جب غلہ کا قحط ہو۔ مالکیہ نے کہا عام ہے۔ ہمارے احمد بن خبل رض سے منقول ہے کہ ممانتت اس صورت
میں ہے جب پانچ باتیں ہوں۔ جنگل سے کوئی اسباب بیچنے کو آئے، اس دن کے نزد پر بیچنا چاہیے، زرع اس کو معلوم نہ ہو۔ بستی والا
قصد کر کے اس کے پاس جائے۔ مسلمانوں کو اس اسباب کی حاجت ہو، جب یہ پانچ باتیں پائی جائیں گی تو پنج حرام اور باطل ہو گی ورنہ
صحیح ہو گی۔ (وحیدی)

سمسار اکی تشریع میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ بسینین مهملتین قال فی الفتح و هو فی الاصم القيم بالامر والحافظ ثم استعمل فی
متولی البيع والشراء لغيره۔ یعنی سمسار اصل میں کسی کام کے محافظ اور انجام دینے والے شخص کو کہا جاتا ہے اور اب یہ اس کے لئے
مستعمل ہے جو خرید و فروخت کی تولیت اپنے ذمے لیتا ہے۔ جسے آج کل دلال کہتے ہیں۔

۶۹۔ بَابُ مَنْ كَرَهَ أَنْ يَبْيَغَ حَاضِرٌ بَابُ جِنُوْنٍ نَّاسِ مَكْرُوهٍ رَّحْكَاهُ كَوْئَى شَرِيٍّ آدِيٍّ كَسِيٍّ

لِبَادٍ بَأْجَرٍ

(۲۱۵۹) مجھ سے عبد اللہ بن صباح نے بیان کیا، کماکہ ہم سے ابو علی
خنی نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان
کیا، کماکہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہمانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی
شری، کسی دیساتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہمانے بھی کہا
ہے۔

۲۱۵۹- حَدَّثَنِي عَنْدُهُ اللَّهُ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو عَلَيْهِ التَّحْنَفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: (نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبْيَغَ
حَاضِرٍ لِبَادٍ) وَبِهِ قَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ.

ابن عباس رض کا قول اپر گزر اکر بستی والا باہروالے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی
مطلوب ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں واعلم انه کما لا يجوز ان لا يبيع العاشر للبادی كذلك لا يجوز ان يشتري له الع الخ یعنی جیسے کہ شری
کے لئے دیساتی کا مال بیچا منع ہے کہ کوئی شری کسی دیساتی کے لئے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر
خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لئے ہیں کہ کوئی شری کسی بھی صورت میں کسی دیساتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

۷۰۔ بَابُ لَا يَبْيَغُ حَاضِرٍ لِبَادٍ بَابُ اس بیان میں کہ کوئی بستی والا باہروالے کے لئے دلالی کر کے مول نہ لے۔

بِالسَّمْسَرَةِ ،

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَابْرَاهِيمَ الْتَّبَانِي
وَلِلْمُشْتَرِي وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ الْعَرَبَ
تَقُولُ بَعْ لِيْ تَوْبَا ، وَهِيَ تَغْفِي الشَّرَاءَ .

اور ابن سیرین اور ابراہیم نجھی رحمہما اللہ نے یہیچے اور خریدنے والے
دونوں کے لئے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نجھی رحمہما اللہ نے کہ
کہ عرب کتنے ہیں بع لی توبایعنی کپڑا خرید لے۔

مطلوب یہ ہے کہ حدیث میں جو لا بیع حاضر لیاد ہے، یہ بع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء باع کے معنے میں آتا ہے۔

قرآن میں ہے و شروعہ بعن بعس دراہم بعن باعوا ایسا یعنی باع بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

(۲۱۶۰) ہم سے کمی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جرجیع نے
خبر دی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہوں نے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اور کوئی
”نجاش“ نہ کرے، اور نہ کوئی شری، کسی دیسانی کے لئے یہیچے یا مول
لے۔

أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ الْمُسْتَبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا يَتَنَعَّمُ الْمُرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخْيَهِ، وَلَا
تَنَاجِشُوا ، وَلَا يَبْيَعُ حَاضِرٌ لِيَادِ)).

[راجح: ۲۱۴۰]

لتبیح
الہیتم ان تبعوا او تبیاعوا لهم قال نعم بالغ یعنی ابن سیرین قال لقيت انس بن مالک فنفس لا بیع حاضر لیاد
بھی دیسانی کے لئے نہ کچھ مال یہیچے نہ خریدے، انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور اس کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔
آپ نے فرمایا، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض یعنی لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑو، اللہ ان کے بعض کو بعض کے ذریعہ سے
روزی رہاتا ہے۔

(۲۱۶۱) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے
بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین
نے کہ انس بن مالک بھائی نے بیان کیا کہ ہمیں اس سے روکا گیا کہ
کوئی شری کسی دیسانی کا مال تجارت یہیچے۔

باب پہلے سے آگے جا کر قافلے والوں سے ملنے کی ممانعت۔
اور یہ بع رود کر دی جاتی ہے۔

کیونکہ ایسا کرنے والا جان بوجھ کر گنگار و خطکار ہے اور یہ ایک قسم کا
فریب ہے جو جائز نہیں۔

لتبیح
جب کہیں باہر سے غلہ کی رساد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان
یوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دعا اور دعو کا دے کر بستی کا نزخ اترنا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ
بستی میں آتے ہیں تو باہ کا نزخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکس دیا گیا ہے۔ حضرت امام مخاری رحمہما اللہ نے نزدیک ایسی صورت میں بع

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُسْتَبِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنَ عَنْ
مُحَمَّدٍ قَالَ أَنْسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:
(نُهِنَا أَنْ يَبْيَعُ حَاضِرٌ لِيَادِ)).

۷۱- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِي الرُّكْبَانِ
وَأَنْ يَبْيَعُ مَرْدُوذَةً

لأن صاحبہ عاص آئم إذا كان به عالماء،
وهو خداع في النبي و الخداع لا يجوز

لتبیح
یوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دعا اور دعو کا دے کر بستی کا نزخ اترنا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ

باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے لیکن یعنی صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہو گا کہ یہتی میں آ کر وہاں کا نزدیکیہ کر اس پیچ کو قائم رکھیں یا پیچ کر دالیں۔ خنیہ نے کہا ہے کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتا بھتی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

(۲۱۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (تجارتی قاطنوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا ہے۔ اور بستی والوں کو باہر والوں کامال بینچنے سے بھی منع فرمایا۔

(۲۴۳) مجھ سے عیاش بن عبد الولید نے بیان کیا، کماکہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کماکہ ہم سے معمون نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس میں سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ کوئی شری کسی دین ماتی کامال نہ پیچے؟ تو انہوں نے کماکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

(۲۴۴) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کما کہ ہم سے تمی نے بیان کیا، ان سے ابو عثمان نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو کوئی دودھ جمع کی ہوئی بکری خریدے (وہ بکری پھیر دے) اور اس کے ساتھ ایک صاع دے دے۔ اور آخر فقرت مطہری نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرملا۔

(۲۴۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک
نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر بن حفیظ نے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کی بیعت پر بیع نہ
کرے۔ اور جو مال بابر سے آ رہا ہو اس سے آگے جا کرنا ملے جب
تک وہ مازار میں نہ آئے۔

٢١٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَثْرَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ قَالَ حَدَّثَنَا عَيْنِدُ اللَّهِ الْعَمْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ عَنِ التَّلْفِيِّ، وَأَنَّ يَسْعَى حَاضِرًا لِيَادِهِ)).

[٢١٤٠] [راجع:

٢١٦٣ - حَدَّثَنَا عَيْاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَغْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبْنِ طَاؤِسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَا مَعْنَى قُولِهِ لَا يَبِعِنْ حَاضِرٍ لِيَادِ؟ فَقَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِفَارًا)). [رَاجِع: ٢١٥٨]

^{٢١٥٨} سِمْسَارًا)). [رَاجِعٌ: ٢١٥٨]

٤٦١ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ
بْنُ زَرْعَيْعَ قَالَ: حَدَّثَنِي التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي
عُفَّمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((مَنْ اشْرَى مَحْفَلَةً فَلَيْرُدُّ مَعَهَا صَاعًا)).
قَالَ: وَتَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ تَلَقِّي الْأَبْيَعِ)).

[٢١٤٩: راجع]

٢١٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((لَا يَبْيَغُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ بَعْضٌ، وَلَا تَلْقَوْا السَّلَعَ حَتَّى يَهْبَطَ إِلَيْهَا))

[٢١٣٩]. [رَاجِعٌ: السُّوق]).

لیشیخ پت پر بچ کا مطلب ظاہر ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی کی دکان سے کوئی مال خرید رہا ہے ہم نے اسے جا کر بکانا شروع کر دیا کہ آپ یہاں سے یہ مال نہ لے جئے ہم آپ کو اور بھی ستاد لا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں کرنا بھی حرام ہیں۔ ایسے ہی کہیں جا کر بھاؤ چڑھا رہا شخص خریدار کو نقصان پہنچانے کے لئے۔ حالانکہ خود خریدنے کی نیت بھی نہیں ہے۔ یہ سب کمر فریب اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صورتیں ہیں جو سب حرام اور ناجائز ہیں۔

۷۲- بابِ مُتَهَّى التَّلْقَى بابِ قَالَ سے كتنی دور آگے جا کر ملنا منع ہے

امام بخاری **لیشیخ** کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر بازار میں آنے سے یہ ایک قدم بھی آگے جا کر ملا تو اس نے حرام کام کیا۔

(۲۲۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جو یہ
لیشیخ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عثیمین نے بیان کیا کہ
ہم آگے قطفوں کے پاس خود ہی بیچ جایا کرتے تھے اور (شر میں پہنچنے
سے پسلے بھی) ان سے غله خرید لیا کرتے۔ لیکن نبی کرم ﷺ نے
ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک
انہاں کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری **لیشیخ** نے کہا کہ عبداللہ بن عمر
نبی ﷺ کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جد ہر سے سوداگر آیا کرتے)
اور یہ بات عبد اللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔ (جو آگے آتی ہے)

لیشیخ یعنی اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمر **لیشیخ** قائلہ والوں سے آگے جا کر ملٹے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بھتی
سے کل کریہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبداللہ بن عثیمین کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آجائے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان
سے ملتے۔ کیونکہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غله کو جمل خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں
نہیں ہے کہ قائلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ اسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قائلہ
والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔

(۲۲۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بیکھی قطان نے بیان
کیا، ان سے عبد اللہ نے، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے
عبد اللہ بن عمر **لیشیخ** نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غله
خریدتے اور وہیں بیچتے لگتے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے
منع فرمایا کہ غله وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو انہوں کردوسری جگہ نہ
لے جائیں۔

۲۱۶۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ
قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ تَلْقَى
الرُّكْبَانَ فَنَشَرَتِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَا
النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ نَبِيَّةً حَتْنِي يَبْلُغُ بِهِ سوق
الطَّعَامِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا فِي
أَغْلَى السُّوقِ، وَيَسِّيْنَةٌ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ.

[راجح: ۲۱۲۳]

لیشیخ یعنی اس روایت میں جو مذکور ہے کہ حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَبَاعُونَ
الطَّعَامَ فِي أَغْلَى السُّوقِ فَيَبْشِّرُونَ فِي
مَكَانِهِمْ، فَنَهَا مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ
يَبْشِّرُونَ فِي مَكَانِهِ حَتْنِي يَنْقُلُونَ)).

[راجح: ۲۱۲۳]

لیشیخ معلوم ہوا کہ جب قائلہ بازار میں آجائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بعض نے کہ بھتی کی حد تک آگے بڑھ

کر ملنا درست ہے۔ بحقیقی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کتاب ہے ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ کوئی کتاب ہے چھ میل سے کم پر، کوئی کتاب ہے دو دن کی راہ سے کم پر۔

باب اگر کسی نے بیع میں ناجائز شرطیں لگائیں (تو اس کا کیا حکم ہے)

(۲۶۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ نے، اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں۔ اب آپ بھی میری کچھ مدد کر جئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ یک مشت ان کا سب روپیہ میں ان کے لئے (ابھی) مسیا کر دوں اور تمہارا ترک میرے لئے ہو تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پیال و اپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیال) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی صورت ان کے سامنے رکھی تھی مگر وہ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ترکہ تو ہمارا ہی رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال خبر کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ بریرہ کو تم لے لو اور انہیں ترکہ کی شرط لگانے دو۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ امتح کر لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور اللہ کی حمد و شکر کے بعد فرمایا کہ اما بعد! کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہو گی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کوئی کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہیں

۲۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هَشَامِ بْنِ عَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ ((جَاءَنِي بَرِيزَةَ فَقَالَتْ كَاتَبْتَ أَهْلِي عَلَى تِسْعَ أَوَاقِ فِي كُلِّ عَامِ أُوقِةً، فَأَعْيَنْتُنِي فَقَلَّتْ إِنْ أَحَبَّ أَهْلَكَ أَنْ أَعْذَّهَا لَهُمْ، وَيَكُونُ وَلَاؤُكَ لِي فَقُلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيزَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَلَبِّوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَلَبِّوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ ((خَذِنِيهَا وَأَشْرِطْنِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَ أَغْنَقَ)). فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَتَّسَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ((أَمَا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْرِطُونَ شَرْوَطًا لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ باطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِنَ الْمَاةِ شَرْطٍ، فَضَاءَ اللَّهُ أَحَقُّ، وَشَرْطٌ اللَّهُ أَوْنَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْنَقَ)).

[راجح: ۴۵۶]

بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

(۲۱۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحلتیہ نے خردی، انہیں تافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں، لیکن ان کے مالکوں نے کہا کہ ہم انہیں اس شرط پر آپ کو بچ سکتے ہیں کہ ان کی ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ اس کا ذکر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس شرط کی وجہ سے تم قطعاً رکو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

پاپ کھجور کو کھجور کے پر لہ میں بیخنا

(۲۱۷۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹھ نے بیان کیا
 ان سے ابن شاہب نے بیان کیا، ان سے مالک بن اوس نے، انسوں
 نے حضرت عمر بنہرث سے سنا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "گیوں کو گیوں
 کے بدلوں میں پہنچا سودہ ہے، لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جو کو جو کے
 بدلوں میں پہنچا سودہ ہے، لیکن یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور بھجوں کو بھجوں
 کے بدلوں میں پہنچا سودہ ہے لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ "نقدا نقدا ہو۔

٢١٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِي جَارِيَةً فَعَيْقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَسْعِكُهَا عَلَى أَنْ وَلَاءَهَا لَنَا. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكُ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَقَ)). [رَاجِع: ٢١٥٦]

٧٤ - بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالْتَّمْرِ

٢١٧٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا
الْيَتُّ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ
سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((اَبْرُرْ بِالْبُرِّ رِبَّا إِلَّا هَاءَ
وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبَّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ،
وَالسَّمْرُ بِالسَّمْرِ رِبَّا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)).

[٢١٣٤] [رَاجِعٌ:

لشیخ مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور نمک پیچنا نمک کے بد لے بیان ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ بہر حال جب ان میں سے کوئی چیز اپنی جس کے بدلتی چائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں ناپ قول میں برابر ہوں، نقد انقدر ہوں۔

بَابِ مُنْقَىٰ كَوْمُنْقَىٰ كَبَدْلٍ اُورَانَاجٍ كَوْأَنَاجٍ كَكَ

بدل پیچنا

(۲۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر بن حفیظ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابند سے منع فرمایا، مزابند یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور خشک کھجور کے بدل ماپ کر کے پیچی جائے۔ اسی طرح بیتل پر لگے ہوئے انگور کو منقی کے بدل بینجا۔

**٧٥ - بَابُ بَيْعِ الزَّئِبِ بِالزَّئِبِ ،
وَالطَّعَامُ بِالطَّعَامِ**

٢١٧١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا
مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
نَهَىٰ عَنِ الْمُزَابَةِ. وَالْمُزَابَةُ بَيْنُ النَّمَرِ
بِالنَّمَرِ كَيْلًا، وَبَيْنُ الرَّئِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا).

[اطرافہ فی : ۲۱۷۲، ۲۱۸۵، ۲۲۰۵].

لشیح یعنی وہ کھجور جو ابھی درخت سے نہ اتری ہو، اسی طرح وہ انگور جو ابھی ببل سے نہ توڑا گیا ہو اس کا اندازہ کر کے خلک کھجور یا منق کے بدل پہنچا دوست نہیں۔ کیونکہ اس میں کمی میش کا احتلال ہے۔

(۲۱۷۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہ ہم سے حماد بن زید نے ان سے ایوب نے، ان سے تافع نے اور ان سے این عمر بن حیات نے کہ نبی کریم ﷺ نے مزاہدہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مزاہدہ یہ ہے کہ کوئی شخص درخت پر کی کھجور سوکھی کھجوروں کے بدل مپ تول کریجے۔ اور خریدار کے اگر درخت کا پھل اس سوکھے پھل سے زیادہ نکلے تو وہ نقصان بھروسے گا۔

(۲۱۷۳) عبداللہ بن عمر بن حیات نے بیان کیا کہ مجھ سے زید بن ثابت بیٹھنے نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے عربیا کی اجازت دے دی تھی جو اندازے ہی سے بیچ کی ایک صورت ہے۔

[اطرافہ فی: ۲۱۸۴، ۲۱۸۸، ۲۱۹۲، ۲۲۸۰].

لشیح ضرورت یہ تھی کہ لوگ خیرات کے طور پر ایک درخت کا میوه کسی محتاج کو دیتا کرتے تھے۔ پھر اس کا باخ میں گمراہی گمراہی آنا مالک کو ناگوار ہوتا۔ تو اس میوے کے بدل وہ درخت اس فقیر سے خرید لیتے۔

باب جو کے بدلے جو کی بیچ کرنا

(۲۱۷۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شاسب نے، اور انہیں مالک بن اوس بیٹھنے نے خبر دی کہ انہیں سوا شرفیاں بدلتی تھیں۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے طلح بن عبید اللہ رض نے بلایا۔ اور ہم نے (اپنے معاملہ کی) بات چیت کی، اور ان سے میرا معاملہ طے ہو گیا۔ وہ سونے (اشرفیوں) کو اپنے ہاتھ میں لے کر اتنے پہنچنے لگے اور کہنے لگے کہ ذرا میرے خزانجی کو غابہ سے آ لینے دو۔ عمر بن زبیر بھی ہماری باتیں سن رہے تھے آپ نے فرمایا خدا کی قسم! جب تک تم طلح سے روپیہ لے نہ لو، ان سے جدا نہ ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونا

۲۱۷۲ - حدثنا أبو النعمان قال حدثنا
حماد بن زيد عن أبوب عن صالح عن ابن
عمر رضي الله عنهما (أن النبي ﷺ نهى
عن المزاينة . قال: والمزاينة أن يبيع
الضر بكتيل: إن زاد فلي، وإن نقص
فعلي)). [راجع: ۲۱۷۱]

۲۱۷۳ - قال: وحدثني زيد بن ثابت:
(أن النبي ﷺ رخص في الغرايا
بخراصها)).

۷۶ - باب بیع الشعیر بالشعیر

۲۱۷۴ - حدثنا عبد الله بن يوسف قال
أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن مالك
بن أوسي آخره (أنه التمس صرفه بهائة
دينار، فدعاني طلحة بن عبيدة الله
فرأواضنا، حتى اضطرف بي، فأخذ
الذهب يقلبه في يده فلم قال: حتى يأتني
خازني من المائة، وعمر يسمع ذلك.
 فقال: والله لا تفارقه حتى تأخذ منه، قال
رسول الله ﷺ: ((الذهب بالذهب ربنا

سو نے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیوں گیوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کبھو، کبھو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتی ہے۔

إِلَّا هَاءُ وَهَاءُ، وَالْأَيْرُ بِالْأَيْرِ رِبَا إِلَّا هَاءُ
وَهَاءُ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبَا إِلَّا هَاءُ وَهَاءُ،
وَالثَّمُرُ بِالثَّمُرِ رِبَا إِلَّا هَاءُ وَهَاءُ).

[راجع: ۲۱۳۴]

لِسْتَخْرَجَ لفظ هاء و هاء کی لغوی تحقیق علاص شوکلی یوں فرماتے ہیں۔ (هاء و هاء) بالمد فیهمہ و فتح المہمہ و قفل بالکسر و قفل بالسکون والمعنی خذوهات و بقال هاء بكسر الہمہ بمعنى هات و بفتحها بمعنى خذ و قال ابن الاییر هاء و هاء هوان یقول کل واحد من البيعين هاء فيعطيه ما في يده و قال الخليل هاء كلمة تستعمل عند المناولة والمقصود من قوله هاء و هاء ان يقول كل واحد من المتعاقدين لصاحبه هاء فيتقابضان في المجلس (نيل)، خلاص مطلب یہ کہ لفظ هاء کے ساتھ اور همزہ کے فتح او بکسر و ہر دو کے ساتھ مستقل ہیں بعض لوگوں نے اسے ساکن بھی کہا ہے۔ اس کے معنی خذ (لے لے) اور ہات (بغنى لا) کے ہیں۔ اور ایسا بھی کہا گیا ہے کہ هاء همزہ کے کسر کے ساتھ ہات (لا) کے معنی میں ہے اور فتح کے ساتھ خذ (پکڑ) کے معنی میں ہے۔ این اثیر نے کہا کہ هاء و هاء کہ خرید و فروخت کرنے والے ہر دو ایک درست کو دیتے ہیں۔ خریدار روپے دیتا ہے اور آجر مال ادا کرتا ہے اس لئے اس کا ترجیح ہاتھوں ہاتھوں کیا گیا، گوایا ایک ہی مجلس میں ان ہر دو کا تقاضہ ہو جاتا ہے۔

باب سونے کے بدلہ میں بچنا

(۲۱۷۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے بھی بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سوتا، سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ پہنچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر (کی لیں دین) نہ ہو۔ اسی طرح چاندی، چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہ پہنچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ البتہ سوتا، چاندی کے بدل اور چاندی سونے کے بدل جس طرح چاہو

پہنچو۔

یعنی اس میں کمی بیشی درست ہے مگر ہاتھوں ہاتھ کی شرط اس میں بھی ہے ایک طرف نقد دوسری طرف ادھار درست نہیں۔ اور سونے چاندی سے عام مراد ہے سکوک ہو یا غیر سکوک۔

باب چاندی کو چاندی کے بدلے میں بچنا

(۲۱۷۶) ہم سے عبید اللہ بن سحد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے پچانے بیان کیا، کہا ہم سے زہری کے بنتیجے نے بیان کیا، ان سے ان کے پچانے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبد اللہ بن شعیور نے بیان کیا، ان

۷۷- بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

(۲۱۷۵) - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلَيَّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَّةُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَبْيَهُوا الْذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ، إِلَّا سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ، وَبِيَنْهَا الْذَّهَبُ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ بِالْذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ)). [طرفة فی: ۲۱۸۲].

یعنی اس میں کمی بیشی درست ہے مگر ہاتھوں ہاتھ کی شرط اس میں بھی ہے ایک طرف نقد دوسری طرف ادھار درست نہیں۔ اور سونے چاندی سے عام مراد ہے سکوک ہو یا غیر سکوک۔

۷۸- بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

(۲۱۷۶) - حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ أَحْمَى الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

سے عبداللہ بن عمر بیٹھنے کے ابو سعید خدری بیٹھنے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کی (جیسے ابو مکہ بیٹھنے یا حضرت عمر بیٹھنے سے گزری) پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر بیٹھتی کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا، اے ابو سعید! آپ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابو سعید بیٹھنے نے فرمایا کہ حدیث بعض صرف (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلتے یا توزوانے) سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا تھا کہ سونا سونے کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچا جا سکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچی جاسکتی ہے۔

(۲۱۷۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کما کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں مافع نے اور انہیں ابو سعید خدری بیٹھنے نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت نہ پیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کی یا زیادتی کو روانہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ پیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کی یا زیادتی کو روانہ رکھو۔ اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں پیچو۔

لشیخ اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی جگت ہے کہ اگر ایک شخص کے دو سرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں، کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی ہے یعنی ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی ممانعت وارد ہے۔ اور اصحاب سنن نے ابن عمر بیٹھنے سے نکلا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ نے فرمایا، اس میں کوئی تباہت نہیں ہے بشرطیکہ اسی دن کے زیر سے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لئے جدا نہ ہو۔

باب اشرفی اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا

(۲۱۷۸) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابن جریر نے بیان کیا، کما کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابو صالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابو سعید خدری بیٹھنے کو یہ کہتے سنائے کہ دینار، دینار کے

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
أَنْ أَبَا سَعِيدٍ حَدَّدَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِّيْنَا عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَقِيْهُ عَنْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرَةَ،
فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ أَبَا سَعِيدٍ فِي
الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:
((الْذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْوَرْقُ
بِالْوَرْقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ)).

[طرفہ فی : ۲۱۷۷، ۲۱۷۸]

۲۱۷۷ - حَدَّيْنَا عَنْدَ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَايِّلَكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَالَ: ((لَا تَبَيِّنُوا الْذَّهَبَ بِالْذَّهَبِ إِلَّا
مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشَفِّعُوا بِعَضَهَا عَلَى بَعْضٍ،
وَلَا تَبَيِّنُوا الْوَرْقَ بِالْوَرْقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ،
وَلَا تُشَفِّعُوا بِعَضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبَيِّنُوا
مِنْهَا غَارِبًا بِغَارِبٍ)). [راجع: ۲۱۷۶]

[لشیخ] اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی جگت ہے کہ اگر ایک شخص کے دو سرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار

۷۹ - بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نِسَاءٌ
۲۱۷۸ - حَدَّيْنَا عَلِيًّا بْنَ عَبْدِ
اللَّهِ قَالَ حَدَّيْنَا الصَّحَّافَةَ بْنَ مَخْلِدَ قَالَ
حَدَّيْنَا أَبْنَ جَرِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ
دِينَارٍ أَنْ أَبَا صَالِحَ الرَّبِيعَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

سَعَىٰ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَقُولُ: ((الَّذِي نَارٌ بِالَّذِي نَارٌ وَالَّذِي هُمْ
بِالَّذِي هُمْ)). فَقَلَّتْ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسَ لَا
يَقُولُهُ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَسَأَلْتُهُ فَقَلَّتْ
سَمْعَتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ
اللَّهِ؟ قَالَ: كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتَ
أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنِّي، وَلَكِنِّي
أَخْبَرْتُنِي أَسَاطِيرُ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا رِبَّا
إِلَّا فِي النَّبِيِّ)). [راجع: ۲۱۷۶]

لشیخ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کا مذہب یہ ہے کہ بیان اس صورت میں ہوتا ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔ اگر لفڑ ایک درہم دو درہم کے بدله میں بیچے تو ہر درست ہے۔ ابن عباس رض کی دلیل وہ حدیث ہے لا ربوا الہی النسیۃ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے اس فتویٰ پر جب اعتراضات ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی کتاب میں میں نے یہ مسئلہ پایا ہے، نہ یہ کہتا ہوں کہ آخہ حضرت رض سے سنا ہے۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں پچھا اور تم جوان تھے۔ رات دن آپ کی صحبت پا برکت میں رہا کرتے تھے۔

قطلانی رض نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے نتوے کے خلاف اب اجماع ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ محول ہے اس پر جب جس مختلف ہوں۔ جیسے ایک طرف ہاندی دوسرا طرف سوٹا یا ایک طرف گیوں اور دوسرا طرف ہوار ہو ایسی حالت میں کی یعنی درست ہے۔ بعض نے کہا حدیث لا ربوا الہی النسیۃ منسوخ ہے گھر صرف احتیل سے فتح ثابت نہیں ہو سکتا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رض سے ہموڑی ہے کہ نہیں ہے بیان اس بیچ میں جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وہ لوگ روی الحازمی رجوع ابن عباس و استھفارہ عنده ان سمع عمر بن الخطاب و اپنے عبد اللہ بحدثان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما یدل علی تعریم وبالفضل و قال حفظتما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالم احفظ و روی عنه الحازمی ايضاً انه قال كان ذلك برأي وهذا ابو سعيد الخدري يحدثنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فترك ای حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. الخ

لینی حازی نے حضرت ابن عباس رض کا اس سے رجوع اور استغفار لفکل کیا ہے جب انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رض اور ان کے بیٹے سے اس بیچ کی حرمت میں فرمان رسالت ناقو افسوس کے طور پر کہا کہ آپ لوگوں نے فرمان رسالت یاد رکھا، لیکن افسوس کہ میں یاد نہ رکھ سکا۔ اور بروائیت حازی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صرف میری رائے تھی، اور میں نے حضرت ابو سعید خدري رض سے حدیث نبوی سن کر اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔

دیانتداری کا نقاضا بھی یہی ہے کہ جب قرآن یا حدیث کے صوص صریح سامنے آجائیں تو کسی بھی رائے اور قیاس کو محبت نہ گردانا جائے۔ اور کتاب و سنت کو مقدم رکھا جائے حتیٰ کہ جلیل القدر ائمہ دین کی آراء بھی صوص صریح کے خلاف نظر ہیں ہے

نایتی ادب و احترام کے ساتھ آراء کے مقابلہ پر کتاب و سنت کو جگہ دی جائے۔ ائمہ اسلام حضرت امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حبیل رحمۃ اللہ علیہم سب کا یہ ارشاد ہے کہ ہمارے فتاویٰ کو کتاب و سنت پر پیش کرو، موافق ہوں قول کرو۔ اگر خلاف نظر آئیں تو کتاب و سنت کو مقدم رکھو۔ امام اندھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلیل القدر کتاب مجده اللہ البالغہ میں ایسے ارشادات ائمہ کو کہنے جگہ نقل فرمایا ہے مگر صد افسوس کہ امت کا کثیر طبقہ وہ ہے جو اپنے اپنے حلقوں ارادوت میں جمود کا عنین سے شکار ہے اور وہ اپنے اپنے مزاعمہ مسلک کے خلاف قرآن مجید کی کسی بھی صاف صریح حدیث نبوی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرمایا ہے۔

سدا الہ تحقیق سے دل میں مل ہے
حدیثوں پر پڑھنے میں دین کا خلل ہے
فتاویٰ پر ہاکل مدار عمل ہے
ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے
نہ ایمان بلق نہ اسلام بلق
نظ رو گیا نام اسلام بلق

باب چاندی کو سونے کے بدے ادھار بیچنا

(۸۱، ۲۱۸۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالمنسیل سے سنائیں ہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بعض صرف کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

۸۰- بَابُ بَيْعِ الْوَرْقِ بِالْذَّهَبِ نَسِيْنَةٌ

۲۱۸۰ - ۲۱۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَّةُ قَالَ أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَوْفَتُ أَبَا الْمِنَاهَلِ قَالَ سَأَلْتُ أَبْرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْنَدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَّا لَهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ بَيْعِ الْذَّهَبِ بِالْوَرْقِ ذِيَّنَا)).

[راجع: ۲۰۶۱، ۲۰۶۰]

لَشَبَّحَ اگر اسے کسی بیع اسے کسے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسے کسی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو مٹن اور اسے کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو مٹن اور چاندی کو سونے کے ساتھ بدے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراظلہ کہتے ہیں۔ اگر جس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدے یا بالکل تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کی بیشی درست ہے مگر حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور لازم ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراظلہ میں تو برا بر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دوں باقی ضروری ہیں۔ اگر مٹن اور عرض کی بیع ہو تو مٹن یا عرض کے لئے میعاد کرنا درست ہے۔ اگر مٹن میں

میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالنی بالکل نہیں ہے جو درست نہیں۔ (وجیدی)

بَابُ سُونَا، چَانِدِيَّ كَهْ بَدَلَ نَفْدَهَا تَحْوُلْ هَاتِهِ بِنْجَانِ درست ہے

(۲۱۸۲) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا کہ ہم سے عباد بن عوام نے، کما کہ ہم کو بیکھی بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبد الرحمٰن بن ابی کعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے چاندی چاندی کے بدالے میں اور سونا سونے کے بدالے میں بیچتے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ ہم سونا چاندی کے بدالے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدالے جس طرح چاہیں خریدیں۔

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرْقِ يَدًا بِيَدِ

۲۱۸۲ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَامَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى
بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ
وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سِوَاءً بِسِوَاءِ،
وَأَمْرَنَا أَنْ نَتَبَاعَ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ
شِتَّا، وَالْفِضَّةِ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِتَّا)).

[راجح: ۲۱۷۵]

اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر سلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقد اندھہ ہونا اس میں بھی شرط ہے۔ اور بیع صرف میں بعض شرط ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جس ایک ہو تو کی کی بیشی درست ہے یا نہیں، جسمور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ بَيْعِ مَزَابِهِ كَهْ بَيْعَ مَزَابِهِ كَهْ بَيْعَ اوْرِيَهُ خَلْكَ كَهْ بَدَلَ نَفْدَهَا تَحْوُلْ هَاتِهِ بِنْجَانِ انگور کی بیع کا تازہ انگور کے بدالے میں ہوتی ہے اور بیع عربی کا یہیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کما کہ نبی کریم ﷺ نے مزابہ اور حاقدہ سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمُزَابِةِ، وَهِيَ بَيْعُ الْتَّمْرِ بِالْتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبَبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَوَامِ قَالَ أَنَسُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابِةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

اس کو خود امام بخاری رض نے آگے جمل کر دصل کیا ہے، مزابہ کے معنے تو معلوم ہو چکے۔ حاقدہ یہ ہے کہ انہی گیوں کمیت میں ہوں بالدوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیوں کے بدالے میں بیچ۔ یہ بھی منع ہے۔ حاقدہ کی تفسیر میں امام شوکانی فرماتے ہیں۔ قد اختلف في تفسيرها فمنهم من لبسها في الحديث فقال هي بيع الحقل بكيل من الطعام وقال ابو عبيده هي بيع الطعام في سبله والحقول الحمر و موضع الزرع. یعنی حاقدہ کی تفسیر میں اختلاف ہیا کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کمیت سے کی ہے جس کی کمزی کمی کو اندازہ مقرر کے غلہ سے بیع ریا جائے۔ ابو عبيده نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالدوں میں بیچنا ہے۔ اور حق کامنی کمیت اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بیع حاقدہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس میں جانبین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزابدہ کی تفسیر میں حضرت امام ذکر کر رہا تھا ہیں والهزابت بالزای والموحدۃ والتوون قال فی الفتح هی مفاعله من الزین بفتح الزای و سکون الموحدۃ و هو الدفع الشدید و منه سمیت العرب الزبون لشدة الدفع فبها و قل للبيع المخصوص مزابدۃ کان کل واحد من المتباينین یدفع صاحبہ عن حقہ او لان احدہما اذا وقف مقابلہ من الین اراد دفع البیع لفسخه واراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بامضاء البیع و قد فسرت بما فی الحديث اعنی بيع النخل باوساق من التمر و فسرت بهذا و ببيع العنبر بالزیب کما فی الصحيحین الخ (نیل) مزابدہ زدن سے باب مغایطہ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی رفع شدید کے ہیں۔ اسی لئے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا۔ کیونکہ اس میں شدت سے ماغفت کی جاتی ہے اور یہ بھی کام کیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزابدہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں غمین سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فتح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسرا بیع کا فائز کر کے اسے اس امدادہ سے پاڑ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث کی بھی تفسیر کرچکا ہوں۔ یعنی ترکبھوروں کو خلک بھوروں سے بیچنا اور انگوروں کو منتی سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عبد الجالیل میں یہ نوع کے یہ جملہ نہ صوم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے وارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پوچھی کو بھی گزنا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ بائیے یہ نوع کو کتنی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکہ کے طریقوں کی جگہ لاڑی، شہ، ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود و بیان کے وارے میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وحیدیں آئی ہیں، مثلاً ایک موقع پر آخرت سے بیکھرنا فرمایا تھا۔ من خشاللیس مہاجو دھوکہ کے بازی کرنے والا ہے وہ ہماری است سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔

پچ سلطان تاجر کا فرض ہے کہ امانت، دوامت، صداقت کے ساتھ کاروبار کرے، اس سے اس کو ہر قسم کی برکتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں انہیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا ساتھ نصیب ہو گا۔ جعلنا اللہ منهمنم این بارب العالمین

(۲۱۸۳) ہم سے بھی بن بکھر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیٹ نے بیان کیا،
ان سے عقیل نے، ان سے اہن شاہ نے، انیں سالم بن عبد اللہ
نے خبر دی، اور انیں عبد اللہ بن عمر بن حفیظ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پھل (درخت پر کا) اس وقت تک نہ پتو جب تک اس کا پکا ہو نا
نہ کمل جائے۔ درخت پر گلی ہوئی بھور کو خلک بھور کے بدالے میں
نہ پتو۔

۲۱۸۴ - حدثنا يحيى بن بکھر قال
حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب
قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: ((لا تبِغُوا الشَّمْرَ حَتَّى يَنْدُو
صلاحة، ولا تُبْغِوا الشَّمْرَ بِالنَّفْرِ)).

[راجع: ۱۴۸۶]

(۲۱۸۲) سالم نے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، اور انیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربیہ کی تریا خلک بھور کے بدالہ میں اجازت دے دی تھی۔ لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

۲۱۸۴ - قال سالم: وأخبرني عبد الله
عن زيد بن ثابت أن رسول الله
ﷺ رخص بعد ذلك في بيع العربية
بالرطب أو بالنفر. ولم يرخص في
غيره. [راجع: ۲۱۷۳]

لَئِنْسَجِحَ اسی طرح ترکھور خلک کھور کے بدل براہ بر بر بچا بھی تاجزہ ہے کیونکہ ترکھور سوکے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے، جسور علاء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے جائز رکھا ہے۔ عربیا عربیہ کی جمع ہے۔ حنفیہ نے برخلاف جسور علاء کے عربیا کو بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ وہ بھی مزاہدہ میں داخل ہے۔ اور ہم کہتے ہیں جمل مزاہدہ کی مافحت آئی ہے وہیں یہ مذکور ہے کہ آخرت میں لَئِنْسَجِحَ نے عربیا کی اجازت دے دی۔

(۲۱۸۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں تافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاہدہ سے منع فرمایا، مزاہدہ درخت پر لگی ہوئی کھور کو نوٹی ہوئی کھور کے بدے ناپ کر کر بینچے ناپ کر اور درخت کے انگور کو خلک انگور کے بدے میں ناپ کر کر بینچے کو کہتے ہیں۔

(۲۱۸۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حسین نے، انہیں ابن الی احمد کے غلام ابو سفیان نے، اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاہدہ اور محافلہ سے منع فرمایا، مزاہدہ درخت پر کی کھور توڑی ہوئی کھور کے بدے میں خریدنے کو کہتے ہیں۔

(۲۱۸۷) ہم سے مسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محالویہ نے بیان کیا، ان سے شیبلی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ اور مزاہدہ سے منع فرمایا۔

(۲۱۸۸) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے تافع نے، ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عربیہ کو اس کی اجازت دی کہ اپنا عربیہ اس کے اندازے بناہر بیوے کے بدل تجذیلے۔

بنی باغ والے کے ہاتھ۔ یہ صحیح ہے کہ عربیہ بھی مزاہدہ ہے مگر آخرت میں لَئِنْسَجِحَ نے اس کی اجازت دی۔ اس وجہ سے کہ عربیہ نہ

۲۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَفَى عَنِ الْمُزَاجَةِ). وَالْمُزَاجَةُ اشْتِرَاءُ التَّمْرِ بِالنَّفَرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالرَّبِيبِ كَيْلًا)). [راجح: ۲۱۷۱]

۲۱۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاؤُدَ بْنَ الْحَصَبِينِ عَنْ أَبِي سَفِيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَخْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَفَى عَنِ الْمُزَاجَةِ وَالْمُحَالَةِ). وَالْمُزَاجَةُ اشْتِرَاءُ التَّمْرِ بِالنَّفَرِ لِرُؤُوسِ النَّخْلِ)).

۲۱۸۷ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ كَفَى عَنِ الْمُحَالَةِ وَالْمُزَاجَةِ)).

۲۱۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابَتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَفَى أَرْجَحَنِ لِصَاحِبِ الْغَرِبَةِ أَنْ يَبْيَعَهَا بِغَرْصِهَا)). [راجح: ۲۱۷۳]

خیرات کا کام ہے۔ اگر عرب میں یہ اجازت نہ دی جاتی تو لوگ کھور یا بیوے کے درخت مکینوں کو شر بنا چھوڑ دیتے۔ اسلئے کہ اکثر لوگ یہ خیال کرتے کہ ہمارے بلغ میں رات بے رات مسکین گھٹتے رہیں گے۔ اور اسکے گھٹنے اور بے موقع آنے سے ہم کو تکلیف ہو گی۔

باب درخت پر پھل، سونے اور چاندی کے بد لے بیچنا

(۲۱۸۹) ہم سے مجین بن سلیمان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن حرثیج نے خردی، انہیں عطاء اور ابو زہیر نے اور انہیں جابر بن عبد اللہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھور کے پکنے سے پکنے بیچنے سے منع کیا ہے اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برا بر بھی درہم و دینار کے سوا کسی اور چیز (سوکھے پھل) کے بد لے نہ بیچنے جائے۔ البتہ عربی کی اجازت دی۔

۸۳- بَابُ بَيْعِ الشَّمْرِ عَلَى رُؤُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

(۲۱۸۹) - حدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرْبِيجَ
عَنْ عَطَاءٍ وَأَبْنِ الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، عَنْ بَيْعِ
الشَّمْرِ حَتَّى يَطْبِقَ، وَلَا يَبْاعَ شَيْءًا مِنْهُ إِلَّا
بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَابِيَا)).

[راجع: ۱۴۷۷]

(۲۱۹۰) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ میں نے امام مالک سے سنا، ان سے عبد اللہ بن ریع نے پوچھا کہ کیا آپ سے داؤد نے سفیان سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ دس یا اس سے کم میں بیع عربی کی اجازت دی ہے؟ تو انہوں نے کما کہ ہاں!

(۲۱۹۰) - حدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ عَنْدُ
الْوَهَابِ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عَنِيْدَ
اللَّهِ بْنِ الرَّبِيعَ: أَخْدَلْتَ دَاؤَدَ عَنْ أَبِيهِ
شَفِيَّاً عَنْ أَبِيهِ هَرْبَرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ بَلِّيَ بَيْعَ الْعَرَابِيَا بِلِّيَ خَمْسَةَ
أَوْ سَبْعَ أَوْ دُوَنَ خَمْسَةَ أَوْ سَبْعَ قَالَ: نَعَمْ).

[طرفة بن : ۲۳۸۲].

الشیخ ایک وسیع سائچہ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع پونے چھ رطل کا۔ جیسا کہ اوپر گزدرا ہے اکثر خیرات اس کے اندر کی جاتی تو آپ نے یہ حد مقرر فرمادی، اب خنیہ کا یہ کہنا کہ عربیا کی حدیث منسخ ہے یا معارض ہے یا مازبد کی حدیث کے، صحیح نہیں کوئی کوئی شخص کے لئے تقدم تاخیر ثابت کرنا ضروری ہے۔ اور معارضہ جب ہوتا کہ مازبد کی نبی کے ساتھ عربیا کا استثناء نہ کیا جاتا۔ جب آخرت ﷺ نے مازبد سے منع فرماتے وقت عربیا کو مستثنیٰ کر دیا تو اب تعارض کہاں رہا۔

خلاف ابن حجر فرماتے ہیں۔ قال ابن المنذر ادعی الكوفيون ان بيع العرابيا منسوخ بنهيه صلی الله علیہ وسلم عن بيع الشمر بالتمر وهذا مردود لأن الذي روی النبی عن بيع الشمر بالتمر هو الذي روی الرخصة في العرابيا فثبتت النبی والرخصة معاملت وروایة سالم الماظبة في الباب الذي قبله تدل على ان الرخصة في بيع العرابيا وقع بعد النبی عن بيع الشمر بالتمر ولفظ عن ابن عمر مرفوعا ولا تبيعا الشمر بالتمر قال وعن زيد بن ثابت انه صلی الله علیہ وسلم رخص بعد ذلك في بيع العربیة وهذا هو الذي يقضيه لفظ الرخصة فانها تكون بعد منع وكل ذلك بقية الاحاديد التي وقع فيها استثناء العرابيا بعد ذكر بيع الشمر بالتمر وقد قدلت ايضاح ذلك (فتح الباري)

یعنی بقول ابن منذر اہل کوفہ کا یہ دعویٰ کہ پیغ عربیا کی اجازت منسوخ ہے اس لئے کہ آخرت پر کی کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلتے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اہل کوفہ کا یہ دعویٰ مردود ہے اس لئے کہ نبی کی روایت کرنے والے راوی ہی نے پیغ عربیا کی رخصت بھی روایت کی ہے۔ پس انہوں نے نبی اور رخصت ہردو کو اپنی اپنی جگہ ثابت رکھا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ سالم کی روایت جو پیغ عربیا کی رخصت میں مذکور ہو چکی ہے وہ پیغ الشمر بالتمر کی نبی کے بعد کی ہے اور ان کے لفاظ ابن عمرؓ سے مرفوعاً یہ ہیں کہ نہ پتو (درخت پر کی) کھجور کو خشک کھجور سے۔ کما کہ زید بن ثابتؓ پتو سے مردی ہے کہ آخرت پتھر کے نام سے بعد پیغ عربیا کی رخصت دے دی، اور یہ رخصت مماغت کے بعد کی ہے۔ اور اسی طرح بقایا احادیث ہیں جن میں پیغ الشمر بالتمر کے بعد پیغ عربیا کی رخصت کا مستثنی ہوتا نہ کہر ہے اور میں (ابن حجر) واضح طور پر پہلے بھی اسے بیان کر چکا ہوں۔

(۲۱۹۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، کما کہ تیجی بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے بشیر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سل بن ابی حتمہؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلتے بیچنے سے منع فرمایا، البتہ عربیہ کی آپؐ نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ پیغ کی جاسکتی ہے کہ عربیہ والے اس کے بدل تازہ کھجور کھائیں۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی، لیکن آخرت پتھر کے نام سے عربیہ کی اجازت دے دی تھی۔ کہ اندازہ کر کے یہ پیغ کی جاسکتی ہے، کھجور ہی کے بدلتے میں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے تیجی سے پوچھا، اس وقت میں ابھی کم عمر تھا کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کرم ﷺ نے عربیہ کی اجازت دی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابرؓ مدنیہ والے ہیں۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ مماغت نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچنے سے آپؐ نے منع فرمایا جب تک ان کی پچٹکی نہ کھل جائے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

تو حدیث آخر مدتہ والوں ہی پر آکر نہری، حاصل یہ ہے کہ تیجی بن سعید اور مکہ والوں کی روایت میں کسی قدر اختلاف ہے۔ تیجی بن سعید نے عربیا کی رخصت میں اندازہ کرنے کی اور عربیا والوں کی تازہ کھجور کھانے کی قید لگائی ہے۔ اور مکہ والوں نے اپنی روایات میں یہ قید بیان نہیں کی۔ بلکہ مطلق عربیہ کو جائز رکھا۔ خیر اندازہ کرنے کی قید تو ایک حافظ نے بیان کی ہے اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن کھانے کی قید محض واقعی ہے نہ احترازی (قطلانی) سفیان بن عبینہ سے ملنے والا کون تھا حافظ کرتے ہیں کہ مجھے اس کا نام

حدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَمْمَةَ: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الشَّمْرِ بِالثَّمْرِ، وَرَخْصَ فِي الْعَرَبِيَّةِ أَذْ تَبَاعُ بِخَرْصِهَا يَا كُلُّهَا أَهْلُهَا رُطْبَا - وَقَالَ سُفِيَّانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلَّا أَنَّ رَخْصَ فِي الْعَرَبِيَّةِ بِيَعْنَاهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَا كُلُّهَا رُطْبَا - قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ. قَالَ سُفِيَّانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غَلَامٌ: إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخْصَ فِي بَيْعِ الْعَرَبِيَّةِ. قَالَ: وَمَا يَذْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ. فَسَكَتَ. قَالَ سُفِيَّانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنْ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَيَّةِ. قَيْلَ لِسُفِيَّانَ: أَلَيْسَ فِيهِ ((نَهَى عَنْ بَيْعِ الشَّمْرِ حَتَّى يَنْدُوا صَلَاحَةً)) قَالَ: لَا. [طرفة في : ۲۳۸۴].

معلوم نہیں ہوا۔

باب عربیہ کی تغیر کا میان

امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی بیٹھا ہاں) اپنے باغ میں دوسرا شخص کو کھجور کا درخت (بہر کے طور پر) دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا چاہا معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ثوٹی ہوئی کھجور کے بد لے میں اپنا درخت (جسے وہ بہر کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لئے رخصت دی گئی ہے۔ اور ابن ادریس (امام شافعی) رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عربیہ جائز نہیں ہو تاگر (پانچ و ستر سے کم میں) سو کھنی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سلیمان بن ابی حمہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ و ستر نے ناپ کر کھجور دی جائے۔ لیکن اسحاق رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں تابع سے بیان کیا اور انہوں نے این عمر بیستا سے بیان کیا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عارٹا دے دے۔ اور زید نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عربیہ کھجور کے اس درخت کو کتے ہیں جو مسکینوں کو لشودے دیا جائے۔ لیکن وہ کھجور کے کپنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سو کھنی کھجوروں کے بدلتے چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بچ سکتے ہیں۔

(۲۱۹۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا کہا کہ ہم کو امام عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے انہیں تابع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربیہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے پیچی جا سکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عربیا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدلتے چریدے۔

۸۴- باب تفسیر القرآن

وَقَالَ مَالِكٌ : الْعَرِيَّةُ أَنْ يَغْرِيَ الرَّجُلَ الرَّجُلَ نَخْلَةً ثُمَّ يَنَادِي بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُخْصَ لَهُ أَنْ يَشْرِنَهَا مِنْهُ بِسَمْرٍ . وَقَالَ ابْنُ إِذْرِيسَ : الْعَرِيَّةُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ السَّمْرِ يَذَبِيدُ ، لَا يَكُونُ بِالْجِزَافِ . وَمِمَّا يَقُولُهُ قَوْلُ سَهْلٍ بْنِ أَبِي حَمْمَةَ بِالْأَوْسَطِ الْمُؤْسَفَةِ .

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : كَانَتِ الْعَرِيَّةُ أَنْ يَغْرِيَ الرَّجُلَ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ . وَقَالَ زَيْنُ الدِّينُ عَنْ سُفْيَانَ بْنَ حُسْنِ : الْعَرِيَّةُ نَحْلٌ كَانَتْ تُوهَبُ لِلْمَسَاكِينِ فَلَا يَسْتَطِعُونَ أَنْ يَتَنَظِّرُوا بِهَا رُخْصَ لَهُمْ أَنْ يَبْيَعُوهَا بِمَا شَاءُوا مِنَ السَّمْرِ .

۲۱۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْهُ اللَّهِ بْنِ الْمَبَارِكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَفْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍ عَنْ زَيْنِ الدِّينِ ثَابِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْعَرِيَّةِ أَنَّ تَبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا) قَالَ مُوسَى بْنُ عَفْبَةَ : وَالْعَرِيَّةِ نَحْلَاتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْرِنَهَا .

لشیخ علامہ شوکانی رضیقہ عربیا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں۔ جمع عربیہ قال فی الفتح وہی فی الاصل عطیہ نمر النخل دون الرقبة کانت العرب فی الجدب نتطوع بذالک علی من لاثمرله کما یتطوع صاحب الشاة او الابل بالمنیحة وہی عطیہ اللین دون الرقبة (نیل) یعنی عربیا عربیہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھبور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریٰ بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مساکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دوڑھ پینے کے لئے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

آگے حضرت علامہ فرماتے ہیں واخراج الامام احمد عن سفیان بن حسین ان العرایا نحل توبہ للمساكین فلا یستطيعون ان یتظاروا بها فرخص لهم ان یبعوها بما شاء وامن التمر. یعنی عربیا ان کھبوروں کو کما جاتا ہے جو مساکین کو عاریٰ بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مساکین کو نکف دستی کی وجہ سے ان کھبوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب جائیں تو کمی کھبوروں سے ان کا تقابلہ کر سکتے ہیں۔ وقال الجوهری هی النخلة التي یعریها صاحبها رجالاً محتاجاً بان يجعل له ثمرها عاماً یعنی جو ہری نے کہا کہ یہ وہ کھبور ہیں جن کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریٰ بخشش سال بھر کے لئے دے دیا کرتے ہیں۔ عربیا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

علامہ شوکانی آخر میں فرماتے ہیں والحاصل ان کل صورۃ من صور العرایا وردبہا حدیث صحیح اویت عن اهل الشرع او اهل اللہ فہی جائزہ لدخولہا تحت مطلق الاذن والتخصیص فی بعض الاحدادیت علی بعض الصور لاينا فی مائبنت فی غيره یعنی یعنی عربیا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لفت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اسلئے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داصل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض سورتوں میں جو بطور نفس وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں۔ جو بعض ان کے غیرے ثابت ہیں۔ یعنی عربیا کے جواز میں اہم پہلو غریباء مساکین کا مغادہ ہے جو اپنی نکف دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے محدود ہیں۔ ان کو فی الحال شکر پر کی ضرورت ہے۔ اس لئے ان کو اس یعنی کے لئے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے جواز یعنی کی تائید کرتی ہے۔

سنہ میں مذکورہ بزرگ حضرت نافع سرجس کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دلیل تھے اور اکابر تابعین سے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث کی ساعت کی ہے۔ ان سے بہت سے لوگوں نے جن میں زہری اور امام مالک بھی ہیں۔ روایت کی ہے۔ حدیث کے بارے میں شریت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔ نیزان شفہ راویوں میں سے جن کی روایت پر کمل اختاد ہوتا ہے۔ اور جن کی روایت کردہ احادیث پر عمل کیا جاتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کا بڑا حصہ انہی پر موقوف ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نافع کے واسطے سے حدیث سن لیتا ہوں تو پھر کسی اور راوی سے سننے کے لئے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ نے اس میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

۸۵- بَابُ يَعْنَى الشَّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَتَدْرُو بَابُ پَھْلَوْنَ كَيْ خَتَّلَ مَعْلُومٌ هُونَ سَمَّيَ سَمَّيَ

صلالحہا

سموے کی یعنی پتگی سے پسلے ابن ابی الحی اور ثوری کے نزدیک مطلق باطل ہے۔ بعض نے کما جب کاٹ لینے کی شرط کی جائے باطل ہے ورنہ باطل نہیں۔ امام شافعی اور احمد اور جمیور علماء کا یہی قول ہے۔

۲۱۹۳- وَقَالَ النَّبِيُّ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ: (۲۱۹۳) لیث بن سعد نے ابو زنا و عبد اللہ بن ذکوان سے نقل کیا کہ کان غزوہ بن الزبیر یحدث عن سهفل بن عروہ بن زبیر، بنو حارثہ کے سل بن ابی حمزة النصاری رضی اللہ عنہ سے نقل

کرتے تھے اور وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر کپنے سے پسلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پسلے ہی اس کا گابھا خراب اور کالا ہو گیا اس کو بیماری ہو گئی یہ تو گھر گیا پھل بستہ کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تا کہ قیمت میں کمی کرایں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پسلے ان کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے جب تک شریا نہ طلوں ہو جاتا اور زردی اور سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اس کی روایت علی بن بحر نے بھی کی ہے کہ ہم سے حکام بن سلم نے بیان کیا، ان سے عبسہ نے بیان کیا، ان سے زکریا نے، ان سے ابوالزناد نے، ان سے عروہ نے اور ان سے سل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت نے

قطلانی نے کہا شاید آپ نے پسلے یہ حکم بطریق صلاح اور مشورہ دیا ہو جیسا کہ کالمشورة بیشیر بھا کے لفظ بتا رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد قطعاً منع فرا دیا۔ جیسے این عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں اپنا میوہ پچنگی سے پسلے نہیں بیچتے تھے۔ شریا ایک تارہ ہے جو شروع گرمی میں صح کے وقت لکھتا ہے۔ جاز کے ملک میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے۔ اور پھل میوے پک جاتے ہیں۔

(۲۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پسلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

أَبِي حُمَّةَ الْأَنْصَارِيَّ مَنْ بَنَى حَارَّةَ أَنَّهُ حَدَّهُ عَنْ رَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَّسَاعُونَ الشَّمَارَ فَإِذَا جَذَ النَّاسُ وَحَضَرَ تَفَاضُلُهُمْ قَالَ الْمُتَبَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الشَّمَرَ الدُّمَانَ، أَصَابَةَ مَرَاضٍ، أَصَابَةَ قُشَّامٍ - غَاهَاتٍ يَخْتَجُونَ بِهَا - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا كَثُرَتِ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَإِنَّمَا فَلَّا تَبَاعُوا حَتَّى يَنْدُو صَلَاحَ الشَّمَرِ، كَالْمَشُورَةِ يُشَيِّرُ بِهَا لِكُثْرَةِ خُصُومِهِمْ، وَأَخْرَجَنِي خَارِجَةً بْنَ رَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَنَّ رَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبْيَغِي ثَمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى يَطْلُعَ الْفُرِيَادُ، فَيَبَيِّنَ الْأَصْفَرَ مِنَ الْأَخْمَرِ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ. قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ عَنْ رَكْبَرِيَاءَ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنْ غَزُوةِ عَنْ سَهْلٍ عَنْ رَيْدٍ.

۲۱۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ الشَّمَارِ حَتَّى يَنْدُو صَلَاحَهُ، نَهَى الْأَبْيَانَ وَالْمُتَبَاعَ)).

(۲۱۹۵) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس بن شعبہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کپنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا ہے، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ (حتیٰ تزوہ سے) مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

[راجع: ۱۴۸۸] ۲۱۹۵ - حدثنا ابن مقاتل قال أخبرنا عبد الله قال أخبرنا حميد الطويل عن أنس رضي الله عنه: ((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى أن يتباع شمرة التخل حتى تزهو)) قال أبو عبد الله: يعني حتى تخمر.

تشقق زھوکی تغیریں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ یقال ذہا التخل یزھو اذا ظهرت ثمرته وازھی یزھی اذا احمر او اصفر یعنی جب کھجور کا پھل ظاہر ہو کر پچھلی پر آئے کے لئے سرخ یا زرد ہو جائے تو اس پر ذہا التخل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اس کا موسّم اسازہ کا تمیذن ہے۔ اس میں عرب میں شیاستارہ صح کے وقت نکلنے لگتا ہے۔ الوداود میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مرموی ہے اذا طلع النجم صباحاً رفعت العاشر عن كل بلد ثم سے مراد شیاستارہ ہے یعنی جس موسم میں یہ ستارہ صح کے وقت نکلا شروع ہو جاتا ہے تو وہ موسم اب پھلوں کے کپنے کا آگیا، اور اب پھلوں کے لئے خطرات کا زمانہ ختم ہو گیا۔ والنجم هوالثیر يا وطلوعها يقع في اول فصل الصيف و ذلك عند اشتداد الحر في بلاد الحجاز و ابتداء نضج الشمار و اخرج احمد من طريق عثمان بن سراقة سالت ابن عمر **عن بيع الشمار** فقل نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الشمار حتى تذهب العاشر قلت وما ذاك قال حتى تطلع الشريا (نيل) اس عبارت کا اردو مفہوم وہی ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

(۲۱۹۶) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سلیم بن حیان نے، ان سے سعید بن میٹانے نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا "تشقق" سے پہلے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ تشقق کے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مائل بہ زردی یا بہ سرخی ہونے کو کہتے ہیں کہ اسے کھلایا جائے (پھل کا پختہ ہونا مراد ہے)

۲۱۹۶ - حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى بن سعيد عن سليم بن حيان قال حدثنا سعيد بن ميناء قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: ((نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع الشمرة حتى تشقق)) فقيل: وما تشقق؟ قال: تخمار وتصفار وينوكل منها)). [راجع: ۱۴۸۷]

باب جب تک کھجور پختہ نہ ہواں کا بیچنا منع ہے

(۲۱۹۷) مجذہ سے علی بن ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معلی بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں حمید نے خبر دی اور ان سے انس بن مالک بن شعبہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور کھجور کے باع کو "زہو" سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا، آپ سے پوچھا گیا کہ زہو کے

۸۶ - باب بيع التخل قبل أن يندو صلاحها

۲۱۹۷ - حدثني علي بن الهيثم قال حدثنا معلى قال حدثنا هشيم قال أخبرنا حميد قال حدثنا أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي أنه ((نهى عن بيع الشمرة حتى يندو صلاحها، وعن التخل

حَتَّىٰ يَزْفُوْ. قَبِيلٌ وَمَا يَزْفُوْ؟ قَالَ : يَخْتَارٌ
أَوْ يَصْنَافُ؟) [راجح: ۱۴۸۸] .
كَتَتْ هِيْنَ تَوَآپَ نَے جَوَابَ دِيَامَائِلَ بِهِ سَرْفِيْ يَا مَائِلَ بِهِ زَرْدِيْ ہُونَے کَوْ
كَتَتْ هِيْنَ -

گُولَالْفَلَاظُ زَهْوَ خَاصٌ كَمْبُورَ كَمْبُورَ كَمْبُورَ كَمْبُورَ كَمْبُورَ كَمْبُورَ كَمْبُورَ
کَمْبُورَ کَمْبُورَ

۸۷- بَابُ إِذَا بَاعَ النَّمَارَ قَبْلَ أَنْ
يَنْدُوْ صَلَاحُهَا ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةً فَهُوَ
بَابُ أَكْرَسِيْ نَے پَختَهُ ہُونَے سَنَے پَلَے ہِيْ بَچَلَ بَيْعَ
بَهْرَانَ پَرْ كَوَيْ آفَتْ آئَيْ توَهْ نَقْصَانَ بَيْعَنَے وَالَّهُ
كُوبَهْرَنَابَرَضَے گَا

منَ الْبَاعِ

لَشَنْجَمْ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا ذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میوه کی بیع پختگی سے پسلے صحیح تو ہو جاتی ہے، مگر اس کا ضمان بالائے پر رہے گا۔ مشتری کی کل رقم اس کو بھرنی ہو گی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ جمع البخاری فی هذه الترجمة الى صحة البيع و ان لم يبد صلاحه لكته جعله قبل الصلاح من ضمن المبالغ و مقتضاه انه اذا لم يفسد فالبيع صحيح وهو في ذلك متابيع للزهرى كما اورد له عنه في اخر الباب (فتح) یعنی اس باب سے امام بخاری کا رجحان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھلوں کی پختگی سے قبل بھی بیع کی صحت کے قائل ہیں۔ مگر انہوں نے اس بارے میں یہ شرط قائم کی ہے کہ اس کے نقصان کا ذمہ دار بیعنے والا ہے اگر کوئی نقصان نہ ہوا، اور فعل صحیح سلامت تیار ہو گئی تو بیع صحیح ہو گی، اور فعل خراب ہونے کی صورت میں نقصان بیعنے والا کو بھگتنا ہو گا۔ اس بارے میں آپ نے امام زہری سے متابعت کی ہے جیسا کہ آخر باب میں ان سے نقل بھی فرمایا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود بہترینی ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پسلے سودا نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں بہت مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن احادیث میں مماتحت آئی ہے ان کو اسی احتیاط پر محمول کرنا ہے۔ اور یہاں امام بخاری کا رجحان جس جواز پر ہے وہ مشروط ہے۔ اس لئے ہر دو قسم کی روایتوں میں تقطیق ظاہر ہے۔ ”زہو“ کی تغیر خود حدیث میں موجود ہے۔ پسلے اس کا بیان ہو یہیں کیا ہے۔

۲۱۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ (۲۱۹۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک بھجو نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو ”زہو“ سے پسلے بیعنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہو کے کتے ہیں تو جواب دیا کہ سرغ ہونے کو۔ پھر آخر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم جاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلتے لو گے؟

(۲۱۹۹) لیث نے کہا کہ مجھ سے یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شاہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے اگر بخت ہونے سے پسلے ہی (درخت پر) پھل خریدے، پھر ان پر کوئی آفت آگئی تو جتنا نقصان ہوا، وہ سب اصل مالک کو بھرنابڑے گا۔ مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

الله عنہ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ : ((لَوْ أَنْ رَجَلًا ابْتَاعَ ثَعَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوْ صَلَاحُهُ ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةً كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ۔ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَمَّرٍ رَضِيَ اللَّهُ

عمنا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پختہ ہونے سے پہلے بچلوں کو نہ نپو، اور نہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو نٹی ہوئی کھجور کے بدلتے میں نپو۔

باب انج اوہار (ایک مدت مقرر کر کے) خریدنا

(۲۲۰۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعشش نے بیان کیا، کما کہ ہم نے ابراہیم کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کما کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہم سے اسود کے واسطے سے بیان کیا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقررہ مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غله خریداً، اور اپنی زرہ اس کے یہاں گروی رکھی تھی۔

متعدد باب یہ ہے کہ غله بوقت ضرورت ادھار بھی خریدا جا سکتا ہے۔ اور ضرورت لاحق ہو تو اس قرض کے سلسلہ میں اپنی
لشیخ کسی بھی چیز کو گروی رکھنا بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کے دنیاوی معاملات غیر مسلموں سے بھی کئے جاسکتے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غله ادھار حاصل فرمایا۔ اور آپ پر خوب واضح تھا کہ یہودیوں کے ہاں ہر قسم کے معاملات ہوتے ہیں۔ ان حالات میں بھی آپ نے ان سے غله ادھار لیا اور ان کے طمینان مزید کے لئے اپنی زرہ مبارک کو اس یہودی کے ہاں گروی رکھ دیا۔

سند میں مذکورہ راوی حضرت اعشش رضی اللہ عنہ سلیمان بن مهران کالمی اسدی ہیں۔ بو کالل ایک شاخ بن اسد خریسہ کی ہے۔ یہ ۴۰۵ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور کسی نے ان کو اٹھا کر کوفہ میں لا کر فروخت کر دیا تو بنی کالل کے کسی بزرگ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ علم حدیث و قرأت کے مشهور ائمہ میں سے ہیں اہل کوفہ کی روایات کا زیادہ مدار ان پر ہی ہے۔ ۱۳۸ھ میں وفات پائی۔ مخفی۔ نیز حضرت اسود بھی مشورہ تابعی ہیں جو ابن ہلال حاربی سے مشہور ہیں۔ عمرو بن معاذ اور حبیت عبد اللہ بن مسعود بن عثیمین سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے زہری نے روایت کی ہے۔ ۸۲۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعة۔ آمين۔

باب اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلتے میں اچھی کھجور

لینا چاہے

خیزِ منہ

(۲۲۰۲) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، انہوں نے کما ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالجید بن سل بن عبد الرحمن نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عنهما آن رَسُولُ اللَّهِ قَالَ : ((لَا تَبَايِعُوا الْمُرْحَنَى يَنْدُوَا صَلَاحَهَا، وَلَا تَبِغُوا الظُّلَمَ بِالظُّلَمِ)). [راجع: ۱۴۶]

۸۸- باب شراء الطعام إلى أجل

۲۲۰- حَدَّثَنَا غَمْرَةُ بْنُ حَفْصَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

شِيَّاثَ بْنِ حَدَّثَنَا أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ

قَالَ : ((ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي

السَّلْفِ فَقَالَ : لَا يَأْسَ بِهِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ

الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا آنَ

رَسُولُ اللَّهِ اشترى طَعَاماً مِنْ يَهُودِيَ

إِلَى أَجَلٍ فَرَهَنَهُ دِرْعَةً)). [راجع: ۲۰۶۸]

۲۲۰۲، ۲۲۰۹- حَدَّثَنَا قَبَّيَةُ عَنْ مَالِكٍ

عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِيهِ

سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِيهِ هَرْبِيَّةِ رَضِيَ

و سلم نے خبر میں ایک شخص کو تحصیل دار بنا لیا۔ وہ صاحب ایک عمرہ قسم کی کھجور لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خبر کی تمام کھجور، اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا کھجوروں کے) و صاع دے کر خریدتے ہیں۔ اور دو صاع تین صاع کے بدله میں لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ البتہ گھٹیا کھجور کو پسلے پنج کران پیسوں سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

اللہ عنہما: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَسْتَغْفِلُ
رَجُلًا عَلَى حَيْثِيرَ، فَجَاءَهُ بَعْضُ جَنِينِ،
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: أَكَلَ تَمْرَ حَيْثِيرَ
مَكَدًا؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَا
لَنَا خَذْ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعِينِ
وَالصَّاعِينِ بِالْقَلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: لَا تَفْعَلُ، بِعِ الْجَمْعِ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْنِ
بِالدَّارِهِمِ جَنِينًا)).

[اطرافہ فی: ۲۳۰۲، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۷]

. [۷۳۵۱]

تشریح اس صورت میں بیان سے محفوظ رہے گا۔ ایسا ہی سونے کے بدلتے میں دوسرا سونا کم و بیش لینے کی ضرورت ہے، تو پہلے سونے کو روپوں یا اسباب کے بدلتے ہیں۔ پھر روپوں یا اسباب کے عوض دوسرا سونا لے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ وہی الحدیث جواز اختیار طبق۔ الطعام و جواز الوکالة فی البيع و غيره و فیه ان البيوع الفاسدة ترد المخالفة۔ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے غلہ کو پسند کرنا جائز ہے۔ اور پنج وغیرہ میں وکالت درست ہے اور یہ بھی کہ پنج فاسد کو رد کیا جاسکتا ہے۔ اس حدیث میں خبر کا ذکر آیا ہے جو یہودیوں کی ایک بستی مدینہ شریف سے شمال مشرق میں تین چار منزل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس مقام پر مدینہ کے یہودی قبائل کو ان کی مسلسل غداریوں اور فتنہ اگینزیوں کی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ اور یہاں آنے کے بعد وہ دوسرے یہودیوں کو ساتھ لے کر ہر وقت اسلام کے استیصال کے لئے تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اس طرح خبر عام اشتغال اور فسادات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کی ان غلط در غلط کوششوں کو پالاں کرنے اور وہاں قیام امن کے لئے آنحضرت ﷺ نے حرم ۷۶ھ میں چودہ سو جال ثمار صحابہ کرام کے ہمراہ سفر فرمایا۔ یہود خبر نے یہ اطلاع پا کر جملہ اقوام عرب کی طرف امداد کے لئے اپنے قاصد و سراء دوڑائے مگر صرف بنی فوارہ ان کی امداد کے نام سے آئے۔ وہ بھی موقع پا کر مسلمانوں کے اوپنیوں کے گلے لوٹ کر واپس بھاگ گئے اور یہود تھارہ گئے۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی، آخر اللہ پاک نے اپنے پچ سو رسول ﷺ کو پنج بین عطا فرمائی۔ اور یہودیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اطراف میں بھی یہودیوں کے مختلف مواضع تھے۔ وطبعاً سلامہ ندک وغیرہ وغیرہ، ان کے باشندوں نے خود خود اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے حوالہ کر دیا اور معانی کے خواتین گار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے نہایت فیاضی سے سب کو معانی دے دی ان کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی دست اندازی نہیں کی گئی۔ ان کو پوری نہیں آزادی بھی دے دی گئی۔ اور زمین کی نصف پیداوار پر ان کی خانقلت کا ذمہ اٹھایا گیا، اور وہاں سے غلہ کی وصولی کے لئے ایک شخص کو تحصیل دار مقرر کیا گیا۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے اور یہ پنج کا معاملہ بھی اس تحصیلدار صاحب سے متعلق ہے۔ مزید تحصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

۹۰۔ بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أَبْرَتْ، بَابُ جَسْ نَے نَيْوَنْدَ لَگَائی ہوئی کھجوریں یا کھیتی کھڑی ہوئی

اوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً، اوْ بِإِجَارَةٍ زمین پیچی یا ٹھیکہ پر دی تو میوه اور انانچ بالع کا ہو گا

(۲۲۰۳) ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا، انسیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے اب ابی ملکہ سے تھا، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام مانع سے خبر دیتے تھے کہ جو بھی سمجھور کا درخت پوند لگانے کے بعد بچا جائے اور یعنی وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے پوند لگایا ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ مانع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

۲۲۰۴ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ حُرَيْبٍ جَرْجِيجَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبْنَ أَبِي مُلَكَةَ يَحْبِرَ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبْنِ عَمْرٍ : ((أَنَّ أَيْمَانَ نَخْلٍ بَيْعَتْ فَذَ أَبْرَتْ لَمْ يَذْكُرْ الشَّمْرَ فَالشَّمْرُ لِلَّذِي أَبْرَاهَا، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ، سَمِيَ لَهُ نَافِعٌ هَوْلَاءُ النَّالَّاتِ)).

[اطرافہ فی: ۲۲۰۴، ۲۲۰۶، ۲۳۷۹]

[۲۷۱۶]

یعنی اگر ایک غلام بچا جائے اور اس کے باس مال ہو تو وہ مال بائع ہی کا ہو گا۔ اسی طرح لوڈی اگر کبے تو اس کا پچھہ جو پیدا ہو چکا ہو وہ بائع ہی کا ہو گا۔ بیٹ کا پچھہ مشتری کا ہو گا لیکن اگر خریدار پہلے ہی ان پھلوں یا لوڈی غلام سے متعلق چیزوں کے لینے کی شرط پر سودا کرے اور وہ مالک اس پر راضی بھی ہو جائے تو پھر وہ پھل یا لوڈی غلاموں کی وہ جملہ اشیاء اسی خریدار کی ہوں گی۔ شریعت کا فتحاء یہ ہے کہ لین دین کے معاملات میں فریقین کا باہمی طور پر جملہ تفصیلات طے کر لیتا اور دونوں طرف سے ان کا محفوظ کر لینا ضروری ہے۔ اگر چل کر کوئی جھڑا فساد پیدا نہ ہو۔

(۲۲۰۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انسیں مانع نے، انسیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی نے سمجھور کے ایسے درخت پیچے ہوں جن کو پوند نہ کیا جاچکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ البتہ اگر خریدار نے والے نے شرط لگادی ہو۔ (کہ پھل سمیت سودا ہو رہا ہے تو پھل بھی خریدار کی ملکیت میں آجائیں گے)

[راجح: ۲۲۰۴] حدیث میں لفظ غلام بھی آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام پیچے تو اس وقت ہتھا مال غلام کے پاس ہو۔ لشیخ اصل مالک ہی کا سمجھا جائے گا اور وہ خریدار نے والے کو صرف خالی خدم نہیں کیا۔ ہیں اگر خریدار یہ شرط کر لے کہ میں غلام کو اس کے جملہ الملاک سمیت خریدتا ہوں تو پھر جملہ الملاک خریدار کے ہوں گے۔ یہ آئین کی محلہ داری پر موقوف ہے۔ ارض مزروعہ کی بیع کے لئے بھی یہی اصول ہے۔ حافظ فرماتے ہیں وہا کہ عدد اطلاق بیع التخل من هب و هر جن للعمرة فان شرطها المشتری بان قال اشتريت النخل بشرطها كانت للمشتري و ان هر عطها البائع لنفسه قبل العاير كانت له یعنی یہ مطلبه خریدار پر موقوف ہے اگر اس نے پھلوں سمیت کی شرط پر سودا کیا ہے تو پھل اسے میں گے اور اگر بائع نے اپنے لئے ان پھلوں کی شرط دی ہے تو بائع کا حق ہو گا۔

اس حدیث سے پھلوں کا پوند نہیں بنتا بھی چائز ثابت ہوں جس میں ماہرین فن زردرختوں کی شاخ کاٹ کر مارہ درخند کی شاخ کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور قدرت خداوندی سے وہ ہر دو شاخیں مل جاتی ہیں۔ پھر وہ پوند نہیں درخت بکھرت پھل دینے لگت ہے۔

آج کل اس فن نے بہت کافی ترقی کی ہے۔ اور اب تو تجویزات جدیدہ نے صرف درختوں بلکہ غلہ جات تک کے پوروں میں اس عمل سے کامیابی حاصل کی ہے حتیٰ کہ اعضاۓ حیوانات پر یہ تجویزات کے جارہے ہیں۔

۹۱- بَابُ بَيْعِ الرِّزْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلَاءُ
بابِ کھتی کا انچ جو ابھی درختوں پر ہوماپ کی رو سے غلہ
کے عوض بیچنا

(۳۳۰۵) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا،
ان سے ٹاف نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، مگر نبی کرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے مراہد سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو، اگر وہ کھجور ہیں
تو نوٹی ہوئی کھجور کے بد لے ناپ کر بچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے
خک انگور کے بد لے ناپ کر بچا جائے۔ اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر
غلہ کے بد لے بچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے
منع فرمایا۔

٢٤٥ - حَدَّثَنَا قَتْبِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَثْعَابِيُّ
عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَةِ))
أَن يَبْيَعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِن كَانَ تَخْلُاً بِتَمَرٍ
كَيْلًا ، وَإِن كَانَ كَرْنَمًا أَن يَبْيَعَهُ بِزَبَنِيَّبِ
كَيْلًا ، أَوْ كَانَ رَزْغًا أَن يَبْيَعَهُ بِكَيلِ طَقَامٍ.
وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلَّهُ)) [رَاجِع: ٢١٧١]

لشیعت حافظ فرماتے ہیں۔ اجمع العلماء علی اہل لا یجوز بیع الرزق قبل ان یقطع بالطعام لانہ بیع مجھوں بمعلوم و اما بیع رطب ذالک بیابسے بعد القطع و امکان المماطلة فالجمهور لا یجزون بیع لشئی من ذالک یعنی اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھینچ کو اس کے کاشٹے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ جھوول چیز کی بیع ہے۔ اس میں ہر دو کے لئے نقصان کا اختلال ہے۔ ایسے ہی تراکاشٹے کے بعد خلک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کرتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہردو مخالفات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ اپنے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔

۹۷۔ بابِ یقین، النخل بِأَصْلِهِ پاپ کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بچنا

(۲۲۰۷) ہم سے قتبہ بن سعید نے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹھ نے بیان کیا، ان سے تلفع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر فیض نے کہ نبی کشم ملہیم نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی سمجھو کے درخت کو پیوندی بنا لیا۔ پھر اس درخت ہی کو نیچ دیا تو (اس موسم کا پھل) اسی کا ہو گا جس نے پیوندی کیا ہے۔ لیکن اگر خریدار نے چھلوٹ کی بھی شرط لگا دی اے۔ (توہ امر دیگر سے)

٤٢٠٦ - حَدَّثَنَا أَبْيَهُ بْنُ سَعْدِهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَئْتُونِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ السَّيِّدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّمَا أَفْرَى، أَبْرَرَ نَخْلَةً ثُمَّ بَاعَ أَصْنَلَهَا فَلَلَّهُ بِهِ أَبْرَرٌ ثُمَّ تَرَكَ النَّخْلَةَ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبَتَاغُ)). [رَاجِع: ٤٢٠٣]

معلوم ہوا کہ یہاں بھی معاملہ خریدار پر موقوف ہے۔ اگر اس نے کوئی شرط لٹا کر وہ بیع کی ہے تو وہ شرط تلفظ ہو گی اور اگر بغیر شرط سودا ہوا ہے تو اس موسم کا پہلی پلے مالک ہی کا ہو گا۔ جس تھے ان درختوں کو پورپندی کیا ہے۔ حدیث سے درخت کا اصل جڑ سپت پینچھا ٹابت ہوا۔

پاپ بیع مخاضرہ کا بیان

٩٣ - بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضِرَةِ

میہد یا اتھج پکنے سے پہلے بچنا، کچے پن کی حالت میں جب وہ بزر ہوا ہی کوئی غاضہ کرنے ہے۔

(۲۲۰۷) ہم سے اسحاق بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمر بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفہ، مخاضرہ، ملامسہ، متابذہ اور مزابدہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۰۷ - حدیثی إسحاق بن وہب قال : حدیثی أبی قاتل عَمَرُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : حدیثی أبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : ((نَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، عَنِ الْمُخَالَقَةِ وَالْمُخَاضِرَةِ وَالْمُلَامِسَةِ وَالْمُتَبَذِّذَةِ وَالْمُزَابِدَةِ)).

حافظ فرماتے ہیں۔ والمراد بیع الفمارو الحبوب قبل ان یہدو صلاحہا یعنی غاضہ کے سنبھلنے سے پہلے یہ فعل کو کہیت میں بچنا ہے اور یہ ناجائز ہے مخالفہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر وارده اصطلاحات کے معانی ان کے مقولات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

(۲۲۰۸) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن طبلہ نے کہ نبی کرم نے درخت کی کھجور کو زہو سے پہلے نوٹی ہوئی کھجور کے بد لے بینچے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بد لے اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لئے حلال کرو گے۔

۲۲۰۸ - حدیث فتنۃ قاتل حدیث فتنۃ قاتل

إسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَا عَنِ بَيْعِ ثَمَرٍ بِالشَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ. فَقَلَّا لِأَنْسٍ : مَا زَهُوْهَا؟ قَالَ : تَخْمَرُ وَتَصْنَفُ)).

أَرَأَيْتَ إِنْ مَعَ اللَّهِ الشَّرْمَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِينَكَ)). [راجع: ۱۴۸۸]

لشیخ حدیث اپنے معانی میں زیاد تشریع کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لئے نقصان ہونے کا احتیال ہو، شریعت کی نہادوں میں ناپسندیدہ ہے۔ ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسم کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع یعنی کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض وفعہ گھٹا بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ ایک کوئی چیز نہیں۔ آجکل ریس وغیرہ کی مخلوقوں میں جو وہندے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے پیا کچا بلاغ کسی بھائی کو بیچ دا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں بلاغ پھل نہ لاسکا۔ آفت زدہ ہو گیا۔ یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لئے کس جنس کے عوض حلال ہو گی۔ پھر ایسا سودا ہی نہ کرو۔

باب کھجور کا گام جھانی پچنا یا کھانا

(جو سفید سفید اندر سے لکھا ہے)

(۲۲۰۹) ہم سے ابوالولید هشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے، ان سے مجاهد نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر نے کہ میں رسول کرم ﷺ کی خدمت

۲۲۰۹ - حدیث أبو الوليد هشام بن عبد الملک قاتل حدیث أبو عوانة عن أبي بشر عن مجاهد عن ابن عمر رضي الله عنهما

میں حاضر تھا۔ آپؐ کبھوڑ کا گنجائی کھارہ ہے تھے۔ اسی وقت میں آپؐ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مرد مومن کی مثال ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہی یہ کبھوڑ کا درخت ہے۔ لیکن حاضرین میں میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لئے بطور ادب میں چپ رہا) پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کبھوڑ کا درخت ہے۔

یہ حدیث پسلے پارے کتاب الحلم میں بھی گذر چکی ہے۔ اور جب کھانا درست ہوا تو اس کا بیچنا بھی درست ہو گا۔ پس ترجمہ باب کل آیا۔ بعض نے کہا کہ کبھوڑ کے درخت پر گوند کل آتا تھا جو چبی کی طرح سفید ہوتا تھا۔ وہ کھلایا جاتا تھا۔ مگر اس گوند کے لئے کے بعد وہ درخت پھل نہیں دیتا تھا۔

باب خرید و فروخت اور اجارے میں ہر ملک کے دستور کے موافق

حکم دیا جائے گا اسی طرح مال اور تول اور دوسرے کاموں میں ان کی نیت اور رسم و رواج کے موافق اور قاضی شریع نے سوت بیچنے والوں سے کہا ہے تم لوگوں کا رواج ہے اسی کے موافق، حکم دیا جائے گا۔ اور عبدالوہاب نے ایوب سے روایت کی، انہوں نے محمد بن سیرن سے کہ دس کامل گیارہ میں بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جو خرچہ پڑا ہے اس پر بھی کسی نفع لے۔ اور آخرحضرت ﷺ نے ہندہ (ابوسفیان کی عورت) سے فرمایا، تو اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ دستور کے موافق کل لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی محتاج ہو وہ (شیم کے مال میں سے) نیک نیت کے ساتھ کمالے۔ اور امام حسن بصریؓ نے عبد اللہ بن مرواد سے گدھا کرنے پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ دو دانت ہے (ایک دانت درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ ایک ضرورت پر آپؐ آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہتے۔ اس مرتبہ آپؐ اس پر کرایہ مقرر کئے بغیر سوار ہوئے۔ اور ان کے پاس آدھا درہم بیچج دیا۔

ملک کی ملک میں سورپہیز بھر کا یہ مروج ہے تو جس نے سیر بھر غلہ بیچا، اس کو اسی یہ سے دینا ہو گا۔ اسی طرح ملک میں جس روپے پسیے کا رواج ہے اگر عقد میں دوسرے سکہ کی شرط نہ ہو تو ہی رائج سکہ مراد ہو گا۔ الخفی جہاں جیسا دستور ہے اسی دستور کے

عنهما فَقَالَ: ((كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَاكُلُ جَمَارًا، فَقَالَ: ((مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ)), فَأَرْذَلَ أَنَّ الْقَوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا آتَى أَخْدَهُمْ، قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)). [راجع: ۶۱]

٩٥ - بَابُ مَنْ أَخْرَى أَمْرَ الأَمْصَارِ
عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بِنَهْمٍ فِي الْبَيْوِعِ
وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكَافَلِ وَالْأَوْزَنِ وَسُنْتَهِمْ
عَلَى بَيْانِهِمْ وَمَدَاهِيهِمْ الْمَشْهُورَةِ وَقَالَ
شَرِيفُ لِلْغَزَالِينَ: سُتَّكُمْ بِيَنْكُمْ رِبْخَا.
وَقَالَ عَنْدُ الْوَهَابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ:
لَا بُأْسَ الْعُشَرَةُ بِأَحَدٍ وَيَأْخُذُ لِلنَّفْقَةِ رِبْخَا.
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُهَنْدِسِ: ((خُذْ يَمَّا مَا يَكْفِيكَ
وَوَلَدُكَ بِالْمَعْرُوفِ)). وَقَالَ تَعَالَى:
﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾.
وَأَخْتَرِي الْحَسَنَ مِنْ عَنْدِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مُرْدَأَسِ
حَمَارًا فَقَالَ: بِكُمْ؟ قَالَ: بِذَانَقَنِينَ، فَرَكَبَهُ،
ثُمَّ جَاءَ مَرْءَةً أُخْرَى فَقَالَ الْحَمَارُ الْحَمَارُ،
فَرَكَبَهُ وَلَمْ يَشَارِطْهُ فَبَعْثَ إِلَيْهِ بِنَصْفِ
دِرْهَمٍ.

موافق بیع و شراء کی جائے گی۔ دائق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری رض نے دستور موجہ پر عمل کیا کہ ایک گدھے کا کرایہ دو دائق ہوتا ہے۔ ایک دائق اسے زیادہ دے دیا، تاکہ احسان کا اعتراف ہو۔ («هُلْ جَزَاءٌ لِّإِخْسَانٍ إِلَّا إِخْسَانٌ») (الرجمن: ۲۰)

۲۲۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ خَمِيْدِ الطَّوْقَلِ عَنْ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَجَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ)).

[راجح: ۲۱۰۲]

تشییخ اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً یہ کہ پچھنا لگوانا جائز ہے۔ اور وہ حدیث جس میں اس کی ممانعت وارد ہے وہ منسوخ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نوکروں، خادموں، غلاموں سے ان کی طاقت کے موافق خدمت لینی چاہئے۔ اور ان کی مزدوری میں بخل نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ اجرت میں نقدی کے علاوہ اجتناس بھی دینی درست ہیں بشرطیکہ مزدور پند کرے۔ خراج سے یہاں وہ نیکس مراد ہے جو اسکے آقاں سے روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کمی کر دیں۔

۲۲۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مَعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبَا سَفِيَّاً رَجُلًا شَحِيقًا، فَهُلْ عَلَيْيَ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًا؟ قَالَ: ((خَلَدِي أَنْتِ وَبَنُوكِ ما يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ))).

[اطرافہ فی: ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹]

[۷۱۶۱، ۶۶۴۱، ۵۳۷۰، ۵۳۶۴]

[۷۱۸۰]

تشییخ حضرت ہندہ بنت عتبہ زوج ابو سفیان والدہ حضرت معاویہ رض ہیں۔ اس حدیث سے یہوں کے حقوق پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اگر خاوند نان نقدہ نہ دیں یا بچل سے کام لیں تو ان سے وصول کرنے کے لئے ہر جائز راست اختیار کر سکتی ہیں۔ مگر نیک نیت کو محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر محض فساد اور خانہ خرابی میں نظر ہے تو پھر یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۲ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ نَمِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرَقَدَ قَالَ:

(۲۲۱۲) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے این نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبروی (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عثمان بن فرقہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے

ہشام بن عروہ سے نہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عائشہؓ سے نہ اپنے زیر پورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے اپنے کو بچائے اور جو فقیر ہو وہ نیک نبی کے ساتھ اس میں سے کھا لے۔ یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق بازیل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی مگر انی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو (اس خدمت کے عوض) یک نبی کے ساتھ اس میں سے کھا سکتے ہیں۔

باب ایک ساجھی اپنا حصہ دوسرے ساجھی

کے ہاتھ پنج سکلتا ہے

(۲۲۱۳) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعت کا حق ہر اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی پھیر دیئے جائیں تو اب شفعت کا حق بقیٰ نہیں رہا۔

سیفیت ہشام بن غزوہ یحذث عن آئینہ آنہ ((سمع عائشة رضي الله عنها تقول: هؤمن كان غبياً فليستعفف وعمن كان فقيراً فليأكل بالمعروف به أنزلت في واليه الْيَتِيمُ الَّذِي يَقِيمُ عَلَيْهِ وَيَصْلُحُ لِي مَالَهِ إِنْ كَانَ فَقِيراً أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ)).

[طرفاہ فی : ۲۷۶۵، ۴۵۷۵].

۹۶- باب نیع الشرینک من شرینکہ

۲۲۱۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الرُّزْاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَغْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشُّفَعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يَقُسِّمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْخُذُوذُ وَصَرُفتِ الظُّرُوفُ فَلَا شُفَعَةَ)).

[اطرافہ فی : ۲۲۱۴، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵]

. ۶۹۷۶، ۲۴۹۶

لشیخ مال سے مراد غیر منقولہ ہے۔ جیسے مکان، زمین، باغ وغیرہ کیوں کہ جانیداد مقولہ میں بلا جایع شفعت نہیں ہے۔ اور عطاہ کا قول شاذ ہے جو کہتے ہیں ہر چیز میں شفعت ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے میں بھی۔ یہ حدیث شافعیہ کے مذهب کی تائید کرتی ہے کہ ہسالیہ کو شفعت کا حق نہیں ہے صرف شریک کو ہے۔ یہاں امام بخاری نے یہ حدیث لا کر باب کا مطلب اس طرح سے تلاکہ کہ جب شریک کو شفعت کا حق ہوا تو وہ دوسرے شریک کا حصہ خرید لے گا۔ پس ایک شریک کا پناہ حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ پنج کرنا بھی جائز ہوا۔ اور یہی ترجمہ باب ہے۔

شفعت اس حق کو کجا جاتا ہے جو کسی پڑوی یا کسی ساجھی کو اپنے دوسرے پڑوی یا ساجھی کی جانیداد میں اس وقت لگتے ہیں جو بتاتے ہے جب تک وہ ساجھی یا پڑوی اپنی اس جانیداد کو فروخت نہ کر دے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ اسی جانیداد کی خرید و فروخت میں حق شفعت رکھنے والا اس کا مجاز ہے کہ جانیداد اگر کسی غیر نے خرید لی ہو تو وہ اس پر دعویٰ کرے اور وہ پنج اول کو فتح کر کر خود اسے خرید لے۔ ایسے معاملات میں اولیت حق شفعت رکھنے والے ہی کو حاصل ہے۔ ہلی اس سلسلہ کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ جن میں سے کہکھ حضرت امام سنن خاری رحلیج نے یہاں احادیث کی روشنی میں بیان بھی کر دی ہیں۔ موجود مuron لاء (ہمارت) میں بھی اسکی بہت سی صورتیں ذکر ہیں۔

باب زمینِ مکان، اسباب کا حصہ اگر تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کا بچنا درست ہے

(۲۲۱۳) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابوالسلہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں شفعت کا حق قائم رکھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حدود قائم ہو گئی ہوں اور راستہ بھی پھیر دیا گیا ہو تو اب شفعت کا حق باقی نہیں رہا۔

ہم سے مسدود نے اور ان سے عبد الواحد نے اسی طرح بیان کیا، اور کہا کہ ہر اس چیز میں (شفعہ ہے) جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت ہشام نے معمر کے واسطے سے کی ہے اور عبد الرزاق نے یہ لفظ کہ کہ ”ہر مال میں“ اس کی روایت عبد الرحمن بن اسحاق نے زہری سے کی ہے۔

باب کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر خریدی پھر وہ بھی راضی ہو گیا تو یہ معاملہ جائز ہے۔

(۲۲۱۵) ہم سے یعقوب بن ابراء یعنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عامش نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ان جریئے نے خبر دی، کہا کہ مجھے مویں بن عقبہ نے خبر دی، انہیں ثانی نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر بن عقبہ نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا، تین غصہ کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پہنہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چنان اورپر سے لڑکی (اوہ اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پہاڑ لئے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کیجی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی ”اے اللہ! میرے مل باپ بہت ہی بورے تھے۔ میں ہاتھ لے جاؤ۔

۹۷ - بَابُ نَيْعَةِ الْأَرْضِ وَالدُّورِ
وَالْمَرْوِضِ مُشَاعَةً غَيْرَ مَقْسُومٍ

۲۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَغْمُرٌ عَنِ
الرُّهْرَيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ : ((فَقَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ
مَالٍ يُفَسَّمٌ فَإِذَا وَقَعَتِ الْخِلْوَةُ
وَصَرَفَتِ الْطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ)).

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهَذَا
وَقَالَ : ((فِي كُلِّ مَا لَمْ يُفَسَّمْ)). تَابَعَهُ
هِشَامٌ عَنْ مَغْمُرٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَاقِ : ((فِي
كُلِّ مَالٍ)) وَ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
إِسْحَاقَ عَنِ الرُّهْرَيِّ. [راجع: ۲۲۱۳]

۹۸ - بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ
بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

۲۲۱۵ - حَدَّثَنَا يَقْوُبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرْجِيجَ
قَالَ : أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عَفْقَةَ عَنْ نَافِعٍ
عَنْ أَبْنِ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ : ((خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمْ
السَّطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ،
فَانْحَطَتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ. قَالَ : فَقَالَ
بَعْضُهُمْ لِغَصِّهِ ادْعُوا اللَّهَ بِالْفَضْلِ عَنِ
عَمَلِنَا. فَقَالَ أَخْدُهُمْ : اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ
لِي أَبُو إِنْ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ

اپنے سعیٰ چاہتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پسلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پیچتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاٹات۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی۔ اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سوچ کے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بنچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رور ہے تھے۔ میں برابر دودھ کا پالا لئے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہ مل مل کر صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا، تو ہمارے لئے اس چنان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو ہتا دے کہ ہم آسان کو تو دیکھ سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی ”اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے بیپا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مددوکی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کام تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سوا اشیٰ نہ دے دو۔ میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور آخر اتنی اشوفی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔ تو وہ بولی، اللہ سے ڈر، اور مر کو تباہ تر طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لئے کیا تھا۔ تو ہمارے لئے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پھر دو تسلی ہٹ گیا۔ تیرے شخص نے دعا کی۔ ”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بودیا (کھینچنے) جب کئی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چروہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی، کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چروہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ملک ہیں۔ اس

فائزگی، ثمْ أجيءَ فَأَخْلُبُ، فَأَجِيءَ
بِالنِّحَلَابِ فَأَتَيْتِ بِهِ أَبُوَيْ فَيَشَرِّبَانِ، ثُمَّ
أَسْتَيْنِ الصَّيْبَةَ وَأَهْلِي وَأَمْرَائِي. اخْبَسْتَ
لِبَلَةَ فَجَعْتَ، فَلَذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ
لَكَرِهْتَ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَالصَّيْبَةَ يَضْنَاغُونَ
عِنْدِ رِجْلِي، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ ذَلِيقَيْ وَذَلِيقَهُمَا
حَتَّى طَلَعَ الْفَغْرُ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ عَنْ فُرْجَةِ
نَرِي مِنْهَا السَّمَاءَ. قَالَ: فَفَرَّجَ عَنْهُمْ.
وَقَالَ الْآخِرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي
كُنْتَ أَحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَاشِدَّ
مَا يُحِبُّ الرِّجْلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ لَا تَنَالَ
ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُنْفِطِهَا مِائَةً دِينَارًا،
فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَدِنْتُ
بَنَنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: أَتَقْ أَللَّهُ وَلَا تَنْفَضِ
الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنَّ
كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ
لِلْأَرْجَحِ عَنْ فُرْجَةِ
الظَّفَنِينِ. وَقَالَ الْآخِرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيزَا بِفِرَقِ مِنْ ذَرَقَةِ
فَاغْتَيْنِي وَأَبِي أَنْ يَأْخُذَ ، فَعَمِدْتُ إِلَى
ذَلِكَ الْفِرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَتْهُ مِنْهُ
بَقْرًا وَرَاعِيَهَا ، ثُمَّ جَاءَ لِقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ
أَغْطِيَنِي حَقِّي ، فَقُلْتُ: اغْلِقْ إِلَى تِلْكَ
الْتَّقْرِ وَرَاعِيَهَا فِيهَا لَكَ. لِقَالَ:
أَسْتَهْزِيَنِي؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِيَ
بِكَ، وَلَكِنْهَا لَكَ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

آنی فَعَلْتُ ذَلِكَ ابِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرَجْ
عَنِّا. فَكَشِيفٌ عَنْهُمْ).
[اطراوه فی: ۲۲۷۲، ۲۲۳۳، ۴۳۶۵، ۵۹۷۴]
نے کما کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا،
واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں
نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو یہاں ہمارے لئے
(اس چٹاں کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا۔ اور وہ
تینوں شخص باہر آگئے۔

لَتَشْرِيقَ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ اس باب میں ہو یہ حدیث لائے۔ اس سے مقصود آخر شخص کا بیان ہے کیونکہ بغیر مالک سے پوچھے
اس جوار کو دوسرے کام میں صرف کیا۔ اور اس سے نفع کمیا، اور بیع کو بھی اس پر قیاس کیا۔ تو بیع فضولی نکاح فضولی کی
طرح صحیح ہے اور مالک کی اجازت پر نافذ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث طویل سے اعمال صالح کو بطور وسیلہ اللہ کے سامنے پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ کہ اصل وسیلہ ایسے ہی اعمال صالح کا ہے۔
اور آیت کریمہ وَابْنُو الْوَسِيلَةِ كَيْمِ مفہوم ہے۔ جو لوگ قبروں، مزاروں اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔
اور ایسے وسائل بعض دفعہ شرکیات کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں چوڑا ہے کہ واقعہ ہے جس سے بچوں پر ظلم کا شہر ہوتا ہے کہ وہ رات بھر بھوکے بلباتے رہے مگر یہ ظلم نہیں ہے۔ یہ
ان کی نیک نیتی تھی کہ وہ پسلے والدین کو پلانا چاہتے تھے۔ اور آیت کریمہ (وَيَنْهَا زَوْجُهُنَّ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَاصَّةً) (الحضر: ۹) کا
ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے جو یہاں مذکور ہے۔ وہنا طریقہ اخیر فی الجواز و هو انه صلی اللہ علیہ وسلم ذکر هذه القصة فی معرض
المدح والثناء علی فاعلها واقرہ علی ذالک و لو كان لا يجوز لیبه یعنی باب کے مضمون مذکورہ کا جواز یوں ہی مثبت ہوا کہ آنحضرت
علیہ السلام نے اس قصہ کو اور اس میں اس مزدور کے متعلق امر و اقد کو بطور مرح و شاذ کر فرمایا۔ اسی سے مضمون باب ثابت ہوا، اگر یہ فعل
ناجاائز ہوتا تو آپ اسے بیان فرمادیتے۔

باب مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

۹۹ - بَابُ الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

حربی کافروں جو اسلامی حکومت سے جنگ برپا کئے ہوئے ہوں اور سلسلہ حرب مابین مطابق قواعد شرعی جاری ہو۔
۲۲۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا
مُعْتَمِرُ بْنُ سَلَيْمانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ بَخْرِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنَا مَعَ النَّبِيِّ
نَّبِيَّهُ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْغَلٌ طَوِيلٌ
بِعِنْمٍ يَسْوُقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَنْعَأُ أَمْ
عَطِيَّةً - أَوْ قَالَ: أَمْ هَبَّةً)) - قَالَ: لَا،
بَلْ بَيْعَةً، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً)).
بکری خریدی:

[طوفانی : ۲۶۱۸، ۵۳۸۲]

لشیخ حافظ فرماتے ہیں:- معاملة الکفار جائز إلا بع ما يستعين به اهل الحرب على المسلمين واختلف العلماء في مبایحة من غالب ماله الحرام وحجة من رخص قوله صلى الله عليه وسلم للمشرك "ابي اام هبة" وفي جواز بيع الکفار والباب ملکه على ما في بيده و جواز قبول الهدية منه (فتح) یعنی کفار سے معاملہ داری کرنا جائز ہے مگر ایسا معاملہ درست نہیں جس سے وہ الہ اسلام کے ساتھ جنگ کرنے میں مدد پا سکیں۔ اور اس حدیث کی رو سے کافر کی بیع کو نافذ نہیں بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اپنے مال میں وہ اسلامی قانون میں مالک ہی نہیں مانا جائے گا۔ اور اس حدیث سے کافر کا ہدیہ قبول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔ یہ جملہ قانونی امور ہیں جن کے لئے اسلام میں ہر ممکن گنجائش رکھی گئی ہے۔ مسلمان جب کہ ساری دنیا میں آباد ہیں، ان کے بست سے لین دین کے معاملات غیر مسلمون کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ان سب کو قانونی صورتوں میں تلایا گیا اور اس سلسلہ میں بست فراخدی سے کام لیا گیا ہے۔ جو اسلام کے دین فطرت اور عالمگیر ذہب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

باب حربی کافر سے غلام لوئڈی خریدنا اور اس کا آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

اور نبی کریم ﷺ نے سلمان فارسی بن بشیر سے فرمایا تھا کہ اپنے (یہودی) مالک سے "مکاتبت" کر لے۔ حالانکہ سلمان بن بشیر اصل میں پسلے ہی سے آزاد تھے۔ لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا کہ بیع دیا۔ اور اس طرح وہ غلام بنا دیے گئے۔ اسی طرح عمار، چہیب اور بلال رجیسٹریم بھی قید کر کے (غلام بنالے گئے تھے اور ان کے مالک مشرک تھے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے رزق میں۔ پھر جن کی روزی زیادہ ہے۔ وہ اپنی لوئڈی غلاموں کو دے کر اپنے برابر نہیں کر دیتے۔ کیا یہ لوگ اللہ کا احسان نہیں مانتے۔"

لشیخ کہ اس نے مختلف حالات کے لوگ پیدا کئے۔ کوئی غلام ہے کوئی بادشاہ، کوئی مادر ہے کوئی حاج، اگر سب برابر اور یکساں ہوتے تو کوئی کسی کا کام کا ہے کو کرتا۔ زندگی دو بھر ہو جاتی۔ پس یہ اختلاف حالات اور تفاوت درجات حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس آیت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ کافر اپنی لوئڈی غلاموں کے مالک ہیں اور ان کی ملک سمجھ ہے کیونکہ ان کی لوئڈی غلاموں کو (منملکت ایمانہم) فرمایا۔ جب ان کی ملک سمجھ ہوئی تو ان سے مول لیتا درست ہو گا۔ (وحیدی)

تکیت اسکو کہتے ہیں کہ غلام مالک کو کچھ روپیہ کتنی قسطوں میں دیا قبول کرے۔ کل روپیہ ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت سلمان بن بشیر کو کافروں نے غلام بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حدیث سلمان بن بشیر میں مزید تفصیل یوں آئی ہے۔ ثم مریب نفر من كلب تاجر فحملوني معهم حتى اذا قدموا وادي الفرزی ظلموني فباعونی من رجل يهودی الحديث یعنی میں فارسی نسل سے متعلق ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک وفعہ بنو کلب کے کچھ سوداگر میرے پاس سے گزرے اور انہوں نے مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لگایا۔ اور آگے پل کر مزید ظلم مجھ پر انہوں نے یہ کیا کہ مجھ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیع کر اس کا غلام بنا دیا۔

حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ علی عینی ہیں۔ مگر ان کو اس لئے غلاموں میں شمار کیا گیا کہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا قریش کی لوڈنیوں میں سے تھیں۔ ان کے شکم سے پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام یا سر نہ ہے۔ قریش نے ان سب کے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کیا۔ یا سر نہ ہے بنی خزود کے حليف تھے۔ منیر تفصیل حالات یہ ہیں کہ حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ عینی ہیں۔ بنی خزود کے آزاد کردہ اور حليف ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ کے والد یا سر نہ ہے کہ میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جن کا نام حارث اور مالک تھا، اپنے جو تھے گم شدہ بھائی کی تلاش میں آئے۔ پھر حارث اور مالک تو اپنے ملک میں کو واپس چلے گئے۔ مگر یا سر کہ میں مقیم ہو گئے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے حليف بن گئے۔ ابو حذیفہ نے ان کا نکاح اپنی باندی سمیہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ جن کے ملنے سے حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ یہ ابتدائی میں اسلام لے آئے تھے۔ اور ان کموروں مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اسلام سے ہٹانے کے لئے بستیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جس سے انہیں اللہ نے مرنے سے بچایا۔ آخرت میں جب ان کی طرف سے گذرتے ہوئے ان کی تکالیف کو دیکھتے تو آپ کا دل بھر آتا۔ آپ ان کے جسم پر اہنادست شفت پھیرتے اور دعا کرتے کہ اے آگ تو عمر پر اسی طرح حصہ اور سلامتی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر ہو گئی تھی۔ یہ مساجرین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدرا اور جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ صفين میں حضرت علی بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۷۳ھ میں جنگ صفين میں شہید ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان عبد اللہ بن جدعان تھی کے آزاد کردہ ہیں۔ کنیت ابو سعید، شرموصل کے باشندے تھے۔ رومنوں نے ان کو بچپن ہی میں قید کر لیا تھا۔ لہذا نشووناروم میں ہوئی۔ رومنوں سے ان کو ایک شخص کلب نامی خرید کر کہ لے آیا۔ جمل ان کو عبد اللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر یہ عبد اللہ بن جدعان ہی کے حليف بن گئے تھے۔ آخرت میں جب دار ارم میں تھے تو عمر بن یاسر نے اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ کہ شریف میں ان کو بھی بست تکلیف دی گئی، لہذا یہ مسٹنے کو بھرت کر گئے۔ ۸۰ھ میں بغیر ۹۰ سال میں دنیا میں انتقال فرمایا۔ اور جنت الواقع میں دفن کئے گئے۔

حضرت بلاں بن یاسر کے والد کا نام بجا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ مشہور معزز صحابی بلکہ مؤذن رسول اللہ میں ہیں۔ یہ بھی مومنین اولین میں سے ہیں۔ مکہ میں سخت تکالیف برداشت کیسی مگر اسلام کا ناشہ نہ اترा، بلکہ اور زیادہ اسلام کا اطمینان کیا۔ تمام غزوتوں نبوی میں شریک رہے۔ ان کو ایسا پہنچانے والا امیہ بن خلف تھا جو بے حد سنگدلی سے ان کو قسم کم کے عذابوں میں جلا کیا کرتا تھا۔ اللہ کی مشیت دیکھتے کہ جنگ بدر میں امیہ بن خلف ملعون، حضرت بلاں بن یاسر کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ عمر کا آخری حصہ شام میں گزارا۔ ۲۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصیرہ میں دفن ہوئے۔ بعض حلب میں انتقال تھاتے اور باب الاربعین میں مدفن ہونا لکھتے ہیں۔ ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تابعین کی ایک کثیر جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

(۷) ۲۲۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ بن یاسر نے کہ نبی کرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابراہیم رضی اللہ عنہ نے سارہ و میتھا کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) بھرت کی تو ایک ایسے شرمنی پسچے جمال ایک بادشاہ رہتا تھا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی

۲۲۱) - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزَّنَادَ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةً، فَدَخَلَ بَهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلَكٌ مِنَ الْمُمْلُوكِ - أَوْ جَهَازٌ مِنَ الْجَاهِيرَةِ. فَقَيْلَ:

خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ پھر جب ابراہیم ﷺ سارہ بنت اخدا کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا، میں تمہیں اپنی بیٹی کہ آیا ہوں۔ خدا کی تھم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے سارہ بنت اخدا کو بادشاہ کے یہاں بھیجا، یا بادشاہ حضرت سارہ بنت اخدا کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت سارہ بنت اخدا و ضوکر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ ”اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم ﷺ) پر ایمان رکھتی ہوں، اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔“ اتنے میں وہ بادشاہ تھرا یا اور اس کا پاؤں زمیں میں دھنس گیا۔ اعرج نے کہا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ بن بشیر نے بیان کیا کہ حضرت سارہ بنت اخدا نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ چنانچہ وہ پھر چھوٹ گیا اور حضرت سارہ بنت اخدا کی طرف بڑھا۔ حضرت سارہ بنت اخدا و ضوکر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں ”اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے شوہر (حضرت ابراہیم ﷺ) کے سوا اور ہر موقع پر میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔“ چنانچہ وہ پھر تھرا یا کامبا اور اس کے پاؤں زمیں میں دھنس گئے۔ عبد الرحمن نے بیان کیا کہ ابو سلمہ نے بیان کیا ابو ہریرہ بن بشیر سے کہ حضرت سارہ بنت اخدا نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ ”اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم (ﷺ) کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (حضرت ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر حضرت سارہ ابراہیم ﷺ کے

دخل ابراہیم باعمرۃ هی من احسن النساء۔ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنَّ يَا إِبْرَاهِيمَ مَنْ هَذِهِ الْأُنْيَاءِ مَلْكُ؟ قَالَ : أَخْنَى. ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبُرُهُمْ أَنِّكِ أَخْنَى، وَاللَّهُ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِكَ وَغَيْرِكَ۔ فَأَرْسَلَ بَهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأْتَ وَتَصَلَّيَ فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ آمِنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسْلِطْ عَلَى الْكَافِرِ فَعُطِّحَتْ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ الْأَغْرِجَ : قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنْ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمْتَنَعَ بِقَالَ هِيَ قَتْلَةَ فَأَرْسَلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأْتَ وَتَصَلَّيَ وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ آمِنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسْلِطْ عَلَى هَذَا الْكَافِرِ فَعُطِّحَ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ - فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنْ يَمْتَنَعَ بِقَالَ هِيَ قَتْلَةَ فَأَرْسَلَ فِي التَّالِيَةِ أُوْزَ في التَّالِيَةِ فَقَالَ : وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتَنِي إِلَيْيَ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَيْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَنْعُظُوهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ إِلَيْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ: أَشْفَعْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيَدَهُ).

۶۹۵۰، ۵۰۸۴]

پاس آئیں اور ان سے کہا کہ دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح
ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوادی۔

لَشْبِحَ زمین کنخان سے مصر کا یہ سفر اس لئے ہوا کہ کنخان ان دونوں سخت قحط سالی کی زمین آگیا تھا۔ حضرت ابراہیم ﷺ مجبوہ ہو کر اپنی بیوی حضرت سارہ بنت خنا اور سختی لوط علیہ السلام اور بھیر بکریوں سیست مصر میں بیٹھ گئے۔ ان دونوں مصر میں فرعون رقیون ناہی حکمرانی کر رہا تھا۔ ابراہیم ﷺ کی بیوی سارہ بنت خنا بے حد حسین تھیں۔ اور وہ بادشاہ ایسی حسین عورتوں کی ججو میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت سارہ بنت خنا کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم ﷺ کی بیوی ظاہر کریں۔ جب فرعون مصر نے حضرت سارہ بنت خنا کے حسن کا چچا ساتھ انہوں نے ان کو بلوا بھیجا اور فعل بد کا ارادہ کیا مگر حضرت سارہ بنت خنا کی بد دعا سے وہ برائی پر قادر نہ ہو سکا۔ بلکہ زمین میں غرق ہونے لگا۔ آخر اس کے دل پر ان کی عظمت نقش ہو گئی اور حضرت ابراہیم ﷺ سے مخالف مانگی اور حضرت سارہ بنت خنا کو داپس کر دیا اور اپنے خلوص اور عقیدت کے اطمینان میں اپنی بیٹی ہاجرہ بنت خنا کو ان کی نذر کر دیا تاکہ وہ سارہ بنت خنا جیسی خدا ریبدہ خاتون کی خدمت میں زہ کر تعلیم اور تربیت حاصل کرے اور کسی وقت اس کو حضرت ابراہیم ﷺ جیسے بی کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہو۔ یہودیوں کی کتاب بریثیث لیا میں ذکر ہے کہ ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ ایسا یہ طبری، خیس اور قسطلانی نے ذکر کیا ہے مگر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ بعض بد باطن یہود کی حادسہ تحریرات میں ان کو لوئنڈی کہا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے ان تحریروں سے متاثر ہو کر اس حدیث میں واردہ لفظ "ولیدہ" کا ترجمہ لوئنڈی کر دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کی اصطلاح عام میں غلام اور لوئنڈی کے لئے ملک بیین کا لفظ ہے جیسا کہ آیت قرآنی وما ملکت ایمانکم سے ظاہر ہے لفظ عرب میں جاریہ اور ولیدہ کے الفاظ عام لڑکی کے معنوں میں آتے ہیں۔ عربی کی باتیل میں سب جگہ حضرت ہاجرہ کے واسطے جاریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے انگریزی باتیل میں سب مقامات پر مید کا لفظ ہے جس کے معنی وہی ہیں جو "جاریہ" اور "ولیدہ" کے ہیں یعنی لڑکی۔

ابی سلمہ راحیق جو ایک یہودی عالم ہیں وہ پیدائش ۱۲۔ ۱ میں لکھتے ہیں کہ جب فرعون مصر نے بی کی کرامتوں کو جو سارہ کی وجہ سے ظاہر ہوئیں، دیکھا تو اس نے کہا کہ بہتر ہے میری بیٹی اس کے گھر میں خاومہ ہو کر رہے وہ اس سے بہتر ہو گی کہ کسی دوسرے گھر میں وہ ملکہ بن کر رہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے ابراہیمی گھرانے میں پوری تربیت حاصل کی اور پچاسی سال کی عمر میں جب کہ آپ اولاد سے مایوس ہو رہے تھے حضرت سارہ نے ان سے خود کہا کہ ہاجرہ سے شادی کرو لشاید اللہ پاک ان ہی کے ذریعہ تم کو اولاد عطا کرے چنانچہ ایسا یہ ہوا کہ شادی کے بعد حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں اور ان کو خواب میں فرشتہ نے بشارت دی کہ تو ایک بیٹا بننے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ عربی ہو گا اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بودو باش کرے گا۔ (تورات پیدائش ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۲)

خداؤند نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی دیکھو میں اس کو برکت دوں گا اور اسے آبرو مند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (تورات پیدائش ۱۵۔ ۱۵۔ ۱۷۔ ۲۰)

حضرت ابراہیم کی چھیاں سال کی عمر تھی کہ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل کے حق میں یہ بشارت توراة سفر گنوں باب کے ادرس ۲۰ میں موجود ہے۔

یہودیوں نے حضرت ہاجرہ بنت خنا کے لوئنڈی ہونے پر حضرت سارہ بنت خنا کے اس قول سے دلیل لی ہے جو توراة میں مذکور ہے کہ جب حضرت سارہ بنت خنا حضرت ہاجرہ بنت خنا سے ناراض ہو گئیں تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کسیں حضرت ہاجرہ کا فرزند اسماعیل ﷺ ان کے فرزند اسحاق ﷺ کے ساتھ ابراہیمی ترک کاوارث نہ بن جائے یہ کہا کہ اس لوئنڈی کو اور اس کے بچے کو یہاں سے نکال دے۔ یہ

لطف حضرت سارہ بیٹھنے نکلی کے طور پر استعمال کیا تھا ورنہ ان کو معلوم تھا کہ شریعت ابراہیم میں لوہنڈی غلام مالک کے ترک میں وارث نہیں ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ہاجرہ بیٹھنے واقعی لوہنڈی ہوتی تو حضرت سارہ بیٹھنے اسکی غلط بیانی کیوں کرتی جب کہ وہ ابراہیم شریعت کے احکامات سے پورے طور پر واقف تھیں۔

پس خود تورات کے اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت ہاجرہ بیٹھنے لوہنڈی نہ تھی بلکہ آزاد تھی۔ اسی لئے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے کے وارث ہونے کا خطرہ ہوا اور ان کو دور کرنے کا مطالبہ کیا۔ خلاصہ یہی ہے کہ حضرت ہاجرہ ملیما السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی ہے بطور خادمہ تعلیم و تربیت حاصل کر کے حرم نبوت میں بیوی بنانے کے لئے حضرت سارہ بیٹھنے کے حوالہ کیا گیا تھا۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے معتقدہ باب میں جس کے تحت یہ حدیث آئی ہے کہنی باتیں مخطوط کی گئی ہیں جس کی تشریع علامہ قطلانی یوں فرماتے ہیں۔ اجر بہمزة ممنودہ بدل الہاء و جسم مفتوحة فراء و کان ابو آجر من ملوک القبط لستنی آجر بہمزة ممنودہ کے ساتھ ہا کے بدله میں ہے اور جسم مفتودہ کے بعد را ہے۔ اور آجر کا باپ فرعون مصر بقطی بادشاہوں میں سے تھا، میں علامہ قطلانی نے صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ حضرت ہاجرہ فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ ولیدہ کی تحقیق میں آپ فرماتے ہیں۔ والولیدہ الجاریہ للخدمۃ سواء كانت کبیرۃ او صغیرۃ و فی الاصل الولید لطفل والانثی ولیدہ والجمع ولا ند والمراد بها آجر المذکورہ یعنی لطف ولیدہ لڑکی پر بولا جاتا ہے جو بطور خادمہ ہو عمر میں وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور دراصل ولیدہ لڑکے کو اور ولیدہ لڑکی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ولا ند آتی ہے۔ اور میں اس لڑکی سے مراد آجر مذکورہ ہیں جو ہاجرہ ملیما السلام سے مشور ہیں۔

آگے علامہ فرماتے ہیں وہ موضع الترجمۃ اعطوا آجر و قبول سارہ منه و امضاء ابراہیم ذالک ففیہ صحۃ هبة الكافر و قبول هدیۃ السلطان الظالم و ابتلاء الصالحين لرفع درجاتهم و فیہ اباحت المعارض و انہا مندوحة عن الكذب و هذا الحديث اخرجه ايضاً فی الہبة والاکراه و احادیث الانبیاء (قطلانی) یعنی میں ترجمۃ الباب الفاظ اعطوا آجر سے نکلتا ہے کہ اس کافر بادشاہ نے اپنی شزادی ہاجرہ ملیما السلام کو بطور عطیہ پیش کرنے کا حکم دیا اور سارہ ملیما السلام نے اسے قبول کر لیا اور حضرت ابراہیم پیغمبر نے بھی اس معاملہ کو منظور فرمایا۔ لذرا ثابت ہوا کہ کافر کسی چیز کو بطور بہہ کسی کو دے تو اس کا یہ ہبہ کرنا صحیح مانا جائے گا اور ظالم بادشاہ کا ہبہ یہ قبول کرنا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ لوگوں کا ظالم بادشاہوں کی طرف سے ابتلا میں ڈالا جانا بھی ثابت ہوا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے آزمائشی مواقع پر بعض غیر مبالغ کنیات و تصریفات کا استعمال مبالغ ہو جاتا ہے۔ اور ان کو جھوٹ میں شار نہیں کیا جاسکتا۔ سید الحدیثین حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی جامع الحکیم میں اور بھی کئی مقالات پر نقل فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

خلاصہ المرام یہ کہ حدیث ہذا میں وارده لطف ولیدہ لوہنڈی کے معنی میں نہیں، بلکہ لڑکی کے معنی میں ہے۔ حضرت ہاجرہ ملیما السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جسے اس نے حضرت سارہ بیٹھنے کو برکت کے لئے دے دیا تھا۔ لذرا یہود کا حضرت اسماعیل پیغمبر کو لوہنڈی کا پچھہ کرنا محض جھوٹ اور الزام ہے۔

میں سر سید نے خطبات احمدیہ میں ٹکلتے کے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اسی موضوع پر ہوا جس میں علماء یہود نے بالاتفاق تسلیم کیا تھا کہ حضرت ہاجرہ لوہنڈی نہ تھیں بلکہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے میں لطف ولیدہ کا ترجمہ لوہنڈی کیا ہے جو لڑکی ہی کے معنوں میں ہے، ہندوستان کے بعض مقالات پر لڑکی کو لوہنڈیاں اور لڑکے کو لوہنڈا بولتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں چونکہ لطف بہہ بھی آیا ہے لذرا معلوم ہوا کہ یہ لوگی طور پر مطلق بخشش کو کہتے ہیں۔ اللہ اک ایک صفائی نام دہا بھی ہے یعنی بے حساب بخشش کرنے والا۔ شرع محمدی میں بہہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی جانیداد متوسلہ یا غیر متوسلہ کو برضاء رغبت اور بلا معاوضہ منتقل کر دینا۔ منتقل کرنے والے کو واحب اور جس کے نام منتقل کیا جائے اسے موصوب لہ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس

انقل کو خود موبوب لہ یا اس کی طرف سے کوئی اس کا ذمہ دار آدی و اہب کی زندگی ہی میں قبول کر لے۔ نیز ضروری ہے کہ بہر کرنے والا عاقل بالغ ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ شے موبوب اس شخص کے فضلہ میں وی جائے جس کے نام پر بہر کیا جا رہا ہے۔ بہر کے بارے میں بہت سی شرعی تفصیلات ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اردو زبان میں آزیبل مولوی سید امیر علی صاحب ائم' اے بیرون شرایط لاء نے جامع الاحکام فی فقہ الاسلام کے نام سے ایک مفصل کتاب مسلمانوں کے قوانین مذہبی پر لکھی ہے اس میں بہر کے متعلق پوری تفصیلات حوالہ قلم کی گئی ہیں۔ اور عدالت ہندیہ میں جو پرشیل لا آف دی جمنس مسلمانوں کے لئے منظور شدہ ہے ہر ہر جزوی میں پوری وضاحت سے احکام بہر کو بتالیا گیا ہے۔

۲۲۱۸ - حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((اخْتَصَّ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غَلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنِ أَخِي عَثْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنَهُ، انْظُرْ إِلَيْ شَهِيمَهُ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَدُ عَلَى فَوَاسِي أَبِي مِنْ وَلِيَدِهِ: فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى شَهِيمَهُ فَرَأَى شَهِيمَهُ بَيْنَ بَعْثَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، الْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ، وَحَجَبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةَ بْنَ زَمْعَةَ. فَلَمَّا تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ)).

لَشَبَّهَ حالاً کہ از روئے قاعدہ شرعی آپ نے اس پچ کو زمود کا بینا قرار دیا، تو ام المؤمنین سودہ بیٹھا اس کی بن ہو گئی۔ مگر احتیاطاً ان کو اس پچ سے پرده کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ اور گمان غالب ہوتا تھا کہ وہ عتبہ کا بینا ہے۔ حدیث سے یہ لکھا کہ شرعی اور باقاعدہ ثبوت کے مقابل مختلف گلان پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ باب کی مطابقت اس طرح پر ہے کہ آپ نے زمود کی ملک مسلم رکھی، حالانکہ زمود کافر تھا، اور اس کو اپنی لوٹی پر وہی حق ملا جو مسلمانوں کو ملتا ہے تو کافر کا تصرف بھی اپنی لوٹی غلاموں میں جیسے بیچ بہر وغیرہ نہیں ہو گا۔ (وحیدی)

۲۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنَدْرُ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِصَهْبَبِ: أَتَقْ أَنَّ اللَّهَ وَلَا

(۲۲۱۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا، کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہب رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ سے ذرا اور اپنے باب کے سوا کسی اور کا بینا

نہ بن۔ صہیب بیشوخ نے کہا کہ اگر مجھے اتنی اتنی دولت بھی مل جائے تو بھی میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تو بچپن ہی میں چرا لایا گیا تھا۔

تَدْعُ إِلَى غَيْرِ أَيْنِكَ. فَقَالَ صَهِيبٌ : مَا يَسْرُونِي أَنْ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِي قُلْتُ ذَلِكَ، وَلَكِنِي سُرْفَتُ وَأَنَا صَبِيٌّ).

تَدْعُ إِلَى غَيْرِ أَيْنِكَ ہوا یہ تھا کہ صہیب بیشوخ کی زبان روئی تھی، مگر وہ اپنا باب ایک عرب سنان بن مالک کو بتاتے تھے۔ اس پر عبدالرحمن بیشوخ نے ان سے کہا، خدا سے ذر اور دوسروں کو اپنا باب نہ بنا۔ صہیب بیشوخ نے حواب دیا کہ میری زبان روئی اس وجہ سے ہوئی کہ بچپنے میں روئی لوگ حملہ کر کے مجھ کو قید کر کے لے گئے تھے۔ میں نے ان ہی میں پرورش پائی، اس لئے میری زبان روئی ہو گئی۔ ورنہ میں دراصل عربی ہوں۔ میں جھوٹ بول کر کی اور کاہینا نہیں بنتا۔ اگر مجھ کو ایسی ایسی دولت ملتے۔ تب بھی میں یہ کام نہ کروں۔ اس حدیث سے امام بخاری بیشوخ نے یہ نکلا کہ کافروں کی ملک سمجھ اور مسلم ہے۔ کیونکہ ابن جدعان نے صہیب بیشوخ کو خرید کیا اور آزاد کیا۔ حضرت صہیب بیشوخ کے مناقب بست کچھ ہیں۔ جن پر مستقل بیان کسی جگہ ملتے گا۔ یہ بست ہی کھانا کھلانے والے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث سکی ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو حق داروں کو بکھرنا کھلانے۔

(۲۲۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انسیں زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انسیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان یک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلدہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔

لَكَ مِنْ خَيْرٍ). [راجع: ۱۴۳۶] **شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ :** أَخْبَرْنِي غُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حَزَامَ أَخْبَرَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَالَ: ((بِإِيمَانِ رَسُولِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أُمُورًا كَثُرَتْ أَتَحْتُ - أَوْ أَتَحْتَ - بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَلَةٍ وَعَافَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)). [راجع: ۱۴۳۶]

یعنی وہ تمام نیکیاں قائم رہیں گی اور ضرور ان کا ثواب ملے گا۔ آخر میں یہ حدیث لا کر حضرت امام بخاری بیشوخ نے غالباً یہ اشارہ کیا ہے کہ جائز حدود میں اسلام لانے سے پلے کے معاملات لین دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہیں گے۔ اور ان میں کوئی ردو بدل نہ ہو گا۔ یا فریقین میں سے ایک فرقہ مسلمان ہو گیا ہے اور جائز حدود میں اس کا لین دین کا کوئی سلسلہ ہے جس کا تعلق دور جاہلیت سے ہے تو وہ اپنے دستور پر اسے جا لور کھے سکے گا۔

بابِ دیاغت سے پہلے مردار کی کھال (کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟)

(۲۲۲۱) ہم سے زہری بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے صلح نے بیان کیا، کہ مجھ سے ابن شاہب نے بیان کیا، انسیں عبید اللہ بن

تَدْعُ - **بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ**
تَدْعَ

۲۲۲۱ - **حَدَّثَنَا زُهْرَةُ بْنُ حَزْبٍ قَالَ**
حَدَّثَنَا يَقْتُلُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبْنُ شَهَابٍ أَنَّ

عبداللہ بن عبد اللہ الخبرۃ آن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذرا ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے چڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مردار کا صرف کھانا منع ہے۔

غیندۃ اللہ بن عبد اللہ الخبرۃ آن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خبرۃ : (آن رسول اللہ ﷺ، مَرْبَشَةً مِنْهُ فَقَالَ : هَلَا اسْتَمْتَفِعُمْ بِإِلَهَابِهَا؟ قَالُوا : إِنَّهَا مِنْهُ، قَالَ : إنَّمَا حَرَمَ أَكْلُهَا). [۱۴۹۲] (راجع: ۱۴۹۲)

لشیخ حلاںکہ قرآن شریف میں «خِزْمَةٌ عَلَيْكُمُ الْمُنْفَعَةُ» (المائدة: ۳) مطلق ہے۔ اس کے سب اجزاء کو شامل ہے، مگر حدیث **لشیخ** سے اس کی تخصیص ہو گئی کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے۔ زبری نے اس حدیث سے دلیل لی، اور کماکہ مردار کی کھل سے مطلقاً نفع اٹھانا درست ہے۔ دیاغت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ لیکن دیاغت کی قید دوسری حدیث سے نکال گئی ہے اور جسمور علاء کی وہی دلیل ہے۔ اور امام شافعی **لشیخ** نے مرداروں میں کتنے اور سور کا اشتھاء کیا ہے۔ اس کی کھل دیاغت سے بھی پاک نہ ہو گی۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ **لشیخ** نے صرف سور اور آدمی کی کھل کو مستثنی کیا ہے۔

باب سور کامارڈالنا۔ اور جابر بن عبد اللہ نے کماکہ نبی کریم ﷺ نے

نے سور کی خرید فروخت حرام قرار دی ہے
بیان کیا، ان سے این شبہ نے این کیا، کماکہ ہم سے لیٹ نے
بیان کیا، ان سے این شبہ نے، ان سے این مسیب نے اور انہوں
نے ابو ہریرہ **لشیخ** کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس
ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آئے والا ہے
جب این مریم (عیسیٰ ﷺ) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی
حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑا لیں گے، سوروں کو مار
ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو
گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔

۱۰۲ - بَابُ قَتْلِ الْخَنْزِيرِ

وقالَ جَابِرٌ : حَرَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعُ الْخَنْزِيرِ
وَقَالَ حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعْدِ بْنِ قَالَ
حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ
الْمُسَبِّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيْكُمْ ابْنُ
مَرِيمٍ حَكَمًا مُفْسِطًا، فَيُكْسِرُ الصَّلَبَ،
وَيَقْتُلُ الْخَنْزِيرَ، وَيَضْعِفُ الْجِرَةَ، وَيَفْسِدُ
الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)).

[اطرافہ فی : ۳۴۷۶، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹]

لشیخ اس حدیث سے امام عماری **لشیخ** نے یہ نکلا کہ سور بخس العین ہے اس کی بیع جائز نہیں ورشہ حضرت میں **لشیخ** اسے قتل کیوں کرتے۔ اور نیست و مہدوہ کیوں کرتے۔ حضرت میں **لشیخ** فرمائیں گے با مسلمان ہو یا قتل ہو۔ جزیہ قبول نہ کریں گے۔

اس حدیث سے صاف حضرت میں **لشیخ** کا قیامت کے قریب اتنا اور حکومت کرنا اور صلیب توڑنا، جزیہ موقوف کرنا یہ سب باقی ثابت ہوتی ہیں۔ اور تجھب ہوتا ہے اس شخص کی عقل پر جو قادری مرتباً کو سمجھ مسحود سمجھتا ہے۔ اللهم لتنا على الحق و جهنا من
الفن ما ظهر منها و ما بطن (وحیدی)
قتل خنزیر سے مراد یہ ہے کہ یامر باعدامہ مبالغہ فی تحریم اکله و فیه توبیخ عظیم للنصاری الذین یدعون الہم علی طریقہ عمنی

نہ مسحولون اکل الخنزیر و بیالغون فی معجنه یعنی حضرت عیسیٰ ﷺ اپنے دور حکومت میں خنزیر کی نسل کو ختم کرنے کا حکم جاری کر دیں گے۔ اس میں اس کے کھانے کی حرمت میں مبالغہ کا بیان ہے اور اس میں ان عیسائیوں کے لئے بڑی ڈانت ہے جو حضرت عیسیٰ ﷺ کے بیویوں کے مدی ہیں، پھر خنزیر کھلا طالب جانتے ہیں اور اس کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ اور احادیث صحیح کی بنا پر جملہ اہل اسلام کا از سلف تاختف یہ اعتقاد رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ بن مریم طیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہ قیامت کے قریب دنیا میں نازل ہو کر شریعت محمدیہ کے بیویوں کا ہوں گے اور اس کے تحت حکومت کریں گے۔ حدیث مذکورہ میں آنحضرت ﷺ نے طلاقیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ بالاضر نازل ہوں گے۔ چونکہ آج کل فرقہ قاویانیہ نے اس بارے میں بہت کچھ وجل پھیلا کر بعض نوجوانوں کے دماغوں کو مسوم کر رکھا ہے۔ لہذا چند دلائل کتاب و سنت سے یہ مل پیش کئے جاتے ہیں جو اہل ایمان کی تسلی کے لئے کافی ہوں گے۔

قرآن مجید کی آیت شریقه نص قطعی ہے جس سے حیات سچ ﷺ روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ (وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا
لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ فَقَدْ مَرَّ بِهِ وَيَوْمُ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا) (النساء : ۱۵۹) یعنی جب حضرت عیسیٰ ﷺ آسمان سے نازل ہوں گے تو کوئی اہل کتاب یہودی اور عیسائی ایسا بلقی نہ رہے گا جو آپ پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔ حیات سچ کے لئے یہ آئت قطعی الدلالۃ ہے کہ وہ قرب قیامت نازل ہوں گے اور جملہ اہل کتاب ان پر ایمان لا سکیں گے۔

دوسری آیت یہ ہے (وَمَا قَاتَلُوهُ وَمَا ضُلَّبُوهُ وَلَكُنْ شَهِيدُهُمْ) (النساء : ۱۵۷) (وَمَا قَاتَلُوهُ يَهُدُّنَا بِلِ رَفْعَةِ اللَّهِ إِنَّهُ وَكَانَ اللَّهُ
عَزِيزًا حَكِيمًا) (النساء : ۱۵۸) یعنی یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ ﷺ کو قتل کیا ہے ان کو چھاؤنی دی، یقیناً ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ رفع سے مراد رفع مع الجسد ہے یعنی جسم مع روح، اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھایا اور اب وہ وہاں زندہ موجود ہیں۔ یہ آیت بھی حیات سچ پر قطعی الدلالۃ ہے۔

تیسرا آیت یہ ہے (إِذَا قَاتَلَ اللَّهُ بِعْنَاسِي إِنَّ مُتَقْبِلَكُ إِلَى وَمَظْهَرِكَ مِنَ الْبَيْنَ كَفَرُوا وَخَاعِلُ الَّذِينَ آتَيْتُمُونَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ) (آل عمران : ۵۵) یعنی جس وقت کما اللہ نے، اے عیسیٰ تحقیق لینے والا ہوں میں تھجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تھجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تھجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے۔ اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اور پر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

یہ ترجیح شاہ عبدالقدار رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آگے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ یہود کے علموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص مخد
ہے تورات کے حکم سے خلاف ہلاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں، جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ ﷺ کے یار سرگ گئے۔ اس
مشبلی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو آسمان پر اٹھایا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی۔ اس کو پکڑ کر لائے پھر سولی پر چڑھایا۔ تو فی
کے اصل و حقیقی سنتے اخذ الشفی و الہا کے پیسے جیسا کہ بیانوی و قسطلانی اور رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ اور موت توفی کے معنی مجازی
ہیں نہ حقیقی، اسی واسطے بغیر قیام قبریہ کے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اور ہمارے کوئی قبریہ موت کا قائم نہیں ہے اس لئے
اصل و حقیقی معنی اخذ الشفی و الہا مراد لئے جائیں گے۔ اور انسان کا وافیا لیتا یہی ہے کہ مع روح و جسم کے لیا جائے۔ وہ
المطلوب۔ لہذا یہ آیت بھی حیات سچ پر قطعی الدلالۃ ہے۔

چہ تھی آیت (وَإِنَّهُ لَعِلمُ الْلَّيْسَةَ فَلَا تُنَزَّلُنَّ بِهَا وَلَا يَعْلَمُنَّ هَذَا صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ) (الزخرف : ۷۱) اور تحقیق وہ عیسیٰ قیامت کی نشانی
ہے۔ پس مت ٹک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدمی۔ اس آیت کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ المراد
ہذا نزولہ قبل یوم القیامۃ قال مجاهد وانه لعلم للمساعۃ ای آیۃ للمساعۃ خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ و هکذا روی عن ابی
ہریرہ و ابن عباس وابی مالک و عکرمة والحسن وفادة وضحاک وغیرہم وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلی اللہ

علیہ وسلم انه اخیر بنزول عیسیٰ ابن مریم عليه السلام قبل يوم القيمة اماماً عادلاً و حکماً مقصداً (ابن کھن) یعنی میں صاریح ہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ جلہل نے کہا کہ وہ قیامت کی نشانی ہوں گے۔ یعنی قیامت کی علامت۔ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ یا مسیح کا آسمان سے نازل ہونا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوالمالک اور عکرمہ اور حسن اور قادہ اور شحاذ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں متواتر احادیث صحیح موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ یا مسیح قیامت کے قریب امام عادل اور حاکم منصف بن کر نازل ہوں گے۔ آیات قرآنی کے علاوہ ان جملہ احادیث صحیح کے لئے دفترکی ضرورت ہے۔ ان عین میں سے ایک یہ حدیث بخاری بھی ہے جو میں مذکور ہوئی ہے۔ پس حیات صحیح کا عقیدہ جملہ الہ اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے جو اس کا انکار کرے وہ قرآن و احادیث کا انکاری ہے۔ ایسے مکروہ کے اتفاقات پر ہرگز توجہ نہ کرنی چاہئے۔ تفصیل کے لئے بہت سی کتبیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ مزید طوالت کی مجبائز نہیں۔ الہ ایمان کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

۳۰۳ - بَابُ لَا يُدَابُ شَحْمُ الْمُبَيْتَةِ،

وَلَا يُبَاغَ وَدَكَهُ

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

سَفِيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَفْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ:

أَخْبَرَنِي طَاؤُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبْنَ عَبَاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُونَ: بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ

خَمْرًا فَقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَقْلِمْ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ،

حُرْمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا

فَبَاعُوهَا)). [طرفہ فی: ۳۴۶۰]

لشیخ واقعہ یہ ہے کہ عمد فاروقی میں ایک عامل نے ایک ذی سے جو شراب فروش تھا اور وہ شراب لے کر جارہا تھا اس شراب پر نیکیں وصول کر لیا۔ حضرت عمر بن الخطاب اس واقعہ کی اطلاع پا کر خوا ہو گئے۔ اور زبر و تونخ کے لئے آپ نے اسے یہ حدیث سنائی۔ معلوم ہوا کہ شراب سے متعلق ہر حکم کا کاروبار ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محربات منصوصہ کو حلال ہنانے کے لئے کوئی حیله بہانہ تراشنا یہ فعل یہود ہے، اللہ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آئین۔ خدا کرے کہ کتاب الحکم کا مطالعہ فرمائے وालے معزز حضرات بھی اس پر غور فرمائیں۔

۲۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَهُ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَهُ

اللَّهُ قَالَ أَخْبَرَ أَبَا يُونُسٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ

سَمِعَتْ سَعِيدَ بْنَ الْمُسْتَبَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۲۲۲۴) ہم سے عبدالنے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے خبردی، انہیں یونس نے خبردی، انہیں ابن شلب نے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سن، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہودیوں کو بتاہ کرے، ظالموں پر چوبی حرام کردی گئی تھی، لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

رضی اللہ عنہ آن رسول اللہ ﷺ قال: ((قَاتَلَ اللَّهُ يَهُودَ، حُرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشَّحْوُمُ فِي أَغْوَهَا وَأَكْلُوا أَنْسَانَهَا)).

انہوں نے حیله کر کے اسے اپنے لئے حلال بنا لیا، اس حرکت کی وجہ سے ان پر یہ بد دعا کی گئی۔ معلوم ہوا کہ حیله بمانہ کر کے کسی شرعی حکم میں رو بدل کرنا احتیال جرم ہے اور کسی حلال کو حرام کر لیتا اور حرام کو کسی حیله سے حلال کرنا یہ لعنت کا موجب ہے۔ مگر صد افوس کہ فتحیہ کرام نے مستقل کتاب الحل لکھ دیا ہے جس میں کتنے ہی تواجدب خیلے بمانے تراشنے کی تدابیر تلاوی گئی ہیں، اللہ رحم کرے۔

باب غیر جاندار چیزوں کی تصویر بیچنا اور اس میں کون سی تصویر حرام ہے

(۲۲۲۵) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کما کر ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، انہیں عوف بن ابی حمید نے خبر دی، انہیں سعید بن ابی حسن نے کما کر میں ابن عباس رض کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا، اور کما کہ اے ابو عباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں، جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مورتیں بناتا ہوں۔ ابن عباس رض نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسیلہ سے سنبھالی ہے۔ انہوں نے کما کر میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جس نے بھی کوئی مورت بتائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مورت میں جان تھے ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا (یہ سن کر) اس شخص کا سامنہ پڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مورتیں بنانی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مورتیں بنائتے ہو۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کما کر سعید بن ابی عربہ نے نفر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

٤ - بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ، وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

٤ - حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب قال، حدثنا يزيد بن ذرية قال، أخبرنا عوف عن سعيد بن أبي الحسن قال: ((كنت عند ابن عباس رضي الله عنهما إذ آتاه رجل فقال: يا أبا عباس إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي، وإنني أصنع هذه الصناعة، فقال ابن عباس: لا أحذلك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ، سمعته يقول: ((من صرر صورة فإن الله معدنه حتى ينفع فيها الروح، وليس بنا في لها أبداً)). فربما الرجل زبونة شديدة وأصفر وجهه، فقال: ((ويحلك إن أتيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر: كل شيء ليس فيه روح)). قال أبو عبد الله: سمع سعيد بن أبي عروبة من القضرى بن أنس هذا الواحد. [طرفاه في : ۵۹۶۳، ۷۰۴۲].

امام بخاری نے اس کو کتاب الہدایہ میں عبد اللہ علیی سے، انہوں نے سعید بن ابی عربہ سے، انہوں نے نفرتے، انہوں نے ابن

عباس بن علیؑ سے نکلا۔ اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے سورتوں کی کراہت اور حرمت نکل۔
۱۰۵- بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : حَرَمَ النَّبِيُّ
بَيْنَ الْخَمْرِ.

اور جابر بن عبد اللهؓ نے بیان کیا ہے کہ کرم شعبیمؓ نے شراب کا پیچنا حرام فرمادیا
ہے
(۲۲۳۶) ہم سے مسلم بن ابراهیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم
سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے امش نے بیان کیا، ان سے ابو عینی
نے، ان سے سروق نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ
جب سورۃ بقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں تو نبی کرم صلی اللہ علیہ و
سلیم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی سوداگری حرام قرار دی
گئی ہے۔

باب آزاد شخص کو پیچنا کیسا گناہ ہے؟

(۲۲۲۷) مجھ سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مجھی بن
سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی
سعید نے، اور ان سے ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ شعبیمؓ نے فرمایا،
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا
قیامت کے دن میں مدی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر
عدم کیا اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی
قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے
پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔

۲۲۲۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَّابَةُ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الصُّحَى عَنْ
مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:
((لَمَّا نَزَّلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ
آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((حَرَمَتِ
الْتِجَارَةُ فِي الْخَمْرِ)).

۱۰۶- بَابُ إِثْمٍ مِنْ بَاعِ حُرُّا

۲۲۲۷- حَدَّثَنِي بَشْرٌ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ
أُمِّيَّةِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
(قَالَ اللَّهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصَّهُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَغْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ
بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ
أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَخْرَهُ).
[طرفة بن: ۲۲۷۰]

باب یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت نبی کرم شعبیمؓ کا انہیں
اپنی زمین بیچ دینے کا حکم۔ اس سلسلے میں مقبری کی روایت
ابو ہریرہؓ نے سے ہے

۱۰۷- بَابُ أَفْرَمِ النَّبِيِّ ﷺ
إِلَيْهِودُ بَيْنَ أَرْضِهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ
فِيهِ الْمُقْبَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

باب ایہاد میں یہ حدیث آری ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے بو نفسی کے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ میں تم کو (تمہاری
سلسل غداریوں کی وجہ سے) مدینہ سے جلاوطن کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جانید اور بیچ سکتے ہو۔ اپنی
زمینیں بیچ کر یہاں سے لکنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ گویا حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے زمین کی بیچ کو بھی عام اموال کی بیچ کی مثل قرار دیا۔

یہل بعض شخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

۱۰۸ - بَابُ نَيْعَ الْعَبْدِ وَالْحَيَّانِ

بِالْحَيَّانِ نَسِيْفَةٌ

باب غلام کو غلام کے بد لے اور کسی جانور کو جانور کے بد لے ادھار پیچنا

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اوٹھ چار اوٹھوں کے بد لے میں خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انسیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کبھی ایک اوٹھ، دو اوٹھوں کے مقابلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیجہ رضی اللہ عنہ نے ایک اوٹھ دو اوٹھوں کے بد لے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل انشاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سود نہیں چلتا۔ ایک اوٹھ دو اوٹھوں کے بد لے، اور ایک بکری دو بکریوں کے بد لے ادھار پیچی جاسکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک اوٹھ دو اوٹھوں کے بد لے ادھار پیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

لَشَرِيقَ ربڑہ ایک مقام کہ اور منہہ کے درمیان ہے۔ پیغ کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اوٹھ پائی کے ذمہ اور اس کی حالت میں رہے گی۔ اور پائی ربڑہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالہ کر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام شافعی نے وصل کیا ہے۔ طاؤس کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور کو جانور بد لے میں کی اور بیشی اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے گو ایک ہی جنس کا دو نوں طرف ہو۔ اور شافعیہ مکہ جبور علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سرہ دھنلوہ کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکلا ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اگر جنس غلط ہو تو جائز ہے۔

(۲۲۲۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے حاد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ دیسہ کلبی رضی اللہ عنہ کو میں پھر بنی کشمیں رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

لَشَرِيقَ اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ جانور سے جانور کا تبدل درست ہے اسی طرح غلام کا غلام سے 'لوہڈی' کا لوہڈی سے۔ کیونکہ یہ سب جوان ہی تو ہیں۔ اور ہر جوان کا یہی حکم ہو گا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں کسی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے نکلا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہ کو سات لوہڈیاں دے کر خریدا۔ ابن بطل نے

۲۲۲۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ فِي السُّنْتِ صَفِيَّةُ فَصَارَتِ إِلَى دِجْنَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ)). [راجع. ۳۷۱]

کما جب آپ نے دیجہ بھٹو سے فرمایا کہ تو صنیف بھٹا کے بدل اور کوئی لوڈی قیدیوں میں سے لے لے تو یہ بھی لوڈی کی بوجہ لوڈی کے ادھار اور اس کا بھی مطلب ہے۔ (وجہی)

حضرت دیجہ کلبی رہنگر خلیفہ کلبی کے بیٹے ہیں۔ بلند مرتبہ والے صحابی ہیں۔ قزوہ احمد اور بعد کے جملہ فزادات میں شریک ہوئے۔ ۶۰ میں آخر پرست شہید نے ان کو قیصر شاہ روم کے دربار میں نامہ مبارک دے کر پہنچا تھا۔ قیصر نے مسلمان ہونا چاہا مگر انہیں عسکری رعلما کے ذریعے اسلام قبول نہیں کیا۔ یہ دیجہ رہنگر وہی صحابی ہیں کہ حضرت جبریل پھر اکثر ان کی قتل میں آخر پرست شہید کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ آخر میں حضرت دیجہ رہنگر کلبی ملک شام میں پڑے گئے تھے اور عمد محاویہ تک وہیں رہے۔ بتت سے تماہین نے ان سے روایت کی ہے۔ حدیث صنیفہ رہنگار میں ان عی کا ذکر ہے۔

باب لوندی غلام بیچنہ

(۲۲۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے ابن حمیز نے خبر دی اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی گئی کہ وہ نبی کرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ (ایک انصاری صحابی نے) نبی کرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! لڑائی میں ہم لوگوں کے پاس جماعت کے لئے جاتے ہیں۔ ہمارا ارادہ انہیں بینے کا بھی ہوتا ہے۔ تو آپ عزل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا، اچھا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ جس روح کی بھی پیدا نش اللہ تعالیٰ نے قسم میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی۔

١٠٩ - بَابُ بَيْعِ الرُّقِيقِ

٢٢٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ سَعِيدَ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ : ((بَيْنَمَا جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نُصَبِّبُ سَبَّيْتَ فَتَحَبُّ الْأَيْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْغَزْلِ؟ فَقَالَ : (أَوْ إِنْكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسْمَةً كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةً)).
أَطْرَافُهُ فِي : ٤١٣٨، ٥٢١٠، ٢٥٤٢.

لشیخ عزل کئے ہیں جماع کے دوران ازال کے قریب ذکر کو فرج سے باہر نکال لینا تاکہ عورت کو حمل نہ رہ سکے۔ آنحضرت لشیخ نے گویا ایک طرح سے اسے پاند فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ تمہارا یہ عمل باطل ہے۔ جو جان پیدا ہونے والی مقدار ہے وہ تو اس صورت میں بھی ضرور بدلا ہو کر رہے گی۔ اس حدیث سے لوہنگی غلام کی بیعثت ثابت ہوئی۔

پلپ مدرس کا بیٹھنا کیسا ہے؟

١١٠ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

میر وہ غلام ہے جس کو مالک کہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ شافعی اور الحدیث کے ہلکے اس کی بیانات چاہئے جیسا کہ حدیث ذیل میں ذکر ہے۔ ایک شخص مر گیا تھا۔ اس کی کچھ جائیداد نہ تھی۔ صرف یہی غلام میر تھا۔ اور وہ قرضدار تھا۔ اب تے وہی میر غلام آئھ سودہم کو بیچ کر اس کا قرض ادا کر دیا۔ اکثر روایات میں یہی ہے کہ اس شخص کی زندگی میں انحضرت ہوئی تھی اور ان کا قرض ادا کرنے کے لئے ان کے اس میر غلام کو بنیام فرمایا تھا۔ اور ان کے قرض خواہوں کو قلمغ کیا تھا۔ اس سے انہوں نے کیا جائے گا ہے کہ قرض کا معاملہ کتنا خطرناک ہے کہ اس کے لئے غلام میر کو بنیام کیا جا سکتا ہے۔ ملا نکل۔ وہ غلام میر اینے مالک کے مرے کے بعد

آزاد ہو جاتا ہے۔

(۲۲۳۰) ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کبیل نے، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ساختھا کہ مدیر غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچا تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر جکی ہے)

(۲۲۳۱) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ساختھا کہ مدیر غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچا تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر جکی ہے)

(۲۲۳۲) مجھ سے زہر بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا کہ ابن شاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ نے خبر دی، انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کر لے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ زنا کر لے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے بیچ دو، آخری جملہ آپ نے تیری یا چوتھی مرتبہ کے بعد (فرمایا تھا)۔

لئے پڑھنے اس حدیث کی مطابقت ترجیح باب سے مشکل ہے، حافظ نے کہا اس حدیث سے یہ لکھا کہ لوڈی جب زنا کرے تو اس کو بیچ ذاتیں اور یہ عام ہے اس لوڈی کو بھی شامل ہے جو مدد ہے۔ تو مدبر کی بیچ کا جواز لکھا، یعنی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں جواز بیچ کر رکھا گیا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک تو مدبر کی بیچ ہر حال میں درست ہے خواہ وہ زنا کرائے یا نہ کرائے، تو اس سے استلال صحیح نہیں بوسکتا۔ میں کہتا ہوں یعنی کا اعتراض فاسد ہے۔ اس لئے کہ مدبر لوڈی اگر بکر سے کر زنا کرائے تو اس کے پیچے کا جواز اس حدیث سے لکھا اور جو لوگ مدبر کی بیچ کو جائز نہیں سمجھتے وہ زنا کرنے کی صورت میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ اپنی یہ حدیث ان کے قول کے خلاف ہوئی اور موافق ہوئی ان کے جو مدبر کی بیچ کے جواز کے قائل ہیں۔ اور گوئی بیچ کا حکم اس حدیث میں زنا کے مکر سے کر رہونے پر دیا گیا ہے، اگر قبیہ دلالت کرتا ہے کہ بیچ اس پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ جو لوڈی مطلق زنا نہ کرائے یا ایک ہی بار کرائے اس کا بھی پیچا درست ہے اب یعنی کا یہ کہنا کہ یہ دلالت جبارہ انس ہے یا اشارہ انس یا دلالۃ انس اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ دلالۃ انس ہے کیونکہ حدیث میں مطلق لوڈی کا ذکر ہے

۲۲۳۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ الْمُقْتَدِيرُ قَالَ حَدَّثَنَا وَكَفِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهْنَى عَنْ عَطَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((بَأَعْلَمُ الْجِنَّةِ الْمُدَبِّرِ))

[راجح: ۲۱۴۱]

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا قَتِيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرِ وَسَمِيعِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَأَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ))۔ [۲۱۴۱] [راجح: ۲۱۴۱]

۲۲۳۲، ۲۲۳۳ - حَدَّثَنِي زَهْنِي بْنُ حَزَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَ أَبِي شَهَابَ أَنَّ عَيْنَدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُمَا سَمِيعَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُسْأَلُ عَنِ الْأُمَّةِ تَرْزِيَنِي وَلَمْ تُخْصِنِنِي، قَالَ: ((أَخْلَذُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَرْتَ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِنْعُوهَا بَعْدَ الْفَالِةِ أَوِ الْوَابِعَةِ)). [راجح: ۲۱۵۲]

اور وہ مدیرہ کو شال ہے (وحیدی)

۲۲۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْلَّهُ عَنْ سَعِيدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((إِذَا زَانَ أَمْهَأْ أَحَدَكُمْ فَبَيْنَ زِنَاهَا فَلِيَجْلِدْهَا الْحَدْ وَلَا يُشَرِّبَ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِذْ زَانَ فَلِيَجْلِدْهَا الْحَدْ وَلَا يُشَرِّبَ، ثُمَّ إِذْ زَانَ ثَالِثَةً فَبَيْنَ زِنَاهَا فَلِيَعْنِيْهَا وَلَا يَحْنِلَ مِنْ شَعْرٍ)).

[راجع: ۲۱۵۲]

اسلمے کہ ایسی فاحشہ سعورت ایکہ مسلمان کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا («الغیبات للخيشين والخيشون للغيشات») (النور: ۲۶) یعنی غیثت زانی عورتیں بدکار زانی مردوں کیلئے اور غیثت زانی عورتوں کے لئے ہیں۔

۱۱۱ - بَابُ هُلُّ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ

قبلَ أَنْ يَسْتَرِئَهَا؟

استبراء کہتے ہیں لوڈی کا رحم پاک کرنے کو، یعنی کوئی نبی لوڈی خریدے، تو جب تک حیض نہ آئے اس سے صحبت نہ کرے۔ اور سفر میں لے جانے کا ذکر اس لئے آیا کہ آخرین حضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو جو شروع میں ہبھیت لوڈی کے آئی تھیں، سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔

آگے روایت میں سد الروحاء کا ذکر آیا ہے جو مدینہ کے قریب ایک مقام تھا۔ یہیں کاذک ریا ہے، جو دیہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ سمجھی، کبھوڑ اور نیبر سے ملا کر بنا جاتا تھا۔ باب کے آخر میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے سورہ مومنون کی ایک آیت کا حصہ نقل کیا۔ اور اس کے اطلاق سے یہ لکا کر یوں اور لوڈیوں سے مطلقاً خلاف قس درست ہے۔ صرف جماع استبراء سے پہلے ایک حدیث کی رو سے منع ہوا تو دوسرا عیش بدستور درست رہیں گے۔

اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسے لے لے یا اپنے جسم سے لگائے۔ اور ان عمریتیتی نے کہا کہ جب ایسی باندی جس سے وطنی کی جا چکی ہے، یہہ کی جائے یا پیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہئے۔ اور کنواری کے لئے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطا نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سواباتی جسم سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا، «مگر اپنی الحاصلِ ما دُونَ الْفَرْجِ». وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مُلْكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾۔

(۲۲۳۵) ہم سے عبدالغفار بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم خیر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرادیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حبیبہ بن اخطب رضی اللہ عنہما کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شورہ قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلمن تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے پسند کر لیا۔ پھر رواگی ہوئی۔ جب آپ سدا الرؤاء پنجے تو پڑا ہوا۔ اور آپ نے دیہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دستخوان پر صیہ تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو ولیہ کی خبر کر دو۔ صفیہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کا یہی ولیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہمینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباء سے صفیہ رضی اللہ عنہما کے لئے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا نخنچہ بچھادیا۔ صفیہ رضی اللہ عنہما اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خنچے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

۲۲۴۵۔ حدثنا عبد الغفار بن ذاود قال حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن عن عمرو بن أبي عمرو عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ((قدم النبي صلى عليه وآله وسنه خير، فلما فتح الله عليه الحصن ذكر له جمال صفية بنت حبيبي بن أخطب - وقد قيل زوجها وكانت عروسها - فاصطفاها رسول الله صلى عليه فخرج بها، حتى بلغنا سدة الروحاء حللت فلبني بها، ثم صنعت حينها في نطع صغير، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسنه ((آذن من حولك)), فكانت تلك زينة رسول الله على صفية. ثم خرجنا إلى المدينة، قال: فرأيت رسول الله صلى الله عليه وآلة وزراءه بعاءة، ثم يجلس عند بعيره فيضع زينته، فلضع صفية رجلها على زكته حتى تركب)). [راجع: ۳۷۱]

لشیخ حضرت صفیہ بنی انتیجی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ یہ کنانہ رئیس خیر کی بیوی تھی اور یہ کنانہ وہی یہودی ہے جس نے بت سے خزانے زیر زمین دفن کر رکھے تھے۔ اور فتح خیر کے موقع پر ان سب کو پوشیدہ رکھنا چاہا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو وہی الہی سے اطلاع مل گئی۔ اور کنانہ کو خود اسی کے قوم کے اصرار پر قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ اکثر غربائے یہود اس سرمایہ دار کی رکتوں سے ملاں تھے اور آج بمشکل ان کو یہ موقع ملا تھا۔ صفیہ بنی انتیجہ نے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ جب انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کی تعبیر کنانہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ نبی موعود ﷺ کی بیوی بنے گی ان کے منہ پر ایک زور کا ٹھانچہ مارا تھا۔ خیر فتح ہوا تو یہ بھی قیدیوں میں تھی اور حضرت وجہہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غیمت میں لگادی گئی تھی۔

بعد میں آنحضرت ﷺ کو ان کی شرافت نبی معلوم ہوئی کہ یہ حضرت ہارون ﷺ کے خاندان سے ہیں تو آپ نے حضرت وجہہ کلبی رہنمائی کے عوض سات غلام دے کر ان سے واپس لے کر آزاد فرا دیا۔ اور خود انہوں نے اپنے پرانے خواب کی بنا پر آپ سے شرف زوجیت کا سوال کیا، تو آنحضرت ﷺ نے اپنے حرم محترم میں ان کو داخل فرمایا۔ اور ان کا مرمان کی آزادی کو قرار دے

دیا۔ حضرت صنیفہ رضی اللہ عنہ میں قادر اور علم دوست ثابت ہوئیں۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی شرافت کے پیش نظر ان کو عزت خاص عطا فرمائی۔ اس سفری میں آپ نے اپنی عبادت مبارک سے ان کا پرده کرایا اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر انہا نجس بچا دیا۔ جس پر حضرت صنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں رکھا۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ مدد میں انہوں نے وقت پالی اور جنت البقیع میں پر درخاک کی گئیں۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے بت سے مسائل کا اتحاراج فرماتے ہوئے کہیں جگہ اسے مختصر اور مطول نقل فرمایا ہے۔ یہاں آپ کے پیش نظر وہ جملہ مسائل ہیں جن کا ذکر آپ نے ترجمہ الباب میں فرمایا ہے اور وہ سب اس حدیث سے تجھی ثابت ہوتے ہیں کہ حضرت صنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور سفر میں اپنے ہمراہ برکھا۔ اسی سے باب کا مقصود ثابت ہوا۔

باب مردار اور بتوں کا بیچنا

۱۱۲- بَابُ بَيْعِ الْمِيَةِ وَالْأَصْنَامِ

حرمت مراد ہے یعنی مردار اور بتوں کی تجارت حرام ہے۔

۲۲۳۶- حَدَّثَنَا قَيْثَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ

عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي حَيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي

رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَلَّا مُسْكِنَةً مُسْكِنَةً

يَقُولُ وَهُوَ بِمُكْتَةٍ غَامَ الْفَتْحُ : (إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولُهُ

حَرَمَ بَيْعَ النَّحْمَرِ وَالْمِيَةِ وَالْأَصْنَامِ

وَالْأَسْنَامِ). فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ

شَحُومَ الْمِيَةِ فَلِهَا يُطْلَى بِهَا السُّفْنُ

وَيَذْهَنُ بِهَا الْجَلُودُ وَيَسْتَضْبَحُ بِهَا

النَّاسُ، فَقَالَ: لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ ذَلِكَ : (فَاقْتَلَ اللَّهُ

أَنْتُهُوَ، إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَمَ شَحُومَهَا

جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاغُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ). قَالَ أَبُو

غَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَنْدَ الْحُمَيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا

يَزِيدٌ: كَتَبَ إِلَيْيَ عَطَاءَ سَمِعْتُ جَابِرًا

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

لشیخ مکہ ۸۰ھ میں فتح ہوا ہے۔ مردار کی چینی، اکثر علماء نے اس کے متعلق یہ تعلیما ہے کہ اس کا پھیٹا حرام ہے اور اس سے نفع اخلاقا درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگاتا اور چراغ جلاتا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اخلاقا جائز نہیں سوا اس کے جس کی صراحت حدیث میں آگئی ہے۔ یعنی چڑا جب اس کی دیاغت کرنی جائے، اگر کوئی پاک چیز نیپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جسور علماء کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ان الله و رسوله حرم بيع الخمر و الميتة والختنبر والاصنام يعني اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا۔ ان الله اذا حرم شيئا حرم ثمته بـ شک خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے۔ یعنی جب ایک چیز سے نفع اخلاقی کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لئے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لئے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس نے اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے۔ اور نیز آپ نے فرمایا مهر البغی خبیث یعنی زانی کی اجرت خبیث ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے کہا ہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے مخفیہ کے کسب سے نیز فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے، اس مال سے نفع حاصل کرنا بدو وجہ حرام ہے۔ ایک تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انتقال نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے معاملے کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آبادہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور ان کی سمجھ میں شن میج سے حیلہ پیدا ہوتا ہے اور اس عمل کی خیانت ان کے علوم میں اس ملن اور اس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے شراب کے باب میں اس کے نجور نے والے اور پھر وانے والے اور پینے والے اور لے جانے والے اور جس کے پاس لے جا رہا ہے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ معصیت کی اعانت اور اس کا پھیلانا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمن میں فساد پر پا کرنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رض جو اس حدیث کے روایی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصار میں سے ہیں۔ قبیلہ سلم کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ان مشور مکاحب میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت کرثت سے کی ہے۔ بدرا اور جملہ غزوہات میں جن کی تعداد اخبارہ ہے، یہ شریک ہوئے۔ شام اور مصر میں تبلیغی و تعلیمی سفر کئے۔ آخر عمر میں بیانی جاتی رہی تھی۔ ان سے جماعت کشیوں نے احادیث کو نقل کیا ہے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۲۷ جمادیت المنورہ میں وفات پائی۔ جب کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ محلہ رض میں سب سے آخر میں وفات پانے والے یہی بزرگ ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آئین۔

ماہ رمضان المبارک ۸۰ھ مطابق ۱۲۳۰ء میں کہ شریف فتح ہوا، اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس ہزار محلہ کرام رض تھے۔ اس طرح کتب مقدسہ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی، جس کا ترجیح یہ ہے۔

”خداؤند سینا سے آیا اور شیری سے طوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چکا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ وہ قوم کے ساتھ کمال اخلاص سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وے تیرے قدموں کے نزدیک ہیں اور تیری تعلیم کو مانیں گے۔“ (تورات استثناء ۲۳۲ / ۲۳۳)

اس تاریخی عظیم فتح کے موقع پر آپ نے ایک خطاب عام فرمایا۔ جس میں شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کے متعلق بھی یہ احکامات صادر فرمائے جو یہاں میان ہوئے ہیں۔

(نوٹ) تورات مطبوع کلکتہ ۱۸۴۲ء سامنے رکھی ہوئی ہے، اسی سے یہ پیش گوئی نقل کر رہا ہوں (رازا)

۱۱۳ - بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ

امام شافعی رضی اللہ عنہ اور جسور علماء کا یہ قول ہے کہ مطلقاً کسی کتے کی بیع جائز نہیں، سکھلیا ہوا ہو یا بن سکھلیا ہوا۔ اور اگر کوئی اس کو مار ڈالے تو اس پر ضمان لازم نہیں آتا۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک ضمان لازم ہو گا۔ اور حضرت امام ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شکاری اور فائدہ مند کتے کی بیع درست ہے۔

(۷) ۲۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شاہب نے، انہیں ابی بکر بن عبد الرحمن نے اور انہیں ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

۲۲۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغْيِ، وَحُلُونَ الْكَاهِنِ)).

[اطرافہ فی: ۲۲۸۲، ۲۲۸۶، ۵۲۴۶، ۵۷۶۱].

عرب میں کاہن لوگ بہت تھے جو آئندہ کی باتیں لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ آج کل بھی ایسے دعویدار بہت ہیں۔ ان کو اجرت دینا یا تیرنی پیش کرنا قطعاً جائز نہیں ہے نہ ان کا بیسہ کھانا جائز ہے۔

(۸) ۲۲۳۸) ہم سے حاج بن منہال نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عون بن ابی جحیف نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک پچھنا گانے والے (غلام) کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت، باندی کی (باجائز) کملائی سے منع فرمایا تھا۔ اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں سود لینے والوں اور دینے والوں پر لعنت کی تھی، اور تصویر بنا نے والے پر بھی لعنت کی تھی۔

۲۲۳۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّاماً، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمَةِ فَكَسَرَتْ فَسَأَلْتَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدُّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْأُمَّةِ. وَعَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشَمَةِ، وَأَكْلِ الرَّبَّا وَمُؤْكَلَةَ، وَعَنِ الْمُصَوَّرِ)).

[راجع: ۲۰۸۶]

لِسْبِيْحَ خون کی قیمت سے پچھنا گانے والے کی اجرت مراد ہے۔ اس حدیث سے عدم جواز ظاہر ہوا مگر دوسری حدیث جو نہ کور ہوئی اس سے یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ اس حدیث میں صاف ذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود پچھنا گلوایا اور اس پچھنا گانے والے کو اجرت ادا فرمائی۔ جس سے جواز ثابت ہوا۔ کتے کی قیمت کے متعلق ابو داؤد میں مرفوعاً موجود ہے کہ جو کوئی تم سے کتے کی قیمت طلب کرے اس کے باہم میں مٹی ڈال دو، مگر نہائی میں جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ آپ نے شکاری کتے کو مستثنیٰ فرمایا کہ اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ زانیہ کی اجرت جو وہ زنا کرنے پر حاصل کرتی ہے، اس کا کھانا بھی ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے، مجازاً یہاں اس اجرت کو لفظ مرے تعبیر کیا گیا۔ کاہن سے مراد فال کھولنے والے، باہم دیکھنے والے، غیب کی خبریں بتلانے والے اور

اس قسم کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو ایسے پاکھنڈوں سے پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ حرام بالاجماع لعافیہ من اخذ العوض علی امر باطل یہ جھوٹ پر اجرت لیتا ہے جو بالاجماع حرام ہے۔ گودنے والیاں اور گدوائے والیاں جو انسانی جسم پر سوتی سے گود کر اس میں رنگ بھر دیتی ہیں۔ یہ پیشہ بھی حرام اور اس کی آمدی بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان مرد، عورت کو نیبا نہیں کہ وہ اس کار ملکب ہو۔ سود لینے والوں پر، اسی طرح دینے والوں پر، ہر دو پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ گواہ اور کاتب اور ضامن تک پر لعنت وارد ہوئی ہے کہ سود کا دھندا اتنا ہی برآ ہے۔ تصویر بنانے والوں سے جانداروں کی تصویر بنانے والے لوگ مراد ہیں۔ ان سب پر لعنت کی گئی اور ان کا پیشہ ناجائز قرار دیا گیا۔

۵۳۔ کتابِ السیلم

کتاب بیع سلم کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بیع سلم اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپیوں کے بدلتیں اتنا غلہ یا چاول فلان قسم والے دینا۔ یہ بالاجماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بد منی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اسکو رب السیلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ثغراۓ اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف الی عراق کی لفظ ہے اور لفظ سلم الی جاز کی لفظ ہے ایسی بیع کو عام محاورہ میں لفظ بد منی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

باب ما پ مقرر کر کے سلم کرنا

(۲۲۳۹) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خردی، انسیں ابن ابی نجج نے خردی، انسیں عبد اللہ بن کثیر نے، انسیں ابو منہل نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا کہ جب نبی کرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ دو سال اور تین سال (کے لئے کرتے تھے) شک اسماعیل کو ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی

۱ - بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَغْلُومٍ
۲۲۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ أَنَّهُ تَعْجِيزَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ الْمِنْهَالِ عَنْ أَنَّهُ عَبَّاسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِيمٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةُ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الشَّمْرِ الْفَاقِمِ وَالْفَاقِمِ - أَوْ قَالَ عَامِينِ أَوْ ثَلَاثَةَ، شَكٌ إِسْمَاعِيلُ

کھبور میں بعض سلم کرے، اسے مقررہ پیانا یا مقررہ وزن کے ساتھ کرنی چاہئے۔

ہم سے محمد نے بیان کیا، کما کہ ہم کو اساعیل نے خبر دی، ان سے ابن ابی نجح نے بیان کیا کہ بعض سلم مقررہ پیانا اور مقررہ وزن میں ہونی چاہئے۔

- فَقَالَ : ((مَنْ سَلَفَ لِي تَغْزِي فَلَيُسْلِفَ
فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلٌ عَنِ
ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ بِهَذَا . . ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ
وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).

[اطرافہ فی : ۲۲۴۰، ۲۲۵۳، ۲۲۵۳].

تَشْرِيح جائز نہ ہو گی الفرض اس بعض کے لئے ضروری ہے کہ وزن مقرر ہو اور مدت مقرر ہو ورنہ بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اس کے لئے یہ تأکید کی گئی۔

باب بعض سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے

(۲۲۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انسیں سفیان بن عینیہ نے خبر دی، انسیں ابن ابی نجح نے خبر دی، انسیں عبد اللہ بن کثیر نے، انسیں ابو منہال نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے تو لوگ کھبور میں دو اور تین سال تک کے لئے بعض سلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسیں ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بعض سلم کرنی ہے، اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لئے تمہرا کر کرے۔

- بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ

۲۲۴۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةً قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ
عِينِيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ
اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((قَلِيمُ
النَّبِيِّ ﷺ، الْمَدِينَةُ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالْتَّغْزِي
السَّتَّيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ : ((مَنْ أَسْلَفَ
فِي شَيْءٍ فَعَيْ كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ
إِلَى أَجْلٍ مَعْلُومٍ)).

مثلاً سورا پے کا اتنے وزن کا غلہ آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کروں گا۔ یہ طے کر کے خریدار نے سورا پہ اسی وقت ادا کر دیا۔ یہ بعض سلم ہے، جو جائز ہے۔ اب مدت پوری ہونے پر وزن مقررہ کا غلہ اسے خریدار کو ادا کرنا ہو گا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانَ
ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے ابن ابی نجح نے بیان کیا۔ (اس روایت میں ہے کہ) آپ نے فرمایا بعض سلف مقررہ وزن میں مقررہ مدت تک کے لئے کرنی چاہئے۔

یہاں بعض سلم پر لفظ سلف بولا گیا ہے۔

(۲۲۳۱) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابی نجح نے، ان سے عبد اللہ بن کثیر نے، اور ان سے ابو منہال نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

قال: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ :
((فَلَيُسْلِفَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجْلٍ
مَعْلُومٍ)). [راجع: ۲۲۳۹]

۲۲۴۱ - حَدَّثَنَا قُتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانَ
عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ
عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ : سَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ

شما، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت تک کے لئے (بیع سلم) ہونی چاہئے۔

کیل اور وزن سے ماب پ اور قول مراد ہیں۔ اس میں جس چیز سے وزن کرتا ہے کلو یا قدیم سیر من۔ یہ بھی جملہ باقی میں طے ہونی ضروری ہیں۔

(۲۲۴۳، ۲۲۴۲) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی محلد نے (تیری سنہ) اور ہم سے بیجی نے بیان کیا، ان سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے محمد بن ابی محلد نے۔ (دوسری سنہ) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد اور عبداللہ بن ابی محلد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن شداد اور ابن الورہ میں بیع سلم کے متعلق باہم اختلاف ہوا۔ تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اویٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں گیوں، جو، منقی اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابی زیمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی کیا جواب دیا۔

رضی اللہ عنہما یقُولُ: قَدِيمَ النَّبِيُّ ﷺ
وَقَالَ : ((فِي كَنْيَلِ مَغْلُومٍ وَوَزْنٍ مَغْلُومٍ
إِلَى أَجْلٍ مَغْلُومٍ)). [راجح: ۲۲۳۹]

حدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي الْمَحَالِدِ حَدَّثَنَا وَكِبْيَعُ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمَحَالِدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْمَحَالِدِ قَالَ: ((اَخْتَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ بْنِ الْهَادِ وَأَبْوَ بَرْزَدَةَ فِي السُّلْفِ، فَعَطَّلْنِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: إِنَّا كَنَا نُسَلِّفُ عَلَى عَبْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْجِنْطَةِ وَالشَّعْبَرِ وَالزَّبِيبِ وَالثَّمْرِ)) وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبِي زِيَّٰ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ.

[طرفہ فی : ۲۲۴۴، ۲۲۵۵].

[طرفہ فی : ۲۲۴۵، ۲۲۵۴].

لَشْنَتُ حَفْظٍ حفظ فرماتے ہیں۔ اجمعوا علی انه ان کان فی السلم ما يکل او یوزن فلا بد فيه من ذکر الكيل المعلوم والوزن المعلوم فان کان فيما لا يکل ولا یوزن فلا بد فيه من عدد معلوم یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماب پا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا۔ فی الحقيقة کاشکاروں اور صناعوں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

سنہ میں حضرت وکیع بن جراح کا نام آیا۔ اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ کوفہ کے باشندے ہیں۔ بقول بعض ان کی اصل نیشاپور کے قریب سے ہے۔ انہوں نے شام بن عروہ اور اوزانی اور ثوری وغیرہ اساتذہ حدیث سے حدیث کی ساعت کی ہے۔ ان کے تلافہ میں اکابر حضرات مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حبل، سیجی بن معین اور علی بن مدینی بھی نظر آتے ہیں۔ بغداد میں رونق افروز ہو کر درس حدیث کا حلقة قائم فرمایا۔ فن حدیث میں ان کا قول قتل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن الی اوفی رض صحابی ہیں، صدیقیہ اور خبریں اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اور یہی شہادت میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آخر حضرت علیہ السلام کی وفات کا خلاصہ سامنے آگیا۔ اس کے بعد آپ کوفہ تشریف لے گئے: ۷۸ھ میں کوفہ میں ہی انتقال فرمایا۔ کوفہ میں انتقال کرنے والے یہ سب سے آخری صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ان سے امام شعبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

امام شعبی عامر بن شرحبیل کوئی مشورہ ذی علم اکابر میں سے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطبؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ بست سے صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رض کو دیکھا۔ حفظ حدیث کا یہ ملکہ خدا واد تھا کہ کبھی کوئی حرف کافر پر نوٹ نہیں فرمایا۔ جو بھی حدیث سنی اس کو اپنے حافظ میں محفوظ کر لیا۔ امام زہری کما کرتے تھے کہ دور حاضرہ میں حقیقی علماء تو چار ہی دیکھے گئے ہیں۔ یعنی ابن مسیب بدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصریہ میں اور کھول شام میں۔ بغم ۸۲ سال ۱۰۳ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسطہ آئین۔

۳۔ بَابُ السَّلْمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلُ

مثلاً ایک شخص کے پاس کھبور نہیں ہے اور کسی نے اس سے کھبور لینے کے لئے سلم کیا۔ بعض نے کما اصل سے مراد اس کی بنا ہے، مثلاً غلام کی اصل بحث ہے اور سیوے کی اصل درخت ہے۔ اس باب سے یہ غرض ہے کہ سلم کے جواز کے لئے اس مال کا مسلم الیہ کے پاس ہونا ضروری نہیں۔

(۲۵) ۲۲۳۳ھ سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے شیبلی نے بیان کیا، ان سے محمد بن الی محلد نے بیان کیا، کما کہ مجھے عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبد اللہ بن الی اوفی رضی اللہ عنہما کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کر کیا جی کیم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے زمانے میں گیوں کی بیع سلم کرتے تھے؟ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے ابناط (ایک کاشتکار قوم) کے ساتھ گیوں، جوار، زیتون کی مقررہ وزن اور مقررہ خدمت کے لئے سودا کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبد الرحمن بن ابی زیمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی کی مکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عمد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے بحث

۴۔ ۲۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْهُ الْوَاحِدُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمَجَالِدِ قَالَ ((بَعَثَنِي عَنْهُ اللَّهُ بْنُ شَدَادٍ وَأَبُوبُرْدَةَ إِلَى عَنْهُ اللَّهُ بْنُ أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَسْلَفُونَ فِي الْحِجْنَةِ؟ قَالَ عَنْهُ اللَّهُ: كَمَا نَسَّلَفَ أَهْلُ الشَّامِ فِي الْحِجْنَةِ وَالشَّعْبِرِ وَالرَّقِبَتِ فِي كَيْلِ مَغْلُومٍ إِلَى أَجْلِ مَغْلُومٍ. قَلَّتْ : إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلَهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كَمَا نَسَّالُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. ثُمَّ بَعْثَانَيَ إِلَى عَنْدِ الرَّخْمَنِ بْنِ أَبْرَزِ فَسَائِلَةَ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَسْلَفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ نَسَّالُهُمْ أَهْلَهُ حَرَثَ

بھی ہے یا نہیں۔ ہم سے احلاق بن شاہین نے بیان کیا، کماکہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے شبیانی نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے کسی حدیث۔ اس روایت میں یہ بیان کیا کہ ہم ان سے گیوں اور جو میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور عبد اللہ بن ولید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے شبیانی نے بیان کیا، اس میں انہوں نے زینون کا بھی نام لیا ہے۔ ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے شبیانی نے اور اس میں بیان کیا کہ گیوں، جو اور منقی میں (بیع سلم کیا کرتے تھے)

ام لا۔) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
أَبِي مُجَالِدِ بِهَذَا وَقَالَ: ((فَتَسْلِفُهُمْ فِي
الْجِنْطَةِ وَالشَّعْفِ)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
الْوَلِيدِ عَنْ سَفِيَّانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ:
((وَالزَّيْتِ)). حَدَّثَنَا فَتَيْهَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
جَرِيزٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: ((فِي الْجِنْطَةِ
وَالشَّعْفِ وَالزَّيْنِ)).

[راجح: ۲۲۴۳، ۲۲۴۲]

لشیخ میں سے ترجیح ہاب بکھاتا ہے یعنی اس بات کو ہم دریافت نہیں کرتے تھے کہ اس کے پاس مال ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا سلم ہر شخص سے کرنا درست ہے۔ مسلم فہری اس کی اصل اس کے پاس موجود ہوانہ ہو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ محالہ کرنے والا ادا کرنے اور وقت پر بازار سے خرید کریا اپنی کھٹکی یا مزدوری وغیرہ سے حاصل کر کے اس کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص قلاش غصہ ہو اور وہ بیع سلم کر رہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکہ سے اپنے بھائی مسلمان کا پیسہ ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ اور آج کل عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ادا گلکی کی نیت خالص رکھنے والے کی اللہ بھی مدد کرتا ہے کہ وہ وقت پر ادا کر رہتا ہے۔ اور جس کی خصم کرنے والی کی نیت ہو تو تدقیقی امداد بھی اس کو جواب دے دیتی ہے۔

لنظ اباط کی تحقیق میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ جمع نبیط و ہم قوم معروفون کانوں یا نزلوں بالبطان من العارفين قاله الجوهري
وائلهم قوم من العرب دخلوا في الصعم واختلطت انسابهم و فسدت السنتهem ويقال لهم البطن بفتحتين والنبيط بفتح أوله و كسر ثانية و
زيادة تحنائية و انما سموا بذلك لمعرفتهم بابتاط الماء اي استغراجه لكثرة معالجهم الفلاحة و قيل لهم نصارى الشام و هم العرب
دخلوا في الروم و نزلوا بوادي الشام و يدل على هذا قوله من اباط الشام و قيل لهم طافعاتن طافقة اختلطت بالمعجم و نزلوا البطان و طافقة
اختلطت بالروم و نزلوا الشام (ليل الا و طار یعنی لفظ اباط نبیط کی جمع ہے۔ یہ لوگ الہ عراق کے پھر میلے میدانوں میں سکونت پذیر ہوا
کرتے تھے، اصل میں یہ لوگ علی تھے۔ مگر عمیم میں جانے سے ان کے انبال اور ان کی زبانیں سب مخلوط ہو گئیں۔ بیل بھی ان ہی کو
کہا گیا ہے اور نبیط بھی۔ یہ اس لئے کہ یہ قوم کھٹکی کیاری کے فن میں بڑا تجربہ رکھتی تھی۔ اور پانی نکالنے کا ان کو خاص ملک تھا۔ اباط
پانی نکالنے والی کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت ان کو قوم اباط کہا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شام کے فضائی تھے جو نسل ارب تھے۔ گر روم میں
جا کر وادی شام میں مقیم ہو گئے۔ روایت میں بھی لفظ اباط الشام اس پر ولالت کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دو گروہ تھے۔
ایک گروہ بھیوں کے ساتھ اختلط کر کے عراقی میدانوں میں سکونت پذیر تھا۔ اور دوسرا گروہ رومیوں سے مخلوط ہو کر شام میں قیام پذیر
ہو گیا تھا۔ برعکس یہ لوگ کاشکار تھے، اور گندم کے ذخیرے کر ملک عرب میں فروخت کیلئے آیا کرتے تھے۔ خاص طور پر مسلمان
منہ سے ان کا تجارتی تعلق اس درجہ پر گیا تھا کہ یہاں ہر جائز نقد اور حار سودا کرنا ان کا معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔

۲۲۴۶ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ
نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ
قالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا

البخاري الطائي قال: ((سألت ابن عباس رضي الله عنهما عن السلم في التخل قال: نهى النبي ﷺ عن بيع التخل حتى يوكل منه وحتى يوزن. فقال الرجل: وأي شيء يوزن؟ قال رجل إلى جانبه: حتى يخرز)). وقال معاذ: حدثنا شعبة عن عمرو قال أبو البخاري سمعت ابن عباس رضي الله عنهما: ((نهى النبي ﷺ)) مثلا.

[طراه فی : ۲۲۴۸ ، ۲۲۵۰]

لئے چکیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی چکی نہ کھل جائے اس وقت تک سلم جائز نہیں کیوں کہ یہ سلم خاص درختوں کے پھل پر ہوتی۔ اگر مطلق سمجھو میں کوئی سلم کرے تو وہ جائز ہے۔ گورخت پر پھل نکلے بھی نہ ہوں۔ یا مسلم الیہ کے پاس درخت بھی نہ ہوں۔ اب بعض نے کہا کہ یہ حدیث در حقیقت بعد والے باب سے متعلق ہے۔ بعض نے کہا اسی باب سے متعلق ہے۔ اور مطابقت یوں ہوتی ہے کہ جب معین درختوں میں باہم و درختوں کے سلم جائز نہ ہوتی تو معلوم ہوا کہ درختوں کے وجود سے سلم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اگر درخت نہ ہوں جو مال کی اصل ہیں جب بھی سلم جائز ہو گئی، باب کا یہی مطلب ہے۔

٤- بَابُ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ

یعنی جس صورت میں کہ ہم کو بھروسہ ہو جائے کہ یہ درخت یقیناً پھل دیں گے بلکہ پھل اب پختہ ہونے کے قریب ہی آگیا ہے تو ان حالات میں درخت پر لٹکی ہوئی سمجھوروں میں بعض سلم جائز ہے۔

(۲۸۷) ۲۲۳ء میں ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمروتے، ان سے ابوالختری نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر بن عقبہ سے کھجور میں جب کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہوئے سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ کسی قاتل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو ادھار، نقد کے بد لے بینے سے بھی منع فرمایا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے بھی یہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھلائی نہ جائے پا (یہ فرمایا کہ) جب

٢٤٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَمْرُو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: ((سَأَلْتُ ابْنَ عَمْرَو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهِيَ عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنِ بَيْعِ الْوَرْقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلْمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهِيَ النَّبِيُّ َ عَنِ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَاكُلَ مِنْهُ وَحْتَيْ يُوزَنَ)). [رَاجِعٌ: ١٤٨٦، ٢٢٤٦]

تک وہ اس قاتل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھا سکے اور جب تک وہ تو نے کے قاتل نہ ہو جائے۔

(۲۲۵۹) ۵۰ ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا کہ ہم سے غدر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابو الحیرہ نے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نفع اٹھانے کے قاتل نہ ہو جائے، اسی طرح چاندی کو سونے کے بد لے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا ہے۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھانے کے قاتل نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب تک وہ وزن کرنے کے قاتل نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وزن کے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قاتل نہ ہو جائے کہ وہ اندازہ کی جاسکے۔

باب سلم یا قرض میں ضمانت دینا

(۲۲۵۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہا کہ ہم سے بیعلی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امشش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے بیان کیا ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی ایک لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تو وہ بطور ضمانت یہودی کے پاس رہی، معلوم ہوا سلم یا قرض میں اگر دوسرا کوئی شخص سلم والے یا قرض دار کا ضامن ہو تو

باب بیع سلم میں گروی رکھنا

(۲۲۵۲) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے امشش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے

۲۲۴۹ - ۲۲۵۰ - حدیثنا محمد بن بشار قال حدثنا عبد الله بن عبد الله عن عمرو وعن أبي البخاري: (سألت ابن عمر رضي الله عنهما عن السلم في النخل فقال: نهى النبي ﷺ عن بيع الشمر حتى يصلح، ونهى عن الورق بالذهب نساء بناجز. وسألت ابن عباس فقال: نهى النبي ﷺ عن بيع النخل حتى يأكل أو يؤكل وتحت يوزن. قلت: وما يوزن؟ قال رجل عنده: حتى يخرز). [راجع: ۱۴۸۶، ۲۲۴۶]

۵- باب الكفيل في السلم

۲۲۵۱ - حدثنا محمد قال حدثنا يغلبي قال حدثنا الأغمس عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها قالت: ((اشترى رسول الله ﷺ طعاماً من يهودي بنسية، ورهنه درعاً له من حديني)). [راجع: ۲۰۶۸]

تو وہ زرہ بطور ضمانت یہودی کے پاس رہی، معلوم ہوا سلم یا قرض میں اگر دوسرا کوئی شخص سلم والے یا قرض دار کا ضامن ہو تو یہ درست ہے۔

۶- باب الرهن في السلم

۲۲۵۲ - حدثني محمد بن محبوب قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الأغمس

ابراہیم نجی کے سامنے بیتِ سلم میں گروئی رکھتے کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم سے اسود نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت کے لئے غله خریدا اور اس کے پاس اپنی بوہے کی زرہ گروئی رکھ دی تھی۔

قال: ((قَدْ أَكْرَنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرُّهْنُ فِي السَّلْفِ فَقَالَ: ((حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَشْتَرَى مِنْ يَهُودِي طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْغًا مِنْ حَدِيدَةٍ)).

[راجح: ۲۰۶۸]

لشیخ یہ مسئلہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ (اذا تدايتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه) (ابقرۃ: ۲۸۲) آخر تک۔ پھر فرمایا (فرهان مقبولۃ) (ابقرۃ: ۲۸۳) یعنی جب کسی مقررہ وقت کے لئے قرض لو تو کوئی پیز بطور ضمان گروئی رکھ لوا۔

باب سلم میں میعاد معین ہونی چاہئے

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور اسود اور امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہا نے کہا اگر غله کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیتِ سلم کرنے میں قباحت نہیں۔ اگر یہ غله کسی خاص کیتی کا نہ ہو، جو ابھی پکانہ ہو۔

۷- بَابُ السَّلْمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبْو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ. وَقَالَ ابْنُ عَمْرٍ: لَا يَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِغْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ مَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ فِي ذَرْعٍ لَمْ يَنْدِي صَلَاحَةً.

لشیخ یعنی اگر کسی خاص کیتی کے غله میں یا کسی خاص درخت کے میوه میں سلم کرے اور ابھی وہ غله یا میوه تیار نہ ہو اہو تو سلم درست نہ ہو گی۔ لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کیتی اور خاص پیداوار میں بھی سلم کرنا درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غله یا میوه پختی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ غله یا میوه اترے گایا نہیں۔ احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یہ غله اور میوه تباہ ہو جائے پھر دونوں میں جھٹڑا ہو۔ (ویدی)

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ باب لا کر شافعیہ کارو دیکیا جو سلم کو بن میعاد یعنی نقد بھی جائز رکھتے ہیں۔ خنیہ اور مالکیہ امام بخاری کے موافق ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کم سے کم مدت کیا ہونی چاہیے۔ پندرہ دن سے لے کر آدھے دن تک کی مدت کے مختلف کے مختلف اقوال ہیں۔ طحاوی نے تین دن کو کم سے کم مدت قرار دیا ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے ایک سینینہ مدت ٹھرائی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ بن کاہیاں ذکر ہے ابو الحسن کے بیٹے ہیں۔ ان کی کنیت ابو سعید ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے والد ابو الحسن کا نام یا رہے یہ قبلہ بنی مسلمان سے ہیں۔ یمار کو ریج بنت نفرنے آزاد کیا تھا۔ امام حسن بصری: بب کہ خلافت عمری کے دو سال بلتی تھے۔ عالم و بودو میں آئے۔ مدینہ منورہ مقام ولادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سمجھو رہا میں چبا کر ان کے تالو سے لگائی۔ ان کی والدہ امام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتی تھیں۔ بسا اوقات ان کی والدہ کہیں چل جائیں تو حسن بصری کو بہلانے کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی چھاتی ان کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کی والدہ لوٹ کر آتیں تو امام المؤمنین کے دودھ بھر آتا اور یہ حضرت اسے پی لیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ امام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے رضائی فرزند ثابت ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں جس علم و حکمت پر امام حسن بصری رضی اللہ عنہ پنج یہ ای کا طفیل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شادت کے بعد یہ بصرہ چلے آئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اور کہا گیا ہے کہ مدینہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی

لے۔ لیکن بصرہ میں ان کا حضرت علی بن ابی طہ سے ملتا صحیح نہیں ہے۔ ان لئے کہ حضرت حسن بصری جس وقت بصرہ کو جاری ہے تھے تو وہ وادی قریعہ میں تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت بصرہ میں تشریف لا پکے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشتری، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عباس مجھٹھ اور دوسرے اکابر صحابہ سے اکابر صحابہ سے روایات کی ہے۔ اور ان سے بھی ایک بڑی جماعت تابعین اور تبع تابعین نے روایات کی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں علم و فن، نہد و تقویٰ و عبادت اور ورع کے امام تھے۔ رجب اللہ میں وفات پائی۔
حشرنا اللہ معهم و جمع الله بیننا و بینهم فی اعلیٰ علیین۔ آمين

(۲۲۵۳) ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی خجۃ نے، ان سے عبد اللہ بن کثیر نے، ان سے ابوالمنبال نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ہدایت کی کہ پھلوں میں بیع سلم مقررہ پیانے اور مقررہ مدت کے لئے کیا کرو۔ اور عبد اللہ بن ولید نے کہا، ہم سے سفیان بن عبیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی خجۃ نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ ”پیانے اور وزن کی تعین کے ساتھ“ (بیع سلم ہونی چاہئے)

۲۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ أَبْنِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِيمُ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِيْنَةُ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الْعَمَارِ السَّتِينِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ: ((أَسْلَفُوا فِي الْعَمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجْلٍ مَعْلُومٍ)). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَزِيْبِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ: ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ)).

[راجح: ۲۲۳۹]

(۲۲۵۴، ۵۵) ہم سے محمد بن مقائل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن خبردی، انبیاء سلیمان شبیانی نے، انہیں محمد بن ابی جمال نے، کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبد اللہ بن شداد نے عبد الرحمن بن ابی ابڑی اور عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غیمت کامال پاتے، پھر شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) ہمارے ہیں آتے تو ہم ان سے گیوں، جو اور منقی کی بیع سلم ایک مدت مقرر کر کے کر لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس اس وقت یہ چیزیں موجود بھی ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے

۲۲۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفِيَّانَ عَنْ سَلِيمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَاهِدٍ قَالَ: ((أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْذَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْرَزِيَّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُونَّى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلْفِ فَقَالَا: كَتَنَا نُصِيبُ الْمَفَاقِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَانَ يَأْتِنَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْجِنْطَةِ وَالشَّعْفِرِ وَالرَّبِيبِ إِلَى أَجْلٍ مَسَمَّىً. قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ رَزْغٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ

زَرْعٌ؟ فَالْتَّسْجُعُ مَا كَانَ نَسَأَلْهُمْ عَنْهُ نَمِيْتُ تَحْتَهُ.

[ذَلِكَ]). [راجع: ۲۲۴۳، ۲۲۴۲]

۸- بَابُ السَّلْمِ إِلَى أَنْ تُتْسَجِعَ النَّافَةُ
یہ جالیت کا رواج تھا۔ میں اور دن تو سین نہ کرتے، جات اس درجہ کی تمی کہ اوپنی کے جنے کو وعدہ نہ رہا۔ گو اوپنی اکثر قریب قریب ایک سال کی مدت میں جنتی ہے۔ مگر پھر بھی آگے بیچے کئی دن کا فرق ہو جاتا ہے اور نیز زمان کا باعث ہو گا اس لئے اسی مدت لگانے سے منع فرمایا۔

(۲۲۵۶) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہیں جو پیریہ نے خبر دی، انہیں تلفظ نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ حمل کے حمل ہونے کی مدت تک کے لئے بیچتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ تلفظ نے حمل الجبلت کی تفسیر یہ کی ”یہاں تک کہ اوپنی کے پیٹ میں ہو کچھ ہے وہ اسے جن لے۔“

[۲۲۵۶- حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانُوا يَبَأِيُّونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبْلِ الْعَبْلَةِ فَهَمَّ الْبَيْهِيُّ عَنْهُ)). فَسُرَّةُ نَافِعٍ: إِلَى أَنْ تُتْسَجِعَ النَّافَةُ مَا فِي بَطْنِهَا]. [راجع: ۲۱۳۳]

پھر اس کا پچہ بڑا ہو کر وہ پچہ جنے چیزے دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس میعاد میں جات کیمی۔ دوسرے دو کر تھا کہ معلوم نہیں وہ کب پچہ جنتی ہے۔ پھر اس کا پچہ زندہ بھی رہ جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو کب حمل رہتا ہے، کب دفعہ حمل ہوتا ہے۔ ایسی میعاد اگر سلم میں لگائے تو سلم جائز نہ ہو گی۔ گو عاد غاس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

۳۶۔ گھاپ الشہزادی

کتاب شفعہ کے بیان میں

بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ،
فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةٌ

۱- بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ،
بَاب شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی
فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةٌ

شفعہ کرتے ہیں شریک یا ہمسایہ کا حصہ وقت بیچ کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً خلل ہوتا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہر جنہیں شفعہ ہے اور امام احمد رضیتھ سے روایت ہے کہ جائز میں ہے اور کسی مقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد وغیرہ مقولہ میں ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو لے گا۔ امام ہمسایہ کو اور امام ابو حییہ رضیتھ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور الحدیث نے اس کو اختیار کیا ہے۔ وہی ماخوذۃ لغہ من الشفع و هو الزوج و قبل من الزیادة و قبل

من الاعانة و في الشرع انتقال حصة شريك الى شريك كانت انتقلت الى ايجي بممثل العرض المسمى و لم يختلف العلماء في مشروعيتها (فتح) اور وہ شفع سے مخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کما ایک زیادتی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کامات کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرتا، جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی ایجی کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔ اس کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

(۲۲۵۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدلتے ہو گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

لشیخ قسطلانی نے کما کہ امام ابو حیفہ و شیخ اور امام شافعی و شیخ اور امام مالک و شیخ کامہ ہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفعہ کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی تو شفعہ کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائی کو شفعہ کا خبر دیا واجب ہے یا مستحب۔

باب شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے پہنچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا

حکم نے کما کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دے دی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے کما کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس بیع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

(۲۲۵۸) ہم سے ملک بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم کو ابن جریر نے خبر دی، انہوں نے کما جو کو ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن شرید نے، کما کہ میں سعد بن ابی وقار صلی اللہ علیہ کے پاس کھڑا تھا کہ سورہ بن مخرمہ و شیخ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع و شیخ بھی آگئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبلے میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔ سعد و شیخ بولے کہ بخدا میں تو

۲۲۵۷ - حَدَّثَنَا مُسَدْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَنِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((قَضَى رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يَقْسُمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحَدُودُ وَصَرَفَتِ الْطُّرُقَ فَلَا شُفْعَةَ)). [راجح: ۲۲۱۳]

لشیخ خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی تو شفعہ کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائی کو شفعہ کا خبر دیا واجب ہے یا مستحب۔

۲- بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ النَّبِيِّ

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ النَّبِيِّ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بَيَعَتْ شُفْعَةً وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ۔

۲۲۵۸ - حَدَّثَنَا الْمَكْتُومُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ جُرَيْجَ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرُو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ: ((وَقَفَتْ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصِ فَجَاءَ الْمَسْوُزُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى مَنْكِبِيِّ، إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ هَذَا فَقَالَ: يَا سَعْدَ ابْنَيَ مَنْيَ بَنْيَيَ فِي

انیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر سورہ بنتو نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہو گا۔ سعد بن عباد نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ بھی قطع وار۔ ابو رافع بن عباد نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوی اپنے پڑوس کا زیادہ حق دار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابو رافع بن عباد نے سعد بن عباد کو دے دیئے۔

دارک۔ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللَّهُ مَا أَنْتَاغْهُمَا。 قَالَ
الْمُسْنَدُ وَاللَّهُ لِتَبْنَاعِنْهُمَا。 فَقَالَ سَعْدٌ:
وَاللَّهِ لَا أُرِيدُكُمْ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافِ مَنْجَمَةٍ
أَوْ مَقْطَعَةٍ。 قَالَ أَبُو رَافِعٍ : لَقَدْ أَغْطَيْتَ
بِهَا حَمْسَمَائَةً دِينَارٍ، وَلَوْلَا أَنِّي سَعْفَتَ
السَّبِيلَ لَمْ يَقُولُ : ((الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقِيَةٍ مَا
أَغْطَيْتُكُمَا بِأَرْبَعَةِ آلَافِ وَأَنَا أَغْطِيُ بِهَا
حَمْسَمَائَةً دِينَارٍ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُمْ)).

[اطرافہ فی : ۶۹۷۷، ۶۹۷۸، ۶۹۸۰]

. ۶۹۸۱

یہ حدیث ظاہر حنفیہ کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو شفع کا حق ہے۔ شافعیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد وہ ہمسایہ ہے جو جائزیاد میں بھی شریک ہوتا کہ حدیشوں میں اختلاف بلی نہ رہے۔

باب کون پڑوی زیادہ حق دار ہے

علوم ہوا کہ حضرت امام ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق ہیں کہ ہمسایہ کو حق شفعہ ثابت ہے۔ (۲۲۵۹) ۲۲۵۹ ہم سے جبار بن منمال نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو عمران نے بیان کیا، کما کہ میں نے طلحہ بن عبد اللہ سے سنا، اور ان سے عائشہ بنت عاصمہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوی ہیں، میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجو؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تھا سے زیادہ قریب ہو۔

۳۔ بَابُ أَيُّ الْجِوارِ أَقْرَبٌ؟

حدیث حجاج قال حدثنا شعبة و حدثني علي بن عبد الله قال حدثنا شعبة قال حدثنا شعبة حدثنا أبو عمران قال: سمعت طلحة بن عبد الله عن عائشة رضي الله عنها: ((قلت يا رسول الله إن لي جارين فلأي أهداهم؟ أهداهم؟)) قال: ((إلى أقربهما منك بابا)).

[طرفاہ فی : ۲۵۹۵، ۶۰۲۰].

شیخ قطلانی نے کہا اس سے شفعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ نے کہا کہ ابو رافع کی حدیث ہمسایہ کے لئے حق شفعہ ثابت کرتی ہے۔ اب اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ اگر کوئی ہمسایہ ہوں تو وہ ہمسایہ حق شفعہ میں مقدم کجھا جائے گا جس کا دروازہ جائزیاد میعاد سے زیادہ نزدیک ہو۔



۲۳۔ کتاب الاجارہ

کتاب اجرت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب کسی بھی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

۱ - بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ،
وَقُولِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرَنَّ الْقَوْيِيْلَ الْأَمِينِ﴾
والخازن الأمين، ومن لم يستعمل من
أراده.

کہ اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زوردار، امانت دار ہو، اور
امانت دار خراچی کا ثواب اور اس کا بیان کر جو شخص حکومت کی
درخواست کرے اس کو حاکم نہ بنایا جائے۔

اجارہ کے معنی مزدوری کے ہیں اصطلاح میں یہ کہ کوئی شخص کسی مقررہ اجرت پر مقررہ مدت کیلئے اپنی ذات کا کسی کو مالک بنا
دے۔

(۲۲۶۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان
ثوری نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ یزید بن عبد اللہ نے کما کہ میرے
دادا، ابو بردہ عامر نے مجھے خبر دی اور انہیں ان کے باپ ابو موسیٰ
اشعریؑ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امانت دار خراچی جو
اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا
کر دے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

۲۲۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْذَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي
جَدِّي أَبُو بُرْذَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى
الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
النَّبِيُّ ﷺ: ((الخازنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤْذَى
مَا أُمِرَّ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسَهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)).

[راجح: ۱۴۳۸]

(۲۲۶۱) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان
نے بیان کیا، ان سے قرۃ بن خالد نے کما کہ مجھ سے حمید بن ہلال نے
بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعریؑ نے
کہ میں رسول کرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى
عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمْيَدُ بْنُ
هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْذَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ

(میرے قبیل) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کماکہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گاریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص حاکم بننے کا خود خواہش مند ہو، اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔ (یہاں رادی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ لیلۃ استعمال فرمایا)

[اطرافہ فی : ۴۳۴۴، ۴۳۴۱، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۶۱۲۴، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲] .

عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلَبُانِ الْعَمَلَ. فَقَالَ: لَنْ -
أَوْ لَا - **نَسْتَغْفِلُ عَلَى عَمَلِنَا مِنْ أَرَادَةً**).
[اطرافہ فی : ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۶۱۲۴، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲]

لِفْظٍ "اجارات" اجارة کی تجمع ہے۔ اجارة لفظ میں اجرت یعنی اس مزدوری کو کہتے ہیں جو کسی مقررہ خدمت پر جو مقررہ مدت تک انجام دی گئی ہو، اس کام کے کرنے والے کو وہ نقد یا جنس جس مقررہ صورت میں ہو۔ مزدوری پر اگر کسی نیک اچھے امانت دار آدمی کو رکھا جائے تو کام کرنے والے کی یہ عین خوش قسمتی ہے کہ مزدور اللہ سے ڈر کر پورا حق ادا کرے گا اور کسی کوتیاں سے کام نہ لے گا۔ باب استیجار الرجل الصالح متفقہ کرنے سے حضرت امام بخاری رض کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ نیک لوگوں کے لئے مزدوری کرنا کوئی شرم اور عار کی بات نہیں ہے اور نیک صالح لوگوں سے مزدوری پر کام کرنا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ہر دو کے لئے باعث برکت اور اجر و ثواب ہے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری رض نے آیت «ان خیر من استاجرت» نقل فرمایا کہ اپنے مقصد کے لئے مزید وضاحت فرمائی ہے اور بتلایا ہے کہ مزدوری کے لئے کوئی طاقتور آدمی جو امانت دار بھی ہو مل جائے تو یہ بہتر ہے۔ باری تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں حضرت شیعیب رض کی صاحبزادی کی زبان پر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے گھر پہنچ کر یہ کماکہ بیا جان! ایسا زبردست اور امانت دار نوکر اور کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت شیعیب رض نے پوچھا کہ تجھے کیوں کمر معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا وہ پھر جس کو دس آدمی مشکل سے اخھاتے تھے، اس جوان یعنی حضرت موسیٰ رض نے اکیلے اٹھا کر پھینک دیا۔ اور میں اس کے آگے چل رہی تھی۔ حیا دار اتنا ہے کہ میرا کپڑا ہوا سے اڑنے لگا تو اس نے کماکہ میرے پیچے ہو کر چلو۔ اور اگر میں غلط راستے پر چلنے لگوں تو پیچے سے ایک کنکری سیدھے راستے پر پھینک دیتا۔ اس سے سمجھ کر سیدھا راستہ جان لوں گا اور اسی پر چلوں گا۔

حضرت موسیٰ رض کا یہ عین عالم شب تھا اور حیا اور شرم کا یہ عالم اور خدا ترسی کا یہ حال کہ دختر شیعیب رض کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہ جاتا۔ اسی بنا پر اس لڑکی نے حضرت شیعیب رض سے حضرت موسیٰ رض کا ان شاندار لفظوں میں تعارف کرایا۔ بہر حال امیر الحمد شیخ امام بخاری رض نے بہ سلسلہ کتاب البيوع اجرات یعنی مزدوری کرنے سے متعلق جملہ مسائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

باب کے آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص از خود نوکر یا حاکم بننے کی درخواست کرے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈئے، بادشاہ اور حاکم وقت کا فرض ہے کہ ایسے حیص آدمی کو ہرگز حاکم نہ بنائے اور جو نوکری سے بھاگے اس کو اس نوکری پر مقرر کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔ وہ ضرور ایمانداری اور خیر خواہی سے کام کرے گا۔ لیکن یہ اصول صرف اسلامی پاکیزہ ہدایات سے متعلق ہے جس کو عمد خلافت راشدہ ہی میں شاید برداشتگیا ہو۔ ورنہ اب تو کوئی اہل ہو یا نہ ہو محض خویش پوری کو ملاحظہ رکھا جاتا ہے۔ اور اس زمانہ میں تو نوکری کا حاصل کرنا اور اس کیلئے دفاتر کی خاک چھاننا ایک عام فیشن ہو گیا ہے۔ مسلم شریف کتاب الامارت میں یہی حدیث مزید تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ نووی رض اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ قال العلماء والحكمة في انه لا يولى من سال الولاية انه يوكل اليها ولا تكون معه اعانة كما صرخ به في حدیث عبدالرحمن بن سمرة السابق و

اذالم تکن معہ اعانت لم یکن کفتا ولا یولی غیرالکف ولا ن فہ نہمہ للطالب والعریض (نووی) یعنی طلب گار کو امارت نہ دی جائے، اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ امارت پر مقرر کیا جائے گا مگر اس کو اعانت حاصل نہ ہو گی جیسا کہ حدیث عبد الرحمن بن سروہ میں صراحت ہے۔ اور جب اس کو اعانت نہ ملے گی تو اس کا مطلب یہ کہ وہ اس کا اہل ثابت نہ ہو گا۔ اور ایسے آدمی کو امیرتہ بیایا جائے اور اس میں طلب گار کے لئے خود تھمت بھی ہے اور اظہار حرص بھی۔ علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔

حدیث ہذا کے آخر میں خزانچی کا ذکر آیا ہے۔ جس سے حضرت امام بخاری رض نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ خزانچی بھی ایک حُم کا نوکری ہے۔ وہ امانت داری سے کام کرے گا تو اس کو بھی اجر و ثواب اتنا ہی ملے گا جتنا کہ مالک کو ملے گا۔ خزانچی کا امین ہوتا بت عی اہم ہے ورنہ بت سے نقصانات کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آئے گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وقد روی ابن حیر من طریق شعیب الجبئی انه قال اسم المرأة التي تزوجها موسی صفوره و اسم اختتها لیا و کذاروی من طریق ابن اسحاق الا انه قال اسم اختتها شرقا و قيل لها و قال غيره ان اسمهما صفورا و عبرا و انهمما کانتا تو ما و روی من طریق علی ابن ابی طلحہ عن ابن عباس فی قوله ان خیر من استاجرتو القمری الا مین قال قوی فيما ولی امین فيما استودع و روی من طریق ابن عباس و مجاهد فی آخرین ان اباها سالہا عمارات من قوته و امانته فذکرت قوته فی حال السقی و امانته فی غض طرفه عنهما و قوله لها امشی خلفی و دلینی علی الطریق و هذا اخرجه البیهقی باسناد صحیح عن عمر بن الخطاب و زادیه فروجہ اقام موسی و معہ یکفیہ او یعمل له فی رعایة غنمہ (فتح الباری)

حضرت شعیب رض کی تفصیلات کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس عورت سے حضرت موسی علیہ السلام نے شادی کی تھی اس کا نام صفورہ تھا اور اس کی دوسری بنت کا نام "لیا" تھا۔ بعض نے دوسری بنت کا نام شرقا بتلایا ہے اور بعض نے "لیا" اور بعض نے کوئی اور نام بتلایا ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ کہ پہلی کا نام صفورہ اور دوسری بنت کا نام عبرا تھا۔ اور یہ دونوں بوڑ کے ساتھ یہک وقت پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رض نے آیت شریفہ (ان خیر من استاجرتو القمری) کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ قوی (طاقوتو) ان امور کے لئے جن کا ان کو ذمہ دار والی بتلایا جائے۔ اور امین (امانت دار) ان چیزوں کے لیے جو اس کو سونپی جائیں۔ ادویں عباس رض اور مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے والد نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تم نے اس کی قوت اور امانت کے متعلق کیا دیکھا۔ تو انہوں نے بکریوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں ان کی قوت کا بیان کیا۔ اور امانت کا ان کی آنکھوں کے نیچا کرنے کے سلسلہ میں جب کہ وہ آگے چل رہی تھیں اور قدم کا بعض حصہ حضرت موسی علیہ السلام کو نظر آگیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیچے پیچے چلو اور راستے سے مجھ کو مطلع کرتی چلو پس حضرت شعیب رض نے اس لڑکی کا حضرت موسی علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے ساتھ اپنی خدمات کیلئے نیز بکریاں چرانے کیلئے تھمراہی۔ جیسا کہ آٹھ سال کے لئے طے کیا گیا تھا۔ موسی علیہ السلام نے دو سال اور اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ اس طرح پورے دس سال حضرت موسی علیہ السلام کو شعیب رض کی خدمت میں مقیم رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

حدیث عقبہ بن منذر میں مروی ہے۔ قال کنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان موسى اجر نفسه ثمان سنين او عشر سنين على عفة فرجه و طعام بطنه اخرجه ابن هاجة وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے نفس کو حضرت شعیب رض کی ملازمت کے سپرد کر دیا۔ تاکہ آپ شکم پری کے ساتھ ازدواجی زندگی میں عفت کی زندگی گذار سکیں۔

المجموع شرح المهدب للاستاذ المحقق محمد نجیب المطبعی میں کتاب الاجارہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ یجوز عقد الاجارہ علی المنافع المباحة والدلیل علیہ قوله تعالیٰ فان ارضعن لكم فاتوهن اجور هن (الجزء الرابع عشر، ص: ۲۵۵) یعنی منافع مباح کے اور مزدوری کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اگر وہ مطلقاً عورتیں تمہارے پیوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی مزدوری ادا کر دو۔

علوم ہوا کہ مزدوری کرنے کا ثبوت کتب اللہ و سنت رسول اللہ سے ہے اور یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ اسے شرافت کے خلاف سمجھا جائے جیسا کہ بعض غلط قسم کے لوگوں کا تصور ہوتا ہے اور آج تو مزدوروں کی دنیا ہے، ہر طرف مزدوروں کی تنظیم ہیں۔ مزدور آج کے دور میں دنیا پر حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

باب چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چڑھانا

۲- بَابُ رَغْيِ الْفَنَمِ عَلَى قَرَارِنِطَ

(۲۲۶۲) ہم سے احمد بن محمد کی نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عمرو بن سعید نے بیان کیا، ان سے احمد بن محمد کی نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا سعید بن عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ بن ٹیغہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں سمجھا جس نے بکریاں نہ چڑھائی ہوں۔ اس پر آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا کیا آپؐ نے بھی بکریاں چڑھائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چڑھایا کرتا تھا۔

۲۲۶۲- حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكْتَبِيُّ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ قَالَ ((مَا بَعْثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْفَنَمَ)) فَقَالَ أَصْحَابُهُ : وَأَنْتَ؟ فَقَالَ : ((نَعَمْ، كُنْتُ أَرْغَاهَا عَلَى قَرَارِنِطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ)).

تَشْبِيهُ امیرالمحدثین حضرت امام بخاری رض کا مقدمہ باب یہ ہے کہ مزدوری کے طور پر بکریاں چڑھانا بھی ایک حلال پیشہ ہے۔ بلکہ انبیاء علیم السلام کی سنت ہے۔ بکریوں پر گائے بھیں، بھیزوں اور اونزوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مزدوری پر چڑھانا چکانا جائز اور درست ہے۔ ہر تفہیر نے بکریاں چڑھائیں اس میں حکمت یہ ہے کہ بکریوں پر رحم اور شفقت کرنے کی ان کو ابتدائے عمری سے عادت ہو اور رفتہ رفتہ نی نوع انسان کی قیادت کرنے سے بھی وہ متعارف ہو جائیں۔ اور جب اللہ ان کو یہ منصب جلیلہ بخش توجہت اور شفقت سے وہ این آدم کو راہ راست پر لا سکیں۔ اس اصول کے تحت جملہ انبیاء کرام کی زندگیوں میں آپؐ کو رحمت اور شفقت کی جھلک نظر آئے گی۔

حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرعون کی بہایت کے لئے سمجھا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی تاکید کی جا رہی ہے «فَقَذَلَ اللَّهُ فَقَذَلَ اللَّهُ بِنَذْكَرِ أَوْ بِنَخْشِي» (اط: ۳۳) یعنی دونوں بھائی فرعون کے ہاں جا کر اس کو نہایت ہی نزی سے سمجھانا۔ شاید وہ فتحت پکڑ سکے یادہ اللہ سے ڈر سکے۔ اسی نزی کا نتیجہ تھا کہ حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو گروں پر فتح عظیم حاصل فرمائی۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بچپن میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چڑھائی ہیں۔ اس لئے بکری چڑھانا ایک طرح سے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ آپؐ اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط اجرت پر چڑھایا کرتے تھے۔ قیراط آدمیے دافن کو کہتے ہیں جس کا وزن ۵ جو کے برابر ہوتا ہے۔

الحمد للہ! آج کہ شریف کے اطراف میں وادی میں بیٹھ کر یہ سطرس لکھ رہا ہوں۔ اور اطراف کی پہاڑیوں پر نظر ڈال رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں کہ ایک زمانہ میں بھی تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پہاڑیوں میں مکہ والوں کی بکریوں چڑھایا کرتے تھے۔ کاش! میں اتنی طاقت رکھتا کہ ان پہاڑیوں کے چپے چپے پر پیدل چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش القadam کی یادگاری کر سکتا۔ صلی اللہ علیہ وسلم علی آله واصحابہ وسلم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اطراف کے میں قراریط نام سے ایک موضع تھا۔ جمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کی بکریاں چڑھایا کرتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں لکن رجح الاول لان اہل مکہ لا یعرفون بہا مکانا یقان لہ قراریط یعنی قول اول کہ قراریط سے درہم اور دینار کے بعض اجزاء مراد ہیں اسی کو ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ مکہ والے کسی ایسے مکان سے ناواقف تھے جسے قراریط کے نام سے پکارا جاتا ہو۔

وقال العلماء العحكمة في الہام الانبیاء من رعى الغنم قبل النبوة ان يحصل لهم التعمیر برعيها على ما يكفلونه من القيام بامر امتهن يعني علماء نے کہا ہے کہ انہیاء کو بکری چرانے کے ہام کے بارے میں حکمت یہ ہے کہ ان کو نبوت سے پہلے ہی ان کو چراکرامت کی تیادت کے لئے مشق ہو جائے۔

بکری خود ایک ایسا بابرکت جانور ہے کہ اللہ پاک کا فضل ہو تو بکری پالنے میں چند ہی دنوں میں وارے کے نیارے ہو جائیں۔ اسی لئے فتنوں کے زمانوں میں ایک ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے جو سب فتنوں سے دور رہ کر جنگلوں میں بکریاں پالے۔ اور ان سے گذران کر کے جنگلوں ہی میں اللہ کی عبادت کرے۔ ایسے وقت میں یہ بہترین قسم کا مسلمان ہے۔ اس وقت مسجد نبوی روضۃ من ریاض الجنه میں منورہ میں ہے سلسلہ نظر ہائی اس مقام پر پہنچتا ہوا حرمین شریفین کے ماحول پر نظر ڈال کر حدیث ہذا پر غور کر رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ملک میں بکریوں کے مزاج کے موافق کتنے موقع پیدا کر رکھے ہیں۔ کہ شریف میں ایک تخلص دوست کے ہاں ایک بکری دیکھی جو ۲ کلو وزن سے زیادہ دوڑھ دیتی تھی۔ (صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا رعنی الغنم) آج ۹۹۰ مقرر مبارک نہ کوہہ میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔

باب جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کے وقت

الصَّرُورَةِ، أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ
الإِسْلَامِ وَعَامِلَ النَّبِيِّ ﷺ يَهُودَ خَيْرَ

مشکوں سے مزدوري کرنا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خبر کے یہودیوں سے کام لیا تھا (ان سے بٹائی پر معاملہ کیا تھا)

اس باب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو نوکر رکھنا، اس سے مزدوري لیتا ملت ہے۔ کافر حربی ہو یا ذی امام بخاری رضی اللہ عنہ کا ذہب یہ ہے۔ اور آخرت میں نے خبر کے یہودیوں کو کاشتکاری کے کام پر اس وجہ سے قائم رکھا کہ اس وقت مسلمان کاشتکار ایسے موجود نہ تھے جو خبر کو آباد رکھتے۔ اگر آپ یہودیوں کو فوراً نکال دیتے تو خبر اجازہ ہو جاتا۔ اور خود مسلمانوں کی آمدن میں برا نقصان ہوتا۔ مگر افسوس کہ خبر کے یہودیوں نے جو بظاہر وفاواری کا دم بھر کر اسلامی نہیں پر کاشت کر رہے تھے اپنی اندر وطنی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف خیہ کوششوں سے خلاف اسلامی کو پریشان کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان حالات سے مجبور ہو کر حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عمد خلافت میں ان یہودیوں کی اندر وطنی سازشوں کو ختم کرنے اور ان کی پلاک کوششوں کو خاک میں ملانے کے لئے ان کو خیہ سے جلاوطن کر دیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر غیر مسلم فساد سازی نہ ہوں تو مسلمان ان سے حسب ضرورت اپنی نوکری کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کے لئے اگر غیر مسلم کے ہاں اپنے ذہب کی ذلت اور خواری کا احتکال ہو تو مناسب نہیں کہ وہ ایسی جگہ نوکری کرے۔

قال ابن بطال عامۃ الفقهاء یجیزوون استجارہم عند الضرورة الخ (فتح الباری)، یعنی عام فناء نے غیر مسلموں سے مزدوري کرنے کو بوقت ضروری جائز قرار دیا ہے۔

صاحب المذب لکھتے ہیں۔ وانختلفوا في الكافر اذا استاجر مسلما اجرة معينة لعنهم من قال فيه قوله لا ونه عقد يتضمن حبس المسلم فصار كبيع العبد المسلم منه ومنهم من قال يصح قوله واحدا لان عليا كرم الله وجهه كان يستنقى الماء لامرا تهودية۔ (المذهب جزء رابع عشر، ص: ۳۵۹)

الشرح خبر علی روایہ احمد و جود الحافظ ابن حجر اسنادہ و لفظہ جمعت مرہ جو عاشدیدا فخررت لطلب العمل فی عوالم العدیۃ

فإذا أنا بامرأة قد جمعت مدرافظتها تربى بله فقاطعها كل ذنوب على تعره فمددت ستة عشر ذنوبي حتى مجلت يداي ثم اتيتها فعدت لي ست عشر تمرة فاتيت النبي (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فأخبرته فاكل معنى منها وهذا الخبر يدل دلالة يعجز القلم من استقصاء ما تحرى به من بيان ما كانت الصحابة عليه من الحاجة وشدة الفاقة والصبر على الجوع وبذل الوسع واتعب النفس في تحصيل القوام من العيش للتعرف عن السوال وتحمل المتن وان تاجر النفس لا يعد دنانة وان كان المستاجر غير شريف او كافر او الاجير من اشراف الناس وعظماء هم وقد اورده صاحب المتن ليستدل به على جواز الاجارة معاودة يعني ان يفعل الاجير عددا معلوما من العمل بعدد معلوم من الاجرة (كتاب مذكور ٢٩١) يعني علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کو بطور مزدور رکھے تو کیا فتویٰ ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مسلمان کو ایک طرح سے قید کرنا، گویا اس مسلمان بندے کو بطور غلام بیٹھانا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضرت علی بن بشیر نے ایک یہودی عورت کے ہاں مزدوری پر پانی کھینچتا تھا۔ خود ان کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھ کو سخت بھوک نے ستایا تو میں اطراف مدینہ میں مزدوری کرنے لگا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ کچھ مٹی کو گیلا کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ہر ایک ڈول کے بدلتے ایک کھور پر معاملہ طے کر لیا۔ اور میں نے یہ سولہ ڈول کھینچ ڈالے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے ہو گئے۔ پھر میں اس عورت کے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ کو سولہ عدد کھور دے دیں جن کو لے کر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور میں نے آپ کو جملہ تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ان کھوروں میں سے میرے ساتھ آپ نے بھی چند کھوروں کو تادول فرمایا۔ صحابہ کرام ابتدائے اسلام میں کس قدر تکالیف میں جاتا تھا۔ اور وہ بھوک پر کس قدر صبر کرتے تھے اور وہ سوال سے بچ کر اپنی علم پرپری کے لئے کیسی کیسی سخت مزدوری کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، یہ اس خبر سے واضح ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شریف نفس کو کسی کی مزدوری میں ڈال دنا کوئی ذیل پیش نہیں ہے۔ اگرچہ مزدوری کرانے والا خود ذیل بھی کیوں نہ ہو یا کافر بھی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ مزدوری کرنے والا برا شریف آدمی یعنی کیوں نہ ہو۔ صاحب متنی نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ مزدوری مقررہ کام کے ساتھ مقررہ اجرت پر کرنا جائز ہے۔

آج یکم محرم ۱۴۹۰ھ کو کعبہ شریف میں بوقت تجدید نوث کھا گیا۔ اور ۲ مغروہ ۹۰ھ یوم جمعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس پر نظر عالی کی گئی۔

(٢٣٦٣) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کوہ شام بن عروہ نے خردی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زین نے اور انہیں عائشہ بنت خڑیج نے کہ نبی کشم ﷺ اور ابو بکر بن اشحص نے (بجھت کرتے وقت) بنو دیل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور وہ بطور ماہر راهبر مزدوری پر رکھا تھا (حدیث میں لفظ) خریت کے معنی راہبری میں ماہر کے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پانی وغیرہ میں ڈبو کر عاص بن واٹل کے خاندان سے عمد کیا تھا۔ اور وہ کفار قریش یعنی کے دین پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ اور ابو بکر بن اشحص کو اس پر بخروس تھا۔ اس لئے اپنی سواریاں انہوں نے اسے دے دیں۔ اور غار اثر پر تین رات کے بعد اس سے ملنے کی تائید کی تھی۔

٤٤٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الْوَهْرَيِّ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الزُّبَيرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبْوَبَكْرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًّا خَرِبَتَا - الْخَرِبَتَ : الْمَاهِرُ بِالْهَدَايَةِ - قَدْ غَمَسَ يَمِينَ حَلْفِي فِي آلِ الْعَاصِيِّ بْنَ وَائِلٍ، وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارٍ قُرْيَشٍ؛ فَأَمِنَاهُ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتِهِمَا، وَوَاعَدَاهُمَا غَارَ ثَورٍ بَعْدَ ثَلَاثَ لَيَالٍ، فَلَاتَاهُمَا

وہ شخص تین راتوں کے گذرتے ہی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس دلیلی راہبر کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ شخص ساحل کے کنارے سے آپ کو لے کر چلا تھا۔

باب کوئی شخص کسی مزدور کو اس شرط پر رکھے کہ کام تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد کرنا ہو گا تو جائز ہے اور جب وہ مقررہ وقت آجائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں گے

اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رض کی غرض یہ ہے کہ اجراء میں یہ امر ضروری نہیں ہے کہ جس وقت سے اجراء شروع ہو اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی دلیل کے مقرر کردہ نور کرے تین رات بعد غار ثور پر آئے کا وعدہ لیا تھا۔

(۲۲۶۳) ہم سے بھی بن کیرنے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عقیل نے کہ ابن شاہنے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، اور ان سے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بندیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کر لی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اوٹھنیاں اس کے حوالہ کر دی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ وہ تین راتوں کے بعد صبح سورے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور پر آجائے۔

اس حدیث میں رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرت سے متعلق ایک جزوی ذکر ہے کہ آپ اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے شب لشیخ بھرت میں سفر شروع کرنے سے پہلے ایک ایسے شخص کو بطور راہبر مزدور مقرر فرمایا تھا جو کفار قریش کے دین پر تھا اور یہ بندیل میں سے تھا۔ آخر بھرت لشیخ اور حضرت صدیق اکبر رض کو اس پر اختدما تھا۔ اس لئے اپنی ہر دو سواریوں کو اس کے حوالہ کرتے ہوئے اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ تین گذر جانے کے بعد دونوں سواریوں کو لے کر غار ثور پر چلا آئے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ ہر دو نے سفر شروع کیا۔ یہ شخص بطور ایک ماہر راہبر کے تھا۔ اور عامر بن فہیرہ کو ہر دو سواریوں کے لئے گران کے طور پر مقرر کیا تھا۔ اگلے باب میں مذکور ہے کہ آخر بھرت لشیخ نے اس شخص کو اس شرط پر مزدور مقرر کیا کہ وہ اپنا مقررہ کام تین راتیں گذرنے کے بعد انجام دے۔ اسی طرح اگر ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد کی شرط پر کسی کو مزدور رکھا جائے اور ہر دو فریق راضی ہوں تو ایسا معاملہ کرنا درست ہے۔

بِرَاحْلَتِهِمَا صَبَيْحَةً لَيَالٍ ثَلَاثَتٍ فَأَرْتَحَلَ،
وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فَهْيَرَةَ وَالدَّلِيلُ
الدَّلِيلُ فَأَخْذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ
((طَرِيقُ السَّاحِل)). [راجع: ۴۷۶]

۴- بَابٌ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ

لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
- أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةً - جَازَ وَهُمَا
عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

لشیخ اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رض کی غرض یہ ہے کہ جس وقت سے اجراء شروع ہو اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی دلیل کے مقرر کردہ نور کرے تین رات بعد غار ثور پر آئے کا وعدہ لیا تھا۔

۲۲۶۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا الْيَتْمَةُ عَنْ عَقِيلٍ قَالَ أَبْنُ شَهَابٍ
فَأَخْبَرَنِي عَزْرُوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ ((وَاسْتَأْجَرَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي
الدَّبَابِلِ هَادِيًّا حِرَيْتَنَا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارٍ
فَرَيْتَشِ، فَدَفَعَاهُ إِلَيْهِ رَاحْلَتِهِمَا، وَوَاعَدَاهُ
غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثَتٍ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا
بِرَاحْلَتِهِمَا صَبَيْحَةَ ثَلَاثَتٍ)). [راجع: ۴۷۶]

اس حدیث سے بھی ضرورت کے وقت کسی معتمد غیر مسلم کو بطور مزدور رکھ لیتا جائز ثابت ہوا۔ وہاں ہو مراد۔ الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں غار ثور کی طرف بیٹھے ہوئے یہ حدیث اور اس کی یہ تشریح حوالہ قلم کر رہا ہوں چودہ سو سال گذر رہے ہیں۔ مگر حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ہر طرح سے اتنا محفوظ ہے کہ اس نے زیادہ ممکن نہیں۔ یہی وہ غار ہے جس کو آج جبل الثور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین راتوں تک قیام فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس باب کے ذیل حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کا تشریحی نوٹ یہ ہے کہ اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری ﷺ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہو اسی وقت سے کام شروع کرے۔ اسامیل نے یہ اعتراض کیا ہے کہ باب کی حدیث سے یہ نہیں لکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ تین دن کے بعد اپنا کام شروع کرے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ حدیث مذکورہ میں باب کی مطالبہ واضح طور پر موجود ہے۔

بہ شوتوت اجارہ صاحب المذہب لکھتے ہیں۔ فقد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر استاجر عبد اللہ بن الاریقط الدبیلی و کان خربتا و ہوا خبر بمسالک الصحراہ والوہاد العالم بجغرافیہ بلاد العرب علی الطبیعہ لیکون هادیا و مرشدہ لہما فی هجرتہمما من مکہ الی المدینہ۔ تحقیق ثابت ہو گیا کہ رسول کرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن اریقط دبیلی کو مزدور بنیا۔ وہ محرومی راستے کا بہت بڑا ماہر تھا۔ وہ بلاد عرب کے طبعی جغرافیہ سے پورے طور پر واقع تھا۔ اس کو اس لئے مزدور رکھا تھا۔ تاکہ وہ بوقت ہجرت کہ سے مدینہ تک آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے رہنمائی کا فرض انجام دے۔ جس سے غیر مسلم کو جس پر اعتماد ہو مزدور بنا کر رکھنا ثابت ہوا۔

آن ۲۹ ذی الحجه ۸۹ھ کو بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔ الحمد للہ علی ذالک اور ۲ صفر یوم جمعہ کو مسجد نبوی جنت کی کیاری میں بیٹھ کر اس پر نظر ٹانی کی گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

غار ثور پر حاضری: اس حدیث کو لکھتے ہوئے دل میں خیال تھا کہ مکہ المکرمہ میں موجود ہونے پر مناسب ہو گا کہ ہجرت نبوی کی اولين منزل یعنی غار ثور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اگرچہ یہاں جانشہ کوئی رکن ج ہے نہ اس کے لئے کوئی شرعی حکم ہے مگر (سیروالی الارض) کے تحت تاریخ ۲۹ محرم ۹۰ھ کے بعد غار ثور پر رفتے جان کرام کے ہمراہ عرب ہندوستانی کر لیا۔ حرم شریف سے کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اور وہاں جانے پر چاروں طرف پہاڑوں کے خوفناک مناظر سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی نائم کے مطابق اندازاً دن کے گیارہ بجے ہمارا قافلہ دامن کوہ ثور میں پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر نظر ڈالی گئی تو ہمت نے جواب دے دیا۔ مگر رفتائے کرام کے عزم کو دیکھ کر چھٹا علائق شروع کی گئی۔ حال یہ تھا کہ جس قدر اپر چھٹتے جاتے وہ مقام دور ہی نظر آتا جا رکھا تھا۔ آخر بیٹھنے کے بعد مشکل تغیریات ہنہ بھری محنت کے بعد غار ثور تک رسالی ہو سکی۔ یہاں اس قسم کے کئی غار ہیں جن کے اپر عظیم پھروں کی چھٹت قدرتی طور پر نبی ہوئی ہیں۔ ایک غار پر غار ثور لکھا ہوا تھا۔ یہی وہ غار ثور ہے جس کے اندر بیٹھ کر رسول کرم ﷺ نے اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ ماظنک بالذین اللہ تالہمہا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کا خوف محسوس ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو مذکورہ بالانظفوں میں تسلی ولائی تھی کہ اے ابو بکر! تم سارا ان دونوں کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیرا خود اللہ پاک ہے (اللہ پاک کے خود ساتھ ہونے سے اس کی مدد و نصرت مراد ہے۔ جب کہ وہ خود اپنی ذات سے عرش عظیم پر ہے) مطلب یہ تھا کہ خود اللہ ہمارا حافظ و ناصر ہے۔ پھر ہم کو دشمنوں کی طرف سے کیا غم ہو سکتا ہے۔ یہی ہوا کہ دشمن اس غار کے اطراف میں پھرتے رہے اور ان کو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم نہ ہو سکا۔ اور اللہ پاک نے اپنے ہر دو محبوب بندوں کو بچایا۔

غار میں اندر دو آدمیوں کے بیٹھنے لیئے کی جگہ ہے۔ ایک طرف سے بیٹھ کر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ میں اور ہمارے رفق اندر داخل

ہوئے اور سارا منتظر دیکھا۔ اور بار بار قدرت الہی یاد آتی رہی۔ اور تاریخ اسلام کے عظیم واقعہ کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ چند لفاظ یادداشت غار کے اندر ہی بیٹھ کر حوالہ قلم کئے گئے۔ جی چاہتا تھا کہ یہاں کافی دیر ٹھہرا جائے کیونکہ منتظرِ بہت ہی روح افرزا تھا۔ مگر نیچے گاڑی والا منتظر تھا۔ اس لئے دوستوں کے ساتھ واپسی کا مرحلہ طے کیا گیا۔ غار اونچائی اور راستہ پر خطر ہونے کے لحاظ سے اس قاتل نہیں ہے کہ ہر شخص وہاں تک جاسکے۔ چہاٹا بھی خطرناک اور اتنا اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اتنے میں دو گناہ وقت صرف ہوا۔ اور نماز ظہر کا وقت بھی اترتے ارتے ہی ہو گیا۔ بعد مشکل نیچے اتر کر گاڑی پکڑی اور ہرم شریف میں ایسے وقت حاضری ہوئی کہ ظہر کی نماز ہو چکی تھی مگر الحمد للہ کہ زندگی کی ایک حرست تھی کہ رسول کریم ﷺ کی بھرت کی اولین منزل کو دیکھا جائے سو اللہ پاک نے یہ موقع فریباً والحمد لله اولاً و آخر والصلوة والسلام على رسول الله و على صاحب الصدیق رضي الله عنه۔

(محترم حاجی اللہ بخش صاحب یہجا پوری اور محترم حاجی فتحی حقین اللہ صاحب ناظم درسہ دارالحدیٰ یوسف پور، یوپی ساتھ تھے جن کی ہمت سے مجھ ہی سے ضعیف کمزور نے بھی اس منزل تک رسالی حاصل کی۔ جزاهم اللہ)

باب جہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا

(۲۲۶۵) ہم سے یعقوب بن ابراءٰہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اساعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جرتج نے خردی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خردی، انہیں صفوان بن یعلیٰ نے، ان کو یعنی بن امیہ بن شہر نے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جیش عسرہ (غزوہ تیوک) میں گیا تھا یہ میرے زدیک میرا سب سے زیادہ قاتل اعتمادیک عمل تھا۔ میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا۔ وہ ایک شخص سے جھگڑا اور ان میں سے ایک نے دوسرے مقلوب والے کی انگلی چباؤالی۔ دوسرے نے جو اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے آگے کے دانت بھی ساتھ ہی کھینچے چلے آئے اور گر گئے۔ اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پکخا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے دانت (ٹوٹنے کا) کوئی قصاص نہیں دلوایا۔ بلکہ فرمایا کہ کیا وہ اپنی انگلی تمارے منہ میں چبانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یوں بھی فرمایا۔ جس طرح اونٹ چالایا کرتا ہے۔

(۲۲۶۶) ابن جرتج نے کہا اور مجھ سے عبد اللہ بن ابی طیکہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے دادا نے بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھلایا۔ (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

۵- بَابُ الْأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ

۲۲۶۵- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ حُرَيْبَيْجَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ عَنْ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمِّيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جِنِّشَ الْفُسْرَةَ، فَكَانَ مِنْ أَوْنَقِ أَغْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَعُصِّنَ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ، فَأَنْطَلَقَ إِلَى إِصْبَعِهِ فَأَنْدَرَ ثَيْنَتَهُ فَسَقَطَتْ، فَأَنْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَنْدَرَ ثَيْنَتَهُ وَقَالَ: ((أَفَيْدُ إِصْبَعَهُ فِي فَيْنَكَ تَقْصِيمُهَا؟)) قَالَ: أَخْسِبَهُ قَالَ - : ((كَمَا يَقْصُمُ الْفَحْلُ)).

[راجع: ۱۸۴۷]

۲۲۶۶- قَالَ أَبْنُ حُرَيْبَيْجَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلِيْكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصَّفَّةِ: ((أَنَّ رَجُلًا عَضَّ رَجْلِ فَأَنْدَرَ ثَيْنَتَهُ، فَأَنْدَرَهَا أَبُوبَكْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)).

اس کا کوئی قصاص نہیں دلوایا۔

لشیخ باب کا مضمون اس سے ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگ توبک کے سفر میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بطور مزدور ساتھ لے گایا تھا۔ حدیث میں جنگ توبک کا ذکر ہے جس کو بیش الحسرہ بھی کہا گیا ہے۔ الحمد للہ مدینۃ المنورہ میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ یہاں سے توبک کئی سو میل کے فاصلہ پر اورون کے راستے پر واقع ہے۔ اور حکومت سعودیہ ہی کا یہ ایک ضلع ہے۔ شام کے عیسائیوں نے یہاں مرصد پر اسلام کے خلاف ایک جنگی منصوبہ بنایا تھا جس کی بروقت اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہو گئی۔ اور آپ نے مدافعت کے لئے پیش کی تدبیحی۔ جس کی خربہ کار عیسائیوں کے حوالے پت ہو گئے۔

یہ سفر میں موسم گرم کا شہب میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان مجہدین کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سورہ توبہ کی کئی آیات میں اس کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان منافقین کا بھی جو اس امتحان میں میلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن کے متعلق آیت ﴿يَقْتَلُونَ إِنْكُمْ إِذَا زَجَّعْتُمُ الْأَيُّهُمْ﴾ (التوبہ : ۹۳) نازل ہوئی۔ مگر چند مغلص موبین بھی تھے جو پیچھے رہنے والوں میں رہ گئے تھے۔ بعد میں ان کی توبہ قول ہوئی۔ الحمد للہ آج ۲ صفر کو مسجد نبوی میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔

۶۔ باب إذا استأجرَ أجيرًا فَيَئِنَّ لَهُ الأجلَ، وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ
باب ایک شخص کو ایک میعادو کے لئے نوکر رکھ لیتا اور کام بیان نہ کرنا

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (حضرت شیعیب رضی اللہ عنہ کا قول یوں) بیان فرمایا ہے کہ ”میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دلوڑیوں میں سے کسی کام سے نکاح کروں“ آخر آیت (وَاللهُ عَلَى مَا مَنَقُولٌ وَكَبِيلٌ) تک۔ عربوں کے ہاں یا جو فلاٹ ابول کر مراد ہوتا ہے، یعنی فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ اسی لفظ سے مشتق تعریت کے موقعہ پر یہ لفظ کہتے ہیں اجرک الله۔ (اللہ تجھ کو اس کا اجر عطا کرے)

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ یہاں باب کا مقصود بیان کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی لائے جس میں حضرت شیعیب رضی اللہ عنہ کی نہان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا کہ میں اپنی دلوڑیوں سے ایک کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس شرط پر کہ آپ آنھو سال میرے ہاں نوکری کریں۔ یہاں حضرت شیعیب رضی اللہ عنہ نے نوکری کے کام مقرر نہیں فرمائے۔ اسی سے مقصود باب ثابت ہوا۔ آیت مذکورہ میں لفظ تاجری نہ کوئی نہیں۔ اس کی لغوی و معنویت حضرت امام نے یوں فرمائی کہ عربوں میں یہ بھر لانا کا مکملہ مزدوری کو مزدوری دینے پر مستعمل ہے آیت میں لفظ تاجری اسی سے مشتق ہے۔

۷۔ باب إذا استأجرَ أجيرًا عَلَى أَنْ يَقْيِيمَ حَائِطًا يُرِينَدُ أَنْ يُنْقَضُ جَازٌ
باب اگر کوئی شخص کسی کو اس کام پر مقرر کرے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے تو جائز ہے۔

ای سے معماری یعنی مکان تعمیر کرنے کا پہش بھی ثابت ہوا۔ اور یہ کہ معماری کا پہش حضرت غفرانؑ کی حدیث ہے
۲۲۶۷ - حدیثیٰ إِنَّ رَاهِيْمَ بْنَ مُوسَى قَالَ (۷۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے یہاں کیا کہا کہ ہم کو ہم میں
آخرتاً هشام بن یوسفَ أَنَّ أَنَّ جَرَیْجَ يُوسُفَ لَهُ خُرُودٌ كَمَا كَهْجَهُ جَلَلَ مِنْ

مسلم اور عمرو بن دنار نے سعید سے بخوبی۔ یہ دونوں حضرات (سعید بن جبیر سے اپنی روایتوں میں) ایک دوسرے سے کچھ زیادہ روایت کرتے ہیں۔ ابن حجر تجھے کامیں نے یہ حدیث اور وہ سے بھی سن ہے۔ وہ بھی سعید بن جبیر سے نقل کرتے تھے کہ مجھ سے ابن عباس یعنی پیشہ کما، اور ان سے ابو بن کعب بن ثابت نے کما۔ انہوں نے کما کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ پھر وہ دونوں (موسیٰ اور خضر میلہما السلام) چلے۔ تو انہیں ایک گاؤں میں ایک دیوار می، جو گرنے والی تھی۔ سعید نے کہا خضر میلہما نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور ہاتھ اٹھایا، وہ دیوار سیدھی ہو گئی۔ سعید نے کامیرا خیال ہے کہ سعید نے کہا، خضر میلہما نے دیوار کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا، اور وہ سیدھی ہو گئی۔ تب موسیٰ میلہما بولے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے ہیں۔ سعید نے کہا کہ (حضرت موسیٰ میلہما کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی چیز مزدوری میں (آپ کوئی چاہئے تھی) جسے ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا)

تفسیر حضرت موسیٰ میلہما اور حضرت خضر میلہما کا یہ واقعہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے، اسی جگہ یہ دیوار کا واقعہ بھی ہے جو گزنتے ہی والی تھی کہ حضرت خضر میلہما نے اس کو درست کر دیا۔ اسی سے اس قسم کی مزدوری کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ میلہما کا خیال تھا کہ حضرت خضر میلہما کو اس خدمت پر گاؤں والوں سے مزدوری لئی چاہئے تھی۔ کیونکہ گاؤں والوں نے بے مرمت کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا حضرت خضر میلہما نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے الہام الی سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ دیوار تین میٹر پچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن ہے۔ اس لئے اس کا سیدھا کرنا ضروری ہوا تاکہ تینوں کی امداد بیان طور پر ہو سکے اور ان کا خزانہ ظاہر نہ ہو کہ لوگ لوٹ کر لے جائیں۔

آج ۳ صفر کو محترم حاجی عبدالرحمن سندی کے مکان واقع باب مجیدی مدینہ منورہ میں یہ نوث لکھ رہا ہوں۔ اللہ پاک محترم کو دونوں جہاں کی برکتیں حطا کرے۔ بہت ہی نیک شخص اور کتاب و سنت کے دلدادہ ذی علم بزرگ ہیں۔ جزاہ اللہ خیران الدارین۔ امید ہے کہ قارئین بھی ان کے لئے دعاۓ خیر کریں گے۔

۸- بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نَصْفِ النَّهَارِ

تفسیر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض ان بابوں کے لانے سے یہ ہے کہ اجارے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کم سے کم ایک دن کی مدت ہو بلکہ اس سے کم مدت بھی درست ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں وہ برکت پھر عصر تک پھر عمر سے مغرب تک مزدوری کرنے کا ذکر ہے۔ مزدوری کا معاملہ مزدور اور مالک پر موقوف ہے وہ جس طور پر جن شرائط کے تحت معاملہ طے کر لیں درست ہو گا۔

(۲۳۶۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حملہ بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر بن حنبل نے کہ جی کرم ملکیت نے فرمایا، تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثل ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صحیح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صحیح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ٹلے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تھیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا حق پورا مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔

[راجع: ۵۵۷]

تم کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اس سے اہل سنت کا ردِ جب ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے ثواب ملنے طریق احسان کے ہے۔ امت محمدیہ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ جو بھی نیکی کرے اس کو دس گناہ بلکہ بعض وفع اور بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ثواب پچاس وقت کا دیا جاتا ہے۔ یہ اس امت مرعومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

باب عصر کی نماز تک مزدور لگانا

۹- باب الإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

لشیخ یعنی عصر کی نماز شروع ہونے یا ختم ہونے تک۔ اب یہ استدلال صحیح نہ ہو کہ عصر کا وقت دو مشل تک رہتا ہے۔ ملاحظے نے کہا وہ سری روایت میں جو امام بخاری محدث نے توجیہ میں نکال ہے یوں ہے کہ ایسا کہنے والے صرف یہودی تھے۔ اور ان کا وقت مسلمانوں کے وقت سے زیادہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسلامی نے کہا کہ اگر دونوں فرقوں نے یہ کہا ہو تو بھی ختنی کا استدلال چل نہیں سکتا۔ کس لئے کہ نصاریٰ نے اپنا عمل جو زیادہ قرار دیا وہ یہود کا زمانہ ملا کر رہے۔ کیونکہ نصاریٰ حضرت موسیٰ محدث اور حضرت عیسیٰ دونوں پر ایمان لائے تھے۔ حافظ نے کہا ان تاویلات کی ضرورت نہیں، کس لئے کہ ظہر سے لے کر عصر تک کا زمانہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)

احادیث صحیح واردہ کی ہنا پر عصر کا وقت سلیمانی ایک مشل کے برابر ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ آج بھی کہ شریف اور مدینہ شریف میں یہی معمول ہے۔ ہر دو جگہ عصر کی نماز ایک مشل پر ہو رہی ہے۔ اور پوری دنیا نے اسلام جو صحیح کے لئے لاکھوں کی تعداد میں حرمین شریفین آتی ہے ان ایام میں یہاں اول وقت ہی عصر کی نماز پڑھتی ہے۔ پھر بعض متقبہ احتجاج کا نتیجہ کے ساتھ اس کا اعلان

کرتا اور ایک مثل پر عصر کی نماز کا پڑھنا ناروا جانتا انتہی جود کا بیوت رہتا ہے۔ اسی کو اندر می تقلید کیا گیا ہے جس میں ہمارے یہ محترم و معزز متعقب بھائی گرفتار ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مذاہب اور بعد کو برحق بھی کہتے ہیں اور عملی طور پر اس شدت کے ساتھ اس قول کا ایٹھ بھی کرتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ ایک مثل پر عصر کی نماز کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ انہے اربعہ میں ان اماموں کا بھی اہم مقام ہے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کا اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی مطلق منجاش نہیں ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔ الحمد للہ مدینہ طیبہ حرث نبوی میں یہ نوٹ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فلہ الحمد للہ الفکر۔

یہ حدیث حضرت مجتبی مطلق امام الاممہ امام بخاری رض نے کئی جگہ نقل فرمایا کہ اس سے مختلف مسائل کا اثبات فرمایا ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کا ایک قتلہ تسلی طور پر دکھلایا گیا ہے۔ دین آسمانی کی امانت پہلے یہود کو سونپی گئی، مگر انہوں نے اپنے دین کو بدل کر منع کر دیا۔ اور پانچ سو دن میں گرفتار ہو کر دین کی برداشت کے موجب ہوئے۔ اس طرح گویا انہوں نے حفاظت دین کا کام بالکل بھی میں چھوڑ دیا اور وہ ناکام ہو گئے۔ پھر نصاریٰ کا نمبر آیا اور ان کو اس دین کا حافظ بنا یا گیا۔ مگر انہوں نے دین عیسوی کو اس قدر منع کیا کہ آسمانی تعلیمات کی اصلاحیت کو جزاً اور بنیادوں سے بدل دیا۔ اور تسلیت اور صلیب پرستی میں ایسے گرفتار ہوئے کہ یہود کو بھی مات کر کے رکھ دیا۔ ان کے بعد مسلمانوں کا نمبر آیا۔ اور اللہ پاک نے اس امت کو خیرامت قرار دیا۔ اور قرآن مجید اور سنت نبوی کو ان کے حوالہ کیا گیا۔ الحمد للہ قرآن مجید آج تک محفوظ ہے۔ اور سنت کاظمہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاتھوں اللہ نے قیامت نکل کے لئے محفوظ کر دیا۔ یہی کام کا پورا کرنا ہے۔ جس پر امت کو دو گناہ جر ملتے گا۔

مسلمانوں میں بھی اہل بدعت نے جو غلوٰ اور افراط و تفریط سے کام لیا ہے وہ اگرچہ یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر شرمناک حرکت ہے کہ اللہ کے پچھے محبوب رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بے حد باطل اور گمراہ کن عقائد ایجاد کر لئے۔ اپنے خود ساختہ ائمہ کو مطلق مطلق کا درج دے دیا، اور یہروں، شہیدوں، بزرگوں کے مزارات کو کعبہ و قبلہ بنا لیا، یہ حرکتیں یہود و نصاریٰ سے کم نہیں ہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے غالی اہل بدعت کے ہاتھوں سے نوادرات کو کعبہ و قبلہ بنا لیا، یہ حرثیہ سنت احادیث صحیح کی مثل میں محفوظ ہے۔ یہی وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر اس امت کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اور یہود و نصاریٰ پر فوقیت عطا فرمائی۔ اللہ پاک ہم کو اس فضیلت کا مصدقہ بنائے۔ آمین۔ سفرج سے واپسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ۲۳ اپریل کو یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ والحمد للہ علی کل حال۔

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُويسٍ
قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ
مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
غَمَرَ بْنِ الْخَطَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا مَثَلُكُمْ
وَالْيَهُودُ وَالنَّصَارَى كَرَجْلٍ اسْتَعْمَلَ عَمَالًا
فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ
عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى

(۲۲۶۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر بن حفیظ کے غلام عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، اور ان سے عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدمیے دن تک میری مزدوری کوں کرے گا؟ پس یہود نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر تم لوگوں نے عصر سے

فِيَرَاطٍ فِيَرَاطٍ ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى
فِيَرَاطٍ فِيَرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ
صَلَاةَ الْقُصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى
فِيَرَاطِينَ فِيَرَاطِينَ. فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ
وَالنَّصَارَى وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقْلَ
عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْنَاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ
شَيْئاً؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوفِيَ
مِنْ أَشَاءُ). [راجع: ۵۰۷]

اس روایت میں گویہ صراحت نہیں کہ نصاری نے عصر تک کام کیا، مگر یہ مضمون اس سے نکلتا ہے کہ تم مسلمانوں نے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کام کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عمل نصاری کے عمل کے بعد شروع ہوا ہو گا۔ اس میں امت محمدیہ کے خاتم الامم ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ثواب کے لحاظ سے یہ امت سابقہ جملہ امم پر فوقیت رکھتی ہے۔

باب اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری

مار لینے کا گناہ کرتا ہے۔

(۲۲۷۰) ہم سے یوسف بن محمد نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے بھی بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اساعیل بن امیریہ نے، ان سے سعید بن الی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کافر میان ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا قیامت میں میں خود مدعی بنوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پر عمد کیا، اور پھر وعدہ خلافی کی۔ دوسراؤہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا، پھر کام تو اس سے پورا لیا، لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔

۲۲۷۰ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْتَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنَ أُمِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا حَضْنُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَغْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرُّاً فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُغْطِهِ أَجْرَهُ)).

[راجع: ۲۲۲۷]

تَسْبِيحٌ قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اکثر مقلبات پر اوصاف اہل ایمان بیان کرتے ہوئے ایقائے عمد کا وصف نمایاں بیان کیا ہے۔ پھر جو وعدہ اور قسم اللہ تعالیٰ کا پاک نام درمیان میں ڈال کر کیا جائے، اس کا توڑنا اور پورا نہ کرنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ جس کے لئے قیامت کے دن خود اللہ پاک مدعا بنے گا۔ اور وہ غدار بندہ مدعا علیہ ہو گا۔ جس کے پاس کوئی جواب نہ ہو گا۔ اور وہ شخص اس عظیم جرم کی بنا پر دوزخ میں دھکیلا جائے گا۔ اس لئے ایک حدیث میں وعدہ خلافی کو نفاق کی ایک علامت بتایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اگر آدمی خیانت کا بھی عادی ہو اور جھوٹ بھی اس کی گھٹی میں داخل ہو تو پھر وہ از روئے شرع محمدی پکا منافق شمار کیا جاتا ہے۔

اور نور ایمان سے اس کا دل قطعاً خالی ہو جاتا ہے۔

دوسرा جرم کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اسے بھیت کرنا اس میں نبوار تین جرم شامل ہیں۔ اول تو کسی آزاد کو گلام بنانا ہی جرم ہے۔ پھر اسے ناحن بیچنا جرم، پھر اس کی قیمت کھانا۔ یہ اور بھی ڈبل جرم ہے۔ ایسا ظالم انسان بھی وہ ہے جس پر قیامت کے دن اللہ پاک خود مدعی بن کر کھڑا ہو گا۔ تیرا جرم جس نے کسی مزدور سے پورا پورا کام کرایا مگر مزدوری ادا کرتے وقت اس کو دھکار دیا۔ اور وہ غریب لکیج موس کر رہا گیا۔ یہ بھی بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ حکم یہ ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پیدا شد ہوئے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ سرمایہ داروں کے ایسے ہی پے در پے مظالم نے مزدوروں کی تنظیم کو جنم دیا ہے جو آج ہر ملک میں محظی نبیادوں پر قائم ہیں اور مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسلام نے ایک زمانہ قبل ہی اس قسم کے مفاد کے خلاف آواز بلند کی تھی، جو اسلام کے مزدور اور غریب پرور ہونے کی اصل دلیل ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب عصر سے لے کرات تک

مزدوری کرنا

(۱۷) ہم سے مغلوبین علاء نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابواسامة نے، بیان کیا، ان سے یزید بن عبد اللہ نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابو مویشی اشعری بن شوشن نے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثل ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صحیح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے۔ بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کرلو، اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے۔ اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کرلو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے جو تمہارا کام کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے پاس ہی رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کرلو۔ دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے

۱۱- بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى

اللَّيْلِ

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ بُرْيَدَةَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ إِسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَغْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى الْلَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ فَعَمِلُوا لَهُ نِصْفَ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةُ لَنَا إِلَى أَخْرَكِ الْأَذْيَى شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بِاطِلٍ. فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبْوَا وَتَرْكُوا. وَاسْتَأْجَرَ أَجْيَرَتِينَ بَعْدَهُمْ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمَكُمْ هَذَا وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتَ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلُوا، حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَةُ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بِاطِلٍ، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ. فَقَالَ لَهُمْ أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبْوَا،

فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بِقِيَةً يَوْمَهُمْ،
فَعَمِلُوا بِقِيَةً يَوْمَهُمْ حَتَّىٰ غَابَتِ الشَّمْسُ،
وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كَلَيْهِمَا، فَذَلِكَ
مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبْلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ)).

[مثال ۵۵۸]

کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے باقیہ حصہ میں کام پورا کیا۔ اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا، یہی مثال ہے۔

تشریح یہ بظاہر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے صبح سے لے کر وہر تک کے لئے مزدور لگائے تھے۔ اور یہ درحقیقت دو الگ الگ قصے ہیں۔ لذماً ہمیں طور پر دونوں حدیثوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ ان احادیث میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کی ایک تمثیل ذکر کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ بلکہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنا کام چھوڑ کر بھاگ نکلے گر مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید آج تک لفظ ب لفظ موجود ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ جس میں ایک شوشتہ کی بھی روبدل نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کے ساتھ اسوہ رسالت بھی پورے طور پر محفوظ ہے۔ اس طور پر کہ انبیاء سابقہ میں ایسی مثال ملنی ناممکن ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی ہدایات کو بیان طور پر محفوظ رکھا گیا ہو۔

حدیث مذکورہ کے آخری الفاظ سے بغضون نے یہ نکلا کہ اس امت کی بقا ہزار برس سے زیادہ رہے گی۔ اور الحمد للہ یہ امر اب پورا ہو رہا ہے کہ امت محمدی پر چودھویں صدی پوری ہونے والی ہے اور مسلمان دنیا میں آج بھی کوڑبھاکی تعداد میں موجود ہیں۔ اس دنیا کی عمر کتنی ہے یا یہ کہ امت مسلمہ کتنی عمر لے کر آئی ہے، شریعت اسلامیہ نے ان باتوں کو علم اللہ پر موقوف رکھا ہے۔ اتنا ضرور بتالیا گیا ہے کہ امت مسلمہ سے قبل جو بھی انسانی دور گذر پکا ہے وہ مدت کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ مجرمے عصر تک کا وقت ہے۔ اور امت مسلمہ کا دور ایسے وقت میں شروع ہو رہا ہے کہ گویا اب عصر سے دن کا باقی حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے اس امت کو آخری امت اور اس دین کو آخری دین اور قرآن مجید کو آخری کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی و خاتم الرسل کاماً گیا ہے۔ اب علم اللہ میں دنیا کی عمر کا جتنا بھی حصہ باقی رہ گیا ہے آخر وقت تک یہی دین آسمانی رہے گا۔ یہی شریعت آسمانی شریعت رہے گی۔ اور اس کے خلاف جو بھی مدعا ہو وہ خواہ اسلام ہی کا دعوے دار کیوں نہ ہو وہ کذاب، مکار، دجال، سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ایسے دجالہ کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ نظر ثانی میں یہ نوٹ حرم نبوی کے نزدیک مدینۃ المنورہ میں حوالہ قلم کیا گیا۔

۱۲ - بَابُ مَنْ اسْتَأْجَرَ أَجْبِرَا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجَرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالٍ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

باب اگر کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوڑی ہوئی رقم یا جنس سے) مزدوری لینے والے نے کوئی تجارتی کام کیا۔ اس طرح وہ اصل مال بڑھ گیا۔ اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال سے کوئی کام کیا اور اس میں نفع ہوا (ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے)

(۲۲۷۲) ہم سے ابو یمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے خبر دی، ان سے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے

۲۲۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ شَعِيبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نا، آپ نے فرمایا کہ پہلی امت کے تین آدمی کمیں سفر میں جا رہے تھے۔ رات ہونے پر رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہی، اور اس میں اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار سے تمہیں کوئی چیز نکلنے والی نہیں، سو اس کے کہ تم سب، اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بست بوڑھے تھے۔ اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا۔ نہ اپنے ماں بچوں کو، اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو، ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی۔ اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سوچ کر تھے۔ پھر میں نے ان کے لئے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے ماں بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاوں، اس لئے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں ان کے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جا گئے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا محل کیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے بچا کی ایک بڑی تھی، جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔ میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ ملتا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہ تمہارے لئے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مرکوم تم حق کے بغیر

عنهما قال : سمعتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَقُولُ ((انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْبَاطٌ مِّنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوْرُوا الْمَيْتَ إِلَى غَارٍ
فَدَخَلُوهُ، فَإِنْحَدَرَتْ صَحْرَاءٌ مِّنَ الْجَبَلِ
فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارُ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا
يُنْجِيْكُمْ مِّنْ هَذِهِ الصَّحْرَاءِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا
اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ). فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ :
اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبُوَانِ شِيَخَانَ كَبِيرَانِ،
وَكُنْتُ لَا أَغْبُقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَ مَالًا، فَنَأَى
بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أَرِخْ عَلَيْهِمَا
حَتَّى نَامَ، فَخَانَتْ لَهُمَا غُوفَهُمَا
فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمِينَ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبُقَ
قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبَثْتُ وَالْفَدَحَ عَلَى
يَدِي أَنْتَظَرْ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ،
فَاسْتَيقَظَ، فَشَرَبَا غُوفَهُمَا. اللَّهُمَّ إِنْ
كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرَّجْ
عَنِّي مَا نَخَرْ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّحْرَاءِ،
فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِعُونَ الْخُرُوجَ.
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ
لِي بُنْتُ عَمٌ كَانَتْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ،
فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَامْتَعَتْ مِنِي، حَتَّى
أَلَمَتْ بِهَا سَنَةً مِّنَ السَّنِينِ فَجَاءَتِنِي
فَأَغْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةً دِينَارٍ عَلَى أَنْ
تُخْلِيَ بَيْنِي وَبَيْنِ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ، حَتَّى
إِذَا فَدَرَتْ عَلَيْهَا قَالَتْ: لَا أَحِلُّ لِكَ أَنْ
تُفْضِيَ الْحَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجَتْ مِنْ
الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفَتْ عَنْهَا وَهِيَ

توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے بے ارادے سے باز آگیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔ اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چمٹان ذرا سی اور کھسکی۔ لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جاسکتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور تیرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی۔ مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگادیا۔ اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ گائے، بکری اور غلام، یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کما میں مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹل ہٹ گئی، اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْيَّ، وَتَرَكَ الْذَّهَبَ الَّذِي أَغْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُخْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانفَرَجَتِ الصُّخْرَةُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ التَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجِرْنَتُ أَجْرَاءَ فَأَغْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ، غَيْرَ رَجْلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَفَمَرَّتْ أَجْرَهُ حَتَّى كُثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَدْ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقَلَّتْ لَهُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبْلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنِمِ وَالرِّفِيقِ. فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَسْهَرْزِيَّةً بِي. فَقَلَّتْ: إِنِّي لَا أَسْهَرْزِيَّةً بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلُّهُ فَاسْتَأْفَهَ فَلَمْ يَرُكْ مِنْهُ شَيْئًا. اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتَ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُخْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانفَرَجَتِ الصُّخْرَةُ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ). [راجع: ۲۲۱۵]

لکھنوج اس حدیث سے ہست سے مسائل ثابت ہوتے ہیں اور باب کامکله بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث مذکورہ میں تیرے شخص سے متعلق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال صالح کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ آیت کریمہ (وابتغوا لیه الوسیلة) کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس اللہ کی طرف یہک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈو۔ جو لوگ بزرگوں، یلوں کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں یا شخص ذات نبوی کو بعد وفات بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں، وہ ایسا عمل کرتے ہیں۔ جس پر کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر بعد وفات آنحضرت ﷺ کی ذات القدس کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہو تو حضرت عمر بن الخطاب ایک استقاء کی دعا کے موقع پر ایسا نہ کہتے کہ یا اللہ! ہم رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دعا کرنے کے لئے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کے نبی دنیا سے چلے گئے اور آپ کے محترم بچپا حضرت عباس بن علی کی ذات گرامی موجود ہے لہذا دعا کرنے کے لئے ہم ان کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فراہم کو باران رحمت سے شاداب فرمادے۔

باب جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی

۱۳ - بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ

مزدوری کی یعنی حمال کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا اور حمال کی اجرت کا بیان

عَلَى ظَهْرِهِ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ، وَأَجْرَةُ
الْحَمَالِ

(۲۲۷۳) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہ ماں مجھ سے میرے باپ (یحییٰ بن سعید قریشی) نے بیان کیا، ان سے اعش نے بیان کیا، ان سے شفیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کشم سعید بن جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو بعض لوگ بازاروں میں جا کر بوجہ اٹھاتے جن سے ایک مد مزدوری ملتی (وہ اس میں سے بھی صدقہ کرتے) آج ان میں سے کسی کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔ شفیق نے کہا، ہمارا خیال ہے کہ ابو مسعود بن شری نے کسی سے اپنے ہی تین مراد لیا تھا۔

اس نے یہ بھی ثابت ہوا کہ عدد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخت مزدوری بخوبی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ حمال بھی کرتے پھر جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ بھی کرتے۔ اللہ پاک ان کو امت کی طرف سے بے شمار جزا میں عطا کرے کہ اس مخت سے انہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کی، آج الحمد للہ وہی مدینہ ہے جن کے باشدے فراخی اور کشادگی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ آج مدینہ میں کتنے ہی عظیم محلات موجود ہیں۔

باب دلائلی کی اجرت لینا

اور ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن بصری رحمہم اللہ دلائلی پر اجرت لینے میں کوئی برائی نہیں خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہی نے فرمایا، اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بچ لا۔ جتنا زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابن سیرین رضی اللہ عنہی نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اتنے میں بچ لا، جتنا نفع ہو گا وہ تمہارا ہے یا (یہ کہا کہ) میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کشم سعید بن جحش نے فرمایا کہ مسلمان اپنی طے کردہ شرائط پر قائم رہیں گے۔

لشیخ ابن سیرین اور ابراہیم کے قول کو بھی ابن الیثیہ نے اور عطاء کے قول کو بھی ابن الیثیہ نے وصل کیا اور حسن کے قول کو نہ حافظ نے بیان کیا۔ قطلانی نے کہ کس نے وصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہی کے قول کو بھی ابن الیثیہ نے وصل کیا عطاء سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہی سے، جمورو علماء نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس میں دلائلی کی اجرت مجھول ہے۔ اور انہیں عباس رضی اللہ عنہی نے اس کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے۔ ابن سیرین کے اس دوسرے قول کو بھی ابن الیثیہ

2273 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ
سَعِيدٍ الْقَرْشَيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا
الْأَعْمَشُ عَنْ شَفِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ
الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمْرَ بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ
أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيَحْمِلُ، فَيَصِيبُ
الْمُدْ، وَإِنْ يَعْضُهُمْ لِمَائَةَ أَلْفٍ. قَالَ: مَا
نَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ)).

۱۴ - بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

وَلَمْ يَرَ أَبْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءَ وَإِبْرَاهِيمَ
وَالْحَسَنَ بِأَجْرِ السَّمْسَرَةِ بِأَسَا. وَقَالَ أَبْنُ
عَبَّاسٍ: لَا يَأْسَ أَنْ يَقُولَ بَعْدَ هَذَا التُّوبَةِ،
فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ.

وَقَالَ أَبْنُ سِيرِينَ: إِذَا قَالَ بَعْدَ بِكَذَا، فَمَا
كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ أَوْ يَنْتَيْ وَيَبْيَنْكَ،
فَلَا يَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُسْلِمُونَ
عِنْدَ شُرُوطِهِمْ)).

شیبے نے وصل کیا ہے۔ فرمانِ رسالتِ المسلمين عدن شروطِ ہم کو اسحاق نے اپنی مند میں عمرو بن عوف منی سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد اور حامی نے حضرت ابو ہریرہ بن بیٹھے سے۔ (وجیدی)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ بن بیٹھے کا نام آیا تو ایک تاریخ سامنے آگئی۔ اس لئے کہ حرم نبوی مدینہ طیبہ میں اصحاب صد کے چھوڑہ پر بیٹھ کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔ یہی وہ چھوڑہ ہے جہاں اصحاب صد بھوکے پیاسے علومِ رسالت حاصل کرنے کے لئے پرواہ و ارقام فرمایا کرتے تھے۔ اسی چھوڑہ کی تعلیم و تربیت سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رض جیسے افضلِ اسلام پیدا ہوئے۔ اللہ پاک ان سب کو ہماری طرف سے بے شمار جزا میں عطا کرے۔ ان کی قبروں کو نور سے بھروسے۔

وہی اصحاب صد کا چھوڑہ ہے جہاں آج شلبانِ حملات بات ہیں۔ غالباً چھوڑ پر غالباً بچھے ہوئے ہیں، ہر وقت عطر سے فضام عطر رہتی ہے۔ کتنے ہی بندگان خدا اس چھوڑہ پر تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے ہیں۔ الحمد للہ میں تاچیر عاذِ گنہگار اس چھوڑہ پر بیٹھ کر بخاری شریف کا مقتن پڑھ رہا ہوں اور ترجمہ و تشریحات لکھ رہا ہوں۔ اس امید پر کہ قیامت کے دن اللہ پاک میرا خشن بھی اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ کرے اور ان کے جوار میں فردوس برسیں میں جگدے۔ مجھ کو، میری آل اولاد کو، جملہ معاونین اشاعت بخاری شریف کو اللہ پاک یہ درجاتِ نصیب فرمائے اور لواء الحمد کے بیچے حشر فرمائے۔ آج ۲ صفر ۱۴۹۰ھ کو حرم نبوی میں اصحاب صد کے چھوڑہ پر یہ چند لفظ لکھے گئے۔

(۲۲۷۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے عمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے ابن عباس رض نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجاری) قافلوں سے (متذی سے آگے جا کر) ملاقات کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور یہ کہ شری دیساتی کمال نہ بچیں، میں نے پوچھا، اے ابن عباس رض! ”شری دیساتی کمال نہ بچیں“ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے دلال نہ بنیں۔

باب کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

(۲۲۷۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے امش نے بیان کیا، ان سے مسلم بن صحیح نے، ان سے مسروق نے، ان سے خباب بن ارت بن بیٹھے نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن واکل (مشرک) کا کام کیا۔ جب میری بست سی مزدوری اس کے سرچڑھ گئی، تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں تمہاری

٢٢٧٤ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبْنَى طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَن يَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبْيَغِ حَاضِرًا لِيَادِهِ أَبْنَى عَبَّاسٌ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبْيَغِ حَاضِرًا لِيَادِهِ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِيمَسَارًا)).

[راجع: ۲۲۱۵۸]

١٥ - بَابُ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ؟

٢٢٧٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ حَدَّثَنَا حَبَّابٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَتَبَ رَجُلٌ قَبْنَا، فَعَمِلَتْ لِلنَّعَاصِ بْنِ وَالِيلِ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتْقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَقْبِنُكَ حَتَّى

مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہ پھر جاؤ۔ میں نے کہا، خدا کی قسم! یہ تو اس وقت تک بھی نہ ہو گا جب تو مر کے دوبارہ زندہ ہو گا۔ اس نے کہا، گیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس پر وہ بولا پھر کیا ہے۔ وہیں میرے پاس مال اور اولاد ہو گی، اور وہیں میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ”اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا، جس نے ہماری آئیتوں کا انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھے ضرور وہاں مال اولاد دی جائے گی۔“

تکفیر بِمُحَمَّدٍ فَقَلَتْ: أَمَا وَاللَّهُ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبَعَثُ فَلَا. قَالَ: وَإِنِّي لَمِيتُ ثُمَّ مَبْعُوثٌ؟ قَلَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي ثُمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ، فَأَفْصِيلُكَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ((أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَا وَتَنِينٌ مَالًا وَوَلَدًا)). [راجح: ۲۰۹۱]

حضرت خباب بن ہاشم نے عاص بن واکل کی مزدوری کی، حالانکہ وہ کافر اور دار الحرب کا باشندہ تھا۔ اسی سے ترجیت الباب ثابت ہوا۔ عاص بن واکل نے حضرت خباب بن ہاشم کی بات سن کر بطور مذاق ایسا کہا۔ اللہ پاک نے اسی کی مذمت میں آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ کہ ”اے! نبی! تو نے اس کافر کو بھی دیکھا جو ہماری آئیتوں کے ساتھ کفر کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں مرنے کے بعد ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا۔“ گویا اس نے اللہ کے یہاں سے کوئی عمد حاصل کر لیا ہے۔

۱۶ - بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّثْقَةِ عَلَى أَجْبَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحةِ الْكِتَابِ

اس کو خود امام مختاری رض نے طب میں وصل کیا ہے۔ جمورو علماء نے اس سے یہ دلیل لی ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا درست ہے۔ مگر حنفیہ نے اس کو ناجائز رکھا ہے۔ البتہ اگر دم کے طور پر اس کو پڑھے تو ان کے نزدیک بھی اجرت لے سکتا ہے لیکن تعلیم کی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ عبادت ہے۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَقُّ مَا أَخْدَلْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ)).

وَقَالَ الشَّفَعِيُّ: لَا يَشْرِطُ الْمُعْلَمُ، إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلِنَقْبَلَهُ. وَقَالَ الْحُكْمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعْلَمِ وَأَغْطَى الْحَسَنَ ذَرَاهِمَ عَشْرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَامِ بِأَسْأَأْ.

وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ السُّخْتُ: الرُّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُغْطُونَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن عباس رض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔ اور شعبی رض نے کہا کہ قرآن پڑھانے والا پسلے سے طے نہ کرے۔ البتہ جو کچھ اسے بن مالکے دیا جائے لے لیتا چاہئے۔ اور حکم رض نے کہا کہ میں نے کسی شخص سے یہ نہیں ناکہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو۔ اور حسن رض نے (اپنے معلم کو) دس درہم اجرت کے دیئے۔ اور ابن سیرین رض نے قسام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر مقرر ہو) کی اجرت کو برائیں سمجھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) سخت فیصلہ میں رשות لینے کے معنی میں ہے۔ اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔

لِتَشْرِيفِهِ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما والی روایت کو ابن الی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ حکم کے قول کو بغوی نے جدیات میں وصل کیا ہے اور حسن کے قول کو ابن سعد نے طبقات میں وصل کیا، اور ابن الی شیبہ نے حسن سے نکلا کہ کتابت کی اجرت لینے میں قباحت نہیں ہے۔ اور ابن سیرین کے قول کو ابن الی شیبہ نے نکلا لیکن عبد بن حید وغیرہ نے ابن سیرین سے اس کی کراہیت نقل کی اور ابن سعد نے ابن سیرین سے یوں نکلا کہ اجرت کی اگر شرط کرے تو تکرہ ہے ورنہ نہیں، اور اس روایت سے دونوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جس محنت کا ذکر ہے، وہ حرام ہے اس سے رشوت ہی مراد ہے۔ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت سے بھی محنت کی یہی تفسیر مذکور ہے۔ (وحیدی)

(۲۲۷۶) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے بیان کیا، ان سے ابوالمتوکل نے بیان کیا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنایں۔ لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر دیا، لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آکر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جهاڑے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ، بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر دیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا، کہ قسم اللہ کی میں اسے جهاڑوں گا۔ لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لئے کما تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لئے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جهاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ وہ صحابی وہاں گئے۔ اور الحمد للہ رب العالمین پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کرلو۔ لیکن جنہوں نے

۲۲۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِّرٍ عَنْ أَبِي الْمُؤْكَلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((أَنْطَلَقَ نَفْرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي سَفَرَةٍ سَافَرُوهَا، حَتَّى نَزَّلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبْوَا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلَدَعَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَّلُوا لَعْلَهُ أَنْ يَكُونُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ. فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لَدُغَ، وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ، فَهُلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ وَاللَّهُ، إِنِّي لَأَرْقِي، وَلَكِنْ وَاللَّهُ لَقَدْ اسْتَضْفَنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقِ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُمَعاً. فَصَالَ حُوَّهُمْ عَلَى قَطْبِيْعِ مِنَ الْفَنَمِ. فَأَنْطَلَقَ يَنْفَلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)) فَكَانَمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَأَنْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلْبَةٌ. قَالَ: فَأَوْنُوْهُمْ جَعَلُهُمْ الَّذِي صَالَ حُوَّهُمْ

بِحَمْرَأْتِهِ وَهُوَ بُولَى كَمْ بَنِيَ كَرِيمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ كَيْ خَدْمَتْ مِنْ حَاضِرٍ
هُوَ كَرِيمٌ بَلِيَ هُمْ آپَ سَعَيْتَ اسْكَانَكَرِيمَ لِيَسِّ. اسَّكَانَكَرِيمَ لِيَسِّ كَمْ كَيْ
آپَ كَيَا حَكْمَ دَيْتَ هِيَسِّ. چَنَانِجَ سَبَ حَضَرَاتِ رَسُولِ كَرِيمٌ مُّلَكِيَّمَ كَيِّ
خَدْمَتْ مِنْ حَاضِرٍ هُوَيَ اورَ آپَ سَعَيْتَ اسْكَانَكَرِيمَ کَيِّ. آپَ نَفَلَيَامَيَّ
تمَ کَيِّ مَعْلُومَ هُوا کَمْ سُورَةَ فَاتِحَ بَھِي ایکَ رَقِیَّہَ؟ اسَّکَانَكَرِيمَ کَيِّ
آپَ نَفَلَيَامَيَّ کَمَ تَھِیکَ کَیَا. اسَّتَقِیَمَ کَرَلَوَ اورَ ایگَ مِیرَاحَصَہَ
بَھِی لَگَوَ. یَہَ فَرَمَا کَرَ رَسُولُ کَرِيمٌ مُّلَكِيَّمَ هُنْ پُرَے. شَعْبَهَ نَکَامَ کَرَ
ابُوا بَشَرَ نَهَمَ سَعَيْتَ بِیَانَ کَیَا، انْہَوَنَے ابوالْمُتَوَکَّلَ سَعَيْتَ ایساَیِ سَنَا.

عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَفْسِمُوا. فَقَالَ الَّذِي
رَقِیَ: لَا تَفْعِلُوا حَتَّیَ نَأْتَیَ النَّبِيَّ ﷺ
فَذَكَرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَسَنَطَرَ مَا يَأْمُرُنَا.
فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَدَكُرُوا
لَهُ فَقَالَ: ((وَمَا يُنَزِّلُكُ أَنْهَا رَقِیَّةٌ)) ثُمَّ
قَالَ: ((فَذَأَصْبَثُمُ، أَفْسِمُوا وَأَضْرِبُوا لِي
مَعْكُمْ سَهْمًا)), فَضَحِّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ شَعْبَةَ:
حَدَّثَنَا أَبُو بَشِّرٍ سَمِعَتْ أَبَا الْمُؤْكَلَ
بِهَذَا.

[أطرافه في : ٥٠٧، ٥٧٣٦، ٥٧٤٩].

تَسْخِيْح مجتهد مطلق، امام المحدثین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس باب اور روایت کردہ حدیث کے تحت یہ سے مسائل جمع فرمائے ہیں۔ اصحاب نبوی چونکہ سفر میں تھے اور اس زمانے میں ہولوں کا کوئی دستور نہ تھا، عربوں میں مہمان نوازی ہی سب سے بڑی خوبی تھی۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک رات کی مہمانی کے لئے قبلہ والوں سے درخواست کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی اثنائیں ان قبلیہ والوں کا سردار سانپ یا پچھو سے کاتا گیا۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے ایک قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سردار کی عقل میں فور آگیا تھا۔ ہر حال جو بھی صورت ہو وہ قبلیہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر دم جهاز کے لئے متمنی ہوئے۔ اور حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے آدمی ظاہر فرمائی اور اجرت میں تم بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس سردار پر سات بار یا تین بار سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ سردار اللہ کے حکم سے تدرست ہو گیا۔ اور قبلیہ والوں نے بکریاں پیش کر دیں جن کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت رضی اللہ عنہ کو پیش کی۔ اور آپ نے ان کی تائید فرمائی اور ساتھ ہی ان کی بوجوئی کے لئے بکریوں کی تفصیل مقرر کرنے کا بھی ارشاد فرمایا۔ شعبہ کی روایت کو تنفسی نے دصل کیا ہے اس لفظ کے ساتھ۔ اور حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی طب میں عنده کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا قرآن پر اجرت میں کوئی آئیوں اور اسی طرح دیگر اذکار و ادعیہ ما ثورہ کے ساتھ دم کرنا درست ہے۔ دیگر روایت میں صاف مذکور ہے لا بأس بالرقی مالم یکن، فیه شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو دم جهازا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جو لوگ شرکیہ لفظوں سے اور پیروں فقیروں کے ناموں سے منتر جنتز کرتے ہیں، وہ عند اللہ مشرک ہیں۔ ایک موحد مسلمان کو ہرگز ایسے ڈھکلوں میں نہ آتا چاہئے۔ اور ایسے مشرک و مکار تعلیم و مذرواں سے دور رہنا چاہئے کہ آج کل ایسے لوگوں کے ہٹکنڈے بہت کثرت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

اس حدیث سے بعض علماء نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت کیا ہے۔ صاحب المذب لکھتے ہیں۔ ومن ادلة الجواز حدیث عمر المتقدم في كتاب الرثوة ان النبي صلی الله علیہ وسلم قال له ما اتاك من هذا المال من غير مسئلة ولا اشراف نفس فخذه و من ادلة الجوائز حديث الرقی المشهور الذي اخرجه البخاری عن ابن عباس وفيه ان ما اخذتكم عليه اجرها كتاب الله. (ص ۲۶۸)

اور جواز کے دلائل میں سے حدیث عمر بن حیثہ ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اس مال میں سے جو تمہارے پاس بغیر سوال کئے اور بغیر تاکہ جھانکے خود آئے، اس کو قبول کرو اور جواز کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں دم کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس کو امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نکلا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ بلا شک جس پر تم بطور اجر لینے کا حق رکھتے ہو وہ اللہ کی کتاب ہے۔

صاحب لمحات لکھتے ہیں وہ دلیل ان الرقیۃ بالقرآن و اخذ الاجرة علیہا جائز بلا شہہ یعنی اس میں اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ دم کرنا اور اس پر اجرت لیتا بلا شہہ جائز ہے۔

ایسا یہ واقعہ مند امام احمد اور ابو داؤد میں خارجہ بن صلت عن عمه کی روایت سے مذکور ہے راوی کہتے ہیں اقبلنا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتینا علی حی من العرب فقلوا انا ابینا انکم قد جنتم من عند هذا الرجل بخیر فهل عندكم من دواء او رقیۃ فان عدننا متعوہا فی القیود فقلنا نعم فجحاوا بمعنوہ فی القیود فقرات علیہ بفاتحة الكتاب ثلاثة ایام غدوہ و عشیہ اجمع برازقی ثم انفل قال فکانما انشط من عقال فاعطونی جعلا لاحتی اسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال كل فلعمرى لمن اکل برقة باطل لقد اکلته برقة حق (رواہ احمد و ابو داؤد)

مختصر مطلب یہ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے جدا ہو کر ایک عرب قبیلہ پر سے گزرے۔ ان لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے تم اس آدمی کے پاس سے کچھ نہ کچھ خیر لے کر آئے ہو۔ یعنی رسول کریم ﷺ سے قرآن مجید اور ذکر اللہ سیکھ کر آئے ہو۔ ہمارے ہاں ایک دیوانہ بیڑوں میں مقید ہے۔ ہمارے پاس کوئی دوایادم جھاڑا ہوتا مہمانی کرو۔ ہم نے کہا کہ ہاں! ہم موجود ہیں۔ پس وہ زنجیوں میں جکڑے ہوئے ایک آدمی کو لائے۔ اور میں نے اس پر صبح و شام تین روز تک برابر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ میں یہ سورہ پڑھ پڑھ کر اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر دم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مریض اتنا آزاد ہو گیا کہ جتنا اونٹ اس کی ری کھونے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ تدرست ہو گیا۔ پس ان قبیلہ والوں نے مجھ کو اجرت دینی چاہی تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تو جھوٹ موت فریب دے کر دم جھاڑا سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں، تم نے تو حق اور سچا دم کیا ہے جس پر کھاتا حق کے اوپر کھانا ہے جو حلال ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کے بہانے سے غلط قسم کے لوگوں کی کثرت بھی پہلے ہی سے چلی آ رہی ہے اور بہت سے نادان لوگ اپنی طبی کمزوری کی بنا پر ایسے لوگوں کا شکار بننے پڑے آ رہے ہیں۔ تاریخ میں اقوام قدیم کلدانیوں، مصریوں، سامیوں وغیرہ وغیرہ کے حلات پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ وہ لوگ بیشتر تعداد میں دم، جھاڑ، پھونک چاہک منتر جنت کرنے والوں کے زبردست معتقد ہوتے تھے۔ اکثر قمتوت و حیات تک کو ایسے ہی مکار دم جھاڑ کرنے والوں کے ہاتھوں میں جانتے تھے۔ صد افسوس کہ امت مسلمہ بھی ان بیماریوں سے نہ فیکر کی اور ان میں بھی منتر جنت کے ناموں پر کتنے عی شرکیہ طور طریقہ جاری ہو گئے۔ اور اب بھی کثیرت عوام ایسے ہی مکار لوگوں کا شکار ہیں۔ کتنے ہی نقش و تعویذ لکھنے والے صرف ہندسوں سے کام چلاتے ہیں۔ جن کو خود ان ہندسوں کی حقیقت کا بھی کوئی علم نہیں ہوتا۔ کتنے ہی صرف پیروں، درویشوں، فوت شدہ پورگوں کے نام لکھ کر دے دیتے ہیں۔ کتنے یا جریئل یا میکائیل یا عزرائیل لکھ کر استعمال کرتے ہیں۔ کتنے من گھڑت شرکیہ دعا میں لکھ کر خود مشرک بنتے اور دوسروں کو مشرک بناتے ہیں۔ کتنے حضرت پیر بندادی رضیجہ کے نام کی دہائی لکھ کر لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ایسے ہمچکنیوں کی شکار ہے۔ پھر ان تعویذوں کی قیمت چار آنہ، روپیہ، سواروپیہ سے آگے بڑھتی ہی چل جاتی ہے۔ اس طرح خوب دکانیں چل رہی ہیں۔ ایسے تعویذ گذہ کرنے والے اور لوگوں کا مال اس دھوکہ فریب سے کھلنے والے غور کریں کہ وہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کو قیامت کے دن کیا منہ دکھلائیں گے۔

آج ۲۹ ذی الحجه ۸۹۳ھ کو مقام ابراہیم کے قریب بوقت مغرب یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور بعون تعالیٰ صفر ۹۰۳ھ کو مدینہ منورہ مسجد

نبوی میں اصحاب صفة کے چھوڑہ پر بیٹھ کر نظر ہانی کی گئی۔

باب غلام لوئڈی پر روزانہ ایک رقم

مقرر کرو دینا

۱۷- بَابُ ضَرِيْبَةِ الْعَبْدِ، وَتَعَاهْدِ

ضَرَائِبُ الْإِمَامِ

عدم غلامی میں آقا اپنے غلاموں لوئڈیوں پر روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ ایک تیکس مقرر کر دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے حدیث میں خراج غلہ اجر ضریبہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باب کی حدیث میں صرف ابو طیبہ بن شریعت کا ذکر ہے جو غلام تھا۔ لیکن لوئڈی کو غلام پر قیاس کیا۔ اب یہ احتمال کہ شاید لوئڈی زنا کر کے کمائے غلام میں بھی چل سکتا ہے کہ شاید وہ چوری کر کے کمائے۔ اور امام بخاری وغیرہ اور سعید بن منصور نے حدیثے بن شریعت سے نکلا۔ انہوں نے کہا اپنی لوئڈیوں کی کمائی پر نگاہ رکھو۔ اور ابو داؤد نے رافع بن خدیج بن شریعت سے مرفوع انکلاکہ آپ نے لوئڈی کی کمائی سے منع فرمایا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس ذریعہ سے کمایا ہے۔

(۲۲۷۷) ۲۲۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک بن شریعت نے کہ ابو طیبہ حجام نے نبی کریم ﷺ کے پچھنا لگایا، تو آپ نے انہیں اجرت میں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ جو محصول اس پر مقرر ہے، اس میں کچھ کمی کر دیں۔

باب پچھنا لگانے والے کی اجرت کا بیان

(۲۲۷۸) ۲۲۷۸- موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کما کہ ہم سے این طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے این عباس بن شریعت نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہو تو آپ نے پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

(۲۲۷۹) ۲۲۷۹- مسدونے بیان کیا، کما کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عمرہ نے اور ان سے این عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی، اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ کاہے کو دیتے۔

حضرت این عباس بن شریعت نے گویا اس شخص کا روکیا، جو حجام کی اجرت کو حرام کرتا تھا۔ جسور کا یہی مذہب ہے کہ وہ حلال ہے۔ حدت خون میں پچھنا لگاتا ہے مفید ہے۔ عربوں میں یہ علاج اس مرض کے لئے عام تھا۔

حدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَمِيدِ الطَّوَيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((حَجَّمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْهِ مِنْ طَعَامٍ ، وَكَلَمَ مَوَالِيهِ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَبِهِ أَوْ ضَرِيْبِهِ)). [راجع: ۲۱۰۲]

۱۸- بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

۲۲۷۸- حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّ طَاؤِسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَّ عَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((اخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَغْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ)). [راجع: ۱۸۳۵]

۲۲۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْئِيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ أَنَسِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((اخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَغْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَّةَ لَمْ يُغْطِهِ)). [راجع: ۱۸۳۵]

۴۲۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَمْرُو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْزِه)). [راجح: ۲۱۰۲]

باب کی احادیث سے حضرت امام فخاری نے یہ ثابت فرمایا کہ جام یعنی پچھنا گانے والے کی اجرت حلال ہے اور یہ پیشہ بھی جائز ہے۔ اگر یہ پیشہ ناجائز ہوتا تو نہ آپ پچھنا گواتے نہ اس کو اجرت دیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کو بنظر خوارت دیکھنے والے غلطی پر ہیں۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَلَمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخْفِفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ
باب اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام
کے اوپر مقررہ نیکیں میں کی کے لئے سفارش کی۔

یعنی بر سبیل تفضل اور احسان، نہ یہ کہ بطور وجوہ کے حکم دیتا۔ بعض نے کہا کہ اگر غلام کو اس کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو حاکم تخفیف کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

۴۲۸۱ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوَّابِ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((ذَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَّمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَ أَوْ صَاعَيْنِ، أَوْ مَدْ أَوْ مَدَّيْنِ، وَكَلَمَ فِيهِ فَحَفَّفَ مِنْ ضَرِيْبِهِ)). [راجح: ۲۱۰۲]

پچھلی حدیث میں پچھنا گانے والے غلام کی کنتیت ابو طیبہ بن عوف مذکور ہے۔ ان کا نام فتح بن طیبہ گیا ہے۔ ملاحظہ نے اسی کو صحیح نہیں۔ ادنیں حداء نے کہا کہ ابو طیبہ نے ۳۳۲ میں کی عمر میں تھی۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غلام یا لوٹڑی کے اوپر مقررہ نیکیں میں کی کرنے کی سفارش کرنا درست ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اسلام کی برکت سے غلامی کا یہ بدترین دور تقویادیا سے ختم ہو چکا ہے مگر اب غلامی کے دوسرے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو اور بھی بدتر ہیں۔ اب قوموں کو غلام بھیجا جاتا ہے جن کے لئے اقیمت اور اکھیت کی اصطلاحات موجود ہو گئی ہیں۔

۲۰ - بَابُ كَسْبِ الْبَغْيِ وَالإِمَاءَ وَكَرَهَ إِبْرَاهِيمَ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغْنَيَةِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: هُوَ لَا تُكَرِّهُوْ فَتَيَّاتُكُمْ
باب رنڑی اور فاحشہ لوٹڑی کی خرچی کا بیان
اور اہم ایم نجی نے نوجہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو
مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ نور میں) یہ فرمان کہ ”انہی

باندیوں کو جب کہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں، زنا کے لئے مجبور نہ کروتا کہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کا سامان ڈھوندو۔ لیکن اگر کوئی شخص انسیں مجبور کرتا ہے، تو اللہ ان پر جبر کے جانے کے بعد (انسیں) معاف کرنے والا، ان پر رحم کرنے والا ہے۔ (قرآن کی آیت میں لفظ) فَيَا إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ فَيَأْكُمْ :

فَيَأْكُمْ إِمَاءَكُمْ کے معنی میں ہے۔ (یعنی تمہاری باندیوں)

(۲۲۸۲) ہم سے قتبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے این شاب نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام عن أبي مسعود

الصادري رضي الله عنه نے بیان کیا کہ رسول کرم صلی الله علیہ وسلم نے کتنے کی قیمت، زانیہ (کے زنا) کی خرچی اور کاہن کی مزدوری سے منع فرمایا۔

عَلَى الْبِلَاءِ إِنْ أَرَذْنَ تَحْصُنَا لِتَبْغُوا عَرَضَنَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَمَنْ يُكْرِهُهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ
بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ فَيَأْكُمْ :
إِمَاءَكُمْ۔

(۲۲۸۲) - حَدَّثَنَا قَيْثَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ
عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ ہِشَامٍ عَنْ أَبِي
مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَىٰ عَنِ ثَمَنِ الْكَلْبِ،
وَمَهْرِ الْبَغْيِ، وَخْلُوانِ الْكَاهِنِ).

[راجح: ۲۲۳۷]

(۲۲۸۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ججاد نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی الله عنہ نے کہ نبی ﷺ نے باندیوں کی زنا کی کمائی سے منع فرمایا تھا۔

(۲۲۸۳) - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ
حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ جَحَادَةَ عَنْ
أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءَ))

[طرفة فی: ۵۳۴۸].

آئت قرآنی اور ہر دو احادیث سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ثابت فرمایا کہ رعیٰ کی کمالی اور لوعیٰ کی کمالی حرام ہے۔ عمد جالیت میں لوگ اپنی لوعیوں سے حرام کمالی حاصل کرتے اور ان سے بالبرپیشہ کرتے۔ اسلام نے نمایت تھنی کے ساتھ اسے روکا اور اسی کمالی کو لئے حرام قرار دیا۔ اسی طرح کہانت کا پیشہ بھی حرام قرار پایا۔ نیز کتنے کی قیمت سے بھی منع کیا گیا۔

باب نر کی جفتی (پر اجرت) (لینا۔

(۲۲۸۴) ہم سے مسدود بن سہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علی بن حکم نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم شلیل نے زکدا نے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

باب اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے پھر ٹھیکہ دینے والا یا لینے

۲۱ - بَابُ عَسْبِ الْفَعْلِ

(۲۲۸۴) - حَدَّثَنَا مُسْدُدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلَيِّ
بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ
عَسْبِ الْفَعْلِ)).

۲۲ - بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ

والامر حاکم

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین والے بغیر مدت پوری ہوئے ٹھیک دار کو (یا اس کے وارثوں کو) بے دخل نہیں کر سکتے۔ اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا اجراء مدت ختم ہونے تک بالی رہے گا۔ اور عبد اللہ بن عمر بن حنفیہ نے کہا آنحضرت ﷺ نے خبر کا اجراء آدموں آدھ بیانی پر یہودیوں کو دیا تھا۔ پھر یہی ٹھیکہ آنحضرت ﷺ اور ابو بکر بن حوشہ کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت عمر بن حوشہ کے بھی شروع خلافت میں۔ اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابو بکر اور عمر بن حنفیہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نیا ٹھیک کیا ہو۔

(۲۲۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جو یہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن حوشہ نے کہ رسول کشم ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں مخت کے ساتھ کاشت کریں۔ اور پیداوار کا آدھا حصہ خود لے لیا کریں۔ ابن عمر بن حنفیہ نے نافع سے یہ بیان کیا کہ زمین کچھ کراپی پر بدی جاتی تھی۔ نافع نے اس کراپی کی تعین بھی کروی تھیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

(۲۲۸۶) اور رافع بن خدیج بن حوشہ نے بیان کیا کہ نبی کشم ﷺ نے زمینوں کو کراپی پر بدی سے منع فرمایا تھا۔ اور عبید اللہ نے نافع سے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر بن حنفیہ نے کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ برابر چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر بن حوشہ نے انسیں جلاوطن کر دیا۔

أَحَدُهُمَا

وَقَالَ أَبْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يَغْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجْلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَّاسُ بْنُ مَعَاوِيَةَ: تُمْضِي الْإِجَارَةَ إِلَى أَجْلِهَا. وَقَالَ أَبْنُ عُمَرَ: أَغْطِي النَّبِيَّ ﷺ، خَيْرَ الْشَّطَرِ فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَنِي بَخْرُ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكُرْ أَنْ أَبَا بَخْرٍ وَعُمَرَ جَدَّاً الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قِبَضَ النَّبِيُّ ﷺ.

— ۲۲۸۵ — حدثنا موسى بن إسماعيل قال: حدثنا جونيزة بن أسماء عن نافع عن عبد الله رضي الله عنه قال: أغطي رسول الله ﷺ، خيبر اليهود أن يعملاها بغير عونها ولهم شطر ما يخرج منها. وأن ابن عمر حدثه أن المزارع كانت تُحرى على شيء سماه نافع لا أحفظه). [اطرافه في: ۲۲۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۱، ۲۷۲۰، ۲۴۹۹، ۲۳۳۸، ۲۲۳۱]

. [۴۲۴۸، ۳۱۵۲]

— ۲۲۸۶ — وأن رافع بن خديج حدث: ((أن النبي ﷺ نهى عن كراء المزارع)). و قال عبيدة الله عن نافع عن ابن عمر ((حتى أجلأهم عمر)). [اطرافه في: ۲۲۷، ۲۳۳۲، ۲۳۴۴، ۲۷۲۲]

حضرت امام بخاری تشریح تشریح کا مشائے باب یہ ہے کہ رسول کشم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کی بیانی کا ٹھیک طے فرمایا۔ جو حیات نبوی تک جاری رہا۔ بعد میں آپؐ کا انتقال ہو گیا تب اسی معاملہ کو حضرت صدیق اکبر تشریح بن حوشہ نے ظیفہ اسلام ہوئے

کی جیشیت میں جاری رکھا، حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ تو حضرت عمر بن الخطب نے بھی اپنی شروع خلافت میں اس معاملہ کو جاری رکھا۔ بعد میں یہودیوں کی مسلسل شرارتیں دیکھ کر ان کو خیر سے جلاوطن کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جانے سے وہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان کے وارث اسے جاری رکھیں گے۔ ہل اگر کسی معاملہ کو فرقیین میں سے کسی ایک کی موت کے ساتھ مشروط کیا ہے تو پھر یہ امر دینگر ہے۔

روایت میں زمینوں کو کرایہ پر دینے کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ فالتو زمین پڑی ہو جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں حالات تھے، تو ایسے حالات میں مالکان زمین یا تو فالتو زمینوں کی خود کاشت کریں یا پھر بجائے کرایہ پر دینے کے اپنے کسی حاجت مند بھائی کو مفت دے دیں۔

۲۸۔ کتاب الحوالات

کتاب حوالہ کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۔ بَابُ الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ

باب حوالہ یعنی قرض کو کسی دوسرے پر اترنے کا بیان
اور اس کا بیان کہ حوالہ میں رجوع کرنا درست ہے یا نہیں
اور حسن اور قلادہ نے کہا کہ جب کسی کی طرف قرض منتقل کیا جا رہا تھا
تو اگر اس وقت وہ مالدار تھا تو رجوع جائز نہیں حوالہ پورا ہو گیا۔ اور
ابن عباس رض نے کہا کہ اگر سامیوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی
کسی نے نقد مال لیا کسی نے قرضہ، پھر کسی کا حصہ ڈوب گیا تو اب وہ
دوسرے سامی یا وارث سے کچھ نہیں لے سکتا۔

وَقَالَ الْخَيْرُ وَقَنَادُهُ: إِذَا كَانَ يَوْمُ أَخَالَ عَلَيْهِ مُلِيًّا جَازَ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسَ: يَعْخَارُجُ الشَّرِيكَانِ وَ أَهْلَ الْمِيرَاثِ فَيَأْخُذُ هَذَا عِنْهُ وَ هَذَا دِينًا، فَإِنْ تَوَيِّ لَأَخْدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ۔

لئے بیچ یعنی جب مثال لہ نے حوالہ قبول کر لیا، تو اب پھر اس کو محیل سے موافخہ کرنا اور اس سے اپنے قرض کا تقاضا کرنا درست ہے یا نہیں۔ حوالہ کتے ہیں قرض کا مقابلہ دوسرے پر کر دینے کو جو قرض دار حوالہ کرے اس کو محیل کتے ہیں اور جس کے قرض کا حوالہ کیا جائے اس کو مثال لہ اور جس پر حوالہ کیا جائے اس کو مثال علیہ کتے ہیں در حقیقت حوالہ دین کی بیچ ہے بوضع دین کے مگر ضرورت سے جائز رکھا گیا ہے۔

نَسْخَةٌ قادہ اور حسن کے اثروں کو ابن الی شیبہ اور اثرم نے وصل کیا، اس سے یہ لکھتا ہے کہ اگر محتال علیہ حوالہ ہی کے وقت مفلس تھا تو محتال لہ پھر محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ اور امام شافعی حدیثیہ کا یہ قول ہے کہ محتال کسی حالت میں حوالہ کے بعد پھر محیل پر رجوع نہیں کر سکتا۔ خفیہ کا یہ مذہب ہے کہ توی کی صورت میں محتال لہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ توی یہ ہے کہ محتال علیہ حوالہ ہی سے منکر ہو جائے۔ اور حلف کھالے اور گواہ نہ ہوں۔ یا افلاس کی حالت میں مر جائے۔ امام احمد حدیثیہ نے کہا محتال محیل پر جب رجوع کر سکتا ہے کہ محتال علیہ کے مالداری کی شرط ہوئی ہو پھر وہ مفلس نہ کلے۔ مالکیہ نے کہا اگر محیل نے دھوکہ دیا ہو مٹلا وہ جانتا ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے لیکن محتال کو خبر نہ کی اس صورت میں رجوع جائز ہو گا ورنہ نہیں۔ (دحیدی)

۲۲۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (۲۲۸۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کما کہ ہم کو امام مالک حدیثیہ نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے، اور انہیں ابو ہریرہ بن عثمان نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (قرض ادا کرنے میں) مالدار کی طرف سے ثال مثول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار پر حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرے۔

اس سے یہی لکھتا ہے کہ حوالہ کے لئے محیل اور محتال کی رضامندی کافی ہے۔ محتال علیہ کی رضامندی ضروری نہیں۔ جسمور کا یہی قول ہے اور خفیہ نے اس کی رضامندی بھی شرط رکھی ہے۔

۲- بَابُ إِذَا حَالَ عَلَى مَلِيٍّ كَرَنَا جَازَ نَهْنِي

فَلَيْسَ لَهُ رَدٌ

۲۲۸۸ - حم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابن ذکوان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عثمان نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مالدار کی طرف سے (قرض ادا کرنے میں) ثال مثول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔

مطلوب یہ ہے کہ کسی مالدار نے کسی کا قرض اگر اپنے سر لے لیا تو اسے ادائیگی میں ثال مثول کرنا ظلم ہو گا۔ چاہئے کہ اسے فرو ادا کر دے، نیز جس کا قرض حوالہ کیا گیا ہے اسے بھی چاہئے کہ اس کو قبول کر کے اس مالدار سے اپنا قرض دصوں کر لے اور ایسے حوالہ سے اکارتہ کرے۔ ورنہ اس میں وہ خود نقصان اٹھائے گا۔

۳- بَابُ إِذَا حَالَ دِينَ الْمَيْتِ جَاءَ تَوْجِيزٌ ہے۔

۲۲۸۹ - حَدَّثَنَا الْمَكْتَبِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَيْبَدٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ

(۲۲۸۹) ہم سے کبی بن ابراہیم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یزید بن الی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع بن عثمان نے کہ ہم نبی کریم ﷺ

کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ نے پوچھا، کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ان کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آخر صرفت محدثؒ نے دریافت فرمایا، کسی کا قرض بھی میت پر ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تم دینار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آخر صرفت محدثؒ نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا، کیا کوئی مال ترک چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا، اور اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تم دینار ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔ ابو قتادہ بن شویب علیہ السلام نے قائل کیا رسول اللہ! آپ ان کی نماز پڑھا دیجئے، ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

الْأَكْبَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْ جُلُونَسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَيَ بِحَجَازَةٍ فَقَالُوا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دِينٌ؟)) قَالُوا لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لَا. فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَيَ بِحَجَازَةً أُخْرَى فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتَ بِحَجَازَةً أُخْرَى قَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دِينٌ؟)) قَيْلَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكْ شَيْئًا؟)) ثَلَاثَةٌ دَنَانِيرٌ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتَ بِالثَّالِثَةِ شَيْئًا؟)) قَالُوا: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ عَلَيْهِ دِينٌ؟)) قَالُوا: ثَلَاثَةٌ دَنَانِيرٌ. قَالَ: ((صَلَّوَا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُوقَاتَدَةُ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتَ بِالدِّينَةِ، فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتَ بِالدِّينَةِ)).

شیخ این ماجہ کی روایت میں یوں ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے آخر صرفت محدثؒ نے یوں فرمایا، وہ اشرفان تجھ پر ہیں اور میت بری ہو گئی۔ جسور علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ایسی کفالت صحیح ہے اور کفیل کو پھر میت کے مال میں رجوع نہیں پہنچتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر رجوع کی شرط کر لے تو رجوع کر سکتا ہے۔ اور اگر ضامن کو یہ معلوم ہو کہ میت نادار ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ حضرت امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میت بقدر قرض کے جانیداد چھوڑ گیا ہے۔

تب تو مہانت درست ہو گی ورنہ مہانت درست نہ ہو گی۔ امام صاحب کا یہ قول صراحتاً حدیث کے خلاف ہے۔ (وہیدی) اور خود حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت ہے کہ حدیث نبوی کے خلاف میرا کوئی قول ہو اسے چھوڑ دو۔ جو لوگ حضرت امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کے خلاف کرتے ہیں وہ سوچیں کہ قیامت کے دن حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو کیا منہ دھکلائیں گے۔

ہر مسلمان کو یہ اصول ہیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ و رسول کے بعد جملہ ائمہ دین، مجتہدین، اولیائے کاملین، فقہائے کرام، بزرگان اسلام کا ماتحتائی ہے کہ ان کا احترام کامل دل میں رکھا جائے۔ ان کی عزت کی جائے، ان کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ نہ نکالا جائے۔ اور ان کے کلمات و ارشادات جو کتاب و سنت سے نہ تکراریں، وہ سر آنکھوں پر رکھے جائیں۔ ان کو دل و جان سے تلیم کیا جائے۔ اور اگر خدا نخواست ان کا کوئی فرمان ظاہر آیت قرآنی یا حدیث صحیح معرفع کے خلاف معلوم ہو تو خود ان ہی کی وصیت کے تحت اسے

چھوڑ کر قرآن و حدیث کی اتباع کی جائے۔ یہی راہ نجات اور صراط مستقیم ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور ان کے کلمات ہی کو بغایاد دین تھمرا لیا گیا تو یہ اس آئیت کے تحت ہو گا۔ «أَمْ لَهُمْ شُرٌّ كَوْنُ شَرٌّ غَوْلٌ هُمْ بِالَّذِينَ مَا لَمْ يَأْذِنْ بِهِ اللَّهُ» (الشوری: ۲۱) کیا ان کے ایسے بھی شریک ہیں (جو شریعت سازی میں خدا کی شرکت رکھتے ہیں۔ کیونکہ شریعت سازی دراصل مختص ایک اللہ پاک کا کام ہے) جنہوں نے دین کے نام پر ان کے لئے ایسی ایسی چیزوں کو شریعت کا نام دے دیا ہے جن کا اللہ پاک نے کوئی اذن نہیں دیا۔

صد افسوس کہ امت اس مرض میں ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے گرفتار ہے اور ابھی تک اس وباء سے شفائے کامل کے آثار نظر نہیں آتے۔ اللهم ارحم علی امت حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم۔

خود ہندو پاکستان میں دیکھ لجئے! کونے کونے میں نئی نئی بدعات، عجیب عجیب رسومات نظر آئیں گی۔ کہیں محرم میں تعریف سازی ہو رہی ہے تو کہیں کافغذی گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔ کہیں بقول پر غلافوں کے جلوس نکل رہے ہیں تو کہیں علم اخلاقیے جا رہے ہیں۔ تجب مزید یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس طرح اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ علماء ہیں کہ منہ میں لگام لگائے بیٹھے ہیں۔ کچھ جواز تلاش کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اس طرح با آسانی ان کی دکان چل سکتی ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ زاد الحاکم فی حدیث جابر فقال هما علیک و فی مالک والمبیت منهما بری قال نعم فصلی علیہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقى ابا قاتدة يقول ما صنعت الدیناران حتى کان اخر ذالک ان قال قد قضيتما يا رسول اللہ قال الان

حین بردت علیہ جلدہ وقد وقعت هذه القصة مرة اخري فروي

الدارقطنی من حدیث علی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بجنازة لم یسال عن شئی من عمل الرجل و یسال عن دینه فان قیل علیه دین کف و ان قیل لیس علیه دین صلی فاتی بجنازة فلما قام لیکبر سال هل علیه دین؟ فقلوا دیناران فعل عنہ فقال علی هما علی یا رسول اللہ و هو بیری منهما فصلی علیه ثم قال لعلی جزاک اللہ خيرا و فک اللہ رهانک (فتح الباری)

یعنی حدیث جابر میں حاکم نے یوں زیادہ کیا ہے کہ میت کے قرض واسی وہ دو دینار تیرے اور پر تیرے مال میں سے ادا کرنے واجب ہو گئے۔ اور میت ان سے بری ہو گئی۔ اس صحابی نے کہا، ہاں یا رسول اللہ واقعہ یہی ہے۔ پھر آپ نے اس میت پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پس جب بھی رسول کریم ﷺ ابو قادہ سے ملاقات فرماتے آپ دریافت کرتے تھے کہ اے ابو قادہ! تمہارے ان دو دیناروں کا وعدہ کیا ہوا؟ یہاں تک کہ ابو قادہ نے کہہ دیا کہ حضور ان کو میں ادا کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب تم نے اس میت کی کھال کو ٹھہڈا کر دیا۔ ایسا ہی واقع ایک مرتبہ اور بھی ہوا ہے جسے دارقطنی نے حضرت علی بن ابی طہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جو کوئی جنازہ لایا جاتا آپ اس کے کسی عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے مگر قرض سے متعلق ضرور پوچھتے۔ اگر اسے مقروض بتالیا جاتا تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھتے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو آپ جنازہ پڑھا دیتے۔ پس ایک دن ایک جنازہ لایا گیا۔ جب آپ نماز کی تکمیل کرنے لگے تو پوچھا کر کیا یہ مقروض ہے؟ کہا گیا کہ ہاں دو دینار کا مقروض ہے۔ پس آپ جنازہ پڑھانے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علی بن ابی طہ نے کہا کہ حضور وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ میں ادا کر دوں گا اور یہ میت ان سے بری ہے۔ پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ اے علی! اللہ تم کو جزائے خیر دے، اللہ تم کو بھی تمہارے رہنم سے آزاد کرے یعنی تم کو جنت عطا کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی میت مقروض ہو اور اس وجہ سے اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھائی جائی ہو تو اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اس کا قرضہ اپنے سر لے لے تو یہ بہت بڑا کار ثواب اور باعث رضاۓ خدا و رسول ہے۔ اور اس حدیث کے ذیل میں داخل ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا۔ خاص طور پر جب کہ وہ ذمیا سے کوچ کر رہا ہے۔ ایسے وقت ایسی امداد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مگر بعض نام نہاد مسلمانوں کی عقولوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی امداد پر ایک کوڑی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ویسے نام نہاد کے لئے مردہ کی فاتحہ، تجبہ، چالیسوں من گھرست رسول پر کتنا ہی روپیہ پانی کی طرح بھاد رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ

رسوم ہیں جن کا قرآن و حدیث و آقاں صحابہ حتیٰ کہ امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر علم پور علامے نے ایسی رسوم کی جمایت میں ایک طوفان جدال کھڑا کر رکھا ہے۔ اور ان رسوم کو عین خوشنودی خدا و رسول ﷺ کی قرار دیتے ہیں اور ان کے اثبات کے لئے آیات قرآنی و احادیث نبوی میں وہ وہ تاویلیات فاسدہ کرتے ہیں کہ دیکھ کر جیت ہوتی ہے۔ حق ہے۔ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدلتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا۔ من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد جو ہمارے امر دین میں ایسی نئی چیز نکالے جس کا ثبوت ہماری شریعت سے نہ ہو، وہ مردود ہے۔ ظاہر ہے کہ رسوم موجود نہ عمد رسالت میں تھیں نہ عمد صحابہ و تابعین میں جب کہ ان زمانوں میں بھی مسلمان وفات پاتے تھے، شہید ہوتے تھے مگر ان میں کسی کے بھی تجھے چالیسویں کا ثبوت نہیں حتیٰ کہ خود حضرت امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثبوت نہیں کہ ان کا تجھے چالیسوں کیا گیا ہو۔ نہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا تجھے فاتحہ ثابت ہے۔ جب حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی طرف سے شریعت میں کمی میشی کرنا خود لعنت خداوندی میں گرفتار ہونا ہے، ابا زانا اللہ منہ، آمین۔

۳۹۔ کتاب الکفالة

کفالت کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کے بیان میں

۱۔ بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

شریعت میں یہ دونوں درست ہیں۔ ضامن کو بدینہ والے زعیم اور مصرووالے محیل اور عراق والے کفیل کہتے ہیں۔

۲۲۹۰۔ وَ قَالَ أَبُو الْوَنَادَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرَو الْأَسْلَمِيِّ (۲۲۹۰) اور ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلامی نے اور ان سے ان کے والد (حزمه) نے کہ حضرت عمر بن الخطوب نے (اپنے عمد خلافت میں) انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ (جمال وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہم بستری کر لی۔ حمزہ نے اس کی ایک شخص سے پہلے ضمانت لی، یہاں تک کہ وہ عمر بن الخطوب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر بن الخطوب نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس آدمی نے جو جرم اس پر لگا تھا، اس کو قبول کیا تھا لیکن جمالت کا عذر کیا تھا۔ حضرت عمر بن الخطوب نے اس کو معذور رکھا تھا۔ اور جریء اور اشحت نے عبد اللہ بن مسعود بن عثیمین سے

وَ عَذْرَةً بِالْجَهَالَةِ)).

وَقَالَ جَرِيزٌ وَالأشعْثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِينَ: اسْتَبِّهُمْ وَ كَفْلُهُمْ فَتَابُوا وَ كَفَلُهُمْ عَشَائِرُهُمْ۔

وَقَالَ حَمَادٌ: إِذَا تَكْفُلَ بِنَفْسِ فَمَاتَ قَاتِلٌ
شَيْءٌ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحُكْمُ: يَضْمِنُ.

مردوں کے بارے میں کماکہ ان سے توبہ کرائیے اور ان کی ضمانت طلب کیجئے (کہ دوبارہ مردنہ ہوں گے)۔ چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی اور ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دے دی۔ حملہ کا جس کا حاضر ضامن ہوا گروہ مرجائے تو ضامن پر کچھ تاوان نہ ہو گا۔ لیکن حکم نے کماکہ ذمہ کمال دینا پڑے گا۔

(۲۲۹) ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کماکہ لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربعہ نے ان سے عبد الرحمن بن ہرمون نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کماکہ پہلے ایسے گواہ لاجن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کماکہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کماکہ تو نے پچی بات کی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روان ہوئے۔ اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی ملاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے۔ تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا۔ اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری

۲۲۹۱ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ الْلَّيْثُ:
حَدَّثَنِي جَعْفُرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ هُرَمْزَ، عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
(عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ
بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ
فَقَالَ: أَعْتَنِي بِالشَّهَدَاءِ أَشْهِدُهُمْ، فَقَالَ
كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا. قَالَ: فَأَعْتَنِي بِالْكَفِيلِ،
قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا. قَالَ: صَدَقْتَ
فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجْلِ مُسَمًّى. فَعَرَجَ فِي
الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ أَتَمَ مَرْسَكَهُ
يَرْكَبُهَا يَقْدُمُ عَلَيْهِ لِلأَجْلِ الَّذِي أَجْلَهُ فَلَمْ
يَجِدْ مَرْسَكًا، فَأَخَذَ حَشْبَةً فَقَرَرَهَا فَأَدْخَلَ
فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ
ثُمَّ زَجَّ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بَهَا إِلَى الْبَحْرِ
فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسْلِفْتُ
فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلًا فَقُلْتُ
كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، فَرَضَيْتُ بِكَ. وَسَأَلَنِي
شَهِيدًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضَيْ
بِذَلِكَ: وَإِنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدْ مَرْسَكًا
أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَإِنِّي
أَسْوَدْعَكُها. فَرَمَى بَهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى

مط جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بھادی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بند رگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی۔ لیکن جب اسے چیڑا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (پکھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شر آئے تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دیوارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کماکہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں۔ لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لئے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مفروض نے جواب دیا بتاؤ تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا۔ جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کماکہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ أَنْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْعَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلْدِهِ، فَحَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لِعَلَى مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْحَسْبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخْدَنَاهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِيمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَاتَّى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زَلتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لَا تَنْكِبْ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعْثَتْ إِلَيْيَ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أَخْبَرْتُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جَنَّتْ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَى عَنْكَ الَّذِي بَعْثَتْ فِي الْحَسْبَةِ، فَانْصَرَفَ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا).

لَشَرِيقٌ حضرت عبداللہ بن مسعود بن عثیمین کا قول جو یہاں مذکور ہوا ہے اس کو امام یہیقی نے وصل کیا۔ اور ایک قصہ بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود بن عثیمین سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ابن نواحہ کا موزون اذان میں یوں کہتا ہے اشدن مسیلة رسول اللہ۔ انہوں نے ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ ابن نواحہ کی تو گردن مار دی اور اس کے ساتھیوں کے باب میں مشورہ لیا۔ عذری بن حاتم نے کہا قتل کرو۔ جریر اور اشعث نے کما ان سے توبہ کراؤ اور صفات لو۔ وہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ ابن الی شیبہ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

ابن منیر نے کہا کہ امام خاری رضی اللہ عنہ نے حدود میں کفالت سے دیون میں بھی کفالت کا حکم ثابت کیا۔ لیکن حدود اور قصاص میں کوئی کفیل ہو اور اصل مجرم یعنی کھول عنہ غائب ہو جائے تو کفیل پر حد یا قصاص نہ ہو گا اس پر اتفاق ہے لیکن قرضہ میں جو کفیل ہو اس کو قرض ادا کرنا ہو گا۔ (وجیدی)

حدیث میں بنی اسرائیل کے جن دو شخصوں کا ذکر ہے ان کی مزید تفصیلات جو حدیث ہے امیں نہیں ہیں تو اللہ کے حوالہ ہیں کہ وہ لوگ کون تھے، کماں کے باشندے تھے؟ کون سے زمانہ سے ان کا تعلق ہے؟ بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اس قاتل ہے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ اگرچہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور یہاں ہر چیز ایک سبب سے وابستہ ہے۔ قدرت نے اس کا رغانہ عالم کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے مگر کچھ چیزیں مستثنی بھی وجود پذیر ہو جاتی ہیں۔

ان ہر حدود میں سے قرض لیتے والے نے دل کی چیختی اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ محض ایک اللہ پاک ہی کا نام بطور حاضر اور کفیل پیش کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں قرض کے ادا کرنے کا یقینی جذبہ تھا۔ اور وہ قرض حاصل کرنے سے قبل عزم صیم کر چکا تھا کہ اسے کسی نہ کسی صورت یہ قرض بالضرور واپس کرنا ہو گا۔ اسی عزم صیم کی بنا پر اس نے یہ قدم اٹھایا۔ حدیث میں اسی لئے فرمایا گیا کہ جو شخص قرض لیتے وقت ادا سمجھی کا عزم صیم رکھتا ہے اللہ پاک ضرور اس کی مدد کرتا اور اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔ اسی لئے ادا سمجھی کے وقت وہ شخص کشتی کی تلاش میں ساحل بحیر پر آیا کہ سوار ہو کر وقت مقررہ پر قرض ادا کرنے کے لئے قرض خواہ کے گھر حاضر ہو جائے۔ مگر اتفاق ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود اس کو سواری نہ مل سکی اور مجبوراً اس نے قرض کے دینا ایک لکڑی کے سوراخ میں بند کر کے اور اس کے ساتھ تعاریف پرچہ رکھ کر لکڑی کو دریا میں اللہ کے بھروسہ پر ڈال دیا۔ اس نے یہ عزم کیا ہوا تھا کہ لکڑی کی یہ رقم اگر اس قرض خواہ بھائی کو اللہ وصول کرا دے تو فیما ورنہ وہ جب بھی وطن لوئے گا اس کو دوبارہ یہ رقم ادا کرے گا۔ ادھر وہ قرض دینے والے ساحل بحیر پر کسی آنے والی کشتی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ بھائی وقت مقررہ پر اس کشتی سے آئے گا اور رقم ادا کرے گا۔ مگر وہ بھی ناکام ہو کر جاہی رہا تھا کہ اچانک دریا میں اس بھائی کو کھولا، تو حقیقت حال سے اطلاع پا کر اور اپنی رقم وصول کر کے مسرور ہوا چونکہ ادا کرنے والے حضرت کو وصول کرنے کی اطلاع نہ تھی وہ احتیاط وطن آئے پر دوبارہ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تفصیلات سے ہر دو کو علم ہوا اور دونوں بے انتہا مسرور ہوئے۔

یہ توکل علی اللہ کی وہ منزل ہے جو ہر کسی کو نہیں حاصل ہوتی۔ اسی لئے آخرت میں یہ ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اپنے اونٹ رات کو خوب مضبوط پاندھ کر اللہ پر بھروسہ رکھو کہ اسے کوئی نہیں چرائے گا۔

گفت پیغمبر یا آواز بلند بر توکل زانوے اشتربہ بند

آج بھی ضرورت ہے کہ قرض حاصل کرنے والے مسلمان اس عزم صیم و توکل علی اللہ کا مظاہرہ کریں کہ وہ اللہ کی توفیق سے ضرور ضرور قرض کی رقم جلد ہی واپس کریں گے۔ وہ ایسا کریں گے تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان سے ان کا قرض ادا کر دے گا۔ ان دونوں شخصوں کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حافظ نے کہا محمد بن ریج نے سند صحابہ میں عبد اللہ بن عمرو بن میثا سے نکلا کہ قرض دینے والا تجاشی تھا۔ اس صورت میں اس کو بنی اسرائیل فرمانا اس وجہ سے ہو گا کہ وہ بنی اسرائیل کا تفعیح تھا نہ یہ کہ ان کی اولاد میں تھا۔ علامہ عینی نے اپنی عادت کے موافق حافظ صاحب پر اعتراض کیا اور حافظ صاحب کی وسعت نظر اور کثرت علم کی تعریف نہ کی۔ اور کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس پر اعتقاد نہیں کیا جا سکتا حالانکہ حافظ صاحب نے خود فرمادیا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجول ہے۔ (وجیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر الطیب فرماتے ہیں:-

و فی الحديث جواز الاجل فی المرض وجوب الرفاء به و فیه التحدث عما كان فی بنی اسرائیل وغيرهم من العجائب للاعظام والانسآء و فیه التجارة فی البحر و جواز رکوبه و فیه بداة الكاتب بنفسه و فیه طلب الشهود فی الدين و طلب الكفیل به و فیه فضل التوکل علی الله و ان من صح توکله تکفل الله بنصره و عنونه الخ (فتح)

یعنی اس حدیث میں جواز ہے کہ قرض میں وقت مقرر کیا جائے اور وقت مقرر پر ادا نکلی کا وجوب بھی ثابت ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے عجیب واقعات کا بیان کرنا بھی جائز ثابت ہوا تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے اور ان کی اقتداء کی جائے اور اس سے دریائی تجارت کا بھی ثبوت ہوا اور دریائی سواریوں پر سوار ہونا بھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کاتب شروع میں اپنا نام لکھے اور اس سے قرض کے متعلق گواہوں کا طلب کرنا اور اس کے کفیل کا طلب بھی ثابت ہوا۔ اور اس سے توکل علی اللہ کی فضیلت بھی نکلی اور یہ بھی کہ جو حقیقی صحیح توکل ہو گا اللہ پاک اس کی مدد اور نصرت کا ذمہ دار ہو گا۔

خود قرآن پاک میں ارشاد باری ہے۔ «وَمِنْ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ» (العلق: ۳) جو اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی و دافی ہے۔ اس قسم کی بستی آیات قرآن مجید میں وارد ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہاتھ ہیر چھوڑ کر بیٹھ جانے کا نام توکل نہیں ہے۔ بلکہ کام کو پوری قوت کے ساتھ انجام دینا اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا اور غیر کے لئے اللہ سے پوری پوری امید رکھنا یہ توکل ہے۔ جو ایک مسلمان کے لئے داخل ایمان ہے۔ حدیث قدیم میں فرمایا ہے اناعدۃ ظن عبدی بی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے متعلق جو بھی گمان قائم کرے گا۔ مطلب یہ کہ بندہ اللہ پر جیسا بھی بھروسہ کرے گا، اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا۔ اسرائیلی مومن نے اللہ پر پورا بھروسہ کر کے ایک ہزار اشرافیوں کی خطیر رقم کو اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اللہ نے اس کے گمان کو صحیح کر کے دکھلایا۔

شرع میں ابوالزناد کی روایت سے جو واقعہ مذکور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی لوغڑی کو اپناہی مال سمجھ کر اس سے بوجہ نادانی صحبت کر لی۔ یہ مقدمہ حضرت عمر بن الخطاب کی عدالت عالیہ میں آیا تو آپ نے اس کی نادانی کے سبب اس پر رجم کی سزا معاف کر دی گر بطور تحریر سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حضرت حمزہ اسلامی دہاں زکوہ وصول کرنے بطور تحصیلدار گئے تو ان کے سامنے بھی یہ معاملہ آیا۔ ان کو حضرت عمر بن الخطاب کے فیضے کا علم نہ تھا۔ لوگوں نے ذکر کیا تھی ان کو یقین نہ آیا۔ اس لئے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی صفات پیش کی کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب سے اس کی تقدیم فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ صفات قبول کی اور حضرت عمر بن الخطاب سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی۔ حضرت امام بخاری و مسلم نے اس سے حاضر صفات کو ثابت فرمایا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

بَابُ الصَّلَوةِ الْمُؤْكَلَةِ كَا (سُورَةُ نَسَاءٍ مِّنْ) يَهِ ارْشَادُكَ
۲ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى
۴۰۷۱ ﴿۱﴾ وَالَّذِينَ غَافَلُتَ أَيْمَانَكُمْ فَاتُوهُمْ
”جِنْ لَوْكُوں سے تم نے قسم کھا کر عمد کیا ہے، ان کا حصہ
ان کو ادا کرو۔“ نصیبِہمْ

(۳۲۹۲) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابو اسماء نے بیان کیا، ان سے اور یہی نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس عیاشی نے کہ (قرآن مجید کی آیت) (لکل جعلنا موالی) کے متعلق ان بن عباس نے فرمایا کہ (موالی کے معنی) درش کے ہیں۔ اور (والذین عقدت ایمانکم) (کا

۲۲۹۲ - حَدَّثَنَا الصَّلَوةُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ إِذْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصْرَفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَّابَرَ عَنْ أَبِي عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: (وَلَكُلِّ جَعْلَنَا مَوَالِي) قَالَ: وَرَثَةُ (وَالَّذِينَ غَافَلُتَ أَيْمَانَكُمْ)

قصہ یہ ہے کہ) مهاجرین جب مدینہ آئے تو مهاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے۔ اور انصاری کے ناتھ داروں کو پکھنہ ملتا۔ اس بھائی پنے کی وجہ سے جو نبی کرم ملکیتیہ کی قائم کی ہوئی تھی۔ پھر جب آیت و لکل جعلنا موالی نازل ہوئی تو پہلی آیت والذین عقدت ایمانکم منسوخ ہو گئی۔ سوا امداد، تعاون اور خیر خواہی کے۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مهاجرین کے درمیان مواخاة کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہو گیا۔ اور وصیت جتنی چاہے کی جاسکتی ہے۔ (جیسی اور شخصوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ تمامی ترکہ میں سے وصیت کی جاسکتی ہے۔ جس کا نفاذ کیا جائے گا)

أَيْمَانُكُمْ ﴿١﴾ قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا
قِدِمُوا الْمَدِينَةَ: يَرَثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ
دُونَ ذَوِي رَحْمَةٍ، لِلأَخْوَةِ الَّتِي آخَى
النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَّلَتْ هَذِهِ الْكُلُّ
جَعَلَنَا مَوَالِيٰ ﴿٢﴾ نَسَخَتْ. ثُمَّ قَالَ:
﴿وَالَّذِينَ عَاقَدُتِ أَيْمَانَكُمْ﴾ إِلَّا النَّصْرَ
وَالرُّفَادَةَ وَالنُّصِيْحَةَ - وَقَدْ ذَهَبَ
الْمُبَرَّاثَ - وَيُوصَى لَهُ﴾.

[طرفاه في: ٤٥٨، ٦٧٤٧]

لشیخ یعنی مولی المولاۃ سے عرب لوگوں میں دستور تھا کسی سے بہت دوستی ہو جاتی تو اس سے معالبہ کرتے اور کہتے کہ تمرا خون ہمارا خون ہے۔ اور تو جس سے لے رہے ہم اس سے لڑیں، تو جس سے صلح کرے ہم اس سے صلح کریں۔ تو ہمارا وارث ہم تمیرے وارث، تمیرا قرضہ ہم سے لیا جائے گا ہمارا قرضہ تجھے سے، تمیری طرف سے ہم دیتے دیں تو ہماری طرف سے۔

شروع زمانہ اسلام میں ایسے غص کو ترکہ کا چھٹا ملنے کا حکم ہوا تھا۔ پھر یہ حکم اس آیت سے منسون ہو گیا۔ («وَأُولُو الْأَذْخَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِنَفْسِهِ فِي كَفِيلٍ اللَّهُمَّ») (الافق: ۲۵) ابن منیر نے کماں کا نالٹ کے باب میں امام تخاری رضی اللہ عنہ اس کو اس لئے لائے کہ جب حلف سے جو ایک عقد تھا، شروع زمانہ اسلام میں ترکہ کا استحقاق پیدا ہو گیا تو کمال کرنے سے بھی مال کی ذمہ داری کفیل پر پیدا ہو گی کیونکہ وہ بھی ایک عقد ہے۔

عربوں میں جاہلی دستور تھا کہ بلاحق و ناحق دیکھے کسی اہم موقع پر بعض قبائلی عصیت کے تحت قسم کا بیٹھتے کہ ہم ایسا ایسا کریں گے۔ خواہ حق ہوتا یا ناحق، اسی کو حلف جاہلیت کہا گیا۔ اور بتلایا کہ اسلام میں ایسی غلط قسم کی قسموں کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اسلام سراسر عدل کی ترجیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے «وَلَا يَنْهَاكُنَّ مِنْهُمْ فَتَأْتُنَّ قَوْمًا عَلَىٰ أَلَا تَعْدِلُوا إِنَّ الْعُذُولَةَ هُوَ أَفْرَطُ لِلظُّفُرِ» (الماکہ: ۸) بعض قومی عصیت کی بنا پر ہرگز قلم پر کرنہ پابند ہو۔ انصاف کرو کے تقویٰ سے انصاف ہی قریب ہے۔

قال الطبرى ما استدل به انس على اثبات الحلف لابنافى حديث جبیر بن مطعم فى نفيه فان الاعنة المذکور كان فى اول الهجرة و كانوا يتوارثون به ثم نسخ من ذالك الميراث وبقى مالم يطلعه القرآن و هو التعاون على الحق والنصر والأخذ على يد الظالم كما قال ابن عباس الانصر والنصيحة واللادة و يوصى له وقد ذهب الميراث (فتح)

یعنی طبری نے کہا کہ ابتداء حلف کے لئے حضرت انس بن مالک نے جو استدال کیا وہ جبیر بن مطعم کی نفع کے خلاف نہیں ہے۔ اخاء مذکور یعنی اس قسم کا بھائی چارہ شروع بھرت میں قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد میں میراث کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہ گئی جس کو قرآن مجید نے باطل قرار نہیں دیا۔ اور وہ ہائی جن پر تعاوون اور امداد کرنا اور ظالم کے ہاتھ پکڑنا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میراث تو چلی گئی مگر ایک دوسرے کی مدد کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا یہ چیز ہاتھی رہ گئی ہیں۔ بلکہ اپنے بھائیوں کے لئے وصیت بھی کی جاسکتی ہے۔
واعظہ مواعظات اسلامی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ صابر جو اپنے گھر بار وطن چھوڑ کر مدینہ شریف پلے آئے تھے ان کی دلجموئی

بہت ضروری تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مسیہ کے باشندگان انصار میں ان کو تقسیم فرمادیا۔ انصاری بھائیوں نے جس خلوص اور رفاقت کا ثبوت دیا اس کی نظر تاریخ عالم میں ملنی ناامکن ہے۔ آخر یہی مہاجر مسیہ کی زندگی میں گھل مل گئے۔ اور اپنے بیرون پر کھڑے ہو کر خود انصار کے لئے باعث تقویت ہو گئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آج مسیہ طیبہ ہی میں بیٹھ کر انصار مسیہ اور مہاجرین کرام یعنی کایہ ذکر خیر یہاں لکھتے ہوئے دل پر ایک رقت آمیز اثر محسوس کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ انصار و مہاجر قصر اسلام کے دو اہم ترین ستون ہیں جن پر اس عظیم قدر کی تغیری ہوئی ہے۔ آج بھی مسیہ کی فضا ان بزرگوں کے چھوڑے ہوئے تاثرات سے بھر پور نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبوی حرم نبوی میں مختلف ممالک کے لاکھوں مسلمان جمع ہو کر عبادات اللہ و صلواۃ وسلم پڑھتے ہیں اور سب میں مواخات اور اسلامی بحث کی ایک غیر محسوس بردوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اگر مسلمان یہاں سے جانے کے بعد بھی یا ہمیں مواغات کو ہر ہر جگہ قائم رکھیں تو دنیا انسانیت کے لئے وہ ایک بہترن نمونہ بن سکتے ہیں۔ ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو محترم بھائی حاجی عبدالرحمن سندی باب مجیدی مسیہ منورہ کے دولت کوہ پر یہ الفاظ نظر ہائی کرتے ہوئے لکھے گئے ہے۔ بہ سلسلہ اشاعت بخاری شریف مترجم اردو حاجی صاحب موصوف کی مజہد انہ کوششوں کے لئے امید ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا بھائی وعائے خیر کرے گا۔

(۲۲۹۳) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے اُنس رضی اللہ عنہ نے کہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ریفع رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔

٢٢٩٣ - حَدَّثَنَا قَيْثَيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَأَخْرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسِينَةً وَيَسِينَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ.

[راجح: ۲۰۴۹]

(۲۲۹۳) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اُنس بن شوہر سے پوچھا، کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عمد و بیان نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تو خود انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں عمد و بیان کرایا تھا۔

٢٢٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاجَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لِأَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَبْلَغْكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا جَلْفَ فِي الإِسْلَامِ؟ فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيَّ ﷺ، بَنِي قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِيْ).

[طرفہ فی : ۶۰۸۳ ، ۷۳۴۰]

معلوم ہوا کہ عمد و بیان اگر حق اور عدل کی بنا پر ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ ضروری ہے مگر اس عمد و بیان میں صرف بھائی عمد و خیر خواہی مد نظر ہوگی۔ اور ترکہ کا ایسے بھائی چارہ سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ کہ وہ وارثوں کا حق ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ ایسے موقع پر حسب قائدہ شرعی مرنے والے کو وصیت کا حق حاصل ہے۔

۳- بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيْتٍ دَيْنًا بَابُ جو شخص کسی میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس

کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا،
حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا۔

(۲۲۹۵) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے، ان سے سلمہ بن اکوוע رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں نماز پڑھنے کے لئے کسی کاجنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا اس میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی نماز پڑھ لو، ابو قادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کا قرض میں ادا کروں گا۔ تب آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ وَبِهِ قَالَ الْحَسْنُ

۲۲۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَبِيدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْنَوِعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِجَنَازَةً لِيَصْلِيَ عَلَيْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دِيْنٍ؟)) قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى بِجَنَازَةً أُخْرَى فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دِيْنٍ؟)) قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُو قَاتَدَةَ: عَلَيَّ دِيْنُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

[راجح: ۲۲۸۹]

اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ صاف من اپنی صفات سے رجوع نہیں کر سکتا۔ جب وہ میت کے قرضے کا صاف من ہو۔ کیونکہ آخر پر حضرت شیعیہ نے صرف ابو قادہ کی صفات کے سبب اس پر نماز پڑھ لی۔ اگر رجوع جائز ہوتا تو جب تک ابو قادہ رضی اللہ عنہ یہ قرض ادا نہ کر دیتے آپ اس پر نماز نہ پڑھتے۔

(۲۲۹۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن علی باقر سے سنا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ عیاشی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بحرین سے (جزیرہ کا) مال آیا تو میں تمیں اس طرح دونوں لپ بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک نہیں آیا پھر جب اس کے بعد وہاں سے مال آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا کہ جس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وعدہ ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو وہ ہمارے یہاں آجائے۔ چنانچہ میں حاضر ہوں۔ اور میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وہ باتیں فرمائی تھیں جسے سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا۔ میں نے اسے شمار کیا تو وہ پانچ سو کی رقم تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے دو گنا اور لے لو۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنَا عَلَيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّاً ثُمَّ حَدَّثَنَا عَمْرُو سَمْعَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلَيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَغْطَيْنَكُمْ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)، فَلَمْ يَجِدْهُ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُوبَكْرَ قَنَادِي: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَّةً أَوْ دِيْنَ فَلَيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَتَّى لِي خَشِيَّةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسِينَةً وَقَالَ: حُذْ مَظْلِمَاهَا.

[اطرافہ فی : ۲۵۹۸، ۲۶۸۳، ۳۱۲۷، ۴۲۸۳، ۳۱۶۴۔]

سب تین اپ ہو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اپ بھر دیئے کا وعدہ فرمایا تھا جیسے دوسری روایت میں ہے جس کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے شادات میں نکلا، اس کی تصریح ہے۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکلا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشیں ہوئے تو گویا آپ کے سب معاملات اور وعدوں کے وہ کفیل غیرے اور ان کو ان وعدوں کا پورا کرنا لازم ہوا۔ (قطلانی)

باب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (ایک مشرک کا) امان دینا اور اس کے ساتھ آپ کا عہد کرنا

جو حدیث اس باب میں لائے اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ پناہ دینے والے نے جس کو پناہ دی، گویا اس کی عدم ایذا کا مکلف ہوا۔ اور اس پر اس کفالت کا پورا کرنا لازم ہوا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ عدم ایذا دستی اور سلامی کی ضمانت کرنا درست ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں راجح ہے۔ (وجیدی)

(۷) ۲۲۹ (۲۲۹) ہم سے سعیٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے کہ ابن شاہب نے بیان کیا، اور انہیں عروہ بن زیر نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیرو کار پایا۔ اور ابو صالح سليمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے، اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیرو کار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت جبکہ کارادہ کیا۔ جب آپ پرک الغماڈ پہنچے تو ہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنه سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابو بکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک ابن الدغنه

۴ - بَابُ جَوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ

۲۲۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُتْبَرُ عَنْ عَقِيلٍ قَالَ إِنَّ شِهَابَ فَأَخْبَرَنِي غُرُوفَةُ بْنُ الرَّبِّيرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبُوئِي إِلَّا وَهُمَا يَدِينَا بِالْدِينِ)).

وقال أبو صالح: حدثني يحيى بن بكر قال: حدثنا المتبّر عن عقيل قال ابن شهاب فأخبرني غروفة بْنُ الرَّبِّيرَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبُوئِي إِلَّا وَهُمَا يَدِينَا بِالْدِينِ)).

وقال أبو صالح: حدثني يحيى بن بكر عن يونس عن الزهري قال: أخبرني غروفة بْنُ الرَّبِّيرَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمْ أَعْقِلْ أَبُوئِي قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَا بِالْدِينِ)).

يأتنا فيه رسول الله ﷺ طرف في النهار بکرہ وعشیة. فلما ابتلی المسلمين خرج أبو بکر مهاجرًا قبل الحجۃ حتى إذا بلغ برک العمال لقيه ابن الدغنة وهو سید القراءة فقال: أین تریند يا آبا بکر؟ فقال أبو بکر: آخر جنی قومی، فانا أریند

نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکلا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مسلمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلے اور اپنے ہی شر میں اپنے رب کی عبادت کیجیے۔ چنانچہ ابن الدغۃ اپنے ساتھ ابو بکر بن ثابت کو لے آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابو بکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکلا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لئے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے اور جو مسلمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغۃ کی امان کو مان لیا۔ اور حضرت ابو بکر بن ثابت کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغۃ سے کہا کہ ابو بکر کو اس کی تائید کرونا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں۔ لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں۔ اور نہ اس کا اظہار کریں۔ کیونکہ ہمیں اس کا ذرہ ہے کہ کہیں ہمارے پنج اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغۃ نے یہ باتیں جب حضرت ابو بکر بن ثابت کو سنائیں۔ تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق بن ثابت نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لئے ایک جگہ بنا لی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا، مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نکاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابو بکر بن ثابت ہر بڑے ہی روئے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش

آن اُسیتِ فی الْأَرْضِ وَأَغْبَدَ رَبَّیٍ۔ قَالَ أَبْنُ الدُّغْنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرُجُ۔ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَغْدُومَ، وَتَصْلِي الرَّجْمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَفْرِي الصَّيْفَ، وَتَعْنِيْنَ عَلَى نَوَابِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَازَ۔ فَأَرْجِعْ فَاغْبَدْ رَبَّكَ بِلَادِكَ، فَأَرْتَحْلَ أَبْنَ الدُّغْنَةِ فَرْجَعَ مَعَ أَبِيهِ بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارٍ قُرْيَشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلَهُ وَلَا يُخْرُجُ، اتَّخِرُ جُونَ رَجَلًا يَكْسِبُ الْمَغْدُومَ، وَيَصْلِي الرَّجْمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَفْرِي الصَّيْفَ، وَيَعْنِيْنَ عَلَى نَوَابِ الْحَقِّ؟ فَانْفَدَتْ قُرْيَشٌ جَوَارِ أَبْنِ الدُّغْنَةِ، وَأَمْنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لِأَبْنِ الدُّغْنَةِ: مَرْ أَبَا بَكْرٍ فَلَيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلَيُصَلَّ وَلَيُقْرَأُ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِنَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِمَ بِهِ، فَإِنَا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَقْتُلَنَا أَبْنَاءُنَا وَنِسَاءُنَا۔ قَالَ: ذَلِكَ أَبْنُ الدُّغْنَةِ لِأَبِيهِ بَكْرٍ، فَلَطَقَنَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِمَ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ۔ ثُمَّ بَدَا لِأَبِيهِ بَكْرٍ فَانْتَشَ مَسْجِدًا بَيْنَاءَ دَارِهِ، وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَصَصُّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاءُهُمْ يَعْجِبُونَ وَيَنْظَرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَجَلًا بَكَاءً لَا يَمْلِكُ ذَبْعَةً حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْرَغَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرْيَشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى أَبْنِ الدُّغْنَةِ قَدِيمًا عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ: إِنَا

گھبرائے۔ اور سب نے ابن الدغنه کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنه ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر کو اس لئے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر رہی کریں گے۔ لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سات نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنالی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈرہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لئے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر رہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کوئی کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑیں۔ لیکن اس طرح انہیں انظمار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنه حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عمد ہوا تھا۔ اب یا آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچ کر میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں۔ میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں، رسول کشم شلیلہ ان دونوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری بھرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے، جمال کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔ جب رسول اللہ شلیلہ نے اس کا انظمار فرمادیا تو جن مسلمانوں نے بھرت کرنی چاہی وہ پسلے ہی مدینہ بھرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو بھرث بھرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آگئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ شلیلہ نے ان سے فرمایا، جلدی نہ کرو، امید ہے کہ مجھے بھی جلدی اجازت

کُنَّا أَجْرَنَا أَبَابِكْرٌ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي
دَارِهِ، وَإِنَّهُ جَاءَرَ ذَلِكَ فَانْتَيَ مَسْجِدًا
بِفَنَاءِ دَارِهِ، وَأَعْلَمَ الصَّلَاةَ وَالْفِرَاءَ، وَقَدْ
خَشِيَّنَا أَنْ يَقْعِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، فَأَيُّهُ، فَإِنَّ
أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي
دَارِهِ فَعَلَّ، وَإِنَّ أَنِي إِلَّا أَنْ يُغْلِنَ ذَلِكَ
فَسْلَهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذَمَّكَ، فَإِنَّا كَرِهُنَا أَنْ
نُخْفِرَكَ، وَلَسْنًا مُفْرِتَنَ لَأَبِي بَكْرٍ
الِإِسْتِغْلَالَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَنَّا أَبْنَ الدُّغْنَةِ
أَبَابِكْرٌ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتَ
لَكَ عَلَيْهِ، فَإِنَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِنَّا
أَنْ تَرُدَّ إِلَيْيَ ذَمَّتِي؛ فَأَنَّيْ لَا أَحَبُّ أَنْ
تَسْمَعَ الْأَغْرَبُ أَنِي أَخْفِرَتُ فِي رَجْلٍ
عَقَدْتَ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَنِي أَرُدُّ إِلَيْكَ
جَوَازَكَ وَأَرْضَيْ بِجَوَازِ اللَّهِ وَرَسُولِ اللَّهِ
بِكَلِيمَةِ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
(قَدْ أَرِيْتَ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتَ سَبَقَتْهُ
ذَاتَ نَعْلِ بَيْنَ لَابَنِ، وَهَمَا الْحَرَثَانِ).
فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قَبْلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ
ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ
بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَسَنَةِ.
وَتَجَهَّزَ أَبُوبَكْرٌ مَهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ
الله ﷺ: عَلَى رِسْلِكَ، فَأَنِي أَرْجُو أَنْ
يُؤَذَّنَ لِي. قَالَ أَبُوبَكْرٌ: هَلْ تَرْجِبُ ذَلِكَ
بَأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَحَبَسَ أَبُوبَكْرٌ
نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِيُصْنَحَّهُ،
وَعَلَّفَ رَاحِلَتِنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السُّمْرَ

أربعة أشهر)). [راجع: ٤٧٦]

مل جائے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں؟ کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور اچنچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے، تاکہ آپ کے ساتھ بھرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے، انہیں چار مینے تک وہ بول کے پتے کھلاتے رہے۔

تشریح: یہ حدیث واقعہ بھرت سے متعلق بہت سی معلومات پر مشتمل ہے، نیز اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور توکل علی اللہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ اسی شرک مک میں (جل بیٹھ کر کعبہ مقدس میں یہ سڑس لکھ رہا ہوں) آنحضرت رضی اللہ عنہ اور آپ کے جان شارون کو انتہائی ایسا ائمہ دی جا رہی تھیں۔ جن سے مجبور ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ مقدس شریح چوڑے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور بھرت جب شرک کے ارادے سے برک الحمد نامی ایک مقام قریب کہ میں پہنچ چکے تھے۔ کہ آپ کو قارہ قبیلے کا ایک سردار مالک بن دغنه ملا۔ قارہ بنی اہون قبیلہ کی شاخ تھی جو تیر اندازی میں مشور تھے۔ اس قبیلے کے سردار مالک بن دغنه نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حالت سفر میں کوچ کرتے دیکھا تو فوراً اس کے منہ سے نکلا کہ آپ جیسا شریف آدمی جو غریب پرور ہو، صدق رحمی کرنے والا ہو، جو دوسروں کا بوجھ اپنے سر پر اخالیتا ہو اور جو مہمان نوازی میں بے نظر خوبیوں کا مالک ہو، ایسا یہک تین انسان ہرگز کہ سے نہیں نکل سکتا، نہ وہ نکلا جا سکتا ہے۔ آپ بیرونی پناہ میں ہو کر واپس کہ تعریف لے چلے اور وہیں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ کہ واپس آگئے۔ اور ابن دغنه نے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے امن دینے کا اعلان عام کر دیا۔ تھے قریش نے بھی منظور کر لیا۔ مگر یہ شرط تمہراں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علائیہ نماز نہ پڑھیں، نہ تلاوت قرآن فرمائیں، نہیں سن کر ہمارے نوجوان گیڑ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسیح مسیح فرمایا ہر دلائل میں بیٹھنا اور قرآن شریف پڑھنا شروع فرمادیا۔ اسی پر کفار قریش نے ٹکوہ شکاریوں کا سلسلہ شروع کر کے ابن دغنه کو در غلبایا اور وہ اپنی پناہ واپس لینے پر تیار ہو گیا۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف فرمایا کہ انی اردک الیک جوارک وارہنی بجوار اللہ یعنی اے ابن دغنه! میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور میں اللہ پاک کی امان پر راضی ہوں۔ اس وقت رسول کرم رضی اللہ عنہ کہ شریف ہی میں موجود تھے، آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی تو تھا لیا کہ جلد ہی بھرت کا واقعہ سامنے آئے والا ہے۔ اور اللہ نے مجھے تمہاری بھرت کا مقام بھی دھکلایا ہے۔ جس سے آپ کی مراد میں طیبہ سے تھی۔ اس بشارت کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لے اپنی اونٹیوں کو سفر کے لئے تیار کرنے کے خیال سے بول کے پتے بھرت کھلانے شروع کر دیئے۔ تاکہ وہ تیز رفتاری سے بھرت کے وقت سفر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپ چار ماہ تک لکھا تار ان سواریوں کو سفر بھرت کے لئے تیار فرماتے رہے یہاں تک کہ بھرت کا وقت آگیا۔

اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے کہ ابن دغنه نے گویا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمات کی تھی، کہ ان کو مالی اور بدینی اپیانہ پہنچے۔ حافظ فرماتے ہیں۔ والفرض من هذا الحديث هنا رضا ابی بکر بجوار ابن المخدا و تقریر النبی صلی اللہ علیہ وسلم له علی ذالک ووجه دخوله في الكفالة انه لائق بكفالة الابدان لان الذى اجاره كانه تکفل بنفسه المغارب لا يهتم فالله ابن الصبر (فتح) یعنی یہاں اس حدیث کے درج کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنه کی پڑوس اور اس کی پناہ دینے پر راضی ہو گئے۔ اور آنحضرت رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو ثابت رکھا۔ اور اس حدیث کو باب الکفالة میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایدان کا ثابت میں دینا جائز ثابت ہوا۔ گویا جس نے ان کو پناہ دی وہ ان کی جان کے کفیل بن گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

اللہ کی شان ایک وہ وقت تھا وہ ایک وقت آج ہے کہ مکہ مطہرہ ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت میں دنیاۓ اسلام کے ستر کروڑ انسانوں کا قبلہ و کعبہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر سال بر تقریب ۲۰-۲۵ لاکھ مسلمان جمع ہو کر صداقت اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔ الحمد لله الّذی صدقَ وعده و نصرَ عبده و هزمَ الاحزابَ و حده فلاشی بعدہ

آج ۲۲ ذی الحجه ۱۴۳۸ھ کو بعد مغرب مطاف مقدس میں بیٹھ کر یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ رہنا تقبل منا انک انت السمعیع العلیم

باب قرض کا بیان

۵۔ بَابُ الدِّينِ

(۲۲۹۸) ہم سے بھی بن کیرنے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ان شباب نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ وغیرہ نے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر کسی کا قرض ہوتا تو آپؐ فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ پھر اگر کوئی آپؐ کو بتارتا کہ ہاں اتنا مال ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپؐ اس کی نماز پڑھاتے، ورنہ آپؐ مسلمانوں ہی سے فرمادیتے کہ اپنے ساتھی کی نمازو پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فتح کے دروازے کھول دیئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔ اس لئے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور جو وہ مقرض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے۔ اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس نکے وارثوں کا حق ہے۔

۲۲۹۸ - حدثنا يحيى بن بكيه قال
حدثنا الليث عن عقبى عن ابن شهاب
عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله ﷺ كان يزورني بالرجل
المؤمن على الدين، فيسأل: هل ترك لدنيه
لدنيه فضلاً؟ فإن حدث أنه ترك لدنيه
وفاء صلي، وإن قال للمسلمين: ((صلوا
على صالحكم)). فلما فتح الله عليه
الفتوح قال: ((أنا أولى بالمؤمنين من
أنفسهم، فمن توفي من المؤمنين فترك
دنيا فعليه قضاء، ومن ترك مالا
فلوزاته)).

[اطراف: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۴۷۸۱]

۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳.]

علوم ہوا کہ قرض داری بری بلا ہے۔ آنحضرت نے اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھائی، اسی لئے قرض سے بھیشہ بچنے کی دعا **تسبیح** کرنا ضروری ہے۔ اگر مجبوراً قرض لینا پڑے تو اس کی اوایلی کی کامل نیت رکھنا چاہئے، اس طرح اللہ پاک بھی اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر دل میں بے ایمانی ہو تو پھر اللہ بھی ایسے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔

۳۵۔ کتاب الوکالۃ

کتاب وکالت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لغت میں وکالت کے معنی پردازنا اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنا کوئی کام کسی کے پرداز کر دے بشرطیکہ اس کام میں نیابت اور قائم مقامی ہو سکتی ہو۔ آج یوم عاشورہ کو کعبہ شریف میں وقت تجدیہ نوٹ لکھا گیا۔

۱ - بَابُ وَكَالَةِ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ بَابٌ تَقْسِيمٌ وَغَيْرَهُ كَمْ مِنْ أَيْكَ سَاجِحِيْ كَا اپنے دوسرے ساجِحِيْ کو وکیل بنادینا فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی بن محبث کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کر لیا پھر انہیں حکم دیا کہ فقیروں کو بانت دیں۔

(۲۲۹۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجح نے بیان کیا، ان سے مجاهدہ نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی سلیمان نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چڑے کو میں خیرات کر دوں جنیں قربانی کیا گیا تھا۔

اس روایت میں گو شرکت کا ذکر نہیں، مگر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو کتاب الشرکہ میں نکلا ہے۔ اس میں صاف یوں ہے کہ آپ نے حضرت علی بن محبث کو قربانی میں شریک کر لیا تھا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے ان امور کے لئے حضرت علی بن محبث کو وکیل بنایا۔ اسی سے وکالت کا جواز ثابت ہوا جو باب کا مقصد ہے۔

(۲۳۰۰) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید نے، ان سے ابو الحیرہ نے، اور ان سے عقبہ بن عامر بن محبث

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهَا فِي هَذِهِ ثُمَّ أَمْرَهُ بِقِسْمَتِهَا

۲۲۹۹ - حدَثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَثَنَا سُفِيَّانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((أَمْرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَنْصَدَّقَ بِجَلَالِ الْبَدْنِ الَّتِي نُحِرَّتْ وَبِجَلُولِهَا)). [راجح: ۱۷۰۷]

۲۳۰۰ - حدَثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ يَزِيدٍ عَنْ أَبِي الصَّخْرَ عَنْ

نے کہ بنی کریم رضی اللہ عنہ نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کو تقسیم کر دیں۔ ایک بکری کا پچھہ باقی رہ گیا۔ جب اس کا ذکر انہوں نے آخرت رضی اللہ عنہ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تو قربانی کر لے۔

عَفْيَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَمَّا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ،
فَبَقَى عَنْهُ دَوْدٌ، فَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((ضَعْ
أَنْتَ)).

[اطرافہ فی : ۲۵۰۰ ، ۵۵۴۷ ، ۵۵۵۵]

اس سے بھی وکالت ثابت ہوئی۔ اور یہ بھی کہ وکیل کے لئے ضروری ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو اس کی اپنے موکل سے تحقیق کر لے۔

باب اگر کوئی مسلمان دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی حربی کافر کو اپناو کیل بنائے تو جائز ہے؟

- ۱- بَابُ إِذَا وَكَلَ الْمُسْلِمُ خَرْبَيًا
فِي دَارِ الْحَرْبِ
- أَوْ فِي دَارِ الإِسْلَامِ - جَازَ

(۲۳۰۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یوسف بن ماجشوں نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابراهیم بن عبد الرحمن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے صالح کے دادا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوا یا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے، حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے، حفاظت کرو۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمن کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمن کو کیا جاؤں۔ تم اپنا وہی نام لکھوا جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوا یا۔ بد ر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پرماڑ کی طرف گیا، تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کر سکوں، لیکن بلاں رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً ہی انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر و شمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر فوج نکلا تو میری ناکامی ہو گی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچے ہوئی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آئیں گے، تو میں نے اس کے ایک لڑکے کو آگے کر دیا

۲۳۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونَ عَنْ
صَالِحٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَيْمَهُ عَنْ جَدِهِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((كَاتَبَتْ أُمِّيَّةُ بْنَ خَلْفَ كِتَابًا بِأَنَّ
يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمِنْكَةٍ وَأَخْفَظَهُ فِي
صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ
((الرَّحْمَنَ)) قَالَ: لَا أَغْرِفُ الرَّحْمَنَ،
كَاتَبَنِي بِإِسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ،
فَكَاتَبَتْهُ (عَبْدُ عَمْرُو). فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ
بَذِرٍ حَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأَحْرِزَةٍ حِينَ نَامَ
النَّاسُ، فَبَأْصَرَهُ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ
عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أُمِّيَّةُ بْنُ
خَلْفٍ، لَا تَجُوتْ إِنْ نَجَأَ أُمِّيَّةُ. فَخَرَجَ
مَعَهُ فَرِيقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا

تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے۔ لیکن لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آیا تو میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں۔ لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر توارکی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی توارے سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف بن شہر اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔

حَسِّيْنَ أَذْ يَلْهُقُونَا حَلْفَتُ لَهُمْ أَبْهَدْ
لَا شَغَلُهُمْ فَقَتْلُوْهُ، ثُمَّ أَبْوَا حَتَّى يَعْمُوْنَا -
وَكَانَ رَجَلًا تَفِيلًا - فَلَمَّا أَذْرَكُنَا قُلْتُ
لَهُ : أَبْرُوكَ، فَبَرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي
لَا مَنْعَهُ، فَتَخَلَّلَوْهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَخْيَيْ
حَتَّى قَتْلُوْهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلَيْ
بِسَيْفِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنَ بْنُ عَوْفٍ
يُرِينَا ذَلِكَ الْأَثْرَ فِي ظَهْرِ قَدْمِهِ).

[طرفة في : ۳۹۷۱].

لَشَيْخِ اس کا نام علی بن امیہ تھا۔ اس کی مزید شرح غزوہ بدر کے ذکر میں آئے گی۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ امیہ کافر جبی تھا اور دارالحرب یعنی مکہ میں مقیم تھا۔ عبدالرحمن بن شہر مسلمان تھے لیکن انہوں نے اس کو وکیل کیا۔ اور جب دارالحرب میں اس کو وکیل کرنا جائز ہوا تو اگر وہ امان لے کر دارالاسلام میں آئے جب بھی اس کو وکیل کرنا بطرق اولی جائز ہو گا۔ ابن منذر نے کہا اس پر علماء کا اختلاف ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ کافر جبی مسلمان کو وکیل یا مسلمان کافر جبی کو وکیل بنائے، دونوں درست ہیں۔

حضرت بالا بن شہر پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو بے انتہا تکالیف دی تھیں، تاکہ آپ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر حضرت بالا بن شہر آخر تک ثابت قدم رہے یہاں تک کہ بدر کا معزز کہ ہوا۔ جس میں حضرت بالا بن شہر نے اس ملعون کو دیکھ کر انصار کو بلایا۔ تاکہ ان کی مدد سے اسے قتل کیا جائے۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف بن شہر کی اور اس ملعون امیہ کی باہمی خط و کتابت تھی اس لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف بن شہر نے اسے چھانا چلایا۔ اور اس کے لئے کو انصار کی طرف دھکیل دیا۔ تاکہ انصار اسی کے ساتھ مشغول رہیں۔ مگر انصار نے اس لئے کو قتل کر کے امیہ پر حملہ آور ہونا چاہا کہ حضرت عبدالرحمن بن شہر اس کے اوپر لیٹ گئے۔ تاکہ اس طرح اسے بچا سکیں مگر انصار نے اسے آخر قتل کر ہی دیا۔ اور اس جھڑپ میں حضرت عبدالرحمن بن شہر کا پاک بھی زخمی ہو گیا۔ جس کے نشانات وہ بعد میں دکھایا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر بن شہر اس حدیث پر فرماتے ہیں:- ووجه اخذ الترجمة من هذا الحديث ان عبدالرحمن بن عوف و هو مسلم في دارالاسلام فوض الى امية بن خلف و هو كافر في دارالحرب ما يتعلقب بأموره والظاهر اطلاع النبى صلى الله عليه وسلم ولم يذكره وقال ابن المنذر توکيل المسلم حربيا مستامنا و توکيل الحربي المستامن مسلما لا خلاف في جوازه یعنی اس حدیث سے ترجمة الباب اس طرح ثابت ہوا کہ عبدالرحمن بن عوف بن شہر نے جو مسلمان تھے اور دارالاسلام میں تھے انہوں نے اپنا مال دارالحرب میں امیہ بن خلف کافر کے حوالہ کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ آخر حضرت شیخ زید کے علم میں تھا۔ مگر آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے ابن منذر نے کہا ہے کہ مسلمان کا کسی امانت دار جبی کافر کو وکیل بنانا اور کسی جبی کافر کا کسی امانت دار مسلمان کو اپنا وکیل بنالیتاً، ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

باب صرافي اور مامپ قول میں وکیل کرنا

۳۔ باب الوکالة في الصرف

وَالْمُيَزَانِ وَقَدْ وَكَلَ عُمَرُ وَأَنْفُ عُمَرٌ
فِي الصَّرْفِ

اور حضرت عمر بن الخطب اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرفی میں
کیل کیا تھا۔

صرفی بعید صرف کو کہتے ہیں۔ یعنی روپوں، اشیوں کو بدلتا۔ حضرت عمر بن الخطب کے اثر کو سعید بن منصور نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر

کو بھی انہیں نے وصل کیا ہے۔ حافظ نے کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۲۳۰۲) ۲۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ
بْنِ سَهْلٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ
الْخُدْرَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
(أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى
خَيْرٍ، فَجَاءَهُمْ بَتَّمْ جَنِيبٌ فَقَالَ: ((أَكُلُّ
تَّمْ خَيْرٍ هَكَذَا؟)) فَقَالَ: إِنَا لَنَا خُذُ
الصَّاغَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعِينَ وَالصَّاعِينَ
بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ ((لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعِ
بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَغِ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا)). وَقَالَ
فِي الْمُيَزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ)).

[راجع: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲]

حافظ نے کہا کہ خیر پر جس کو عامل مقرر کیا گیا تھا اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی جنس خواہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو وزن
میں اسے بڑھایا کے برابر ہی وزن کرنا ہو گا۔ ورنہ وہ گھٹیا چیز الگ بچ کر اس کے پیسوں سے بڑھایا جس خرید لی جائے۔

باب چرانے والے نے یا کسی وکیل نے کسی بکری کو مرتبے
ہوئے یا کسی چیز کو خراب ہوتے دیکھ کر (بکری کو) فزع کر دیا
جس چیز کے خراب ہو جانے کا ذر تھا اسے ٹھیک کر دیا، اس

بارے میں کیا حکم ہے؟

لَشْرِيقٌ ابن منیر نے کہا امام بخاری رض کی غرض اس باب سے یہ نہیں ہے کہ وہ بکری حلال ہو گی یا حرام بلکہ اس کا مطلب یہ ہے
کہ ایسی صورت میں چردا ہے پر حمل نہ ہو گا، اسی طرح وکیل پر اور یہ مطلب اس باب کی حدیث سے نکلا ہے کہ کعب
بن مالک رض نے اس لوئڈی سے مواقدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا گوشت کھانے میں ترود کیا۔ مگر بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر وہ
گوشت کھلایا گیا۔

(۲۳۰۳) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے معتر سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبید اللہ نے خبر دی، انہیں تافع نے، انہوں نے ابن کعب بن مالک بن ہشتو سے سنا، وہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ جو سلح پہاڑی پر چڑھنے جاتا تھا (انہوں نے بیان کیا کہ) ہماری ایک باندی نے ہمارے ہی ریوڑ کی ایک بکری کو (جب کہ وہ چڑھتی تھی) دیکھا کہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے ایک پھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھروں والوں سے کہا کہ جب تک میں نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھنے لوں اس کا گوشت نہ کھانا۔ یا (یوں کہا کہ) جب تک میں کسی کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے نہ سمجھوں، چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، یا کسی کو (پوچھنے کے لئے) سمجھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت کھانے کے لئے حکم فرمایا۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ باندی (عورت) ہونے کے باوجود اس نے ذبح کر دیا۔ اس روایت کی متابعت عبید اللہ نے عبید اللہ کے واسطے سے کی ہے۔

لشیخ سند میں تافع کی ساعت ابن کعب بن مالک بن ہشتو سے مذکور ہے۔ مزید نے اطراف میں لکھا ہے کہ ابن کعب سے مراد عبید اللہ ہیں۔ لیکن ابن وہب نے اس حدیث کو اسامہ بن زید سے روایت کیا۔ انہوں نے ابن شاب سے انہوں نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے۔ حافظ نے کہا کہ ظاہر ہے کہ وہ عبد الرحمن ہیں۔

اس حدیث سے کہی ایک مسائل کا ثبوت ملتا ہے کہ بوقت ضرورت مسلمان عورت کا ذیجہ بھی حلال ہے اور عورت اگر باندی ہو تو بھی اس کا ذیجہ حلال ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ چاقو، چھری پاس نہ ہونے کی صورت میں تیز دھار پتھر سے بھی ذیجہ درست ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی حلال جانور اگر اچانک کسی حادث کا شکار ہو جائے تو مرنے سے پہلے اس کا ذبح کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مسئلہ کی تحقیق مزید کر لیتا بہر حال بہتر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ ریوڑ کی بکریاں سلح پہاڑی پر چڑھنے کے لئے ایک عورت (باندی) سمجھی جایا کرتی تھی۔ جس سے بوقت ضرورت جگلوں میں پر وہ اور ادب کے ساتھ عورتوں کا جانا بھی ثابت ہوا۔ عبید اللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی باندی عورت کے ذیجہ پر اٹھار تجہب کیا جایا کرتا تھا کیونکہ دستور عام ہر قرن میں مردوں ہی کے ہاتھ سے ذبح کرنا ہے۔ سلح پہاڑی مدینہ طیبہ کے مقابلہ دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ ابھی ابھی مسجد فتح و بر عثمان بن ہشتو وغیرہ پر جانا ہوا تو ہماری موڑ سلح پہاڑی ہی کے دامن سے گزری تھی۔ الحمد للہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں عمر کے اس آخری حصے میں پھر ان مقالات مقدسہ کی دید سے مشرف فرمایا، فلمَّا أَلْمَدَهُ اللَّهُ

4- ۲۳۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ الْمُغَمَّرَ أَبْنَاءَنَا عَبِيدَ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبْنَ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ يُخَدِّثُ عَنْ أَيْهَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَمَّ تَرْغِيَةً بِسَلْعَ فَأَبْصَرَتْ حَجَرَيَةً لَنَا بِشَاءَ مِنْ عَنْمَنَ مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَدَبَّحَهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ لَا تَأْكُلُوا حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ - أَوْ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيَّ - مَنْ يَسْأَلُهُ - وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ - عَنْ ذَكَرِهِ - أَوْ أَرْسَلَ - فَأَمْرَأَهُ بِأَكْلِهِ). قَالَ عَبِيدُ اللَّهِ: فَيَعْجِبُنِي أَنَّهَا أُمَّةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبِيدُهُ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ.

[اطرافہ فی: ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴].

جائزہ

جائزَةٌ

وَكَتَبَ عَنْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرٍ إِلَى فَهْرَمَانِي
وَهُوَ غَابٌ عَنْهُ أَنْ يُرْكَيْ عَنْ أَهْلِهِ
الصَّفِيرِ وَالْكَبِيرِ.

اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے اپنے وکیل کو جوان سے غائب تھا یہ لکھا
کہ جھوٹے بڑے ان کے تمام گھروں کی طرف سے وہ صدقہ نظر
نکال دیں۔

لئے گی این بطال نے کما جسور علماء کا یہ قول ہے کہ جو شخص شر میں موجود ہو اور اس کو کوئی عذر نہ ہو وہ بھی وکیل کر سکتا ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیماری کے عذر یا سفر کے عذر سے ایسا کرنا درست ہے یا فریق مقابل کی رضا مندی سے اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کما اس شخص کو وکیل کرنا درست نہیں جس کی فریق مقابل سے دشمنی ہو۔ اور طحاوی تے جسور کے قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاضر کو وکیل کرنا بلا شرط بالاتفاق جائز رکھا ہے اور عائب کی وکالت وکیل کے قول پر موقوف رہے گی بالاتفاق اور جب قول پر موقوف رہی تو حاضر اور غائب ہر دو کا حکم برابر ہے۔ (فتح الباری) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اثر کے بارے میں حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے نکلا۔ لیکن یہ کہا کہ مجھ کو اس وکیل کا نام معلوم نہیں ہوا۔

(۲۳۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کمیل نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کرم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے نے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ ادا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل سکا) آپ نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کر دیتے ہیں۔

٢٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْيَمْ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفِيَّاً عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ لِرَجُلٍ
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ جَمَلٌ سِينٌ مِنَ الْإِبْلِ،
فَجَاءَهُ يَتَقاضَاهُ فَقَالَ : ((أَعْطُوهُ)) ، فَطَلَّبُوا
سِينَهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًا فَوَقَاهَا، فَقَالَ :
((أَعْطُوهُ)) ، فَقَالَ : أَوْفِتَنِي أَوْفَى اللَّهُ بِكَ،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنَّ خَيَارَكُمْ أَخْسَنُكُمْ
قَصَاءً))).

[أطراfe في : ٦، ٩٠، ٩٢، ٣٢]

• ۲۶.۹، ۲۶.۷، ۲۴.۱، ۲۳۹۳

محب ہے کہ قرض ادا کرنے والا قرض سے بہتر اور زیادہ مال قرض دینے والے کو ادا کرے، تاکہ اس کے احسان کا بدلہ ہو۔ کیونکہ اس نے قرض حسنہ دیا۔ اور بلا شرط جو زیادہ دیا جائے وہ سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ «**هُلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ**» (الرَّحْمَن: ۲۰) کے تحت ہے۔

ماں قرض ادا کرنے کے لئے کسی کو وکیل کرنا۔

٦ - يَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّرُجَاتِ

(۲۳۰۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ ان سے سلمہ بن کمیل نے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ

بن عبد الرحمن سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کرم صلی اللہ علیہ وسالم سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا، اور سخت سنت کئے لگا۔ صحابہ کرام غصہ ہو کر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ کہنے سننے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔ صحابہ رضی اللہ علیہ وسالم نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ نے فرمایا کہ اسے وہی دے دو۔ کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کرے۔

سمعت أبا سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه: أنَّ رجلاً أتى النبِيَّ ﷺ يَقْاتَلُهُ فَأَغْلَظَهُ، فَهُمْ يَهُ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)), قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)), قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)), قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)), قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)), قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: ((أَعْطُوهُ سِنًا مِثْلَ سِنِّهِ)). [راجع: ۲۳۰۵]

لشیخ میں سے باب کا مطلب لکھتا ہے۔ کیونکہ آپ نے جو حاضر تھے دوسروں کو اونٹ دینے کے لئے وکیل کیا۔ اور جب حاضر کو وکیل کرنا جائز ہوا حالانکہ وہ خود کام کر سکتا ہے تو غائب کو بطریق اولیٰ وکیل کرنا جائز ہو گا۔ حافظ ابن حجر نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور علامہ عینی پر تجھب ہے کہ انہوں نے ناقن حافظ صاحب پر اعتراض جنمایا کہ حدیث سے غائب کی وکالت نہیں تھکت، اولیت کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ اولیت کی وجہ خود حافظ صاحب کے کلام میں مذکور ہے۔ حافظ صاحب نے انتقاد الاعتراض میں کہا جس شخص کے فهم کا یہ حال ہواں کو اعتراض کرنا کیا زیب دیتا ہے۔ نعوذ بالله من العصب و سوء الفهم (وحیدی) اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرض خواہ کی سخت گوئی کا مطلق اثر نہیں لیا، بلکہ وقت سے پہلے ہی اس کا قرض احسن طور پر ادا کر دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ اخلاق حسنہ عطا کرے۔ آئین۔

۷۔ بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ بَابُ أَكْرَكَوْيَ چِيزَكَسِيْ قَوْمَ كَوْكِيلِ يَا سَفَارَشِيْ كُوْهِبِهِ كَيْ جَائَ تُوْرَسْتَ ہے۔

شفیع قوم جاز

کیونکہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسالم نے قبلہ ہوازن کے وفد سے فرمایا، جب انہوں نے غیمت کامال واپس کرنے کے لئے کہا تھا، تو نبی کرم صلی اللہ علیہ وسالم نے فرمایا کہ ”میرا حصہ تم لے سکتے ہو۔“

لشیخ حافظ نے کہا یہ حدیث کا نکلا ہے جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں عبد اللہ بن عمرو بن عاصی رضی اللہ عنہ سے نکلا ہے۔ ہوازن قیر کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ ابن نیر نے کہا گو بظاہر یہ بہ ان لوگوں کے لئے تھا، جو اپنی قوم کی طرف سے وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے۔ مگر وہ حقیقت سب کے لئے ہے تھا، جو حاضر تھے ان کے لئے بھی اور جو غائب تھے ان کے لئے بھی۔ خطاب نے کماں سے یہ نکلتا ہے کہ وکیل کا اقرار موکل پر نافذ ہو گا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کما وکیل کا اقرار موکل پر نافذ نہ ہو گا۔ (وحیدی) اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسالم کے اخلاق فاضل اور آپ کی انسان پروری پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے از راه مہیانی جملہ سیاسی قیدیوں کو معافی دے کر سب کو آزاد فرمادیا۔ اور اس حدیث سے صحابہ کرام کے ایثار اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسالم پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسالم کی مرضی معلوم کر کے ایثار کا بے مثال نمونہ پیش کر دیا کہ اس زمان میں غلام قیدی بڑی دولت سمجھے جاتے

تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کا اشارہ پا کر وہ سب اپنے قیدیوں کو آزاد کر دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور دنیاوی نفع نقصان کا ذرہ برا بری بھی خیال نہیں کیا۔

حضرت امام الدینی فی الحدیث کا مثالیے باب یہ ہے کہ جب کوئی اجتماعی معاملہ در پیش ہو تو انفرادی طور پر بات چیت کرنے کے بعدے اجتماعی طور پر قوم کے نمائندے طلب کرنا اور ان سے بات چیت کرنا مناسب ہے۔ کسی قوم کا کوئی بھی قوی مسئلہ ہو اسے ذمہ دار نمائندوں کے ذریعہ اسے حل کرنا مناسب ہو گا۔ وہ نمائندے قوی و کیل ہوں گے اور کوئی قوی امانت وغیرہ ہو تو وہ ایسے ہی نمائندوں کے حوالہ کی جائے گی۔

(۸) ۲۳۰ هم سے سعید بن غفاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو یہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے بیان کیا کہ عروہ یقین کے ساتھ بیان کرتے تھے اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن محزمه ﷺ نے خبر دی تھی کہ نبی کرم ﷺ کی خدمت میں (غزوہ حین کے بعد) جب قبلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں، اس پر نبی کرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ کچی بات مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ تمہیں اپنے و مطالبوں میں سے صرف کسی ایک کو اختیار کرنا ہو گا۔ یا قیدی واپس لے لو یا مال لے لو۔ میں اس پر غور کرنے کی وفاد کو مملت بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ رسول کرم ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (جعرانہ میں) تقریباً دس رات تک انتظار کیا۔ پھر جب قبلہ ہوازن کے وکیلوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ان کے مطالبہ کا صرف ایک ہی حصہ تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے ان لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد رسول کرم ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و شاہیان کی، پھر فرمایا، "ما بعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گزرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ بالی رہے اور ہم اس کے اس حصہ کو (قیمت کی

۲۳۰۷ - ۲۳۰۸ - حدثنا سعيد بن عفني
قال : حدثني الليث قال: حدثني عقيل
عن ابن شهاب قال: وَرَأْتُمْ غَرْوَةَ أَنَّ
مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمَ وَالْمَسْوَرَ بْنَ مَعْرِمَةَ
أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَامَ حِينَ جَاءَهُ
وَفَدَ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلَهُ أَنَّ يَرَأَ
إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَيِّدِهِمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ
اللَّهِ : ((أَحَبُّ الْحَدِيثَ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ
فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّافِقَتَيْنِ: إِمَّا السَّيِّ
وَإِمَّا الْأَمَالِ). وَقَدْ كُنْتُ أَسْأَلَتِهِمْ بِهِمْ)) -
وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ انتَظَرُهُمْ بِضَعْ
عَشْرَةَ لَيْلَةَ حِينَ قَفلَ مِنَ الطَّافِقِ - فَلَمَّا
بَيْنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ غَيْرُ رَادِ
إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّافِقَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَا
نَخْتَارُ سَيِّنَا. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ، فِي
الْمُسْلِمِينَ فَاثْنَيْ عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ
ثُمَّ قَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْرَانَكُمْ هُنَّ لَاءُ
قَدْ جَاؤُونَا تَائِيْنِ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنَّ أَرْدَ
إِلَيْهِمْ سَيِّدِهِمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ
يُطِيبَ بِذَلِكَ فَلَيَقْعُلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ
أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُقْطِيَّ إِيَّاهُ مِنْ

شل میں اس وقت واپس کر دیں جب اللہ تعالیٰ (آج کے بعد) سب سے پہلا مال غنیمت کمیں سے ولادے تو اسے بھی کر گذرا چاہئے۔ یہ سن کر سب لوگ بول پڑے کہ ہم بخوبی رسول کرم ﷺ کی خاطر ان کے قیدیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہم اس کی تیز نہیں کر سکتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لئے تم سب (اپنے اپنے ڈیروں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے وکیل تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کے سرداروں نے (جو ان کے نمائندے تھے) اس صورت حال پر بات کی۔ پھر وہ رسول کرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ سب نے بخوبی دل سے اجازت دے دی ہے۔

أَوْلَ مَا يُفْهِيُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلَيَفْعَلَنَ). فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبَنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا لَا نَنْدِرُ إِنَّمَا مِنْ أَذْنِنَا مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِسْنَانِ لَمْ يَأْذَنَ، فَأَرْجُواهُ حَتَّى يَرْفَعُوا إِلَيْنَا عَرْفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)، فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمُهُمْ عَرْفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذْنُوا). [اطرافہ فی : ۲۵۳۹، ۲۵۸۴، ۲۶۰۷، ۳۱۲۱، ۴۳۱۸، ۷۱۷۶]. [اطرافہ فی : ۲۵۴۰، ۲۵۸۳، ۲۶۰۸، ۳۱۳۲، ۴۳۱۹، ۷۱۷۷].

غزوہ حین فتح کے بعد ۸ھ میں واقع ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ان افظουں میں ذکر ہے۔ («وَيَوْمَ حَتَّىٰ إِذَا أَغْبَيْنَاكُمْ كُثْرَتْكُمْ فَلَمْ يُنْعَنْ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا زَحْبَتْ ثُمَّ وَلَيْسَ مَدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَىٰ رَسُولِهِ (الی آخر الایات)» (التوبہ: ۲۵-۲۶)).

یعنی حین کے دن بھی ہم نے تمہاری مدد کی؛ جب تمہاری کشتہ نے تم کو گھنڈی میں ڈال دیا تھا۔ تمہارا گھنڈ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر نگہ ہو گئی اور تم منہ پھیر کر بھاگنے لگے۔ مگر اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کے دل پر اپنی طرف سے تسلیم نازل کی اور ایمان والوں پر بھی، اور ایسا لٹکر نازل کیا ہے تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کافروں کو اللہ نے عذاب کیا۔ اور کافروں کا یہی بد لہ مناسب ہے۔

ہوا یہ تھا کہ فتح کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ عرب میں ہر طرف اسلامی پر چم لمرا رہا ہے اب کون ہے جو ہمارے مقابلے پر آئے، ان کا یہ غور اللہ کو ناپسند آیا۔ ادھر حین کے بعد اور لوگ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے مقابلہ پر آگئے۔ اور میدان جگ میں انہوں نے بے تحاشا تیر بر سانے شروع کئے تو مسلمانوں کے قدم اکٹھ گئے اور وہ بڑی تعداد میں راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ رسول کرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا۔ انا النبی لَا کذب انا ابن عبدالمطلب میں اللہ کا سچا نبی ہوں جس میں مطلق جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں عبدالمطلب جیسے ہمور بہار قریش کا بیٹا ہوں۔ پس میدان چھوڑتا میرا کام نہیں ہے۔

ادھر بھاگنے والے صحابہ کو جو آواز دی گئی تو وہ ہوش میں آئے۔ اور اس طرح جوش خروش کے ساتھ رسول کرم ﷺ کے جھنڈے تلتے جمع ہونے کو واپس لوئے۔ کہ میدان جگ کا نقشہ پلٹ گیا اور مسلمان بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئے اور ساتھ میں کلی تعداد میں لوہنی غلام اور مال حاصل کر کے لائے۔ بعد میں لڑنے والوں میں سے قبیلہ ہوازن نے اسلام قبول کر لیا اور یہ لوگ رسول کرم ﷺ کی خدمت القدس میں اپنے اموال اور لوہنی غلام حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور طائف میں آنحضرت ﷺ کی خدمت القدس میں شرف باریانی حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا، کہ ہر دو مطالبات میں سے ایک پر خور کیا جا سکتا ہے۔ یا تو اپنے آدمی

و اپس لے لو یا اپنے اموال حاصل کرو۔ آپ نے ان کو جواب کے لئے صلت دی۔ اور آپ دس روز تک جوانہ میں ان کا انتظار کرتے رہے۔ یہی جوانہ نامی مقام ہے۔ جہاں سے آپ اسی اثناء میں احرام باندھ کر عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے۔ جوانہ حد حرم سے باہر ہے۔

اس دفعہ کے حج ۱۴۸۹ھ میں اس حدیث پر پہنچا تو خیال ہوا کہ ایک دفعہ جوانہ جا کر دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ جانا ہوا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ شریف واپسی ہوئی۔ اور سعہ کر کے احرام کھول دیا۔ یہاں اس مقام پر اب عظیم الشان مسجد نبی ہوئی ہے۔ اور پالی وغیرہ کا معمول انظام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مطابق کے سلسلہ میں اپنے حصہ کے قیدی و اپس کر دینے اور دوسرا جملہ مسلمانوں سے بھی وابس کر دینے۔ اسلام کی یہی شان ہے کہ وہ ہر حال میں انسان پروری کو مقدم رکھتا ہے، آپ نے یہ معاملہ قوم کے وکلاء کے ذریعہ طے کرایا۔ اسی سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصود باب ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اجتماعی قوی معاملات کو حل کرنے کے لئے قوم کے نمائندگان کا ہوتا ضروری ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں ان کو چودھری خیچ سمبر کہا جاتا ہے: قدمی زمانے سے دنیا کی ہر قوم میں ایسے اجتماعی نظام چلے آ رہے ہیں کہ ان کے چودھری خیچ جو بھی فیصلہ کر دیں وہی قوی فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اسلام ایسی اجتماعی تنظیموں کا حاوی ہے بشرطیکہ معاملات حق و انصاف کے ساتھ حل کے جائیں۔

باب ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لئے وکیل کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنا دے، اور وکیل نے لوگوں کے جانے ہوئے دستور کے مطابق دے دیا

(۲۳۰۹) ہم سے کی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ان جرجنے نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح اور کئی لوگوں نے ایک دوسرا کی روایت میں زیادتی کے ساتھ۔ سب راویوں نے اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ علیہ السلام تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ ایک راوی نے ان میں مرسلہ روایت کیا۔ وہ حضرت جابر بن عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور میں ایک ست اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ سب سے آخر میں رہتا تھا۔ اتفاق سے نبی کریم ﷺ کا گذر میری طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا، یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا، جابر بن عبد اللہ! آپ نے فرمایا، کیا بات ہوئی، (کہ اتنے پیچھے رہ گئے ہو) میں بولا کہ ایک نہایت ستر فقار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا، تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے دے دے۔ میں نے آپ کی خدمت میں وہ پیش کر دی۔ آپ

۸- **بَابُ إِذَا وَكَلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِي
شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي،
فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ**

(۲۳۰۹) - حَدَّثَنَا الْمُكَيْ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جَرِيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ - يَزِيدُ بْنُ عَضْنَهُمْ عَلَى بَعْضِهِ، وَلَمْ يُلْعَغْهُ كُلُّهُمْ، رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى جَمْلٍ ثَقَالَ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) قُلْتُ: جَابِرٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: ((مَا لَكَ؟)) قُلْتُ: إِنِّي عَلَى جَمْلٍ ثَقَالٍ، قَالَ: ((أَمْعَكَ فَصَبِّ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((أَعْطِنِي فَصَبِّيْ؟)) فَأَعْطَنِي فَصَبِّيْ، فَأَعْطَيْتُهُ فَصَرَبَهُ فَرَجَرَهُ، فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ.

نے اس چھٹری سے اونٹ کو جو مارا اور داشا تو اس کے بعد وہ سب سے آگے رہنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے فروخت کر دے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو آپؐ ہی کا ہے، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اسے مجھے فروخت کر دے۔ یہ بھی فرمایا کہ چار دینار میں اسے میں خریدتا ہوں دیسے تم مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر چل سکتے ہو۔ پھر جب مدینہ کے قریب ہم پہنچے تو میں (دوسری طرف) جانے لگا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی ہے آپؐ نے فرمایا کہ کسی باکہ سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھلیتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھلتی۔ میں نے عرض کیا کہ والد شادت پاچکے ہیں اور گھر میں کئی بھنسیں ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو بیوہ اور تجربہ کار ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ بلال! ان کی قیمت ادا کر دو اور کچھ بڑھا کر دے دو۔ چنانچہ انہوں نے چار دینار بھی دیئے، اور فالتو ایک قیراط بھی دیا۔ جابر بن عبد اللہ کما کرتے تھے کہ بنی کرم ﷺ کا یہ انعام میں اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا وہ قیراط جابر بن عبد اللہ کی میشیل میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔

قال: ((غَيْبِيَهِ)), قَلَّتْ: بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((بَلْ بِعِيَهِ قَدْ أَخْذَتْهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَابِيرٍ وَلَكَ ظَهْرَةً إِلَى الْمَدِينَةِ)). فَلَمَّا دَوَنَّا مِنَ الْمَدِينَةِ أَخْذَتْ أَرْتَجْلَهُ، قَالَ: ((أَيْنَ تُرِيدُ؟)) قَلَّتْ: تَرَوَجْتُ امْرَأَةً قَدْ حَلَّا مِنْهَا. قَالَ: ((فَهَلْ جَارِيَةً تَلَعِبُهَا وَتَلَاعِبُكَ؟)) قَلَّتْ: إِنْ أَبِي تُوفَّى وَتَرَكَ بَنَاتِ فَارَادَتْ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَبَتْ حَلَّا مِنْهَا، قَالَ: ((فَذَلِكَ)). فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ: ((يَا بِلَالَ افْضِلْهُ وَزَدْهُ)). فَأَغْطَاهُ أَرْبَعَةِ دَنَابِيرٍ وَرَازَدَهُ قِبَرَاطًا. قَالَ جَابِرٌ: لَا تُفَارِقْنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا يَكُنْ الْقِبَرَاطُ يُفَارِقْ جَرَابَ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ)). [راجح: ٤٤٣]

تَسْبِيح ترجمہ باب اس سے ہلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال بن عبد اللہ کو صاف یہ نہیں فرمایا کہ اتنا زیادہ دے دو۔ مگر حضرت بلال بن عبد اللہ نے اپنی رائے سے زمانہ کے روان کے مطابق ایک قیراط جعلتا ہوا سونا زیادہ دیا۔ الفاظ فلم یکن القبراط بفارق جراب جابر بن عبد اللہ کا ترجمہ بعض نے یوں کیا کہ ان کی تکوar کی نیام میں رہتا۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حرمہ کے دن یزید کی طرف سے شام والوں کا ملوہ مدینہ منورہ پر ہوا تو انہوں نے یہ سوتا حضرت جابر بن عبد اللہ سے چھین لیا تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی اپنے کسی بزرگ کے عطیہ کو یا اس کی اور کسی حقیقی یادگار کو تاریخی طور پر اپنے پاس محفوظ رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے آیت قرآنی (لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنْتُمْ) کی تفسیر بھی سمجھ میں آئی کہ رسول کریم ﷺ کسی مسلمان کی ادنیٰ تکلیف کو بھی دیکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپؐ نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو جب دیکھا کہ وہ اس سے اونٹ کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے ہیں تو آپؐ کو خود اس کا احساس ہوا۔ اور آپؐ نے اللہ کا نام لے کر اونٹ پر جو چھٹری ماری اس سے وہ اونٹ تیز رفاقت ہو گیا۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ کی مزید دل جوئی کے لئے آپؐ نے اسے خرید بھی لیا۔ اور مدینہ تک اس پر سواری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپؐ نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے شادی کی بابت بھی گفتگو فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی گفتگو معیوب نہیں

ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کے پارے میں بھی معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیتِ محیٰ نے ان کے اخلاق کو کس قدر بلندی بخش دی تھی کہ مخفی بہنوں کی خدمت کی خاطر یہ عورت سے شادی کو ترجیح دی اور باکہ کوپنڈ نہیں فرمایا جب کہ عام جوانوں کا رحمان طبع ایسا ہی ہوتا ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت اور بیان کی جا چکی ہے۔

مسلم شریف کتاب الحیوں میں یہ حدیث مزید تفصیلات کے ساتھ موجود ہے جس پر علامہ نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فیہ حدیث جابر و هو حدیث مشہور احتجج به احمد و من والفقہ فی جواز بیع الدابة و یشتّرط البائع لنفسه رکوبها۔ یعنی حدیث مذکورہ جابر کے ساتھ امام احمد رضی اللہ عنہ اور آپ کے موافقین نے دلیل پکوئی ہے کہ جانور کا بیٹنا اور بیخنے والے کا اس کی وقت سواری کے لئے شرط کر لینا جائز ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ جواز اس وقت ہے جب کہ مسافت قریب ہو۔ اور یہ حدیث اسی معنی پر محول ہے۔
اسی حدیث جابر کے ذیل علامہ نووی دوسری چکر فرماتے ہیں۔

واعلم ان فی حدیث جابر هدا فوائد کثیرۃ احد اہا هذه المعجزة الظاهرۃ لرسول الله صلی الله علیہ وسلم فی انبیاء حمل جابر و اسراعه بعد ادعیانہ الثانیة جواز طلب البيع لمن لم یعرض سلعة للبيع الثالثة جواز المماکسة فی البيع الرابعة استحباب سوال الرجل الكبير اصحابه عن احوالهم والا شارة عليهم بمصالحهم الخامسة استحباب نکاح البکر السادس استحباب ملاعبة الزوجین السابعة فضیلۃ جابر فی انه ترك حظ نفسه من نکاح البکر و اختار مصلحة اخواته بنکاح ثیب تقوم بمصالحهن الثامنة استحباب الابتداء بالمسجد وهلالة رکعتین فیه عند القدوم من السفر النافعة استحباب الدلالة علی الخیر المعاشرة استحباب ارجاح المیزان فيما یدفعه الحادیة عشرة ان اجرة وزن الشمن على البائع الثانية عشرة التبرک بآثار الصالحين لقوله لا تفارقہ زیادة رسول الله صلی الله علیہ وسلم الثالثة عشرة جواز تقدم بعض الجيش الراجعین باذن الامیر الرابعة عشرة جواز الوکالة فی اداء الحقوق و نحوها و فیه غیر ذلك مما سبق والله اعلم (نووی)

یعنی یہ حدیث بہت سے فائد پر مشتمل ہے۔ ایک تو اس میں ظاہر مجذہ بھوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے فعل سے تھک ہوئے اونٹ کو چست و چھالاک بنا دیا۔ اور وہ خوب چلنے لگ گیا۔ دوسرا امر یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص اپنا سالمان نہ بیچتا چاہے تو بھی اس سے اسے بیخنے کے لئے کما جائے گا۔ اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کوئی ثابت بیچنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے خود ان کو یہ اونٹ بیخنے کے لئے فریلیا۔ تیرے بیچ میں شرط کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ چوتھے یہ استحباب ثابت ہوا کہ بڑا آدی اپنے ساتھیوں سے ان کے خانگی احوال دریافت کر سکتا ہے اور ان کے حسب مقاضائے وقت ان کے فائدے کے لئے مشورے بھی دے سکتا ہے۔ پانچوں کوواری عورت سے شادی کرنے کا استحباب ثابت ہوا۔ چھٹے میاں یوں کا خوش طبع کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ساتویں حضرت جابر بن عبد اللہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ انہوں نے اپنی شادی کے لئے اپنی شادی کے لئے ایک یہودی عورت کو پسند کیا۔ آٹھواں یہ امر بھی ثابت ہوا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جانا اور درکعت شکران کی ادا کرنا متعجب ہے۔ نوام امر یہ ثابت ہوا کہ نیک کام کرنے کے لئے رغبت دلانا بھی متعجب ہے۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا کہ کسی حق کا ادا کرتے وقت ترازو کو جھکا کر زیادہ (یا بصورت نقد کچھ زیادہ) دینا متعجب ہے۔ گیارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ توئیے والے کی اجرت بیخنے والے کے سر ہے۔ بارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ آثار صالحین کو تبرک کے طور پر حفظ رکھنا جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے رسول کریم ﷺ کے امر کے مطابق زیادہ پلیا ہوا سونا اپنے پاس عرصہ دراز تک حفظ رکھا۔ تیرہواں امر یہ بھی ثابت ہوا یعنی اسلامی لٹکر کو مقدم رکھا جا سکتا ہے جو امیر کی اجازت سے مراجعت کرنے والے ہوں۔ چودھواں امر اداۓ حقوق کے سلسلہ میں وکالت کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور بھی کئی امور ثابت ہوئے جو گذر چکے ہیں۔

آثار صالحین کو تبرک کے طور پر اپنے پاس حفظ رکھنا، یہ نازک معاملہ ہے۔ پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ حیثیتی صحیح طور پر آثار

صالحین ہوں، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو یقیناً معلوم تھا کہ یہ قیاط مجھ کو آنحضرتؓ نے خود از رہ کرم فال تو دلایا ہے۔ ایسا عقین کامل حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ غیر ثابت شدہ اشیاء کو صالحین کی طرف منسوب کر کے ان کو بطور تبرک رکھنا یہ کذب اور افڑاء بھی بن سکتا ہے۔ اکثر مقلات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے کچھ بال محفوظ کر کے ان کو آنحضرتؓ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ پھر ان سے تبرک حاصل کرنا شرک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ ایسی مخلوق چیزوں کو آنحضرتؓ کی طرف منسوب کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ حقیقت کے خلاف ہیں تو یہ منسوب کرنے والے زندہ وزنی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؓ نے ایسا افڑاء کرنے والوں کو زندہ دوزخ تھا یہ بصورت دیگر اگر ایسی چیز تاریخ سے صحیح ثابت ہے تو اسے چومنا چاہنا، اس کے سامنے سرجھانا، اس پر نذر و نیاز چھانا، اس کی تعظیم میں حد اعتماد سے آگے گزر جانا یہ جملہ امور ایک مسلمان کو شرک چیز فتنگ میں داخل کر دیتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بلاشبہ اس کو ایک تاریخی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھا۔ گریئے ثابت نہیں کہ اس کو چومنا چاہنا ہو، اسے نذر و نیاز کا حق دار گردانا ہو۔ اس پر پھول ڈالے ہوں یا اس کو وسیلہ بنا لیا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی امر ہرگز ہرگز حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے ثابت نہیں ہے۔ پس اس بارے میں بہت سروچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ ہر شرک ایک بدترین گناہ ہے اور باریک بھی اس قدر کہ کتنے ہی دیداری کا دعویٰ کرنے والے امور شرکیہ کے مرعکب ہو کہ عند اللہ دوزخ میں خلوٰد کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ہر قسم کے شرک غنی و جلی، صیغہ و کیرسے محفوظ رکھے، آمين ثم آمين۔

بابِ کوئی عورت اپنا نکاح کرنے کے لئے بادشاہ کو وکیل کر

۹۔ بَابُ وِكَالَةِ الْمَرْأَةِ إِلَيْهِمْ فِي

النکاح

(۲۳۱۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک جنہیں نے خبر دی، انسیں ابو حازمؓ نے، انسیں سل بن سعدؓ جنہیں نے انسوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؓ میں نے خود کو آپ کو بخش دیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ آپ میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمara انکاح ان سے اس مرکے ساتھ کیا جو تمیں قرآن یاد ہے۔

۲۳۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيهِ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي. فَقَالَ رَجُلٌ: زَوْجِنِيهَا. قَالَ: ((قَدْ زَوْجَنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنْ الْقُرْآنِ)).

[اطرافہ فی : ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۲۱، ۷۴۱۷]

یہ دکالت امام بخاری و مسلم نے عورت کے اس قول سے نکلی کہ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی۔ داؤدی نے کہا حدیث میں دکالت کا ذکر نہیں ہے۔ اور آنحضرتؓ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں بوجب آئت (اللہ اولیٰ بالمعون) الخ اور اسی ولادت کی وجہ سے آپ نے اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہر میں قطیم قرآن بھی داخل ہو سکتی ہے اور کچھ اس کے پاس مہر میں پیش کرنے کے لئے نہ ہو۔ حضرت موسیٰؓ نے دفتر حضرت شیعہؓ کے مہر میں اپنی جان کو دس سل کے لئے بطور خالد پیش فرمایا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

باب کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا

پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی، اور بعد میں خبر ہونے پر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کیلئے قرض دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

(۱۳۲) اور عثمان بن یحیٰ ابو عمرو نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی؟ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال پنچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اس کے اظہار معدترت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صحیح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا، اے ابو ہریرہ! گذشہ رات تمارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال پچوں کا رونارویا، اس لئے مجھے اس پر رحم آگیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے بھوٹ بول کر گیا ہے۔ ابھی وہ پھر آئے گا۔ رسول کریم ﷺ کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لئے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آکے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ لیکن اب بھی اس کی وہی التجھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں۔ بال پچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ اب میں کبھی نہیں آؤں گا، مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صحیح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابو ہریرہ! تمارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور بال پچوں کا رونارویا۔ جس پر مجھے رحم آ

۱۰۔ بَابُ إِذَا وَكَلَ رَجُلًا فَتَرَكَ
الْوَكِيلُ شَيْنًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكَلُ فَهُوَ
جَائزٌ وَإِنْ أَفْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى
جَازَ

۲۳۱۔ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمَ أَبُو
عُمَرٍ وَحَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ سِيرِينَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((وَكَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةَ
رَمَضَانَ، فَلَمَّا أَتَيَ فَجَعَلَ يَخْتُو مِنَ
الطَّعَامِ، فَأَخَذَنَتْهُ وَقَلَّتْ: وَاللَّهُ لَأَرْفَعَنَكَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ
وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِيْ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ :
فَخَلَّتْ عَنْهُ، فَاصْبَحَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْأَبْارِحَةَ؟))
قَالَ: قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً
شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمَهُ فَخَلَّتْ سَيِّلَةً.
قَالَ: (أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيُؤْدِيُ).
فَعَرَفَتْ اللَّهُ سَيِّعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
إِنَّهُ سَيِّعُودُ، فَرَصَدَنَتْ، فَجَاءَ يَخْتُو مِنَ
الطَّعَامِ، فَأَخَذَنَتْهُ وَقَلَّتْ: لَأَرْفَعَنَكَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ذَغَنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ
وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لَا أَغُوْدُ، فَرَحِمَهُ فَخَلَّتْ
سَيِّلَةً، فَاصْبَحَتْ، فَقَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟))
قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً
وَعِيَالًا، فَرَحِمَهُ فَخَلَّتْ سَيِّلَةً، قَالَ:

گیا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ تیری مرتبہ پھر میں اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیری رات اُکر غلہ اخانا شروع کیا، تو میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمیں حمیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا، وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا، جب تم اپنے بستر پر لیٹئے لو تو آیت الکرسی ﴿اللہ لا اله الا هو العی القیوم﴾ پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک نگران فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برا بر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آسکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کشمیر ﷺ نے دریافت فرمایا، گذشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو، شروع ﴿اللہ لا اله الا هو العی القیوم﴾ سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک نگران فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے آنے گے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کشمیر ﷺ نے (ان کی یہ بات حق کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم لیکن تم سے یہ بات حق کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ!) تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تمین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آخر خبرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

((أَمَّا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُوذُ)). فَرَضَدَتْهُ النَّاثَةُ، فَجَاءَ يَخْتُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخْذَتْهُ فَقَلَتْ: لَا رَفْعَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثَ مَرَاتٍ، إِنَّكَ تَرْغُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُوذُ. قَالَ: ذَغَنِي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا. قَلَتْ: مَا هُنَّ قَالَ: إِذَا أَوْتَتِ إِلَيْيِ فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْنَسِيِّ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ حَتَّى تَخْتِمِ الْآيَةَ فَإِنْكَ لَنْ يَرَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرِبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَحَلَّتْ سَيِّلَةً. فَأَصْبَحَتْ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْأَبَارَةَ؟)) قَلَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّهُ يَعْلَمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا فَحَلَّتْ سَيِّلَةً. قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قَلَتْ: قَالَ لِي إِذَا أَوْتَتِ إِلَيْيِ فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْنَسِيِّ مِنْ أُولَئِكَهَا حَتَّى تَخْتِمَ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَرَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرِبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أَخْرَصُ شَيْءَ عَلَى الْخَيْرِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَ وَهُوَ كَذُوبٌ. تَعْلَمُ مَنْ تَحَاطُبُ مِنْذُ ثَلَاثَيَالِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((ذَاكَ شَيْطَانٌ)). [طرفاہ فی : ۳۲۷۵، ۵۰۱۰].

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور میں ہاتھ کا نشان دیکھا تھا۔ جیسے اس میں سے کوئی اخنا کر لے گیا ہو۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس کو پکڑنا چاہتا ہے؟ تو یوں کہ سیحان من سخنگ ل محمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تو کیا رکھ کر ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ (وحیدی)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور امن الرسول سے آخر سورۃ تک۔ اس میں یوں ہے کہ صدقہ کی کھجور آنحضرت رضی اللہ عنہ نے میری حفاظت میں دی تھی۔ میں جو دیکھوں تو روز بروز وہ کم ہو رہی ہے۔ میں نے آنحضرت رضی اللہ عنہ سے اس کا لفکوہ کیا، آپ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے۔ پھر میں اس کو ہاتھ رہتا۔ وہ ہاتھ کی صورت میں نہودار ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو دراڑوں میں سے صورت بدل کر اندر چلا آیا اور کھجوروں کے پاس آ کر اس کے لئے لگانے لگا۔ میں نے اپنے کپڑے مغبوط باندھے اور اس کی کمر پکڑی، میں نے کما اللہ کے دشمن تو نے صدقہ کی کھجور اڑا دی۔ دوسرا لوگ تھے سے زیادہ اس کے حقدار تھے۔ میں تو تھجھ کو پکڑ کر آنحضرت رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤں گا۔ وہاں تیری خوب فضیحت ہو گی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے پوچھا تو میرے گھر میں کھجور کھلانے کے لئے کیوں گھسا۔ کہنے لگا میں بوڑھا، محجاج، عیالدار ہوں۔ اور نصیبین سے آ رہا ہوں۔ اگر مجھے کہیں اور کچھ مل جاتا تو میں تیرے پاس نہ آتا۔ اور ہم تمہارے ہی شر میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے پیغمبر صاحب ہوئے۔ جب ان پر یہ دو آئیں اتریں تو ہم بھاگ گئے۔ اگر تو مجھ کو جھوڑ دے تو میں وہ آئیں تھجھ کو سکھلا دوں گا۔ میں نے کما اچھا۔ پھر اس نے آیت الکری اور امن الرسول سے سورۃ البقرہ کے اخیر تک بتلائی۔ (فتح)

نملی کی روایت میں الی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے۔ میرے پاس کھجور کا ایک تھیلا تھا۔ اس میں سے روز کھجور کم ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا، ایک جوان خوبصورت لڑکا وہاں موجود ہے۔ میں نے پوچھا تو آدمی ہے یا جن ہے۔ وہ کہنے لگا میں جن ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ہم تم سے کیسے بچپن؟ اس نے کما آیت الکری پڑھ کر۔ پھر آنحضرت رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس خبیث نے بچ کما۔ معلوم ہوا جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتے ہیں اور شیطان کا دیکھنا ممکن ہے جب وہ اپنی غلقی صورت بدل لے۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ وَ فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْفَوَادِ غَيْرِ مَانِقَدِمِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَعْلَمُ مَا يَنْتَفِعُ بِهِ الْمُؤْمِنُ وَ إِنَّ الْحُكْمَ قَدْ يَتَلَاقَهَا الْفَاجِرُ فَلَا يَنْتَفِعُ بِهَا وَ تَوْخِذُهُ فَيَنْتَفِعُ بِهَا وَ إِنَّ السَّخْنَاءَ قَدْ يَعْلَمُ الشَّيْءَ وَ لَا يَعْلَمُ بِهِ وَ إِنَّ الْكَافِرَ قَدْ يَصْدِقُ بِعِصْمَانِ الْمُنْوَمِ وَ لَا يَكُونُ بِذَلِكَ مُوْمِنًا وَ بِإِنَّ الْكَذَابَ قَدْ يَصْدِقُ وَ بِإِنَّ الشَّيْطَانَ مِنْ شَانَهُ أَنْ يَكْذِبَ وَ إِنَّ مِنْ أَقِيمَ فِي حَفْظِ شَنِيْسِيْمِ وَ كِيلَا وَ إِنَّ الْعَنْ يَا كَلُونَ مِنْ طَعَمِ الْأَنْسَ وَ إِنَّهُمْ يَظْهَرُونَ لِلْأَنْسِ لَكِنْ بِالشَّرْطِ الْمَذْكُورِ وَ إِنَّهُمْ يَكْلُمُونَ بِكَلَامِ الْأَنْسِ وَ إِنَّهُمْ يَسْرُقُونَ وَ يَخْدُعُونَ وَ فِي فَضْلِ آيَةِ الْكَرْسِيِّ وَ فَضْلِ آخِرِ سورَةِ الْبَقَرَةِ وَ إِنَّ الْجَنَّ يَصْبِيُونَ مِنَ الطَّعَمِ الَّذِي لَا يَذَكُرُ أَسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْخَ (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں بتتے سے فوائد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ شیطان ایسی باتیں بھی جانتا ہے جن سے مومن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور کبھی حکمت کی باتیں فاجر کے منہ سے بھی نکل جاتی ہیں۔ وہ خود تو ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا مگر دوسرا اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں اور نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بعض آدمی کچھ اچھی بات جانتے ہیں، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور بعض کافر ایسی قابل تصدیق بات کہ دیتے ہیں جیسی اہل ایمان مگر وہ کافراس سے مومن نہیں ہو جاتے۔ اور بعض وفہ جھوٹوں کی بھی تصدیق کی جاسکتی ہے اور شیطان کی شان عی یہ ہے کہ اسے جھوٹا کہا جائے اور یہ کہ نے کسی چیز کی حفاظت پر مقرر کیا جائے اسے وکیل کہا جاتا ہے اور یہ کہ جنات انسانی غذا میں کھاتے ہیں اور وہ انسانوں کے سامنے ظاہر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ جو مذکور ہوئی اور یہ بھی کہ وہ انسانی زبانوں میں کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہ چوری بھی کر سکتے ہیں اور وہ دھک کہ مازی بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس میں آیت

الکری کی اور آخر سورہ بقرہ کی بھی فضیلت ہے۔ اور یہ بھی کہ شیطان اس غذا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ آج ۲۹ ذی الحجه ۱۴۳۸ھ میں بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس یہ نوث لکھا گیا۔ نیز آج ۵ صفر ۱۴۳۹ھ کو مدینہ طیبہ حرم نبوی میں بوقت فجر اس پر نظر ٹانی کی گئی۔ رینا تقبل منا و اغفرلنا ان نسینا و اخبطانا آمين

باب اگر وکیل کوئی ایسی بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس کی جائے گی

باب کی حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ وہ واپس ہو گی۔ مگر امام بخاری رض نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو امام مسلم نے نکلا۔ اس میں یوں ہے۔ یہ سود ہے اس کو پھیر دے۔ (وحیدی)

۲۳۱۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ هُوَ أَبُنْ يَحْيَى بْنُ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَفْبَةَ بْنَ سَلَامَ عَنْ يَحْيَى قَالَ عَنْ يَحْيَى مَعَاوِيَةَ هُوَ أَبُنْ عَبْدِ الْعَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدَ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((جَاءَ بِلَانٌ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنَيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ ((مِنْ أَيْنَ هَذَا؟)) قَالَ بِلَانٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَّدِيعٌ، فَبَعْثَتْ مِنْهُ صَاعِينَ بِصَاعِ يَطْعَمُ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَنَا ذَلِكَ ((أَوَهُ أَوْهُ، عَيْنُ الرَّبَّا، عَيْنُ الرَّبَّا لَا تَتَعْلَمُ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْرِيَ فِي التَّمْرِ بَيْعَ آخرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)).

لَشَّبَحْ معلوم ہوا کہ ایک ہی جنس میں کی ویشی سے لین دین سود میں داخل ہے۔ اس کی صورت یہ بتائی گئی کہ گھیا جنس کو الگ نقد بیع کر اس کے روپوں سے وہی بڑھیا جس خریدی جائے۔ حضرت بلاں رض کی یہ بیع فاسد تھی۔ آنحضرت رض نے اسے واپس کر دیا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزمال نے مسلم شریف کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ باب الرباء میں حضرت ابو سعید رض عی کی روایت سے مقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هذه الرباء فردوه۔ الحديث يعنی یہ سود ہے لہذا اس کو واپس لوٹا دو۔ اس پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :- هذا دليل على ان المقبوض بيع فاسد يجب رده على باائعه و اذا رده استرد الشعن فان قيل فلم يذكر في الحديث السابق انه صلی اللہ علیہ وسلم امر بردہ فالجواب ان الظاهر انها قضية واحدة و امر فيها بردہ فبعض الرواة حفظ ذالک و بعضهم لم يحفظه فقلنا زیادة الثقة ولو ثبت انهما قضیتان لحملت الاولی على انه ايضا امر به و ان لم يبلغنا ذالک ولو ثبت انه لم یا مربہ مع انہما قضیتان لحملناها على انه جهل باائعه و لا يمكن معرفته فصار ملا ضائع مال من علیہ دین بقیمتہ و هو التصر الذى

فِيْهِ فَحَصَلَ أَنَّهُ لَا إِشْكَالٌ فِي الْحَدِيثِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ (نووى)

یعنی یہ اس امر پر دلیل ہے کہ ابی قبضہ میں لی ہوئی بعج بھی فاسد ہو گی۔ جس کا باائع پر لوٹائیتا واجب ہے اور جب وہ بعج رو ہو گئی تو اس کی قیمت خود رو ہو گئی۔ اگر کما جائے کہ حدیث سابق میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے رد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے اور اس میں آپ نے واپسی کا حکم فرمایا۔ بعض راویوں نے اس کو یاد رکھا اور بعض نے یاد نہیں رکھا۔ پس ہم نے شے راویوں کی زیادتی کو قبول کیا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دو قصیٰ ہیں۔ تو پہلے کو اس پر محول کیا جائے گا کہ آپ نے یہی حکم فرمایا تھا اگرچہ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا باوجود یہ کہ یہ دو قصیٰ ہیں۔ تو ہم اس پر محول کریں گے کہ اس کا باائع محول ہو گیا اور وہ بعد میں پچھاتا نہ جا سکا۔ تو اس صورت میں وہ مال ضائع ہو گیا اس شخص کے لئے جس نے اس کی قیمت کا بوجھ اپنے سر پر رکھا اور یہ وہی سمجھو رہی ہے جو اس نے قبضہ میں لی ہے۔ پس حاصل ہوا کہ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

الْمَدْلُوذُ آنَّ ۝ مَفْرُوَضًا ۝ كَوْ حَرَمَ نُبُوَّتَ طَبِيعَتِهِ مِنْ بُوقَتِ فَجْرِيَةِ سَلَمَةِ نَظَرَ هَانِيَّةَ نَوْتَ لَكَحَاهِيَّةَ۔

۱۲ - بَابُ الْوِكَالَةِ فِي الْوَقْفِ

وَنَفْقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلُ

بِالْمَغْرُوفِ

بَابُ وَقْفِكَ مَالِ مِنْ وَكَالَتِ
أُوْرُوكَيلِ كَاخْرَچَهِ أُورُوكَيلِ كَااَپِنِ دَوْسَتِ كَوْكَلَاَنا

اور خود بھی دستور کے موافق کھانا

(۲۳۳۱۴) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کما کہ حضرت عمر بن بشر نے صدقہ کے باب میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یوں ہے کہ صدقے کا متوالی اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوست کو کھلا سکتا ہے۔ لیکن روپیہ نہ جمع کرے۔ اور عبداللہ بن عمر بن عبیینہ اپنے والد حضرت عمر بن بشر کے صدقے کے متوالی تھے۔ وہ مکہ والوں کو اس میں سے تحفہ بھیجتے تھے۔ جمال آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔

۲۳۱۳ - حَدَّثَنَا فَتَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ عَمْرِو، قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جَنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيَؤْكِلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مَتَّالٍ مَالًا. فَكَانَ أَبْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهَدِّي لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ)).

اطرافہ فی: ۲۱۳۷، ۲۷۷۲، ۲۷۶۴، ۲۷۷۲۳، ۲۷۷۲۲، ۲۷۷۲۳۔

یہاں وکیل سے ناظر، متولی مراد ہے۔ اگر واقف کی اجازت ہے تو وہ اس میں سے اپنے دوستوں کو بوقت ضرورت کھا بھی سکتا ہے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

۱۳ - بَابُ الْوِكَالَةِ فِي الْحُدُودِ

۲۳۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْلَّيْثُ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبِيدٍ

بَابُ حَدَّلَكَنَّ كَهْ لَهْ كَسِيَّ كُوْكَيلَ كَرَنَا

(۲۳۳۱۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، اتیں عبد اللہ نے،

انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے این ضحاک اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے انہیں! اس خاتون کے یہاں جا۔ اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو اسے سنگار کر دے۔

اللہ عن زید بن خالد وابن هریرۃ رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال: ((وَأَغْدُ يَا أَنِیسُ عَلی امْرَأَةٍ هَذَا، فَإِنْ اغْرَفْتَ فَأَرْجُمُهَا)).

[اطرافہ فی : ۲۶۴۹، ۲۶۹۶، ۲۱۲۵، ۶۸۶۰، ۶۸۴۳، ۷۱۹۴، ۷۲۰۹، ۶۶۳۴، ۶۸۲۸، ۶۸۳۱، ۲۸۳۶، ۷۲۷۹].

ترجمہ باب اس سے ٹکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں کو حد لگانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اس سے قانونی پسلویہ بھی لکھا کر مجرم خود اگر جرم کا اقرار کر لے تو اس پر قانون لاگو ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اور زنا پر حد شرعی سنگاری بھی ثابت ہوتی۔

(۲۳۱۲) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، کما کہ ہم کو عبد الوہاب ثقی

نے خبر دی، انہیں ایوب نے، انہیں ابن الی ملیکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حیمان یا ابن حیمان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ انہوں نے شراب پی لی تھی۔ جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سے انہیں مارنے کے لئے حکم فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا میں بھی مارنے والوں میں تھا۔ ہم نے جو توں اور چھڑیوں سے انہیں مارا تھا۔

۲۳۱۶ - حدثنا ابن سلام قال أخبرنا عبد الوهاب الثقي عن أيوب عن ابن ملينكة عن عقبة بن الحارث قال: ((جيء بالنعمان - أو ابن النعمان - شاربا، فامر رسول الله ﷺ من كان في النبي أن يضره، قال فكنت أنا فيمن ضربه، فضربيه بالتعال والجريد)).

[طرفہ فی : ۶۷۷۴، ۶۷۷۵].

شیخ حیمان یا ابن النعمان کے بارے میں روایت میں فہمان یا حیمان مذکور ہے۔ حافظ نے کہ اس کا نام حیمان بن عمرو بن رفقاء الصاری تھا۔ بدرا کی لڑائی میں شریک تھا۔ اور بذا خوش مزاج آدمی تھا۔ رسول کرم ﷺ نے گمراہوں کو حد مارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ترجمہ باب ٹکتا ہے۔ کیونکہ آپ نے گمراہے موجود لوگوں کو حد مارنے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اسی سے حدود میں وکالت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ الیب ہے۔

باب قربانی کے اونٹوں میں وکالت اور ان کی گرفتاری کرنے

۱۴ - باب الوکالت فی البدن

وتعاهدها

وکالت تو اس سے ثابت ہوئی کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ قربانیاں روانہ کر دیں، اور گرفتاری اس سے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ہارڈائے۔

(۲۳۱۷) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن الی مکن حرم نے، انہیں عمرو قال: حدثنا مالك عن عبد الله بن أبي عمرو

بَنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ نَسْبَةً إِلَيْهِ مِنْ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَا فَلَتْ قَلَابِدَهُ هَذِي رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى يَبْدِيهِ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى يَبْدِيهِ، ثُمَّ بَعَثَ بَهَا مَعَ أَبِيهِ، فَلَمْ يَخْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءَ أَخْلَهُ اللَّهُ لَهُ حَتَّى نُجُورَ الْهَدْنِي)).

بَنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ نَسْبَةً إِلَيْهِ مِنْ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَا فَلَتْ قَلَابِدَهُ هَذِي رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى يَبْدِيهِ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى يَبْدِيهِ، ثُمَّ بَعَثَ بَهَا مَعَ أَبِيهِ، فَلَمْ يَخْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءَ أَخْلَهُ اللَّهُ لَهُ حَتَّى نُجُورَ الْهَدْنِي)).

[راجع: ۱۶۹۶]

حَسَنَةٌ حضرت رسول کرم ﷺ کے قربانی کے اوثنوں کے لئے حضرت عائشہؓ نے قلادہ بنٹھا نے قلادہ بنٹھے میں آپ کی وکالت فرمائی۔ **حَسَنَةٌ** حضرت عائشہ صدیقة ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ام روان بنت عامر بن عوییر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی شادی مانوبی میں کہ شریف ہی میں ہوئی۔ شوال ۲۰ھ میں ابجرت سے ۱۸۰ھ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ ۹ سال رہی ہیں۔ کیونکہ وصال نبوی کے وقت حضرت عائشہؓ نے ﷺ کی عمر اخبارہ سال کی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے بہت بڑی فیضی فیضی عالیہ فاضلہ تھیں۔ حضور ﷺ سے بکفر احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔ وقارعہ عرب و محاربات و اشعار کی زبردست واقف کار تھیں۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ایک بڑے طبقے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ۷۵ھ یا ۵۸ھ میں شب سہ شنبہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق شب میں بقعہ غرقد میں آپ کو دفن کیا گیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جوان دنوں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ میں مروان کے ماتحت تھے۔

بقعہ غرقد مدینہ کا پرانا قبرستان ہے، جو مسجد نبوی سے تموجے ہی فاصلہ پر ہے۔ آج کل اس کی جانب مسجد نبوی سے ایک وسیع سڑک بکال دی گئی ہے۔ قبرستان کو چاروں طرف ایک اونچی فصل سے گھیر دیا گیا ہے۔ اندر پرانی قبریں پیشتر بہرہ دہوں میں ہیں، اہل بدعت نے پہلے دور میں یہاں بعض صحابہ و دیگر بزرگان دین کے ہاموں پر بڑے بڑے قبے بنا رکھے تھے۔ اور ان پر غلاف، پھول ڈالے جاتے۔ اور وہاں نذر نیازیں چڑھائی جاتی تھیں۔ سعودی حکومت نے حدیث نبوی کی روشنی میں ان سب کو مسار کر دیا ہے۔ پختہ قبریں بنا نا شریعت اسلامیہ میں قطعاً منع ہے اور ان پر چادر پھول مدد غلات و بدعتات ہیں۔ الشپاک مسلمانوں کو ایسی بدعتات سے بچائے۔ آئین۔

۱۵- بَابِ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَوْكِيلِهِ: بَابِ أَغْرِكَسِيْ نَفِإِنْ وَكِيلِيْ سَهِيْ كَمَا كَمَا كَهْ جَهَلَ مَنَاصِبَ جَانَوْ
صَفَقَهُ حِيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ وَقَالَ الْوَكِيلُ:

مَيْنَ نَسِيْ لِيَا
قَذْ سَمِعْتُ مَا قَلْتَ

یعنی وکیل نے اپنی رائے سے اس مال کو کسی کام میں خرچ کیا تو یہ جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ابو علیؑ نے وکیل کیا کہ بیڑ جاء کو آپ جس کار خیر میں ہاں میں صرف کریں۔ آپ نے ان کو یہ رائے دی کہ اپنے ہی نات و داروں کو بات دیں۔ (وacidی)

۲۳۱۸ - حَدَّثَنِي يَحْتَى بْنُ يَحْتَى قَالَ (۲۳۱۸) مجھ سے بیکی بن بیکیؓ نے بیان کیا، کہ میں نے امام مالک کے سامنے قرأت کی بواسطہ اسحاق بن عبد اللہ کے کہ انسوں نے انس

بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہ ہے میان کرتے تھے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سب سے مالدار لوگوں میں سے تھے۔ ”بیر حاء“ (ایک باغ) ان کا سب سے زیادہ محجوب مال تھا جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول کرم رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا نامیت یعنی عمرہ پانی پیتے تھے۔ پھر جب قرآن کی آیت (لَنْ تَنَالُوا الْبَرَ حَتَّىٰ تَنْفَعُوا مِمَّا تَحْبُّونَ) اتری (تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکتے جب تک نہ خرج کرو اللہ کی راہ میں وہ چیز جو تمہیں زیادہ پسند ہو) تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (لَنْ تَنَالُوا الْبَرَ حَتَّىٰ تَنْفَعُوا مِمَّا تَحْبُّونَ) اور مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند میرا می باغ بیر حاء ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور ذخیرہ و تواب کی امید میں صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں۔ پس آپ جمل مناسب سمجھیں اسے خرج فرمادیں۔ آپ نے فرمایا، واه! یہ تو بڑا ہی نفع والا مال ہے۔ بہت ہی مفید ہے۔ اس کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا۔ اب میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کر دے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ یہ کنوں انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل نے مالک سے کی ہے۔ اور روح نے مالک سے (اظہر رائے کے بجائے) رائے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیر حاء کے بارے میں آخرت نبی کو وکیل نہیں کیا اور آپ نے اسے انہی کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دینے کا حکم فرمایا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوا۔ چونکہ رشتہ داروں کا حق مقدم ہے اور وہی صاحب میراث بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے آخرت نبی کی بہت ہی بڑی دور انسٹی کا ثبوت ہے۔ یہ کنوں عینہ شریف میں حرم نبوی کے قریب اب بھی موجود ہے اور میں نے بھی وہاں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

باب خزانی کا خزانہ میں وکیل ہونا

(۲۳۱۹) ہم سے محمد بن علاء نے میان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو

الله آللہ سمعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِي بِالْمَدِينَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بِيرُ حَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةً الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءِ فِيهَا طَيِّبٌ. فَلَمَّا نَزَّلَتْ: ۝لَنْ تَنَالُوا الْبَرَ حَتَّىٰ تَنْفَعُوا مِمَّا تَحْبُّونَ۝ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ۝لَنْ تَنَالُوا الْبَرَ حَتَّىٰ تَنْفَعُوا مِمَّا تَحْبُّونَ۝ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيْيَ بِيرُ حَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةُ اللَّهِ أَرْجُواهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَقَضَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَتَّىٰ شِئْتَ. فَقَالَ: (بَخَ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحَةُ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحَةٌ. لَذَذْ سَمِيتُ مَا قُلْتَ فِيهَا، وَأَرَى أَنَّ تَجْعَلُهَا فِي الْأَقْرَبَيْنَ). قَالَ: أَفَعُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقْرَبَيْهِ وَبَيْنِ عَمَدِهِ)).

تابعہ اسماعیل عن مالک۔ وَقَالَ رَوْخَ عن مالک ((رَأَيْتَ)). [راجع: ۱۴۶۱]

۱۶ - بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِينِ فِي
الْخَزَانَةِ وَتَحْوِهَا

۲۳۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّفِلِاءِ قَالَ

اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبد اللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو خرچ کرتا ہے۔ بعض وفہریہ فرمایا کہ جو دنیا ہے حکم کے مطابق کامل اور پوری طرح جس چیز (کے دینے) کا اسے حکم ہو اور اسے دینے وقت اس کا دل بھی خوش ہو تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

یعنی اس کو مالک کے برابر ثواب ملے گا کہ اس نے بخوبی مالک کا حکم بھیجا اور صدقہ کروایا۔ اور بالک کی طرف سے مالک کے حکم کے مطابق وہ مال خرچ کرنے میں وکیل ہوا۔ یہی منتظرے باب ہے۔

حدَّثَنَا أَبُو أَسَاطِةَ عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((الْخَارِذُ الْأَمِينُ الَّذِي يَنْفَقُ)) - وَرَبِّمَا قَالَ: ((الَّذِي يُفْطِنُ)) - مَا أَمْرَ بِهِ كَامِلًا مُؤْمِنًا طَيْبَ نَفْسَةً إِلَى الَّذِي أَمْرَ بِهِ أَحَدٌ النَّصَّافَقِينَ)). [راجح: ۱۴۲۸]

۳۱۔ گھاپ الْحَرَثُ وَ الْمِزَارِعَةُ

کتاب کھیتی بارٹی اور بڑائی کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب کھیتی بونے اور درخت لگانے کی فضیلت جس میں سے لوگ کھائیں۔

اور (سورہ واقعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”یہ تو ہتاو“ جو تم بوتے ہو۔ کیا اسے تم اگلتے ہو، یا اس کے اگانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا بناویں۔“

۱۔ بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالغَنَمِ إِذَا أُكِلَّ مِنْهُ۔ وَقُولُهُ تَعَالَى :

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ، أَلَّا تَرَزَّعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الظَّارِعُونَ، لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَّامًا﴾ [الواقعہ : ۶۳-۶۵]

مزارد باب مغلمه کا مصدر ہے جس کا ماذ ذرع ہے، امام الجہدین و سید المرشیین حضرت امام نجاشی دھڑکنے میں بھی فضائل زراعت کے سلسلہ میں پہلے قرآن پاک کی آئیت نقل فرمائی۔ جس میں ارشاد باری ہے (الرَّبُّمَعَ مَنْ تَحْرُثُونَ إِنَّمَا تَرَزَّعُونَ إِنَّمَا تَرَزَّعُونَ) (الواقعہ: ۶۳، ۶۶) یعنی اے کاشکارو! تم جو کھیت کرتے ہو، کیا تم کھیت کرتے ہو یا در حقیقت کھیت کرنے

وائلہ ہم ہیں۔ ہم چاہیں تو تیار کمی کو برباد کر کے رکھ دیں۔ پھر تم ہم کا بکا ہو کر رہ جاؤ۔
حافظ ابن حجر عسقلان فرماتے ہیں :-

ولاشک ان الایة تدل على اباحة الزرع من جهة الامتنان به والحديث يدل على فضله بالقيد الذي ذكره المصنف وقال ابن المنبر اشار الى اباحة الزرع وان من نهى عنه كما ورد عن عمر لم محله ما اذا شغل الحرش عن الحرب ونحوه من الامور المطلوبة وعلي ذالك يحمل حديث ابى امامۃ المذکور في الباب الذى بعده لينى كوى شک وشبه نيسى كى آتت قرآنی کمی کے مباح ہونے پر دلالت کرہی ہے اس طور پر بھی کہ یہ خدا کا بنا بخاری گرم ہے اور حدیث بھی اس کی فضیلت پر دال ہے، اس قید کے ساتھ ہے مصنف نے ذکر کیا ہے۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری چنفی نے کمی کے مباح ہونے پر اشارہ کیا ہے۔ اور اس سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا محل جب ہے کہ کمی مسلمان کو جلد اور امور شرع سے غافل کر دے۔ ابوالمسد کی حدیث جو بعد میں کمی کی مذمت میں آرہی ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ مولانا وحید الزماں چنفی فرماتے ہیں، امام بخاری چنفی نے اس آتت ((الرءۃ یتم ماتعترنون)) سے یہ ثابت کیا کہ کمی کرنا مباح ہے اور جس حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کمی میں ایسا مشغول ہونا منع ہے کہ آدمی جہاد سے باز رہے یا دین کے دوسرے کاموں سے۔ (وحیدی)

٢٣٢٠ - حَدَّثَنَا قَيْثَيَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ (٢٣٢٠) ہم سے قتبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے قادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرندیا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے مسلم نے بیان کیا کہ ہم سے بیان نے بیان کیا، ان سے قادہ نے بیان کیا اور ان سے انس چنفی نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔

[طرفة فی : ٦٠١٢].

لئے گئے اس حدیث کا شان درود امام مسلم نے یوں بیان کیا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای نخل لام مبشر امراۃ من الانصار فقال من غرس هذا النخل امسلم ام کافر فقالوا مسلم لا يغرس مسلم غرسا فلما كمل منه انسان او طير او دابة الا كان له صدقة لينى رسول اللہ چنفی نے ایک انصاری عورت ام مبشر نبی کا لگایا ہوا کبھر کا درخت دیکھا، آپ نے پوچھا کہ یہ درخت کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کافرنے لوگوں نے بتایا کہ یہ مسلمان کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے۔ حدیث انس روایت کردہ امام بخاری میں مزید وسعت کے ساتھ لفظ او بزرع زرع بھی موجود ہے لینی بالغ لگائے یا کھیت کرے۔ تو اس سے جو بھی آدمی، جانور فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بطور صدقہ لکھا جاتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں و فی الحديث فضل الفرس والزرع والمعض على عمارة الارض لینی اس حدیث میں باغیلی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت مذکور ہے۔

فی الواقع کھتی کی بڑی اہمیت ہے کہ انسان کی شکم پری کا بڑا ذریعہ کھتی ہی ہے۔ اگر کھتی نہ کی جائے تو غلہ کی پیداوار نہ ہو سکے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس فن کا ذکر بھی آیا۔ مگر جو کاروبار یاد خدا اور فرانش اسلام کی ادائیگی میں حارج ہو، وہ اٹاولیل بھی بن جاتا ہے۔ کھتی کا بھی سیکھی جائے ہے کہ پیشتر کھتی باڑی کرنے والے یادِ اللہ سے غافل اور فرانش اسلام میں ست ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کھتی اور اس کے آلات کی نہ موت بھی وارد ہے۔ بہر حال مسلمان کو دنیاوی کاروبار کے ساتھ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنا اور فرانش اسلام کو ادا کرنا ضروری ہے۔ واللہ ہو الموقن۔

الحمد لله حديث پلا کے پیش نظر میں نے بھی اپنے کھتمن واقع موضع روپہ میں کئی درخت لگوائے ہیں۔ جو جلد ہی سالمیہ دینے کے قتل ہونے والے ہیں۔ امسال عزیزی نذیر احمد رازی نے ایک بڑا پودا نصب کیا ہے۔ جسے وہ ولی سے لے گئے تھے۔ اللہ کے کہ وہ پروان چڑھ کر صدھا سالوں کے لئے ذخیرہ حنات بن جائے اور عزیزان طیل احمد و نذیر احمد کو توفیق دے کہ وہ کھتی کا کام ان ہی احادیث کی روشنی میں کریں جس سے ان کو برکات دارین حاصل ہوں گی۔

آج یوم عاشرہ محرم ۱۴۹۰ھ کو کعبہ شریف میں یہ درخواست رب کعبہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ آمين یا رب العالمین۔

باب کھتی کے سالمان میں بہت زیادہ مصروف رہنا

یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا،

اس کا نجام برائے

۲- بَابُ مَا يُحَذَّرُ مِنْ عَوَاقِبِ

الاشتعال بالله الرَّاعِ، أو مُجاوِزَةِ

الْحَدَّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ

(۲۳۲۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سالم عجمی نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد الحنفی نے بیان کیا، ان سے ابو امامہ بالہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، آپ کی نظر چھالی اور کھتی کے بعض دوسرے آلات پر پڑی۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کشمی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس قوم کے گھر میں یہ چیز داخل ہو جاتی ہے تو اپنے ساتھ ذلت بھی لاتی ہے۔

۲۳۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَالِمَ الْجَعْمَصِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادِ الْأَلْهَانِيُّ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ الْأَبَاهِلِيِّ قَالَ - وَرَأَى سَكَّةً وَشَيْنَا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ - سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّذُلُ))

تَشْبِيهُ حضرت امام بخاری نے منعقدہ باب میں احادیث آمده درمیح زراعت و درزم زراعت میں تقطیق پیش فرمائی ہے۔ جس کا غلاصہ یہ کہ کھتی باڑی اگر حد اعتماد میں کی جائے، کہ اس کی وجہ سے فرانش اسلام کی ادائیگی میں کوئی تسلسل نہ ہو تو وہ کھتی قتل تعریف ہے۔ جس کی فضیلت حدیث واروہ میں نقل ہوئی ہے۔ اور اگر کھتی باڑی میں اس قدر مشغولیت ہو جائے کہ ایک مسلمان اپنے دینی فرانش سے بھی غافل ہو جائے تو پھر وہ کھتی قتل تعریف نہیں رہتی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر جو تبریز فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

هذا من اخباره صلی الله عليه وسلم بالمعہدات لان المشاہد الان ان اكثر الظلم انما هو على اهل العرث وقد اشار البخاري بالترجمة الى الجمع بين حدیث ابی امامۃ والحدیث العاضی فی فعل الزرع والفرس وذاك باحد الامرين اما ان يحمل ماؤرد من الذم على عالیة ذلك و محله اذا اشتغل به القبیع بسببه ما امر بحفظه و اما ان يحمل على ما اذا لم يضع الا انه جاوز الحد فيه والذی يظهر ان کلام ابی امامۃ محمول على من يتعاطی ذلك بنفسه امامن له عمال يعملون له و ادخل داره الاله المذکورة لتحفظ لهم فليس مراد

لوبمکن العمل علی عمومه لفان الذل شامل لکل من ادخل نفسه ما يستلزم مطالبة اخوله و لا سبما اذا كان المطالب من الولاية و عن الداودى هذا لمن يقرب من العلوفانه اذا اشتغل بالحرث لا يستغل بالفروسيه فيما سد عليه العلوف عليهم ان يستغلوا بالفروسيه وعلى غيرهم امدادهم بما يحتاجون اليه (فتح الباري)

یعنی یہ حدیث آخرضرت ﷺ کی ان خبروں میں سے ہے جن کو مشاہدہ نے بالکل صحیح ثابت کر دیا۔ کیونکہ اکثر مظالم کا شکار کاشکار ہی ہوتے چلے آ رہے ہیں اور حضرت امام بخاری رض نے باب سے حدیث ابی امامہ اور حدیث فضیلہ زراعت و با غلبی میں تقطیع پر اشارہ فرمایا ہے اور یہ دو امور میں سے ایک ہے۔ اول تو یہ کہ جو نہست وارد ہے اسے اس کے انجام پر محول کیا جائے، اگر انجام میں اس میں اس قدر مشغول ہو گئی کہ اسلامی فرائض سے بھی غافل ہونے لگا۔ دوسرے یہ بھی کہ فرائض کو تو ضائع نہیں کیا مگر حد احتقال سے آگے تجاوز کر کے اس میں مشغول ہو گیا تو یہ پیشہ اچھا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابو امامہ والی حدیث ایسے ہی شخص پر وارد ہو گی جو خود اپنے طور پر اس میں مشغول ہو اور اس میں حد احتقال سے تجاوز کر جائے۔ اور جس کے نوکر چاکر کام انجام دیتے ہوں اور حفاظت کے لئے آلات زراعت اس کے گھر میں رکے جائیں تو ذم سے وہ شخص مراد نہ ہو گا۔ حدیث ذم عموم پر بھی محول کی جاسکتی ہے کہ کاشکاروں کو بسا اوقات ادائے مالیہ کے لئے حکام کے سامنے ذمیل ہونا پڑتا ہے۔ اور داؤدی نے کہا کہ یہ ذم اس کے لئے ہے جو دشمن سے قریب ہو، کہ وہ کمیتی باڑی میں مشغول رہ کر دشمن سے بے خوف ہو جائے گا اور ایک دن دشمن ان کے اپر چڑھ پیشے گا۔ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ سپاہ گری میں مشغول رہیں اور حاجت کی اشیاء سے دوسرے لوگ ان کی مدد کریں۔

زراعت با غلبی ایک بہترین فن ہے۔ بہت سے انبیاء، اولیاء، علماء زراعت پیشہ رہے ہیں۔ زمین میں قدرت نے اجتناس اور پھلوں سے ہونے تیسیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالتا یہ زراعت پیشہ اور با غلب ایمان حضرات ہی کا کام ہے۔ اور جاندار تکوں کے لئے جو اجتناس اور چارے کی ضرورت ہے اس کا میا کرنے والا بعونہ تعالیٰ ایک زراعت پیشہ کاشکار ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف پبلوؤں سے ان فنوں کا ذکر آیا ہے۔ سورہ بقرہ میں مل جوتے والے بیل کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس فن کی شرافت میں کوئی شب نہیں ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ زراعت پیشہ قمیں زیادہ تمکنی اور غربت اور ذلت کا شکار رہتی ہیں۔ بھر ان کے سروں پر مالیانے کا پہاڑ ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ بسا اوقات ان کو ذمیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ احادیث مختلفہ ذمتوں میں یہی پہلو ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ فن بہت قتل تعریف اور باعث رفع درجات دارین ہے۔ آج کے دور میں اس فن کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کہ آج نہایت مسئلہ بنی نوع انسان کے لئے ایک اہم ترین اقتصادی مسئلہ ہے ہر حکومت زیادہ سے زیادہ اس فن پر توجہ دے رہی ہے۔

ذلت سے مراد یہ ہے کہ حکام ان سے بیسہ وصول کرنے میں ان پر طرح طرح کے ظلم توڑیں گے۔ حافظ نے کہا کہ آخرضرت ﷺ نے جیسا فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اکثر ظلم کا شکار کاشکار لوگ ہی بنتے ہیں۔ بعض نے کہا ذلت سے یہ مراد ہے کہ جب رات دن کمیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو سپاہ گری اور فون جنگ بھول جائیں گے اور دشمن ان پر غالب ہو جائے گا۔

علماء نووی احادیث زراعت کے ذیل فرماتے ہیں:- فی هذه الاحادیث لفضیلۃ الفرس و فضیلۃ الزرع و ان اجر فاعلی ذالک مستمر مادام الفراس والزرع و ما تولد منه الى يوم القيمة وقد اختلاف العلماء في اطيب المكاسب والفضلها لفقل التجارة و قليل الصنعة باليد و قليل الزراعة و هو الصعب و قد بسطت ايضاً في اخر باب الاطعمة من شرح المذهب وفي هذه الاحادیث ايضاً ان الشواب والاجر في الاخرة مختص بالمسلمين و ان الانسان يتاب على ماسرق من ماله او اتلفته دابة او طائر و نحو هما (النوعي)

یعنی ان احادیث میں درخت لگانے اور کمیت کرنے کی فضیلہ وارد ہے۔ اور یہ کہ کاشکار اور با غلب کا ثواب ہیشہ جاری رہتا ہے جب تک بھی اس کی وہ کمیت یا درخت رہتے ہیں۔ ثواب کا یہ سلسہ قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے

کہ بہترن کسب کون سا ہے۔ کہا گیا ہے کہ تجارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دستکاری، بہترن کسب ہے۔ اور کہا گیا کہ بہترن کسب بھیتی باڑی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور میں نے باب الاطعہ شرح مندب میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ آخرت کا اجر و ثواب مسلمانوں ہی کے لئے خاص ہے اور یہ بھی ہے کہ کاشتکار کی بھیتی میں سے کچھ چوری ہو جائے یا جانور پر ندے کچھ اس میں نقصان کر دیں تو ان سب کے بد لے کاشتکار کو ثواب ملتا ہے۔

یا اللہ! مجھ کو اور میرے بچوں کو ان احادیث کا مصدقہ بنائیں۔ جب کہ اپنا آہمی پیشہ کاشتکاری ہی ہے، اور یا اللہ! اپنی برکتوں سے بیش نوازیو۔ اور ہر قسم کی ذلت، معمیت، پریشانی، تک حالی سے بچائیں، آمین ثم آمین۔

۳۔ باب افتقاء الكلب للحرث

اس باب سے امام بخاری نے بھیتی کی اباحت ثابت کی کیونکہ جب بھیت کے لیے کتاب رکھنا جائز ہوا تو بھیت کرنا بھی درست ہو گا۔ حدیث باب سے بھیت یا شکار کی حفاظت کے لیے کتاب لئے کا جواز تکلا۔ حافظ نے کما اسی قیاس پر اور کسی ضرورت سے بھی کتبے کا رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن بلا ضرورت جائز نہیں۔

(۲۳۴۲) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے بھی بن الی کیش نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کوئی کتاب رکھا، اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی۔ البتہ بھیت یا مویشی (کی حفاظت کے لیے) کے اس سے الگ ہیں۔ این سیرین اور ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا بحوالہ نبی کریم رضی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے بیان کیا۔ ابو حازم نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ شکاری اور مویشی کے کتے الگ ہیں۔

اوّلًا كَلْبٌ حَرَثٌ أَوْ مَاشِيَةً). قَالَ ابْنُ سَيْفِينَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (مَنْ أَمْسَكَ

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (الْأَكْلَبُ غَنِمٌ

أَوْ حَرَثٌ أَوْ صَنِيدٌ). وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (كَلْبٌ صَنِيدٌ

أَوْ مَاشِيَةً). [طرفة في : ۲۳۴۲]

لشیخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھیت کی حفاظت کے لیے بھی کتاب لانا منع ہے۔ اس لیے کہ اس سے بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ بڑا خطرہ یہ کہ ایسے کتبے موقع پاتے ہی برتوں میں منہ ڈال کر ان کو گندرا کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ آئنے جانے والوں کو ستاتے بھی ہیں۔ ان کے کائے کاڑو ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے گرفتاریں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس میں یہ موذی جانور رکھا گیا ہو۔ ایسے مسلمان کی نیکیوں میں سے ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہتی ہیں جو بے منفعت کتے کو پالتا ہو۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ قبیل سبب نقصان امتیاع الملکۃ من دخول بیته او مایلحق العارین من الاذى اولان بعضها شیاطین او عقوبة لمخالفۃ النہی او لو لو عنه لفی الاولی عند غفلة صاحبها فربما یتجسس الطاهر منها فاذَا استعمل فی العبادة لم یقع موقع الطاهر الخ۔

وَلِيَ الْحَدِيثُ الْحَثُ عَلَى تَكْفِيرِ الْأَعْمَالِ الصَّالِحةِ وَالْمُحَدِّرِ مِنَ الْعَمَلِ بِمَا يَنْقُصُهَا وَالْتَّبِيهِ عَلَى اسْبَابِ الزِّيَادَةِ فِيهَا وَالْنَّقْصُ مِنْهَا
لِتَجْتَبَ أَوْ تَرْتَكِبَ وَبِيَانِ لَطْفِ اللَّهِ تَعَالَى بِخَلْقِهِ فِي ابْحَاثِ مَالِهِمْ بِهِ نَفْعٌ وَتَبْلِيغٌ نِبَاهِمْ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرُ مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ وَلِهِ
تَرْجِيعُ الْمُصْلِحَةِ الرَّاجِعَةِ عَلَى الْمُفْسِدَةِ لِوقْعِ اسْتِنَاءِ مَا يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَاصِمِ الْخَادِهِ (فتح الباري)

لینی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہونے کا سبب ایک تو یہ کہ رحمت کے فرشتے ایسے گمراہیں داغل نہیں ہوتے، یا یہ کہ اس کے
کی وجہ سے آئے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یا اس لئے بھی کہ بعض کے شیطان ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ باوجود نبی کے لئے
رکھا گیا، اس سے نیکی کم ہوتی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ برتوں میں مدد ذاتے رہتے ہیں۔ جملہ گمراہی سے ذرا غلط ہوئی اور کتنے
فوراً پاک پانی کو پتاپاک کر ڈالا۔ اب اگر عبادت کے لئے وہ استعمال کیا گیا، تو اس سے پاکی حاصل نہ ہوگی۔ الغرض یہ جملہ وجوہ ہیں جن کی
وجہ سے محض شویقہ کتاب پائیے والوں کی نیکیاں روزانہ ایک قیراط کم ہوتی رہتی ہیں۔ گر تخفیب مغرب کا بہا ہو آج کل کی نئی
تہذیب میں کتاب پانی بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ امیر گرانوں میں محض شویقہ پٹنے والے کتوں کی اس قدر خدمت کی جاتی ہے کہ ان کے
نشانے دھلانے کے لئے خاص ملازم ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ استغفار اللہ! مسلمانوں کو اپنے فضول بے ہودہ
فضول خرچی کے کاموں سے بہر حال پر ہیز لازم ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا بست سے فائدہ پر مشتمل ہے جن میں سے اعمال صالح کی کثرت پر رغبت دلانا بھی ہے اور
ایسے اعمال بد سے ڈرانا بھی جن سے نیکی برپا کرناہ لازم آئے۔ حدیث ہذا میں ہر دو امور کے لئے تنبیہ ہے کہ نیکیاں بکھرت کی جائیں اور
برائیوں سے بکھرت پر ہیز کیا جائے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کی اپنی حقوق پر مہربانی ہے کہ جو چیز اس کے لئے نفع بخش ہے وہ مباح قرار دی
ہے اور اس حدیث میں تبلیغ نبوی بات امور معاش و معاد بھی مذکور ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض چیزیں حرام ہوتی
ہیں جیسا کہ کتاب پانا، مگر ان کے نفع بخش ہونے کی صورت میں ان کو مصلحت کی بنا پر مستثنی بھی کر دیا جاتا ہے۔

(۲۳۲۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ
ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن خسیف نے،
ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا کہ سفیان بن زہیر نے ازو شنوہ
قبیلے کے ایک بزرگ سے نا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی
تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساختا
کہ جس نے کتابلا، جو نہ کھیت کے لئے ہے اور نہ مویشی کے لئے تو
اس کی نیکیوں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا گیا
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے
کہا ہاں ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم! (میں نے ضرور آپ سے یہ
سنا ہے۔

أخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصِيفَةِ أَنَّ
السَّابِقَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سَفِيَّانَ
بْنَ أَبِي رَهْبَنَرَ - رَجُلًا مِنْ أَزْدِ شَوْعَةِ،
وَكَانَ مِنْ أَصْنَابِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ:
سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ افْتَنَنِي كُلُّنَا
لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْغًا نَفْعًا كُلُّ
يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ)). قَلَّتْ: أَنْتَ
سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ:
إِنِّي وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ).

[طرفة فی: ۲۳۲۵].

قیراط یہاں عند اللہ ایک مقدار معلوم ہے۔ مراد یہ کہ بے حد نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ بست ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے گمراہیں
میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، دوسرے یہ کہ ایسا کتاباً گذرنے والوں اور آئے جانے والے مسلمانوں پر حملہ کے لئے دوڑتا ہے جس کا

گناہ کتابلے والے پر ہوتا ہے۔ تیرے یہ کہ وہ گھر کے برتاؤ کو منہ ڈال کر پلاک کرتا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ نجاتیں کھا کما کر گھر پر آتا ہے اور بدبو اور دیگر امراض اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور بھی بستی وجوہ ہیں۔ اس لئے شریعت اسلامی نے گھر میں کے کارکتا رکھنے کی ختنی کے ساتھ صافعت کی ہے۔ شکاری کے اور تربیت دینے ہوئے دیگر ملاحظات کے اس سے الگ ہیں۔

باب کھیتی کے لئے بدل سے کام لینا۔

(۲۳۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے غدر نے بیان کیا، کما ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابی ایم نے، انہوں نے ابو سلمہ سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہؓ نے بتھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نی اسرائیل میں سے) ایک شخص بدل پر سوار ہو کر جراحتا کر اس بدل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سوار سے کما کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا ہوا ہوں، میری پیدائش تو کھیت جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر بھی ایمان لائے۔ اور ایک دفعہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری پکڑ لی تھی تو تگذریے نے اس کا چیخ کیا۔ بھیڑیا بولا، آج تو تو سے بچاتا ہے۔ جس دن (مدینہ اجازت ہو گا) درندے ہی درندے رہ جائیں گے۔ اس دن میرے سوا کون بکریوں کا چرانے والا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر بھیستا بھی۔ ابو سلمہ نے کہا کہ ابو بکر و عمر بھی اس محل میں موجود نہیں تھے۔

لشیخ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب کے تحت اس حدیث کو درج فرمایا۔ جس میں ایک اسرائیلی مرد کا اور ایک بدل کا مکالہ مذکور ہوا ہے۔ وہ اسرائیلی بدل کو سواری کے کام میں استعمال کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدل کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت دی اور وہ کہنے لگا کہ میں کھیتی کے لئے پیدا ہوا ہوں، سواری کے لئے پیدا نہیں ہو۔ چونکہ یہ بولنے کا واقعہ خرق عادات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ پاک اس پر قادر ہے کہ وہ بدل میسے جانور کو انسانی زبان میں گھنٹکو کی طاقت بخش دے۔ اس لئے اللہ کے محبوب رسول ﷺ نے اس پر اظہار ایمان فرمایا۔ بلکہ ساتھ ہی حضرات شیخین کو بھی شاہل فرمایا کہ آپ کو ان پر اعتماد کال تھا حالانکہ وہ ہر دو وہاں اس وقت موجود بھی نہ تھے۔ وانما قال ذاتک رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقة بهما العلمة بصدق ایمانہما و قوۃ بقینہما و کمال معرفتہما بقدرة اللہ تعالیٰ (عینی) یعنی آخر حضرت ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپؐ کو ان ہر دو پر اعتماد تھا۔ آپؐ ان کے ایمان اور یقین کی صداقت اور قوت سے واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو بھی قدرت اللہ کی معرفت بدرجہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے آپؐ نے اس ایمان میں ان کو بھی شریک فرمایا۔ رضی اللہ عنہما و ارضہما۔

حدیث کا دوسرا حصہ بھیڑیے سے متعلق ہے جو ایک بکری کو پکڑ کر لے جا رہا تھا کہ چہ وابے نے اس کا چیخ کیا اور اللہ نے بھیڑیے کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے چہ وابے سے کہا کہ آج تو تم نے اس بکری کو مجھ سے چھڑا لیا۔ مگر اس

۴- بابُ استِغْمَالُ الْبَقَرِ لِلْحَرَاثَةِ

۲۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غَنَّمَرٌ، قَالَ حَدَّثَنَا شَبَّقَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَبْيَسَمَا رَجُلٌ رَأَيْكَ عَلَى بَقَرَةِ الْتَّفَتَ إِلَيْهِ فَقَالَ: لَمْ أُخْلُقْ لِهَا، خَلَقْتُ لِلْحَرَاثَةِ. قَالَ: أَمْنَتُ بِهِ أَنَا وَأَبْوَبِنِي وَعُمْرُ. وَأَخَذَ الذَّنْبَ شَاهَةً لَفَعَلَهَا الرَّاعِي، فَقَالَ الذَّنْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السُّبْعِ، يَوْمَ لَا رَاعِي لَهَا غَيْرِي؟ قَالَ: أَمْنَتُ بِهِ أَنَا وَأَبْوَبِنِي وَعُمْرُ). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَمَا هُمَا يَوْمَنِي فِي الْقَوْمِ.

[اطرافہ فی: ۳۶۹۰، ۳۶۶۳، ۳۴۷۱]

دن ان بکپیوں کو ہم سے کون چھڑائے گا جس دن میں اجاؤ ہو جائے گا اور بکپیوں کاچ داہماہارے سوا کوئی نہ ہو گا۔ قال القرطی کانہ پیشوں الی حدیث ابی هریرۃ المرفوی بعتر کون المدینہ علی خبر ما کانت لا يهشها الا العالی بربید السیاع والطیر قربی نے کما کہ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مرفعاً حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ لوگ میں کو خیرت کے ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ وادیٰ پر دیکھیں گے کہ وہ سارا شر درندوں، چندوں اور پرندوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ اس بھیڑیے کی آواز پر بھی آخر حضرت رض نے ائمہ ایمان فرماتے ہوئے حضرات صاحبین کو بھی شریک فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام بخاری رض نے جو باب منفرد فرمایا تھا وہ حدیث میں بدل کے مکالہ والے حصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان جب سے عالم شور میں آکر زراعت کی طرف متوجہ ہوا تو زمین کو قتل کاشت بنانے کے لئے اس نے زیادہ تر بدل عی کا استعمال کیا ہے۔ اگرچہ گدھے، گھوڑے، اونٹ، بیسے بھی بعض بعض طکون میں ہلوں میں جوتے جاتے ہیں۔ مگر عموم کے لحاظ سے بدل عی کو قدرت نے اس خدمت جلیلیہ کا اہل بنایا ہے۔ آج اس مشینی دور میں بھی بدل بغیر چارہ نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

۵- بَابُ إِذَا قَالَ أَكْفَنِي مَوْنَةً
النَّخْلُ أَوْ غَيْرُهُ وَتُشَرَّكُ فِي الشَّمْرِ

بَلْ بَلْغُ الْأَكْسِي سَكَّى كَهْ تُوسِبْ دَرْخَنْتُونْ وَغَيْرُهُ كَيْ دَيْكَه
بَحَالٍ كَرْ تَوَارِي مِنْ بَحَلْ مِنْ شَرِيكْ رَبِّنْ گَه

لشیخ چونکہ مسائل زراعت کا ذکر ہو رہا ہے اسلئے ایک صورت کاشتکاری کی یہ بھی ہے جو باب میں تلاٹی گئی کہ کمیت یا باغ والا کسی کو شریک کرے اس شرط پر کہ اس کے کمیت یا باغ میں کل محنت وہ صرف کرے گا اور پیداوار نصف تقسیم ہو جائے گی۔ یہ صورت شرعاً جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں ذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ میہ شریف لائے تو انصار نے از راہ ہدودی و اخوت اپنی زمینوں پاگوں کو مهاجرین میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس صورت کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ شرکت کار کی تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ مهاجرین ہمارے کھتوں یا کھجور کے پاگوں میں کام کریں اور پیداوار تقسیم ہو جیا کرے۔ اس پر سب نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور فرماداری کا اقرار کیا۔ اور معمنا و اطعناء سے ائمہ رضا مندی فرمایا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابتدائی اسلامی سے عام طور پر مسلمانوں کا یہ رجحان طبع رہا ہے کہ وہ خود اپنے مل بوتے پر زندگی گذاریں اور اللہ کے سوا اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ اور رزق حلال کی تلاش کے لئے ان کو جو بھی دشوار سے دشوار راستہ اختیار کرنا پڑے، وہ اسی کو اختیار کر لیں۔ مسلمانوں کا یہی جذبہ تھا جو بعد کے زمانوں میں بھل تجارت اشاعت اسلام کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اور اہل اسلام نے تجارت کے لئے دنیا کے کوئے کوئے کو نے کو چھان مارا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جملے گئے اسلام کی زندہ جنتی جاتی تصویریں بن کر گئے۔ اور دنیا کے لئے پیغامِ رحمت ثابت ہوئے۔ صد افسوس کہ آج یہ ہائی خوب و خیال بن کر رہ گئی ہیں۔ الاماشاء اللہ، رحم اللہ علینا۔ آمین۔

ان حلقہ پر ان مغرب زدہ نوجوانوں کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کو محض ایک خانگی معاملہ کہے کر سیاستِ معاشرت سے الگ سمجھ بیٹھے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اسلام نے نوع انسانی کی ہر ہر شعبہ زندگی میں پوری پوری رہنمائی کی ہے، اسلام فطری قوانین کا ایک بہترن مجموعہ ہے۔

(٢٣٢٥) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کشم ملکہ سے کہا کہ

قال: ((قَالَ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَفَسِمْ يَئِنَّا وَيَئِنَّا إِخْوَانًا التَّعْجِلُ: قَالَ: لَا فَقَالُوا: تَكْفُونَا الْمُؤْوَنَةُ وَنُنْهِيُّ كُمْ فِي الشَّمَرَةِ. قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَعْطَنَا)).

[طرفہ فی : ۲۷۱۹، ۳۷۸۲].

علوم ہوا یہ صورت جائز ہے کہ باغ یا زمین ایک شخص کی ہو اور کام اور مخت دوسرا شخص کرے، دونوں پیداوار میں شریک ہوں۔ اس کو مساقات کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو انصار کو زمین تقسیم کر دینے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی ترقی بہت ہو گی، بہت سی زمینیں ملیں گی۔ تو انصار کی زمین انہی کے پاس رہنا آپ نے مناسب سمجھا۔

باب میوه دار درخت اور کھجور کے درخت کاٹنا۔
اور حضرت انس بن مالک نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

یہ اس حدیث کا لکھا ہے جو باب المساجد میں اوپر موصولة گزر پچھی ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے یادشنا کا نقصان کرنے کے لئے جب اس کی حاجت ہو تو میوه دار درخت کاٹنا یا کھیتی یا باغ جلاسواد رست ہے۔

(۲۳۶۲) ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہ ہم سے جو یہ نے بیان کیا، ان سے نافع نہ، اور ان سے عبداللہ بن عمر بن حفیظ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نبی نصیر کے کھجوروں کے باغ جلا دیئے اور کاٹ دیئے۔ ان نبی کے باغات کا نام بویرہ تھا۔ اور حسان بن مالک کا یہ شعر اسی کے متعلق ہے۔

بنی لوی (قریش) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنا دیا جو ہر طرف پھیلتی ہی جا رہی تھی۔

٦- بَابُ قَطْعِ السَّجَرِ وَالنَّحْلِ

وَقَالَ أَنَّسٌ: أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَسْخِ الْفَطْرِ فَقَطَعَ.

(۲۳۶) - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوبَرْيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَقَ نَغْلَ بْنَيَ النَّصِيرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبَوَيْرَةُ، وَلَهَا يَقُولُ حَسَانٌ:)

وَهَاهُنَّ عَلَى سَرَّأَةِ بَنِيَ لَوِي
يَحْرِيقُ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرٌ

[اطرافہ فی : ۳۰۲۱، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳] .

۴۸۸۴

بنی لوی قریش کو کہتے ہیں۔ اور سراہ کا ترجمہ عمانہ اور مززین۔ بویرہ ایک مقام کا نام ہے جوں بنی نصیر یہودیوں کے باغات تھے۔ ہوا یہ تھا کہ قریش ہی کے لوگ اس جاہی کے باعث ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ اور بنی نصیر کو بھڑکا کر آنحضرت ﷺ سے مدد لٹکنی کرائی۔ بعض نے کہا آپ نے یہ درخت اس لئے جلوائے کہ جگ کے لئے صاف میدان کی ضرورت تھی۔ تاکہ دشمنوں کو چھپ رہئے کا اور کہیں گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ بحالت جگ، بہت سے امور سامنے آتے ہیں۔ جن میں قیارت کرنے والوں کو بہت سوچتا ہوتا ہے۔ کھیتوں اور درختوں کا کاشنا اگرچہ خود انسانی اقتداری نقصان ہے مگر بعض شدید ضرورتوں

کے تحت یہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آج کے نام نہاد مذہب لوگوں کو دیکھو گئے کہ جگ کے دونوں میں وہ کیا کیا حرکات کر جاتے ہیں۔ بھارت کے غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے ہو مظالم بیان ڈھالئے وہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ جگ عظیم میں یورپی اقوام نے کیا کیا حرکتیں کیں۔ جن کے تصور سے جم پر لورہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور آج بھی دنیا میں اکثریت اپنی اقیتوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے، وہ دنیا پر روشن ہے۔ بہر حال حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب

۷۔ باب

اس میں کوئی ترجمہ نہ کور نہیں ہے کویا یہ باب پلے باب کی ایک فصل ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جب یہاں ایک معاد کے لئے جائز ہوئی تو مدحت گزرنے کے بعد زمین کا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا درخت یا ہمیشہ اکھاڑ لے جاؤ۔ پس درخت کا کاشنا ثابت ہوا۔ اگلے باب کا یہ مطلب تھا۔

(۷) ۲۳۲ هم سے محمد نے بیان کیا، کہا تم کو عبد اللہ نے خردی، کہا تم کو حبیب بن سعید نے خوبی، انہیں حنظله بن قیس انصاری نے، انہوں نے رافع بن خدیج بن حوشہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمارے پاس کھیت اوروں سے زیادہ سنتھے۔ ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جو تنے اور بونے کے لئے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک مترہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور ساری کھیت سلامت رہتا۔ اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار انصاری جاتی اور سیہ خاص حصے جاتا۔ اس لئے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ اور سونا اور چاندی کے بدل ٹھیک دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

نقدی کرایہ کا معاملہ اس وقت نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس صورت مذکورہ میں مالک اور کاشکاری ہر دو کے لئے نفع کے ساتھ نقصان کا بھی ہر وقت احتال تھا۔ اس لئے اس صورت سے اس معاملہ کو منع کر دیا گیا۔

باب آدھی یا کم و زیادہ پیداوار پر مثالیٰ کرنا

(یہ بلا تردود جائز ہے) اور قیس بن سلم نے بیان کیا اور ان سے ابو جعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مهاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تمہیں یا چوچائی یا زراغون علیٰ الثلث والربع وزارع علیٰ و سعد بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و عمر بن عبد العزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابو بکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم اعمین سب یہاں پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور

۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسِ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ حَدِيجَ قَالَ ((كَمَا أَكْثَرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مُزَدَّرَعًا، كَمَا نُكْرِيَ الْأَرْضُ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسْمَى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ، قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلِيمُ الْأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلِمُ ذَلِكَ، فَهِيَا، وَمَا الْذَهَبُ وَالْوَرْقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِنَ)).

۸۔ بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: مَا فِي الْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتٍ هَجَرَ إِلَيْهِ يَزْرَغُونَ عَلَى الْثَلَثِ وَالْرَّبِيعِ وَزَارِعَ عَلَيْهِ وَسَعْدَ بْنَ مَالِكٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَالْفَاقِسِ وَغَرْوَةَ وَآلِ أَبِي بَكْرٍ وَآلِ عُمَرٍ وَآلِ عَلِيٍّ وَآلِ

عبد الرحمن بن اسود نے کماکہ میں عبد الرحمن بن یزید کے ساتھ کھلتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر بن عثمان نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگرچہ وہ خود (حضرت عمر بن عثمان) میا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں، اور اگر حتم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے ہے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری مولیٰ نے کماکہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشٹکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لین۔ زہری مولیٰ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کماکہ کپاس اگر آدمی (لینے کی شرط) پر چھپ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قیادہ الرحمن اللہ نے کماکہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاماً اگر تملیٰ چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معرن نے کماکہ اگر جاؤر ایک معین مت کے لئے اس کی تملیٰ یا چوتھائی کملیٰ پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لئے جائے باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں جن کی تفصیل یہ کہ ابو جعفر زکریا امام محمد باقر مولیٰ کی کنتیت ہے جو امام جعفر صادق مولیٰ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سعد اور عمر بن عبد العزیز مولیٰ کے اڑوں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبد الرزاق نے اور عاصم کے اثر کو سعید بن منصور نے کامیں نے ابو بکر اور عمر اور علی سب کے خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے۔ اور ابن سیرین کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور عبد الرحمن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسلیٰ نے وصل کیا اور حضرت عمر بن عثمان کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور یعنی اور مخلوی نے وصل کیا۔

امام بخاری مولیٰ کا مطلب اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ مزارعت اور خاجہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کما جب حتم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا حرم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ خاجہ ہے۔ بہر حال مزارعت اور خاجہ امام احمد اور خزینہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور ہلق علماء نے اس کو تاجراز کہا ہے۔ لیکن صحیح ذہب امام احمد کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابو بکر اثر میں نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطا اور قیادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انسوں ہی نے وصل کیا۔ (خلاصہ ازوہ جیدی)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً فی دیگر لفاظ بصورت روپیہ مقرر کرایا جائے، یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لئے خاص کر لے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہو گی یا مالک ملہے طے کر لے کہ پیداوار کچھ بھی ہو، میں اتنا غلطہ لوں گا۔ یہ صورتیں اس لئے تاجراز ہیں کہ محلہ کرتے وقت دونوں فرقہ ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو

سینہن۔ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَمْوَادِ: كَنْتُ أَشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ يَوْنَدَ فِي الرَّوْزَعِ، وَعَاقَلَ عَمَرَ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عَمَرَ بِالْمُلْكِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطَرُ، وَإِنْ جَازُوا بِالْمُلْكِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْخَيْرُ: لَا يَأْمُنَ أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ لِأَخْدِيمًا لِفِقَافَ جَمِيعًا، فَمَا خَرَجَ فَهُوَ يَتَهَمَّا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْخَيْرُ: لَا يَأْمُنَ أَنْ يَجْتَنِي الْقَطْنُ عَلَى النَّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءَ وَالْحَكَمَ وَالزُّهْرِيُّ وَقَادَةُ: لَا يَأْمُنَ أَنْ يَغْطِيَ الْوَلْبُ بِالْكُلْثُ اَوِ الرَّتْبَ اَوِ النَّحْوَ: وَقَالَ مَغْفِرُ: لَا يَأْمُنَ أَنْ تَكُونَ الْمَاهِيَّةُ عَلَى الْكُلْثُ وَالرَّتْبِ إِلَى أَجْلِ مُسْمَى.

کے لئے نفع و نفعان کا احتمال ہے۔ اس لئے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تماں یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں : .. والحق ان البارى انما اراد بسیاق هذه الاثار الاشارة الى ان الصحابة لم ينفل عنهم خلاف في الجواز خصوصاً أهل المدينة فيلزم من يقدم عملهم على الاخبار المعرفة ان يقولوا بالجواز على قاعدتهم (فتح البارى) یعنی حضرت امام بخاری ہدیث نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والول سے۔

(۲۳۲۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور انسیں عبد اللہ بن عمر بن حنفیہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (خیر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدمی ہے ہے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ اس میں سے اپنی یہودیوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کبھر ہوتی اور بیش وسق جو۔ پھر حضرت عمر بن حنفیہ نے (اپنے عمد خلافت میں) جب خیر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطررات کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انسیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پھلی صورت بتائی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لیتا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لیتا پسند کیا۔ حضرت عائشہؓ نے زمین ہی لیتا پسند کیا تھا۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّسُ بْنُ عَيَّاضٍ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ)) عَامِلٌ خَيْرٌ بِشَطْرٍ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يَغْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةً وَسَقِّ. ثَمَانُونَ وَسَقَ تَمَرٌ، وَعِشْرُونَ وَسَقَ شَعْبَرٌ. فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْرٌ فَخَيْرٌ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَقْطَعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يَنْفَضِي لَهُنَّ؟ فَمِنْهُنَّ مَنْ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنْ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ). [راجع: ۲۲۸۵]

ترجمہ باب اس سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیر و اتوں سے نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔ رسول کرم ﷺ نے ازواج مطررات کے لئے فرسودت غله مقرر فرمایا تھا۔ یہی طریقہ عمد صدقی میں رہا۔ گرہ عمد فاروقی میں یہودیوں سے معاملہ ختم کر دیا گیا۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطررات کو غله یا زمین ہر دو کا اختیار دے دیا تھا۔ ایک وسق چار من اور ہارہ سیر وزن کے برابر ہوتا ہے۔

بذریل حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل خیر بشرط ما یخرج منها حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

هذا الحديث هو عمدة من اجزاء المزارعة والمخابرة لتقرير النبی صلی اللہ علیہ وسلم كذاك واستمراره على عهد ابی بکر الی ان اجلهم عمر كما سیانی بعد ابواب استدل بہ علی جواز المساقات فی التخل والکرم و جمیع الشجر الذی من شانه ان یشمر بجزء معلوم یجعل للعامل من المزرة و به قال العمصور (فتح الباری) یعنی یہ حدیث عمد دبلیل ہے اس کی جو مزارعہ اور تماہرہ کو جائز قرار دیتا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریق کار کو قائم رکھا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ آپ نے بعد میں ان یہود کو خیر سے جلا وطن کر دیا تھا۔ کھتی کے علاوہ جملہ پھل دار درختوں میں بھی یہ معاملہ جائز قرار دیا گیا کہ کارکنان کے لئے مالک ہم لوں کا کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جمیور کا یہی فوائد ہے۔

اس میں کھیت اور باغ کے مالک کا بھی فائدہ ہے کہ وہ بغیر محنت کے پیداوار کا ایک حصہ حاصل کر لیتا ہے اور محنت کرنے والے کے لئے بھی سولت ہے کہ وہ زینیت سے اپنی محنت کے نتیجہ میں پیداوار لے لیتا ہے۔ محنت کش طبقہ کے لئے یہ وہ اعتدال کا راستہ ہے جو اسلام نے پیش کر کے ایسے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ توڑ پوڑ، قند، فلو، تحریب کاری کا وہ راستہ جو آج کل بعض جماعتوں کی طرف سے محنت کش لوگوں کو ایمان کے لئے دنیا میں جاری ہے، یہ راستہ شرعاً پاک کل غلط اور قطعاً ناجائز ہے۔

۹۔ بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السَّيْنَينَ فِي الْمَزَارِعَةِ مَقْرَرَةٌ كَرِئَةٌ

لئے پڑھئے امام بخاری رض نے یہ صراحت نہیں کی کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ مزارعت میں جب میعادنہ ہو تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک رض اور ثوری رض اور شافعی رض اور ابو ثور رض نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن صحیح مذهب اہل حدیث کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔ ایسی صورت میں زین کے مالک کو اختیار ہو گا کہ جب چاہے کاشکار کو نکال دے۔ (وہیدی)

(۲۳۲۹) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیگی بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ نے ‘ان سے نافع نے’ اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کے پھل اور انہیں کی آدمی پیداوار پر وہاں کے رہنے والوں سے معاملہ کیا تھا۔

۲۳۲۹ - حَدَّثَنَا مُسْنَدُ دَعَى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْتَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافعٌ عَنْ أَبْنِ عَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَامِلُ النَّبِيِّ ﷺ خَيْرٌ بِشَفَرٍ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ شَمْرٍ أَوْ زَرْعٍ)).

[راجح: ۲۲۸۵]

باب:-

(۲۳۳۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا، کاش! آپ بیانی کا معاملہ چھوڑ دیتے تھے، کیوں کہ ان لوگوں (رافع بن خدنج اور جابر بن عبد اللہ رض وغیرہ) کا کہا ہے کہ نبی کرم رض اس سے منع فرمایا ہے۔ اس پر طاؤس نے کہا کہ میں تو لوگوں کو زینیں دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں۔ اور صحابہ میں جو بڑے عالم تھے انہوں نے مجھے خردی ہے۔ آپ کی مراد ابن عباس رض سے تھی کہ نبی کرم رض اس سے نہیں روکا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو (انپی زمین) مفت دے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا مخصوص ہے۔

۲۳۳۰ - حَدَّثَنَا عَلَيٌّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُقِيَّاً قَالَ عَمْرُو: قُلْتُ لِطَاؤسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ: فَلَأَنَّهُمْ يَزْعَمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ. قَالَ: أَيْ عَمْرُو، إِنِّي أَعْظِمُهُمْ وَأَعْيَهُمْ. وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي - يَعْنِي أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنَّ يَمْنَعَ أَخْدُوكُمْ أَخَاهَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَغْلُومًا)).

[طرفہ فی: ۲۳۴۲، ۲۶۳۴] .

لئے چھوڑنے امام طحاوی نے زید بن ثابت بھٹک سے لکلا۔ انہوں نے کہا، اللہ رافع بن خدیج کو بخششے، میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ دو انصاری آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس لڑتے آئے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہ حال ہے تو کھبتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ رافع نے یہ لفظ سن لیا کہ کھبتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے کرایہ پر دینے کو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے یہ برا سمجھا کہ اس کے سبب سے لوگوں میں فساد اور جھگڑا پیدا ہو۔ ہاں یہ مفہوم بھی درست ہے کہ اگر کسی کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہوئی ہے تو بتیر ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو بطور بخشش دے دے کہ وہ اس زمین سے فائدہ حاصل کر سکے۔ ویسے قانونی حیثیت میں تو بھر حال وہ اس کا مالک ہے۔ اور بیانی یا کرایہ پر بھی دے سکتا ہے۔

لفظ خابره بیانی پر کسی کے کھیت کو جو نتے اور بونے کو کہتے ہیں۔ جب کہ بچ بھی کام کرنے والے ہی کا ہو۔ عام اصطلاح میں اسے بیانی کہا جاتا ہے۔ خبرہ حصہ کو بھی کہتے ہیں، اسی سے مخابرہ لکلا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبر سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خبر والوں سے یہی معاملہ کیا تھا کہ آدمی پیدا اوارہ لے لیں آدمی آپ کو دیں۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبار سے لکلا ہے جس کے معنی زم زمین کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ لفظنا فی خبار من الارض یعنی ہم زم زمین میں پھینک دیئے گئے۔ نووی نے کہا کہ خابرہ اور مزارع میں یہ فرق ہے کہ خابرہ میں ختم عالی کا ہوتا ہے نہ کہ مالک زمین کا۔ اور مزارع میں ختم مالک زمین کا ہوتا ہے۔

۱۱- بَابُ الْمَزَارِعَةِ مَعَ الْيَهُودِ

اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری ﷺ کی غرض یہ ہے کہ مزارعت جیسی مسلمانوں میں آپس میں درست ہے ویسی ہی مسلمان اور کافر میں بھی درست ہے اور پوچھنے کا ذکر تھا۔ لذرا ترجیہ باب میں ان ہی کو بیان کیا۔ اور جب یہود کے ساتھ مزارعت کرنا جائز ہوا تو ہر ایک غیر مسلم کے ساتھ جائز ہو گا۔ اس قسم کے دنیاوی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی معاملات میں اسلام نے مذہبی تغیر نظری سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ ایسے جملہ امور میں صرف مفاد انسانی کو سامنے رکھ کر مسلم اور غیر مسلم ہر دو کا باہمی معاملہ جائز رکھا ہے۔ ہاں عدل ہر جگہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ (إِنَّهُ لَا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ) (المائدہ: ۸) کا یہی مفہوم ہے کہ عدل کرو یہی تقوی سے زیادہ قریب ہے۔ عدل کا مطلبہ مسلم اور غیر مسلم سب سے یکساں ہے۔ آج کے زمانہ میں اہل اسلام زمین کے ہر حصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بسا اوقات غیر مسلم لوگوں سے ان کے دنیاوی معاملات لین دین وغیرہ کا تعلق رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آج سے چودہ سو سال قبل ایسے حالات کا اندازہ تھا۔ اس لئے دنیاوی امور میں مذہبی تصب سے کام نہیں لیا گیا۔

۲۳۳۱- حَدَثَنَا بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا

(۲۳۳۱) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے خردی، ائمہ عبید اللہ نے خردی، ائمہ نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر سونپی تھی کہ اس میں محنت کریں اور جو تمیں بوئیں اور اس کی پیدا اوار کا آدھا حصہ لیں۔

عبدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى خَيْرَ الْيَهُودَ عَلَىٰ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَنْزَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرٌ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)). [راجح: ۲۲۸۵]

۱۲- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ

فِي الْمَزَارِعَةِ

(۲۳۳۲) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان بن

۲۳۳۲- حَدَثَنَا صَدِيقٌ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ

أخبرَنَا ابنُ عَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ حَنْظَلَةَ الرُّرْقَيِّ عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((كَنَا أَكْثَرُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ حَفَلًا، وَكَانَ أَحَدُنَا يُنْكِرِي أَرْضَهُ فَيَقُولُ: هَذِهِ الْفِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكُ، فَرُبَّمَا أَخْرَجْتَ ذَهَوْلَمْ تُخْرِجُ ذَهَوْلَمْ، فَنَهَا مُحَمَّدُ النَّبِيُّ ﷺ)).

[راجع: ۲۲۸۶]

عینہ نے خردی، انہیں سمجھی بن سعید النصاری نے انہوں نے حظله زرقی سے شاکہ رافع بن خدچہ بن شہر نے کہا ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے یہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگاتی تھے کہ اس حصہ کی پیداوار تو میری رہے گی۔ اور اس حصہ کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی۔ اس لئے نبی کرم ﷺ نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرمادیا۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلا ہے۔ کیونکہ یہ ایک فاسد شرط ہے کہ یہاں کی پیداوار میں لوں گاہاں کی تو نہیں۔ یہ سراسر نزاع کی صورت ہے۔ اسی لئے ایسی شرطیں لگاتا مکروہ قرار دیا گیا۔

**بابِ حب کسی کے مال سے ان کی اجازت بغیر ہی کاشت کی
اور اس میں ان کا ہی فائدہ رہا ہو۔**

۱۳ - بَابُ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ
إِذْنِهِمْ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ

حضرت امام تخاری رضی اللہ عنہ نے اس باب میں وہی تین آدمیوں کی حدیث بیان کی جو اپر ذکر ہو چکی ہے اور ترجمہ باب تیرے مخصوص کے بیان سے نکلا کہ اس نے مزور کی بے اجازت اس کے مال کو کام میں لگایا اور اس کے لئے فائدہ کیا، اور اگر ایسا کرنا آنہ ہوتا تو یہ شخص اس کام کو دفع بیا کا دیلہ کیوں نہیں۔ (وحیدی)

۲۳۳۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَبْيَنُمَا ثَلَاثَةُ نَفْرٍ يَمْشُونَ أَحَدَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوْرُوا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَأَنْجَطْتُ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةً مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَغْمَالَأَغْمَالَ عَلِمْتُمُوهَا صَالِحةً لِلَّهِ فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعْلَةً يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ).

قَالَ أَحَدُهُمْ : اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالْدَانِ شَيْخَانِ كَيْبِرَانِ، وَلِي صَبَّيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ

(۲۳۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابو ضمرو نے بیان کیا، ان سے مویں بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، تین آدمی کسیں چلے جا رہے تھے کہ بارش نے ان کو آیا۔ تیوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی، اچانک اپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آگری، اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم لوگ اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو۔ اور انی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے۔ چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بست بوڑھے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے جن میں ان کے لئے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس

ہوتا تو دودھ دو رہتا۔ سب سے پہلے، اپنی اولاد سے بھی پہلے، میں والدین ہی کو دودھ پلا تھا۔ ایک دن دری ہو گئی اور رات گئے تک گھر واپس آیا۔ اس وقت میرے ماں باپ سوچ کے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلانگھے پسند نہیں تھا۔ پچھے صبح تک میرے قدموں پر پڑے ترپتے رہے، پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لئے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرا نے کہا اے اللہ! میری ایک بچا زاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں، مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔ لیکن وہ سو دنار دینے کی صورت میں راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی مرکو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہو گیا۔ اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضاہی کے لئے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کامنہ کچھ اور کھلا۔ اب تیرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر مقرر کیا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دے دے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برا بر اس کی اجرت سے کاشت کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجے میں بڑھنے سے بیل اور چواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں (یہ سب تیراہی ہے، اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الہی!

أَرْغَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُخْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ
فَبَدَأْتُ بِوَالدِّيْ أَسْقِيَهُمَا قَبْلَ بَيْنِيْ. وَإِنِّي
أَسْنَاخْرَتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ آتِ حَنْيَ
أَمْسِيَتُ فَوَجَدْنَهُمَا نَامًا، فَحَلَبْتُ كَمَا
كُنْتُ أَخْلَبُ، فَقَمْتُ عِنْدَ رَوْسِهِمَا وَ
أَكْنَرَهُ أَنْ أُوقَظَهُمَا، وَأَكْنَرَهُ أَنْ أَسْقِيَ
الصَّبِيَّةَ وَالصَّبِيَّةَ يَصْنَاعُونَ عِنْدَ قَدْمِيْ حَنْيَ
طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ
إِنْتَغَاءً وَجْهَكَ فَافْرَجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا
السَّمَاءَ، فَفَرَّجَ اللَّهُ فَرَّأُوا السَّمَاءَ. وَقَالَ
الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بَنْتُ عَمَّ
أَحَبَبْتُهَا كَأَشَدَّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ،
فَلَطَّبْتُ مِنْهَا فَأَبْتَ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِعِيَانَةِ دِينَارٍ
فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَفْتُ بَيْنَ
رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَقِ اللَّهُ وَلَا
تَفْتَحِ الْعَالَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقَمْتُ، فَإِنْ
كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ إِنْتَغَاءً وَجْهَكَ فَافْرَجْ
عَنَا فُرْجَةً، فَفَرَّجَ. وَقَالَ الْأَكْلَثُ : اللَّهُمَّ
إِنِّي أَسْتَأْجِرْنَتُ أَجِزَّاً بِفَرْقِ أَرْزِ، فَلَمَّا
قَضَى عَمَلَهُ قَالَ : أَغْطِنِي حَقِّيْ، فَعَرَضْتُ
عَلَيْهِ فَرَغَبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَرْزَعْهُ حَتَّى
جَمَعْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرَعِيَّهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ:
أَتَقِ اللَّهُ؟ فَقَلَّتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقْرَ
وَرَعِيَّهَا فَحُدُّ. فَقَالَ: أَتَقِ اللَّهُ وَلَا
تَسْتَهِنْيَنِي. فَقَلَّتُ: إِنِّي لَا أَمْسِهِرُ،
بَلْ فَحْدُ، فَاحْدَهُ. فَإِنْ كُنْتُ تَعْلَمُ أَنِّي
فَعَلْتُ ذَلِكَ إِنْتَغَاءً وَجْهَكَ فَافْرَجْتُهُ مَا لَعَنِي.

اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لئے کیا تھا
تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ ابو عبد اللہ
(امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کماکہ این عقبہ نے نافع سے (انپری روایت میں
نفیت کے بجائے) نفیت نقل کیا ہے۔

فَفَرَّجَ اللَّهُ). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ابْنُ
غُفْبَةَ عَنْ نَافِعٍ : ((فَسَعَيْتُ)).

[راجح: ۲۲۱۵]

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی میں نے محنت کر کے سوا شریفان جمع کیں۔ این عقبہ کی روایت کو خود امام بخاری نے کتاب
الادب میں وصل کیا ہے۔

لَتَبَرَّجَ اس حدیث طویل کے ذیل میں حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ اور د فی حدیث الثالثۃ الذين انطبق عليهم الغار و سیاتی
القول فی شرحه فی احادیث الانباء والمقصود منه هنا قول احد الثالثۃ فعرضت عليه ای على الاجیر حقہ فرغ عنه فلم ازل
ازرعه حتی جمعت منها بقرا ورعاتها فان الظاهر انه عین له اجرته فلما تركها بعد ان تعینت له ثم تصرف فيها المستاجر بعینها صارت من
ضممانه قال ابن المنیر مطابقة الترجمة انه قد عین له حقہ و مکنه منه فبرئت ذمته بذلك فلما تركه وضع المستاجر يده عليه و ضعا
مستانفاث تصرف فيه بطريق الاصلاح لا بطريق التضييع فاغتفر ذلك و لم يعد تعد يا ولذاك توسل به الى الله عزوجل و جعله من الفضل
اعماله و القى على ذلك وو قفت له الاجابة الخ (فتح الباري)

یعنی اس جگہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان تین اشخاص والی حدیث کو نقل فرمایا جن کو غار نے چھپا لیا تھا۔ اس کی پوری شرح
کتاب احادیث الانباء میں آئے گی۔ یہاں مقصود ان تینوں میں سے اس ایک شخص کا قول ہے۔ جس نے کما تھا کہ میں نے اپنے مزدور
کو اس کا پورا حق دینا چاہا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس اس نے اس کی کاشت شروع کر دی؛ یہاں تک کہ اس نے اس کی آمد سے
بیل اور اس کے لئے ہالی خرید لئے۔ پس ظاہر ہے کہ اس نے اس مزدور کی اجرت مقرر کر کی تھی مگر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس
ناک کے اپنی ذمہ داری پر اسے کاروبار میں لگا دیا۔ ابن منیر نے کما کہ مطابقت یوں ہے کہ اس باغ والے نے اس کی اجرت مقرر کر
دی اور اس کو دی۔ مگر اس مزدور نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس شخص نے اصلاح اور ترقی کی نیت سے اسے پہنانا شروع کر دیا۔ اسی نیت
خیر کی وجہ سے اس نے اپنا افضل عمل سمجھا اور بطور وسیلہ دوبار اٹھی میں پیش کیا اور اللہ نے اس کے عمل خیر کو بقول فرمایا۔
اسی سے مقدمہ باب ثابت ہوا۔

اس سے اعمال خیر کو بطور وسیلہ بوقت دعا و بار اٹھی میں پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ یہی وہ وسیلہ ہے جس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا
ہے۔ (يَا أَيُّهُمَا الَّذِينَ امْتَلَأُوا الْأَرْضَ وَأَتَقْنَوْا لِلَّهِ الْوُسْيَلَةَ وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِيْعُونَ) (المائدہ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو
اور (اعمال خیر سے) اس کی طرف وسیلہ تلاش کر، اور اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد محنت کوشش بصورت جہاد وغیرہ جاری
رکھو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اعمال خیر کو چھوڑ کر بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور اسی خیال باطل کے تحت ان کو اٹھتے
بیٹھتے پکارتے ہیں وہ لوگ شرک کا ارتکاب کر کے عند اللہ زمرة مشرکین میں لکھے جاتے ہیں۔ ایمیں علیہ البیتہ کا یہ وہ فریب ہے جس
میں نام نہاد اہل اسلام کی کثیر تعداد گرفتار ہے۔ اسی خیال باطل کے تحت بزرگان دین کی تاریخ نوادرت و تاریخ وفاتات پر تقریبات کی جاتی
ہیں۔ قربانیاں دی جاتی ہیں۔ عرس کے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں پر نذریں نیازیں ہوتی ہیں۔ یہ جملہ امور مشرکین قوموں سے سکھے گئے
ہیں اور جو مسلمان ان میں گرفتار ہیں ان کو اپنے دین و ایمان کی خیر مثالی چاہئے۔

۱۴ - بَابُ أَوْقَافِ أَصْنَابِ النَّبِيِّ بَابُ صَحَابَةِ كَرَامَ كَأَوْقَافٍ أَوْ خَرَاجٍ زَمِينٍ اور اس کی بیانی
کا بیان۔ اور نبی کرم ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب سے فرمایا تھا۔ (جب وہ

وأَرْضُ الْخَرَاجِ وَمَزَارِعُهُمْ وَمَعَامِلَهُمْ
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ : ((تَصَدَّقَ بِأَصْنِيلِهِ لَا
يُبَاعُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثُمَّةً. فَتَصَدَّقَ بِهِ)).

اپنا ایک کھجور کا باغ شد وقف کر رہے تھے) اصل زمین کو وقف کر دے، اس کو کوئی بیع نہ سکے۔ البتہ اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے۔

ابن بطال نے کہا اس پاپ کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپؐ کے اوپاف میں اسی طرح مزارعت کرتے رہے جیسے خیر کے یہودی کیا کرتے تھے۔

لِشَفَحَةِ حَدِيثٍ یہ ایک حدیث کا نکلا رہا ہے جس کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الوصالیا میں نکلا کہ حضرت عمر بن الخطبؓ نے اپنا ایک باغ جس کو شمع کرنے تھے صدقہ کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، میں نے کچھ مال کیا ہے، میں چاہتا ہوں اس کو صدقہ کروں۔ وہ مال بہت عمرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی اصل صدقہ کر دے نہ وہ بیع ہو سکے نہ پہہ، نہ اس میں ترکہ ہو بلکہ اس کا میوه خیرات ہوا کرے۔ پھر حضرت عمر بن الخطبؓ نے اس کو اسی طرح اللہ کی راہ یعنی محلہین اور سماکین اور غلاموں کے آزاد کرانے اور سماںوں اور سافروں اور ناطلے والوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ اور یہ اجازت دی کہ جو اس کا محتولی ہو وہ اس میں سے دستور کے موافق کھائے، اپنے دوستوں کو کھائے۔ لیکن اس میں سے دولت جمع نہ کرے۔ باب میں اور حدیث باب میں بخبر زمین کی آباد کاری کا ذکر ہے۔ طحاوی نے کہا بخیر وہ زمین جو کسی کی ملک نہ ہو، نہ شر اور نہ بیتی کے متعلق ہو۔ آج کے حالات کے تحت اس تعریف سے کوئی زمین الکی بخیر نہیں رہتی جو اس باب یا حدیث کے ذیل آئے۔ اس لئے کہ آج زمین کا ایک چھپے خواہ وہ بخیر رہنگی کیوں نہ ہو وہ حکومت کی ملکیت میں داخل ہے۔ یا کسی گاؤں بیتی سے متعلق ہے تو اس کی ملکیت میں شامل ہے۔

بہر صورت مفہوم حدیث اور باب اپنی جگہ بالکل آج بھی جاری ہے کہ بخیر زمینوں کے آباد کرنے والوں کا حق ہے۔ اور موجودہ حکومت یا اہل قریہ کا فرض ہے کہ وہ زمین اسی آباد کرنے والے کے ہم منتقل کر دیں۔ اسی سے زمین کی آباد کاری کے لئے ہمت افزائی مقصود ہے۔ اور یہ ہر زمینہ میں انسانیت کا ایک اہم سٹبلہ رہا ہے۔ جس قدر زمین زیادہ آباد ہو گئی تو نو انسان کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ لفظ "ارضا موانا" اس بخیر زمین پر بولا جاتا ہے۔ جس میں کھنی نہ ہوتی ہو۔ اس کے آباد کرنے کا مطلب یہ کہ اس میں پانی لا جائے۔ پھر اس میں باغ لگائے جائیں یا کھنکی جائے تو اس کا حق ملکیت اس کے آباد کرنے والے کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکومت یا اہل بیتی اگر اسی زمین کو اس سے چھین کر کسی اور کو دیں گے تو وہ عند اللہ خالم ٹھہریں گے۔

٢٣٣٢ - حدثاً صَدَقَةً قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
الرَّحْمَنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ : ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَوْ
لَا أَخْبُرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتَ قَرْيَةَ إِلَّا
قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ
خَيْرَ)).

حدثاً صَدَقَةً قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنَ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَوْ لَا أَخْبُرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتَ قَرْيَةَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرَ)).

[اطرافہ فی: ۳۱۲۵، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶].

مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایسے بست سے مسلمان لوگ پیدا ہوں گے جو محتاج ہوں گے۔ اگر میں تمام مفتوحہ ممالک کو غازیوں میں تقسیم کرتا چلا جاؤں تو آئندہ محتاج مسلمان محروم رہ جائیں گے۔ یہ حضرت عمر بن الخطبؓ نے اس وقت فرمایا جب سواد کا ملک

فتح ہوا۔

باب اس شخص کا بیان جس نے بخراز میں کو آباد کیا۔
اور حضرت علی بن ابی ذئب نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لئے
یہی حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمر بن ابی ذئب نے فرمایا کہ جو کوئی بخراز میں کو آباد
کرے، وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ اور حضرت عمر اور ابن عوف بن ابی ذئب سے
بھی یہی روایت ہے۔ البته ابن عوف بن ابی ذئب نے آنحضرت ﷺ سے
(انپی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی
مسلمان کی نہ ہو، اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔
اور اس سلسلے میں جابر بن ابی ذئب کی بھی بنی کریم میں سے ایک ایسی ہی
روایت ہے۔

(۳۳۳۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، ان سے یاث بن سعد نے
بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن
عبد الرحمن نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہما
نے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کوئی ایسی زمین
آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حق دار ہے۔ عروہ
نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی
فیصلہ کیا تھا۔

شیعی حضرت عمر بن ابی ذئب اور حضرت علی بن ابی ذئب کے ارشادات سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایسی بخراز مینوں کی آباد کاری، پھر ان کی ملکیت یہ
نہیں ہے۔ جو غیر آباد زمینوں کی آباد کاری کے لئے بے حد ضروری ہے۔ عروہ کے اثر کو امام مالک بن ابی ذئب نے موطا میں وصل کیا۔ اور اس
کی دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں نکالا کہ لوگ حضرت عمر بن ابی ذئب کے زمانہ میں زمینوں
کو روکنے لگے، تب آپ نے یہ قانون نافذ کیا کہ جو کوئی نا آباد زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔ مطلب یہ تھا کہ محض قبضہ
کرنے یا روکنے سے ایسی زمین پر حق ملکیت ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس کو آباد نہ کرے۔ حافظ صاحب نے حوالہ طحاوی نقل فرمایا
ہے کہ خرج رجل من اهل البصرة يقال له ابو عبداللہ الى عمر فقال له ابو عبد الله الى ابا لاصغر يا واحد من المسلمين ولیست بارض
خارج فلان شلت ان تقطعيها ان بعدها قضیا و زيتونا لكتب عمر الى ابی موسی ان كانت كذلك فاقطعها ایاہ (فتح) یعنی بصرہ کا باشندہ ابو
عبداللہ نامی حضرت عمر بن ابی ذئب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتلایا کہ بصرہ میں ایک ایسی زمین پڑی ہوئی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کو
کوئی ضرر نہیں ہے۔ نہ وہ خراجی ہے۔ اگر آپ اسے مجھے دے دیں تو میں اس میں زيتون وغیرہ کے درخت لگا لوں گا۔ آپ نے عالی
بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بن ابی ذئب کو لکھا کہ جا کر اس زمین کو دیکھیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو اسے اس شخص کو دے دیں۔ معلوم ہوا کہ

۱۵ - بَابُ مَنْ أَخْيَا أَرْضًا مَوَاتِا
وَرَأَى ذَلِكَ عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِإِرْضِ
الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ وَقَالَ عَمْرُ: مَنْ أَخْيَا
أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَبُرُوَى عَنْ عَمْرِ بْنِ
عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقٍّ
مُسْلِمٌ وَلَيْسَ لِعَرْقِ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ
وَبُرُوَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۲۳۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا الْيَتُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ
عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَزْرَوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ: ((مَنْ أَغْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ
أَحَقُّ)). قَالَ عَزْرَوَةُ: قَضَى بِهِ عَمْرُ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ.

فَاتُ زِمْنُونَ كُو آباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی اجازت ضروری ہے۔

۱۶ - بَابٌ

اس باب میں کوئی ترجیح مذکور نہیں ہے۔ گواپسلے باب ہی کی ایک فصل ہے۔ اور مناسبت باب کی حدیث سے یہ ہے کہ آخرت شہیتم نے ذوالحلیفہ کی زمین میں یہ حکم نہیں دیا کہ جو کوئی اس کو آباد کرے تو وہ اس کی ملک ہے۔ کیونکہ ذوالحلیفہ لوگوں کے اتنے کی جگہ ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر آباد زمین اگر پڑاؤ وغیرہ کے کام آتی ہو تو وہ کسی کی ملک نہیں، وہاں ہر شخص اتر سکتا ہے۔ وادی عقیق کے لئے بھی یہی حکم لگایا گیا۔ حدیث ذیل کے میں وارد کرنے کا یہی مقصد ہے۔

۲۳۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَّبَأَنَا بِهِ مَا كَاهَهُ الْهُمَّ مِنْ سَاعِلٍ
بْنُ جَعْفَرٍ نَّبَأَنَا بِهِ مَا كَاهَهُ الْهُمَّ مِنْ سَاعِلٍ
عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَ مَعْنَى أَيْنَهُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَى وَهُوَ
فِي مَعْرُوسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِيِ
فَقَيْلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْخَاءَ مَبَارَكَةً. فَقَالَ
مُوسَى: وَقَدْ أَنَا خَيْرٌ بِنَا سَالِمٌ بِالْمَنَاخِ
الَّذِي كَانَ عِنْدَ اللَّهِ يُبَيِّنُ بِهِ يَتَحَرَّى
مَعْرُوسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ
الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِيِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
الْطَّرِيقِ وَسَطْ مِنْ ذَلِكَ)). [راجح: ۴۸۳]

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ
أَخْبَرَنَا شَعْبَنَ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَزْرَاعِيِّ
قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْتَى عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ أَبِي
عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ: ((اللَّيْلَةَ أَتَانِي أَتِّ مِنْ رَبِّي وَهُوَ
بِالْقُرْبَى أَنْ صَلَّى فِي هَذَا الْوَادِيِ الْمَبَارِكِ
وَقَلَّ: غُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ)).

[راجح: ۲۱۵۳۴]

لَشَّافِي مجتهد مطلق حضرت امام بخاری لَشَّافِي اس مسئلہ کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں کہ بخرا اور غیر آباد زمین پر جو کسی کی بھی ملکیت نہ ہو، مل چلانے والا اس کا مالک بن جاتا ہے کیونکہ نبی کرم لَشَّافِي نے وادی عقیق میں قیام فرمایا جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے یہ وادی رسول کرم لَشَّافِي کے قیام کرنے کی جگہ بن گئی، بالکل اسی طرح غیر آباد اور ناملکیت زمین کا آباد کرنے والا اس کا مالک بن

جاتا ہے۔ آج کل چونکہ زمین کا چھپہ چھپہ ہر لک کی حکومت کی ملکیت مانا گیا ہے اس لیے اسی زمینات کے لیے حکومت کی اجازت ضروری ہے۔

باب اگر زمین کامالک کاشتکار سے یوں کئے میں تجوہ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تجوہ کو رکھے اور کوئی مدت مقرر نہ کرے تو معاملہ ان کی خوشی پر رہے گا (جب چاہیں فتح کر دیں)

۱۷- بَابُ إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ
أَقِرْكَ مَا أَقِرْكَ اللَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا
مَغْلُومًا - فَهُمَا عَلَىٰ تَرَاضِيهِمَا

لئے تجوہ حضرت امام بخاری رض نے یہاں یہ ثابت فرمایا کہ فتح خیر کے بعد خیر کی زمین اسلامی ملکیت میں آگئی تھی۔ آپ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر فرقین رضا مند ہوں تو پائی کا معاملہ تعین مدت کے بغیر بھی جائز ہے۔ مگر یہ فرقین کی رضا مندی پر موقوف ہے۔ خیر کی زمین کا معاملہ کچھ ایسا تھا کہ اس کا بیشتر حصہ تو جگ کے بعد فتح ہو گیا تھا۔ جو حسب قادھ شرع اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ملکیت میں آگیا تھا۔ کچھ حصہ صلح کے بعد فتح ہوا۔ پھر وہ بھی حسب قادھ جگ مسلمانوں کی ملک قرار دیا گیا۔ حاء اور ارسحاء و مقتولوں کے نام ہیں جو سمندر کے کنارے بنی طے کے ملک پر واقع ہیں۔ ملک شام کی راہ میں سے شروع ہوتی ہے۔

(۲۳۳۸) ہم سے احمد بن مقدم نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے موی بن عقبہ نے بیان کیا، انہیں فتح نے خردی، اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب خیر پر) فتح حاصل کی تھی (دوسری سند) اور عبد الرزاق نے کہا کہ ہم کو این جرجیج نے خردی، کہا کہ مجھ سے موی بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے فتح نے، ان سے این عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزین جائز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکانا چاہا تھا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا۔ لیکن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۲۳۳۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمَقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَىٰ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . . .)). وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا بْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَىٰ بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ : ((إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَجَلَى النَّيْمَادَةَ وَالصَّارَى مِنْ أَرْضِ الْجَهَاجِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَىٰ خَيْرٍ أَرَادَ إِخْرَاجَ النَّيْمَادَ مِنْهَا ، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﷺ وَلِلْمُسْلِمِينَ ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ النَّيْمَادَ مِنْهَا فَسَأَلَتِ النَّيْمَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقْرَهُمْ بِهَا أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الشَّمْرِ ، فَقَالَ لَهُمْ

فرمایا کہ اچھا جب تک ہم چاہیں تمیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے۔ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیناء اور ارشاد کی طرف جلاوطن کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ: فَقُولُكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْتُ، فَقَرُوْا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمُرًا إِلَى تَيْمَاءٍ وَأَرْيَخَاءً)). [راجح: ۲۲۸۵]

کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازیں کیا کرتے تھے۔

باب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام
کہتی باڑی میں ایک دوسرے کی مدد
کس طرح کرتے تھے۔

۱۸- بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ ﷺ يُؤَامِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي
الزَّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ

کہتی کام میں ایسا ہے کہ اس میں باہمی اشتراک و امداد کی بے حد ضرورت ہے۔ اس بارے میں انصار و مهاجرین کا باہمی اشتراک بتتیں قتل حسین ہے۔ انصار نے اپنے کمیت اور باغ مهاجرین کے حوالے کر دیئے۔ اور مهاجرین نے اپنی محنت سے ان کو گل و گزار بنا دیا۔ (بیہقی و رضوانہ)

(۳۴۳۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہیں رافع بن خدیج بن خدیج کے غلام ابو جماشی نے۔ انہوں نے رافع بن خدیج بن رافع بن شہر سے سنائے اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر بن رافع بن شہر سے، ظہیر بن شہر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر بن شہر نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بیالیا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے کمیتوں کو (بیوے کے لیے) نمر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھبور اور جو کے چند وسیع پر۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا خود اس میں کہتی کیا کرو یا دوسروں سے کرو؟ ورنہ اسے یوں خلی عی چھوڑ دو۔ رافع بن شہر نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ کا یہ فرمان) میں نے سنائی اور میان لیا۔

قال: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعٍ بْنِ خَدِيْجَيْنَ سَمِعَتْ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجَيْنَ أَبِنَ رَافِعٍ عَنْ عَمِيْدَةَ طَهِيْرَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظَهِيْرَ: لَقَدْ نَهَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا. فَلَمَّا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَقَدْ نَهَيْنَاكُمْ فَلَمَّا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاكِيلِكُمْ؟) فَلَمَّا قَالَ: تُؤَاجِرُهُمْ عَلَى الرِّبَيْعِ وَعَلَى الْأُوْسَقِ مِنَ التَّغْرِيْرِ وَالشَّعْرِيْرِ. قَالَ: ((لَا تَفْعَلُوا، أَزْرِعُوهَا، أَوْ أَزْرِعُوهَا، أَوْ أَمْسِكُوهَا). قَالَ رَافِعٌ: فَلَمَّا سَمِعَهُ وَطَاعَهُ)).

[طرفاہ فی: ۲۳۴۶، ۴۰۱۲].

تشیخ بعض روایتوں میں فقط علی الریبع کی جگہ علی الریبع آیا ہے۔ اب عہاد اسی کی جمع ہے۔ ریعن ہل کو کہتے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں علی الریبع ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔ یعنی چون تمہائی پیداوار پر۔ لیکن ملاحظہ نے کہا جمع علی الریبع ہے۔ اس مطلب یہ ہے کہ وہ زمین کا کرایہ یہ ثمراتے کہ تالیوں پر جو پیداوار ہو وہ تو زمین والے گا اور بالقی پیداوار محنت کرنے والے ہوں۔

اس پر آخرت بَلِّهٰ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا تو خود حکمت کرو یا کراویا اسے خالی پڑا رہنے دو یا کاشت کے لیے اپنے کسی مسلم بھائی کو بخش دو۔ زمین کا کوئی خاص قطعہ کمیت والا اپنے لئے مخصوص کر لے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس میں کاشکار کے لیے نقصان کا احتال ہے۔ بلکہ ایک طرح سے کمیت والے کے لئے بھی۔ کیونکہ ممکن ہے اس خاص ٹکڑے سے دوسرے ٹکڑوں میں پیداوار بہتر ہو۔ پس نصف یا تماں چوتھائی تماں پر اجازت دی گئی اور یہی طریقہ آج تک ہر جگہ صریح ہے۔ بصورت نظر روبیہ وغیرہ محصول لے کر زمین کاشکار کو دے دئے یہ طریقہ بھی اسلام نے جائز کیا۔ آگے آئے والی احادیث میں یہ جملہ تفصیلات مذکور ہو رہی ہیں۔

(۲۳۴۰) ہم سے عبید اللہ بن موسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام اوزاعی نے خبر دی اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ تماں، چوتھائی یا نصف پر تماں کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

(۲۳۴۱) اور ریبع بن نافع ابو توبہ نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے مجین بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو بخش دے، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

(۲۳۴۲) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے اس کا (یعنی رافع بن خدیج بْنُ خَدِيجَ کی مذکورہ حدیث کا) ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (تمانی وغیرہ پر) کاشت کر سکتا ہے۔ ابن عباس بْنُ عَبَّاسٍ نے فرمایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اپنے کسی بھائی کو زمین بخش کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس سے کوئی محصول لے۔ (یہ اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو)

(۲۳۴۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

۲۳۴۰ - حَدَّثَنَا غَيْثَ اللَّهُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانُوا يَزَرُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبْعِ وَالصَّنْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ كَانَ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزَرْغَهَا أَوْ لِيَمْنَحَهَا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيُمْسِكْ أَرْضَهُ)). [طرفة فی : ۲۶۳۲]

۲۳۴۱ - وَقَالَ الرِّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْتَةَ: حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((مَنْ كَانَ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزَرْغَهَا أَوْ لِيَمْنَحَهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَىٰ فَلَيُمْسِكْ أَرْضَهُ)).

۲۳۴۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفيَّانَ عَنْ عَمْرُو قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِطَاؤُسٍ فَقَالَ يُزَرْغُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهِ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: (أَنْ يَمْنَحْ أَجَدُكُمْ أَخَاهَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ هُنَّا مَعْلُومًا). [راجع: ۲۳۴۰]

۲۳۴۳ - حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ

سے حاد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عمد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔

(۲۳۳۳) پھر رافع بن خدیج رض کے واسطے سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کراچیہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر ابن عمر رض رافع بن خدیج رض کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رض نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کراچیہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رض نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

قانون الگ ہے اور ایثار الگ۔ حضرت رافع بن خدیج رض نے قانون نہیں بلکہ احسان اور ایثار کے طریقہ کو بتایا ہے اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رض جواز اور عدم جواز کی صورت بیان فرمائے ہیں۔ جس کا مقصد یہ کہ مدینہ میں جویہ طریقہ رائج تھا کہ نمر کے قریب کی پیداوار زمین کا مالک لے لیتا اس سے آخغرت رض نے منع فرمایا۔ مطلق بیانی سے منع نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بطور بھروسہ کاشت کے لئے اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ آخغرت رض نے اس طرز عمل کی بڑے شاندار لفظوں میں رغبت دلائی ہے۔

(۲۳۳۵) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، انہیں سالم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بیانی پر دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں ڈرہوا کہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بیانی پر دینا چھوڑ دیا۔

چچے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ پیشتر ماجرین انصار کی زمینوں پر بیانی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ پس بیانی پر دینا بلاشبہ جائز ہے۔ یون احتیاط کا معاملہ الگ ہے۔

حدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُوبَ عَنْ نَافِعٍ: ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُنْكَرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدِّرَا مِنْ إِمَارَةِ مُقاوِيَةً)). [طرفة فی: ۲۳۴۵]

۴- ۲۳۴۴ - فَمُمْ حَدَّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ حَدِينِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ، فَلَذَهَبَتْ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عِلِمْتُ أَنَّكَ نُكَرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا عَلَى الْأَرْبَعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِنَ النَّبِيِّ)). [راجح: ۲۲۸۶]

قانون الگ ہے اور ایثار الگ۔ حضرت رافع بن خدیج رض نے قانون نہیں بلکہ احسان اور ایثار کے طریقہ کو بتایا ہے اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رض جواز اور عدم جواز کی صورت بیان فرمائے ہیں۔ جس کا مقصد یہ کہ مدینہ میں جویہ طریقہ رائج تھا کہ نمر کے قریب کی پیداوار زمین کا مالک لے لیتا اس سے آخغرت رض نے منع فرمایا۔ مطلق بیانی سے منع نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بطور بھروسہ کاشت کے لئے اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ آخغرت رض نے اس طرز عمل کی بڑے شاندار لفظوں میں رغبت دلائی ہے۔

۵- ۲۳۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُتْلِثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِيهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَفَتْ أَغْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ الْأَرْضَ نُكَرِي). ثُمَّ خَشِيَ عَنْهُ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ، قَدْ أَخَذَتْ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ، فَرَأَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ)). [راجح: ۲۳۴۳]

باب نقدی لگان پر سونے چاندی کے بدل زمین دینا

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی خلی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

(۷) ۲۳۴۲ هم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹ بن سحد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے حنظله بن قیس نے بیان کیا، ان سے رافع بن خدنج بن شوش نے بیان کیا کہ میرے دونوں چچا (ظہیر اور میر بن شوش) نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کرم مسیح کے زمانے میں زمین کو بیانی پر نہر (کے قریب کی پیداوار) کی شرط پر دیا کرتے۔ یا کوئی بھی ایسا خلط ہوتا ہے مالک زمین (اپنے لیے) چھانٹ لیتا۔ اس لئے نبی کرم مسیح نے اس سے منع فرمادیا۔ حنظله نے کما کہ اس پر میں نے رافع بن خدنج بن شوش سے پوچھا، اگر درہم و دینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور لیٹ نے کمانی کرم مسیح نے جس طرح کی بیانی سے منع فرمایا تھا، وہ اسی صورت ہے کہ حلال و حرام کی تیزی رکھنے والا کوئی بھی شخص اسے جائز نہیں قرار دے سکتا۔ کیونکہ اس میں کھلاڑھو کہے۔

[راجح: ۲۳۴۹] [طرفہ فی : ۴۰۱۳].
اس سے جھوک کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ جس مزارعت میں دھوکہ نہ ہو مثلاً روپیہ وغیرہ کے بدل ہو یا پیداوار کے نصف یا ربع پر ہو تو وہ جائز ہے۔ منع وہی مزارعت ہے جس میں دھوکہ ہو مثلاً کسی خاص مقام کی پیداوار پر۔

باب

(۸) ۲۳۴۸ میں محمد بن سنان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے فلیخ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، (دوسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے فلیخ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء

۱۹- بَابُ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وقال ابن عباس: إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُونَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ بِالبيضاءِ مِنَ السُّنَّةِ إِلَى السُّنَّةِ.

٢٣٤٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَتُّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسِ عَنْ رَافِعِ بْنِ حَدِيفَ قَالَ: ((حَدَّثَنِي عَمَّا يَقُولُ أَهْلُهُ كَانُوا يُكْرُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا يَبْتَدِئُ عَلَى الْأَرْبَاعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَشْبِهُ صَاحِبُ الْأَرْضِ، فَهَذِهِ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقِلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بِأَسْنَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ)). وَقَالَ الْيَتُ: وَكَانَ الَّذِي نَهَىٰ مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذُوو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزْهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

[راجح: ۲۳۴۹] [طرفہ فی : ۴۰۱۳].

۲۰- بَابُ

٢٣٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانَ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْخَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْخَ عَنْ دِلَالِ بْنِ عَلَيٍّ عَنْ

بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ بنی کشم رضی اللہ عنہم ایک دن بیان فرمائے تھے۔۔۔ ایک دسمبری بھی مجلس میں حاضر تھا۔۔۔ کہ ال جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں؟ لیکن میرا جی کھتی کرنے کو چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس نے بیچ ڈالا۔ پاک جھکنے میں وہ اگ بھی آیا۔ پاک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پھاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر دسمبری نے کما کر قسم خدا کی وہ توکوئی قربیتی یا انصاریتی ہی ہو گا۔ کیونکہ یہ لوگ کھتی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول کشم رضی اللہ عنہم کو نہیں آگئی۔

عَطَاءُ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يَحْدُثُ - وَعِنْهُ: (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يَحْدُثُ - أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ - أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى وَلِكِنْ أَحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ، قَالَ فَبَدَرَ، فَبَادَرَ الْطَّرْفَ بَنَاهُ وَاسْبَوَاهُ وَاسْتَخْصَادَهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجَبَلِ، فَيَقُولُ اللَّهُ: ذُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ، فَقَالَ الْأَغْرِيَابِيُّ: وَاللَّهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا فَرَهِيَا أَوْ أَنْصَارِيَا، فَلِنَهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَا نَحْنُ فَلَنَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَعِكَ النَّبِيُّ ﷺ). [طرفة في: ۷۵۱۹].

حقیقت میں آدمی ایسا ہی ریس ہے۔ کتنی بھی دولت اور راحت ہو، وہ اس پر قاعدت نہیں کرتا۔ زیادہ طلبی اس کے خیر میں ہے۔ اسی طرح تکون مزاجی، حالانکہ جنت میں سب کچھ موجود ہو گا پھر بھی کچھ لوگ کھتی کی خواہش کریں گے، اللہ پاک اپنے فضل سے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا جیسا کہ روایت مذکورہ میں ہے۔ جو اپنے معانی اور مطالب کے لحاظ سے حقائق پر منی ہے۔

باب درخت بونے کا بیان

(۲۳۳۹) ہم سے قبیلہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سمل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ جمعہ کے دن ہمیں بہت خوشی (اس بات کی) ہوتی تھی کہ ہماری ایک بوڑھی عورت تھیں جو اس چند رکو اکھاڑلاتیں ہے، ہم اپنے باغ کی میٹیوں پر بو رکھتے تھے۔ وہ ان کو اپنی ہاتھی میں پکاتیں اور اس میں تھوڑے سے جو بھی ڈال دیتیں۔ ابو حازم نے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ سمل نے یوں کہا نہ اس میں چوبی ہوتی نہ چکنائی۔ پھر جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ اپنا کپو ان ہمارے سامنے کر دیتیں۔ اور اس لیے ہمیں جمعہ کے دن کی خوشی ہوتی تھی۔ ہم دوسر کا کھانا اور قیولہ جمعہ کے بعد

۲۳۴۹۔ حَدَثَنَا قَتْبِيَّةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَثَنَا يَقْتُرُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ كُنَّا نَفَرَخُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزَةً تَأْخُذُ مِنْ أَصْوُلِ سَلْقٍ لَنَا كُنَّا نَفَرَسَةً فِي أَرْبَاعِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ - لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيهِ شَخْمٌ وَلَا وَذْكٌ - فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرِبْتُهُ إِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفَرَخُ يَوْمَ النَّجْمَعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكِ، وَمَا كُنَّا

کیا کرتے تھے۔

نَعْدَىٰ وَلَا نَقِيلٌ إِلَّا بِنَدَاءِ الْجُمُعَةِ۔

[راجع: ۹۳۸]

صحابہ کرام کا اپنے باغوں کی مینڈوں پر چند رنگانا ذکور ہے۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا ایزاس بوڑھی امال کا جذبہ خدمت قائل صدر شیخ ثابت ہوا۔ جو صحابہ رسول کشم سلطنت کی صیافت کے لئے اتنا اہتمام کرتی۔ اور ہر جمعہ کو اصحاب رسول سلطنت کو اپنے ہاں مدعو فرماتی تھی۔ چند رنگ اور جو، ہر دو کا تخطوت ولیہ جو تیار ہوتا اس کی لذت اور لطافت کا کیا کرتا۔ بہرحال حدیث سے بست سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ یہ بھی کہ جمعہ کے دن منون ہے کہ دوپر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کیا جائے۔ خواتین کا بوقت ضرورت اپنے کھیتوں پر جانا بھی ثابت ہوا۔ مگر پردہ شرعی ضروری ہے۔

(۲۳۵۰) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عبید اللہ نے، آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ بن عبید اللہ بست حدیث بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملتا ہے (میں غلط بیان کیسے کر سکتا ہوں) یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مهاجرین اور انصار آخر اس کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے بات یہ ہے کہ میرے بھائی مهاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے اور میرے بھائی انصار کو ان کی جانبی ادا (کھیت اور باغات وغیرہ) مشغول رکھا کرتی تھی۔ صرف میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیش بھر لینے کے بعد میں رسول اللہ سلطنت کی خدمت ہی میں برابر حاضر رہا کرتا۔ جب یہ سب حضرات غیر حاضر رہتے تو میں حاضر ہوتا۔ اس لئے جن احادیث کو یہ یاد نہیں کر سکتے تھے، میں انسیں یاد رکھتا تھا۔ اور ایک دن نبی کشم سلطنت نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے کپڑے کو میری اس تقریر کے ختم ہونے تک پھیلائے رکھے پھر (تقریر ختم ہونے پر) اسے اپنے سینے سے لگائے تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنی کملی کو پھیلا دیا۔ جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب آنحضرت سلطنت نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگائی۔ اس ذات کی قسم جس بنے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا! پھر آج تک میں آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے (آپ کی ائمہ حدیث نبی) بسولا۔ اللہ گواہ ہے کہ اگر

حدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ عَنِ الْأَغْرَاجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَقُولُونَ إِنَّ أَبا هُرَيْرَةَ يَكْثُرُ الْحَدِيثَ، وَاللَّهُ أَنْوَعُهُ). وَيَقُولُونَ: مَا لِلْمَهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يَحْدُثُونَ مِثْلَ أَخَادِيهِ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمَهَاجِرِينَ كَانَ يُشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يُشْغَلُهُمُ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكَنْتُ أَنْزَلْتُ أَمْرًا مِنْكُنَا أَنْزَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَخْضُرُ حِينَ يَغْبُونَ، وَأَعْيُ حِينَ يَنْسُونَ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا: : لَنْ يَسْطُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثُوبَةً - حَتَّى أَفْضَلَ مَقَالَتِي هَذِهِ - ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيُسَيِّرُ مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبْدًا، فَبَسْطَتْ نَعْرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثُوبَ غَيْرِهَا حَتَّى أَفْضَلَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ جَمَعَهُ إِلَى صَدْرِي، فَوَاللَّهِ بَعْدَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيَتْ مِنْ مَقَالَتِي تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا。 وَاللَّهُ لَوْلَا آتَيْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْنَا كُمْ شَيْئًا

أَبَدًا هُوَنَ الَّذِينَ يَكْتَمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ - إِلَيْهِ قَوْلُهُ : -
رَجِيمٍ [١١٨]. (آیت) (انَّ الَّذِينَ يَكْتَمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ) سے اللہ
تعالیٰ کے ارشاد الرحیم تک۔ (جس میں اس دین کے چھپانے والے
پر، جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے، سخت
لہوت کی گئی ہے)

یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے، اور مجتبی مطلق حضرات امام بخاری رض نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے؛
یہاں اس حدیث کے لانے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ انصار مسیہ عالم طور پر کھیت پاؤ کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھیت
اور باغوں کو ذریعہ معاش بنتا کوئی امر معیوب نہیں ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے کہ جتنی خلائق ان سے فائدہ اٹھائے گی اس کے لئے
اجر و ثواب میں زیادتی کا موجب ہو گا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَلِكَ۔

٣٢۔ کتاب المساقات

کتاب مساقات کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مساقات و حقیقت مزارعت کی ایک قسم ہے۔ فرق یہ ہے کہ مزارعت نہیں میں ہوتی ہے اور مساقات ورثتوں میں، یعنی ایک
عفیض کے درخت ہوں وہ دوسرے سے یوں کئے، تم ان کو پانی دوا کرو، ان کی خدمت کرتے رہو، پیداوار ہم تم پہنچ لیں گے، اسی
بارے کے مسائل بیان ہوں گے، مساقات سقی سے مشتق ہے جس کے منبع سیراب کرنا ہے۔ اصطلاح میں یہی کہ باغ یا کھیت کا مالک
انہا باغ یا کھیت اس شرط پر کسی کو دے دے کہ اس کی آپاشی اور محنت اس کے ذمہ ہو گی اور پیداوار میں دونوں شریک رہیں گے۔

باب کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومون میں فرمایا "اور ہم نے پانی سے ہر جیز کو
زندہ کیا۔ اب بھی تم ایمان نہیں لاتے۔" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ
"وَيَعْلَمُهُمْ نَبَاتُ الْأَرْضِ" اس پانی کو جس کو تم پیتے ہو، کیا تم نے بادلوں سے اسے
اتازہ ہے، یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں۔ ہم اگر چاہے تو اس کو

وَوَجَعَلْنَا مِنَ النَّمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَيًّا أَفَلَا
يَرْقُبُونَهُ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : هُوَ الْفَرَّارُ
الْمَاءُ الَّذِي تَشَرِّبُونَ أَلَّا تَنْلَعُمُوا مِنْ
الْمُزْنِ أَمْ نَخْرُنُ الْمُنْزَلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَا

کھاری بنا دیتے۔ پھر بھی تم شکردا نہیں کرتے۔" اجاج (قرآن مجید کی آیت میں) کھاری پانی کے معنی میں ہے۔ اور مزن باول کو کہتے ہیں۔

باب پانی کی تقسیم

اور جو کہتا ہے پانی کا حصہ خیرات کرنا اور وہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے وہ پانی بنا ہوا ہو یا بن مٹا ہو۔ اور حضرت عثمان بن عثمن نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی ہے جو بیڑ رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کنوں) کو خرید لے اور اپنا ذوال اس میں اسی طرح ذاتے جس طرح اور مسلمان ذاتیں۔ (یعنی اسے وقف کرو) آخر حضرت عثمان بن عثمن نے اسے خریدا۔

لئے خرید رسول کرم ﷺ نے اسے خریدنے اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کرنے کی ترغیب دلائی جس پر حضرت سیدنا عثمان غنی بن عثمن نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ کنوں، نہر، کتاب وغیرہ پانی کے ذخیر کسی بھی فرد کی ملکیت میں آکتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں ان سب کی خرید و فروخت وہہ اور وصیت وغیرہ جائز رکھی ہے۔

حضرت عثمان غنی بن عثمن کا یہ کتوں بعد اللہ آج بھی موجود ہے۔ حکومت سعودیہ نے اس پر ایک بھرمن قائم قائم کیا ہوا ہے اور میہدوں سے یہاں آپاشی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ ۲۸۹ھ کے حج و زیارت کے موقع پر یہاں بھی جانے کا موقع ملا۔ جو جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے اور حرم مدینہ سے ہر وقت موڑیں اور آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کا ماحول بے حد خوبصورت ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ ماحول دیکھنا نصیب کرے۔ آمين۔

(۲۳۵) ہم سے سعید بن الی مریم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سل بن سعد بن عثمن نے کہ بنی کرم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کو پیا۔ آپ کی دوائیں طرف ایک تو عمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ باسیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پسلے یہ پیالہ بہوں کو دے دوں۔ اس پر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ پسلے اسی کو دے دیا۔

اجاجاً فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ).
الأجاج : المُزَان السَّحَابُ.

۱- بَابُ فِي الشُّرُبِ

وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَةَ وَوَصِيَّةَ
جَائِزَةً ، مَفْسُومًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَفْسُومً. وَقَالَ عَمَّانٌ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ
يَشْتَرِي بِنَرٍ رُومَةً فَيُكُونَ ذَلُوفًا فِيهَا كَذَلِكَ
الْمُسْلِمِينَ)) فَإِنَّ شَرَاهَا عَثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ.

لئے خرید بیڑ رومہ مدینہ کا مشہور کنوں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ مسلمان اس سے خرید کر پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عثمان غنی بن عثمن کا یہ کتوں بعد اللہ آج بھی موجود ہے۔ حکومت سعودیہ نے اس پر ایک بھرمن قائم قائم کیا ہوا ہے اور میہدوں سے یہاں آپاشی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ ۲۸۹ھ کے حج و زیارت کے موقع پر یہاں بھی جانے کا موقع ملا۔ جو جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے اور حرم مدینہ سے ہر وقت موڑیں اور آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کا ماحول بے حد خوبصورت ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ ماحول دیکھنا نصیب کرے۔ آمين۔

۲۳۵۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانٌ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((أَتَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ بِقَدْحٍ فَشَرَبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَعْبُرِيَّهُ غَلَامٌ أَصْنَعَ الْقَوْمَ وَالْأَشْيَاعَ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ يَا غَلَامٌ : ((أَتَأَذَنُ لِي أَنْ أَغْطِيَهُ الْأَشْيَاعَ؟)) قَالَ : مَا كُنْتُ لَأُؤْرِي بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَأَغْطَاهُ إِلَيْهِ)).

[اطرافہ فی : ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۶۶]

یہ نو عمر لڑکے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ تھے اور اتفاق سے یہ اس وقت مجلس میں دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ دیگر شیخ اور بزرگ صحابہؓ بائیں جانب تھے۔ آخر حضرتؓ نے جب بالق ماندہ مشروب کو تقسیم فرمانا چلا تو یہ تقسیم دائیں طرف سے شروع ہونی تھی اور اس کا حق حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو پہنچا تھا۔ آخر حضرتؓ نے بائیں جانب والے بزرگوں کا خیال فرا کر عبد اللہ بن عباسؓ سے اجازت چاہی لیکن وہ اس لیے تیار نہ ہوئے کہ اس طور پر آخر حضرتؓ کا بچالا ہوا پانی کمال اور کب نصیب ہونا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس ایثار سے صاف انکار کر دیا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ پانی کی تقسیم ہو سکتی ہے اور اس کے حصے کی ملک جائز ہے۔ ورنہ آپؐ اس لڑکے سے اجازت کیوں طلب فرماتے۔ حدیث سے یہ بھی لکھا کر تقسیم میں پہلے داہنی طرف والوں کا حصہ ہے، پھر بائیں طرف والوں کا۔ پس آخر حضرتؓ نے اپنا بچا ہوا پانی اس لڑکے پر بہہ فرمادیا۔ اس سے پانی کا بہہ کرونا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حق اور نحق کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ حق بھر حال حق ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹے آدمی کو پہنچتا ہے تو بہوں کا فرض ہے کہ بہ رضا و رغبت اسے اس کے حق میں خلل ہونے دیں۔ اور اپنی بڑائی کا خیال چھوڑ دیں۔ لیکن آج کے دور میں ایسے ایثار کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ایثار اور قیامتی ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ توفیق نہیں۔ آمين۔

(۲۳۵۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گمراہ میں پلی ہوئی ایک کمری کا دودھ دوہا گیا، جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں پلی تھی۔ پھر اس کے دودھ میں اس کنوں کا پانی ملا کر جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا، آخر حضرتؓ کی خدمت میں اس کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ جب اپنے منہ سے پیالہ آپ نے جدا کیا تو بائیں طرف ابو بکر بن حوشش تھے۔ اور دائیں طرف ایک دیسانی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ آپ یہ پیالہ دیسانی کو نہ دے دیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر (بن حوشش) کو دے دیجئے۔ آپ نے پیالہ اسی دیسانی کو دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا۔ اور فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے۔ پھر وہ جو اس کی دائیں طرف ہو۔

۲۳۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ((حَدَّثَنِي أَنَّسُ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهَا حَلْيَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، شَاءَ دَاجِنٌ - وَهُوَ فِي دَارِ أَنَّسٍ بْنِ مَالِكٍ - وَشَيْبَ لَبْنَهَا بِمَاءِ مِنْ أَبْنِي أَنَّسٍ الَّتِي فِي دَارِ أَنَّسٍ، فَاغْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ، حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيهِ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُوبَكْرٌ وَعَنْ يَمْينِهِ أَغْرَابِيٌّ، فَقَالَ عُمَرُ - وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ أَغْرَابِيٌّ - أَغْطِ أَبَابَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِنْدَكَ، فَاغْطَأْهُ أَغْرَابِيٌّ الَّذِي عَلَى يَمْينِهِ ثُمَّ قَالَ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ)).

[اطرافہ فی : ۲۵۷۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹۔]

اس حدیث سے بھی پانی کا تقسیم یا بہہ کرنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام میں حق کے مقابلہ پر کسی کے لیے رعایت نہیں ہے۔ کوئی کتنی بھی بڑی خصیت کیوں نہ ہو۔ حق اس سے بھی برا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بزرگی میں کس کو شک ہو سکتا ہے مگر آخر حضرتؓ نے آپ کو نظر انداز فرمایا کہ وہ پانی دیا اس لیے کہ قانون دیسانی ہی کے حق میں تھا۔ امام عادل کی یہی شان ہونی چاہئے۔ اور «إغْلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّغْوِيَ» (المائدۃ: ۸) کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں اس دیسانی سے اجازت

بھی نہیں لی گئی جیسے کہ ابن عباس رض سے لی گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ کیسی دھمائی بدول نہ ہو جائے۔

باب اس کے بارے میں جس نے کماکہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک وہ (اپنا کھیت باعثات وغیرہ) سیراب کر لے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو پانی ہواں سے کسی کونہ روکا جائے۔

(۲۳۵۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کماکہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انسین ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رض نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچھے ہوئے پانی سے کسی کو اس لئے نہ روکا جائے کہ اس طرح جو ضرورت سے زیادہ گھاس ہو وہ بھی رکی رہے۔

۲- بَابُ مَنْ قَالَ : إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْزُقَ ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ))

۲۳۵۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرَّنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَامُ)).

[طرفah في ۲۳۵۴، ۶۹۶۲]

لشیخ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا کنوں ایک مقام پر ہو، اس کے ارد گرد گھاس ہو جس میں عام طور پر سب کو چرانے کا حق ہو۔ مگر کنوں والا کسی کے جانوروں کو پانی نہ پینے دے اس غرض سے کہ جب پانی پینے کو نہ ملے گا تو لوگ اپنے جانور بھی وہاں چرانے کو نہ لائیں گے اور گھاس محفوظ رہے گی۔ جسمور کے نزدیک یہ حدیث محظوظ ہے اس کنوں پر جو ملکی زمین میں ہو یا ویران زمین میں بشر طیکہ ملکیت کی نیت سے کھودا گیا ہو اور جو کنوں خلق اللہ کے آرام کے لیے دیران زمین میں کھودا جائے اس کا پانی ملک نہیں ہوتا۔ لیکن کھودنے والا جب تک وہاں سے کوچ نہ کرے اس پانی کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور ضرورت سے یہ مراد ہے کہ اپنے اور بال بچوں اور زراعت اور مویشی کیلئے جو پانی در کار ہو۔ اسکے بعد جو فاضل ہو اسکا روکنا جائز نہیں۔ خطاں نے کماکہ یہ ممانعت تنزیہ ہے مگر اسکی دلیل کیا ہے پس ظاہری ہی ہے کہ نبی تحریکی ہے اور پانی کو نہ روکنا واحد ہے۔ اب اختلاف ہے کہ فاضل پانی کی قیمت لینا اس کو روکنا ہے یا نہیں، ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ فاضل پانی کی قیمت نہ لی جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک طرح اس کا روکنا ہے۔

(۲۳۵۳) ہم سے یحییٰ بن بکر نے بیان کیا، کماکہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے، ان سے ابن مسیب اور ابو سلمہ نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فالتوپانی سے کسی کو اس غرض سے نہ روکو کہ جو گھاس ضرورت سے زیادہ ہو اسے بھی روک لو۔

باب جس نے اپنی ملک میں کوئی کنوں کھودا، اس میں کوئی گر کر مر جائے تو اس پر تاو ان نہ ہو گا

۲۳۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّنْثُ عَنْ عَفَنِيلٍ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ عَنْ أَبْنِ الْمُسَيْبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ : ((لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَامِ)). [راجع: ۲۳۵۳]

۳- بَابُ مَنْ حَفَرَ بَنِرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْنَمْ

امام عماری دھنچہ کے یہ قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں اہل کوفہ کے ساتھ متفق ہیں کہ اگر یہ کنوں اپنی ملک میں کھودا ہو تب کنوں والے پر ضمانت نہ ہو گا۔ اور جمور کہتے ہیں کہ کسی حال میں ضمانت نہ ہو گا غواہ اپنی ملک میں ہو یا غیر ملک میں۔ مزید تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

(۲۳۵۵) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عصید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں ابو حسین نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کان (میں مرنے والے) کا تادان نہیں، کنوں (میں گر کر مر جانے والے) کا تادان نہیں۔ اور کسی کا جانور (اگر کسی آدمی کو مار دے تو اسکا) تادان نہیں۔ گڑھے ہوئے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ہو گا۔

باب کنوں کے بارے میں جھگڑنا
اور اس کا فیصلہ کرنا

(۲۳۵۶) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حمزہ نے بیان کیا، ان سے امش نے، ان سے شفیق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص کوئی ایسی جھوٹی قسم کھائے جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کے مال پر باحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بست زیادہ غصب ناک ہو گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے (سورہ آل عمران کی یہ) آیت نازل فرمائی کہ ”جو لوگ اللہ کے عمد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں“ آخر آیت تک۔ پھر ارشاد رضی اللہ عنہ نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک کنوں میرے بچازاد بھائی کی زمین میں تھا۔ (پھر جھگڑا ہوا تو) آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنے گواہ لا۔ میں نے عرض کیا کہ گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر فریق مخالف سے قسم لے لے۔ اس پر میں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھایشے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں یہ آیت نازل فرمایا کہ اس کی تصدیق کی۔

۲۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْبَةً أَنَّ اللَّهَ عَنِ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي حَصِينِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((الْمُغَدِّثُ جَبَارٌ، وَالْبَنْتُ جَبَارٌ، وَالْجَمِيعُمَا جَبَارٌ وَلِي الرَّكَازُ الْخَمْسُ)). [راجع: ۱۴۹۹]

۴- بَابُ الْحُصُومَةِ فِي الْبَشَرِ ، وَالْقَضَاءِ فِيهَا

۲۳۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَفِيقِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَّفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْطَعُ بِهَا مَا لَمْ يَمْرِءْ إِلَيْهَا فَاجْرُ لَقِيَ اللَّهُ وَهُوَ عَلَيْهِ عَذَابٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: هُوَ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعِهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثُمَّ نَقْلِلُ لَهُمْ فَلَمَّا سَمِعُوا قَالُوا: مَا حَدَّثْتُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي أَنْزَلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ؟ كَانَتْ لِي بُنْتٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمِّي لَهُ، فَقَالَ لِي: شَهُودُكَ، قُلْتُ مَا لِي شَهُودٌ، قَالَ: ((فَيَمْنَعُهُ)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا يَخْلُفُ فَذِكْرَ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ).

[اطرافہ فی : ۲۴۱۶، ۲۶۶۶، ۲۵۱۵، ۲۶۷۳، ۲۶۷۶، ۴۵۴۹]

۶۶۶۰، ۴۵۰، ۲۶۷۷، ۶۶۷۰.

[۷۴۴۵، ۷۱۸۳، ۶۶۷۶، ۶۶۵۹]

۷۱۸۴، ۶۶۷۷

[۲۶۶۷، ۲۵۱۶، ۲۴۱۷]

باب اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی سے روک دیا

یعنی جو پانی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جیسے حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ضرورت کے موافق جو پانی ہواں کامالک زیادہ حق دار ہے پہ نسبت مسافر کے۔

(۲۳۵۸) ہم سے موئی بن اسما عیل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابو صالح سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے لوگ وہ ہوں گے جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر بھی نہیں اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہوا اور اس نے کسی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا۔ دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے بیعت صرف دنیا کے لئے کرے کہ اگر وہ حاکم اسے کچھ دے تو وہ راضی رہے ورنہ خفا ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنا (یعنی کام) سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، مجھے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی مل رہی تھی۔ اس پر ایک شخص نے اسے چ سمجھا (اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر اس سامان کو خرید لیا) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ”جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا تھوڑا سامال مول لیتے ہیں۔“ آخر تک۔

(۲۳۵۸) - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكَّنُهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مَاءٌ بِالطَّرِيقِ، فَمَنَعَهُ مِنْ أَبْنَى السَّبِيلِ. وَرَجُلٌ بَأْيَعَ إِمَامَةً لَا يَبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا، فَإِنْ أَغْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطُهُ. وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ: وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَغْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَا: هُوَ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثُمَّ نَقِيلًا)).

[أطرافہ في : ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲]

[۷۴۴۶]

تَشْبِيهٌ حدیث میں جن تین ملعون آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی جس قدر بھی نہ مت کی جائے کم ہے۔ اول فالتو پانی سے روکنے والا، خاص طور پر پیاسے مسافر کو محروم رکھنے والا۔ وہ انسانیت کا مجرم ہے، اخلاق کا باگی ہے، ہمدردی کا دشمن ہے۔ اس کا دل پھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایک پیاسے مسافر کو دل نرم ہونا چاہئے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اس کی بقا کے لئے اسے پانی پلانا چاہئے نہ کہ اسے پاسا لوٹا دیا جائے۔ دوسرا وہ انسان جو اسلامی تنظیم میں محض اپنے ذاتی مقاوے کے لئے گھس بیٹھا ہے اور وہ

خلاف مخالف ذرا سی بات بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یکی وہ بدترین انسان ہے جو علمی اتحاد کا دشمن قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے غدار کی جس قدر بھی ذمہ دار کی جائے کم ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی مارس و دیگر تنظیموں میں بکھرت ایسے ہی لوگ بر افتخار ہیں۔ جو محض ذاتی مختار کے لئے ان سے چھٹے ہوئے ہیں۔ اگر کسی وقت ان کے وقار پر ذرا بھی چوتھپڑی تو وہ اسی مدرسہ کے، اسی تنظیم کے انتہائی دشمن بن کر اپنی ڈیرہ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں حاکم اسلام سے بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر ہر اسلامی تنظیم کو اسی پر سمجھا جاسکتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں کتنے ہی ایسے غدار ملتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی نقصان کا خیال کر کے اسلامی حکومت کو سازشوں کی آماجگاہ بنایا کہ آخر میں اس کو تسمہ و بالا کر دیا۔ تیسرا وہ تاجر ہے جو مال نکالنے کے لئے جھوٹ فریب کا ہر ہتھیار استعمال کرتا ہے اور جھوٹ بول بول کر خوب بڑھا چھا کر اپنا مال نکالتا ہے۔

الغرض بغور دیکھا جائے تو یہ تینوں مجرم انتہائی ذمہ دار ہیں۔ اور حدیث ہذا میں جو کچھ ان کے متعلق بتلایا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل صدق اور صواب ہے۔

باب نصر کا پانی روکنا

(۴۰) ۵۹۲ هم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیٹ نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے ابن شاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر بن عثیمین سے حرہ کے نالے میں جس کا پانی مدینہ کے لوگ سمجھو کر درختوں کو دیا کرتے تھے، اپنے جھگڑے کو نبی کرم مسیح پیر کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری بن عثیمین زبیر سے کہنے لگا پانی کو آگے جانے دو لیکن زبیر بن عثیمین کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کرم مسیح پیر کی خدمت میں پیش تھا۔ آنحضرت مسیح پیر نے زبیر بن عثیمین سے فرمایا کہ (پسلے اپنا باغ) سینچ لے پھر اپنے پڑوی بھائی کے لئے جلدی جانے دے۔ اس پر انصاری بن عثیمین کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا، ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بن رسول اللہ مسیح پیر کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرلو۔ پھر پانی کو اتنا دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈریوں تک چڑھ جائے۔ زبیر بن عثیمین نے کہا، اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے ”ہرگز نہیں“ تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں تھوڑے کو حاکم نہ تسلیم کر لیں۔ ”آخر تک۔

۶۔ باب مسکر الأنہار

۲۳۶۰ - حدثنا عبد الله بن يُوسُفَ حدثنا النبِيُّ قَالَ: حدثني ابن شهاب عن غروة عن عبد الله بن الزبير رضي الله عنهما أله حدثه: ((أن رحلاً من الأنصارِ خاصم الزبير عند النبي ﷺ في شراح الحرة التي يسكنون بها التخل، فقال الأنصاريٌّ: سرح الماء يمرُّ - فلأبي عليه، فاختصما عند النبي ﷺ، فقال رسول الله ﷺ للزبير: ((استِي يا زبِير ، ثم أرسل الماء إلى جارك)). فغضب الأنصاريٌّ فقال: إن كان ابن عمك، فلنون وجه رسول الله ﷺ، ثم قال: ((استِي يا زبِير ثم احبس الماء حتى يرجع إلى الجدر)). فقال الزبير: والله إني لأحسب هذه الآية نزلت في ذلك: هؤلا وربك لا يؤمنون حتى يحكمون فيما شجر بينهم)).

تَعْبِيرُ حَجَّةٍ یہ حدیث اور آیت کریمہ اطاعت رسول کرم ﷺ کی فرضیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اس امر پر بھی کہ جو لوگ صاف صرخ و واضح ارشاد نبوی سن کر اس کی تسلیم میں پس و پیش کریں وہ اممان سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی اور بھی مت کی آیات میں اس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے (مَا كَانَ لِلنَّوْمِنَ وَلَا مُؤْمِنَةً إِذَا لَفَضَنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْجُنُزَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ حَتَّى لَا يُؤْمِنَ) (الاحزاب: ۳۶) کی بھی مومن مرد اور عورت کے لئے یہ نیبا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ سن لے تو پھر اس کے لئے اس بارے میں کچھ اور اختیار بلتی رہ جائے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔

اب ان لوگوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے خلاف اپنی رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ اپنے اماموں، میردوں، مرشدوں کے فتاویوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیح کو مختلف جیلوں بناوں سے مال دیتے ہیں۔ ان کو خود سوچنا چاہئے کہ ایک انصاری مسلمان صحابی نے جب آخرت میں کے ایک قطبی فیصلہ کے خلاف ناراضگی کا انعام کیا تو اللہ پاک نے کس غمبنگاں لجی میں اسے ڈالا اور اطاعت نبوی کے لئے حکم فرمایا۔ جب ایک صحابی انصاری کے لئے یہ قانون ہے، تو اور کسی مسلمان کی کیا وقت ہے کہ وہ کچھ لغتوں میں قرآن و حدیث کی بجائافت کرے۔ اور پھر بھی ایمان کا ٹھیکیندہ ارتبا رہے۔ اس آیت شریفہ میں مذکورین حدیث کو بھی ڈالا گیا ہے۔ اور ان کو بتایا گیا ہے کہ رسول کرم ﷺ جو بھی امور دینی میں ارشاد فرمائیں آپ کا وہ ارشاد بھی وہی الہی میں داخل ہے جس کا تسلیم کرنا اسی طرح واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید کا تسلیم کرنا واجب ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی کا انعام کرتے ہیں وہ قرآن مجید کے بھی مذکور ہیں، قرآن و حدیث میں باہمی طور پر جسم اور روح کا تعلق ہے۔ اس حقیقت کا انکار اپنی عقل و فہم سے دشمنی کا انعام کرنے والا ہے۔

۷- بَابُ شَرْبِ الْأَعْلَىٰ قَبْلَ الْأَسْفَلِ باب جس کا کھیت بلندی پر ہو پہلے وہ اپنے کھیتوں کو پانی پلائے۔

جو نہ سرا نالہ کسی کی ملک نہ ہو اس سے پانی لینے میں پہلے بلند کھیت والے کا حق ہے۔ وہ اتنا پانی اپنے کھیت میں دے سکا ہے کہ اب زمین پانی نہ ہے۔ اور کھیت کی منڈروں تک پانی پڑھ آئے۔ پھر نہیں کھیت والے کی طرف پانی کو چھوڑ دے۔

۲۳۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ
اللَّهُ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمُوتُ عَنِ الرُّوفِيِّ عَنْ
عُرْوَةَ قَالَ : ((خَاصَّةُ الرُّبِّيْرِ رَجَلًا مِنَ
الْأَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ : ((بِنَا رُبِّيْرًا اسْنَقَ
نُمَّ أَرْسِلَنَ)). فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : إِنَّهُ ابْنُ
عَمِّيْكُ). فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : ((اَسْنَقَ يَا
رُبِّيْرُ يَنْلُغُ الْمَاءُ الْجَنَزُ نُمَّ أَرْسِلَنَ)).
فَقَالَ الرُّبِّيْرُ فَأَخْسِبَ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَّلَتْ فِي

ذلک: هَلْ لَا وَرَبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ
يُحَكِّمُوكُ فِيمَا شَجَرَ بِيْنَهُمْ). اس وقت تک نومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ تسلیم کر لیں۔ ”اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

[راجح: ۲۳۵۹]

علوم ہوا کہ فیصلہ نبوی کے سامنے بلاچوں وچ اسر تسلیم خم کرونا ہی ایمان کی دلیل ہے اگر اس بارے میں ذرہ برابر بھی دل میں تنگی محسوس کی تو پھر ایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔ ان مقلدین جادیں کو سچتا ہا ہے جو صحیح حدیث کے مقابلہ پر محض اپنے مکمل تصور کی بناء پر خم غموک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فیصلہ نبوی کو رد کر دیتے ہیں، ”وض کوثر پر آخرت میں کیم کے سامنے یہ لوگ کیا منہ لے کر جائیں گے۔

باب بلند کھیت والا نخون تک پانی بھر لے

(۲۳۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخدنے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن جریر نے خردی، کہا کہ مجھ سے ابن شاہب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کی ندی کے بارے میں جس سے کھجوروں کے بلاغ سیراب ہوا کرتے تھے، جھگڑا کیا۔ رسول اللہ مصطفیٰ نے فرمایا، ”زبیر! تم سیراب کرلو۔ پھر اپنے پڑوی بھائی کے لئے جلد پانی چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جی ہاں! آپ کی پچھوپھی کے بیٹھے ہیں ہاں۔ رسول اللہ مصطفیٰ کا رنگ بدلتا گیا۔ آپ نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو، یہاں تک کہ پانی کھیت کی مینڈوں تک پہنچ جائے۔ اس طرح آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کا پورا حق دلوادیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ تم اللہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی ”ہرگز نہیں“ تیرے رب کی قسم! اس وقت تک یہ ایمان والے نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے جملہ اختلافات میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں۔ ”ابن شاہب نے کہا کہ انصار اور تم لوگوں نے اس کے بعد نبی کریم مصطفیٰ کے اس ارشاد کی ہنا پر کہ ”سیراب کرو اور پھر اس وقت تک رک جاؤ، جب تک پانی منڈیوں تک نہ پہنچ جائے“ ایک اندرازہ لگالیا، یعنی پانی نخون تک بھر جائے۔

۸- بَابُ شِربِ الْأَغْلَى إِلَى الْكَعْبَين

۲۳۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْلُودٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الزَّبِيرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ : ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَّمَ الزَّبِيرَ فِي شِرَاجِ مِنَ الْحَرْثَةِ بِسَقْفِي بِهِ النَّخْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: ((اسْتَقِيْ يَا زَبِيرُ - فَأَمْرَأَهُ بِالْمَعْرُوفِ - ثُمَّ أَرْسَلَهُ إِلَى جَارِكَ)). فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنُ عَمْتَكَ فَلَوْلَمْ وَجَدْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: ((اسْتَقِيْ ثُمَّ اخْبِرْ حَتَّىٰ يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَنَّةِ - وَاسْتَوْعِي لَهُ حَقَّهُ)). فَقَالَ الزَّبِيرُ وَاللَّهُ إِنْ هَذِهِ الْآيَةُ أُنْزَلَتْ لِي ذلک: هَلْ لَا وَرَبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكُ فِيمَا شَجَرَ بِيْنَهُمْ). قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: فَقَدَرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ: ((اسْتَقِيْ ثُمَّ اخْبِرْ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَى الْجَنَّةِ)) وَكَانَ ذلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

[راجح: ۲۳۵۹]

گویا ہائونی طور پر یہ اصول قرار پایا کہ کھیت میں نخون تک پانی کا بھر جانا اس کا سیراب ہوتا ہے۔

پاپ پانی پلانے کے ثواب کا بیان

(۲۳۴۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا کہ ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں کسی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ بن حوشج نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس گئی۔ اس نے ایک کنویں میں اتر کر کپانی پیا۔ پھر ہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کچڑچاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں بنتا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اتر اور) اپنے چڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے کپڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ؟ کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملتے ہاں؟ آپ نے فرمایا، ہر جاندار میں ثواب ہے۔ اس روایت کی متابعت حماد بن سلمہ اور رفیع بن مسلم نے محمد بن زیاد سے کی ہے۔

٩ - بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاء

٤٣٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيْتِ عَنْ أَبِي صَالِحِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ : ((يَبْشِرُنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَأَشْتَدَّ
عَلَيْهِ الْعَطْشُ ، فَنَزَلَ بِنَرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ، ثُمَّ
خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهُثُ يَأْكُلُ الْفَرْى
مِنَ الْعَطْشِ ، فَقَالَ : لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ
الَّذِي بَلَغَ بِي . فَمَلَأَ خُفَّةً ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِينِيهِ
ثُمَّ رَقَى فَسَقَى الْكَلْبَ ، فَشَكَرَ اللَّهُ أَكَدَّ
لَفَفَرَ لَهُ)). قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّا
فِي النَّهَايَةِ أَجْرٌ؟ قَالَ : ((فِي كُلِّ كَيدٍ
رَطْبَةٌ أَجْرٌ)). تَابَعَهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ
وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ .

[١٧٣: راجع]

ثابت ہوا کہ کسی بھی جاندار کو پانی پلاکر اس کی پیاس رفع کرنے ایسا عمل ہے کہ جو مغفرت کا سبب ہن سکتا ہے۔ جیسا کہ اس شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اور اسی عمل کی وجہ سے بچشا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ تو ظاہر عام ہے، ہر جانور کو شامل ہے۔ بعض نے کما مراد اس سے حلال چپائے جانور ہیں۔ اور کتے اور سور وغیرہ میں ثواب نہیں کیونکہ ان کے مارڈائیں کا حکم ہے۔ میں (مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں حدیث کو مطلق رکھنا بہتر ہے۔ کتے اور سور کو بھی یہ کیا ضروری ہے کہ نیسا سارکھ کر مارا جائے۔ پہلے اس کو پانی پلا دیں پھر مار دیں۔ ابو عبد الملک نے کہا یہ حدیث بنی اسرائیل کے لوگوں سے متعلق ہے۔ ان کو تکون کے مارے کا حکم نہ تھا (وحیدی) حدیث میں لفظ فی کل کید رطبه عام ہے جس میں ہر جاندار داخل ہے اس لحاظ سے مولانا وحید الزماں وحیدی کی تشریع خوب ہے۔

(۲۳۶۷) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیک نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر بن اشہر نے کہ نبی کرم مسیح نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا (ابھی ابھی) دوزخ مجھ سے اتنی قریب آگئی تھی کہ میں نے چونک کر کما۔ اے رب! کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر ایک عورت یہ پڑی۔ (اسماء بنت اشہار نے بیان کیا)

٢٣٦٤ - حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي مَرْتَمَ قَالَ حَدَّثَنَا
نَافِعُ بْنُ عَمْرَوْ عَنْ أَبْنِ أَبِي مَلِيْكَةِ عَنْ
أَسْمَاءَ بْنَتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ: ((ذَكَرْتَ مِنِي النَّارَ حَتَّى قُلْتُ أَيُّ رَبٌّ وَأَنَا
مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ - حَسِيبَتْ أَنَّهُ

مجھے یاد ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ) اس عورت کو ایک بلی نوج رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھ رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی۔

[راجح: ۷۴۵] اس حدیث کو یہاں لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی بھی جاندار کو باوجود قدرت اور آسمانی کے اگر کوئی شخص کھانا پانی نہ دے اور وہ جاندار بھوک پیاس کی وجہ سے مر جائے تو اس شخص کے لئے یہ جرم وزن میں جانے کا سبب بن سکتا ہے ان ہذا المراة لما حبسستہا حنفی ماتحت جوغا۔

هو مطابق للترجمة (عيبي)

(۲۳۶۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک عورت کو عذاب، ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھ رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے وزن میں داخل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانے والا ہے۔۔۔ کہ جب تو نے اس بلی کو باندھ رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کچھ کھلایا نہ پالیا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے کوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ بلی کو پانی نہ پلانے سے عذاب ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ پانی پلانا ثواب ہے۔ ابن منیر نے کہا اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ بلی کا قتل کرنا درست نہیں۔

لطیفہ: تفسیر المخارج میں خشاش الارض کا ترجمہ گھماں پھونس کرتے ہوئے بلی کے لئے لکھا ہے کہ نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین سے گھماں پھونس ہی کھا سکے۔ عام طور پر بلی گوشت خور جانور ہے نہ چرندہ کہ وہ گھماں پھونس کھاتی ہو۔ شاید فاضل مترجم کی نظر میں گھماں پھونس کھانے والی ملیاں موجود ہوں ورنہ عموماً ملیاں گوشت خور ہوتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے مترجمین بخاری خشاش الارض کا ترجمہ زمین کے کیڑے کوڑے ہی کرتے ہیں۔ خشاش بفتح الخاء اشهر ثلاثۃ و هی هoram و قیل ضعاف الطیر (مجمع البحار لغات

الحدیث لفظ (خ) ص ۳۸)

باب حن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

(۲۳۶۶) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سمل بن سعد بن ثابت نے کہ رسول

۲۳۶۵ - حدَّثَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ عَلَيْهِ قَالَ: ((عَذَبَتْ امْرَأَةٌ فِي هَرَةٍ حَبَسَتْهَا حَنْفَى مَاتَتْ جُوَاعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: - وَاللَّهِ أَعْلَمُ - لَا أَنْتَ أَطْعَمْتَهَا وَلَا سَقَيْتَهَا حِينَ حَبَسَتْهَا، وَلَا أَنْتَ أَرْسَلْتَهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)).

[طرفہ فی : ۳۳۱۸، ۳۴۸۲]

۱۰ - بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقَرْبَةِ أَحَقُّ بِهِ

۲۳۶۶ - حدَّثَنَا قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَفَدٍ

اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک پوالہ پیش کیا گیا اور آپ نے اسے نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ بڑی عمر والے محلہ آپ کی دائیں طرف تھے۔ آخرت تعالیٰ نے فرمایا، اے لڑکے! کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس پیالے کا پچا ہوا پانی بوجھوں کو دوں؟ اس نے جواب دیا، یا رسول اللہ؟ میں تو آپ کا جھونٹا اپنے حصہ کا کسی کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر آپ نے وہ پوالہ اسی کو دے دیا۔

رضی اللہ عنہ قال: ((أَتَيْ رَسُولُ اللَّهِ بَشَرًا يَشْرِبُهُ فَقَدْحَ شَرِبَ، وَعَنْ بَيْنِيْهِ غَلَامٌ هُوَ أَخْدَثُ الْفَوْمِ، وَالْأَهْتَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: ((يَا غَلَامُ أَنْذَنِي لِي أَنْ أَغْطِيَ الْأَشْيَاءَ)) فَقَالَ: مَا كُنْتَ لَأُنْزِلَ بِنَصْبِيِّ مِنْكَ أَخْدَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَأَغْطَاهُ إِيَّاهُ)).

[راجع: ۲۳۵۱]

ترجمہ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حوض اور ملک کو پیالے پر قیاس کیا۔ ان منیر نے کہا وجہ متناسب یہ ہے کہ جب داہنی طرف بیٹھنے والا پوالہ کا زیادہ حق دار ہوا صرف داہنی طرف بیٹھنے کی وجہ سے تو جس نے حوض بیٹھا ملک تیار کیا، وہ بطریق اعلیٰ پہلے اس کے پانی کا حق دار ہو گا۔

(۲۳۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غدر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا کہ رسول اللہ تعالیٰ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح باکف دوں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض سے ہاںک دیئے جاتے ہیں۔

۲۳۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنَّدُرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْذَنُ عَنْ حَوْضِي كَمَا تَنَادَى الْفَرِيْنَةُ مِنِ الْإِبْلِ عَنِ الْحَوْضِ)).

میں سے باب کا مطلب لکھتا ہے۔ کیونکہ آخرت تعالیٰ نے اس حوض والے پر انکار نہیں کیا، اس امر پر کہ وہ جانوروں کو اپنے حوض سے ہاںک دیئے جاتے ہیں۔

(۲۳۶۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد الرزاق نے خردی، کہا کہ ہم کو سمرنے خردی، انسن الحب اور اشیزین کیش نے، دونوں کی روائتوں میں ایک دوسرے کی پر نسبت کی اور زیادتی ہے، اور ان سے سعید بن جبیر نے کہ انہیں عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی کرم تعالیٰ نے فرمایا، اس اعمال کی والدہ (حضرت ہاجرہ علیہ السلام) پر اللہ رحم فرمائے کہ اگر انہوں نے زہم کو چھوڑ دیا ہوتا یا یوں فرمایا کہ اگر وہ زم زم سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک بہت چشمہ ہوتا۔ پھر جب قبلہ جو ہم کے لوگ آئے اور (حضرت ہاجرہ علیہ السلام سے) کہا کہ آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں، تو

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُوبَ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ - يَزِيدُ أَخْدَهُمَا عَلَى الْأَغْنَى - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((يَرْحَمُ اللَّهُ أَمْ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكْتَ زَمْرَمَ = أَوْ قَالَ: لَوْ تُغْرِفَ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ عَنْهُ مَيْتَنَا. وَأَقْلَلَ جَرْفَهُمْ لَقَالُوا: أَنَّذَنَنَا أَنْ نَنْتَلِ عَنْدَكِ؟ قَالَ:

نَعَمْ، وَلَا حَقْ لَكُمْ لِي النَّعَاءِ. قَالُوا : انسوں نے اسے قبول کر لیا اس شرط پر کہ پانی پر ان کا کوئی حق نہ ہو گا۔ قبیلہ والوں نے یہ شرط مان لی تھی۔

[اطرافہ فی : ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵]

لَبِيَّجَح حدیث ہذا میں حضرت ہاجہ ملیہا السلام کے ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ ابتدائی دور میں کہہ شریف میں سکونت پذیر ہوئی تھیں۔ جب کہ حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوالہ بخدا کر کے واپس ہو چکے تھے اور وہ پانی کی تلاش میں کہہ صفا اور مروہ کا چکر کاٹ رہی تھیں کہ اچانک ان کو زمزم کا چشمہ نظر آیا۔ اور وہ دوڑ کر اس کے پاس آئیں اور اس کے پانی کے ارد گرد منڈیر لگانا شروع کر دیا۔ اسی کیفیت کا یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

مجموعہ مطلق اس حدیث کو ہم یہ مسئلہ بیان فرمائے کہ لئے ہیں کہ کنویں یا تلاab کا اصل ماں اگر موجود ہے تو ہر حال اس کی ملکیت کا حق اس کے لئے ثابت ہے۔ ترجمہ باب اس سے لٹا کر حضرت ہاجہ ملیہا السلام کے اس قول پر کہ پانی پر تمہارا (قبیلہ بوجرم) کا کوئی حق نہ ہو گا، اس پر آخر خضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ خطابی نے کہا اس سے یہ لٹا کر جگل میں جو کوئی پانی نکالے وہ اس کا ماں ہے۔ اور دوسرا کوئی اس میں اس کی رضامندی کے بغیر شریک نہیں ہو سکتا۔

ہاجہ ملیہا السلام ایک فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ جسے حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیوی حضرت سارہ ملیہا السلام کی کرامات دیکھ کر اس نے اس مبارک خاندان میں شرکت کا خرچاصل کرنے کی غرض سے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس کا تعصیل بیان پیچے گزر چکا ہے۔

۲۳۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سلام کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے۔ حالانکہ وہ جموٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عمر کے بعد اسلئے کھائی کہ اسکے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا افضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسا چیز کے فال تو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بھایا۔ بھی نہ تھا۔ علی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو سے کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے ابو صالح سے سنا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کی سند پہنچاتے تھے۔

حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنْ عَمْرِو عَنْ أَبِيهِ صَالِحِ السَّمَانِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يُكَلِّمُهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْتَظِرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سُلْطَةٍ لَقَدْ أَغْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِنَ أَغْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَعْمِنِ كَافِرَةً بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْطَعَ بِهَا مَالَ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، وَرَجُلٌ مُنَعَّثٌ فَضْلٌ مَائِيَهُ فَيَقُولُ اللَّهُ أَلِيَّمُ أَمْنَفُكَ فَضْلِيَ كَمَا مَنَفَتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَكَ)). قَالَ عَلَيْهِ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ - غَيْرُ مَرْءَهُ - عَنْ عَمْرِو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَتَلَمَّعُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ.

[راجح: ۲۳۵۸]

لشیخ حدیث میں بیان کردہ مضمون نمبر ۳ سے ترجمہ باب لکھتا ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ پانی روکنے پر یہ سزا ملی تو معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کو روکنا جائز تھا۔ اور وہ اس کا حق رکھتا تھا۔ بعض نے کہایہ جو فرمایا جو تمہارا بھایا ہوانہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ پانی اس نے اپنی محنت سے نکلا ہوتا، جیسے کنوں کھودا ہوتا یا منک میں بھر کر لایا ہوتا تو وہ اس کا حق دار ہوتا۔ (وجیدی)

۱۱ - بَابُ لَا حِمَىٰ إِلَّا اللَّهُ وَرَسُولُهُ باب اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور چراگاہ محفوظ

نہیں کر سکتا

(۲۳) ہم سے مجھی بن بکیر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شاہب نے، ان سے عبید اللہ بن عتبہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صعب بن بشامہ لیشی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چراگاہ اللہ اور اس کا رسول ہی محفوظ کر سکتا ہے۔ (ابن شاہب نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ بھی پہنچا ہے کہ جی کشم ٹھیک نہیں تھیں میں چراگاہ بنوائی تھی۔ اور حضرت عمر بن حفظ نے سرف اور ربڑہ کو چراگاہ بنایا۔

۲۳۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّاِنِيْثُ عَنْ يُوسُفَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبِيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَنَّاتَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا حِمَىٰ إِلَّا اللَّهُ وَرَسُولُهُ)). وَقَالَ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى السَّرَّافَ وَالرَّبَّذَةَ.

[طرفہ فی : ۳۰۱۳]

مطلوب حدیث کا یہ ہے کہ جگل میں چراگاہ روکنا، گھاس اور شکار بند کرنایے کسی کو نہیں پہنچا، سواۓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ امام اور خلیفہ بھی رسول کا قائم مقام ہے۔ اس کے سوا اور لوگوں کو چراگاہ روکنا اور محفوظ کرنا درست نہیں۔ شافعیہ اور اہل حدیث کا یہ قول ہے۔ تعمیق ایک مقام ہے مدنہ سے میں میل پر، اور سرف اور ربڑہ بھی مقاموں کے نام ہیں۔

باب نہروں میں سے آدمی اور جانور

سب پانی پی سکتے ہیں

الدوَابُ مِنَ الْأَنْهَارِ

امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ جو نہروں راستے پر واقع ہوں۔ ان میں آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں۔ وہ کسی کے لئے خاص نہیں ہو سکتیں۔

(۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کما کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابوصلح سمان نے اور انہیں ابو ہریرہ ہبھٹ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، گھوڑا ایک شخص کے لئے باعث ثواب ہے، دوسرے کے لئے بچاؤ ہے۔ اور تیسرے کے لئے وباں ہے۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب ہے، وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لئے اس کو پالے، وہ اسے کسی

۲۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِرَحْلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجْلٍ سِرَّ، وَعَلَى رَحْلٍ وَزَرٍ فَإِنَّمَا الْذِي لَهُ أَجْرٌ

ہر لے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں۔ تو جس قدر بھی وہ اس ہر لے میدان یا باغ میں چڑھے گا۔ اس کی نکیوں میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی نوٹ گئی اور گھوڑا ایک یادو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا۔ تو اس کے آثار قدم اور یہ بھی مالک کی نکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گذرے اور اس کا پانی پے۔ خواہ مالک نے اسے پلانے کا راہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پلا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالے، پھر اس کی گردان اور اس کی پیٹھ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے پرده ہے۔ تیرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لئے دبال ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوا اس جامع آیت کے ”جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا، اس کا بدله پائے گا اور جو ذرہ برابر ای کرے گا، اس کا بدله پائے گا۔“

لَرَجُلٌ رَّبَطَهَا فِي سَيْلِ اللَّهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طَيْلَهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ، وَلَوْ أَنَّهُ افْنَطَ طَيْلَهَا فَاسْتَقْتَ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آفَارَهَا وَأَرَوَانَهَا حَسَنَاتٌ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٌ لَهُ، فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْزَرٌ وَرَجُلٌ رَّبَطَهَا تَغْيِيْرًا وَتَقْفَقَا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورَهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِقْرٌ وَرَجُلٌ رَّبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنَوَاءً لِأَهْلِ الإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ). وَسَيْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمْرِ فَقَالَ: ((مَا أَنْزَلْتَ عَلَيْيَ فِيهَا شَيْءًا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْخَامِعَةُ الْفَلَاذَةُ)) فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًا يَوْمَهُ)).

[اطرافہ فی: ۲۸۶۰، ۳۶۴۶، ۴۹۶۲]

. [۷۳۵۶، ۴۹۶۳]

باب کا مضمون حدیث کے جملہ و لو انہا مرت بہر الخ سے نکلا ہے۔ کیونکہ اگر جانوروں کو نہ سے پانی پی لیتا جائز نہ ہوتا تو اس پر ثواب کیوں ملتا۔ اور جب غیر پلانے کے قدر کے ان کے خود بخوبی پانی پی لینے کے ثواب ملا، تو قصداً پلانا بطریق اولیٰ جائز بلکہ موجب ثواب ہو گا۔

(۲۳۷۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے، ان سے منبعث کے غلام زید نے اور ان سے زید بن خالد بن عثمان نے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقط (راتے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پا گئی ہو) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیں

۲۳۷۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدَ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْلُّقْطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ

اور اس کے بندھن کی خوب جائج کرو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گشہدہ بکری؟ آپ نے فرمایا، وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیے کی ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گشہدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا، تمیں اس نے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اسے سیراب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا گھر ہے۔ پانی پر بھی وہ جا سکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پا جائے۔

باب لکڑی اور گھاس پیشنا

عَفَّاصَهَا وَوِكَاءَهَا فُمْ عَرْفَهَا سَنَة، فَلَمَّا
جَاءَ صَاحِبَهَا وَإِلَّا فَشَانِكَ بِهَا)). قَالَ:
فَضَّالَةُ النَّفَرِ؟ قَالَ : ((هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخْيَلِكَ
أَوْ لِلَّذِبِ)). قَالَ فَضَّالَةُ الْإِبْلِ؟ قَالَ :
((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَافُهَا وَجَدَّافُهَا،
تَرِدُ النَّمَاءُ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا
رُبُّهَا)). [راجح: ۹۱]

۱۳ - بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَاءِ

اس باب کی مناسبت کتاب الشرب سے یہ ہے کہ لکڑی پانی گھاس وغیرہ یہ سب مشترک چیزیں ہیں۔ جن سے ہر ایک آدمی نفع اٹھا سکتا ہے۔ حدیث میں جو لکڑی اور گھاس بیان کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ جو غیر ملکی زمین میں واقع ہو۔ ۲۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُعْنَىٰ بْنُ أَسْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
وَهَبِّٰبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ الزُّبُرِ بْنِ
الْمَوَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ السَّبِيلِ قَالَ:
((لَا إِنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبَلًا فَيَأْخُذَ حَزْمَةً
مِنْ حَطَبٍ فَيَبْيَعَ فَيَكْفُّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ
خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَيَ أَمْ مُنْعَى)).
[راجح: ۱۴۷۱]

کوئی امید نہ ہو

بڑے ہی ایمان افروز انداز میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب والی گئی ہے خواہ وہ کتنے تھی چھوٹے پیالے پر ہو۔ ہر حال سوال کرنے سے بہتر ہے خواہ اس کو پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر لاد کر لانی پڑیں۔ اور ان کی فروخت سے وہ گذران کر سکے۔ بیکاری سے یہ بھی بدر جما بہتر ہے۔ روایت میں صرف لکڑی کا ذکر ہے۔ حضرت امام نے گھاس کو بھی باب میں شامل فرمایا ہے۔ گھاس جنگل سے کھود کر لانا اور بازار میں فروخت کرنا، یہ بھی عند اللہ بست ہی محظوظ ہے کہ بنہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے۔ آگے حدیث میں گھاس کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

(۲۳۷۳) ہم سے تیجی بن بکیر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے یاث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہب نے، ان سے عبد الرحمن بن عوف بنیشور کے علام ابو عبید نے، اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۲۳۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ بَكْيَرٍ قَالَ
حَدَّثَنَا الْلَّبِيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ أَبِيهِ عَبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گھٹا اپنی پیشہ پر (بینچنے کے لئے) لئے پھرے تو وہ اس سے اچھا ہے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر خواہ اسے کچھ دے یانہ دے [راجح: ۱۴۷۰]

(۵۷) ۲۳۳ ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا تم کو رشام نے خر دی، انہیں ابن جریر نے خبر دی، کما کہ مجھے ابن شاب نے خبر دی، انہیں زین العابدین علی بن حسین بن علی مجھے تھا نے، ان سے ان کے والد حسین بن علی مجھے تھا نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان او نئی خیمت میں ملی تھی۔ اور ایک دوسری او نئی مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا۔ کہ ان کی پیشہ پر اذخر (عرب کی ایک خوبی دار گھاس جسے سار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بینچنے لے جاؤ۔ بنی قینقاع کا ایک سار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدی سے فاطمہ بنت ابی اسحاق (جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان) کا ولیہ کروں گا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی (النصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرع پڑھا ہاں: اے حمزہ! اٹھو فریہ جوان او نئیوں کی طرف۔ (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہ جوش میں تکوار لے کر اٹھے اور دونوں او نئیوں کے کوہاں چریدیے۔ ان کے پیٹ پھاڑا لے۔ اور ان کی بیجی نکال لی (ابن جریر نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شاب سے پوچھا، کیا کوہاں کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہاں کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ گئے۔ ابن شاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔

يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ: ((لَأَنْ يَخْتَطِبَ أَخَدُكُمْ حَزْنَةً عَلَى ظَهِيرَةِ خَيْرٍ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَخَدًا لِيَغْطِيَهُ أَوْ يَمْعَنَهُ)).

اس سے بھی لکڑیاں بینچنا ثابت ہوا۔

۲۳۷۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجَ أَخْرَجَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ حُسْنِي عَنْ أَبِيهِ حُسْنِي بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِيهِ طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: ((أَصَبَّتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ، فِي مَقْصِمِ يَوْمِ بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلَهُ وَسَلَّمَ شَارِفًا أَخْرَى، فَأَنْتَهَهَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَخْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْ خِرَّ لِأَيْنِعَةً، وَمَعِي صَائِعٌ مِنْ بَنِي قَبْنَاقَاعَ فَأَسْتَعِنُ بِهِ عَلَى وَلِيَمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشَرِّبُ فِي ذَلِكَ الْيَتَمَّ مَعَهُ قَبْنَاقَاعَةَ، فَقَالَتْ: أَلَا يَا حَمْزَةُ لِلشَّرْفِ التَّوَاءِ، فَهَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بْنِ السَّيْفِ فَجَبَ أَسْمَمَتُهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخْذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا - قُلْتُ لِابْنِ شَهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ، قَالَ: قَدْ جَبَ أَسْمَمَتُهُمَا لِذَهَبَ بِهَا - قَالَ ابْنُ شَهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرِ أَفْطَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ وَعِنْدَهُ زَيْدَ بْنَ حَارَثَةَ فَأَخْبَرَتُهُ أَخْرَى، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ قَبْنَاقَاعَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَةَ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 إِلَّا عَيْنَتُ لِأَبَانِي أَفَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ
 يَقْهَفِرُ حَتَّىٰ خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ
 تَخْرِيمِ الْعَمَرِ). [راجع: ۲۰۸۹]

زید بنو شہر بھی آپ کے ساتھی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ جب حضرت حمزہ بنو شہر کے پاس پہنچے اور آپ نے خفگی ظاہر فرمائی تو حضرت حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا "تم سب میرے باب دادا کے غلام ہو۔" حضور ﷺ اٹھے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پسلے کا قصہ ہے۔

تشریح حدیث ہذا میں بیان کردہ واقعات اس وقت سے متعلق ہیں جب کہ اسلام میں شراب گاتا سننا حرام نہ ہوا تھا۔ بدر کے اموال غنیمت میں سے ایک جوان اونٹی حضرت علی بنو شہر کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اور ایک اور اونٹی آنحضرت ﷺ نے ان کو بطور صد رحمی اپنے خاص حصہ میں سے مرحت فرمادی تھی۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہوا کہ کیوں نہ ان اونٹیوں سے کام لیا جائے۔ اور ان پر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے لاد کر لائی جائے اور اسے بازار میں فروخت کیا جائے۔ تاکہ ضروریات شادی کے لئے جو ہونے ہی والی تھی کچھ سرمایہ جمع ہو جائے۔ اس کاروبار میں ایک دسرے انصاری بھائی اور ایک بھی فیقایع کے سارے بھی شریک ہونے والے تھے۔ حضرت علی بنو شہر ان ہی عزائم کے ساتھ اپنی ہر دو سواریوں کو لے کر اس انصاری مسلمان کے گرفتار ہے۔ اور اس کے دروازے پر جا کر ہر دو اونٹیوں کو باندھ دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس انصاری کے ای گھر میں اس وقت حضرت حمزہ بنو شہر شراب نوشی اور گاتا سننے میں محسوس تھے۔ گانے والی نے جب ان اونٹیوں کو دیکھا اور ان کی فرمی اور جوانی پر نظر ڈالی اور ان کا گوشت بست ہی لنیز تصور کیا۔ تو اس نے اس عالم میں حضرت حمزہ بنو شہر کو گاٹے گاٹے یہ مصعر بھی بنا کر سنایا جو روایت میں مذکور ہے۔ (پورا شعریوں ہے)

الْيَاحِزُّ لِلشَّرْفِ النَّوَاءِ وَهُنَّ مَعْلَاتٍ بِالغَنَاءِ

حمزہ! انھو یہ عمروالی موٹی اونٹیاں جو مکان کے گھن میں بندھی ہوئی ہیں، ان کو کاٹو اور ان کا گوشت بھون کر کھاؤ اور ہم کو کھلاؤ۔

حضرت حمزہ بنو شہر پر مسمی سوار تھی، شعر سنتے ہی فوراً تکوار لے کر کھڑے ہوئے اور عالم بے ہوشی میں ان ہر ۴۰ اونٹیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے لکھے نکال کر، کوہاں کاٹ کر گوشت کا بہترن حصہ کباب کے لئے لے آئے۔ حضرت علی بنو شہر نے یہ بھر خراش منظر دیکھا تو اپنے گھر مچا کا احرام سامنے رکھتے ہوئے وہاں ایک لفظ زبان پر نہ لائے بلکہ سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت زید بن حارثہ بنو شہر بھی وہاں موجود تھے۔ چنانچہ آپ نے سارا واحد آنحضرت ﷺ کو سنایا اور اپنی اس پریشانی کو تفصیل سے بیان کیا۔ جسے سن کر آنحضرت ﷺ زید بن حارثہ بنو شہر اور آپ کو ہمراہ لے کر فوراً ہی موقع پر معائنہ فرمائے کے لئے چل کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہ بنو شہر کے پاس پہنچے جو کہ ابھی تک شراب اور کباب کے نشہ میں چور تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ بنو شہر پر اطمینان خفگی فرمایا مگر حمزہ کے ہوش و حواس شراب و کباب میں گم تھے۔ وہ صحیح غور نہ کر سکے بلکہ انہا اس پر خود میں اطمینان خفگی فرمایا۔ اور وہ اتفاق کئے جو روایت میں مذکور ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں، "حضرت حمزہ اس وقت نشہ میں تھے۔ اس لئے ایسا کہنے سے وہ گنگار نہیں ہوئے دوسرے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں عبدالطلب کا بیٹا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اور حضرت عبده اللہ اور حضرت ابو طالب دونوں ان کے لڑکے تھے اور لڑکا گویا اپنے باب کا غلام ہی ہوتا ہے۔ یہ حالات دیکھ کر آنحضرت ﷺ خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔ اس وقت یہی مناسب تھا۔ شاید حمزہ کچھ اور کہہ بیٹھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نشہ اترنے کے بعد آپ نے ان سے ان اونٹیوں کی قیمت حضرت علی بنو شہر کو دلوائی۔ باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ ان پر اذخر لاد کر لاؤں، اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے (وہیدی)

٤ - بَابُ الْقَطَائِعِ

باب قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان

اصل کتاب میں تخلیع کا لفظ ہے۔ وہ مقطعہ اور جاگیر دونوں کو شامل ہے۔ شافعیہ نے کہا، آباد زمین کو جاگیر میں دنادرست نہیں۔ ویران زمین میں سے امام جس کو لاائق سمجھے جاگیر دے سکتا ہے۔ مگر جاگیر دار یا مقطعہ دار اس کا مالک نہیں ہو جاتا، محب طبری نے اسی کا یقین کیا ہے۔ لیکن قاضی عیاض نے کہا کہ اگر امام اس کو مالک بنادے تو وہ مالک ہو جاتا ہے (وجیدی)

(۲۳۷۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بنثو سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کرم شیعیہ نے بھریں میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (النصار کو) دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ہمارے مهاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنايت فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جالیا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔

٢۳۷۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ حَزَّبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَرَادَ سَيِّدُ أَنْسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْطُعَ مِنَ الْبَخْرِينِ ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْرَانِنَا مِنَ الْمَهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا. قَالَ: ((سَتَرُونَ بَعْدِي أُثْرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)).

[اطرافہ فی : ۲۳۷۷، ۳۱۶۳، ۳۷۹۴].

آنحضرت شیعیہ نے انصار کو بھریں میں کچھ جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا، اسی سے قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا جواز ثابت ہوا۔ حکومت کے پاس اگر کچھ زمین فالتہ ہو تو وہ پلک میں کسی کو بھی اس کی لی خدمات کے صلے میں دے سکتی ہے۔ یہ مقصد باب ہے۔ مستقبل کے لئے آپ نے انصار کو ہدایت فرمائی کہ وہ فتوں کے دور میں جب عام حق تلفی دیکھیں خاص طور پر اپنے بارے میں ناماز گار حالات ان کے سامنے آئیں تو ان کو چاہئے کہ صبر و شکر سے کام لیں۔ ان کے رفع درجات کے لئے یہ بڑا بھاری ذریعہ ہو گا۔

باب قطعات اراضی بطور جاگیر دیکھان کی سند لکھ دینا۔

(۲۳۷۷) اور یاث نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا اور انہوں نے انس بنثو سے کہ نبی کرم شیعیہ نے انصار کو بلا کر بھریں میں انہیں قطعات اراضی بطور جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مهاجرین) کو بھی اسی طرح کے قطعات کی سند لکھ دیجئے۔ لیکن نبی کرم شیعیہ کے پاس اتنی زمین ہی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے ان سے فرمایا "میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔"

١٥ - بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ

٢۳۷۷ - وَقَالَ النَّبِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَخْرِينِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَعْلَتْ فَاتَّكَبْ لِإِخْرَانِنَا مِنْ قُرْبَنِي بِعِظَلَاهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرُونَ بَعْدِي أُثْرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)). [راجح: ۲۳۷۶]

حکومت اگر کسی کو بطور انعام جاگیر عطا کرے تو اس کی سند لکھ دینا ضروری ہے تاکہ وہ آئندہ ان کے کام آئے اور کوئی ان کا حق

نہ مار سکے۔ ہندوستان میں شہابان اسلام نے اسکی کتنی سندریں تکنے کے پردوں پر کندہ کر کے بہت سے مندوں کے چھپاریوں کو دی ہیں، جن میں ان کے لئے زمینوں کا ذکر ہے پھر بھی تصب کا بیرا ہو کہ آج ان کی شاندار تاریخ کو سخن کر کے مسلمانوں کے خلاف فضایل اور کی جا رہی ہے۔ اللہ انصار الاسلام والمسلمین آمين

باب اوٹھنی کوپانی کے پاس وہنا

(۲۳۷۸) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن قلعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرو نے اور ان سے ابوہریرہ بن عوبہ نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، اونٹ کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پاس وہا جائے۔

باب بلغ میں سے گذرنے کا حق یا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ

اور نبی کرم ﷺ نے فرمایا، اگر کسی شخص نے پیوندی کرنے کے بعد کھجور کا کوئی درخت بیچا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوتا ہے۔ اور اس بلغ میں سے گذرنے اور سیراب کرنے کا حق بھی اسے حاصل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا پھل توڑ لیا جائے۔ صاحب عربیہ کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

شیخ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بائی نے اس غلام کو کسی مال کا مالک بنا دیا تو اس مال خریدار کا ہو گیا، مگر یہ کہ پائی شرط کر لے۔

باب کی مناسبت اس طرح ہے کہ جب عربیہ کا رین جائز ہوا تو خواہ خواہ عربیہ والا بلغ میں جائے گا اپنے پھلوں کی خلاقت کرنے کو۔ یہ جو فرمایا کہ اندازہ کر کے اس کے برابر خلک کھجور کے بدل بیچنے کی اجازت دی اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دو تین درخت کھجور کے بطور عربیہ کے لے۔ وہ ایک اندازہ کرنے والے کو بلائے وہ اندازہ کر دے کہ درخت پر جو تازی کھجور ہے وہ سوکھنے کے بعد اتنی رہے گی اور یہ عربیہ والا اتنی سو کی کھجور کسی شخص سے لے کر درخت کا میوہ اس کے ہاتھ بیچنے والے تو یہ درست ہے حالانکہ یوں کھجور کو کھجور کے بدل اندازہ کر کے بیچنا درست نہیں کیونکہ اس میں کی بیشی کا احتمال رہتا ہے مگر عربیہ والے اکثر معانج بھوکے لوگ ہوتے ہیں تو ان کو کھانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ان کے لئے یہ بیچ آپ نے جائز فرمادی۔

(۲۳۷۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن ابی شہاب نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

۱۶- باب حَلْبِ الْإِبْلِ عَلَى الْمَاءِ

۲۳۷۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِلِ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي
عَنْ هَلَالِ بْنِ عَلَىٰ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مِنْ حَقِّ الْإِبْلِ أَنْ
تُحَلِّبَ عَلَى الْمَاءِ)). [راجح: ۱۴۰۲]

۱۷- بَابُ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمْرُّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَاطِطٍ أَوْ نَخْلٍ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ
تُؤْتِهِ فَتَمْرُّنَهَا لِلْبَاعِ، وَلِلْبَاعِ الْلَّمْرُ
وَالسَّقْفُ حَتَّى يَرْفَعَ، وَكَذَلِكَ رَبُّ
الْعَرْبِيَّةِ)).

۲۳۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
حَدَّثَنَا الْيَثُرُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبْنُ شِهَابٍ عَنْ
سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

سے نہ، آپ نے فرمایا تھا کہ پیوند کاری کے بعد اگر کسی شخص نے اپنا
کھجور کا درخت بیچا تو (اس سال کی فصل کا) پھل بیچنے والے ہی کا رہتا
ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگادے (کہ پھل بھی خریدار ہی کا ہو گا) تو یہ
صورت الگ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی مال والا غلام بیچا تو وہ مال
بیچنے والے کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگادے تو یہ صورت الگ
ہے۔ یہ حدیث امام مالک سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر
شیخ سے بھی مردی ہے اس میں صرف غلام کا ذکر ہے۔

(۲۳۸۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے
بیان کیا، ان سے سعید بن سعید نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر
بیان کیا، اور ان سے زید بن ثابت بیٹھا نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے شیخ
نے عربی کے سلسلہ میں اس کی رخصت دی تھی کہ اندازہ کر کے
خیک کھجور کے بدے بیچا جاسکتا ہے۔

(۲۳۸۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عینہ
نے بیان کیا، ان سے ابن جریر نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خابر، مخالفہ اور مزابدہ سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح پھل کو پختہ
ہونے سے پسلے بیچنے سے منع فرمایا تھا، اور یہ کہ میوه یا غلہ جو درخت پر
لگا ہو، دینار و درهم ہی کے بدے بیچا جائے۔ البته عربی کی اجازت دی
ہے۔

قال : سیفیت رسول اللہ ﷺ، یقُولُ
((مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤْتَ لَهُ مَرْتَبَهَا
لِتَبْاعَ إِلَّا أَنْ يَشْرُطَ الْمُبَتَاعَ. وَمَنِ ابْتَاعَ
عَنْهَا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي تَابَعَ إِلَّا أَنْ
يَشْرُطَ الْمُبَتَاعَ)). وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ
عَنْ أَبْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

[راجح: ۲۶۰۳]

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ
نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابَتٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : ((رَجُلٌ أَنْ تَبَاعَ
أَنْ تَبَاعَ الْمَرْأَةِ بِخَرْصِهَا ثَمَرًا))

[راجح: ۲۱۷۳]

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبْنُ عَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى جُرَيْجَ عَنْ عَطَاءَ
سَمِعَ جَاهِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ
وَالْمُحَاقَّةِ وَعَنِ الْمُزَابَبَةِ وَعَنْ بَيْعِ النَّمَرِ
حَتَّى يَنْتَهُ صَلَاحَةُ
بِالدِّينَارِ وَالدِّرْقَمِ، إِلَّا الْعَرَابِيَّا)).

[راجح: ۱۴۸۷]

الفاظ خابر، مخالفہ اور مزابدہ کے معانی بچھے۔ تفصیل سے لکھے جا پکے ہیں۔

(۲۳۸۲) ہم سے سعید بن قرم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے
امام مالک نے خبر دی، انسیں داؤد بن حصین نے، انسیں ابو احمد کے
غلام ابو سفیان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عربی کی اندازہ کر کے خیک کھجور
کے بدے پانچ وقت سے کم، یا (یہ کہا کہ) پانچ وقت کے اندر اجازت

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ فَرَعَةَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاؤُدَ بْنِ حَصَّينَ عَنْ
أَبِي سَفِيَّانَ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((رَجُلٌ
لِي بَيْعُ الْمَرْأَةِ بِخَرْصِهَا مِنَ الْغَمِرِ

دی ہے اس میں شک داؤد بن حصین کو ہوا۔ (بعض عربیہ کا بیان یہ چھے
مفصل ہو چکا ہے)

فِيمَا دُونَ خَمْسَةَ أُونَسَقِ، أَوْ فِي خَمْسَةَ
أُونَسَقِ، شَكُّ دَاؤُدُ فِي ذَلِكَ).

[راجح: ۲۱۹]

(۸۳۸۳^{۸۳}) ہم سے زکریا بن مجی نے بیان کیا، کما کہ ہم کو ابو اسامہ نے خردی، کما کہ مجھے ولید بن کثیر نے خردی، کما کہ مجھے بن حارثہ کے غلام بشیر بن یسار نے خردی، ان سے رافع بن خدنج اور سل بن ابی حمہ بن حارثہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مزایہ
لیعنی درخت پر لگے ہوئے کھجور کو خشک کی ہوئی کھجور کے بد لے یعنی
سے منع فرمایا، عربیہ کرنے والوں کے علاوہ کہ انسیں آپ نے اجازت
دے دی تھی۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کما کہ ابن اسحاق نے کما کہ مجھ سے بشیر نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی۔ (یہ
تعليق ہے کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ابن اسحاق کو نہیں پایا۔ حافظ
نے کما کہ مجھ کو یہ تعليق موصولاً نہیں ملی)

۲۳۸۴ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي
الْوَلِيدُ بْنُ كَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشِّيرُ بْنُ
بَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِينَ
وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَمْمَةَ حَدَّثَاهُ (أَنَّ رَسُولَ
الله ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابِيَّةِ، بَيْعِ الشَّمْرِ
بِالْتَّغْرِيرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَابِيَّةِ فَإِنَّهُ أَذِنَ
لَهُمْ). قَالَ أَبُو عَنْدِ اللَّهِ : وَقَالَ أَبْنُ
إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشِّيرٌ . . مِثْلُهُ.

[راجح: ۲۱۹۱]

تشریحات مفیدہ از خطیب الاسلام فاضل علام حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب رحمانی ناظم جامعہ سراج العلوم جمنڈا گرگنپاں
ادام اللہ فیوضہ۔

کتاب الزارعۃ اور کتاب المساقۃ کے خاتمہ پر اپنے ناظرین کرام کی معلومات میں مزید اضافہ کے لئے ہم ایک فاضلانہ تبصرہ درج کر رہے ہیں جو فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرؤوف رحمانی زید مجدد ہم کی داماغی کا دوش کا نتیجہ ہے۔ فاضل علامہ نے اپنے اس مقالہ میں مسائل مزارعت کو مزید احسن طریق پر ذہن نشین کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ جس کے لئے مولانا موصوف نہ صرف میرے پلکہ جملہ قادرین کرام بخاری شریف کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک اس عظیم خدمت ترجمہ و تشریحات صحیح بخاری شریف میں اس علمی تعاون و اشتراک پر محترم مولانا موصوف کو برکات دارین سے نوازے اور آپ کی خدمات خلیلہ کو قبول فرمائے۔
مولانا خود بھی ایک کامیاب زمیندار ہیں۔ اس لیے آپ کی بیان کردہ تفصیلات کس قدر جامع ہوں گی، شاہقین مطالعہ سے خود ان کا اندازہ کر سکیں گے۔ محترم مولانا کی تشریحات مفیدہ کا متن درج ذیل ہے۔ (متترجم)

زمین کی آباد کاری کا اہتمام: (۱) ملک کی تمام خام پیداوار اور اشیائے خوردنی کا دارود مدار زمین کی کاشت پر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی زمین کے آباد و گزار رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی بن فہرست سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا من اشتري قریبة بعمر ها كان حقا على الله عونه يعني جو شخص کسی گاؤں کو خرید کر اس کو آباد کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ (منتخب کنز العمال جلد دوم ص ۱۲۸)

اسی طرح کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے فعن احیا ارضامیتا فہی لہ و لبس بمحض حرق بعد ذلك یعنی جس شیخ نے کسی بخود افتادہ زمین کی کاشت کر لی تو وہ اسی کی ملکت ہے۔ اور بلا کاشت کے ہوئے

روک رکھنے والے کامیں سال کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج، ص: ۲۷)

(۲) امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقی فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہو جانے کی خبر مل جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی شاخ اور پودا ہو۔ تو اسے ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسے زین میں گاڑ اور بٹھا کر دم لے۔ (الادب المفرد ص: ۶۹)

ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ اگر تم سن لو کہ دجال کا نکل چکا ہے اور قیامت کے دوسرے سب آثار و علامات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور تم کوئی نرم و نازک پودا زمین میں بھٹانا اور لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگاؤ۔ اور اس کی دیکھ بھال اور نشوونما کے انتظامات میں سستی نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہر حال زندگی کے گذران کے لئے ایک ضروری کوشش ہے۔ (الادب المفرد ص: ۶۹)

انفہا: ان روایات میں غور کرنے سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے اور پھل دار درختوں اور غلہ والے پودوں کو لگانے کے لئے کس قدر عملی اہتمام مقصود ہے کہ مرتبہ مرتبہ اور قیامت ہوتے ہوئے بھی انسان زراعتی کاروبار اور زینتی پیداوار کے معاملہ میں ذرا بھی بے فکری اور سستی والا پرواہی نہ برتے۔

کیا زراعت کا پیشہ ذیل ہے؟ ان حالات کی موجودگی میں یہ نہیں کام جاسکتا کہ زراعت کا پیشہ ذیل ہے۔ حضرت ابو امامہ بانی بنیزیر سے ایک حدیث مروی ہے کہ آخرت میتھی نے مل اور کھیتی کے بعض آلات دیکھ کر فرمایا کہ لا یدخل هدا بیت قوم الا ادخله اللہ الذل یعنی جس گھر میں یہ داخل ہو گا اس میں ذلت داخل ہو کر رہے گی۔

لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کی توجیہ کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیت کا پیشہ اس قدر ہم وقتی مشغولیت کا طالب ہے کہ جو اس میں منمک ہو گا وہ اسلامی زندگی کے سب سے اہم کام جہاد کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس سے بے پروا رہے گا اور ظاہر ہے کہ ترک جہاد، شوکت و قوت کے اعتزال کے متراوے ہے۔ بہر حال اگر کھیت کی نہ مدت ہے تو اس کی ہمہ گیر مصروفیت کے سبب کہ وہ اپنے ساتھ بے حد مشغول رکھ کر دوسرے تمام اہم مقاصد سے غافل و بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ اسی فلسفہ کے ماتحت لکھتے ہیں ॥فَإِذَا تُرْكُوا الْجِهَادَ وَاتَّبَعُوا أَذْنَابَ الْبَقَرِ احْاطَتْ بِهِمُ الْذَلِّ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِمُ الْأَهْلُ سائر الادیان (بیعت اللہ البالغہ، جلد: ثانی / ص: ۲۷۳) یعنی کاشتکاریوں کی دم میں لگ کر جہاد وغیرہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان پر ذلت محیط ہو جاتی ہے۔ اور جہاد سے کاشتکاروں اور زمینداروں کی غفلت ان کی رہی سی شوکت و قوت کو ختم کر دیتی ہے۔ اور ان پر تمام ادیان اور مذاہب اپنا تسلط جمایتے ہیں۔ لیکن اگر جہاد یا دین کے دوسرے اہم مقاصد سے صرف نظر نہ ہو تو آبادی زمین اور کاشتکاری خود اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے خود بھی لوگوں کو مختلف زمینوں کو بطور جاگیر عطا فرمایا کہ اسے آباد و گزار رکھیں اور خلق خدا اور خود اس سے مستفید ہوں۔

زمین کا آباد رہنا اور عوامی ہونا اصل مقصد ہے:

(۱) حضرت عمر بنیزیر نے جب زراعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تو کچھ لوگوں نے اسی جاگیروں کے بعض افلاہ حصہ کو آباد کر لیا تو اصل مالکان زمین ناٹش کے لئے دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر بنیزیر نے فرمایا تم لوگوں نے اب تک غیر آباد چھوڑے رکھا۔ اب ان لوگوں نے جب اسے آباد کر لیا تو تم ان کو بھٹانا چاہتے ہو۔ مجھے اگر اس امر کا احترام پیش نظر نہ ہوتا کہ تم سب کو حضور ﷺ نے جاگیریں عنایت کی تھیں تو تم لوگوں کو کچھ نہ دلاتا۔ لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی آباد کاری اور پرتوی توزیعی کا معawضہ اگر تم دے دو گے تو زمین تمارے حوالہ ہو جائے گی اور اگر آیا نہ ہو کر سکتے تو زمین کے سطحی آبودالت کی قیمت دے کر وہ لوگ اس

کے مالک بن جائیں گے۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ ہیں و ان شتم ردو علیکم نعم ادیم الارض نم ہی لهم (کتاب الاموال، ص: ۳۸۹) اس کے بعد عام حکم دیا کہ جس نے کسی زمین کو تمین بر سر تک غیر آباد رکھا تو جو شخص بھی اس کے بعد اسے آباد کرے گا، اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے گی۔ (کتاب الحجراء، ص: ۷۲)

اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بکثرت بیکار و مقبوضہ محض زمینیں آباد ہو گئیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لمبی زمین جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اس کے آباد کیے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ غیر آباد زمین اس سے واپس لے لی۔ (کتاب الحجراء، ص: ۸۷)

(۳) حضرت ابو بکر بن الخطاب نے حضرت طلحہ بن عثمان کو (ظیعہ) ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا۔ گواہوں میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ حضرت طلحہ بن عثمان جب دستخط لینے کی غرض سے سیدنا فاروق اعظم بن عثمان کے پاس پہنچتے ہیں، تو فاروق اعظم بن عثمان نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔ اهذا کله لک دون الناس "کیا یہ پوری جائیداد تھا تم کو مل جائے گی اور دوسراے لوگ محروم رہ جائیں۔ حضرت طلحہ بن عثمان حصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق بن عثمان کے پاس پہنچ اور کہنے لگے۔ " والله لا ادری انت الخليفة ام عمر "میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیر المؤمنین ہیں یا عمر؟ سیدنا ابو بکر صدیق بن عثمان نے فرمایا (عمر و لکن الطاعة لی) "ہاں ان شاء اللہ العزیز آئندہ عمر فاروق ہی امیر المؤمنین ہوں گے۔ البتہ اطاعت میری ہو گی۔ الغرض سیدنا فاروق اعظم بن عثمان کی مخالفت کی بیان پر وہ جاگیر نہ پاسکے۔ (منتخب کنز العمال جلد چارم، ص: ۳۵۰۔ و کتاب الاموال، ص: ۲۶)

(۴) اس طرح حضرت عبیہ بن حصن بن عثمان اکبر بن عثمان نے ایک جاگیر عطا فرمائی۔ جب دستخط کرنے کی غرض سے حضرت عمر بن عثمان کے پاس آئے تو حضرت فاروق نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ پس نہ کیا بلکہ تحریر شدہ طوروں کو مٹا دیا۔ عبیہ بن عثمان دوبارہ صدیق اکبر بن عثمان کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ دوسرا حکم نامہ ارجام فرمادیا جائے تو حضرت ابو بکر بن عثمان نے بر طلاق فرمایا۔ والله لا اجدد شيئاً رده عمر خدا کی وہ کام دوبارہ نہیں کروں گا جس کو عمر بن عثمان نے روکیا ہو۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چارم، ص: ۲۹۱)

ای سلسہ میں ابن الجوزی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر بن عثمان کے پاس آکر کہنے لگے کہ یہ جاگیر و اراضی جو آپ ان کو دے رہے ہیں، یہ آپ کی ذاتی زمین ہے یا اسے مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابو بکر بن عثمان نے فرمایا، یہ سب کی چیز ہے۔ حضرت عمر بن عثمان نے پوچھا، تو پھر آپ نے کسی خاص شخص کے لئے اتنی بڑی جاگیر کو مخصوص کیوں کیا؟ حضرت ابو بکر بن عثمان نے کہا میں نے ان حضرات سے جو میرے پاس پہنچتے ہیں، مسحورہ لے کر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عثمان نے فرمایا، یہ سب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔ (سیرت عمر ابن الخطاب، ص: ۳۰۰۔ و اصحاب لابن حجر عسقلانی، جلد: ثالث، ص: ۵۶)

بہر حال ان کے اس شدید انکار کی وجہ حضرت عمر بن عثمان کے ان الفاظ میں تلاش کی جاسکتی ہے۔ اهذا کله لک دون الناس کیا دیگر افراد کو محروم کر کے یہ سب کچھ تمیں کو مل جائے گا۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چارم، ص: ۱۷۳۔ و کتاب الاموال، ص: ۲۷۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفہوم عامہ کی چیز کسی شخص واحد کے لئے قانوناً مخصوص نہیں کی جاسکتی، کوئی جاگیر یا جائیداد شخص واحد کو صرف اسی قدر ملے گی جتنا وہ سر بزرو شاداب اور آباد رکھ سکے۔ در حقیقت رسول پاک ﷺ اور شیخین علیہما السلام کا نشانہ یہ تھا کہ قطعات لوگوں کو دے کر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے تاکہ خلق خدا کے لئے زیادہ غلہ میاہو سکے۔ مگر یہ بات ہر وقت طمع خاطر رہنی چاہئے کہ زمین صرف امراء کے ہاتھوں میں پڑ کر عیش کو شی اور عرشت پسندی کا سبب نہ بن سکے۔ یا بیکار نہ پڑی رہے۔ اس لئے احتیاط ضروری تھی کہ زمین صرف ان لوگوں کو دی جائے جو وال تھے اور صرف اسی قدر دی جائے بھتی وہ بار اور کر سکتے ہوں۔ بہر حال پاک کے فائدہ کے لئے بیکار اور زائد کاشت زمین حکومت اسلامی اپنے لفڑی میں لے لیتی ہے تاکہ اس کو سمعقین میں تقیم کیا جا سکے۔

اگر یہی دور حکومت میں رواج تھا کہ لوگ زمینوں پر سیر خود کاشت لکھا کر اور فرضی ہموں سے اندر آجائ کرایے زمینوں پر قابض رہتے تھے۔ اور اس سے دوسرے لوگوں کا فتح اٹھانا غرض و احمد کی نامزدگی کی وجہ سے ناٹکن تھا۔ ملک میں زرعی زمینوں پر قبضہ الغرض ہونے اور ساری زمینوں کے زیر کاشت نہ آئنے کے باعث قحط اور پیداوار کی کمی بر ایبر چلی آئی رہی۔ اسلام کا فتحا یہ ہے کہ جتنی کاشت تم خود کر سکواتی ہی اراضی پر قابض رہو۔ یا جتنی آبادی مزدوروں اور بلوہوں کے ذریعہ زیر کاشت لائے ہوں اسی پر تصرف رکھو بلی حکومت کے حوالہ کرو۔ اسلامی حکومت کو حق ہے کہ مالک اور زمیندار کو یہ نوش دے دے کہ ان عجزت عن عمارتها عمرنا ہا وزرعنا ہا اگر اس زمین کے آباد کرنے کی صلاحیت تجوہ میں نہیں ہے تو ہم اس زمین کو آباد کریں گے۔ ”حکومت کے نوش کے ان الفاظ کو نقل کر کے علامہ ابو بکر حصال نے لکھا ہے۔ کذالک يفعل الإمام عندنا باراضي العاجز عن عمارتها) اپنی زمین کی آبادی سے جو محدود ہوں، ان کی زمینوں کے متعلق امام کو یہی کہنا چاہیے۔ (احکام القرآن، جلد: ۳/ ص: ۵۳۲)

اور اس قسم کے عشتی فرمان حکومت کی طرف سے جاری بھی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے فرمان کے الفاظ اسی سلسلہ میں کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں کہ اپنے گورنزوں کو لکھا کرتے تھے۔ لا تدعوا الارض خرابا (خلیل ابن حزم، جلد: ۸/ ص: ۲۲) زمین کو ہرگز غیر آباد نہ چھوڑنا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اسی لئے اپنے عمال کو بار بار تائید کے ساتھ لکھا کرتے تھے کہ نصف محاصل پر کسان کو زمینوں کا بندوبست کرو۔ اگر تیار نہ ہوں تو فاعطوه بالثلث فان لم يزرع فاعطوه حاجتی بلع العشر تملیٰ پر بندوبست کرو۔ اگر پھر بھی آباد نہ ہو تو دوسری حصہ کی شرط پر دے دو اور آخر میں یہ بھی اجازت دے دی جاتی فان لم يزرعها احد فامنهها یعنی پھر بھی کوئی کسی زمین کو آباد نہ کرے تو لوگوں کو یونہی مفت آباد کرنے کو دے دو۔ اور اگر زمین کو مفت لینے پر بھی کوئی آباد نہ ہو تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا حکم یہ تھا۔ فان لم يزرع فاقتفق عليهما من بيت مال المسلمين یعنی حکومت کے خزانے سے خرچ کر کے غیر آباد زمینوں کو آباد کرو۔ بہر حال زمین کی آباد کاری کیلئے کوئی ممکن صورت ایسی باتی نہیں رہی جو چھوڑ دی گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجراں کے سود خوار سرمایہ داروں کو محاوضہ دے کر زرعی زمینوں کو حاصل کر کے مقامی کاشکاروں کے ساتھ بندوبست کر دیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اسی موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ ان جزاوا بالقر والحدید من عندهم فلهم الشکان ولعمر الثلث و ان جاءه عمر بالبلدر من عنده فله الشطر (فتح الباری، جلد: ۵/ ص: ۱۰) اگر تملیٰ اور بولا (الل تملیٰ) کسانوں کی طرف سے میا کیا جائے تو ان کو پیداوار کا دو تملیٰ ملتے گا۔ اور عمر (حکومت) کو تملیٰ اور بیچ کا بندوبست اگر عمر (کی حکومت) کرے تو کسانوں کو نصف حصہ ملتے گا۔ اس واقعہ سے آبادی زمین اور انساف و رعایت تحقیق رعلیا کا حال خوب واضح ہوا۔

(۵) ایک زمین قبیلہ مزینہ کے کچھ افراد کو ملی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس جا گیر کو یونہی چھوڑ رکھا تھا۔ تو دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا۔ مزینہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسکی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص تین برس تک زمین یونہی چھوڑ رکے گا اور دوسرا کوئی شخص اسے آباد کرے تو یہ دوسرا ہی اس زمین کا حق دار ہو جائے گا۔ (اللادحام السلطانی للحاوی دری ص: ۱۸۲)

(۶) حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فخذ منها ماقدر علی عمارتها یعنی جو زمین تم کو رسول پاک رضی اللہ عنہ نے عطا فرمائی ہے اس میں سے جس قدر تم آباد کر سکتے ہو اسے اپنے پاس رکو۔ لیکن جب وہ پوری اراضی کو آباد نہ کر سکے تو بھلی ماندہ زمین کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے تم کو اراضی اس مقصد کے پیش نظر دی تھی کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ تم خواہ نخواہ قابض ہی رہو۔ (تعلیق کتاب الاموال ص: ۲۹۰، بحوالہ ابو داؤد و مسنون حاکم و خلاصۃ الوفاء ص: ۷۳۳)

(نوٹ) اس بلال رضی اللہ عنہ سے بلال رضی اللہ عنہ موزن رسول مراد نہیں ہیں بلکہ بلال بن ابی رباح ہیں۔ (استیجار)

(۷) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے زمین کو غیر آباد

سمجھ کر اس کو آباد کر لیا۔ زمین والے کو اس کی اطاعت میں تو ناٹش لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جو کچھ زمین کے سلسلہ محنت مزدوری صرف کی ہے اس کا معاوضہ تم ادا کر دو۔ گویا اس نے یہ کام تمارے لئے کیا ہے۔ اس نے کہا اس کے مصارف ادا کرنے کی بھج میں طاقت نہیں ہے۔ تو آپ نے مدعا علیہ سے فرمایا۔ ادفع الہے نہ من ارضہ یعنی تم اس کی قیمت ادا کر کے اس کے مالک بن جاؤ اور اب کھیت کو سر بیزو شاداب رکھو۔ (کتاب الاموال ص ۲۸۹)

یہ فیصلے بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کا غشاء یہ تھا کہ زمین کبھی غیر آباد اور بیکار نہ رہنے پائے اور ہر شخص کے پاس اتنی ہی رہے جتنی خود کاشت کر سکے یا کر سکے۔ ان واقعات کی روشنی میں اب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے وہ بڑے بڑے نکلوے جو ایسے زمینداروں کے قبضے میں ہوں جن کی کاشت نہ وہ خود کرتے ہیں، نہ مزدوروں کے ذریعہ ہی کرتے ہیں۔ بلکہ فرضی سرید فرضی خود کاشت کے فرضی اندر ارجات کے ذریعہ ان جاگریوں پر قابل رہنا چاہتے ہوں۔ ایسے زمینداروں کے اس ظالمانہ بقش کے لئے شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ زمینداروں، جاگریوں کے نظام میں پہلے عموماً جاگری دار اور تعلقہ دار ایسی ایسی زمینوں پر قابل رہنے تھے اور پذاری کے کھاناوں میں سرخود کاشت کا فرضی اندر ارج کرتے تھے، حالانکہ درحقیقت ان کی کاشت نہ ہوتی تھی۔

زمین کی آباد کاری کے لیے بلاسودی قرضہ کا انتظام: آج کے دور میں حکومت کاشتکاروں کے سدھار کے لئے بیج دغیرہ کی سوسائٹی کھول کر سودی قرضہ پر بھتی کے آلات، زراعت اور ترقی وغیرہ تقسیم کرتی ہے۔ لیکن خلافت راشدہ میں یہ بات نہ تھی۔ بلکہ وہ غیر مسلم رعایا کو بھی بھتی کی ضروریات و فراہمی آلات کے لئے بلاسودی رقم دیتی تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عراق، کوفہ و بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا تھا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں۔ اور کسی بھی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے تو ان کی ضروریات کے مطابق ان کو قرض دو۔ تاکہ وہ زمین آباد کرنے کا سامان کر لیں، میل خرید لیں، اور ختم ریزی کا انتظام کر لیں۔ اور یہ بھی بتا دو کہ ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ دو سال بعد لیں گے۔ تاکہ وہ اچھی طرح اپنا کام سنبھال لیں (کتاب الاموال ص ۲۵، سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۶۷)

زمین کی آباد کاری اور پیداوار کے اضافہ کے لیے پانی کا اہتمام: غله کی پیداوار پانی کی فراہمی اور مناسب آب پاشی پر موقوف ہے۔ جب زمین کو چشمتوں اور نہروں کے ذریعہ پانی کی فراہمی حاصل ہوتی ہے۔ تو غلہ سر بیزو شاداب ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا اس اہم ضرورت کا یہیش لحاظ رکھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی و قاص کی ماتحتی میں اسلامی فوہوں نے سواد عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمان بھیجا کہ جائیداد مقولہ گھوڑے، ہتھیار وغیرہ اور نقد کو لٹکر میں تقسیم کرو، اور جائیداد غیر مقولہ کو مقابی پاشندوں ہی کے قبضے میں رہنے دو، تاکہ اس کی مال گذاری اور خراج سے اسلامی ضروریات اور سرحدی افواج کے مصارف اور آئندہ عسکری تظییموں کے ضروری اخراجات فراہم ہوتے رہیں۔ اس موقع پر آپ نے زمینوں کی شادابی کے خیال سے فرمایا۔ الارض والانهار لعمالہا زمین اور اس کے متعلقہ نہروں کو موجودہ کاشتکاروں ہی کے قبضے میں رہنے دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹، سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۸۰ مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۴)

غلہ کی پیداوار اور آبپاشی کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا۔ محمد بن مسلمہ، ابن حمّاک کو اپنی زمین میں سے نر لے جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان سے فرمایا کہ تم کو اجازت دے دینی چاہیے، کیونکہ تمہاری زمین سے ہو کر ان کی زمین میں جائے گی، تو اول و آخر اس سے تم بھی فائدہ اخسا سکو گے۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے فریق مدعی سے کہا کہ خدا کی ختم میں نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا، واللہ یلمعن بہ وہ

لو علی بطنک قسم خدا کی وہ نہ بنائی جائے گی جاہے تمارے پیٹ پر سے ہو کر کبھی نہ گزرے۔ حتیٰ کہ نہ جاری کرنے کا حکم دے دیا اور انہوں نے نہ کال لی۔ (مؤطراً امام محمد ص ۳۸۲)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں زمین کی آپاشی اور پیداوار کے اضافہ ہی کے لئے پانی وغیرہ کے بہر رسانی کا ہر ممکن طور سے انتظام و اہتمام ہوتا رہا۔

بلا مرضی کاشت: زمین کی آباد کاری کے سلسلہ میں بلا اجازت کاشت، بیانی، دخل کاری وغیرہ سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اب سب سے پہلے سننے کے زمین والے کی بلا مرضی کاشت کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آخرت میں کارشاد گرامی موجود ہے۔ ”من ذرع ارضنا بغير اذن اهلها ليس له من الزرع شيئاً يعني جس نے کسی کی زمین کو بلا اجازت جوٹ لیا“ تو اس کو اس حقیقت سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین والے کی حیثیت عین کا احترام شریعت میں مد نظر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس کے غیر افادة اور آباد زمین پر یونی قبضہ کرے گا تو اس کا تصرف قطعاً باطل ہے۔ لیکن بخود غیر آباد پر قیمت زمین جو مسلم تین سال تک اگر ماں ک زمین اپنی تصرف و کاشت میں نہ لاسکے، اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

دخل کاری: اسی طرح دخل کاری کا موجودہ سُنم بھی قطعاً باطل ہے۔ اسلام کبھی کاشتکار کو یہ اجازت نہ دے گا کہ وہ اصل ماں ک زمین کی پڑاوی وغیرہ کی فرضی کار دائیوں کی بنا پر قبضہ جائے۔ کاشتکار کی محنت و شرکت زمین کی پیداوار اور زمین کے منافع میں ہے نہ کہ اصل زمین کی ملکیت میں۔ اگر عدالت سے اس کے حق میں فیصلہ بھی ہو جائے، اور فرضی دلائل و شواہد اور پڑاویوں کے اندر ارجات و کافیزات کے بنا پر کوئی حاکم فیصلہ بھی کروے تو وہ شرعاً باطل ہے۔ احادیث میں محنت و عید وارد ہے۔ ارشاد بنوی ہے۔ و انما تختصمون الی ولعل بعضكم يكون العذر بحجه من بعض فالقضى له على نحو ما اسعى لمن قضيت له بحق أخيه فلا ياخذه فانا اقطع له قطعة من النار امشكورة جلد ثانی باب الاقضية

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاکم کے ایسے کافیزات پڑاوی وغیرہ کے فرائم کردہ شواہد کی بنا پر اگر کسی شخص کے لئے ایسی زمین کی ملکیت کا ہمام دخل کاری فیصلہ ہو بھی جائے جو در حقیقت اس کی مملوکہ وزر خرید نہ تھی۔ تو اس حاکم کا فیصلہ ہرگز اس زمین کو دخل کار کے لئے حلال نہیں قرار دے سکتا۔ پڑاوی سے سازباز کر کے ایسی زمینوں پر قبضہ کھانا یا اپنی ملکیت دکھانا بدور حقیقت زمیندار کی زر خرید ہے، اولًا حرام ہے اور ان اکاذب و شادات کاذب کی بنیاد پر اسے حلال سمجھنا حرام در حرام ہے۔

بیانی: آخرت میں نے خبر کو فتح کر کے دہل کی زمین کو خیر کے کسانوں کے سپر فرمایا۔ بیانی کے سلسلہ میں ملے ہوا کہ نصف کاشتکار لیں گے اور نصف آخرت میں لیں گے۔ جب کبھوپک کرتیار ہوئی تو آخرت میں نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کبھو روں کا تجھینہ کرنے بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فراخدی کے ساتھ ایسا تجھینہ نکالا کہ اس منصانہ قسم پر یہودی کاشتکار پکارا۔ بہذا قامت السنوات والارض کہ آسمان و زمین اب تک اسی قسم کے عدل و انصاف کی بنا پر قائم ہیں۔ اہموں نے پوری پیداوار کو چالیس ہزار و سو نھرایا۔ اور پورے باغ کا دو مساوی حصہ ہنا دیا اور ان کو اختیار دے دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان ہے کہ بچل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار درستے نصف پر ذرہ برا بر بھی زیادہ نہ فہلی۔ (کتب الاموال ص ۳۸۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیانی کو جائز لکھا ہے، فرماتے ہیں والمراد عدو جائزہ فی اصح فول المعلمہ وہ عمل

ال المسلمين على عهدهن لهم وعهد خلفاء الراشدين وعليها عمل آل أبي بكر وآل عمرو آل عثمان والآل على ثبتهم وغيرهم وهي قول أكابر الصحابة وهي مذهب فقهاء الحديث وأحمد بن حنبل وابن راهويه والبخاري وابن حزم وغيرهم وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد عامل أهل خبر بشطر ما يخرج منها من ثعرو زرع حتى مات (الحسبنة في الإسلام ص: ٢٠)

اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کہتی جائز ہے عمد نبوی و عمد خلافت راشدین و صحابہ کرام نہیں میں اس طرح کا تعامل موجود ہے۔ زین سے شریعت کو پیداوار حاصل کرنا مقصود ہے۔ زین کبھی معطل و بیکار ہاتھوں میں پڑی نہ رہے۔ اس لئے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے اپنی زین فروخت کرنے لگے تو اپنے دوسرے پڑوی کاشتکار سے سب سے پہلے پوچھے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس زین یا کمبوর کے باتفاق ہوں اور ان کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے شریک پر پیش کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص: ۳۰۷)

ایسی طرح اگر شرکت میں کہتی ہو اور کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنے شریک کو پیش کرے اس لئے کہ وہ اول حق دار ہے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص: ۳۸۱)

یہاں یہ مقصود ہے کہ دوسرا آدمی آلات حرث و انتظامات اور وسائل فرماہم کرے گا۔ ممکن ہے جلد میانہ ہو اور اس کے پڑوی کے پاس جب کہ تمام آلات و اسباب فرماہم ہیں تو زین کے بار آور وزیر کاشت ہو جانے کے لئے یہاں زیادہ اطمینان بخش صورت موجود ہے۔ اس لئے پہلے یہ زین اس پڑوی کو پیش کرنا لازم ہے۔

کاشتکاری کے لئے ترغیب: (۱) زین پیداوار کے سلسلہ میں حضرت عمر بن الخطب نے مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ یمن سے آئے ہوئے تھے، حضرت عمر بن الخطب نے ان سے پوچھا، تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم لوگ متوكل علی اللہ ہیں۔ فرمایا، تم لوگ ہرگز متوكل علی اللہ نہیں ہو سکتے۔ انما المعتوكل رجل القی فی الارض و متوكل علی اللہ متوكل وہ شخص ہے جو زین میں مل چلا کے اسے ملام کر کے اس میں بیٹھ جائے، پھر اس کے نشوونما و برگ و بار کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دے۔ (منتخب کنز العمال، جلد ۲ ص: ۲۷۲)

مطلوب یہ ہے کہ جو لوگ عمل کریں اور نتیجہ عمل کو خدا کے سپرد کر دیں وہی لوگ دراصل متوكل ہیں۔ کاشتکار کی تمثیل ترغیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ حقیقی توکل کی مثال کاشتکار کی زندگی و سپردگی میں ملاحظہ کی جاتی ہے۔ بیٹھ کی پرورش ہوا، پانی میں آسان کی طرف نظر، آفات و ماهتاب سے مناسب تمازت و محظوظ کی ملی جل کیفیتوں کا حس قدر احتیاج کسان (کاشتکار) کو ہے اور جس طرح قلبہ رانی کے بعد کسان اپنے تمام معاملات از اول تا آخر خدا کے سپرد کرتا ہے۔ یہ بات کسی شعبہ میں اس حد تک نہیں ہے۔

علامہ فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کہتی باڑی، تجارت و زراعت وغیرہ نے الگ ہونا اور مختلف امور معاش کا اہتمام چھوڑ دیا جام ہے۔ اور اس کا توکل نام رکھنا غلط ہے۔ (احیاء العلوم جلد رابع ص: ۲۶۵)

(۲) زین کی آبادی و کاشتکاری کا حکم حضرت عمر بن الخطب نے بھی دیا ہے۔ ابو نمیان ہائی ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ تم کو کس قدر وظیفہ بیت المال سے ملتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ڈھانی ہزار درهم۔ آپ نے فرمایا کہ یا یا طبیان انخذل من الحرج یعنی اسے ابو طبیان! کہتی کا سلسلہ قائم رکھو۔ وظیفہ پر بھروسہ کر کے کاشتکار سے غفلت نہ کرو۔ (الادب المفرد ص: ۸۳)

(۳) ایک بار حضرت عمر بن الخطب نے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ تحقیقات کر کے کاشتکار و زراعت پیشہ افراد کو سب سے پہلے رہا کرو۔ حکم کے الفاظ یہ ہیں۔ خلوا کل اکار و زراع (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص: ۳۳۳)

یہ عام قیدیوں سے صرف کاشکار کی فوری رہائی کا بندوبست اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ملک کے عوای فلاح کا دار و مدار غلمہ و اجتاس کی عام پیداوار پر ہے۔ ہمارے یہاں نیپال میں تمام مقدمات کی کمیت کے زمانہ میں لبی تاریخیں دے کر ملتوی کر دی جاتی ہیں تاکہ کاشکار اپنے مکان پر واپس جا کر فراغت سے کمیت سنبھال سکیں۔

لے اڑی طرز فناں بلیں ٹالاں ہم سے گل نے یہی روشن چاک گریباں ہم سے

(۱۴) ایک بار حضرت عمر بن بیٹھ نے زید بن مسلمہ کو دیکھا کہ زمین کو آباد کر رہے ہیں تو حضرت عمر بن بیٹھ نے فرمایا۔ اصلت استغفار عن الناس یعنی اصول ندینک و اکرم لک علیہم یعنی یہ تم بہت اچھا کر رہے ہو۔ اسی طرح وجہ معاش کا انتظام ہو جانے سے دوسروں سے تم کو استغفار حاصل ہو جائے گا اور تمہارے دین کی حفاظت ہو گی اور اس طرح لوگوں میں تمہاری عزت بھی ہو گی۔ پہ فرمایا کہ حضرت عمر بن بیٹھ نے یہ شعر پڑھا۔

فلن ازال على الزوراء اعمراها ان الكريم على الاخوان ذوما

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۶۳)

(۱۵) حضرت عثمان بن بیٹھ کے زمانہ میں جب وظائف پر بھروسہ ہونے لگا تو آپ نے بھی حکم دیا و من کان لہ منکم ضرع فلیلتحق بضرعہ و من لہ ذرع فلیلتحق بزرعہ فانا لا نعطی مال الله الا لمن غزاہی سبیلہ (اللامۃ والیاۃ جلد اول ص ۳۳) یعنی جس کے پاس دو دھنے والے جانور ہوں وہ اپنے ریوڑ کی پرورش سے اپنے معاش کا انتظام کرے۔ اور جس کے پاس کمیت ہو وہ کمیت میں لگ کر اپنی ضرورتوں کا انتظام کر لے۔ وفیقہ پر بھروسہ کرنے کے سب سے سارا نظام معطل ہو جائے گا۔ اس لئے اب یہ مال صرف محلہ و غازی سپاہیوں کے لئے مخصوص رہے گا۔ چنانچہ حضرات ابو بکر صدیق بن بیٹھ بھی سخن ہای مقام میں اپنی زمین داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق بن بیٹھ خود بھی کاشت کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الزارعہ)
حضرت عمار بن یاسر بن بیٹھ و حضرت عبد اللہ بن مسعود بن بیٹھ وغیرہ نے بھی مختلف چاکریوں کو بیانی پر دے رکھا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۷۳)

۳۴۔ کتاب الاستغفار ارض واد آئی الاهيون والحجمر والتعالمیس

کتاب قرض لینے اور قرض ادا کرنے اور حجر
کرنے اور مفلسی منظور کرنے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حجر کا معنی لفظ میں روکنا، منع کرنا اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنا مال تباہ کرتا ہو۔ یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے۔ مثلاً

مديون مفلس پر مجرکرنا، قرض خواهوں کے حقوق بچانے کے لئے یا رہن پر یا مرین پر یا مریض پر اور دارث کا حق بچانے کے لئے۔ تخلیق لغت میں کسی آدمی کا ماتحت مذکور ہو جاتا۔ یہ لفظ فلوس سے مانخوذ ہے اور یہ پیسے کے سمنے میں ہے۔ شرعاً ہے حاکم وقت دیوالیہ قرار دے کر اس کو بقیا الامال میں تصرف سے روک دے تاکہ جو بھی ممکن ہو اس کے قرض خواہوں وغیرہ کو دے کر ان کے معاملات ختم کرائے جائیں۔

باب جو شخص کوئی چیز قرض خریدنے اور اس کے پاس قیمت نہ ہو یا اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲۳۸۵) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا، اپنے اونٹ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اسے پتچو گے؟ میں نے کہا کہ ہاں، چنانچہ اونٹ میں نے آپ کو پتچ دیا۔ اور جب آپ مدد نہیں پتچے۔ تو صبح اونٹ کو لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔

(۲۳۸۶) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے امشش نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ابراہیم کی خدمت میں ہم نے بعث سلم میں رہن کا ذکر کیا، تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ ایک خاص مد (کے قرض پر) خریداً اور اپنی لوہے کی زردہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

علوم ہوا کہ بوقت ضرورت کوئی اپنی چیز رہن بھی رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن آج کل الاما معااملہ ہے کہ رہن کی چیز از قسم زیور وغیرہ پر بھی مہاجن لوگ سود لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ زیور جلدی واپس نہ لیا جائے تو ایک نہ ایک دن سارا سود کی نذر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جس طرح سود لینا حرام ہے ویسے ہی سود بنا بھی حرام ہے۔ لہذا ایسا گروی معااملہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

۲- باب جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو ہضم کرنے کی نیت سے لے اذاءہا، اور ابتلاءہا

۱- باب مَنْ اشترى بالدَّيْنِ وَلَيْسَ
عِنْهُ ثَمَنَهُ، أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

۲۳۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حَرْبِيْزَ
عَنِ الْمُغَيْرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ
عَنْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَرَوْتُ
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (كَيْفَ تَرَى بَعْيَرْكَ؟
أَتَيْعَنِيهِ؟) قُلْتُ نَعَمْ، فَعَنْهُ إِيَاهُ، فَلَمَّا قَدِيمَ
الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْعَيْنِ، فَأَغْطَانَيَ
ثَمَنَهُ)). [راجح: ۴۴۳]

ثابت ہوا کہ معاملہ اوہار کرنا بھی درست ہے گر شرط یہ کہ وعدہ پر رقم ادا کر دی جائے۔
۲۳۸۶- حَدَّثَنَا مُعْلَى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَنْ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ:
((تَذَكَّرَنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلْمِ
لَقَالَ: حَذَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشترى طَعَاماً مِنْ
يَهُودِيَّ إِلَى أَجْلٍ وَرَهْنَهُ درَغاً مِنْ
حَدِيدِي)). [راجح: ۲۰۸۶]

علوم ہوا کہ بوقت ضرورت کوئی اپنی چیز رہن بھی رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن آج کل الاما معااملہ ہے کہ رہن کی چیز از قسم زیور وغیرہ پر بھی مہاجن لوگ سود لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ زیور جلدی واپس نہ لیا جائے تو ایک نہ ایک دن سارا سود کی نذر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جس طرح سود لینا حرام ہے ویسے ہی سود بنا بھی حرام ہے۔ لہذا ایسا گروی معااملہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

(۲۳۸۷) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ اوسی نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلاں نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید نے، ان سے ابو غیث نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی لوگوں کامال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔

حدیث نبوی اپنے مطلب میں واضح ہے۔ جس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ پاک بھی غرور اس کے لئے کچھ نہ کچھ اس باب وسائل بنا دیتا ہے۔ جن سے وہ قرض ادا کر دیتا ہے اور جن کی نیت ادا کرنے کی ہی نہ ہو، اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ اس صورت میں قرض لینا گویا لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈالتا ہے پھر ایسے لوگوں کی ساکھ بھی ختم ہو جاتی ہے اور سب لوگ اس کی بے ایمانی سے واقف ہو کر اس سے لین دین ترک کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرض لیتے وقت ادا کرنے کی نیت اور فکر ضروری ہے۔

باب قرضوں کا ادا کرنا

۳- بَابُ أَدَاءِ الْدِّيُونِ ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى :

اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) فرمایا۔
”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ انسانیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی ہی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے۔“

(۲۳۸۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابو شاہ نے بیان کیا، ان سے امش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے ابو ذر بن عوشہ نے بیان کیا کہ میں نبی کرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے جب دیکھا، آپ کی مراد احاد پہاڑ (کو دیکھنے) سے تھی۔ تو فرمایا کہ میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ احاد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو اس میں سے میرے پاس ایک دینار کے برابر بھی تین دن سے زیادہ باقی رہے۔ سوا اس دینار کے جو میں کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں۔ پھر فرمایا، (دنیا میں) دیکھو جو زیادہ (مال) والے ہیں وہی محتاج ہیں۔ سوا ان کے جو اپنے مال و دولت کو یوں اور یوں خرچ کریں۔ ابو شاہ راوی نے اپنے سامنے اور دائیں طرف اور پائیں طرف اشارہ کیا۔ لیکن

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْتُوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْقُدْلَى، إِنَّ اللَّهَ يُعْلَمُ بِمَا يَعْمَلُوكُمْ بِهِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

(۲۳۸۸) - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَتَّتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أَبْصَرَ - يَعْنِي أَحَدًا - قَالَ : ((مَا أَحْبَبَ أَنْهُ تَحَوَّلَ لِي ذَهَبًا يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ إِلَّا دِينَارًا أَرْصَدُهُ لِدِينِي)). ثُمَّ قَالَ : ((إِنَّ الْأَكْثَرِينَ هُمُ الْأَفْلُونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا)) - وَأَشَارَ أَبُو شَهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمْنِيهِ وَعَنْ شَمَائِلِهِ - ((وَقَلَّلَ

ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں ٹھمرے رہو۔ اور آپ تھوڑی دور آگے کی طرف بڑھے۔ میں نے کچھ آواز سنی۔ (جیسے آپ کسی سے باشیں کر رہے ہوں) میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ لیکن پھر آپ کا فرمان یاد آیا کہ ”میں اس وقت تک ٹھمرے رہنا جب تک میں نہ آ جاؤ۔“ اس کے بعد جب آپ تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بھی میں نے کچھ ساتھی یا (راوی نے یہ کہا کہ) میں نے کوئی آواز سنی تھی۔ آپ نے فرمایا، تم نے بھی سنا! میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل ﷺ آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو شخص بھی اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراتا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے پوچھا کہ اگرچہ وہ اس اس طرح (کے گناہ) کرتا رہا ہو۔ تو آپ نے کہا کہ ہاں۔

(۳۳۸۹) ہم سے احمد بن شیب بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے کہ ابن شلب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر میرے پاس احمد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سو نے) کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سوا اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لئے رکھ چھوڑوں۔ اس کی روایت صالح اور عقیل نے زہری سے کی ہے۔

ما فہم۔) وَقَالَ : ((مَكَانِكَ)) ، وَقَدْمَهُ غَيْرَ
بَعْدِهِ فَسَمِعَتْ صَوَّاتِهِ ، فَأَرَدَتْ أَنْ آتِيهِ . ثُمَّ
ذَكَرَتْ قَوْلَهُ : مَكَانِكَ حَتَّى آتِيَكَ . فَلَمَّا
جَاءَهُ قَلَّتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، الَّذِي سَمِعْتَ
- أَوْ قَالَ : الصَّوْتُ الَّذِي سَمِعْتَ -
قَالَ : ((وَهَلْ سَمِعْتَ؟)) قَلَّتْ : نَعَمْ ، قَالَ :
((أَتَلَيْتِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
فَقَالَ : مَنْ مَاتَ مِنْ أَمْيَلَكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ
شَيْئًا ذَخَلَ الْجَنَّةَ ، قَلَّتْ : وَإِنْ فَلَّ كَذَا
وَكَذَا؟ قَالَ : نَعَمْ) . [راجح: ۱۲۳۷]

٢٣٨٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَيْبَ بْنِ
سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ قَالَ أَبْنُ
شَهَابٍ : حَدَّثَنِي عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ
عُبَيْدَةَ قَالَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ
أَحَدٍ ذَهَبَتْ مَا يَسْرُنِي أَنْ يَمْرُ عَلَيَّ فَلَاتَ
وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ ، إِلَّا شَيْءٌ أَرْصَدْتُهُ
لِلَّذِينَ)) رَوَاهُ صَالِحٌ وَعَفَّيْلٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ)

[طرفاء في : ۶۴۴۵، ۷۲۲۸]

لشیخ باب کا مطلب اس فقرے سے ٹلتا ہے۔ مگر وہ دینار تو رہے جس کو میں نے قرضہ ادا کرنے کے لئے رکھ لیا ہو۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی نکل ہر شخص کو کرنا چاہئے۔ اور اس کا ادا کرنا خیرات کرنے پر مقدم ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ خیرات کرنے کے لئے کوئی شخص بلا ضرورت قرض لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ادا کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے، بلکہ ثواب ہے۔ عبد اللہ بن جعفرؑ بے ضرورت قرض لیا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا قرض ادا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ رہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وجہ سے قرض دار ہو جائے تو پروردگار اس کا قرض غیب سے ادا کر دیتا ہے۔ مگر انکی کیا صفت شخصیتیں آج کل نایاب ہیں۔ بہ حالات موجودہ قرض کسی حال میں بھی اچھا نہیں ہے۔ یوں مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مگر

غیر خیرات کرنے کے لئے قرض نہ کرنا تو آج کل کسی طرح بھی نیا نہیں۔ کیونکہ ادائیگی کا معاملہ بہت ہی پریشان کرنے جاتا ہے۔ پھر ایسا مقرر ہے کہ دنیا ہر لحاظ سے گر جاتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو قرض سے بچائے۔ اور مسلمان قرضداروں کا غیب سے قرض ادا کرائے۔ آمين۔

باب اونٹ قرض لینا

(۲۳۹۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنائی، وہ ہمارے گھر میں ابو ہریرہؓ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت تر کہا۔ صحابہؓ نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے کرنے دو۔ صاحب حق کے لئے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپؐ کو قرض دیا تھا) اچھی عمری کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا ہوئے ہے، جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ (حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے)

باب تقاضے میں نرمی کرنا

(۲۳۹۱) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک نے، ان سے ربیعی بن حراش نے اور ان سے حذیفہؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کرمؓ سے سنائی، آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا (قبر میں) اس سے سوال ہوا۔ تمہارے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے خریدو فروخت کرتا تھا۔ اور جب کسی پر میرا قرض ہوتا تو میں مالداروں کو مملت دیا کرتا تھا اور عک دستوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اسی پر اس کی بخشش ہو گئی۔ ابو مسعودؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کرمؓ سے سنائے۔

اس سے تقاضے میں نرمی کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا (وَإِن كَانَ ذُؤْغُشَةً فَنَظِرْهُ إِلَى مُنْزَهٍ وَإِنْ تَصْنَعُوا خَيْرًا لَكُمْ) (البقرة: ۲۸۰) یعنی اگر مقرر ہے تو اس کو ڈھنیا میں نہ تھریہ اور اگر اس پر صدقہ کر دو تو یہ اور ہمیں

۴ - بَابُ أَسْيَقْرَاضِ الْإِبْلِ

(۲۳۹۰) حدیثنا أبو الوليد قال حدثنا شعبة قال أخبرنا سلمة بن كهيل قال: سمعت أبا سلمة يعني يحدث عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن رجلاً تفاصي رسول الله ﷺ فاغلط له ، فهم أصحابه ، فقال : ((دعوه فإن لصاحب الحق مقلاً)) ، واشترموا له بغيرها فاغطوه إياه . وقالوا : لا نجد إلا أفعى من سمه ، قال : ((اشتروه فاغطوه إياه ، فإن خيراً لكم أحسنكم قضاء)). [راجع: ۲۳۰۵]

۵ - بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِ

(۲۳۹۱) حدثنا مسلم قال حدثنا شعبة عن عبد الملك عن ربعي عن حذيفة رضي الله عنه قال : سمعت النبي ﷺ يقول : ((مات رجل فقيل له : ما كنت تقول ؟ قال : كنت أباع الناس فلتجوز عن المؤمير وأخفق عن المفسير . لففر له)). قال أبو مسعود : سمعته عن النبي ﷺ . [راجع: ۲۰۷۷]

بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ عمل عند اللہ بست ہی پسندیدہ ہے۔

۶- بَابُ هَلْ يُعْطَى أَكْبَرُ مِنْ سِنِّهِ؟
باب کیابدله میں قرض والے اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ

دیا جاسکتا ہے؟

مراد یہ ہے کہ قرض میں معاملہ کی رو سے کم عمر والا اونٹ دینا ہے۔ مگر وہ نہ ملا اور بڑی عمر والا مل گیا تو اسی کو دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ دینے والے کو اس میں نقصان بھی ہے۔

(۲۳۹۲) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے بھی قحطان نے، ان سے سفیان ثوری نے، کہ مجھ سے سلمہ بن کہل نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کرم ﷺ پر ایک شخص (قرض خواہ) نے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے اس کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ بل رہا ہے۔ اس پر اس شخص (قرض خواہ) نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے وہی اونٹ دے دو۔ کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔

باب قرض اچھی طرح سے ادا کرنا

(۲۳۹۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کرم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص آپ نے تقاضا کرنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو۔ صحابہ نے تلاش کیا لیکن ایسا ہی اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہی دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا اللہ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں بہتر آئی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

علوم ہو اک قرض خواہ کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا بہادر ثواب ہے۔

(۲۳۹۴) ہم سے خلاد نے بیان کیا، ان سے معرنے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے

۲۳۹۲ - حَدَّثَنَا مُسَيْدَدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ سُفِيَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كَهْبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : (أَنَّ رَجُلًا أتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ بَعْضًا ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَغْطُوهُ)). فَقَالُوا : نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ ، فَقَالَ رَسُولُ الرَّجُلِ : أَوْفِتَنِي أَوْفَاكَ اللَّهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَغْطُوهُ ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَخْسَنَهُمْ قَضَاءً)). [راجح: ۲۳۰۵]

۷- بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

۲۳۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنًّا مِنَ الْإِبْلِ ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ ﷺ : ((أَغْطُوهُ)). فَطَلَّبُوا سِنًّا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا ، فَقَالَ : ((أَغْطُوهُ)). فَقَالَ : أَوْفِتَنِي وَفِي اللَّهِ بِكَ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنَّ خَيْرَكُمْ أَخْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجح: ۲۳۰۵]

علوم ہو اک قرض خواہ کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا بہادر ثواب ہے۔

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا خَلَادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ وَقَالَ مُحَارِبُ بْنُ دَثَّارٍ عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَنْدِ

بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو تو آپ مجبد بنوی میں تشریف رکھتے تھے۔ صورتے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے چاشت کے وقت کاذک کیا۔ (کہ اس وقت خدمت گبوی میں حاضر ہوا) پھر آپ نے فرمایا کہ دور کعت نماز پڑھ لو۔ میرا آپ پر قرض تھا، آپ نے اسے ادا کیا، بلکہ زیادہ بھی دے دیا۔

ایسے لوگ بہت ہی قاتل تعریف ہیں جو خوش خوش قرض ادا کر کے سبکدوشی حاصل کر لیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑے پیارے بندے ہیں۔ اچھی ادائیگی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ واجب حق سے کچھ زیادہ ہی دے دین۔

باب اگر مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے
جب کہ قرض خواہ اسی پر راضی بھی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے۔

(۲۳۹۵) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے بیان کیا، ان سے کعب بن مالک نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبد اللہ رض نے خبر دی کہ ان کے والد (عبد اللہ بن عثیمین) احمد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان پر قرض چلا آ رہا تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں حق اختیار کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں۔ اور میرے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں میرے باغ کا میوہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ ہم صح کو تمہارے باغ میں آئیں گے۔ چنانچہ جب صح ہوئی تو آپ ہمارے باغ میں تشریف لائے۔ آپ درختوں میں پھرتے رہے اور اس کے میوے میں برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر میں نے کھجور توڑی اور ان کا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بھی کھجور باتی نہیں گئی۔

ضمون باب اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہید صحابی ربانی کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کے لئے فرمایا۔ جب وہ لوگ تیار نہ ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے حضرت جابر بن عثیمین کے باغ میں دعائے برکت فرمائی۔ جس کی وجہ سے سارا قرض پورا ادا ہونے کے بعد بھی کھجور باتی رہ گئی۔

باب اگر قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدلتی ہی کھجور یا

اللَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ
وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مسْعُورٌ: أَرَاهُ
قَالَ ضَحْنِي - فَقَالَ: ((صَلَّى رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))
وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي)).

[راجع: ۴۴۳]

ایسے لوگ بہت ہی قاتل تعریف ہیں جو خوش خوش قرض ادا کر کے سبکدوشی حاصل کر لیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑے پیارے بندے ہیں۔ اچھی ادائیگی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ واجب حق سے کچھ زیادہ ہی دے دین۔

۸- بَابُ إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ
خَلَّهُ فَهُوَ جَائزٌ

۲۳۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ:
حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبٍ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ
عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ
فُلْلَيْ يَوْمَ أَحْدَى شَهِينَدَأْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأَشَدَّ
الْغُرْمَاءِ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ
فَسَأَلْهُمْ أَنْ يَقْبِلُوا تَمْرَ حَاطِبِي وَيَخْلُلُوا
أَبِي فَآبِوَا، فَلَمْ يَعْطِهِمُ النَّبِيُّ
وَرَقَالَ: سَنَغْدُو عَلَيْكُمْ، فَنَدَدَ عَلَيْنَا حِينَ
أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّجْلِ وَدَعَا فِي تَمْرِهَا
بِالْبَرَّكَةِ، فَجَدَدَتْهَا فَقَضَيَتْهُمْ، وَبَقَى لَنَا مِنْ
تَمْرِهَا). [راجح: ۲۱۲۷]

۹- بَابُ إِذَا قَاصَّ ، أَوْ جَازَفَهُ فِي

الَّذِينَ تَمْرَا بِسَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

اور کوئی میوه یا انماج کے بدل برابر ناپ قول کریا اندمازہ کر کے
دے تو درست ہے

(۲۳۹۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اُس نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے وہب بن کیمان نے اور انہیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب ان کے والد شید ہوئے تو ایک یہودی کا تمیں وتن قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مسلم مانگی، لیکن وہ نہیں مانا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ اس یہودی (ابو شنم) سے (مسلم دینے کی) سفارش کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہودی سے یہ فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھل (جو بھی ہوں) اس قرض کے بدلتے میں لے لے، جو ان کے والد کے اوپر اس کا ہے، اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب رسول کشم صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ باغ کا پھل توڑ کے اس کا قرض ادا کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپس تشریف لائے تو انہوں نے باغ کی کھجوریں توڑیں اور یہودی کا تمیں وتن ادا کر دیا۔ سترہ وتن اس میں سے نج بھی رہا۔ جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو بھی یہ اطلاع دیں۔ آپ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی خبر ابن خطاب کو بھی کرو۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہوگی۔

لشیخ یہ آپ کا مجرمہ تھا۔ عرب لوگوں کو کھجور کا جو درختوں پر ہو ایسا اندمازہ ہوتا ہے کہ توڑ کر تو لیں ناپیں تو اندمازہ بالکل صحیح نہ لکھا ہے۔ سیردو سیرکی کی بیشی ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ڈیوڑھ سے زیادہ کافر نہ لکھا۔ اگر کھجور پہلے ہی سے زیادہ ہوتی تو یہودی خوشی سے باغ کا سب میوه اپنے قرض کے بدل قبول کر لیتا۔ مگر وہ تمیں وتن سے بھی کم معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے دہان پھرنے اور دعا کرنے کی برکت سے وہ ۷۳ وتن ہو گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف نہیں ہے حضرت عیینی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے مجرمات کمر سے کمر غافر ہوتے رہے ہیں۔

۲۳۹۶ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْدِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّسُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّ أَبَاهُ تُوفِيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثَيْنَ وَسَقَا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَشْرَطَهُ جَابِرٌ، فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِيُشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّخْلَ فَمَسَّى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ : ((جَذْ لَهُ فَأُوفِ لَهُ الَّذِي لَهُ))، فَجَدَهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَوْفَاهُ ثَلَاثَيْنَ وَسَقَا، وَلَضَّلَّتْ لَهُ سَبْعَةُ عَشَرَ وَسَقَا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِيُخْبِرَ بِالَّذِي كَانَ فَوْجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ : ((أَخْبِرْ ذَلِكَ ابْنَ الْخَطَابِ))، فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : لَقَدْ عِلِّمْتُ حِينَ مَسَّى فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِيَسْأَلَ كُنْ فِيهَا)). [راجح: ۲۱۲۷]

باب قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا

(۲۳۹۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، وہ زھری سے روایت کرتے ہیں (دوسری سندا) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالجہید نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، ان سے محمد بن ابی عتیق نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے ”اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ قرض سے اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب آدمی مکروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

باب قرض دار کی نماز جنازہ کا بیان

(۲۳۹۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عثمان نے کہ بنی کرمہ نے فرمایا جو شخص (اپنے انتقال کے وقت) مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ اور جو قرض چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔

(۲۳۹۹) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے فلیخ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی کرمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ”بنی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ اس لئے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ورثا اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں، اور جو شخص قرض

۱۰ - بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدِّينِ
۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ أَخْبَرَنَا شَعْبَ
عَنِ الزُّهْرِيِّ ح. وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ:
حَدَّثَنِي أَبِي عَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
أَبِي عَيْنَةِ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ كَانَ يَذْغُو فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ:
(اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْتَمِ
وَالْمَغْرَمِ). فَقَالَ قَاتِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا
تَسْتَعِذُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ:
(إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غُرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ
وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ). [راجح: ۸۳۲]

۱۱ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دِينًا
۲۳۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شَعْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ
تَرَكَ كَلَامًا فَإِلَيْنَا)). [راجح: ۲۲۹۸]

۲۳۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فَلَيْحَةُ عَنْ
هِلَالِ بْنِ عَلَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
عُمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا
أَوْنَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ. افْرُوا إِنْ
شِئْتُمْ هُنَّ الْأَوَّلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
أَنفُسِهِمْ)، فَإِنَّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا

چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔

فَلَيْرَثُهُ عَصَبَتُهُ مِنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دُنْيَا
أَوْ ضَيَاعًا فَلَيْلَاتِنِي، فَأَنَا مَوْلَاهُ)).

[راجح: ۲۲۹۸]

تشیعی یعنی اس کے بال بچوں کو پرورش کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی بیت المال میں سے یہ خرچہ دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ شفقت اور عتابت کیا ہوگی۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ کو اپنی امت سے تھی۔ باپ بھی بیٹے پر اتنا میران نہیں ہوتا جتنے آخر پرست ﷺ کی مسلمانوں پر میرانی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان بھی سب آپ پر جان و دل سے فدا تھے۔ مسلمانوں کی حکومت کیا تھی، ایک جمورویت تھی۔ ملک کے انتظام اور آمدی میں مسلمان سب برادر کے شریک تھے۔ اور بیت المال یعنی خزانہ ملک سارے مسلمانوں کا حصہ تھا۔ یہ نہیں کہ وہ بادشاہ کا ذاتی سمجھا جائے کہ جس طرح چاہے، اپنی خواہشوں میں اس کو اڑائے اور مسلمان قاتے مرتے رہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں عموماً مسلمان رئیسوں اور نوابوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔

«الْأَكْثَى أَوْلَى بِالنَّفْوِ مِنْ مَنْ أَنْفَقُهُمْ»۔ (الاحزاب: ۴) یعنی جتنا ہر مرد من خود اپنی جان پر آپ میران ہوتا ہے اس سے زیادہ آخر پرست ﷺ اس پر میران ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی گناہ اور کفر کر کے اپنے تین ہلاکت ابدی میں ڈالنا چاہتا ہے اور آخر پرست ﷺ اس کو بچانا چاہتے ہیں اور فلاح ابدی کی طرف لے جاتا۔ اس لئے آپ ہر مرد من پر خود اس کے نفس سے بھی زیادہ میران ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو نادار غریب مسلمان بحالت قرض انتقال کر جائیں، بیت المال سے ان کے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔ بیت المال سے وہ خزانہ مراد ہے جو اسلامی خلافت کی تحریک میں ہوتا ہے۔ جس میں اموال غنائم، اموال زکوٰۃ اور دیگر قسم کی اسلامی آمدیاں جمع ہوتی ہیں۔ اس بیت المال کا ایک مصرف نادار غریب مسکین کے قرضوں کی ادائیگی بھی ہے۔

باب ادائیگی میں مالدار کی طرف سے ثال مثول کرنا ظلم ہے

(۲۳۰۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معترنے، ان سے ہمام بن منبه وہب بن منبه کے بھائی نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار کی طرف سے (قرض کی ادائیگی میں) ثال مثول کرنا ظلم ہے۔

باب جس شخص کا حق نکلتا ہو وہ تقاضا کر سکتا ہے

اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ (قرض کے ادا کرنے پر) قدرت رکھنے کے باوجود ثال مثول کرنا، اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔ سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کے "تم صرف ثال مثول کر رہے ہو۔" اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔

(۲۳۰۱) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے سچی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ

۱۲ - بَابٌ مَطْلُلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

۲۴۰۰ - حَدَثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَثَنَا عَبْدُ
الْأَعْلَمِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ بْنِ مُنْبِهٍ أَخْيَرِ
وَهَبِ بْنِ مُنْبِهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
(مَطْلُلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ). [راجح: ۲۲۸۷]

۱۳ - بَابُ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ
وَيَذَكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيُ الْوَاجِدُ يَحْلُلُ
غَفُوْرَبَهُ وَغَرَضَهُ)). قَالَ سُفِيَّانَ عِرْضَةَ:
يَقُولُ مَطْلَلَنِي. وَغَفُوْرَبَهُ : الْجَبَسُ.

۲۴۰۱ - حَدَثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَثَنَا يَحْتَى
عَنْ شَعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص قرض مانگنے اور سخت تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی گوشائی کرنی چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، حق دار ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔

اس حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حقوق العباد کے معاملہ میں اسلام نے کس قدر ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔ مذکورہ قرض خواہ وقت مقررہ سے پہلے ہی تقاضا کرنے آگیا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے صرف اس کی سخت کلامی کو برداشت کیا بلکہ اس کی سخت کلامی کو رو رکھا۔

باب اگر بیع یا قرض یا امانت کمال بجنسہ دیوالیہ شخص کے پاس مل جائے تو جس کا وہ مال ہے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ اس کا حق دار ہو گا

اور حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور اس کا (دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں) واحد ہو جائے تو نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہو گا اور نہ اس کی خرید و فروخت صحیح مانی جائے گی۔ سعید بن میسب نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے تو وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنا ہی سامان اسکے ہاں پہچان لے تو وہی اس کا مستحق ہوتا ہے۔

مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا امانت رکھایا اس کے ہاتھ ادھار پیجا، یا قرض دیا، اب عمرو نادار ہو گیا، گھوڑا جوں کا توں عمرو کے پاس ملا۔ تو زید اس کو لے لے گا وہ سرے قرض خواہوں کا اس میں حصہ نہ ہو گا)

(۲۴۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے ان سے بیکی، بن سعید نے بیان کیا، کہما کہ مجھے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خردی، انہیں عمر بن عبد العزیز نے خردی، انہیں ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے خردی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے تھا، جو شخص ہو بہو اپنا مال کسی شخص کے پاس پالے جب کہ وہ شخص دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو۔ تو صاحب مال ہی اس کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہے۔

أبِي هُرَيْثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَفَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهُمْ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: ((دَعْوَةُ فِيَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقْلَلًا)). [راجح: ۲۳۰۵]

١٤ - بَابُ إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْأَيْمَعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدْيَعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

وَقَالَ الْخَسْنُ : إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجِزْ عِنْقَةٌ وَلَا بَيْعَةٌ وَلَا شِرَاوْهُ . وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ : فَضَى عُثْمَانُ مَنِ افْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَةً بِعِنْقِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ .

(۲۴۰۲) - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَهْرَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَمْرُو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ عَبْدَ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا يَكْرَمَنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هَشَّامَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - أَوْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ - : ((مَنْ أَذْرَكَ مَالَهُ بِعِنْقِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ

فَذَلِكَ أَقْرَبُ الْحَقِّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ))۔

تشریح اگر وہ چیز بدل گئی، مثلاً سوتا خریدا تھا، اس کا زیور بناڑا تو اب سب قرض خواہوں کا حق اس میں برابر ہو گا۔ حفیہ نے اس حدیث کے خلاف اپنا مذہب قرار دیا ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ وہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ قیاس کو حدیث کے خلاف ترک کر دینا چاہیے۔

حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے کہ جب کسی شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن قیمت نہیں ادا کی تھی کہ وہ دیوالیہ ہو گیا۔ پس اگر وہ اصل سالان اس کے پاس موجود ہے تو اس کا مسٹحق بیچنے والا ہی ہو گا اور دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک ہے جو حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

**باب أَكْرَبُ كُوَّى الْمَدَارِ هُوَ كُلُّ پُرْبُوْنِ تَكْ قَرْضَ اَدَاكْرَنَےِ كَا
وَعْدَهُ كَرَءَ تَوْيِهِ مَالِ مُثُولِ كَرَنَانِيْسِ سَمْجَهَا جَائِيَّةَ گَا**

اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد کے قرض کے سلسلے میں جب قرض خواہوں نے اپنا حق مانگنے میں شدت اختیار کی، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ میرے باغ کا میوه قبول کر لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے باغ نہیں دیا اور نہ پھل توڑوائے بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس کل آؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح ہی آپؐ ہمارے یہاں تشریف لائے اور پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور میں نے (اسی باغ سے) ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

**باب دِيَالِيهِ يَا مَحْتَاجَ كَامَلَ بَيْعَ كَرْ قَرْضَ خَواهُوْنَ كَوْ
بَانِثَ دِيَنَا يَا خَوَادِسَ كُوْهِي دَيَ دِيَنَا كَهْ
أَنِيْ ذَاتَ پَرْ خَرْجَ كَرَءَ**

(۲۳۰۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن الی ربان نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت کے ساتھ آزاد کرنے کے لئے کہا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبد اللہ نے اسے خرید لیا اور آخر حضرت ﷺ نے اس کی قیمت

**١٥ - بَابُ مَنْ أَخْرَى الْغَرَبِينَ إِلَى الْعَدِ
أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلَأً**

وَقَالَ جَابِرٌ: (اَشْتَدَ الْغَرَمَاءُ فِي حَقْوِقِهِمْ
فِي دِيَنِ اَبِي، فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَقْبَلُوا
ثَمَرَ حَاطِطيٍ فَأَبَوَا ، فَلَمْ يَغْطِهِمُ الْحَاطِطُ
وَلَمْ يَكْسِرْهُمْ لَهُمْ وَقَالَ: ((سَأَغْدُو
عَلَيْنِكُمْ)) غَدًا)، فَقَدَا عَلَيْنَا جِينَ أَصْبَحَ
فَدَعَا فِي ثَمَرَهَا بِالْبَرَكَةِ، فَقَضَيْتُهُمْ)).

**١٦ - بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ
أَوْ الْمُدْعِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغَرَمَاءِ، أَوْ
أَعْطَاهُ حَتَّى يُفْقَدَ عَلَى نَفْسِهِ**

**٤٠٣ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ
بْنُ زُرْبَعَ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعْلَمُ قَالَ
حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((أَعْنَقَ
رَجُلٌ غَلَامًا لَهُ عَنْ ذَبْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
((مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنْيَ؟)) فَاشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ**

(آٹھ سو درہم) وصول کر کے اس کے مالک کو دے دی۔

عبدِ اللہ، فَأَخْذَ ثُمَّةً فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ۔)

[راجع: ۲۱۴۱]

ایسے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ شخص ذکر مفلس تھا، صرف وہی غلام اس کا سرمایہ تھا اور اس کے لئے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزادی کا اعلان کر دیا تھا جس سے دیگر مستحقین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ لذا آنحضرت ﷺ نے اسے اس کی حیات ہی میں فروخت کر دیا۔

باب ایک معین مدت کے وعدہ پر قرض دینا یا بیع کرنا

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کسی مدت معین تک کے لئے قرض میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے درہموں سے زیادہ کھرے درہم اسے ملیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ عطاہ اور عمربن دینار نے کہا کہ قرض میں، قرض لینے والا اپنی مقررہ مدت کا پابند ہو گا۔

(۲۳۰۳) یاith نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن رییم نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے کسی اسرائیلی شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے دوسرے اسرائیلی شخص سے قرض مانگا تھا۔ اور اس نے ایک مقررہ مدت کے لئے اسے قرض دے دیا تھا۔ (جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)

۱۷ - بَابُ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى ، أَوْ أَجَلَةً فِي الْبَيْعِ

قالَ ابْنُ عَمْرٍو فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ : لَا
بَأْسَ بِهِ ، وَإِنْ أُغْطِيَ أَفْضَلُ مِنْ ذَرَاهِيْهِ
مَا لَمْ يَشْرُطْ. وَقَالَ عَطَاءُ وَعَمْرُو بْنُ
دِينَارٍ : هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ .

۴ - ۲۴۰ - وَقَالَ النَّبِيُّ : حَدَّثَنِي جَعْفُرُ
بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزَ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ
عَنْهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ
إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى. الْحَدِيثُ.

[راجع: ۱۴۹۸]

باب قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنا

(۲۳۰۵) ہم سے مویں نے بیان کیا کہ ہم سے ابو عوان نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے، ان سے عامر نے، اور ان سے جابر بن شوشن نے بیان کیا کہ (میرے والد) عبداللہ بن شوشن شید ہوئے تو اپنے بیچھے بال پہنچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے ان کے پاس سفارش کروائی۔

۱۸ - بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدِّينِ

۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو
عَوَادًا عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرِ بْنِ جَابِرِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَصِيبَ عَبْدُ اللَّهِ وَتَرَكَ
عِيَالًا وَدِينًا، فَطَلَبَتِ إِلَى أَصْحَابِ الدِّينِ
أَنْ يَقْتَبُوا بَعْضًا مِنْ دِينِهِ فَأَبَوَا، فَأَنْتَ
النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَشْفَفْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوَا.

انہوں نے اس کے باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ (اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کرلو۔ عذق بن زید الگ، لین الگ اور عجو الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاو اور میں بھی آؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا کر دیا۔ جب نبی کرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ان کے ڈھیر بیٹھ گئے۔ اور ہر قرض خواہ کے لئے ماپ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہو گیا اور کھجور اسی طرح باقی رہی جیسے پلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوٹا تک نہیں ہے۔

(۲۳۰۶) اور ایک مرتبہ میں نبی کرم ﷺ کے ساتھ ایک جماد میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ اونٹ تھک گیا۔ اس لئے میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں نبی کرم ﷺ نے اسے پیچھے سے مارا اور فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیج دو۔ مدینہ تک اس پر سواری کی تمیس اجازت ہے۔ پھر جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے تو میں نے نبی کرم ﷺ سے اجازت چاہی، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابھی نبی شادی کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، ”کواری سے کی ہے یا یوہ سے؟“ میں نے کہا کہ یوہ سے، ”میرے والد عبد اللہ بن عثمن شہید ہوئے تو اپنے پیچھے کئی چھوٹی پچیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے یوہ سے کی تاکہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھاتی رہے۔ پھر آپ نے فرمایا، ”اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ میں گھر گیا۔ میں نے جب اپنے ماہوں سے اونٹ پیچنے کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے لامت کی۔ اس لیے میں نے ان سے اونٹ کے تھک جانے اور نبی اکرم ﷺ کے واقعہ کا بھی ذکر کیا۔ اور آپ کے اونٹ کو مارنے کا بھی۔ جب نبی کرم ﷺ مدینے پہنچنے تو میں بھی بیج کے وقت اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی اور وہ اونٹ بھی مجھ کو واپس بخش دیا اور قوم کے ساتھ میرا (مال غیرت کا) حصہ بھی مجھ کو بخش دیا۔

ماہوں نے اس وجہ سے لامت کی ہو گی کہ انحضرت ﷺ کے باقی اونٹ پیچنا کیا ضرور تھا۔ یوں ہی آپ کو دے دیا ہوتا۔ **لشیخ** بعض نے کہا اس بات پر کہ ایک ہی اونٹ ہمارے پاس تھا۔ اس سے گمرا کام کا ج لکھا تھا، وہ بھی تو نے بیج ڈالا۔ اب

فَقَالَ: ((صَنَفْتُ تَمْرَكَ تَكْلِيْشَ شَنِيعَ مِنْهُ عَلَى حِدَّتِهِ: عَذْقُ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَّةِ، وَاللَّذِينَ عَلَى حِدَّةِ، وَالْغَجْوَةِ عَلَى حِدَّةِ، ثُمَّ أَخْضِرُهُمْ حَتَّى آتَيْنَكُمْ)). فَفَعَلَتْ. ثُمَّ جَاءَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى لَفَقَدَ عَلَيْنَا، وَكَالَّا كَلَّا لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى، وَبَقَى التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَانَهُ لَمْ يُمْسِ)). [راجح: ۲۱۲۷]

۴۰۶ - ((وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى نَاصِحٍ لَنَا، فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَى لَوْكَرَةِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ خَلْفِهِ. قَالَ: بِعِنْيَهِ وَلَكَ ظَهْرَةً إِلَى الْمَدِّيْنَةِ - فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ فَلَقْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي حَدَّيْتُ عَهْدَ بِعْرَسٍ قَالَ ﷺ: (فَإِنَّمَا تَرَوْجُتَ، بِكُرَّا أَمْ نَيْلَا؟) فَلَقْتُ: نَيْلَا، أَصِيبَ عَبْدُ اللَّهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِيفَارَا فَتَرَوْجَتْ نَيْلَا تَعْلَمُهُنَّ وَتَرَدَّبُهُنَّ. ثُمَّ قَالَ: (أَنْتَ أَهْلُكَ). فَقَدِيمَتْ فَأَخْبَرْتُ خَالِيَ بَيْتِ الْجَمَلِ، وَبِاللَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَكِرَهَ إِيَاهُ. فَلَمَّا قَدِيمَ النَّبِيِّ ﷺ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ)). [راجح: ۴۴۳]

تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا مامول سے جد بہ قیس مراد ہے وہ منافق تھا۔

۱۹۔ بَابُ مَا يُنْهَىٰ عَنِ إِصْنَاعَةِ الْمَالِ بَابُ مَالٍ كَوْتَابَهُ كَرْبَلَيْعْنَى بَےِ جَا سِرَافِ مُنْعَىٰ هَےِ

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورہ یونس میں کہ) اور اللہ فسادیوں کا منصوبہ چلنے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ ہود میں) فرمایا ہے۔ کیا تم ساری نماز تھیں یہ بجا تی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوچھتے چلے آئے ہیں ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی طبیعت کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) ارشاد فرمایا اپناروپیہ بے وقوف کے ہاتھ میں مست و اور بے وقوفی کی حالت میں ججر کرنا۔

لَئِنْجَمَحَ بے وقوف سے مراد نادان ہیں جو مال کو سنجال نہ سکیں بلکہ اس کو تباہ اور بریاد کر دیں۔ جیسے عورت، بچے، کم عقل جوان بورڈھے دغیرہ۔ جمر کا سنت لخت میں روکنا، منع کرنا۔ اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اس کے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ ہے ہوتا ہے یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنامال تباہ کرتا ہو یا وہ سروں کے حقوق کی خلافات کے لیے۔ مثلاً میون مغلس پر جمر کرنا، قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے۔ یا راہین پر یا مہین پر مرتن اور دارث کا حق بچانے کے لئے۔ اس روکنے کو شرعاً اصطلاح میں جمر کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنی کے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حلال طور پر کلایا ہوا مال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ضائع کرنا یا ایسے نادانوں کو اسے سوچنا جو اس کی خلافت نہ کر سکیں باوجود یہ کہ وہ اس کے حق داہر ہیں۔ پھر بھی ان کو ان کے گزارے سے نیا دہنیا اس مال کو گویا ضائع کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہ ہو گا۔

(۲۳۰۷) ہم سے ابو عیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن زبار نے بیان کیا، انہوں نے ابن عمر بن شیبہ سے سنائیں، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں مجھے دھوکا دے دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب خرید و فروخت کیا کرے، تو کہہ دیا کہ کوئی دھوکا نہ ہو، چنانچہ پھر وہ شخص اسی طرح کہا کرتا تھا۔

ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور مجھ کو تین دن تک اقتیار ہے۔ یہ حدیث اور گذر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت یہ ہے کہ آخر ہر شیبہ نے مال کو تباہ کرنا برا جانا، اس لیے اس کو یہ حکم دیا کہ بیچ کے وقت پہنچ کر کوئی دھوکا فریب کا کام نہیں ہے۔

(۲۳۰۸) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریئے

وَقُولِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿هُوَ اللَّهُ لَا يَحِبُّ الْفَسَادَ﴾ وَلَا يُصلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ، وَقَالَ فِي قَوْلِهِ: ﴿أَصَلَّوْا نَكْ تَأْمُرُكَ أَنْ تَرْكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُهُ، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿هُوَ لَا تُنْتَوَا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ وَالْحَجَرِ فِي ذَلِكَ، وَمَا يُنْهَىٰ عَنِ الْجَدَاعِ.

۲۴۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَعْفَتُ أَبْنَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ لِّنَسِيٍّ ﷺ إِنِّي أَخْدَعُ فِي النَّبِيِّ، فَقَالَ: ((إِذَا بَأْيَتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ)). فَكَانَ الرُّجُلُ يَقُولُهُ)). [راجح: ۲۱۱۷]

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شجی نے، ان سے مخدہ بن شعبہ کے غلام و رادنے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رض نے بیان کیا کہ نبی کسم ملٹیپل نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں (اور باپ) کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (واجب حقوق کی) اداگی نہ کرنا اور (دوسرے) کامل ناجائز طریقہ پر) دبایتہ حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے، اور کثرت سے سوالات کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ الشَّفِيقِيِّ عَنْ وَرَادِ مَوْلَى الْمُفَيْرِةِ بْنِ شَعْبَةَ عَنْ الْمُفَيْرِةِ بْنِ شَعْبَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَيْكُمْ عَفْوَقَ الْأَمْهَاتِ، وَوَرَادَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعَ وَقَاتِهِاتِ، وَكَرْكَةَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِصْنَاعَةَ الْمَالِ)). [راجح: ۸۴۴]

لفظ معاوہات کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے اپنے اوپر پر جو حق واجب ہے جیسے زکوٰۃ، بال بچوں، ناتے والوں کی پورش، وہ نہ دینا۔ اور جس کا لینا حرام ہے یعنی پرایا مال وہ لے لینا، قیل و قال کا مطلب خواہ مخواہ اپنا علم جانے کے لیے لوگوں سے سوالات کرنا۔ یا بے ضرورت حالات پوچھنا، کیونکہ یہ لوگوں کو برا معلوم ہوتا ہے۔ بعض بات وہ بیان کرنا نہیں چاہتے۔ اسکے پوچھنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔

تَبَرِّجُ ترجمہ باب لفظ اضاعت المال سے بنتا ہے یعنی مال ضائع کرنے کا مال برباد کرنا یہ ہے کہ کھانے پینے لباس وغیرہ میں بے ضرورت تکلف کرنا۔ باس پر سونے چاندی کا مطلع کرنا۔ دیوار چھست وغیرہ سونے چاندی سے رنگنا۔ سعید بن جبیر نے کماں برباد کرنا یہ ہے کہ حرام کاموں میں خرچ کرے اور صحیح یہی ہے کہ خلاف شرع جو خرچ ہو، خواہ دینی یا دینیادی کام میں وہ برباد کرنے میں داخل ہے۔ بہر حال جو کام شرعاً منع ہیں جیسے پنگ بازی، مرغ بازی، آتش بازی، ناج رنگ ان میں تو ایک یہی بھی خرچ کرنا حرام ہے۔ اور جو کام ثواب کے ہیں مثلاً محتاجوں، سفاروں، غریبوں، بیاروں کی خدمت، قوی کام جیسے درسے، بل، سرائے، مسجد، محتاج خانے، شفا خانے بنانا، ان میں جتنا خرچ کرے وہ ثواب ہی ثواب ہے۔ اس کو برباد کرنا نہیں کہ سکتے۔ رہ گیا اپنے نفس کی لذت میں خرچ کرنا تو اپنی حیثیت اور حالت کے موافق اس میں خرچ کرنا اسraf نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی عزت یا آبرو بچانے کے لئے یا کسی آفت کو روکنے کے لیے۔ اس کے سوابے ضرورت نفسانی خوبیوں میں مال خرچ کرنا مثلاً بے فائدہ بنتے، کچھے بنا لیتا، یا بست سے گھوڑے رکھنا، یا بہت ساسامان خریدنا یا بھی اسraf میں داخل ہے۔

۲۰۔ بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ
باب غلام اپنے آقا کے مال کا انگریز ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کرے

(۲۳۰۹) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر رض نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سن، تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس تے سوال ہو گا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں، اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے

۲۴۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي هَنَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْنُوْلٌ عَنْ رَعْيِتِهِ: فَالإِمَامُ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْنُوْلٌ عَنْ

گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ ﷺ سے ساتھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

[راجح: ۸۹۳]

لشیخ یہ حدیث ایک بہت بڑے تمدنی اصول پر مشتمل ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی کچھ نہ ذمہ داریاں نہ ہوں۔ ان ذمہ داریوں کو محسوس کر کے صحیح طور پر ادا کرنا یعنی شرعی مطالبه ہے۔ ایک حاکم پادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے، گھر میں مرد جملہ اہل خانہ پر حاکم ہے۔ عورت گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے مال میں ذمہ دار ہے۔ ایک مرد اپنے والد کے مال کا ذمہ دار ہے الفرض اسی سلسلہ میں تقریباً دنیا کا ہر انسان بندھا ہوا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ حاکم کا فرض ہے اپنی حکومت کے ہر کہ رومنہ پر نظر شفقت رکھے۔ ایک مرد کا فرض ہے کہ اپنے جملہ اہل خانہ پر توجہ رکھے۔ ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کے گھر کی ہر طرح سے پوری پوری حفاظت کرے۔ اس کی دولت اور اولاد اور عزت میں کوئی خیانت نہ کرے۔ ایک غلام، نوکر، مزدور کا فرض ہے کہ اپنے فرائض مخلقه کی ادائیگی میں اللہ کا خوف کر کے کوتاہی نہ کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

۴۴۔ کتاب الْحُصُبِ مَاتَ

کتاب نالشوں اور جھگڑوں کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ

۱۔ بَابُ مَا يُذْكُرُ فِي الْأَشْخَاصِ، بَابُ قِرْضَدَارِ كُوپِكُرَ لِجَانَا وَرَسْلِمَانَ أَوْرَسْبُودِي میں

جھگڑا ہونے کا بیان

(۲۳۱۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عبد الملک بن میسر نے مجھے خردی، کہا کہ میں نے زوال بن سرہ سے شا، اور انہوں نے عبد اللہ بن سعود بن عثیر سے شا، انہوں نے کہا، کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سن کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس کے خلاف سن تھا۔ اس لئے میں ان کا باقہ تھا میں آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا کہ تم دونوں درست پڑھتے ہو۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔

وَالْخُصُومَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ
۲۴۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا
شَعْبَةُ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي
قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ
يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنْ
الْبَيْهِقِ خَلَافَهَا، فَأَحَدَذْتُ بِيَدِهِ فَأَتَيْتُ بِهِ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((كِلَّا كُمَا
مُحْسِنٌ)). قَالَ شَعْبَةُ أَظْلَهُهُ قَالَ: ((لَا
تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا
فَهُلْكُوا)).

[اطرافہ فی : ۳۴۰۸، ۳۴۱۴، ۳۴۷۶، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۴۸۱۳]

. [۷۴۷۷، ۷۴۲۸]

تشریح ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود بن عثیر اس شخص کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ جب قرآن غلط پڑھنے پر پکڑ کر لے جانا درست ٹھہرا تو اپنے حق کے بدلت بھی پکڑ کر لے جانا درست ہو گا۔ جیسے پسلا امر ایک مقدمہ ہے ویسا ہی دوسرا بھی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ اسی چھوٹی باتوں میں لڑنا جھگڑنا، جنگ و جدل کرنا برا ہے۔ عبد اللہ بن عثیر کو لازم تھا کہ اس سے دوسرا طرح پڑھنے کی وجہ پوچھتے۔ جب وہ کہتا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایسا ہی سنائے تو آپ سے دریافت کرتے۔ اس حدیث سے ان متعصب مقلدوں کو نصیحت لینا چاہیے، جو آئین اور رفع یہ دین اور اسی طرح کی باتوں پر لوگوں سے فساد اور جھگڑا کرتے ہیں۔ اگر دین کے کسی کام میں شبہ ہو تو کرنے والے سے نزی اور اخلاق کے ساتھ اس کی دلیل پوچھتے۔ جب وہ حدیث یا قرآن سے کوئی دلیل بتا دے بن سکوت کرے۔ اب اس سے مفترض نہ ہو۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حدیث پر چاہے عمل کرے۔ بشرطیکہ وہ حدیث بالاتفاق منسوخ نہ ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ اختلاف یہ نہیں ہے کہ ایک رفع یہ دین کرے، دوسرا نہ کرے۔ ایک پکار کر آئین کے ایک آہستہ۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ناحق جھگڑے، اس کو ستائے کیونکہ آپ نے ان دونوں کی قرأتوں کو اچھا فرمایا۔ اور لڑنے جھگڑنے کو برا کما۔ و قال المظہری الاختلاف في القرآن غير جائز لأن كل لفظ منه اذا جاز قرئاته على وجوهين او اکثر فلو انکر احد امن ذینک الوجهين او الوجهه فقد انکر القرآن ولا يجوز في القرآن القول بالرأي لأن القرآن سنة متبعه بل عليهما ان يسالا عن ذالك معن هو اعلم منها (قسطلانی) یعنی مظہری نے کہا کہ قرآن مجید میں اختلاف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ جب اس کی قرأت دونوں طریقوں پر جائز ہو تو ان میں سے ایک قرأت کا انکار کرنا یا دونوں کا انکار یہ سارے قرآن کا انکار ہو گا۔ اور قرآن شریف کے بارے میں اپنی رائے کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید مسلسل طور پر نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ پس ان اختلاف کرنے والوں کو لام کہا کہ اپنے سے زیادہ جانے والے سے تحقیق کر لیتے۔

الغرض اختلاف جو موجب اشتغال و افتراق و فساد ہو وہ اختلاف سخت مذموم ہے اور طبی اختلاف مذموم نہیں ہے۔

حدیث باب سے یہ بھی نکلا کہ دعویٰ اور مقدمات میں ایک مسلم کسی بھی غیر مسلم پر اور کوئی بھی غیر مسلم کسی بھی مسلم پر اسلامی عدالت میں دعویٰ کر سکتا ہے۔ انصاف چاہئے کے لئے مدعا اعلیٰہ کا ہم نہ ہب ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

۲۴۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزْعَةَ قَالَ

سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شاہب نے، ان سے ابو سلمہ اور عبدالرحمن اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی، ایک دوسرے کو برا بھلا کما۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے طماچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا اور ان سے واقعہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ کو اس کی تفصیل بتادی۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا۔ مجھے موسیٰ ﷺ پر ترجیح نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیجے جائیں گے۔ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ لیکن ہوشی سے ہوش میں آنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا۔ میں موسیٰ ﷺ کو عرشِ اللہ کا کنارہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ آپ مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ ﷺ بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آجائے گا، یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں رکھا ہے جو بے ہوشی سے مستثنی ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے اس یہودی نے کہا یا رسول اللہ! میں ذمی ہوں اور آپ کی امان میں ہوں۔ اس پر بھی اس مسلمان نے مجھ کو تھپڑا کر دیا۔ آپ غصے ہوئے اور مسلمان سے پوچھا تو نے اس کو کیوں تھپڑا کر دیا۔ اس پر اس مسلمان نے یہ واقعہ بیان کیا۔ گر آنحضرت ﷺ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ کسی نبی کی شان میں ایک رائی برادر بھی تتفیق کا کوئی پہلو اختیار کیا جائے۔

۲۴۱۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ الْخُذْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((يَنْمَا رَسُولُ اللهِ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِيهِ سَلْمَةَ وَعَنْ أَبِيهِ الرَّحْمَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِسْتَبْرَجَانِ: رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودَ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْنَفَ مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْنَفَ مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَاهُ النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخِيرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْنَعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْنَعُ مَعَهُمْ فَأَكُونُ أُولَئِنَّا يُفْسِدُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشُ جَنْبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَكَانَ فِي مَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمْنَ اسْتَنْتَيَ اللَّهَ)).

یہودی آیا اور کما اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کس نے؟ اس نے کما کے ایک النصاری نے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں بلاو۔ وہ آئے تو آخرت شیخیم نے پوچھا کیا تم نے اسے مارا ہے؟ انہوں نے کما کے میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سن۔ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کما، او خبیث! کیا محمدؐ شیخیم پر بھی! مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑے مارا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو انبياء میں باہم ایک دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت میں بے ہوش ہو جائیں گے۔ اپنی قبر سے سب سے پہلے نکلنے والا میں ہی ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام کا پایہ کپڑے ہوئے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا انہیں پہلی بے ہوشی جو طور پر ہو چکی ہے وہی کافی ہوگی۔

فَلَمَّا جَاءَ يَهُودِيًّا فَقَالَ: يَا أَبَا الْفَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِّنْ أَخْرَابِكَ. فَقَالَ: ((مَنْ؟)) قَالَ: رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ((إِذْغُوْهُ)). فَقَالَ: ((أَصْرَبْتَهُ؟)) قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَخْلُفُ: وَالَّذِي اضْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، قُلْتَ: أَيْنَ حَيَّثُتُ، عَلَى مُحَمَّدٍ فَلَمَّا فَلَحَدْتَنِي غَضْبَةً ضَرَبْتَ وَجْهَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْنَعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَشَقَّقَ عَنْهُ الْأَرْضُ ، فَإِذَا آتَاكُمْ مُوسَى أَخْذُدُ بِقَانِمَةَ مِنْ قَوَاعِدِ الْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوِّبَ بِصَعِقَةَ الْأَوْلَى)).

[اطرافہ فی : ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶]

.] ۷۴۲۷، ۶۹۱۷

لَئِنْ يَرَحْ اس حدیث کے ذیل میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ و مطابقة الحديث للترجمة فی قوله عليه الصلوة والسلام ادعوه فان المراد به اشخاصہ بین بدیہ صلی الله علیہ وسلم یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ آخرت شیخیم نے فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بلاو۔ گویا آخرت شیخیم کے سامنے اس کی حاضری ہی اس کے حق میں سزا تھی۔ اس حدیث کو اور بھی کئی مقالات پر امام بخاری و مسلم نے نقل فرمایا کہ اس سے بہت سے سائل کا استخراج فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ آخرت شیخیم کی فضیلت جملہ انبياء و رسول علیم السلام پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت چاند کو آسمان کے سارے ستاروں پر حاصل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود آپ نے پند نہیں فرمایا کہ لوگ آپ کی فضیلت بیان کرنے کے سلسلے میں کسی دوسرے نبی کی تتفیص شروع کر دیں۔ آپ نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف فرمایا۔ بلکہ ذکر بھی فرمادیا کہ قیامت کے دن میرے ہوش میں آنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پایہ کپڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ نہ معلوم آپ ان میں سے ہیں جن کا اللہ نے انتہاء فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے **رَفَعَ عَنِ الْمَسْمُوتِ وَمَنِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ** (الزمر: ۲۸) یعنی قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے گا بے ہوش نہ ہوں گے۔ یا پہلے طور پر جو ہے ہوشی ان کو لا حق ہو چکی ہے وہ یہاں کام دتے دے گی یا آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ پاک نے محاسبہ سے بری قرار دے دیا ہو گا۔ بہر حال آپ نے اس جزوی فضیلت کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کا اعتراف فرمایا۔ اگرچہ یہ سب کچھ محض بطور اظہار اکساری ہی ہے۔ اللہ

پاک نے اپنے عجیب شیخیت کو خاتم النبین کا درجہ بخشنا ہے جملہ انبیاء علیم السلام پر آپ کی افضلیت کے لئے یہ عزت کم نہیں ہے۔

۲۴۱۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ يَهُودِيًّا رَضِيَ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ . قَبِيلٌ : مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ ، أَفَلَانَ أَفْلَانَ ؟ حَتَّىٰ سُمَّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهِ ، فَأَخْذَ الْيَهُودِيُّ فَاغْرَفَ ، فَأَمْرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ)) .

[اطراfe في : ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۷۷۷، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵] .

تشریح علامہ قسطلانی رضیتہ فرماتے ہیں کہ وہ مقتول لڑکی انصار سے تھی۔ و عند الطحاوی عدا یہودی فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی جاریۃ فاخذ او ضاجا کانت علیها و رضح راسها و الاوضاح نوع من الحلی عمل من الفضة ولمسلم فرضح رأسها بين حجرین وللتزمدی خرجت جاریۃ علیها او ضاح فاختہا یہودی فرضح راسها و اخذ ما علیها من الحلی قال فادرکت وبهار مق پنے بها النبي صلی اللہ علیہ وسلم قبل الحديث یعنی زمان رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر جملہ کیا، جو چاندی کے کڑے پنے ہوئے تھی۔ یہودی نے اس پنجی کا سردو پھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے چنانچہ وہ پنجی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی، آخر حضرت شیخیت کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاک ظاہر کر دیا۔ اس کی سزا میں یہودی کا بھی سردو پھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کیا گیا۔

احجاج به المالکیۃ والشافعیۃ والحنبلیۃ والجمهور علی ان من قتل بشنى بقتل بمثله (قسطلانی) یعنی مالکیۃ اور شافعیۃ اور حنبلیۃ اور جبور نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی جیز سے کسی کو قتل کرے گا اسی کے مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہ رضیتہ کی راستے اس کے خلاف ہے۔ وہ ممائٹ کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہاں جو مذکور ہے اسے محض سیایی اور تعریری حیثیت دیتے ہیں۔ قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قاتل قبول نہیں ہے۔ حضرت امام رضیتہ نے خود فرمادیا ہے اذا صح الحدیث فهو مذہبی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میراندہ بہ ہے۔

باب ایک شخص نادان یا کم عقل ہو گو حاکم اس پر پابندی نہ لگائے مگر اس کا کیا ہوا معاملہ روکیا جائے گا

اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رضیتہ نے ایک شخص کا صدقہ رد کر دیا پھر اس کو ایسی حالت میں صدقہ کرنے سے منع فرمایا اور امام مالک رضیتہ نے کہا ہے کہ اگر کسی کا کسی دوسرے پر قرض

۲- بَابُ مَنْ رَدَ أَمْرَ السَّقِيمِ
وَالضَّعِيفِ الْعُقْلِ،

وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ
وَيَذْكُرُ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
رَدَ عَلَى الْمُحَصَّدِ قَبْلَ النَّهْيِ، ثُمَّ

ہو اور مقروض کے پاس صرف ایک ہی غلام ہو۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی جائیداد نہ ہو تو اگر مقروض اپنے اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کی آزادی جائز نہ ہو گی۔ اور اگر کسی نے کسی کم عقل کی کوئی چیز بچ کر اس کی قیمت اسے دے دی اور اس سے اپنی اصلاح کرنے اور اپنا خال رکھنے کے لئے کما۔ لیکن اس نے اس کے باوجود مال برپا کر دیا تو اسے اس کے خرچ کرنے سے حاکم روک دے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس شخص سے جو خریدتے وقت دھوکا کھا جیسا کرتا تھا، فرمایا تھا کہ جب تو کچھ خرید و فروخت کرے تو کما کر کر کوئی دھوکے کا کام نہیں ہے۔

رسول پاک ﷺ نے اس کمال اپنے قبضے میں نہ لیا۔

نهادہ۔ وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ مَّا نَ وَلَهُ عَنْهُ وَلَا شَيْءٌ لَهُ غَيْرُهُ فَأَغْنَفَهُ لَمْ يَحْزُنْ عَنْهُ. وَبَاعَ عَلَى الظَّمِينِ وَنَحْوِهِ لَدْفَعَ ثُنَّةً إِلَيْهِ وَأُمْرَةً بِالإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَانِهِ فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدَ ثُنَّةٍ، لَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عنِ إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَقَالَ اللَّذِي يُعَذَّبُ فِي الْبَيْعِ: إِذَا تَابَتْ فَلْمَ لا خِلَابَةَ، وَلَمْ يَأْخُذْ النَّبِيَّ ﷺ مَالَهُ.

تشریح حضرت جابر بن عبد اللہ والی حدیث کو عبد بن حمید نے نکلا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک شخص ایک مرغی کے اٹھے کے برادر سونے کا ایک ڈالے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں آیا اور کہنے لگا کہ آپ بطور صدقہ اسے میری طرف سے قبول فرمائیے۔ واللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر ہی کما۔ آخر آپ نے وہ ڈال اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا تم میں کوئی نادار ہوتا ہے اور اپنا مال جس کے سوا اس کے پاس کچھ اور نہیں ہوتا خیرات کرتا ہے۔ پھر غالی ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے۔ یہ خیرات کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ خیرات اس وقت کرنی چاہیے جب آدی کے پاس خیرات کرنے کے بعد بھی مال بلقی رہ جائے۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن خزیم نے نکلا ہے۔

یہ حدیث اسلام کے ایک جامع اصل الاصول کو ظاہر کر رہی ہے کہ انسان کا دنیا میں محتاج اور نجک دست بن کر رہنا عند اللہ کی حال میں بھی محبوب نہیں ہے۔ اور خیرات و صدقات کا یہ نظریہ بھی صحیح نہیں کہ ایک آدمی اپنے سارے امثال حیات کو خیرات کر کے پھر خود غالی ہاتھ بن کر بیٹھ جائے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے۔ آیت قرآنی ﴿ وَلَا تجعل يدك مغلولة إلی عنقك ولا تستطها كُلُّ البُسْط﴾ الایہ اس پر واضح دلیل ہے۔ ہاں بلا شک اگر کوئی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ایمان و تیقین اور توکل کا مالک ہو تو اس کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ مگر یہ قطعاً ممکن ہے کہ امت میں کوئی قیامت تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشیل پیدا ہو سکے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارک ہیں۔ آب زر سے لکھے جائیں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا خیرات لے کر آئے اور کیا گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ترکت اللہ و رسولہ میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں اور بالقی سب کچھ لا کر حاضر کر دیا ہے۔ زبان حال سے گویا آپ نے فرمایا تھا ﴿إِنَّ صَلَاتِنِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ﴾ زب الفعلین ﴿الانعام: ۱۷۷﴾ رضی اللہ عنہ و اوصاه

امت کے ان بدترین لوگوں پر ہزار نفرین جو ایسے فرا اسلام عاشق رسول کریم ﷺ کی شان میں تبرا بازی کرتے اور بے حیائی کی حد ہو گئی کہ اس تبرا بازی کو کار ثواب جانتے ہیں۔ سچ ہے۔ ﴿فَاضْلُمُهُمُ الشَّيْطَانُ بِمَا كَانُوا يَفْسُدُونَ﴾

اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ وأشار البخاری بما ذکر من احادیث الباب الى التفصیل بین من ظهرت منه الا ضعاعة فبرد تصریفه فيما اذا كان في الشیء الكثیر او المستغرق و عليه تحمل قصة المدیر و بين ما اذا كان في الشیء اليسير او جعل له شرطاً يامن به

من افساد مالہ فلاپرید (فتح الباری) یعنی باب میں مندرجہ احادیث سے مجرم مطلق حضرت امام بخاری و مسلم نے اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب مال کیشہ ہو یا کوئی اور چیز جو خاص اہمیت رکھتی ہو اور صاحب مال کی طرف سے اس کے ضائع کر دینے کا خطرہ ہو تو اس کا تصرف حکومت کی طرف سے اس میں روک دیا جائے گا۔ مدیر کا واقعہ اسی پر محمول ہے اور اگر تھوڑی چیز ہو یا کوئی ایسی شرط لگا دی گئی ہو جس سے اس مال کے ضائع ہونے کا ذرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف قائم رہے گا اور وہ روکنے کیا جائے گا۔ اصل مقصد مال کی حفاظت اور قرض خواہ وغیرہ اہل حقوق کو ان کے حقوق کا ملتا ہے۔ یہ جس صورت ممکن ہو۔ یہ سلطان اسلام کی صوابدید سے متعلق چیز ہے۔

(۲۳۱۳) ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن مسلم نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر بن حیناً سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک صحابی کوئی چیز خریدتے وقت دھوکا کھا جیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تو خریدا کرے تو کہہ دیا کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ پس وہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

۲۴۱۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((كَانَ رَجُلٌ يَخْدُعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: (إِذَا بَيَّنْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةً)), فَكَانَ يَقُولُهُ)).

[راجح: ۲۱۱۷] اخْفَرْتُ لِلْمُؤْمِنِ لَنْ كَمْ تجربہ ہونے کے باوجود اس شخص پر کوئی پابندی نہیں لگائی، حالانکہ سلام خریدنا ان سے نہیں آتا تھا۔ اسی سے مقدمہ باب ثابت ہوا۔

(۲۳۱۵) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذبب نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کیا۔ لیکن اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس کا غلام واپس کر دیا۔ اور اسے نعیم بن حمام نے خرید لیا۔

۲۴۱۵ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلَيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ رَجُلًا أَعْنَقَ عَبْدًا لَيْسَ لَهُ مَالًا غَيْرُهُ، فَرَدَ النَّبِيُّ ﷺ، فَابْنَاعَةً مِنْهُ نُعِيمُ بْنُ النَّعَامِ)).

[راجح: ۲۱۴۱] دوسری روایات میں ہے کہ یہ شخص مقروض قہار قرض کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف یہی غلام قہار اسے بھی اس نے مدبر کر دیا تھا۔ آپ نے جب تفصیلات کو معلوم کر لیا تو اس کی آزادی کو رد کر کے اس غلام کو نیلام کر دیا اور اس حاصل شدہ رقم سے اس کا قرض ادا کر دیا۔ واللہ اعلم۔

باب مدعا یادی علیہ ایک دوسرے کی نسبت جو کہیں
(یہ غبیت میں داخل نہیں ہے) بشرطیکہ ایسا کوئی گلمہ منہ سے نہ نکالیں
جس میں حدیا تعزیر واجب ہو۔ ورنہ سزا دی جائے گی۔

۴- بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي
بعضِ

باب کے ذیل حافظ مرحوم فرماتے ہیں۔ ای فیما لا یوجب حدا و لاعتزیر فلا یكون ذالک من الغيبة المحرمة ذکر فیه اربع احادیث

یعنی مدعاً اور مدعیٰ علیہ آپس میں ایسا کلام کریں جس پر حد واجب نہ ہوتی ہو اور نہ تعمیر۔ پس ایسا کلام غیبتِ محمد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس باب کے ذیل حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی اور دوسری حدیث ابن مسعود اور اشٹہر بن عبید اللہ بن عبید اللہ کے ہیں۔ والغرض منه قوله قلت يا رسول الله اذا يحلف و يذهب بما لى فالله الكاذب و لم يواخذ بذلك لانه اخبار بما يعلمه منه في حال النظم منه يعني عرض حدیث اشٹہر سے یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے مدعاً علیہ کے بارے میں یہ بیان دیا کہ وہ جھوٹی قسم کھا کر میرا مال ہے اڑے گا۔ آپ نے مدعاً کے اس بیان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ تیسرا حدیث کعب بن مالک بن عبید اللہ بن عبید اللہ کے ہے۔ جس میں فارتفعت اصواتہمَا کے الفاظ ہیں۔ اور بعض طرق میں فلاجحا کا لفظ بھی آیا ہے کہ وہ دونوں ہائی طور پر جھگڑنے لگے۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی حدیث ہشام بن حکیم بن حرام بن عزام بن عبید اللہ کے ساتھ حضرت عمر بن عبید اللہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت عمر بن عبید اللہ نے محض اپنے اجتماع کی بنا پر حضرت ہشام بن عبید اللہ پر انکار فرمایا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ دوران مقدمہ میں عین عدالت میں مدعاً اور مدعیٰ علیہ آپس میں بعض دفعہ کچھ سخت کلامی کر گزرتے ہیں اور بعض اوقات عدالت ان پر کوئی نوٹ نہیں لیتی۔ ہاں اگر حد کے باہر کوئی شخص عدالت کا احترام پلاۓ طاقت رکھ کر سخت کلامی کرے گا تو یقیناً وہ قابل سزا ہو گا۔

(۱۷) ۲۳۶۲ء ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں شیعیت نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود بن عبید اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کوئی جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی تاکہ کسی مسلمان کامال ناجائز طور پر حاصل کر لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اللہ پاک اس پر نہیات ہی غضبناک ہو گا۔ راوی نے بیان کیا اس پر اشٹہر بن عبید اللہ نے کہ اللہ کی قسم! مجھ سے ہی متعلق ایک مسئلے میں رسول کشم ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ اس نے انکار کیا تو میں نے مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تم سارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے یہودی سے فرمایا کہ پھر تو قسم کھا۔ اشٹہر بن عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ؟ پھر تو یہ جھوٹی قسم کھا لے گا اور میرا مال اڑا لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یہ شک وہ لوگ جو اللہ کے عمد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پوچھی خریدتے ہیں، آخر آیت تک۔

۲۴۱۶ - ۲۴۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَفِيقِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَّفَ عَلَى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجْرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَا مَنَ افْرَى مُسْلِمٌ لَقَى اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبٌ)). قَالَ لِقَالَ الْأَشْتَمُ: لِيْ وَاللَّهُ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْتِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضَنِي لَجَحَدَنِي ، فَقَدْمَتْهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَلَكَ بَيْتَهُ؟)) قَلَّتْ لَا. قَالَ: لِقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: ((الْأَخْلَفُ)). قَالَ قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا يَخْلِفَ وَيَنْهَا بِمَالِي. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ((إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِ ثُمَّا قَلِيلًا هُنَّ إِلَى آخرِ الْآتِيَةِ)).

[راجع: ۲۳۵۶، ۲۳۵۷۔]

مدئی یعنی اٹھت پیغمبر نے عدالت عالیہ نبویہ میں یہودی کی خانی کو صاف لفظوں میں ظاہر کر دیا۔ باب کا یہ مقصد ہے کہ مقدمہ سے متعلق مدئی اور مدئی علیہ عدالت میں اپنے دلائل واضح کر دیں، اس کا نام غبیت نہیں ہے۔

۲۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی حدرر رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اور دونوں کی آوازاتی بلند ہو گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر میں سن لی۔ آپ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر پکارا اے کعب! انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دے اور آپ نے آدھا قرض کم کر دینے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کماکہ میں نے کم کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھا ب قرض او اکر دے۔

حَدَّثَنَا عَمَّانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَذْرَدٍ دِينًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حَجْرَتِهِ فَنَادَى : ((يَا كَعْبُ)) قَالَ: لَيْكَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((ضَعَ مِنْ دِينِكَ هَذَا)) - فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيْ الشَّطَرَ - قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فُمْ فَاقْضِيهِ)).

[راجع: ۴۷۵]

بھگدا طے کرنے کا ایک بہترین راستہ آپ نے اختیار فرمیا۔ اور بے حد خوش قسمت ہیں وہ دونوں فریق جنہوں نے دل و جان سے آپ کا یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ مقروض اگر تک دست ہے تو ایسی رعایت دینا ضروری ہو جاتا ہے اور صاحب مال کو بہر صورت صبر اور شکر کے ساتھ جو ملے وہ لے لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

۲۴۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الزُّبَيرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْفَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بْنَ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَفْرَوْهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَفْرَأَنِيهَا، وَكَذَّتْ أَنَّ أَغْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلَتْهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرأت کے خلاف پڑھتے سنائے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا باب تم قرأت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرأت سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو۔ میں نے بھی پڑھ کے سنایا۔ آپ نے اس پر بھی فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قراؤں میں نازل ہوا ہے، تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔

لَيْسَتِ بِرِّدَائِهِ فَجَنَّتْ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
فَقَلَّتْ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَيْهِ غَيْرَ مَا
أَقْرَأْتِنِيهَا. فَقَالَ لِي: ((أَرْسِلْنَاهُ)). ثُمَّ قَالَ
لَهُ: ((أَقْرَأْهُ)) فَقَرَأَهُ. قَالَ: ((هَكَذَا
أَنْزَلْتَ)) ثُمَّ قَالَ لِي: ((أَقْرَأْهُ)). فَقَرَأَهُ.
فَقَالَ: ((هَكَذَا أَنْزَلْتَ، إِنَّ الْقُرْآنَ أَنْزَلْ
عَلَى سَبْعَةِ أَخْرَفٍ، فَاقْرُأْهُ وَاذْتَبِرْ)).
[اطرافہ فی: ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۶۹۳۶]. ۷۵۰.

لَيْسَتِ بِرِّدَائِهِ یعنی عرب کے ساتوں قبیلوں کے محاورے اور طرز پر اور کہیں کہیں اختلاف حرکات یا اختلاف حروف سے کوئی ضرر نہیں بشرطیکہ معانی اور مطالب میں فرق نہ آئے۔ جیسے سات قراؤں کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید مشور سات قراؤں میں سے ہر قرأت کے موافق پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن شاذ قرأت کے ساتھ پڑھنا اکثر علماء نے درست نہیں رکھا۔ جیسے حضرت عائشہؓ کی قرائۃ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر یا ابن مسعودؓ کی قرأت فما استمعتم منهن الی اجل مسمی

باب جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑے والوں کو گھر سے نکال دینا

اور ابو بکرؓ کی بن ام فردہؓ نے جب وفات صدیقؑ اکبر پر نوحہ کیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں (ان کے گھر سے) نکال دیا۔ تاکہ اس حرکت سے روح صدیقؑ اکبرؓ کو تکلیف نہ ہو۔ اور تمہیز و تحفیز کے کام میں خلل نہ آئے۔ پھر فاروقؓ اعظم کا جلال نوحہ جیسے ناجائز کام کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ ام فردہؓ والی روایت کو ابن سعد نے طبقات میں نکلا ہے۔

(۲۲۲۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ نماز کی جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر خود ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا

۵- باب إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَاعِصِي
وَالْخُصُومِ مِنَ الْبَيْتِ بَعْدَ الْمَعْرَفَةِ
وَقَدْ أَخْرَجَ عَمْرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ
نَاحَتْ

تاکہ اس حرکت سے روح صدیقؑ اکبرؓ کو تکلیف نہ ہو۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هَرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((لَقَدْ هَمَّتْ أَنْ آمَرَ بِالصَّلَاةِ فَتَقَمَ، ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا

يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأَحْرِقَ عَلَيْهِمْ).

[٦٤٤]: راجع

اس سے بھی ثابت ہوا کہ خطا کاروں پر کس حد تک تعزیر کا حکم ہے۔ خصوصاً نماز باجماعت میں تسلیم برنا اتنی بڑی غلطی ہے جس کے ارتکاب کرنے والوں پر آپ نے اینے انتہائی عینظ و غصب کا انحصار فرمایا۔ اسی سے باب مقصد ثابت ہوا۔

لشیخ حدیث میں لفظ فاحرق علیہم سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب گھر جلائے جائیں گے تو وہ نکل بھاگیں گے۔ پس گھر سے نکالنا جائز ہوا۔ ہمارے شیخ امام ابن قیم نے اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے دلیل لی ہے کہ شریعت میں تعزیر بالمال درست سے یعنی حاکم اسلام کسی جرم کی سزا میں مجرم کو مالی توانان کر سکتا ہے۔

چھپے باب میں مدعاً اور مدعاً علیہ کے باہمی ناروا کلام کے بارے میں کچھ نزی تھی۔ محمد مطلق حضرت امام بخاری رض نے یہ باب منعقد فرمائے کا شارہ کیا کہ اگر حد سے باہر کوئی حرکت ہو تو ان پر سخت گرفت بھی ہو سکتی ہے۔ ان کو عدالت سے باہر نکلا جاسکتا ہے۔ حضرت امام نے حضرت عمر رض کے اس اقتداء سے استدلال فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رض کی وفات پر خود ان کی بہن ام فروہ رض کو جب نوحہ کرتے دیکھا تو ان کو گھر تھے نکلوا دیا۔ بلکہ بعض دوسری نوحہ کرنے والی عورتوں کو درے مار کر گھر سے باہر نکالا۔

فثبتت مشروعية الاقتصر على اخراج اهل المعصية من باب الولي و محل اخراج الخصوم اذا وقع منهم من النساء واللدد ما يقتضي ذالك. (فتح الباري)

۶۔ بَابِ دُعَوَى الْوَاصِي لِلْمَيْت

(اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای عن المیت فی الاستلحاق وغیره من الحقوق ذکر فی حدیث عائشة فی قصہ سعد و ابن زمعہ قال ابن المنیر ملخصه دعوی الوصی عن الموصی علیہ لانزع فیہ و کان المصطف اراد بیان مستند الاجماع وسیاتی مباحث الحديث المذکور فی کتاب الفرانش (فتح) یعنی مرنے والا جس کو وصیت کر جائے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دعوی کر سکتا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گواہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہی اشارہ فرمایا ہے کہ اس پر جنم علمائے امت کا اجماع ہے۔

۲۴۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ عَبْدَ بْنَ
زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصَ اخْتَصَّا إِلَى
النَّبِيِّ ﷺ فِي ابْنِ أُمَّةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَوْصَانِي أَخْيَ إِذَا قَدِيمْتُ أَنْ
أَنْظُرَ ابْنَ أُمَّةِ زَمْعَةَ فَاقْبِضْهُ فَإِنَّهُ ابْنِي.
وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخْيَ وَابْنُ أُمَّةِ أَبِي،
وَلَدُ عَلَى فِرَاشِ أَبِي فَرَأَى النَّبِيِّ ﷺ شَبَّهَا
بِيَّنًا، فَقَالَ ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ،
إِنَّكَ مَنْ يَرَى فِي الْأَرْضِ أَنْ يَرَى))

واضح مشابہت دیکھی۔ لیکن فرمایا۔ اے عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہاری ہی پروردش میں رہے گا۔ کیونکہ لڑکا "فراش" کے تابع ہوتا ہے۔ اور سودہ بیٹھ تو اس لڑکے سے پرودہ کیا کر۔

حضرت سعد بن عبید اپنے کافر بھائی کی طرف سے وصی تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کی طرف سے دعویٰ کیا۔ جس میں کچھ اصلیت تھی۔ مگر قانون کی رو سے وہ دعویٰ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون یہ ہے الولد للفراش وللعاشر العجر اس لیے آپ نے ان کا دادعی خارج کر دیا۔ مگر اقوال الشبهات "کے تحت حضرت سودہ بیٹھ کو اس لڑکے سے پرودہ کرنے کا حکم فرمادیا۔ بعض دفعہ حاکم کے سامنے کچھ ایسے حقائق آجائتے ہیں کہ ان کو جملہ دلائل سے بالا ہو کر اپنی صوابدید پر فیصلہ کرنا گزیر ہو جاتا ہے۔

باب اگر شرارت کا ذرہ ہو تو ملزم کا بندھنا درست ہے
اور عبد اللہ بن عباس رض نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن و حدیث اور دین کے فرائض سیکھنے کے لئے قید کیا۔

(۲۳۲۲) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیٹنے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ویہ کہتے تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثماںہ بن اثال تھا اور جواہل یمامہ کا سردار تھا، پکڑ لائے اور اسے مسجد بنوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے پوچھا، "ثماںہ! تو کس خیال میں ہے؟" انہوں نے کہا، "اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ثماںہ کو چھوڑ دو۔

۷- باب التوثقِ ممَّن تُخْشِي مَعْرَةً وَقَيْدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرَمَةَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنْنَ وَالْفَرَائِضِ.

۴۲۲ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((بَعْثَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَبِيبَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِيِ الْمَسْجِدِ. فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةً؟)) قَالَ : عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ : ((أَطْلِقُوكَ ثُمَامَةً)).

[راجح: ۴۶۲]

لَشَنْجَمْ کئی دفعہ کی گفتگو میں ثماںہ اخلاق نبوی سے حد درجہ متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے آپ سے ہر بار کہا تھا کہ آپ اگر میرے ساتھ اچھا بر تاؤ کریں گے تو میں اس کی تقدیر نہیں کروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ نے اسے بخوبی اعزاز و اکرام کے ساتھ آزاد فرمادیا۔ وہ فوراً ہی ایک کنویں پر گیا اور عسل کر کے آیا اور دائرة اسلام میں داخل ہو گیا۔ پس ترجمہ الباب ثابت ہوا کہ بعض حالات میں کسی انسان کا کچھ وقت کے لئے مقید کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالات میں یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوتا ہے۔

عبد نبوی انسانی تمن کا ابتدائی دور تھا۔ کوئی بیل خانہ الگ نہ تھا۔ لذا مسجد ہی سے یہ کام بھی لیا گیا۔ اور اس لئے بھی کہ ثماںہ کو مسلمانوں کے دیکھنے کا بہت ہی قریب سے موقع دیا جائے اور وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کے اوصاف جسہ کا بغور معائنہ کر سکے۔

خصوصاً اخلاقِ محمدی نے اسے بہت سی زیادہ منثار کیا۔ جس ہے۔

آنچہ خوبی ہے دارند تو تھاداری۔

ترجمہ الباب الفاظ فربطوہ بسارية من سوری المسجد سے نکلا ہے۔ شرعاً قاضی جب کسی پر کچھ حکم کرتے اور اس کے بھاؤ جانے کا ذرہ ہوتا تو مسجد میں اس کو حرast میں رکھنے کا حکم دیتے۔ جب مجلس برخاست کرتے، اگر وہ اپنے ذمے کا حق ادا کر دیتا تو اس کو چھوڑ دیتے ورنہ قید خالے میں بھجوادیتے۔

دوسری روایت میں یوں ہے آپ ہر صبح کو ثماں کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کا مزاج اور حالات دریافت فرماتے۔ وہ کتنا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کر دیں گے تو میرا بدله لینے والے لوگ بہت ہیں۔ اور اگر آپ مجھ کو چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا بہت بہت احسان مند رہوں گا۔ اور اگر آپ میری آزادی کے عوض روپیہ چاہتے ہیں تو جس قدر آپ فرمائیں گے آپ کو روپیہ دوں گا۔ کتنی روز تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔ آخر ایک روز رحمت للعالیین ﷺ نے ثماں کو بلا شرط آزاد کر دیا۔ جب وہ چلنے لگا تو صحابہ کو خیال ہوا کہ شاید یہ فرار اختیار کر رہا ہے۔ مگر ثماں ایک درخت کے نیچے گیا جمل پانی موجود تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا۔ اور پاک صاف ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور کماکہ حضور اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ فوراً ہی اس نے کلمہ شادوت اشہد ان لا اله الا الله و اشہدان محمد ارسلان اللہ پر حا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ و ارضہ۔

باب حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا

اور نافع بن عبد الحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رض اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیچ پوری ہو گی۔ ورنہ صفوان کو جواب اٹھنے تک چار سو دینار تک کرایہ دیا جائے گا۔ ابن زیبر رض نے مکہ میں لوگوں کو قید کیا۔

مکہ المکرہ سارا ہی حرم میں داخل ہے۔ المذا حرم میں جیل خانہ بنانا اور مجرموں کا قید کرنا ثابت ہوا۔ ابن زیبر رض کے اثر کو ابن سعد وغیرہ نے نکلا ہے کہ ابن زیبر نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو دارالندہ میں سجن عارم میں قید کیا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاؤ گئے۔ ۲۴۲۳ - حدثنا عبد الله بن يوسف قال: حدثنا الليث قال: حدثني سعيد بن أبي سعيد سمع أبا هريرة رضي الله عنه قال: ((بعث النبي ﷺ خيلًا قبل نجدة، فجاءت برجلٍ من بني حنيفة يقال له ثمامه بن أثال، فربطوه بسارية من سورى المسجدو)). [راجع: ۴۶۲]

مذہبی بھی حرم ہے تو حرم میں قید کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ یہ باب لا کرام بخاری نے رد کیا جو ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کیا کہ وہ مکہ میں کسی کو قید کرنا برداشت نہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بَابُ قِرْضٍ دَارَ كَمَا سَأَتْهُ رَبِّهِ كَمَا يَأْتِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
- بَابُ الْمُلَازِمَةِ

اس طرح کے قریب خواہ ارادہ کرے کہ جب تک مقروض میرا روپیہ ادا نہ کرے میں اس کے ساتھ چٹانی رہوں گا اور اس کا پیچھا بھی نہ چھوڑوں گا۔

(۲۲۲۳) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیٹھ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا اور بھی بن بکیر کے علاوہ نے بیان کیا کہ مجھ سے لیٹھ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے، ان سے عبداللہ بن کعب بن مالک الصاری نے، اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ عبداللہ بن الیحد رضا سلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا، ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا چیچھا کیا۔ پھر دونوں کی گفتگو تیز ہونے لگی اور آواز بلند ہو گئی۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا، اور آپ نے فرمایا، اے کعب! اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے گویا یہ فرمایا کہ آدھے قرض کی کمی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے آدھا لے لیا اور آدھا قرض معاف کر دیا۔

٤٤٤ - حَنَّا يَحْقِنُ بْنُ يُكْبِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَثْرَى قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفُرُ بْنُ رَبِيعَةَ وَقَالَ غَيْرَهُ: حَدَّثَنِي الْيَثْرَى قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفُرُ بْنُ رَبِيعَةَ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ: ((عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَنْدَرٍ الْأَسْلَمِيِّ دِينٌ، فَلَقِيَهُ فَلَوْمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ)) - وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَانَهُ يَقُولُ: النَّصْفَ - فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

[٤٥٧: راجع]

لقط حدیث فلز مد سے ترجمہ باب نکلا کہ حضرت کعب بن شوہر اپنے قرض وصول کرنے کے لئے عبداللہ بن شوہر کے پیچھے چلتے اور کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کر دے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا، اور جب آخر حضرت مسیح مسیح نے ان کو دیکھا اور اس طرح چمٹنے سے منع نہیں فریبا تو اس سے چمٹنے کا جواہر نکلا۔ آخر حضرت مسیح مسیح نے آدھا قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقرضون اگر نکل دست ہے تو قرض خواہ کو چاہیے کہ کچھ معاف کر دے، نیک کام کے لئے سفارش کرنا بھی ثابت ہوا۔

باب تقاضا کرنے کا بیان

١٠ - بَابُ التَّقَاضِي

(۴۲۲۵) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابو الفتحی نے، انہیں مسروق نے، اور ان سے خباب بن شٹو نے بیان کیا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لو ہے کا کام کرتا تھا۔ اور عاص بن واکل (کافر) پر میرے کچھ روپے قرض تھے۔ میں اس کے پاس

٤٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا
وَهُبْ بْنُ جَرِيرٍ بْنُ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
شَعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الصُّحَى عَنْ
مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَابٍ قَالَ: ((كُنْتَ قَيْنَا فِي
الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلِ

قاضا کرنے گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کبھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے اور پھر تم کو اٹھائے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مجھ سے بھی تقاضا نہ کر میں جب مر کے دوبارہ زندہ ہوں گا اور مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد دی جائے گی تو تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آئتوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔“ آخر آیت تک۔

دراءہم، فَإِنْتَهِ أَنْقَاصَنَاهُ فَقَالَ: لَا أَفْضِلُكَ حَتَّى تَكُفُّرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقَلَّتْ: لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ هُنَّا حَتَّى يُبَيِّنَكَ اللَّهُ ثُمَّ يَعْلَمُكَ. قَالَ: فَدَغْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبَعِّثُ فَأُوْتَى مَالًا وَوَلَدًا ثُمَّ أَفْضِلُكَ. فَنَزَّلَتْ: هُنَّا فَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ: لَا أَوْتَنَّ مَالًا وَوَلَدًا هُنَّا الْآيَةُ). [راجح: ۲۰۹۱]

لشیخ حضرت خباب بن ثابت^{رض} عاص بن واکل غیر مسلم کے ہاں اپنی مزدوری وصول کرنے کا تقاضا کرنے گئے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ عاص نے جو بواب دیا وہ انتہائی نامعقول بواب تھا۔ جس پر قرآن مجید میں نوش لیا گیا۔ اس حدیث سے مجتبی مطلق امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کہی ایک سماں کا استنباط فرمایا ہے۔ اس لئے متعدد مقالات پر یہ حدیث نقل کی گئی ہے جو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے تقدیر و قوت اجتہاد کی بین دلیل ہے۔ ہزار افسوس ان اہل جبہ و دستار پر جو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ میں نظریہ امت کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کی فہم و درایت سے مکر ہو کر خود اپنی نافی کا ثبوت دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ ان ابواب کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔ اشتغل كتاب الاستفراض و مامعه من الحجر والتلفيس و ما اتصل به من الاشخاص والملازمة على خمسين حديثاً المعلق منها ستة المكرر منها فيه وفيما مضى ثمانية و ثلاثون حديثاً والبقية خالصة والفقہ مسلم على جميعها سوى حديث ابی هریرۃ (من اخذ اموال الناس بغير ادلالها) و حديث (اما احبا ان لي احدا ذهبا) و حديث (لي الواجد) و حديث ابن مسعود في القراءة و فيه من الآثار عن الصحابة و من بعدهم اثنا عشر اثرا والله اعلم (فتح الباري) یعنی یہ کتاب الاستفراض و الملازمة پچاس احادیث پر مشتمل ہے جن میں احادیث معلقة صرف چھ ہیں۔ کمر احادیث اڑتیں ہیں۔ اور باقی غالباً ہیں۔ امام مسلم نے بچھنڈ احادیث کے جو یہاں مذکور ہیں سب میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ سے موافق تھیں۔ اور ان ابواب میں صحابہ و تابعین کے پارہ آثار مذکور ہوئے ہیں۔

سند میں مذکورہ بزرگ حضرت مسروق ابن الجدع ہیں۔ جو ہدایی اور کوفی ہیں۔ آنحضرت رضی اللہ عنہ کی وفات سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صحابہ کے صدر اول جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم السلام اعمیں کاظمہ پیلان۔ سرکردہ علماء اور فقہاء میں سے تھے۔ مروہ بن شرجیل نے فرمایا کہ کسی ہدایی عورت نے مسروق جیسا نیک سپوت نہیں جتا۔

شجی نے فرمایا، اگر کسی گرانے کے لوگ جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو وہ یہ ہیں اسود علقہ اور مسروق۔

محمد بن منذر نے فرمایا کہ خالد بن عبد اللہ بصیر کے عال (گورنر) تھے۔ انہوں نے بطور ہدیہ تمیں ہزار روپوں کی رقم حضرت مسروق کی خدمت میں پیش کی۔ یہ ان کے فقر کا زمانہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں ان کو چالا یا گیا تھا۔ پھر مل گئے تو ان کا نام مسروق ہو گیا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔

شہزادہ کی بنیاد حضرت سعد بن ابی و قاص نے رکھی تھی۔ اس وقت آپ نے وہاں فریلایا تھا۔ تکوفا فی هذا الموضع یہاں پر جمع ہو جاؤ۔ اسی روز اس شہر کا نام کوفہ پڑ گیا۔ بعض نے اس کا پرانا نام کوفان بتایا ہے۔ یہ شر عراق میں واقع ہے۔ عرصہ تک علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔

۳۵۔ کتاب اللہ طلۃ

کتاب لقطہ یعنی گری پڑی ہوئی چیزوں کے بارے میں احکام

لِیَهُ الْكِتَابُ الْمُبِينُ

۱۔ بَابُ إِذَا أَخْبَرَ أَخْبَرَهُ رَبُّ
اللُّقْطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

باب اور جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتاوے تو اسے اس کے حوالہ کروے۔

لنظ لقطہ کا مصدر لقط ہے جس کے معنی جن لینا، زین پر سے اٹھانی، سینا، روکنا، انتخاب کرنا، چونچ سے اٹھانا ہے۔ اسی سے لنظر ملاقطہ اور التقطات ہیں۔ جن کے معانی برابر ہوتا ہیں۔ اور تلقط اور التقطات کے معنے ادھرا و هر سے جمع کرنا ہوتا ہے۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لنظر کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ (فی اللقطة) بضم اللام وفتح القاف ويجوز اسکانها والمشهور عند المحدثین فتحها قال الازهری وهو الذى سمع من العرب واجمع عليه اهل اللغة والحديث ويقال لقطة بضم اللام و لقط بفتحها بلا هاء و هي في اللغة الشنى الملعقوط و شرعا ما وجد من حق ضائع محترم غير محززو ولا ممتنع بقوته ولا يعرف الواجد مستحقه وفي الالتقطات معنى الامانة والولاية من حيث ان الملقط امين فيما لقطه والشرع ولاه حفظه كالولى في مال الطفل وفيه معنى الاتساب من حيث ان له التملك بعد التعريف (قطسطلاني) مختصر یہ کہ لنظر لقط لام کے ضمه اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محمد شیخ اور لفظ والوں کے ہاں فتحہ کے ساتھ ہی مشهور ہے عرب کی زبانوں سے ایسا ہی نام گیا ہے۔ لفظ کسی گری پڑی چیز کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائی جائے اور وہ کسی آدمی کے حق شائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔ اور لنظر التقطات میں نامت اور ولایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔ اس لئے کہ ملنقط امین ہے جو اس نے پیا ہے اور شرعا وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جیسے بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ پسخوانے کے بعد اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس چیز میں اس کو حق ملکیت ٹھاٹ ہو جاتا ہے۔

۲۴۶۔ حدیث آدم قال حدیث شعبۃ، (۲۲۲۹) ہم سے آدم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا،

(دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غدر نے، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سن، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابی بن کعب بن حوش سے ملاقات کی تو انہوں نے آنکہ میں نے سودی نار کی ایک تھیلی (کہیں راستے میں پڑی ہوئی) پائی۔ میں اسے رسول اللہ ملٹیپل کی خدمت میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان میا۔ لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اسے پہچان سکتا۔ اس لیے میں پھر آخر پرست ملٹیپل کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے پھر (سال بھر) اعلان کیا۔ لیکن ان کا مالک مجھے نہیں ملا۔ تیسرا مرتبہ حاضر ہوا تو آخر پرست ملٹیپل نے فرمایا کہ اس تھیلی کی بناوٹ، دینار کی تعداد اور تھیلی کے بندھن کو ذہن میں محفوظ رکھ۔ اگر اس کا مالک آجائے تو علامت پوچھنے کے اسے واپس کرو دیا، ورنہ اپنے خرچ میں اسے استعمال کر لے چنانچہ میں اسے اپنے اخراجات میں لایا۔ (شعبہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے سلمہ سے اس کے بعد مکہ میں ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رسول کشم ملٹیپل نے (حدیث میں) تین سال تک اعلان کرنے کے لئے فرمایا تھا) یا صرف ایک سال کے لئے۔

حَوْدَثَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَثَنَا
عُنْدَرٌ قَالَ حَدَثَنَا شَبَّابٌ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعَتْ
سُوِيدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ لَقِيتُ أَنَّى بْنَ كَعْبِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : ((أَخَذْتُ صَرْةً فِيهَا
مِائَةً دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ :
((عَرَفْتُهَا حَوْلًا)), فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا فَلَمْ أَجِدْ
مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ : ((عَرَفْتُهَا
حَوْلًا)), فَعَرَفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثَةً
فَقَالَ : ((احْفَظْ وَعَاءَهَا وَعَدَدَهَا
وَوَكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَالْأُفَاسِدُ
بِهَا)), فَأَسْتَمْنَغْتُ. فَلَقِيْتُهُ بَعْدَ بَيْكَةَ
فَقَالَ : لَا أَذْرِي ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ أَوْ حَوْلًا
وَاجِدًا)). [طرفة في : ۲۴۳۷].

تَشْبِيهٌ روایت کے آخری الفاظ تین سال یا ایک سال کے متعلق حضرت علامہ قسطلانی فرماتے ہیں ولیم یقل احمد بان اللقطہ تعریف ثلاثة احوال والشک بوجب سقوط المشکوك فيه وهو الثالثة فوجب العمل بالجزم وهو رواية العام الواحد الخ (قسطلانی) یعنی کسی نے نہیں کہا کہ لفظ کو تین سال تک پسچوایا جائے اور شک سے مشکوك فيه خود ہی ساقط ہو جاتا ہے جو یہاں تین سال ہے۔ پس پختہ چیز پر عمل واجب ہوا اور وہ ایک ہی سال کے لئے ہے۔ بعض اور روایتوں میں بھی تین سال کا ذکر آیا ہے مگر وہ مزید احتیاط اور تورع پر منی ہے۔

اگر پانے والا غریب اور محتاج ہے تو مقررہ مدت تک اعلان کے بعد مالک کونہ پانے کی صورت میں اسے وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر سکتا ہے اور اگر کسی محتاج کو بطور صدقہ دے تو اور بھی بہتر ہو گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مالک مل جائے تو بہر صورت اسے وہ چیز واپس لوٹانی پڑے گی، خواہ ایک مدت تک اعلان کرتے رہنے کے بعد اسے اپنی ضروریات میں خرچ ہی کیوں نہ کر چکا ہو۔ امانت و دوامت سے متعلق اسلام کی یہ وہ پاک ہدایات ہیں، جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی ارض حرم میں ایسی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں کہ ایک چیز لقطہ ہے مگر دیکھنے والے ہاتھ تک نہیں لگاتے بلکہ وہ چیز اپنی جگہ پڑی رہتی ہے۔ خود ۱۳۸۹ھ کے ج میں میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھے۔ کیونکہ اٹھانے والا سوچ رہا تھا کہ کہاں پسچوایا پھرے گا۔ بہتر ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ

لگائے۔ اللہ پاک آج کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ حقائقِ اسلام کو سمجھ کر اسلام جیسی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں اور بنی نویں انسان کی فلاح و بہبود کے راستے کو اپنائیں۔

حضرت ابی بن کعب بن میثاں النصاری خزری ہیں۔ یہ کاتب و محدث تھے۔ اور ان پر خوش نصیب اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے عمد رسالت ہی میں پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، اور ان فقہاءِ اسلام میں سے ہیں جو آپ کے عمد مبارک میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔ صحابہ میں قرآن شریف کے اچھے قاری مشہور تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سید الانصار کا خطاب بخشنا۔ اور حضرت عمر بن میثاں نے سید المسلمين کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ کی وفاتِ مدینہ طیبہ ہی میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ آپ سے کثیر خالقون نے روایات نقل کی ہیں۔

باب بھولے بھٹکلے اونٹ کا بیان

(۲۴۲۷) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن مددی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ربیعہ نے، ان سے متبوعت کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جہنی بن میثاں نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دیساں تھا جاہر ہوا۔ اور راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کے اٹھانے کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے برتن کی بناوت اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ۔ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی ثانیاں ٹھیک ٹھیک بتادے تو اسے اس کمال والپس کر دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ صحابی نے پوچھا، یا رسول اللہ؟ ایسی بکری کا کیا کیا جائے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یا تو تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیے کا لقہ بنے گی۔ صحابی نے پھر پوچھا اور اس اونٹ کا کیا کیا جائے جو راستہ بھول گیا ہو؟ اس پر رسول کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کے کھریں۔ (جن سے وہ چلے گا) اس کا مشکلہ ہے، پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا اور درخت کے پتے وہ خود کھا لے گا۔

تشریح عرب میں اونٹوں کو روگستان کا جہاز کہا جاتا تھا۔ راستوں کے جانے میں وہ خوب بہت ماہر ہوا کرتے تھے گم ہونے کی صورت میں عام طور پر کسی نہ کسی دن خود گھر پہنچ جاتے۔ اس نے آنحضرت ﷺ نے ایسا فرمایا۔ یعنی اونٹ کو پکڑنے کی حاجت نہیں۔ اس کو بھیڑیے وغیرہ کا ذر نہیں، نہ چارے پانی کے لئے اس کو چڑواہے کی ضرورت ہے۔ وہ آپ پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے۔ بلکہ آنھ آنھ روز کا پانی اپنے پیٹ میں بیک وقت جمع کر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم جنگل کے لئے ہے۔ اگر بستی میں اونٹ ملے تو

۲۴۲۷ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَمَّادٌ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُتَبَعِّثِ عَنْ رَبِيدٍ بْنِ خَالِدٍ الْجَهْمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((جَاءَ أَغْرَابَيُ النَّبِيُّ ﷺ، فَسَأَلَهُ عَمًا يَلْقَطُهُ فَقَالَ: ((عَرَفَهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظَ عِفَاصَهَا وَوَكَاهَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَتْفِهَا)), قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ فَضَالَهُ الْغَنِيمُ؟ قَالَ: ((لَكَ أُو لَأَحِينُكَ أُو لِلذِّنْبِ)). قَالَ: صَالَةُ الْإِبْلِ؟ فَمَعْرَ وَجْهَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاوُهَا، تَرْدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ)). [راجح: ۹۱]

اسے پکڑ لینا چاہیے تاکہ مسلمان کامل صالح نہ ہو۔ ایسا نہ ہو وہ کسی چور ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے۔ اونٹ کے حکم میں وہ جانور بھی ہیں جو اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں۔ جیسے گھوڑا بیل وغیرہ۔

ترجم کہتا ہے کہ آج کے حالات میں جنگل اور بستی کہیں بھی امن نہیں ہے۔ ہر جگہ چور ڈاکوؤں کا خطہ ہے، لہذا جہاں بھی کسی بھائی کا گم شدہ اونٹ، گھوڑا نظر آئے بہتر ہے کہ حفاظت کے خیال سے اسے پکڑ لیا جائے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کے حوالہ کیا جائے۔ آج عرب اور عجم ہر جگہ چوروں، ڈاکوؤں، لیڑوں کی کثرت ہے۔ ایک اونٹ ان کے لئے بڑی قیمت رکھتا ہے۔ جب کہ معنوی اونٹ کی قیمت آج چار پانچ سو سے کم نہیں ہے۔

عد رسالت میں عرب کا ماحول جو تھا وہ اور تھا۔ اس ماحول کے پیش نظر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ آج کا ماحول دوسرا ہے۔ پس بہتر ہے کہ کسی گم شدہ اونٹ، گھوڑے وغیرہ کو بھی پکڑ کر بحفاظت رکھا جائے یہاں تک کہ اس کا مالک آئے اور اسے لے جائے۔

الحمد للہ ۱۴۹۰ھ کو کعبہ شریف میں اس پارے کا متن بعد نجیریاں تک لفظ بہ لفظ غور و تبر کے ساتھ ان دعاویں سے پڑھا گیا کہ اللہ پاک اس اہم ذخیرہ حدیث نبوی کو سمجھنے کیلئے توفیق بخشنے۔ اور ہر مشکل مقام کے حل کیلئے اپنی رحمت سے رہنمائی فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور سارے قدر دان حضرات کو شفاعت رسول پاک ﷺ سے بہرہ و فرمائے۔ آمین۔

باب گشیدہ بکری کے بارے میں

۳- بَابُ ضَالَّةِ الْفَنَمِ

(۲۲۲۸) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان تھی نے بیان کیا، ان سے سعید بن سعید انصاری نے، ان سے منبعث کے غلام زینیڈ نے، انہوں نے زید بن خالد سے سن، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا، اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، زینیڈ بیان کرتے تھے کہ اگر اسے پہچانے والا (اس عرصہ میں) نہ ملے تو پانے والے کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا چاہیے۔ اور یہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا۔ اس آخری نکلوے (کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہو گا) کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے یا خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ بات کی ہے۔ پھر پوچھا، راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا لیا ارشاد ہے آپ ﷺ نے پوچھا کہ اسے پکڑ لو، وہ یا تمہاری ہو گی (جب کہ اصل مالک نہ ملے) یا تمہارے بھائی (مالک) کے پاس پہنچ جائے گی، یا پھر اسے بھیڑا اٹھا لے جائے گا۔ زینیڈ نے بیان کیا کہ اس کا بھی اعلان کیا جائے گا، پھر صحابی نے پوچھا، راستہ بھولے ہوئے اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے

۲۴۲۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبِعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((سَلِيلُ النَّبِيِّ عَنِ الْلُّقْطَةِ فَرَعَمَ أَنَّهُ قَالَ : اغْرِفْ عِفَاصَاهَا وَوَكَاءَهَا ثُمَّ عَرَفَهَا سَنَةً يَقُولُ يَزِيدُ : إِنَّمَا تُعْرَفُ اسْتَفْقَدَ بِهَا صَاحِبَهَا، وَكَانَ وَدِينَعَةً عِنْدَهُ . قَالَ يَحْيَى : فَهَذَا الَّذِي لَا أَذْرِي أَفِي حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءًا مِنْ عِنْدِهِ . ثُمَّ قَالَ : كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْفَنَمِ ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((خَذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَزْلَاجِنِكَ أُولَلَذِّتَبِ)) قَالَ يَزِيدُ : وَهِيَ تُعْرَفُ أَيْضًا . ثُمَّ قَالَ : كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبْلِ ؟ فَقَالَ : ((دَعْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا، تَرَدُّ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجْدَهَا رُبُّهَا)). [راجح: ۹۱]

فرمایا کہ اسے آزاد رہنے دو، اسکے ساتھ اسکے کھربھی ہیں اور اس کا مشکلزہ بھی۔ خود پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔

بھی کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ اس کے پاس امانت مکے طور پر گا۔ حدیث میں داخل ہے۔ اس کو امام مسلم اور اسماعیل نے نکالا۔ امانت سے مطلب یہ ہے کہ جب اس کا مالک آجائے گا تو پانے والے کو یہ مال ادا کرنا لازم ہو گا۔ بکری اگر مل جائے تو اس کے بارے میں بھی اس کے مالک کا ملاش کرنا ضروری ہے۔ جب تک مالک نہ ملے پانے والا اپنے پاس رکھے۔ اور اس کا دو دھن پتے کیونکہ اس پر وہ کھلانے پر خرچ بھی کرے گا۔

۴- بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ الْقُطْطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فِيهِ لَمَنْ وَجَدَهَا

لشیخ جمور علماء یہ کہتے ہیں کہ مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تصرف کرنا جائز ہو گا، لیکن جب مالک آجائے تو وہ چیزیاں اس کا بدل دینا لازم ہو گا۔ خفیہ کہتے ہیں اگر پانے والا محتاج ہے، تو اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو خیرات کر دے۔ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ اس خیرات کو جائز رکھے خواہ اس سے تاوان لے۔

جان تک غور و فکر کا تعلق ہے اسلام نے گرے پڑے اموال کی بڑی حفاظت کی ہے اور ان کے اخنانے والوں کو اسی حالت میں اخنانے کی اجازت دی ہے کہ وہ خود خصم کر جانے کی نیت سے ہرگز ہرگز ان کو نہ اخنان۔ بلکہ ان کے اصل مالکوں تک پہنچانے کی نیت سے ان کو اخنا سکتے ہیں۔ اگر مالک فوری طور پر نہ مل سکے تو موقع یہ موقع سال بھر اس مال کا اعلان کرتے رہیں۔ آج کل اعلان کے ذریعہ بت وسیع ہو چکے ہیں، اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ سے اعلانات ہر کس وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح متواتر اعلانات پر سال گزر جائے اور کوئی اس کا مالک نہ مل سکے تو پانے والا اپنے مصرف میں اسے لے سکتا ہے۔ مگر یہ شرعاً بھی ضروری ہے کہ اگر کسی دن بھی اس کا اصل مالک آگیا تو وہ مال اسے مدد تاوان ادا کرنا ہو گا۔ اگر اصل مال وہ خصم کر چکا ہے تو اس کی جس بالش ادا کرنی ہو گی۔ یا پھر جو بھی بازاری قیمت ہو ادا کرنی ضروری ہو گی۔ ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لقطہ کے متعلق اسلام کا قانونی نظریہ کس قدر ٹھوس اور کتنا فتح بخش ہے۔ کاش اسلام کے معاذین ان قوانین اسلامی کا بخور مطالعہ کریں اور اپنے والوں کو عناد سے پاک کر کے قلب سلیم کے ساتھ صداقت کو تسلیم کر سکیں۔

(۲۴۲۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے، انہیں منبعث کے غلام زید بن نے اور ان سے نید بن خالد بن عثیم نے کہ ایک شخص نبی کرم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں یاد رکھ کر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر مالک مل جائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضرورت میں خرچ کر۔ انہوں نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَجُلٍ أَلِيِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْقُطْطَةِ فَقَالَ: ((إِنَّمَا عُرِفَتْ هَذِهِ سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا

پوچھا اور اگر راستہ بھولی ہوئی بکری ملے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوشائیت بھائی (بھائی)۔ قال: ((فَضَّالَةُ الْغَمِّ؟))
ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہوگی، ورنہ پھر بھیڑیا اسے اٹھا لے جائے گا۔
قال: ((هَيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيهِ أَوْ لِلنَّبِ)).
صالبی نے پوچھا، اور اونٹ جو راستہ بھول جائے؟ آپ نے فرمایا کہ
تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اسکے ساتھ خود اس کا مشکلہ ہے، اسکے
کھر ہیں۔ پانی پر وہ خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھا
لے گا۔ اور اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے خود پانے گا۔

[راجع: ۹۱] **لشیح** فان جاء صاحبها يعني اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دے۔ جیسے امام احمد اور ترمذی اور نسائی کی ایک روایت
میں ہس کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی گنتی اور تھیلی اور سر بندھن کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے تو اس کو
دوے دے۔ معلوم ہوا کہ صحیح طور پر اسے پہچان لینے والے کو وہ مال دے دینا چاہیے۔ گواہ شاہد کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس
روایت میں دو سال تک بتلانے کا ذکر ہے اور آگے والی احادیث میں صرف ایک سال تک کا بیان ہوا ہے۔ اور تمام علماء نے اب اسی کو
اختیار کیا ہے اور دو سال والی روایت کے حکم کو درع اور احتیاط پر محول کیا۔ یوں محتاط حضرات اگر ساری عمر بھی اسے اپنے استعمال
میں نہ لائیں اور آخر میں چل کر بطور صدقہ خیرات دے کر اسے ختم کر دیں تو اسے نور علی نور ہی کہنا مناسب ہو گا۔

۵۔ بَابُ إِذَا وَجَدَ حَشَبَةً فِي الْبَحْرِ اوَ سَوْطًا اوَ نَحْوَهُ پائے تو کیا حکم ہے؟

(۲۳۳۰) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربعہ نے
بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ **رض**
نے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا۔ پھر
پوری حدیث بیان کی (جو اس سے پہلے گذر پہنچی ہے) کہ (قرض دینے
والا) باہر ہی ویکھنے کے لئے نکلا کر ممکن ہے کوئی جماز اس کا روپیہ لے
کر آیا ہو۔ (دریا کے کنارے جب وہ پہنچ) تو اسے ایک لکڑی ملی ہے
اس نے اپنے گھر کے ایندھن کے لئے اٹھا لیا۔ لیکن جب اسے چیڑا تو
اس میں روپیہ اور خط پلایا۔

[راجح: ۱۴۹۸] **لشیح** ثابت ہوا کہ دریا میں سے ایسی چیزوں کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ بعد میں جو کیفیت سامنے آئے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔
اسرائیلی مرد کی حسن نیت کا شرو تھا کہ پائی ہوئی لکڑی کو چرا تو اسے اس کے اندر اپنی امانت کی رقم مل گئی۔ اسے ہر دو نیک
دل اسرائیلیوں کی کرامت ہی کہنا چاہیے، ورنہ عام حالات میں یہ معاملہ بے حد نازک ہے۔ یہ سمجھ بندگان خدا ادائی
امانت اور عمد کی پاسداری کا کس حد تک خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ بہت ہی کم ہیں۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ و موضع الترجمة قوله فاخذ ها و هو مبني على ان شرع من قبلنا شرع لنا مالم بات في هر عن ما يحالله
لا سيما اذا ورد بصوره الشاء على فاعله يعني يمال مقام ترجمة الباب راوي کے یہ الفاظ ہیں۔ فاخذها يعني اس کو اس لے لے لیا۔ اسی

سے مقصود باب ثابت ہوا۔ کیونکہ ہمارے پسلے والوں کی شریعت بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ جب تک وہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خاص طور پر جب کہ اس کے فاعل پر ہماری شریعت میں تعریف کی گئی ہو۔ آخر ہفتہ شیخ ہنین نے ان ہر دو اسرائیلیوں کی تعریف فرمائی۔ ان کا عمل اس وجہ سے ہمارے لئے قائل اقتداء بن گیا۔

باب کوئی شخص راستے پر کھجور پائے؟

(۲۳۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتر نے، ان سے طلحہ نے اور ان سے انس بن شعبہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی راستے میں ایک کھجور پر نظر پڑی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا ذرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں خود اسے کھایتا۔

۶۔ بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ

۲۴۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةِ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ قَالَ: ((لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلَّهَا)).

[راجع: ۲۰۵۵]

(۲۳۳۲) اور مجیب بن سعید قطان نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا، اور زائدہ بن قدامہ نے بھی منصور سے بیان کیا، اور ان سے طلحہ نے کہا کہ ہم سے انس بن شعبہ نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن مقائل نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے خردی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبه نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لئے اٹھایتا ہوں۔ لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔

۲۴۳۲ - وَقَالَ يَحْتَى: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةِ حَدَّثَنَا أَنْسٌ. حَوْدَدَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَنْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَا نَقْلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فَرَاشِي فَأَرْغَفَهَا لَا كَلَّهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأَنْقِنَهَا)).

آپؐ کو شاید یہ خیال آتا ہو گا کہ شاید صدقہ کی کھجور جس کو آپؐ تقیم کیا کرتے تھے، باہر سے کپڑے میں لگ کر چلی آئی ہو گی۔ ان حدیثوں سے یہ لکلا کہ کھلنے پینے کی کم قیمت چیز اگر راستے میں یا گھر میں ملے تو اس کا کھایانا درست ہے۔ اور آپؐ نے جو اس سے پرہیز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ صدقہ آپؐ پر اور سب نبی ہاشم پر حرام تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی حقیر چھوٹی چیزوں کے لئے مالک کا ڈھونڈنا اور اس کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔

باب اہل مکہ کے لقطے کا کیا

حکم ہے؟

۷۔ بَابُ كَيْفَ تُعَرَّفُ لَقْطَةُ أَهْلٍ

مَكَّةَ؟

مکہ کے لقطے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کما مکہ کا لقطہ ہی اٹھانا منع ہے۔ بعض نے کما اٹھانا تو جائز ہے لیکن ایک سال کے بعد بھی پانے والے کی ملک نہیں بنتا، اور جسمور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ کما کا لقطہ بھی اور ملکوں کے لقطے کی طرح ہے۔ حافظ

نے کہا، شاید امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ کہ کا لقطہ بھی اٹھانا جائز ہے اور یہ باب لا کر انہوں نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ حاجیوں کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا منع ہے۔ (وحیدی)

اور طاؤس نے کہا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مکہ کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھائے جو اعلان کر لے، اور خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے لقطہ کو اٹھانا صرف اسی کے لئے درست ہے جو اس کا اعلان بھی کرے۔

(۲۳۳۳) اور احمد بن سعد نے کہا، ان سے روح نے بیان کیا، ان سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے درخت نہ کائے جائیں، وہاں کے شکار نہ چھیڑے جائیں، اور وہاں کے لقطہ کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرے، اور اس کی گھاس نہ کالی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ! اذخر کی اجازت دے دیجئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔

وَقَالَ طَاؤسٌ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: (لَا يَلْتَقِطُ لَقْطَهَا إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا). وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: (لَا تَلْتَقِطُهَا إِلَّا مَعْرِفَهَا).

۲۴۳۳ - وَقَالَ أَخْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاً قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: (لَا يَعْضُدُ عِصَمَهَا، وَلَا يَنْفَرُ صَدِيدُهَا، وَلَا تَجْلِي لَقْطَهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلِي خَلَاهَا). فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخُرُ. فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخُرُ).

[راجع: ۱۳۴۹]

- مقصود باب یہ ہے کہ لقطہ کے متعلق مکہ شریف اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔
(۲۲۳۲) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ فتح کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شناکے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مسلمانوں کو اسے فتح کر دیا۔ دیکھو! یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا تھا (یعنی وہاں لڑنا) اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں درست ہوا۔ اب میرے بعد کسی کے لئے درست نہیں ہو گا۔ پس

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمَدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: (إِنَّ اللَّهَ حَسِّنَ عَنْ مَكَّةَ الْفَنَلِ وَسَلَطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَلِنَهَا لَا تَجْلِي لَا خَلِدٌ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أَحْلَتْ لِي

اس کے شکار نہ چھپئے جائیں اور نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں۔ یہاں کی گری ہوئی چیز صرف اسی کے لئے حلال ہو گی جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا (قاتل سے) فدیہ (مال) لے لے، یا جان کے بدے جان لے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اذ خر کانٹے کی اجازت ہو۔ کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اذخر کانٹے کی اجازت ہے۔ پھر ابو شاہ بن کے ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ! میرے لیے یہ خطبہ لکھواد بجھئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ابو شاہ کے لئے یہ خطبہ لکھ دو۔ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ ”میرے لئے اسے لکھواد بجھئے“ تو انہوں نے کہا کہ وہی خطبہ مراد ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے (کہ میں) ساختا۔

[راجع: ۱۱۲]

روایت میں ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے ہاتھیوں کا لشکر لے آیا تھا۔ جس کا سورہ الہ ترکیف الخ میں ذکر ہے۔ اس حدیث سے عمد نبوی میں کتابت حدیث کا بھی ثبوت ملا جو منکرین حدیث کی بخوات بالظیر کی تردید کے لئے کافی وافی ہے۔

۸ - بَابُ لَا تُحْتَلِبُ مَاشِيَةً أَحَدٍ

دوہا جائے

(۲۳۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور انہیں عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دو۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرا لائے؟ لوگوں کے مویشی کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں۔ اس لئے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

اضطراری حالت میں اگر جگل میں کوئی رویڑ مل جائے اور مضطرب اپنی جان سے پریشان ہو اور بھوک اور پیاس سے قریب المرگ ہو تو وہ اس حالت میں مالک کی اجازت بغیر بھی اس رویڑ میں سے کی جانور کا دودھ نکال کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ مضبوط دوسری جگہ

ساعۃ من نہار، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ
بغدی، فَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلِي
شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ.
وَمَنْ قُبِّلَ لَهُ قُبْلَهُ فَهُوَ بِخَيْرِ النُّظَرَيْنِ : إِنَّمَا
أَنْ يُنْدَى، وَإِنَّمَا أَنْ يُقْنَدُ). فَقَالَ الْعَبَّاسُ :
إِلَّا الإِذْخَرُ، فَلَمَّا نَجَعَلَهُ لِقُبُورَنَا وَلَبَوْتَنَا.
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِلَّا الإِذْخَرُ)).
فَقَامَ أَبُو شَاهٍ - رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ -
فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((اکْتُبُوا لِأَبْنِي شَاهٍ)).
فَلَقُتْ لِلأَوْزَاعِيُّ : مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا
رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةُ الْيَتَمِّيَّةُ
سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

بغیر اذن

۲۴۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ: ((لَا يَخْلُبُنَّ أَحَدًا مَاشِيَةً بِغِيرِ
إِذْنِهِ، أَيْحِبُّ أَحَدَكُمْ أَنْ تُؤْتِنِي مَسْرُبَتَهُ
فُكَسَّرَ حِزَانَتُهُ فَيُتَقْلَلُ طَعَامَهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْرُنُ
لَهُمْ ضُرُوعٌ مَوَاطِنِيهِمْ أَطْعَمَاتِهِمْ، فَلَا
يَخْلُبُنَّ أَحَدًا مَاشِيَةً أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ)).

بیان ہوا ہے۔

باب پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال بعد آئے تو اسے
اس کا مال و اپس کر دے کیونکہ پانے والے کے پاس وہ
امانت ہے

(۲۳۳۶) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اساعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن عبد الرحمن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد جنہی محدثوں نے کہ ایک شخص نے رسول کرم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے وابس کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھایا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے کپڑا لو، کیونکہ وہ یا تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی ہو گی یا پھر بھیڑیے کی ہو گی۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ اس پر غصہ ہو گئے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا (یا راوی نے وجہت کے بجائے) احمر و جہہ کہا۔ پھر آپ نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھرا اور اس کا مشکنیزہ ہے۔ اسی طرح اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

باب پڑی ہوئی چیز کا اٹھالینا بہتر ہے
ایسا نہ ہو وہ خراب ہو جائے یا کوئی غیر مستحق
اس کو لے بھاگے۔

مال کی حفاظت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی نا اہل اٹھا لے جائے گا، اور وہ اسے ہضم کر بیٹھے گا۔ مضمون حدیث سے باب کا مطلب ظاہر ہے کہ قبیل کے اٹھالینے والے شخص پر آخرست محدثوں نے اظمار نہیں میں فرمایا بلکہ یہ بدایت ہوئی کہ اس کا سال پھر اعلان کرتے رہو۔ اگر وہ چیز کوئی زیادہ قیمت نہیں بے تو اس کے متعلق احمد و ابو داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ قال رخص لـ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصاء والسوط والجبل و اشباہه يلتقطه المرجل يستفع به رواه احمد و ابو داؤد یعنی آخرست محدثوں

۹۔ بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ الْلُّقْطَةِ
بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِعَةٌ
عِنْدَهُ

۲۴۳۶ - حَدَّثَنَا فَضِيلَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُبْنِعِ
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجَهْنَيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:
(أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ
الْلُّقْطَةِ قَالَ: ((عَرَفْتَهَا سَنَةً ثُمَّ أَغْرِفَ
وَكَاءَهَا وَعَفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَفْقَدَهَا، فَإِنَّ
جَاءَ رَبُّهَا فَأَدَّهَا إِلَيْهِ)). فَقَالُوا: يَا رَسُولَ
اللَّهِ فَضَالَّةُ الْفَغْمِ؟ قَالَ: ((خُذْهَا، فَإِنَّهَا
هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخْيَكَ أَوْ لِلذِّنْبِ)). قَالَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَضَالَّةُ الْإِبْلِ؟ قَالَ: فَعَصِبَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، حَتَّى احْمَرَتْ وَجْهَهُ -
أَوْ احْمَرَ وَجْهَهُ - ثُمَّ قَالَ: ((مَا لَكَ
وَلَهَا؟ مَعَهَا حِدَأُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا
رَبُّهَا)). [راجعاً: ۹۱]

۱۰۔ بَابُ هُلْ يَأْخُذُ الْلُّقْطَةَ وَلَا
يَدْعُهَا تَضِيُّعَ حَتَّى لَا يَأْخُذُهَا مَنْ لَا
يَسْتَحِقُ؟

نے ہم کو لکھی ڈھٹے اور رسی اور اس قسم کی معمولی چیزوں کے بارے میں رخصت عطا فرمائی جن کو انسان پڑا ہوا پائے۔ ان سے نفع اٹھائے۔ اس پر امام شوکانی رحلتیہ فرماتے ہیں فيه دلیل علی جواز الاستفاصع بما يوجد فی الطرقات من المحرفات ولا يحتاج الى التعريف و قیل انه يجب التعريف بها ثلاثة ایام لاما اخرجه احمد و الطبراني والبیهقی والجوزجانی (بیل الاوطان) یعنی اس میں دلیل ہے کہ حقیر چیزیں جو راستے میں پڑی ہوئی ملیں ان سے نفع اٹھاتا جائز ہے۔ ان کے لئے اعلان کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ تین دن تک اعلان کرنا واجب ہے۔ احمد اور طبرانی اور بیهقی اور جوزجانی میں ایسا مقول ہے۔

(۷) ۲۳۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میں نے ایک کوڑا پالیا (اور اس کو اخھالیا) دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے مجھے اس کامالک مل جائے (تو اس کو دے دوں گا) اور نہ خود اس سے نفع اٹھاؤں گا۔ جہاد سے واپس ہونے کے بعد ہم نے حج کیا۔ جب میں مدینے گیا تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مجھ کو ایک تھیلی مل گئی تھی، جس میں سو دن بار تھے۔ میں اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ ماں اک ابھی تک نہیں ملا) آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر، میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر، میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رقم کے عد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ، اگر اس کامالک مل جائے تو اسے دے دے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ ہم سے عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خردی شعبہ سے اور انہیں سلمہ نے یہی حدیث، شعبہ نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد میں مکہ میں سلمہ سے ملا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے خیال نہیں (اس حدیث

٤٣٧ - حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن سلمة بن كعب قال : سمعت سويد بن غفلة قال : ((كنت مع سليمان بن ربيعة و زيد بن صuhan في غزاة، فوجئت سوطا، فقال لي : أقيه، قلت : لا، ولكن إن وجدت صاحبة إلا استمتعت به). فلما رجعنا حجاجنا، فمررت بالمدينة، فسألت أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه قال : وجدت صرة على عهد النبي ﷺ فيها مائة دينار، فأتت بها النبي ﷺ فقال : ((عرفتها حولاً)، فعرفتها حولاً ثم أتيته حولاً)، فعرفتها حولاً، فعرفتها حولاً ثم أتيته الرابعة فقال : ((اعرف عدتها، ووكاءها ووغاءها، فإن جاء صاحبها، وإن استمتع بها)). حدثنا عبدان قال : أخبرني أبي عن شعبة عن سلمة بهذه، قال : ((فليقنه بعد بمكة فقل : لا أذري ألللة أحوالاً أو حولاً وأحداً)).

[راجح: ۲۴۲۶]

میں سویدنے) تین سال تک بتلانے کا ذکر کیا تھا، یا ایک سال کا۔

علوم ہوا کہ نیک نیت کے ساتھ کسی پڑی ہوئی چیز کو اٹھایا ہی ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط آدمی کے حوالہ نہ پڑ جائے۔ اٹھاینے کے بعد حدیث مذکورہ کی روشنی میں عمل درآمد ضروری ہے۔

باب لقطہ کو بتانا لیکن حاکم کے سپردہ کرنا

اس باب سے امام اوزاعی کے قول کا رد منظور ہے۔ انہوں نے کہا اگر لقطہ بیش قیمت ہو تو بیت المال میں داخل کر دے۔

۲۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ (۲۴۳۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ربیعہ سے، ان سے منبعث کے غلام زینیڈ نے، اور ان سے زید بن خالد بن عثیر نے کہا کہ ایک رہنمائی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو اس کی بناوٹ اور بندھن کے بارے میں صحیح صحیح بتائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضروریات میں اسے خرج کر۔ انہوں نے جب ایسے اونٹ کے متعلق بھی پوچھا، جو راستہ بھول گیا ہو۔ تو آپ کے چہرہ مبارک کارنگ بدلتا گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور اس کے کھر موجود ہیں۔ وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے راستہ بھولی ہوئی بکری کے بارے میں بھی پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ یادہ تمہاری ہو گی، یا تمہارے بھائی (اصل مالک) کو مل جائے گی، ورنہ اسے بھیڑا اٹھا لے جائے گا۔

باب

اس باب میں کوئی ترجیح مذکور نہیں ہے۔ گویا پسلے باب ہی سے متعلق ہے، اس حدیث کی مناسبت باب اللقطہ سے یہ ہے کہ جنگل میں اس دودھ کا پینے والا کوئی نہ تھا، تو وہ بھی ہوئی چیز کے مثل ہوا۔ اور چوہا کو موجود تھا، مگر یہ دودھ اس کی ضرورت سے زائد تھا۔

بعض نے کہا مناسبت یہ ہے کہ اگر لقطہ میں کوئی کم قیمت کھانے پینے کی چیز طے تو اس کا کھاپی لینا درست ہے جیسے اپر کھجور کی حدیث گذری، اور یہ دودھ بھی۔ جب اس کا مالک وہاں موجود نہ تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق بن عثیر نے اس کو لیا اور استعمال کیا۔ اسے کھجور پر قیاس کیا گیا ہے۔ گوچ وہاں موجود تھا۔ مگر وہ دودھ کا مالک نہ تھا اس وجہ سے گویا اس کا وجود اور عدم برابر ہوا۔ اور وہ دودھ مثل

۱۱- بَابُ مَنْ عَرَفَ الْلُّقْطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

حدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ رَبِيعَةَ عَنْ زَيْنِدِ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْنِدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ أَغْرَابِيَاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْلُّقْطَةِ، قَالَ: عِرْفُهَا سَنَةٌ، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يَخْرُكَ بِعِصَاصِهَا وَوِكَانِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقَ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبَلِ فَقَمَرَ وَجْهَهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاوُهَا وَجَدَاوُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعَهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْفَنَمِ قَالَ: هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخْنِكَ، أَوْ لِلَّذِنْبِ). [راجع: ۹۱]

لقط کے نھرا، واللہ اعلم۔ (وجیدی)

ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابو سعید سے مرفوعاً مروی ہے۔ اذا اتیت علی راع فناہ ثلاٹ مرات فان اجابت والا فاشرب من غیر ان تفسد و اذا اتیت علی حانط بستان فناہ ثلاٹ مرات فان اجابت والا فکل من غیر ان تفسد یعنی جب تم کسی رویڑ پر آؤ تو اس کے چڑا ہے کو تین دفعہ پکارو، وہ کچھ بھی جواب نہ دے تو اس کا دودھ پی سکتے ہو۔ مگر نصان پہنچانے کا خیال نہ ہو۔ اسی طرح باغ کا حکم ہے۔ طحاوی نے کہا کہ ان احادیث کا تعلق اس عمد سے ہے جب کہ مسافروں کی نیافت کا حکم بطور وجوب تھا۔ جب وجوب منسوخ ہوا تو ان احادیث کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔

(۲۳۳۹) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو نظر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو اسرائیل نے خبر دی ابو اسحاق سے کہ مجھے براء بن عازب بن شٹر نے ابو بکر بن شٹر سے خبر دی (دوسری سند) ہم سے عبد اللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا ابو اسحاق سے اور انسوں نے ابو بکر بن شٹر سے کہ (ہجرت کر کے مہینہ جاتے وقت) میں نے تلاش کیا تو مجھے ایک چرہ امام لہو اپنی بکریاں چڑا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چڑا ہے؟ ہو؟ اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے قریش کا نام بھی بتایا، جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمارے رویڑ کی بکریوں میں کچھ دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے اس سے کہا، کیا تم میرے لیے دودھ دوے لو گے؟ اس نے کہا، ہاں ضرور! چنانچہ میں نے اس سے دوہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے رویڑ سے ایک بکری پکڑ لایا۔ پھر میں نے اس سے بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے اس سے اپنا ہاتھ صاف کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک ہاتھ کو دوسرا پر مار کر صاف کر لیا۔ اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے ایک برتن ساتھ لیا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے پانی دودھ پر بھالیا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دودھ حاضر ہے، یا رسول اللہ! پی جائے۔ آپ نے اسے پیا، یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔

٤٣٩ - حدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ح. حدَّثَنَا عَنْدَ اللَّهِ بْنِ رَجَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقِ عَنْ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((أَنْظَلْتَ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسْوَقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ : لِمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ : لِرَجُلٍ مِنْ قُرْيَشٍ - فَسَمَاهُ فَعَرَفْتُهُ - فَقُلْتُ : هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَقُلْتُ هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ نَعَمْ، فَأَمْرَتُهُ فَاغْتَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمْرَتُهُ أَنْ يَنْفَضِ ضَرَعَهَا. مِنَ الْفَبَارِ، ثُمَّ أَمْرَتُهُ أَنْ يَنْفَضِ كَفَيْهِ فَقَالَ هَكَذَا - ضَرَبَ إِخْدَى كَفَيْهِ بِالْأُخْرَى - فَحَلَبَ كُبَّةً مِنْ لَبَنِ، وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِدَاوَةً، عَلَى فِيهَا خِرْفَةً، فَصَبَّتُ عَلَى الَّذِينَ حَتَّى بَرَادَ أَسْفَلَهُ، فَانْتَهَتِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: اشْرِبْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيَتْ).

لشیخ اس باب کے لانے سے غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی باغ پر سے گزرے یا جانوروں کے گلے پر سے تو باغ کا پھل یا جانور کا دودھ کھاپی سکتا ہے گو ماں سے اجازت نہ لے، مگر جسور علماء اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بے ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور ضرورت کے وقت اگر کر گزرے تو ماں کو توان دے۔ امام احمد نے کہا اگر باغ پر حصار نہ ہو تو تمہو کھا سکتا ہے گو ضرورت نہ ہو۔ ایک روایت یہ ہے جب اس کی ضرورت اور احتیاج ہو۔ لیکن دونوں حالتوں میں اس پر توان نہ ہو گا۔ اور دلیل ان کی امام یہی کی حدیث ہے ابن عمر رض سے مرفوعاً جب تم میں سے کوئی کسی باغ پر سے گزرے تو کھالے۔ لیکن جمع کر کے نہ لے جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے حالات میں بغیر اجازت کی بھی باغ کا پھل کھانا خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی جانور کا دودھ نکال کر از خود پی لینا اور ماں سے اجازت نہ لینا، یہ بھی اس دور میں ممکن نہیں ہے۔ کسی شخص کی اضطراری حالت ہو، وہ پیاس اور بھوک سے قریب المрг ہو اور اس حالت میں وہ کسی باغ پر سے گزرے یا کسی روٹ پر سے تو اس کے لئے اسی مجبوری میں اجازت دی گئی ہے۔ یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں ماں اگر توان طلب کرے تو اسے دینا چاہے۔

۳۶۔ کتاب المظالم والغصب

کتاب لوگوں پر ظلم کرنے اور مال غصب کرنے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لشیخ لفظ مظالم ظلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لوگوں پر ناقص نیادی کرنا، اور یہ بھی کہ ناقص کسی کامال مار لینا اور غصب کے معنی کسی کامال ناقص طور پر ہضم کر جانے کے ہیں۔

حضرت مجید مطلق امام بخاری رض نے اپنی اسلوب کے مطابق مظالم اور غصب کی برائی میں آیات قرآنی کو نقل فرمایا، جن کا مضمون ظاہر ہے کہ ظالموں کا انعام دنیا اور آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے۔ آیت شریفہ کا حصہ ﴿ وَ ان کان مکرہم لنزول منه الجبال ﴾ (اور اللہ کے پاس ان ظالماً کافروں کا مکر لکھا ہوا ہے، اس کے سامنے کچھ نہیں چلے گی) گو ان کے مکر سے دنیا میں پہاڑ سرک جائیں۔ بعض نے اس کا ترجیح یوں کیا ہے۔ ”مکر سے کہیں پہاڑ بھی سرک سکتے ہیں۔“ یعنی اللہ کی شریعت پہاڑ کی طرح جمی ہوئی اور

مضبوط ہے۔ ان کے مکر و فریب سے وہ اکٹھنیں سکتی۔ اس آیت کو لاکر حضرت امام مخاری جو شیخ نے یہ ثابت فرمایا کہ پر ایامال جمیں یعنی اور ڈکار جانا قلم اور غصب ہے جو عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے۔

باب وَقُولُ اللَّهِ تَعَالَى :

وَلَا تَحْسِنَ اللَّهُ غَافِلًا عَنْهُ يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ، إِنَّمَا يُؤْخِذُهُمْ يَوْمَ تَشَخَّصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، مُهْطِعِينَ مُقْبِعِي رُؤُوسِهِمْ هُوَ الْمُفْنِعُ وَالْمُفْمِعُ وَاحِدٌ۔ [سورة إبراهيم : ٤٢، ٤٣]

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: **(مُهْطِعِينَ) مُبَيِّنُ الظَّنْطَرِ**۔
وَقَالَ غَيْرَةً: **مُسْرِعِينَ لَا يَرْنَدُ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ هُوَ أَفْنَدُهُمْ هَوَاءً**: یعنی جُوفاً: لَا عَقُولَ لَهُمْ.

وَأَنْذِلَ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرَنَا إِلَى أَجْلِ قَرِيبٍ نُحْبِطُ ذَغْوَتَكَ وَتَنْهِي الرُّسْلَ أَوْلَمْ تَكُونُوا أَفْسَمُثُمْ مِنْ قَبْلٍ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ وَسَكَتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلَنَا بِهِمْ وَضَرَبَنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرُهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ، وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لَتَرْوَلَ مِنْهُ الْجَبَانَ فَلَا تَحْسِنَ اللَّهُ مُخْلِفٌ وَعَدِيهِ رَسُلُهُ، إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقامَةٍ۔ [ابراهیم : ٤٦]

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ ابراہیم میں فرمایا ”اور ظالموں کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھنا۔ اور اللہ تعالیٰ تو ائمیں صرف ایک ایسے دن کے لئے مملت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پچھا جائیں گی۔ اور وہ سراپا کو اٹھائے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ مقنع اور مقصود دنوں کے سنتے ایک ہی ہیں۔ مجہد نے فرمایا کہ مہطمین کے سنتے برابر نظر ڈالنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مہطمین کے سنتی جلدی بھاگنے والے، ان کی نگاہ ان کے خود کی طرف نہ لوٹے گی۔ اور دلوں کے چکے چھوٹ جائیں گے کہ عقل بالکل نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو اس دن نے ڈراو جس دن ان پر عذاب آتا رہے گا جو لوگ ظلم کر چکے ہیں وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! (عذاب کو) کچھ دنوں کے لیے ہم سے اور موخر کر دے، تو اب کی بار ہم تیرا حکم سن لیں گے اور تم تیرے انجیاء کی تابعداری کریں گے۔ جواب ملے گا کیا تم نے پہلے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ تم پر کبھی ادب نہیں آئے گا؟ اور تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ چکے ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اور تم پر یہ بھی ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ہم نے تمہارے لیے مثلیں بھی بیان کر دی ہیں۔ انسوں نے برے مکرا ختیار کیے اور اللہ کے یہاں ان کے یہ بدترین کرکھ لئے گئے۔ اگرچہ ان کے مکرا یہی تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جاتے (مکروہ سب بیکار ثابت ہوئے) پس اللہ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنے انبیاء سے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ بلاشبہ اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔“

ظالموں کے بارے میں ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں ہے۔ انسانی تاریخ میں کتنے ہی ظالم بادشاہوں، امیروں، حاکموں کے نام آتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وتوں میں خلق خدا پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اپنی خواہشات کے لئے انسوں نے زیر دستیوں کو بری طرح ستایا۔ آخر میں اللہ نے ان کو ایسا کپڑا کر دہ میں اپنے جاہ و حشم کے دنیا سے حرف غلط کی طرح

مٹ گئے اور ان کی کمیاں بلن رہ گئیں۔ دنیا میں اللہ سے بغاوت کرنے کے بعد سب سے بڑا گناہ ظلم کرنا ہے یہ وہ گناہ ہے۔ جس کے لیے خدا کے یہاں کبھی بھی معاف نہیں، جب تک خود مظلوم ہی نہ معاف کر دے۔

مظلوم کی چھلی آج بھی برابر چل رہی ہے۔ آج مظالم ڈھانے والے اکثریت کے گھنٹیوں میں اقلیتوں پر ظلم ڈھار ہے ہیں۔ نسل غور، نہ ہی تصب، جغرا فیائی نفرت، ان بیماریوں نے آج کے کتنے ہی فراعنہ اور نماروہ کو ظلم پر کربستہ کر رکھا ہے۔ الٰی قانون ان کو بھی پکار کر کہہ رہا ہے کہ ظالمو! وقت آرہا ہے کہ تم سے ظالموں کا بدلہ لایا جائے گا، تم دنیا سے حرف غلط کی طرح متادیے جاؤ گے، آئنے والی شیلیں تھمارے ظلم کی تفصیلات سن سن کر تھمارے ناموں پر تھو تھو کر کے تھمارے اپر لعنت سمجھیں گی۔ آئیت شریفہ (فَلَا تَخْسِنْ
اللَّهُمَّ مُخْلِقُ وَغَدِيْرُ ذُشْلَةُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو الْإِنْقَاصِ) (ابراهیم: ۲۷) کا یہی مطلب ہے۔

باب ظالموں کا بدلہ کس طور لیا جائے گا

اس طرح کہ مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی، اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برا بیاں اس پر ڈالی جائیں گی یا مظلوم کو حکم دیا جائے گا کہ ظالم کو اتنی ہی سزا دے لے جو اس نے مظلوم کو دنیا میں دی تھی۔ اور جس بندے کو اللہ پھلانا چاہا ہے گا اس کے مظلوم کو اس سے راضی کر دے گا۔

۲۴۴۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ
فَتَّادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي
سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ قَالَ : ((إِذَا حَلَّصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنْ
النَّارِ حَسِّسُوا بِقُنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ،
فَيَقَاصُونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بِنَهْمَ فِي الدُّنْيَا،
حَتَّى إِذَا نُقُوا وَهَذَبُوا أَذْنَ لَهُمْ بِدَحْوَلِ
الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ لَّيْدَهُ،
لَا حَدُّهُمْ بِمَسْكِيَّهُ فِي الْجَنَّةِ أَدْلُ بِمَنْزِلَهِ
كَانَ فِي الدُّنْيَا)). وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ:
حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فَتَّادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
الْمُتَوَكِّلِ۔ [طرفة في : ۶۵۳۵]۔

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ قلادہ کا سالم ابوالموکل سے معلوم ہو جائے۔ (یا اللہ! اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پاکیزہ ارشادات کی قدر کرنے والوں کو فردوس میں حطا فرمائو۔ آمين۔

۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: هَلَا لَغْةً

اللَّهُ عَلَى الظَّالِمِينَ

اللَّهُ عَلَى الظَّالِمِينَ

(۲۳۳۱) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ہام نے بیان کیا، کما کہ مجھے قادہ نے خبر دی، ان سے صفوان بن محزمانی نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن عمر بن حفیظ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول کرم ﷺ سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبد اللہ بن عمر بن حفیظ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلائے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تم تھوڑے کفالاں گناہ یاد ہے؟ کیا کفالاں گناہ تھوڑے کیا یاد ہے؟ وہ مومن کے گاہ، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ بلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیرے مغفرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے اس کی نکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کافروں اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائیکہ، انبیاء اور تمام جن و انس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو گی۔

اس حدیث کو کتاب الغصیب میں امام بخاری و حیثی اس لئے لائے کہ آیت میں جو یہ وارد ہے کہ ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے تو ظالموں سے کافر مراد ہیں۔ اور مسلمان اگر ظلم کرے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ اس سے ظلم کا بدله گو ضرور لیا جائے گا، پر وہ ملعون نہیں ہو سکتا۔

باب کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ کسی ظالم کو اس پر ظلم کرنے دے

(۲۳۳۲) ہم سے سید بن بکیر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شاہ نے، انہیں سالم نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر بن حفیظ نے فرمایا، کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری

۲۴۴۱ - حدثنا موسى بن إسماعيل قال حدثنا همام قال : أخبرني قنادة عن صفوان بن محرز المازاني قال: ((يَسِّمَا آنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْذَ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلًا فَقَالَ : كَيْفَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضْطَعُ عَلَيْهِ كَفَةً وَيُسْتَرِّهُ فَيَقُولُ : أَتَعْرِفُ ذَنْبَكَ نَدَأْ، أَتَعْرِفُ ذَنْبَكَ نَدَأْ؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيْ رَبْ؟ حَتَّى إِذَا فَرَرَهُ بِذِنْبِهِ وَرَأَيْهِ فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلْكَ قَالَ : سَرَّتْهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيَغْطِي كِتَابَ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هُوَ لَأَرَادَ الظَّالِمِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)).

اطرافہ فی: ۴۶۸۵، ۶۰۷۰، ۷۵۱۴۔

۳- بَابُ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

۲۴۴۲ - حدثنا يحيى بن بکير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب د سالم أخبره أن عبد الله بن عمر رسى الله عنهم أخبره أن رسول الله يعنقال ((الْمُسْلِمُ أَخْوَ الْمُسْلِمِ لَا

کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ
أَخْيَهُ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَةٍ، وَمَنْ فَرَجَ عَنْ
مُسْلِمٍ كُرْتَهُ فَرَجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْتَهُ مِنْ
كُرْبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَرَّ مُسْلِمًا
سَرَّهُ اللَّهُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)).

[طرفہ فی: ۶۹۵۱]

باب ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا وہ ظالم ہو یا مظلوم

اس کی تغیر خود آگے کی حدیث میں آتی ہے۔ اگر مسلمان بھائی کسی پر ظلم کر رہا ہو تو اس کی مدد یوں کرے، کہ اس کو سمجھا کر باز رکھے کیونکہ ظلم کا انجام برآ ہے ایسا ہو وہ مسلمان ظلم کی وجہ سے کسی بڑی آفت میں پڑ جائے۔

(۲۳۳۳) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طولی نے بردی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

[طرفہ فی: ۲۴۴۴، ۶۹۵۲] .

(۲۳۳۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتبر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم شیبہ نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ؟ ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ نے فرمایا، کہ ظلم سے اس کا باہتھ پکڑلو۔ (یہی اس کی مدد ہے)

باب مظلوم کی مدد کرنا اجب ہے

۴- بَابُ أَعْنَ أَخَاحَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا

حدیث کی تغیر خود آگے کی حدیث میں آتی ہے۔ حدیث نعمان بن ابی شیبہ قال: ۴۴۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا هَشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
بَكْرٍ بْنِ أَنَسٍ وَحَمِيدُ الطَّوِيلُ أَنَّهُ سَمِعَ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اَنْصُرُ اَخَاهَ ظَالِمًا أَوْ
مَظْلُومًا)).

۴۴۴ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْجِزٌ
عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((اَنْصُرُ اَخَاهَ ظَالِمًا
أَوْ مَظْلُومًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا
نَصْرَةُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَصْرَةُ ظَالِمًا؟
قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدِيهِ)). [راجع: ۲۴۴۳]

۵- بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُومِ

گوہ کافر ذی ہو۔ ایک حدیث میں ہے جس کو طحاوی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود بن خوش سے کہا ہے کہ اللہ نے ایک بندے کے لیے حکم دیا، اس کو قبر میں سو کوڑے لگائے جائیں۔ وہ دعا اور عازیزی کرنے لگا، آخر ایک کوڑا رہ گیا، لیکن ایک ہی کوڑے سے اس کی ساری قبر آگ سے بھر پور ہو گئی۔ جب وہ حالت جاتی رہی تو اس نے پوچھا، مجھ کو یہ سزا کیوں ملی؟ فرشتوں نے کہا تو نے ایک نماز بے طمارت پڑھ لی تھی اور ایک مظلوم کو، کیلئے کہ اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (وحیدی)

علوم ہوا کہ مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنا ہر بھائی کا ایک اہم انسانی فرض ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے عن سهل بن حنفی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اذل عنده مومن فلم ینصره و هو یقدر علی ان ینصره اذله اللہ عزوجل علی دنوس الخلاقیں یوم القيمه رواہ احمد یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذیل کیا جا رہا ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ساری مخلوق کے سامنے ذیل کرے گا۔

امام شوکانی فرماتے ہیں وذهب جمہور الصحابة والتابعین الى وجوب نصر الحق وقتل الباغین (نبی) یعنی صحابہ و تابعین اور عام علماء اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ حق کی مدد کے لئے کھڑا ہونا اور باغیوں سے لڑنا واجب ہے۔

۲۴۴۵ - حدثنا سعيد بن الربيع قال
حدثنا شعبة عن الأشعث بن سليم قال:
سمعت معاوية بن سعيد قال: سمعت
البراء بن عازب رضي الله عنهما قال:
((أمرنا النبي ﷺ بستيع، ونهانا عن سبي.
فذكر عيادة المريض، وأتباع الجنائز،
وتشميت العاطس، وردة السلام، ونصر
المظلوم، وإجابة الداعي، وإنزال
المقصوم)). [راجح: ۱۲۳۹]

سات مذکورہ کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈالتا سورج کو چراغ دکھلانا ہے۔ اس میں مظلوم کی مدد کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی متابت سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا۔

(۲۴۴۶ - حدثنا محمد بن العلاء حدثنا
أبوأسامة عن بريد عن أبي بزدة عن أبي
موسى رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:
((المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه
بعضًا)). وشبّك بين أصحابيه.

[راجح: ۴۸۱]

کاش! ہر مسلمان اس حدیث تجوی کو یاد رکھتا اور ہر مومن بھائی کے ساتھ بھائیوں جیسی محبت رکھتا تو مسلمانوں کو یہ دیکھنے ہوتے جو آج کل دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اب بھی اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔

باب ظالم سے بدله لینا
 کیونکہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے کہ

۶- بَابُ الْإِنْصَارِ مِنَ الظَّالِمِ،
 لِقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ :

﴿ لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهَنَّمُ بِالسُّوءِ مِنَ
الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ، وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا
عَلَيْهَا. وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْفَنَىٰ هُمْ
يَتَصْرِفُونَهُ. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَانُوا يَكْرَهُونَ
أَنْ يُسْتَدْلُوا، فَلِذَا قَدَرُوا عَفُوا. ﴾

”اللَّهُ تَعَالَى بُرِيَّ بَاتَّ كَإِعْلَانِ كُوْپِسِدِ نَسِيْنِ كَرَتَّا. سَوَا اَسَّ كَجِسِّ پَرِ“
ظلم کیا گیا ہو، اور اللَّهُ تَعَالَى سَنَنَے وَالَا اور جَانَنَے وَالَا ہے۔“ (اور اللَّهُ
تَعَالَى کا فَرِیْنَ کَر) ”اوْرَوَهُ لَوْگَ كَجِبِ ان پَرِ ظَلَمٌ ہوتا ہے تو وہ اس کَا
بَدَلَهُ لَے لَیْتَهُ ہیں۔“ اَبِرَاهِیْمَ نَے کَما کَ سَلْفِ ذَلِیْلٍ ہو نَا پَسِدِ نَسِيْنِ
کَرَتَتَ تَھَے۔ لَیْکِنْ جِبِ اَنْسِیْنِ (ظَالِمِ پَرِ) قَابِو حَاصِلٌ ہو جَاتَوَاسَے
مَعَافٌ کَر دِیا کَرَتَتَ تَھَے۔

یعنی ظَالِمٌ کے مُقاَبِل پَرِ بِرِھِیْوُں کی طَرَحِ عَاجِزِ ذَلِیْلٍ نَسِيْنِ ہو جَاتَتَ بَدَلَ لَیْتَهُ ہیں جَنَا ان پَرِ ظَلَمٌ ہو ا. وَرَنَهُ خَودِ
ظَالِمٌ بَنِ جَائِسَ گَے۔ اَسَ آیَتَ سَے ثَابِتٌ ہوا کَہ ظَالِمٌ سَے بَقَدَرِ ظَلَمٌ کے بَدَلَهُ لَیْتَا درَسَتَ ہے۔ لَیْکِنْ مَعَافٌ کَر دِیا اَفْضَلٌ ہے جِیسا کَہ
سَلْفِ کَاطُورِ طَرِیْقَةٍ مَذَکُورٌ ہو اَہے اور آگے حَدِیْثٌ مِنْ آتا ہے۔

باب ظَالِمٌ کَوْ مَعَافٌ کَر دِیا

اور اللَّهُ تَعَالَى نَے فَرِیْلَا کَہ ”اَگرْ تَمْ كَلَمٌ كَلَّا طَوْرٌ پَرِ كَوْئِی نِیْکَلٌ كَر دِیا پُوشِیدَه
طَوْرٌ پَرِ یَا کَسِیْ کَے بَرَے مَعَالِمَهُ پَرِ مَعَالِمَهُ سَے کَامَ لو، تو خَادِونَدِ تَعَالَى بَتَّ
زِيَادَهُ مَعَافٌ کَرَنَے وَالَا اور بَتَّ بِرِیْ قَدْرَتَ وَالَا ہے۔“ (سُورَةُ شُورَى)
مِنْ فَرِیْلَا) اور بِرَائِیْ کَابِدَلَهُ اسِیْ جِیْسِیْ بِرَائِیْ سَے بَھِی ہو سَکَتا ہے۔ لَیْکِنْ جَوِ
مَعَافٌ کَرَدَے اور دِرَشَگَیِ مَعَالِمَهُ کَوَّاچِیِ رَکَھَ کَہ تو اسِ کَا اِجْرِ اللَّهُ تَعَالَى عَنِ
پَرَ ہے۔ بَے شَکِ اللَّهُ تَعَالَى ظَلَمٌ کَرَنَے والَّوْنَ کوْپِسِدِ نَسِيْنِ کَرَتَا۔ اور
جِسَ نَے اَپَنَے پَرِ ظَلَمٌ کَتَنَے جَانَنَے کَے بَعْدِ اسِ کَا (جَائزَ) بَدَلَهُ لَیْتَا تو ان پَرِ
کَوْئِی گَناہ نَسِيْنِ ہے۔ گَناہ تو ان پَرِ ہے جَوِ لَوْگُوں پَرِ ظَلَمٌ کَرَتَتَ ہیں اور
زَمِنِ پَرِ تَاحِنِ فَسَادَ کَرَتَتَ ہیں، بَیْ ہیں وَهُوَ لَوْگَ جَنِ کَوْ دَرِدَنَکِ عَذَابٍ
ہو گَا۔ لَیْکِنْ جِسِ مُخْصَسَ نَے (ظَالِمِ پَرِ) صَبَرَ کِیا اور (ظَالِمِ کَوِ) مَعَافٌ کِیا تو یہ
نَمَایَتَتَ ہی بِہادرِیِ کَا کَامَ ہے۔ اور اَنَے بَغَیرَهُ! تو ظَالِمُوْنَ کَوِ دِیکَھَے گَاجِبٌ
وَهُوَ عَذَابٌ دِیکَھَ لَیْسَ گَے تو کَمِیْنَ گَے اَبِ کَوْئِی دِنِیا مِیں پَھَر جَانَے کَیِ بَھِی
صُورَتَ ہے؟

باب ظَلَمٌ، قِيَامَتَ کَے دَنِ اندھِیرے ہوں گَے

یعنی ظَالِمٌ کَوِ قِيَامَتَ کَے دَنِ اندھِیرے پَرِ اندھِیرا، اَنِ اندھِیروں مِنِ وَهُوَ دَھَکَے کَھَا تَمِ مَصِبَتَ اَخْتَانَ پَھَرَے گَا۔
(۷) ۲۳۳ ہم سَے اَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ نَے بَیَانِ کیا، کَما کَہ ہم سَے عَبْدُ العَزِيزَ
مَاجِشُونَ نَے بَیَادَ کیا، اَنْسِیْ عبدُ اللَّهِ بْنِ دِنَارَ نَے بَخْرَدِیَ، اور اَنْسِیْ

۷- بَابُ عَفْوٌ الْمَظْلُومُ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى

﴿ إِنْ تَبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ
سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوا قَدِيرِينَ ﴾ [النَّسَاء: ۱۴۹]
﴿ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا، فَمَنْ
عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الظَّالِمِينَ. وَلَمَنْ اتَّصَرَ بَعْدَ ظَلَمِهِ فَأُولَئِكَ
مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَيِّئَلَ، إِنَّمَا السَّيِّئَلُ عَلَى
الَّذِينَ يَظْلَمُونَ النَّاسَ وَيَنْغُثُونَ فِي الْأَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ، أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.
وَلَمَنْ صَرَرَ وَغَفَرَ إِنْ ذَلِكَ لَمَنْ عَزِيزٌ
الْأَمْرُ. وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا
الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَى مَرَدٍّ مِنْ سَيِّئِلِهِ.﴾
[الشُّورَى : ۴۰-۴۴].

۸- بَابُ الظَّلْمُ ظُلُمَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یعنی ظَالِمٌ کَوِ قِيَامَتَ کَے دَنِ نُورَتَهُ مَلَے گَا۔ اَنِدھِیرَے پَرِ اندھِیرا، اَنِ اندھِیروں مِنِ وَهُوَ دَھَکَے کَھَا تَمِ مَصِبَتَ اَخْتَانَ پَھَرَے گَا۔
(۷) ۲۴۴ ہدَّنَا اَحْمَدَ بْنُ يُونُسَ ہدَّنَا
عَبْدُ العَزِيزَ الْمَاجِشُونَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ

عبداللہ بن عمرؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ظلم قیامت کے دن اندر ہوں گے۔

باب مظلوم کی بدعا سے بچنا اور ڈرتے رہنا

(۲۳۳۸) ہم سے بھی بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے کچھ نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن اسحاق کی نے بیان کیا، ان سے بھی بن عبد اللہ صیفی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے، اور ان سے ابن عباس نے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جہش کو جب (عامل بنا کر) میں بھیجا، تو آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ مظلوم کی بدعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پر وہ نہیں ہوتا۔

بن دینار عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: ((الظلم طلمات يوم القيمة)).

۹- باب الاتقاء والحدّر من دعوة المظلوم

۲۴۴۸ - حدثنا يحيى بن موسى حدثنا وكيف حدثنا زكرياء بن إسحاق المكي عن يحيى بن عبد الله بن صيفي عن أبي مقيد مولى ابن عباس رضي الله عنهما عن ابن عباس: أن النبي ﷺ بعث معاذًا إلى اليمن فقال: ((اتق دعوة المظلوم، فإنها ليس بيدها وبين الله حجاب)).

[راجع: ۱۳۹۵]

تشریح یعنی وہ فوراً پرورد گار تک پہنچ جاتی ہے اور ظالم کی خرابی ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظالم کو اسی وقت سزا ہوتی ہے بلکہ اللہ پاک جس طرح چاہتا ہے ویسے حکم دیتا ہے۔ کبھی فوراً سزا دیتا ہے کبھی ایک میعاد کے بعد تاکہ ظالم اور ظلم کرے اور خوب پھول جائے اس وقت دفعتا وہ کپڑا لیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے جو فرعون کے ظلم سے نجگ آکر بددعا کی، چالیس برس کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ بہر حال ظالم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم نے ظلم کیا اور کچھ سزا نہیں، خدا کے ہاں انصاف کے لئے دیر تو ممکن ہے مگر اندر ہر نہیں ہے۔

باب اگر کسی شخص نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا، ہو اور اس سے معاف کرائے تو کیا اس ظلم کو بھی بیان کرنا ضروری ہے

کہ میں نے فلاں قصور کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ قصور کا بیان کرنا ضروری ہے اور بعض نے کہا ضروری نہیں جملًا اس سے معاف کرالیں کافی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے۔

(۲۳۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذسب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ سے ظلم کیا ہو تو اسے آج ہی اس دن کے

۱۰- باب من كانت له مظلة عند الرجل فحللها له هل يبيّن مظلة؟

۲۴۴۹ - حدثنا آدم بن أبي إياس قال حدثنا ابن أبي ذئب قال حدثنا سعيد المقربي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: ((من كانت له مظلة لأخينه من عرضيه أو شئء

آنے سے پہلے معاف کرائے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدالے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برا بیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کما کہ اسماعیل بن ابی اویس نے کما سعید مقبری کا نام مقبری اس لیے ہوا کہ قبرستان کے قریب انسوں نے قیام کیا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کما کہ سعید مقبری ہی بنی لیث کے غلام ہیں۔ پورا نام سعید بن ابی سعید ہے۔ اور (ان کے والد) ابو سعید کا نام کیا ہے۔

فَإِنْتَ حَلَّلَهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ
وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَخْذَ
مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَةٍ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ
حَسَنَاتٌ أَخْذَ مِنْ سَيِّنَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ
عَلَيْهِ). قال أبو عبد الله قال إسماعيل بن
بن أبي أوس : إنما سمي المقبري لأنَّه
كان نزل ناحية المقابر. قال أبو عبد
الله: وسعيدة المقبري هو مولىبني
ليث، وهو سعيد بن أبي سعيد، وأسلم
أبي سعيد كيسان. [طرفة في : ٦٥٣٤].

مظلہ ہر اس ظلم کو کہتے ہیں جسے مظلوم از راه صبر برداشت کر لے۔ کوئی شخص کسی سے اس کامل زبردستی چھین لے تو یہ بھی ایک مظلہ ہے۔ رسول کرم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ خالموں کو اپنے مظالم کا فکر دنیا ہی میں کر لینا چاہیے کہ وہ مظلوم سے معاف کر لیں، ان کا حق ادا کر دیں ورنہ موت کے بعد ان سے پورا پورا بدالہ دلایا جائے گا۔

۱۱- بَابُ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا

نہیں رہا

(۲۲۵۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا تم کو عبد اللہ نے خردی، کہا تم کو ہشام بن عروہ نے خردی، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی آیت) ”اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا اس کے منہ پھیرنے کا خوف رکھتی ہو۔“ کے بارے میں فرمایا، کہ کسی شخص کی بیوی ہے، لیکن شوہراس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں بلکہ اسے جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں اپنا حق تم سے معاف کرتی ہوں۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

٢٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْ
اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَزْرَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: (وَإِنْ امْرَأَةٌ
خَافَتْ مِنْ بَغْلِهَا نُشُورًا أَوْ إِغْرِاصًا)
قَالَتْ: الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ
بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُؤْنِدُ أَنْ يُفَارِقُهَا، فَتَقُولُ:
أَجْعَلْكَ مِنْ شَانِي فِي حِلٍّ، فَنَزَّلَتْ هَذِهِ
الآيَةُ فِي ذَلِكَ)).

[اطرافہ في : ۲۶۹۴، ۴۶۰۱، ۵۲۰۶].

یعنی اگر شوہر میرے پاس نہیں آتا تو نہ آ، لیکن مجھ کو طلاق نہ دے، اپنی زوجیت میں رہنے دے تو یہ درست ہے۔ خلوند پرست اس کی محبت کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی بن ابی ذئب نے کہا یہ آیت اس باب میں ہے کہ عورت اپنے مرد سے جدا ہونا ہے اسکے بعد۔ اور خلوند بیوی دونوں یہ نہ ہمارا ہیں کہ تیرے یا جو نئے دن مرا اپنی عورت کے پاس آیا کرے تو یہ درست ہے۔ حضرت سیدنا جعفر

لے بھی اپنی پاری آنحضرت ﷺ کو معاف کر دی تھی، آپ ان کی باری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس رہا کرتے تھے۔ (حیدری)
۱۲ - بَابُ إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَخْلَهُ وَلَمْ بَابُ أَكْرَكَوْنَى شَخْصٍ دُوْسَرَےِ كَوْاجَازَتْ دَوْيَےِ يَاْسِ كَوْمَعَافَ كَرْدَوَےِ مَگْرِيْبَيَانَ نَهَّ كَرْتَےِ كَكْتَنَےِ كَإِجَازَتْ أَوْ مَعَانِيْ بَيْسِنَ كَمْ هُوَ

دی ہے۔

(۲۳۵۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو حازم بن دینار نے اور انہیں سل بن سعد ساعدیؓ نے کہ رسول کرم ﷺ کی خدمت میں دودھ یا پانی پینے کو پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اسے پیا۔ آپؐ کے دامن طرف ایک لڑکا تھا اور بامیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپؐ نے فرمایا، کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ، آپؐ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایشور میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول کرم ﷺ نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔

۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَنْهُ الْأَنْبَارِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيهِ حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرَبَ مِنْهُ - وَعَنْ يَمِينِهِ غَلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْتَيْخُ - فَقَالَ لِلْغَلَامِ: ((أَتَأَذَنُ لِي أَنْ أَعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟)) فَقَالَ الْغَلَامُ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أُوْتِ بِنَصْبِيِّ مِنْكَ أَحَدًا. قَالَ: فَتَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ).

[راجح: ۲۳۵۱]

کیونکہ اس کا حق مقدم تھا وہ اپنی طرف بیٹھا تھا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کے لیے بعض نے کہا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب کا مطلب یوں تلاکہ کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے وہ پیالہ بوڑھے لوگوں کو دینے کی این عبارت میں سے اجازت مانگی، اگر وہ اجازت دے دیتے تو یہ اجازت ایسی ہوتی جس کی مقدار بیان نہیں ہوئی۔ یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کتنے دودھ کی اجازت ہے۔ پس باب کا مطلب تکلیف آیا۔ (حیدری)

۱۳ - بَابُ إِثْمٍ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

(۲۳۵۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے طلحہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہیں عبد الرحمن بن عمرو بن سل نے خبر دی، اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ، آپؐ نے فرمایا جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق

۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرُو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوقَةً

من سبیع ارضین). [طرفة فی : ۳۱۹۸]. پہنچا جائے گا۔

لشیخ زمین کے سات طبقے ہیں۔ جس نے باشت بھر زمین بھی چھپنی تو ساتوں طبقوں تک گویا اس کو چھپنا۔ اس لیے قیامت کے دن ان سب کا طوق اس کے گلے میں ہو گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب مٹی اٹھا کر لانے کا اس کو حکم دیا جائے گا۔ بعض نے کہا، طوق پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتوں طبقے تک اس میں دھنار دیا جائے گا۔ حدیث سے بعض نے یہ بھی نکلا کہ زمینیں سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں۔ (وحیدی)

(۲۲۵۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم ہے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے بتالیا، ابو سلمہ! زمین سے پرہیز کر کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص نے ایک باشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

۲۴۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَغْمِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَبْيَنُ وَبَيْنَ أَنَّاسٍ خُصُومَةً، فَذَكَرَ لِعِبَادَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَبِي الْأَرْضَ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ قَالَ: ((مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شَيْرَ مِنَ الْأَرْضِ طُوقَةٌ مِنْ سَبْعَ أَرْضِينَ)). [طرفة فی : ۳۱۹۵].

چونکہ زمینوں کے سات طبقے ہیں۔ اس لیے وہ ظلم سے حاصل کی ہوئی زمین سات طبقوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ زمین کے سات طبق کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا قرآن و حدیث کا مکر ہے۔ تفصیلات کا علم اللہ کو ہے۔ (وَمَا يَعْلَمُ خَلْقُكُمْ إِلَّا أَنَّهُو) (الدرث: ۳۱) امام شوکانی فرماتے ہیں۔ وفیہ ان الارضین السبع اطباقي كالسموات و هو ظاهر قوله تعالى و من الأرض مثلهن خلافاً لمن قال ان المراد بقوله سبع ارضین سبعة اقاليم (نیل) لیکن اس سے ثابت ہوا کہ آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقے ہیں جیسا کہ آیت قرآنی و من الأرض مثلهن میں مذکور ہے لیکن زمینیں بھی ان آسمانوں ہی کے مانند ہیں۔ اس میں ان کی بھی تردید ہے جو سات زمینوں سے بہت اقلیم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

(۲۲۵۳) ہم سے سلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا سالم سے اور ان سے ان کے والد (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے ناحق کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنیا جائے گا۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مبارک کی اس کتاب میں نہیں ہے جو خراسان میں تھی۔ بلکہ اس میں تھی جسے انہوں نے بصہ میں اپنے

۲۴۵۴ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ النَّبِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخْذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعَ أَرْضِينَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هَذَا الْحَدِيثُ لَنَا بِخُرَاسَانَ فِي كِتَابِ أَبْنِ النَّبِيِّ، أَمْلَأَهُ عَلَيْهِمْ

شاغر دوں کو الملا کرایا تھا۔
باب جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کی اجازت
وے دے تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔

(۲۳۵۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہم بعض اہل عراق کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں قحط میں بیٹلا ہوتا پڑا۔ عبد اللہ بن زبیرؑ تھا کھانے کے لیے ہمارے پاس کھجور بھجوایا کرتے تھے اور عبد اللہ بن عمرؑ تھا جب ہماری طرف سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے وقت) دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے لے۔

لشیخ ظاہر یہ کے نزدیک یہ نہی تحری کے ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک تزیی ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک تزیی ہے۔ اور وہ مخالفت کی ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق تلف کرنا ہے اور اس سے حرص اور طمع معلوم ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اگر کھجور مشترک ہو تو دوسرے شریکوں کی بن اجازت ایسا کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے اس شخص کا نہ ہب قوی ہوتا ہے جس نے مجبول کا یہہ جائز رکھا ہے۔

(۲۳۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے اعشش نے، ان سے ابو واللہ نے اور ان سے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ النصار میں ایک صحابی جنہیں ابو شعیب رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، کا ایک قصائی غلام تھا۔ ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دے۔ کیونکہ میں نبی کریم ﷺ کو چار دیگر اصحاب کے ساتھ دعوت دوں گا۔ انہوں نے آپ کے چرہ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپؐ کو انہوں نے بلایا۔ ایک اور شخص آپ کے ساتھ بن بلائے چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے صاحب خانہ سے فرمایا یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آگیا ہے۔ کیا اس کے لیے تمہاری اجازت ہے؟ انہوں کہا، جی ہاں اجازت ہے۔

یہ حدیث اور گزردی چکی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس باب کا مطلب بھی اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بن بلائے دعوت میں جانا اور کھانا کھانا درست نہیں۔ مگر جب صاحب خانہ اجازت دے تو درست ہو گیا۔ اس حدیث سے حضور نبی کریم ﷺ کی رأفت اور

بأنبصـرة. [طرفة في : ۳۱۹۶].
٤٤ - بَابُ إِذَا أَذْنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ
شَيْئًا جَازَ

٤٤٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ : كَتَبَ بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةً، فَكَانَ الرَّبِيعُ يَرْبُزُ قَنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمْرُ بِنَا فَيَقُولُ : ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِفْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ)).

[اطرافہ فی : ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۵۴۴۶].

٤٤٥٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ : ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يَقَالُ لَهُ أَبُو شَعِيبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَامٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُو شَعِيبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامًا خَمْسَةَ لَعْلَى أَذْغُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةَ - وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الْجَمْعَ فَدَعَاهُ، فَبَعْهُمْ رَجَلٌ لَمْ يَذْعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟)) قَالَ : نَعَمْ). [راجع: ۲۰۸۱]

رحمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کو کسی کا بھوکارہنا گوارا نہ تھا۔ ایک باغدا بزرگ انسان کی بھی شان ہونی چاہیے۔ مخفیت۔
باب اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں یہ فرمانا ”اور وہ بڑا خست جھگڑا لو ہے۔“

(۷) ۲۳۵۷) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جرج نے اسے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند وہ آدمی ہے جو سخت جھگڑا لو ہے۔

﴿وَهُوَ أَلَّا الْخَصِيم﴾ [البقرة: ۲۰۴]

۲۴۵۷ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبْنَى جُرْيَيْجٍ عَنْ أَبْنَى أَبِي مُلِيكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَعْظَمَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلَّا الْخَصِيمُ)).

[طرفہ فی: ۴۵۲۳، ۷۱۸۸]

بعض بدینکوں کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ ذرا ذرا سی باتوں میں آپس میں جھگڑا فساد کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ عند اللہ بہت ہی برسے ہیں۔ پوری آیت کا ترجیح یوں ہے، لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں تجھ کو بھلی لگتی ہے اور اپنے دل کی حالت پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑا لو ہے۔ کتنے ہیں یہ آیت اخسن بن شریق کے حق میں اتری۔ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور اسلام کا دعویٰ کر کے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ جبکہ دل میں نفاق رکھتا تھا (وحیدی)

باب اس شخص کا گناہ، جو جان بوجھ کر جھوٹ کے لیے جھگڑا کرے۔

۱۶ - باب إِنِّي مَنْ خَاصِمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

(۷) ۲۳۵۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے اور ان سے ابن شاہ نے کہ مجھے عروہ بن زیبر ﷺ نے خردی، ائمہ زینب بنت امام سلمہ ﷺ نے خردی اور ائمہ زینب نبی کرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ امام سلمہ ﷺ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مجرے کے دروازے کے سامنے جھگڑے کی آواز سنی اور جھگڑا کرنے والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے جب میرے یہاں کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (فریقین میں سے) ایک فریق کی بحث دوسرے فریق سے عمدہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اور اس طرح میں اس کے حق میں فیصلہ کرو دیتا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کو (اس کے ظاہری بیان پر بھروسہ کر کے) کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو دوزخ کا ایک لکڑا اس کو دلا رہا ہوں، وہ لے لے یا چھوڑ دے۔

۲۴۵۸ - حَدَّثَنَا عَنْدُ الزُّرْبِيِّ بْنَ عَنْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبْنَى شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الْوَزْبَرِ أَنَّ رَبِيبَ بْنَ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَتْهُ أَنَّ أَمَّهَا أَمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَنَتْهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّهُ سَمِعَ حُصُومَةً بِيَابِ حَجَرَةِ، فَعَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّمَا يَأْتِينِي النَّحْصُمُ، فَلَعْلَ بِنَصْكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغُ مِنْ بَعْضِهِ، فَأَخَسِبُ أَنَّهُ صَدَقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلَيَأْخُذْهَا أَوْ فَأَلْيَثْرْسَهَا)).

[أطراfe في : ٢٦٨٠، ٦٩٦٧، ٧١٦٩]

[٧١٨١]

لئے چشم یعنی جب تک خدا کی طرف سے محمد پر وحی نہ آئے میں بھی تمہاری طرح غیب کی باتوں سے نادا قوت رہتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی آدی ہوں اور آدمیت کے لوازم سے پاک نہیں ہوں۔ اس حدیث سے ان بے وقوفون کا رد ہوا جو آخر خضرت ﷺ کے علم غیب ثابت کرتے ہیں یا آخر خضرت ﷺ کو بھر نہیں سمجھتے بلکہ الوہیت کی صفات سے متصف جانتے ہیں۔ قاتلهم اللہ انی یوفکون (وہیدی)

حدیث کا آخری گلوٹ تهدید کے لیے ہے۔ اس حدیث سے صاف یہ نکلتا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے وہ چیز حلال نہیں ہوتی اور قاضی کا فیصلہ ظاہر آنذاز ہے نہ بالآخر۔ یعنی اگر مدعاً ناقن پر ہوا اور عدالت اس کو کچھ دلا دے تو اللہ اور اس کے درمیان اس کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ جسمور علماء اور اہل حدیث کا یہ قول ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا خلاف کیا ہے۔

لفظ غیب کے لغوی معانی کا تقاضا ہے کہ وہ بغیر کسی کے تخلیے از خود معلوم ہو جانے کا نام ہے اور یہ صرف اللہ پاک عی کی ایک صفت خاصہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل کی جملہ غیری خبریں از خود جانتا ہے۔ اس کے سوا مخلوق میں سے کسی بھی انسان یا فرشتے کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا سرا سر نادانی ہے خاص طور پر نبیوں رسولوں کی شان عام انسانوں سے بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ وہ پرہا راست اللہ پاک سے شرف خطاب حاصل کرتے ہیں، وہی اور الامام کے ذریعہ سے بہت ہی اگلی پھیلی باشی ان پر واضح ہو جاتی ہیں مگر ان کو غیب سے تعبیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل و فرم کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور جو محض انہی عقیدت کے پرستار بن کر اسلام فتحی سے قطعاً کورے ہو چکے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہر دو پہلو روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتے ہیں۔ لئن ہی دفعہ ایسا ہوا کہ ضرورت کے تحت ایک پوشیدہ امر وحی الہی سے آپ پر روشن ہو گیا اور کتنی ہی دفعہ یہ بھی ہوا کہ ضرورت تھی بلکہ خخت ضرورت تھی مگر وحی الہی اور الامام نہ آئے کے باعث آپ ان کے متعلق کچھ نہ جان سکے اور بہت سے نقصانات سے آپ کو دوچار ہوتا ہوا۔ اسلئے قرآن مجید میں آپکی زبان مبارک سے اور صاف اعلان کرایا گیا۔ لو۔ کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخبر و ما مسني السوء اگر میں غیب جانتا تو بہت سی خیر ہی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کبھی بھی کوئی برائی نہ چھو سکتی۔“ اگر آپکو جنگ احمد کا یہ انجام بد معلوم ہوتا تو کبھی بھی اس گھلائی پر ایسے لوگوں کو مقرر نہ کرتے جن کے وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کردار کرنے کا موقع ملا۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ جو مولوی عالم اس بارے میں مسلمانوں کو لذاتے اور سرچھوٹ کرتے رہتے ہیں وہ یقیناً امت کے غدار ہیں۔ اسلام کے نادان دوست ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کے خنت تین گستاخ ہیں۔ عندالله وہ مغضوب اور ضالین ہیں۔ بلکہ یہود و نصاری سے بھی بدتر۔ اللہ ان کے شر سے امت کے سادہ لوح مسلمانوں کو جلد از جلد نجات بخشدے اور معاملہ فتحی کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا کیا تو بد زبانی پر
اتر آیا

۱۷- بَابُ إِذَا خَاصَّمَ فَجَرَ

(۲۳۵۹) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد نے خبر دی شعبہ سے، انہیں سلیمان نے، انہیں عبد اللہ بن مرہ نے، انہیں مسروق نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

۲۴۵۹ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُؤْمَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ

سلم نے فرمایا، چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی، وہ منافق ہو گا۔ یا ان چار میں سے اگر کوئی ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں شاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب معلہہ کرے تو بے وفائی کرے، اور جب جھگڑے تو بد زبانی پر اتر آئے۔

اللَّهُ بْنُ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((أَرَبِيعُ مَنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيهِ خَصْنَةٌ مِنْ أَرَبِيعٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْنَةٌ مِنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا حَدَّثَنَا كَذَابٌ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَّمَ لَجَرَ)).

[راجع: ۳۴]

جھگڑا بازی کرنے والی برائے۔ پھر اس میں کامل گلوچ کا استعمال اتنا برائے کہ اسے نفاق (بے ایمان) کی ایک علامت بتایا گیا ہے۔ کسی اجتماع مسلمان کا کام نہیں کہ وہ جھگڑے کے وقت بے لگام بن جائے اور جو بھی منہ پر آئے کہنے سے ذرا نہ شرمنے۔

باب مظلوم کو اگر ظالم کمال مل جائے تو وہ اپنے مال کے موافق اس میں سے لے سکتا ہے

اور محمد بن سیرن رضی اللہ عنہ نے کہا اپنا حق برابر لے سکتا ہے۔ پھر انہوں نے (سورہ نحل کی) یہ آیت پڑھی ”اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں ستیا گیا ہو۔“

(۲۳۶۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا تم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ عتبہ بن رہبیہ کی بیٹی ہند رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ابوسفیان بن عثیمین (جو ان کے شوہر ہیں وہ) بخیل ہیں۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے لے کر اپنے بال بچوں کو کھلایا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم دستور کے مطابق ان کے مال سے لے کر کھلاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے کہ قائم کا جو مال بھی مل جائے مظلوم اپنے مال کی مقدار میں اسے لے سکتا ہے، متاخرین احلاف کا بھی فتویٰ یہی ہے۔ (تفسیر البخاری، پ: ۹/ ص: ۲۲۱)

(۲۳۶۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا تم سے لیٹ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابوالیث نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا،

وَقَالَ أَبْنُ سَبِيلِنَ: يَقَاسِمُهُ، وَقَرَأَ: (وَإِنْ عَاقَبْتُمْ لَعَالِبِيَا بِعِنْدِهِ مَا غَوْقَبْتُمْ بِهِ) [الحل: ۱۲۶]

وَقَالَ أَبْنُ سَبِيلِنَ: يَقَاسِمُهُ، وَقَرَأَ: (وَإِنْ شَغَبَتْ عَنِ الرُّهْفِيَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَزْرَوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَاءَتْ هَنْدُ بْنُتُ عَقْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَبْهَأُ سَفِيَّاً رَجُلَ مُسِيكَ، فَهَلْ عَلَيْيَ حَرَجٌ أَنْ أَطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالًا؟)) فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ عَلَيْكِ إِنْ تُطْعِمِنِيمِ بِالْمَعْرُوفِ)). [راجع: ۲۲۱]

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے، متأخرین احلاف کا بھی فتویٰ یہی ہے۔ (تفسیر البخاری، پ: ۹/ ص: ۲۴۶۱)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَفْعَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: ((فَلَمَّا

آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں میں اترنا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے، آپ کی ایسے موقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپ نے ہم سے فرمایا، اگر تم سارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برداشت کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے، تو تم اسے قول کرو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کرلو۔

للشیٰ ﷺ: إِنَّكُمْ تَبَغْتُمُ فَتَسْأَلُونِي بِقَوْمٍ لَا يَقْرُونَنَا؛ فَمَا تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَنَا: ((إِنَّ رَزْلَمَ بِقَوْمٍ فَأَمِرْرَ لَكُمْ بِمَا يَنْهَا لِلصِّفَافِ فَأَقْبَلُوا، فَإِنَّ لَمْ يَفْعَلُوا فَخَذُلُوا مِنْهُمْ حَقَّ الصِّفَافِ)). [طرفة فی : ۶۱۳۷].

مسلمان کا حق میرہان کی مرضی کے خلاف وصول کرنے کے لیے جو اس حدیث میں ہدایت ہے اس کے متعلق محدثین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ حکم مخصوص کی حالت کا ہے۔ بادیہ اور گاؤں کے دور دراز علاقوں میں اگر کوئی مسافر خصوصاً عرب کے ماحول میں پہنچتا تو اس کے لیے کھانے پینے کا ذریعہ اہل بادیہ کی میرہانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا موقع ہو اور قبیلہ والے نیافت سے انکار کر دیں، ادھر جاہل مسافروں کے پاس کوئی سامان نہ ہو تو وہ اپنی جان پچانے کے لئے ان سے اپنا کھانا چینا ان کی مرضی کے خلاف بھی وصول کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی رخصیں اسلام میں مخصوص کے اوقات میں ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ضیافت اہل عرب میں ایک عام عرف و عادت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے اس عرف کی روشنی میں مجاہدین کو آپ نے ہدایت دی تھی۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے بہت سے قبائل سے معاهده کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لٹکران کے قبیلے سے گزرے اور ایک دو دن کے لئے ان کے بیان قیام کرے تو وہ لٹکر کی ضیافت کریں۔ یہ مجاہدہ حضور اکرم ﷺ کے ان مکاتیب میں موجود ہے جو آپ نے قبل عرب کے سرداروں کے نام بھیجے تھے اور جن کی تخریج زملیٰ نے بھی کی ہے۔ بہر حال مختلف توجیہات اس کی کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عرف و عادت والے جواب کو پسند کیا ہے۔ یعنی عرب کے یہاں خود یہ بات جانی پچانی تھی کہ گزرنے والے مسافروں کی ضیافت اہل قبیلہ کو ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عرب کے چھیل اور بے آب و گیاہ میدانوں میں سفر عرب بھی غریب قوم کے لئے تقریباً ناممکن ہو جاتا اور اسی کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم تھا۔ گویا یہ ایک انتظامی ضرورت بھی تھی۔ اور جب دو ایک مسافروں اس کے بغیر دور راز کے سفر نہیں کر سکتے تھے تو فوجی دستے کے طرح اس کے بغیر سفر کر سکتے۔ (تفہیم البخاری)

حدیث باب سے لکھا ہے کہ مسلمان کرنا واجب ہے۔ اگر کچھ لوگ مسلمان نہ کریں تو ان سے جبراً مسلمان کا خرچ وصول کیا جائے۔ امام یث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نہ ہب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے کہ یہ وہوب دیبات والوں پر ہے نہ بحقی والوں پر اور امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمورو علاء کا یہ قول ہے کہ مسلمان کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور باب کی حدیث ان لوگوں پر محول ہے جو مفتر ہوں۔ جن کے پاس راہ خرچ بالکل نہ ہو، ایسے لوگوں کی ضیافت واجب ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب لوگ محتاج تھے اور مسافروں کی خاطر داری واجب تھی، بعد اس کے منسون ہو گیا۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جائزہ ضیافت کا ایک دن رات ہے، اور جائزہ تفضل کے طور پر ہوتا ہے نہ وہوب کے طور پر۔ بعض نے کہا یہ حکم خاص ہے ان لوگوں کے واسطے جن کو حاکم اسلام بھیجے۔ ایسے لوگوں کا کھانا اور مٹھکانا ان لوگوں پر واجب ہے جن کی طرف وہ بھیجے ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں نبھی اس کا قادر ہے حاکم کی طرف سے جو چیز اسی بھیجے جاتے ہیں ان کی دستک (بیگار) گاؤں والوں کو دینی پڑتی ہے۔ (وجیری)

باب چوپالوں کے بارے میں
اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بوسا عدہ کی چوپال میں بیٹھے تھے۔

(۲۳۶۲) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا (دوسری سنہ) اور مجھ کو یونس نے خبر دی کہ ابن شاہب نے کہا، مجھ کو خبر دی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، ائمہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب اپنے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو انصار بتو ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں جمع ہوئے۔ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہیں لے چلے۔ چنانچہ ہم انصار کے یہاں سقیفہ بتو ساعدہ میں پہنچے۔

۱۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ
وَجَلْسَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْنَابَهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ

۲۴۶۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ حَوْلَانِي يُونُسُ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَطْبَةَ أَنَّ أَبْنَ عَبَّاسَ أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ: ((إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَلَّتْ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ)).

[اطرافہ فی : ۳۴۴۵، ۳۹۲۸، ۴۰۲۱]

. ۶۸۳۰، ۶۸۳۳، ۷۳۲۳.]

شیخ حضرت امام مغاری رضی اللہ عنہ کا مقصد باب یہ ہے کہ بستیوں میں عوام و خواص کی بیٹھک کے لیے چوپال کا عام روان ہے۔ چنانچہ مدینۃ المنورہ میں بھی قبیلہ بتو ساعدہ میں امور انجام دیتے جاتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امارت و خلافت کی بیعت کا مسئلہ بھی اسی جگہ حل ہوا۔

سقیفہ کا ترجمہ مولانا وحید الزہابی نے منڈوا سے کیا ہے۔ جو شادی وغیرہ تقریبات میں عارضی طور پر سایہ کے لیے کپڑوں یا پھونس کے چھپروں سے بنایا جاتا ہے۔ مناسب ترجمہ چوپال ہے جو مستقل عوای آرام گاہ ہوتی ہے۔

آخر انصار کی وفات پر امت کے سامنے سب سے اہم ترین مسئلہ آپ کی جائشی کا تھا، انصار اور مهاجرین ہر دو خلافت کے امیدوار تھے۔ آخر انصار نے کہا کہ ایک امیر انصار میں سے ہو ایک مهاجرین میں سے۔ وہ اسی خیال کے تحت سقیفہ بتو ساعدہ میں پہنچیت کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کو بھاپ لایا اور اس بنیادی افتراق کو ختم کرنے کے لئے آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث بنوی الانمہ من قربش پیش کی جس پر انصار نے سرتلیم ختم کر دیا۔ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا، اور بلا اختلاف جملہ انصار و مهاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی اور امت کا شیرازہ منتشر ہونے سے پہنچ گیا۔ یہ سارا واقعہ سقیفہ بتو ساعدہ میں ہوا تھا۔

باب کوئی شخص اپنے پڑو سی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے

۲۰- بَابُ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَةً أَنْ يَغْرِيَ خَشِبَةَ فِي جَدَارِهِ

(۲۳۶۳) ہم سے عبداللہ بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے امام والک رشیعہ نے ان سے ابن شاہب نے، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اپنے پڑوی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ روکے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کما کرتے تھے، یہ کیا بات ہے کہ میں تمیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ قسم اللہ! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برادر اعلان کرتا ہوں گا۔

۴۶۳- حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يَمْنَعُ جَازِ جَازَةً أَنْ يَغْرِزَ حَشْبَهُ لِيْ جِدَارًا)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُغْرِضِينَ؟ وَاللَّهُ أَلَّا مِنْ بَهَا بَيْنَ أَكْنَافِكُمْ.

[طرفہ فی: ۵۶۲۸، ۵۶۲۷].

لَئِنْ بَرَحْتَ حکم استحباب ہے ورنہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمسایہ کی دیوار پر اس کی اجازت کے بغیر کڑیاں رکے۔ مالکیہ اور حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اور احراق اور اہل حدیث کے نزدیک یہ حکم دوجو ہے اگر ہمسایہ اس کی دیوار پر کڑیاں لگاتا ہے تو دیوار کے مالک کو اس کا روکنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کوئی لقصان نہیں اور دیوار مضبوط ہوتی ہے۔ گو دیوار میں سوراخ کرنا پڑے۔ امام ہنفی نے کہا، شافعی رشیعہ کا قول قدیم یہی ہے اور حدیث کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (دحیدر)

آخر حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک غنچی آمیز قول متعلق ہے جس کا لفظی ترجیح یوں ہے کہ قسم اللہ کی میں اس حدیث کو تمہارے موئذھوں کے درمیان پھیلکوں گا۔ یعنی زور سے تم کو سناؤں گا۔ اور خوب تم کو شرمندہ کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کے خلاف کسی بیرونیا امام یا مجتہد کے قول پر جئے ہوئے ہوں ان کو چھیننا اور حدیث نبوی علانیہ ان کو بار بار سنانا درست ہے، شاید اللہ ان کو ہدایت دے۔

۲۱- بَابُ صَبَّ النَّخْمِ فِي الطَّرِيقِ

درست ہے

(۲۳۶۳) ہم سے ابو الحسن محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے حاد بن زید نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دونوں کھجوری کی شراب پیا کرتے تھے (پھر جو نبی شراب کی حرمت پر آیت قرآنی اتری) تو رسول کرم ﷺ نے ایک منادی سے ندا کرائی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا (یہ سنتے ہی) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ باہر لے جا کر اس شراب کو بھادے۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر ساری شراب بھادی۔

۴۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَنْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَفَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادَ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابَتٌ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((كَتَتْ سَاقِيَ الْقَوْمَ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِلُ الْفَصِيرَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنَادِيَ يَنَادِي: ((أَلَا إِنَّ النَّخْمَ قَدْ حُرِّمَتْ)). قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِفْهَا،

شراب مدینہ کی گلیوں میں بننے لگی، تو بعض لوگوں نے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کر دیے گئے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے، ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو پسلے کھاچکے ہیں۔ (آخر آیت تک)

فَخَرَجَتُ لَهُرْقَتْهَا، فَجَرَتْ فِي سِكَلِ
الْمَدِينَةِ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ
وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَلَّبَسَ عَلَى
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَاحَ
فِيمَا طَعَمُواهُ الْآيَةِ).

[اطرافہ فی : ۴۶۱۷ ، ۴۶۲۰ ، ۵۵۸۰ ،
۵۵۸۳ ، ۵۵۸۴ ، ۵۶۰۰ ، ۷۲۰۳ ، ۵۶۲۲]

ہاں کا مطلب حدیث کے لفظ فجرت فی سکن المدینہ سے کل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ راستے کی زمین سب لوگوں میں مشترک ہے مگر وہاں شراب وغیرہ بماریا درست ہے بشرطیکہ چلنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔ علماء نے کہا ہے کہ راستے میں اتنا بہت پانی بنانا کہ چلنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے تو نجاست وغیرہ ذاتا بطریق اولی منع ہو گا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو راستے میں باریئے کا حکم اس لئے دیا ہوا گا کہ عام لوگوں کو شراب کی حرمت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

باب گھروں کے صحن کا بیان اور ان میں بیٹھنا

۲۲- بَابُ أَفْيَةِ الدُّورِ وَالْجَلُوسِ

اور راستوں میں بیٹھنا
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہی نے کہا کہ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن کی حلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کی دہل بھیڑ لگ جاتی اور سب بہت متعجب ہوتے۔ ان دنوں نبی کریم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا۔

(۲۳۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، راستوں پر بیٹھنے سے بچوں صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے کہ جمال ہم باشیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہاں بیٹھنے کی مجبوری ہی ہے تو راستے کا حق بھی ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا اور راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، ”لگہ پنجی رکھنا“ کسی کو ایذا دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا،

فِيهَا، وَالْجَلُوسُ عَلَى الصَّعْدَاتِ
وَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَلَبَّتِي أَبُوبَكْرَ مَسْجِدًا
بِفَنَاءِ دَارِهِ يُصْلِي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ
فَيَنَقْصُصُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَنْبَأَهُمْ
يَعْجِبُونَ مِنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِلُ بِمَكَّةَ.

۲۴۶۵ - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ
بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ : ((إِيَّاكُمْ وَالْجَلُوسُ عَلَى
الطُّرُقَاتِ)). فَقَالُوا : مَا لَنَا بُدْءَةٌ، إِنَّمَا هِيَ
مَجَالِسُنَا تَحَدُّثُ فِيهَا. قَالَ : ((إِنَّمَا أَنْتُمْ
إِلَى السَّمْجَالِسِ فَاغْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا)).
قَالُوا : وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ : ((غَضْنُ

الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ)).

[طرفة في : ٦٢٢٩]

حافظ ابن حجر رضي الله عنه نسبه - بن طويل میں آداب الطريق کو یوں نظم فرمایا ہے۔

جمعت آداب من دام الجلوس على الطريق من قول خير الخلق انسانا

الش السلام و احسن في الكلام و شمت عاطسا و سلاما رد احسانا

في العمل عاون و مظلوما عن و اغث لهفان و اهلا سبيلا و اهد حيرانا

بالعرف مروانه من انکرو كف اذى و غضن طرفا و اکثر ذکر مولانا

یعنی احادیث نبوی سے میں نے اس شخص کے لیے آداب الطريق جمع کیا ہے جو راستوں میں بیٹھنے کا قصد کرے۔ سلام کا تواوب دو، اچھا کلام کرو، چھینکنے والے کو اس کے الحمد للہ کرنے پر یہ حکم اللہ سے دعا دو۔ احسان کا بدله احسان سے ادا کرو، بوجہ والوں کو بوجہ اٹھانے میں مدد کرو، مظلوم کی اعانت کرو، پریشان حال کی فریاد سنو، مسلمانوں بھولے بھکلے لوگوں کی رہ نمائی کرو، نیک کاموں کا حکم کرو، بری بالوں سے روکو اور کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ، اور آنکھیں پنجی کئے رہو اور ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتے رہا کرو جو ان حقوق کو ادا کرے اس کے لئے راستوں پر بیٹھنا جائز ہے۔

باب راستوں میں کنوں بنا جب کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ ہے

(۲۳۶۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابو بکر کے غلام سی نے، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ بن عوشہ نے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنوں لا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی سختی سے کچھ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتنا بھی پیاس کی اتنی سختی شدت میں بیٹلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ بھر کنیں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔

٢٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيْ مَوْنَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَضَعِيفَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ رَجُلًا بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطْشُ، فَوَجَدَ بَنْزَارًا فَنَزَّلَ فِيهَا فَشَرَبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلَّبَ يَلْهَثُ يَا كَلْلُ الْفَرَى مِنَ الْعَطْشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلَّبُ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَّلَ الْبَرْ قَمِلًا حَفَّةً مَاءً فَسَقَى الْكَلَّبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ أَلَّهُ فَفَفَرَّ). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْهَمَمِ لِأَجْرٍ؟ فَقَالَ: ((لَمْ كُلِّ ذَاتٍ كَبِدَ رَطْبَةً أَجْرٌ)). [راجح: ۱۷۳]

لئنہجہ مجتهد مطلق حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا کہ راستے میں کتوں کھو سکتے ہیں تاکہ آنے جانے والے اس میں سے پانی پیش اور آرام اخائیں بشرطیکہ ضرر کا خوف نہ ہو، ورنہ کھونے والا ضامن ہو گا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہر جاندار کو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، کافر ہو یا مسلمان سب کو پانی پلانا بہت بڑا کار ثواب ہے۔ حتیٰ کہ کتابی حق رکھتا ہے کہ وہ پیاسا ہو تو اسے بھی پانی پلایا جائے۔

باب راستے میں سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا

اور ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کرم مسیح ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ صدقۃ)۔

عام گزر گاہوں کی حفاظت اور ان کی تعمیر و صفائی اس قدر ضروری ہے کہ وہاں سے ایک تنکے کو دور کر دینا بھی ایک بڑا کار ثواب قرار دیا گیا اور کسی پھر کائنے کوڑے کو دور کر دینا ایمان کی علامت بتلایا گیا۔ انسانی مفاد عامہ کے لیے ایسا ہونا بے حد ضروری تھا۔ یہ اسلام کی اہم خوبی ہے کہ اس نے ہر مناسب جگہ پر خدمت غلق کو مد نظر رکھا ہے۔

باب اوپر اپنے اور پست بالاخانوں میں چھٹت وغیرہ پر

رہنا جائز ہے نیز جھرو کے اور

روشنداں بنانا

۴- بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُمْبَطِطُ الْأَذَى عَنِ الْطَّرِيقِ صَدَقَةً)).

عام گزر گاہوں کی حفاظت اور ان کی تعمیر و صفائی اس قدر ضروری ہے کہ وہاں سے ایک تنکے کو دور کر دینا بھی ایک بڑا کار ثواب قرار دیا گیا اور کسی پھر کائنے کوڑے کو دور کر دینا ایمان کی علامت بتلایا گیا۔ انسانی مفاد عامہ کے لیے ایسا ہونا بے حد ضروری تھا۔ یہ اسلام کی اہم خوبی ہے کہ اس نے ہر مناسب جگہ پر خدمت غلق کو مد نظر رکھا ہے۔

۵- بَابُ الْفُرْقَةِ وَالْعَلَيَّةِ الْمَسْتَرْفَةِ

وَغَيْرِ الْمَسْتَرْفَةِ فِي السُّطُوعِ

وَغَيْرِهَا

(۲۳۶۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے ہیں۔ پھر فرمایا کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے ہارش برستی ہے۔

۲۴۶۷- حدثنا عبد الله بن محمد قال حدثنا ابن عينة عن الزهرى عن عزوة عن أسامة بن زيد رضي الله عنهمما قال: أشرف النبي ﷺ على أطم من آطام المدينة ثم قال: ((هل ترون ما أرى؟ إني أرى؟ مواقع الفتن خلال بيتكم كموقع القفر)). [راجع: ۱۸۷۸]

لئنہجہ نبی کرم مسیح ﷺ مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے اسی سے ترجیح باب نکلا بشرطیکہ محلے والوں کی بے پر دگی نہ ہو، اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مدینہ میں بڑے بڑے فنادیت ہونے والے ہیں۔ جو بعد کے آنے والے زیانوں میں خصوصاً عدید زید میں رونما ہوئے کہ مدینہ خراب اور برباد ہوا۔ مدینہ کے بہت لوگ مارے گئے۔ کئی دونوں تک حرم نبوی میں نماز بذریعی، پھر اللہ کا فضل ہوا کہ وہ دور ختم ہوا۔ خاص طور پر آج کل عدید سعودی میں مدینہ منورہ امن و امان کا گوارہ ہا ہوا ہے۔ ہر ختم کی سوتیس میسر ہیں۔ مدینہ تجارت اور روزگاروں کی منڈی بتا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دامن رکھے۔ آئین۔ اور مدینہ منورہ کو مزید در مزید ترقی اور رونق عطا کرے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر میں کے آخری حصہ حرم ۹۰۰ھ میں مدینہ شریف کو جس ترقی اور رونق پر پایا ہے وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کا یہ شرایک و فتح اور دکلاعے آئین۔

(۲۳۷۸) ہم سے بھی بن کبیر نے بیان کیا، کام اہم سے لیٹ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے اور ان سے این شاپ نے کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خردی اور ان سے عبد اللہ بن عباس (ع) نے بیان کیا کہ میں بیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا تھا کہ حضرت عمر بن عثمان سے آنحضرت ﷺ کی ان دو یویوں کے نام پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورہ تحریم میں) فرمایا ہے ”اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو بتھے کہ تم سارے دل بگڑ گئے ہیں۔“ پھر میں ان کے ساتھ حج کو گیا۔ عمر بن عثمان راستے سے قضاۓ حاجت کے لیے ہے تو میں بھی ان کے ساتھ (پانی کا ایک) چھاگل لے کر گیا پھر وہ قضاۓ حاجت کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالا۔ اور انہوں نے وضو کیا، پھر میں نے پوچھا، یا امیر المؤمنین! نبی کریم ﷺ کی یویوں میں وہ دو خواتین کون سی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ”تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو۔“ انہوں نے فرمایا، این عباس! تم پر حیرت ہے۔ وہ قیامت اور حفصہ (عینہ) میں۔ پھر عمر بن عثمان میری طرف متوجہ ہو کر پورا واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ نے بتایا کہ بنو ایمہ بن زید کے قبلے میں جو مدینہ سے ملا ہوا تھا، میں اپنے ایک انصاری پڑوسی کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی پاری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔ جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا (اور ان کو سناتا) اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ ہم قریش کے لوگ (کہ میں) اپنی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم (جرت کر کے) انصار کے یہاں آئے تو انہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں خود ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دن اپنی بیوی کو ڈالنا، تو انہوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ ان کا یہ جواب مجھے تاگوار معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اگر جواب دیتی ہوں تو تمہیں تاگواری کیوں ہوتی ہے۔ قسم

۴۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ نِعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَتْمَةُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِيهِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمْ أَرْزَنْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ لَهُمَا: إِنْ تَوْبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَفَّتْ لَلُّورِبَكُمَاهُ، فَخَجَّبَتْ مَعَةً، فَقَدَّلَ وَعَذَّلَتْ مَعَةً بِالإِذَاوَةِ، فَتَبَرَّزَ، حَتَّى جَاءَ فَسَكَنَتْ عَلَى يَدِيهِ مِنَ الْإِذَاوَةِ فَتَوَضَّأَ). فَقَلَّتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَ لَهُمَا: إِنْ تَوْبَا إِلَى اللَّهِ فَقَالَ: وَأَغْجَبَ لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، عَالِيَّةً وَحَفْصَةً. ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرَ الْحَدِيثَ بِسُوْفَةَ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَازَ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أَمِيَّةَ بْنَ زَيْدٍ - وَهِيَ مِنْ عَوَالَيِ الْمَدِينَةِ - وَكُنَّا نَسَّاَوْتُ النَّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَزَّلَهُ مَوْرِيَّةً وَأَنْزَلَ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَّلَتْ جَنَّةً مِنْ خَيْرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَّلَ فَعْلَ مِظْلَةً. وَكُنَّا مُفْشِرَ قُرْبَسِنِ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ فَلَأَذْ هُنْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ بِسَأَوْهُمْ، فَطَفِيقٌ بِسَأَوْهُنَا يَأْخُذُنَّ مِنْ أَذْبَنَسَاءَ الْأَنْصَارِ، فَصَحَّتْ عَلَى امْرَأَتِي، فَرَاجَعْتُمْ، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي. فَقَالَ:

اللہ کی نبی کریم ﷺ کی ازدواج تک آپ کو جواب دے دیتی ہیں اور بعض یوں تو آپ سے پورے دن اور پوری رات خوارتی ہیں۔ اس بات سے میں بہت گھبرا یا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہو گا وہ تو بڑے نقصان اور خسارے میں ہے۔ اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور حصہ بھی بھی (حضرت عمر بن الخطاب کی صافزادی اور ام المؤمنین) کے پاس پہنچا اور کہا، اے حصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم ﷺ سے پورے دن رات تک غصہ رہتی ہیں۔ انسوں نے کہا کہ ہاں! میں بول اٹھا کر پھر تو وہ بتاہی اور نقصان میں رہیں۔ کیا تمہیں اس سے امن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی خلائق کی وجہ سے (تم پر) غصہ ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ چیزوں کا مطالہ ہرگز نہ کیا کرو، نہ کسی معاملہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ پر خلائق کا اظہار ہونے دو، البتہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو وہ مجھ سے مانگ لیا کرو، کسی خود فرمی میں جتنا رہتا، تمہاری یہ پڑوسن تم سے زیادہ جیل اور نظیف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری بھی ہیں۔ آپ کی مراد عائشہ بنت سے تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا، ان دونوں یہ چیز ہو رہا تھا کہ غسان کے فوئی ہم سے لڑنے کے لیے گھوڑوں کے نعل باندھ رہے ہیں۔ میرے پڑوی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔ پھر عشاء کے وقت واپس لوئے۔ آکر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھکھایا اور کہا، کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرا یا ہو باہر آیا، انسوں نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا غسان کا لشکر آگیا؟ انہوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بڑا اور سخیں حادثہ، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی یوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر عمر بن الخطاب نے فرمایا، حصہ تو تباہ و بریاد ہو گئی۔ مجھے تو پسلے ہی کہنا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے (عمر بن الخطاب نے کہا) پھر میں نے کپڑے پہنے۔ صحیح کی نماز رسول کریم ﷺ کے ساتھ پڑی (نماز پڑھتے ہی) آنحضرت ﷺ اپنے ہلا غانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں تمامی اختیار کر لی۔ میں حصہ کے

وَلَمْ تَكُنْ أَنْ أَرْجِعَكُمْ؟ فَوَاللَّهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ لَمْ يَرْجِعُنَّ، وَإِنْ إِخْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلَ. فَأَفْرَغَنِي. فَقَلَّتْ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ. ثُمَّ جَمَعَتْ عَلَيْنِي ثَيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقَلَّتْ أَيْ حَفْصَةُ: أَتَفَاضِبُ إِخْدَاكُنَّ رَسُولَ اللَّهِ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلَ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقَلَّتْ: خَابَتْ وَخَسِيرَتْ: أَطَامِنْ أَنْ يَفْضِبَ اللَّهُ لِعَضِيبِ رَسُولِهِ قَهْلِكُنَّ؟ لَا تَسْتَكْبِرِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَلَا تُرَاجِعِينِي لِي شَيْءٍ، وَلَا تَهْجُرِينِي، وَاسْأَلْنِي مَا بَدَّلَكَ لَا يَغُرِّنِكَ أَنْ كَانَتْ جَارِكُهُ هِيَ أَوْضَعُ مِنْكَ وَأَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (بِرَبِّي) عَائِشَةَ). وَكُنَّا تَحْدَثُنَا أَنْ عَسَانَ تَعْلَمُ الْبَغَالَ لِغَزْوَنَا، فَنَزَّلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَيْهِ، فَرَجَعَ عِشَاءَ فَضَرَبَ بِأَيْمَانِهِ شَدِيدَهَا وَقَالَ: أَنَّا لَمْ هُوَ؟ فَغَرَّغَرَتْ فَغَرَّجَتْ إِلَيْهِ، وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قَلَّتْ: مَا هُوَ، أَجَاءَتْ عَسَانَ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَخْظُمُ هُنَّهُ وَأَطْوَلُ، طَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ نَوْسَاءَهُ، قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةَ وَخَسِيرَتْ. كَتَّ أَظْنَنْ أَنَّهَا يُوشِّكُ أَنْ يَكُونَ فَجَمَعَتْ عَلَيْنِي ثَيَابِي، فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ لَهُ فَدَخَلَ مَشْرِبَهُ لَهُ فَاغْتَرَلَ فِيهَا، فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَلَذْ هِيَ نَبَكِي، قَلَّتْ مَا يَتَكَبَّكِ، أَوْلَمْ أَكُنْ حَلَرِنِكَ؟ أَطْلَقَكُنَّ رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَتْ: لَا أَذْرِي

پہلے ہی میں نے تمیس نہیں کہہ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کماکہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ بالآخر نہیں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور بعض رو بھی رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ لیکن مجھ پر رنج کا غالبہ ہوا، اور میں بالآخر نے کے پاس پہنچا، جس میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے آپ کے ایک سیاہ غلام سے کہا، (کہ حضرت ﷺ سے کو) کہ عمر اجازت چاہتا ہے۔ وہ غلام اندر گیا اور آپ سے گفتگو کر کے واپس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بات پہنچا دی تھی، لیکن آخر حضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ میں واپس آکر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ پھر مجھ پر رنج غالب آیا اور میں دوبارہ آیا۔ لیکن اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ پھر آکر انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ لیکن اس مرتبہ پھر مجھ سے نہیں رہا گیا۔ اور میں نے غلام سے آکر کہا، کہ عمر کے لئے اجازت چاہو۔ لیکن بات جوں کی توں رہی۔ جب میں واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے مجھ کو پکارا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹئے ہوئے تھے؛ جس پر کوئی بستہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا شان آپ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکمیل پر نیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہی کھڑے عرض کی، کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے نگاہ میری طرف کر کے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے آپ کے غم کو بلکا کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگا۔۔۔۔۔ اب بھی میں کہڑا ہی تھا۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے۔ لیکن جب ہم ایک ایسی قوم میں آگئے جن کی سورتیں ان پر غالب تھیں۔ پھر حضرت عمر بن الخطونے

هُوَ ذَا فِي الْمَشْرِبَةِ. فَعَرَجْتُ فَجَنَّتُ
الْمَبْرَرَ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَنْكِي بِعَصْبَهُمْ،
فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا. ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ
لَعْنَتُ الْمَشْرِبَةِ الَّتِي هُوَ فِيهَا، فَقُلْتُ
لِغَلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمْرٍ. فَدَخَلَ
فَكَلَمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ
لَهُ فَصَمَّتْ. فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ
الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمَبْرَرِ. ثُمَّ غَلَبَنِي مَا
أَجِدُ فَجَنَّتُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ - فَجَلَسْتُ مَعَ
الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمَبْرَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا
أَجِدُ فَجَنَّتُ الْفَلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمْرَ
- فَذَكَرَ مِثْلَهُ - فَلَمَّا وَلَيْتُ مُنْصَرًا فَإِذَا
الْفَلَامُ يَذْغُونِي قَالَ: أَذِنْ لَكَ رَسُولُ اللهِ
ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مُضطَجِعٌ
عَلَى رِمَالٍ حَصِيرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَرَاشٌ،
فَذَأْتُ الرِّمَالَ بِحَجْبِيِّ، مَعْكِيَّةً عَلَى
وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمَ حَشُورًا لَيْفَ.
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَآتَا قَائِمًا: طَلَقْتَ هَسَاءَكَ؟
فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: ((لَا)). ثُمَّ قُلْتُ
وَآتَا قَائِمًا أَسْتَأْنِسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ
رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرْبَيِشِ نَغْلِبُ النِّسَاءَ،
فَلَمَّا قَرِبْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نَسَاؤُهُمْ ..
لَذَكْرَهُ. فَقَبَسَمَ النَّبِيَّ ﷺ. ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ
رَأَيْتَنِي وَذَهَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ قَلَتْ لَا
يَغْرِئُكَ أَنْ كَانَتْ جَارِكَ هِيَ أَوْضَأُ مِنْكِ
وَأَحَبُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، يُرِيدُ عَائِشَةَ فَقَبَسَمَ
أُخْرَى فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتَهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ

تفصیل ذکر کی۔ اس بات پر رسول کشم شیعیم مکارا دیئے۔ پھر میں نے کہا میں حصہ کے یہاں بھی گیا تھا اور اس سے کہ آیا تھا کہ کہیں کسی خود فربی میں نہ بتلا رہنا۔ یہ تماری پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور پاک ہیں اور رسول اللہ شیعیم کو زیادہ محظوظ بھی ہیں۔ آپ عائشہ بیٹی کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس بات پر آپ دوبارہ مکرا دیئے۔ جب میں نے آپ کو مکراتے دیکھا تو (آپ کے پاس) بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بخدا! سوا میں کھالوں کے اور کوئی چیز وہاں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ آپ کی امت کو کشاورگی عطا کر دے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فرانشی کے ساتھ رہتے ہیں، دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آخر ہدایت شیعیم نیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شہر ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی حزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔ (یہ سن کر میں بول اخیا ریا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ تو نی کریم شیعیم نے (پنی از واج سے) اس بات پر علیحدگی اختیار کر لی تھی کہ عائشہ بیٹی کے حصہ بیٹی کے پوشیدہ بات کہ دی تھی۔ حضور اکرم شیعیم نے اس انتہائی خفیٰ کی وجہ سے جو آپ کو ہوئی تھی، فرمایا تھا کہ میں اب ان کے پاس ایک مینے تک نہیں جاؤں گا اور یہی موقع ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متینہ کیا تھا۔ پھر جب انہیں دن گذر گئے تو آپ عائشہ بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں کے یہاں سے آپ نے ابتداء کی۔ عائشہ بیٹی نے کہا کہ آپ نے تو عمد کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایک مینے تک نہیں تشریف لا سکیں گے۔ اور آج ابھی انسیوں کی صبح ہے۔ میں تو دن گن رہی تھی۔ نبی کشم شیعیم نے فرمایا، یہ مہینہ انہیں دن کا ہے اور وہ مہینہ انہیں ہی دن کا تھا۔ عائشہ بیٹی نے یہاں کیا کہ پھر وہ آیت نازل ہوئی جس میں (از واج

رفقت بضری فی بَيْتِهِ فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ
شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهْبَةَ ثَلَاثَةَ، فَقَلَّتْ:
إذْعَ اللَّهُ فَلَيُوَسِّعَ عَلَى أَمْكَنَ، فَإِنَّ فَارسَ
وَالرُّومَ وُسْعَ عَلَيْهِمْ وَأَغْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ
لَا يَعْدُونَ اللَّهَ، وَكَانَ مُكْنَى فَقَالَ:
(أَوْفَى شَكْ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَابِ؟
أَوْلَئِكَ قَوْمٌ عَجَلُتْ لَهُمْ طَيَّا لَهُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا). فَقَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ
اسْغَافْرِنِي، فَاغْتَرَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَجْلِ
ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْسَنَهُ حَفْصَةُ إِلَى
عَائِشَةَ، وَكَانَ فَذْ قَالَ: مَا أَنَا بِدِاخِلٍ
عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، مِنْ شَيْءٍ مَوْجَدَتِهِ عَلَيْهِنَّ
حِينَ عَابَةُ اللَّهِ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعَةَ
وَعَشْرُونَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ قَبْدًا بِهَا،
فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةَ: إِنِّي أَفْسَنَتْ أَنْ لَا
تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنِّي أَصْبَحْنَا لِيْسَنِ
وَعَشْرِينَ لَيْلَةً أَعْدُهَا عَدَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
(الشَّهْرُ تِسْعَةَ وَعَشْرُونَ)، وَكَانَ ذَلِكَ
الشَّهْرُ تِسْعًا وَعَشْرُونَ، فَقَالَتْ عَائِشَةَ:
فَأَنْزَلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ، فَبَدَأَ بِي أَوْلَ اغْرَأَةٍ
فَقَالَ: ((إِنِّي ذَاكِرُ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكَ أَنْ
لَا تَغْجُلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبُوئِكَ)).
قَالَتْ: قَدْ غَلَمْ أَنْ أَبُوئِي لَمْ يَكُنَا يَأْمُرُنِي
بِفَرَاقِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَالَ: هُنَّا أَيْهَا
النَّبِيُّ قُلْ لَا زَوْجِكَ - إِلَى قَوْلِهِ -
عَظِيمَاهُ فَلَّتْ: أَلِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبُوئِي،
فَإِنِّي أَرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ

اللَّبِيْنَ كُو اخْتِيَار دِيَأْكِيَا تَحْتَا. اس کی بھی ابتداء آپ نے مجھے ہی سے کی اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اور یہ ضروری نہیں کہ جواب فوراً دو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کرو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے مال باپ بھی آپ سے جدا نہیں دے سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو۔“ اللہ تعالیٰ کے قول عظیماً تک۔ میں نے عرض کیا، کیا اب اس معاٹے میں بھی میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے جاؤں گی؟ اس میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

تشریح معلوم ہوا اللہ کے رسول ﷺ کو غصہ دلانا اور ناراض کرنا اللہ کو غصب دلانا اور ناراض کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب زینا میں تشریف رکھتے تھے تو ایک بار حضرت عمر بن الخطبؓ تورات شریف پڑھنے اور سنانے لگے، آپؓ کامبارک چڑھنے سے سرخ ہو گیا۔ دوسرے صحابہ نے حضرت عمر بن الخطبؓ کو ملامت کی کہ تم آنحضرت ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ اس وقت انہوں نے تورات پڑھنا موقوف کیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موکی ملائیتم زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کرنی ہوتی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو صیحت لئی چاہیے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حدیث شریف سن کر دوسرے مولوی یا امام یا درویش کی بات پر عمل کرتے ہیں اور حدیث شریف پر عمل نہیں کرتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو ایسی باقتوں سے کتنا صدمہ ہوتا ہو گا اور جب آنحضرت ﷺ بھی ناراض ہوئے تو کمال نمکانا رہا۔ اللہ جل جلالہ بھی ناراض ہوا۔ ایسی حالت میں نہ کوئی مولوی کام آئے گا نہ چیرنے درویش نہ امام۔

اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر سے الی محبت ہے کہ باپ دادا، پیر مرشد، بزرگ امام مجتهد ساری دنیا کا قول اور فعل حدیث کے خلاف ہم لغو سمجھتے ہیں اور تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی رضامندی ہم کو کافی وافی ہے۔ اگر یہ سب تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی تابعداری میں بالفرض ہم سے ناراض ہو جائیں تو ہم کو ان کی ناراضی کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ یا اللہ! ہماری جان بدن سے نکلتے ہی ہم کو ہمارے پیغمبر کے پاس پہنچا دے۔ ہم عالم برزخ میں آپ ہی کی کفشن برداری کرتے رہیں اور آپ ہی کی حدیث سننے رہیں۔ (وجیدی)

حضرت مولانا وحید الزمل مرحوم کی ایمان افروز تقریر ان محترم حضرات کو بغور مطالعہ کرنی چاہیے جو آیات قرآنی و احادیث میں کے ساتھ اپنے اماموں، مرشدوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بت سے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو آیات و احادیث سے غرض نہیں۔ ہمارے لیے ہمارے امام کا فتویٰ کافی وافی ہے۔

ایسے نادان مقلدین نے حضرات ائمہ کرام و مجتهدین عظام رحمۃ اللہ علیہم امتعین کی ارواح طیبہ کو سخت ایذا پہنچائی ہے۔ ان بزرگوں کی ہرگز یہ ہدایت نہ تھی کہ ان کو مقام رسالت کا مد مقابل بنادیا جائے۔ وہ بزرگان مخصوص نہ تھے۔ امام تھے، مجتهد تھے، قتل صد

خَيْر نِسَاءَهُ، فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ۔

[راجح: ۸۹]

احترام تھے مگر وہ رسول نہ تھے نہ نبی تھے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقتول نہ تھے۔ غالی مقلدین نے ان کے ساتھ جو برداشت کیا ہے قیامت کے دن یقیناً ان کو اس کی جواب دی کرنی ہوگی۔ یہی وہ حرکت ہے جسے شرک فی الرسالت ہی کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہی وہ مرض ہے جو یہود و نصاریٰ کی جانبی کا موجب بنا اور قرآن مجید کو ان کے لیے صاف کرتا ہے۔ ﴿إِنَّهُمْ أَنْجَزُوا مُهْمَّةً وَرُفِعَتْ هُنَّمٌ أَرْتَابًا فَنَّ ذُونَ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوارب قرار دے لیا تھا۔ ان کے اوامر و نواعی کو وہ وحی آسمانی کا درج دے چکے تھے۔ اسی لئے وہ عند اللہ مغضوب اور ضالین قرار پائے۔

صد افسوس! کہ امت مسلمہ ان سے بھی دو قدم آگے ہے اور علماء و مشائخ کو یقیناً ایسے لوگوں نے اللہ اور رسول کا درجہ دے رکھا ہے۔ کتنے بیرون مشائخ ہیں جو قبروں کی مجاہدی کرتے کرتے خدا بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے مقدین ان کے قدموں میں سر رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت و اطاعت کو اپنے لیے دونوں جہاں میں کافی وافی جانتے ہیں۔ ان کی شان میں ایک بھی تخفیدی لفظ گوارا نہیں کر سکتے، یقیناً ایسے غالی مسلمان آیت بالا کے مصدق ہیں۔ حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ ربائی کی ہے۔

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بدھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ ایمان گزرے نہ اسلام جائے

روایت میں جو واقعہ مذکور ہے منظر لفظوں میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

تمام ازواج کی باری مقرر تھی اور اسی کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور انہیں کہر آپ کا اس دن قیام بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی وجہ سے آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہاں دیکھ لیا اور آکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ باری تمہاری ہے اور آنحضرت ﷺ ماریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عمد کر لیا تھا کہ ایک ممینہ تک ازواج مطررات سے علیحدہ رہیں گے اور اس عرصے میں ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس پر صحابہ میں بہت تشویش پھیلی اور ازواج مطررات اور ان کے عزیز و اقارب تک ہی بات نہیں رہی بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس فعلی پر بہت پریشان ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اس عمد کی تغیراً احادیث میں "ایماء" کے لفظ سے آتی ہے اور یہ بہت مشور واقعہ ہے۔ اس سے پہلے بھی بخاری میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

ایماء کے اسباب احادیث میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تو وہی جو اس حدیث میں ذکر ہے، بعض روایتوں میں اس کا اسباب ازواج مطررات کا وہ مطلبہ بیان ہوا ہے کہ اخراجات انہیں ضرورت سے کم ملتے تھے، تھی رہتی تھی۔ اس لیے تمام ازواج مطررات نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ انہیں اخراجات زیادہ ملنے چاہیں۔ بعض روایتوں میں شد کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ تمام واقعات پے در پے پیش آئے اور ان سب سے متاثر ہو کر آنحضرت ﷺ نے ایماء کیا تھا، تاکہ ازواج کو تجنب ہو جائے۔ ازواج مطررات سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی انسان تھیں۔ اس لیے کبھی سوکن کی رقبات میں، کبھی کسی دوسرے انسانی جذبے سے متاثر ہو کر اس طرح کے اندامات کر جایا کرتی تھیں۔ جن سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا کہ اس میں بالا گانے کا ذکر ہے جس میں آپ نے تعلیٰ اختیار کی تھی۔

۲۴۶۹ - حَدَّثَنَا أَبْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا (۲۳۶۹) ہم سے محمد بن سلام بیکنڈی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاوية فزاری نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے الفزاری عن حمید الطویل عن انس بن معاویہ فزاری نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے رضی اللہ عنہ فیصلہ : ((آئی رَسُولُ اللَّهِ أَنْسُ بْنُ عَوْنَانَ فَيَقُولُ

ایک صینہ تک نہ جانے کی قسم کھالی تھی اور (ایلاء کے واقعہ سے پہلے ۵۵ میں) آپ کے قدم مبارک میں موچ آگئی تھی۔ اور آپ اپنے بالا خانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ (ایلاء کے موقع پر) حضرت عمر بن عثیر آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ ایک صینہ کے لیے ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہے۔ چنانچہ آپ انتیں دن تک بیویوں کے پاس نہیں گئے (اور انتیں تاریخ کو ہی چاند ہو گیا تھا) اس لیے آپ بالا خانے سے اترے اور بیویوں کے پاس گئے۔

باب مسجد کے دروازے پر جو پھر بچھے ہوتے ہیں وہاں یا

دروازے پر اونٹ باندھ دینا

(۲۳۷) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عقیل نے بیان کیا، ان سے ابوالموکل ثانی نے بیان کیا کہ میں جابر بن عبد اللہ بن عثیر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے میں بھی مسجد کے اندر چلا گیا۔ البتہ اونٹ بلاط کے ایک کنارے باندھ دیا۔ آپ سے میں نے عرض کیا کہ حضور! آپ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اونٹ کے چاروں طرف ٹھلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ قیمت بھی لے اور اونٹ بھی لے جا۔

مسجد نبوی سے بازار تک پھروں کافرش تھا۔ اسی کو بلاط کرتے تھے۔ اسی جگہ اونٹ باندھنا کو رہے اور دروازے کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث کے دوسرے طریق میں مسجد کے دروازے کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھرنا

اور وہاں پیشاب کرنا

(۲۳۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے منصور نے، ان سے ابوواللہ نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے، اور آپ نے وہاں کھڑے ہو

فِي مِنْ سَائِيَهِ شَهْرًا، وَكَانَتِ الْفَجْكُتْ قَدْمَهُ، فَجَلَسَ فِي غَيْثَةِ لَهُ، فَجَاءَ عَمَرٌ فَقَالَ: أَطَلَّفْتَ سَيِّدَكَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنِي أَئَيْتُ مِنْهُنْ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَعَشْرِينَ، ثُمَّ نَزَّلَ فَدَخَلَ عَلَى سَيِّدِهِ). [راجح: ۳۷۸]

۲۶- بَابُ مَنْ عَقَلَ بِعِزْرَةِ عَلَى الْبَلَاطِ، أَوْ بَابُ الْمَسْجِدِ

(۲۴۷) - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ الْأَجْمَعِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ: فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ قَالَ: ((الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ)). [راجح: ۴۴۳]

۲۷- بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبُولِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

(۲۴۷۱) - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَإِلِيلٍ عَنْ حَدِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَوْ قَالَ: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ

کر پیشاب کیا۔

بَلَّهُ سَبَاطَةُ قَوْمٍ فَيَا لَقَائِنَمَا)۔

[راجع: ۲۲۴]

مقصد یہ ہے کہ کوڑی جمل کوڑا کر کٹ ڈالا جاتا ہے ایک عوای جگہ ہے جمال پیشاب وغیرہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی چیزوں پر جھگڑا بازی درست نہیں بشرطیکہ وہ عوای ہوں، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ چینٹوں سے کال طور پر بچا جاسکے۔ اگر ایسا خطرہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آج کل پتوں باز لوگ کرتے رہتے ہیں۔

باب اس کا ثواب جس نے شاخ یا کوئی اور تکلیف دینے والی چیز راستے سے ہٹائی۔

(۲۳۷۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خردی، انہیں سی نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کاٹنے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اخھالیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔

کیونکہ اس نے خلق خدا کی تکلیف گوارانہ کی اور ان کے آرام و راحت کے لیے اس ڈالی کو اخھا کر پہنچ دیا، ایسا نہ ہو کسی کے پاؤں میں چھپ جائے۔ اسلامی ہمدردی اسی کامن ہے جو اسلام کی جملہ تعلیمات کا غاصہ ہے۔

باب اگر عام راستے میں اختلاف ہو

اور وہاں رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں
تو سات ہاتھ زمین راستے کے لیے
چھوڑ دیں۔

(۲۳۷۳) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے زیر بن خریت نے اور ان سے عکرمہ نے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جب کہ راستے (کی زمین) کے بارے میں جھگڑا ہو تو سات ہاتھ راستے چھوڑ دینا چاہیے۔

تشریح ایک متدين ملک کے شری قوانین میں ہر قسم کے انتقالات کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ شارع عام کے لیے جگہ مقرر کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طریق ہجاء جس کا ذکر باب میں ہے اس کا معنی چوڑایا عام راستہ۔ بعض نے کہا ہجاء سے یہ مراد ہے کہ نا آباد زمین اگر آباد ہو اور وہاں راستہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے اور رہنے والے لوگ وہاں جھگڑا کریں تو کم سے کم سات ہاتھ

۲۴۷۲ - حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُسْمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((يَبْيَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شُوكِي عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْدَهُ، فَشَكَرَ اللَّهَ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ)). [راجع: ۶۵۲]

۲۹ - بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيَتَاءِ،

وَهِيَ الرُّجْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ، ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلَهَا النَّبْيَانَ، فَتُرَكَ مِنْهَا لِلطَّرُقِ سَبْعَ أَذْرُعَ

۲۴۷۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِينُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ الزُّبَيرِ بْنِ خَرِبَتٍ عَنْ عِكْرَمَةَ سَمِعَتْ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((فَضَى السَّبْعُ أَذْرُعُ تَشَاجِرًا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ)).

تشریح بھی اسی قبیل سے ہے۔ طریق ہجاء جس کا ذکر باب میں ہے اس کا معنی چوڑایا عام راستہ۔ بعض نے کہا ہجاء سے یہ مراد ہے کہ نا آباد زمین اگر آباد ہو اور وہاں راستہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے اور لوگ وہاں جھگڑا کریں تو کم سے کم سات ہاتھ

زمین راستے کے لیے چھوڑ دی جائے جو آدمیوں اور سواریوں کے نکلنے کے لیے کافی ہے۔ قطلانی نے کہا، جو دکاندار راستے پر بیٹھا کرتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر راستے سات ہاتھ سے زیادہ ہو تو وہ فالتو حصہ میں بیٹھے کتے ہیں ورنہ سات ہاتھ کے اندر اندر ان کو بیٹھنے سے منع کیا جائے تاکہ چلے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

یہ وہ انتظامی قانون ہے جو آج سے چودہ سو برس قبل اسلام نے وضع فرمایا۔ جو بعد میں پیشہ ملکوں کا شری شابطہ قرار پایا۔ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خداوند فہم تھا جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ آپ کے عمد مبارک میں گاؤں، موڑوں، چھڑوں، بگیوں کا رواج نہ تھا۔ اونٹ اور آدمیوں کے آئے جانے کے لیے تمن ہاتھ راستے بھی کافیت کرتا ہے۔ مگر عام ضروریات اور مستقبل کی تمدنی شری ترقیوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ کم از کم سات ہاتھ زمین گزار گاہ عام کے لیے چھوڑی جائے۔ کیونکہ بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جانے اور آئے والی سواریوں کی مدد بھیڑ ہو جاتی ہے۔ تو دونوں کے برابر برائے نکل جانے کے لیے کم از کم سات ہاتھ زمین راستے کے لیے مقبرہ ہونی ضروری ہے۔ کیونکہ اتنے راستے میں ہر دو طرف کی سواریاں با انسانی نکل سکتی ہیں۔

۳۰۔ بَابُ النَّهْيِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ وَقَالَ عِبَادَةُ بَايِعَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ لَا تَتَهَبَ.

اور عبادہ بیٹھنے کما، کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کی بیعت کی تھی کہ لوٹ مار نہیں کیا کریں گے۔

(۲۷۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، جو عدی بن ثابت کے ننان تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثل کرنے سے منع فرمایا تھا۔

۲۴۷۴ - حَدَّثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ - وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أَمْرٍ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّهْيِ وَالْمُثْلَهِ)). [راجح: ۵۵۱۶]

[طرفة فی : ۵۵۱۶]

لَشَّيْخ لوٹ مار کرنا، ذاکر ذالنا، چوری کرنا اسلام میں سختی کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے لیے سخت ترین سزا تجویز کی گئی کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں، ذاکر ذال، رہزوں کو اور بھی علیین سزا میں تجویز کی گئی ہیں۔ تاکہ نوع انسانی امن و امان کی زندگی برکر سکے۔ اتنی قوانین کی برکت ہے کہ آج بھی حکومت سعودیہ عربیہ کا امن ساری دنیا کی حکومت کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے جب کہ جملہ مذب لوگوں میں ذاکر زندگی مختلف صورتوں میں دن بدن ترقی پذیر ہے۔ چوری کرنا بطور ایک پیشہ کے رائج ہو رہا ہے۔ عوام کی زندگی حد درجہ خوفناکی میں گزر رہی ہے۔ فوج پولیس سب ایسے مجرموں کے آگے لاچاہر ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ہاں قانونی پکچ حد درجہ ان کی بہت افزائی کرتی ہے۔

مثل جگہ میں مقتول کے ہاتھ پیر، کان کاٹ کر الگ الگ کروانا۔ اسلام نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

۲۴۷۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرَ قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي قَالَ الْيَتُّ حَدَّثَنَا غَفِيلُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

ہوئے زنا نہیں کر سکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کر سکتا کہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف انھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو، سعید اور ابو سلمہ کی بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روایت ہے۔ البتہ ان کی روایت میں لوٹ کا تذکرہ نہیں ہے۔

[اطرافہ فی : ۶۷۷۲، ۵۵۷۸، ۶۸۱۰۔]

رسول اللہ ﷺ: ((لَا يَزِنُنِي الْمُؤْمِنُ حِينَ يَزِنُنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَتَهَبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارُهُمْ حِينَ يَتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)).

وَعَنْ سَعِيدِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . مِثْلُهِ، إِلَّا النُّهْبَةُ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارت گری کرنے والا چوری کرنے والا اگر یہ مدعاں اسلام میں تو سرا سرا پہنچ دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ ایسے افعال کا برکتیک ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے، یعنی حال زنا کاری، شراب خوری کا ہے۔ ایسے لوگ دعویٰ اسلام و ایمان میں جھوٹے مکار فربھی ہیں۔ مسلمان صاحب ایمان سے اگر کبھی کوئی غلط کام ہو بھی جائے تو حد درجہ پیشان ہو کر پھر یہیش کے لیے تائب ہو جاتا ہے اور اپنے گناہ کے لیے استغفار میں منہک رہتا ہے۔

۳۹۔ بَابُ كَسْرِ الصَّلَبِ وَقَتْلِ الْخَنْزِيرِ كَاتُرُثُنَا وَرَبِّ خَزْرِيْرِ كَامَرَا

خلافت اسلامی سے جب غیر قومیں برپیکار ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشش ہوں اور اللہ پاک مسلمانوں کو غلبہ نصیب کرے تو جعلی قوموں کے ساتھ ایسے برتاب جائز ہیں۔ اگر وہ عیسائی ہیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا۔ امن پسند غیر مسلموں اور ذمیوں کی جان مال اور ان کے مذہب کو اسلام نے پوری پوری آزادی عطا فرمائی ہے۔

(۲۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ابن مریم کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو لے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزپہ قبول نہیں کریں گے (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

(۲۴۷۶) حَدَّثَنَا عَلَيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ثَوْبَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزَلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرِيمٍ حَكَمًا مُفْسِطًا، فَيَنْسِرُ الصَّلَبَ، وَيَقْتَلُ الْخَنْزِيرَ، وَيَضْعِفُ الْجِزِيَّةَ، وَيَفْضِلُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)). [راجح: ۲۲۲۲]

یہ نہایت صحیح اور مغلن حدیث ہے اور اس کے راوی سب ثقہ اور امام ہیں۔ اس میں صاف لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ

لَفْظُهُ مَرِيمٌ

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ ﷺ دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

صلیب اور تثیث نصرانیوں کی مذہبی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ آخر زمان میں آسمان سے دنیا میں آکر دینِ محمدی پر عمل کریں گے اور غیر اسلامی نشانات کو ختم کر دیں گے۔ اس باب کو منعقد کرنے اور اس حدیث کے یہاں لانے سے حضرت امام بخاری رض کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی صلیب کو توڑا لے یا سور کو مارا لے تو اس پر حمل نہ ہو گا۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ جب ہے کہ وہ حربیوں کا مال ہو، اگر ذمی کامال ہو جس نے اپنی شرط سے اخراج نہ کیا ہو اور عذر پر قائم ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ذمیوں کے مذہبی حقوق اسلام نے قائم رکھے ہیں اور ان کی مال و جان اور مذہب کی حفاظت کے لیے پوری گارنی وی ہے۔

۳۲- بَابُ هَلْ تُكْسِرُ الدَّنَانَ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ، أَوْ تُخْرَقَ الرِّفَاقُ؟

اگر کسی شخص نے بت، صلیب یا ستار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو توڑ دی؟ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک ستار کا مقدمہ لایا گیا، جسے توڑ دیا تھا تو انسوں نے اس کا بدلہ نہیں دلوایا۔

(۷۷) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رض نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر دیکھا کہ آگ جلائی جا رہی ہے، آپ نے پوچھا یہ آگ کس لیے جلائی جا رہی ہے؟ صحابہ رض نے عرض کیا کہ گدھے (کا گوشت پکانے) کے لیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ برتن (جس میں گدھے کا گوشت ہو) توڑا اور گوشت پھینک دو۔ اس پر صحابہ بولے ایسا کیوں نہ کر لیں کہ گوشت تو پھینک دیں اور برتن دھولیں۔ آپ نے فرمایا کہ برتن دھولو۔

فَإِن كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلَبًا أَوْ طَبُورًا أَوْ مَا لَا يَنْتَفِعُ بِخَبَشِهِ وَأَتَى شَرِيفَةً فِي طَبُورِ كُسِيرٍ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَنِيءٍ.

۲۴۷۷ - حدثنا أبو عاصم الصحاح ثنا بن مخلد عن يزيد بن أبي عبيدة عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه: أن النبي ﷺ رأى يزياناً توقد يوم خيبر قال: ((علام توقد هذه النيران؟)) قالوا على الخمر الإنسية. قال: ((اكسيروها وأفرنيقوها)). قالوا: ألا نهريقها وتغسلها؟ قال: ((اغسلوا)).

[اطرافہ فی : ۴۱۹۶، ۵۴۹۷، ۶۱۴۸، ۶۳۳۱، ۶۸۹۱.]

لَذْنَبِيَّ پلے آپ نے سختی کے لیے ہانڈیوں کے توڑا لئے کا حکم دیا۔ پھر شاید آپ پر وہی آئی اور آپ نے ان کا دھوڑا بھی کافی سمجھا۔ اس حدیث سے امام بخاری رض نے یہ نکلا کہ حرام چیزوں کے ظروف کو توڑا نا درست ہے مگر وہ ظروف اگر ذمی غیر مسلموں کے ہیں تو یہ ان کے لیے نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فان كان الاوعية بحیث يراق ما فيها فاذاغسلت طهرت وانتفع بها لم يجز اخلافها والا جاز (نیل)، یعنی اگر وہ برتن ایسا ہے کہ اس میں سے شراب گرا کر اسے دھویا جا سکتا ہے اور اس کا پاک ہوتا ممکن ہے تو اسے پاک کر کے اس سے فتح اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں پھر اسے تلف ہی کرنا ہو گا۔

(۲۳۷۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن الیخج نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، ان سے ابو معمر نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح کمک کے دن جب) کمک میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف تین سو سالہ بنت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ان بتوں پر مارنے لگے اور فرمائے گئے کہ ”حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔“

٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَغْفِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثَةَ وَسِتَّونَ نُصْبًا، فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بَعْدِ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: ((هُجَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ)) الآية.

[طرفاہ فی: ۴۲۸۷، ۴۲۷۰].

لشیخ یہ بت کفار قریش نے مختلف نبیوں اور نیک لوگوں کی طرف منسوب کر کے بنائے تھے، حتیٰ کہ کچھ بت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل طیہما الاسلام کی طرف بھی منسوب تھے۔ فتح کمک کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ شریف کو ان سے پاک کیا اور آج کے دن سے کعبہ شریف یہیش کے لئے بتوں سے پاک ہو گیا۔ الحمد للہ آج چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے، اسلام بنت سے نشیب و فراز سے گزارا ہے مگر، غفلہ تعالیٰ تطہیر کعبہ اپنی جگہ پر قائم دامم ہے۔

(۲۳۷۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ عمری نے، ان سے عبدالرحمن بن قاسم نے، ان سے ان کے والد قاسم نے اور ان سے عائشہ بنت خدا نے کہ انہوں نے اپنے مجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑا۔ (عائشہ بنت خدا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پر دے سے دو گدے بناؤا۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

٤٧٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَّاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّهَا كَانَتْ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةِ لَهَا سِرَاً فِيهِ تَمَاثِيلَ فَهَكَّةَ النَّبِيُّ ﷺ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَيْنِ، فَكَانَتَا فِي أَبْيَتٍ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا)).

[اطراfe فی: ۵۹۰۴، ۵۹۰۵، ۶۱۰۹].

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے گھروں میں جاندار تصاویر کے ایسے پر دے غلاف وغیرہ نہ رکھیں بلکہ ان کو ختم کر ڈالیں۔ یہ شرعاً و قانوناً بالکل ناجائز ہیں۔

باب جو شخص اپنامال بچانے کے لیے لڑے

(۲۳۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

٣٣ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ ذُونَ مَالِهِ

٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ - هُوَ أَبْنُ أَبِي أَيُوبَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ

نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ آپ نے فرمایا، کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے۔

کیونکہ وہ مظلوم ہے، نسائی کی روایت میں یوں ہے اس کے لئے جنت ہے۔ اور تندی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے اور جو اپنے گھر والوں کو بچانے میں مارا جائے یہ سب شہید ہیں۔ آج کل اطراف عالم میں جو صدیماں مسلمان تاحد قتل کیے جا رہے ہیں۔ وہ سب اس حدیث کی رو سے شہیدوں میں داخل ہیں۔ کیونکہ وہ محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیے جا رہے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

باب جس کسی شخص نے کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲۳۸۱) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے مجین بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن شہنشاہ نے کہ نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے پیالہ تشریف رکھتے تھے۔ امہات مومنین میں سے ایک نے وہیں آپ کے لئے خادم کے ہاتھ ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھجوائی۔ انہوں نے ایک ہاتھ اس پیالے پر مارا، اور پیالہ (گر کر) نٹ گیا۔ آپ نے پیالے کو جوڑا اور جو کھانے کی چیز تھی اسے اس میں دوبارہ رکھ کر صحابہ سے فرمایا کہ کھاؤ۔ آپ ﷺ نے پیالہ لانے والے (خادم) کو روک لیا اور پیالہ بھی نہیں بھیجا۔ بلکہ جب (کھانے سے) سب فارغ ہو گئے تو دوسرا اچھا پیالہ بھجوایا اور جو نٹ گیا تھا اسے نہیں بھجوایا۔ ابن الی مریم نے بیان کیا کہ ہمیں مجین بن ایوب نے خبر دی، ان سے حمید نے بیان کیا، ان سے انس بن شہنشاہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ اور دارقطنی اور ابن ماجہ کی روایت میں خصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں امام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور ابن حزم کی روایت میں زینب رضی اللہ عنہا کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا ہو۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو اس لوئٹی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حدیث اور باب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا کوئی پیالہ کوئی توڑ دے تو اس کو اس کی جگہ دوسرا صحیح پیالہ واپس کرنا چاہیے۔

باب اگر کسی نے کسی کی دیوار گردی تو اسے وہ وسی ہی بنوانی ہوگی

اللَّهُ بْنُ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ)).

٣٤- بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْنَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

٢٤٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْتَى بْنُ مَعْنَى بْنُ حَمِيمٍ عَنْ أَنَّسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَلَازَلَتِ إِذْنَى أَمْهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْنَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْنَةَ، فَبَقِيمَهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: ((كُلُوا)). وَحَبَسَ الرَّسُولُ وَالْقَصْنَةَ حَتَّى فَرَغُوا، فَدَفَعَ الْقَصْنَةَ الصَّحِيقَةَ وَحَبَسَ الْمَنْكُسُورَةَ)). وَقَالَ أَبْنُ أَبِي مَرِيمٍ: أَخْبَرَنَا يَحْتَى بْنُ أَبْيَوبَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمِيمٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّسَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفة في: ٥٢٢٥].

٣٥- بَابُ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلَيْسَ مِثْلَهِ

اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ دیوار کی قیمت دینی چاہیے۔ مگر امام بخاری نے جس روایت سے دلیل لی وہ اس پر منی ہے کہ اگلی شریعتیں ہمارے لیے جوت ہیں جب ہماری شریعت میں ان کے خلاف کوئی حکم نہ ہو اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

۲۴۸۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ

حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اسرائیل میں ایک صاحب تھے جن

کا نام جرج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں

پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز

پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بد دعا کر گئیں، اے اللہ!

اسے موت نہ آئے جب تک کسی بد کار عورت کا منہ نہ دیکھے۔

جرج تھا اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جرج

کے عبادت خانے کے پاس اپنے مویشی چ رکھتی تھی اور فاٹھے تھی)

کہا کہ جرج کو قند میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے

سامنے آئی اور گنگو کرنی چاہی۔ لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ

ایک چروائی کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔

آخر لڑکا پیدا ہوا، اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جرج کا لڑکا

ہے۔ قوم کے لوگ جرج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ

دیا۔ انہیں باہر نکلا اور کالیاں دیں۔ لیکن جرج نے وضو کیا اور نماز

پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے!

تم سارا باپ کون ہے؟ پچھے (خدا کے حکم سے) بول پڑا کہ چروایا! (قوم

خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لئے سونے کا عبادت خانہ بنوا

دیں۔ جرج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔

لشیخ حدیث جرج حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی جگہ لائے ہیں اور اس سے عقلف مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں آپ یہ ثابت فرمائے کے لیے یہ حدیث لائے کہ جب کوئی شخص یا اشخاص کسی کی دیوار تاخن گرا دیں تو ان کو وہ دیوار پہلی ہی دیوار کے مثل بنا لی لازم ہوگی۔

جرج کا واقعہ مشور ہے۔ ان کے دین میں مال کی بات کا جواب دینا بحالت نماز بھی ضروری تھا، مگر حضرت جرج نماز میں مشغول رہے، تھی کہ ان کی والدہ نے تھا ہو کر ان کے حق میں بد دعا کر دی، آخر ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لئے اللہ پاک نے اس ولد لڑکا بچے کو گویا کی دی۔ حالانکہ اس کے بولنے کی عمر نہ تھی۔ مگر اللہ نے حضرت جرج کی دعا قبول کی اور اس بچے کو بولنے کی طاقت بخشی۔ قسطلانی نے کہا کہ اللہ نے چہ بچوں کو کم سنی میں بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ ان میں حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی پاک دامتی کی گواہی دینے

والا پچھہ اور فرعون کی بیٹی کی مخلانی کا لڑکا اور حضرت عیسیٰ ﷺ اور صاحب جرجع اور صاحب اندواد اور بنی اسرائیل کی ایک عورت کا بینا جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اچانک ایک شخص جاہ و حشم کے ساتھ گزرا اور عورت نے پیچے کے لئے دعا کی کہ اللہ میرے پیچے کو بھی ایسی ہی قسم والا بنائیو۔ اس شیر خوار پیچے نے فوراً کما، الی! مجھے ایسا نہ بناو۔ کہتے ہیں کہ حضرت بیٹی ﷺ نے بھی کم سنی میں باشیں کی ہیں۔ تو کل سات پیچے ہوں گے۔

ترجھہ باب اس سے لکھا ہے کہ حضرت جرجع نے اپنا گھر میں ہی کی پہلی حالت کے لائق بوانے کا حکم دیا۔ حدیث سے یہ بھی لکھا کہ ماں کی دعا اپنی اولاد کے لیے ضرور قبول ہوتی ہے۔ ماں کا حق باپ سے تین حصے زیادہ ہے۔ جو بُوکے لڑکی ماں کو راضی رکھتے ہیں وہ دنیا میں بھی خوب بچلتے چھولتے ہیں اور آخرت میں بھی نجات پاتے ہیں اور ماں کو ناراض کرنے والے ہمیشہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ تجھہ اور مشاہدہ سے اس کا بات کچھ ثبوت موجود ہے۔ جس میں تک و شہر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ماں کے بعد باپ کا درجہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں عبادت اللہ کے لئے حکم صادر فرمائے کے بعد (وَإِنَّ الَّذِينَ إِخْسَانًا) (البقرة: ۸۳) کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہاں تک کہ (فَلَا تَقْلِيل لِهِمَا فَوْلَا كَلِيل) کریما و اخفاض لہما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما کماریانی صغیرا) (بنی اسرائیل: ۲۲) یعنی ماں باپ زندہ موجود ہوں تو ان کے سامنے اف بھی نہ کرو اور نہ انسیں ڈانتو ڈپٹو بلکہ ان سے نرم نرم میٹھی میٹھی باشیں جو رحم و کرم سے بھر پور ہوں کیا کرو اور ان کے لیے رحم و کرم والے بانزو بچھا دیا کرو وہ بازو جوان کے احترام کے لیے عاجزی اکساری کے لیے ہوئے ہوں اور ان کے حق میں یوں دعائیں کیا کرو کہ پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرمائیو جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ کو اپنے رحم و کرم سے پرداں پڑھایا۔

ماں باپ کی خدمت، اطاعت، فرمانبرداری کے بارے میں بہت سی احادیث مردی ہیں جن کا نقل کرنا طوالت ہے۔ خلاصہ یہی ہے کہ اولاد کا فرض ہے کہ والدین کی نیک دعائیں ہمیشہ حاصل کرے۔

حضرت جرجع کے واقعہ میں اور بھی بہت سی عبرتیں ہیں۔ سمجھنے کے لیے نور بصیرت درکار ہے، اللہ والے دنیا کے جھیلیوں سے دور رہ کر شب و روز عبادت اللہ میں مشغول رہنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے جھیلیوں میں رہ کر بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ نیز جب بھی کوئی حادثہ سامنے آئے صبر و استقلال کے ساتھ اسے برداشت کرتے اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہماری شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز کی نیت پاندھے ہوئے ہو اور حضرت رسول کرم ﷺ اسے پکاریں تو وہ نماز توڑ کر خدمت میں حاضری دے۔ آج کل اولاد کے لیے یہی حکم ہے۔ نیزی یوں کے لیے بھی کہ وہ خاوند کی اطاعت کو نفل نمازوں پر مقدم جانے۔ وہاں اللائق۔

۲۷۔ کتاب الشرکۃ

کتاب شرکت کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب کھانے اور سفر خرچ اور اسباب میں

شرکت کا بیان

۱۔ بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْغُرُوضِ

اور جو چیزیں نالی یا اولی جاتی ہیں تجھیں سے باشنا یا مٹھی بھر ہر کر تقسیم کر لینا، کیونکہ مسلمانوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا کہ مشترک زاد سفر (کی مختلف چیزوں میں سے) کوئی شریک ایک چیز کھائے اور دوسرا دوسرا چیز، اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تو لے ڈھیر لگا کر بانٹئے میں، اسی طرح دودو کھجور اٹھا کر کھانے میں۔

(۲۳۸۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا تم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں وہب بن کیمان نے اور انہیں جابر بن عبد اللہ بن عیاش نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (رجب ۷ھ میں) ساحل بحر کی طرف ایک لٹکر بھیجا، اور اس کا امیر ابو عبیدہ بن جراح بن شٹو کو بھیلا، فوجیوں کی تعداد تین سو تھی اور میں بھی ان میں شریک تھا، ہم نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ تو شرختم ہو گیا، ابو عبیدہ بن شٹو نے حکم دیا کہ تمام فوجی اپنے تو شے (جو کچھ بھی باقی رہ گئے ہوں) ایک جگہ جمع کر دیں، سب کچھ جمع کرنے کے بعد کھجوروں کے کل دو تیلے ہو سکے اور روزانہ ہمیں اسی میں سے تھوڑی تھوڑی کھجور کھانے کے لئے ملنے لگی: جب اس کا بھی اکثر حصہ ختم ہو گیا تو ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی رہی۔ میں (وہب بن کیمان) نے جابر بن شٹو سے کہا کہ بھلا ایک کھجور سے کیا ہوتا ہو گا؟ انہوں نے بتایا کہ اس کی قدر ہمیں اس

وَكَيْفَ قِسْمَةً مَا يَكَانُ وَيَوْزُنُ؟ مَجَازَةً
أو قِبْضَةً قِبْضَةً، لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي
النَّهْدِ بَاسًا أَنْ يَأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا
بَعْضًا، وَكَذِيلَكَ مَجَازَةً الدَّهَبَ وَالْفِضَّةَ،
وَالْقُرْآنُ فِي التَّفْرِ.

۲۴۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ
جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ
قَالَ: ((بَعْثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَعْثًا قَبْلَ
السَّاحِلِ، فَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عَيْنَةَ بْنَ
الْجَرَاجَ، وَهُمْ ثَلَاثَةٌ وَأَنَا فِيهِمْ
لَهُرَاجًا، حَتَّى إِذَا كَتَبَ بَعْضُ الظَّرِيقِ فِي
الْوَادِ، فَأَمَرَ أَبَا عَيْنَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجِنِّيِّ
لِجَمْعِ ذَلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدِي تَغْرِي،
فَكَانَ يَقْوُتُهَا كُلُّ يَوْمٍ قَلِيلًاً قَلِيلًاً، حَتَّى
فَتَبَيَّنَ لِي أَنَّهُ يَصْبِيَنَا إِلَّا تَمَرَّةً تَمَرَّةً، -
فَقُلْتُ: وَمَا تَفْنِي تَمَرَّةً؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا

وقت معلوم ہوئی جب وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آخر ہم سمندر تک پہنچ گئے۔ اتفاق سے سمندر میں ہمیں ایک ایسی محفلی مل گئی جو (اپنے جسم میں) پیار کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ سارا لشکر اس محفلی کو اخبارہ تک کھاتا رہا۔ پھر ابو عبیدہ بن شہر نے اس کی دونوں پیسوں کو کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اونٹوں کو ان کے تلے سے چلنے کا حکم دیا۔ اور وہ ان پیسوں کے نیچے سے ہو کر گزرے۔ لیکن اونٹ نے ان کو چھوڑا تک نہیں۔

فَقَدْهَا حِينَ فَيَتَ - قَالَ: ثُمَّ أَنْهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حَوَتْ مِثْلُ الظُّرُبِ، فَأَكَلَهُنَّهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَمْرَ أَبُو عَبِيدَةَ بِضَلْعَيْنِ مِنْ أَصْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ، ثُمَّ أَمْرَ بِرَاجِلَةَ فَوْجِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا، فَلَمْ تُصِبْهُمَا).

[اطرافہ فی : ۲۹۸۳، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۵۴۹۳، ۴۳۶۲]

ترجمہ باب اس سے تلاکہ حضرت ابو عبیدہ بن شہر نے ساری فوج کا تشریف ایک جگہ جمع کرایا۔ پھر اندازے سے تھوڑا تھوڑا سب کو دیا جانے لگا۔ سفر خرج کی شرکت اور اندازے سے اس کی تقسیم ہوتی ہوئی۔

(۲۳۸۳) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبیدہ نے اور ان سے سلمہ بن شہر نے بیان کیا کہ (غزوہ ہوازن میں) لوگوں کے تو شے ختم ہو گئے اور فقر و محتاجی آگئی، تو لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے (تاکہ انہیں کے گوشت سے پیٹ بھر سکیں) آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ راستے میں حضرت عمر بن شہر کی ملاقات ان سے ہو گئی تو انہیں بھی ان لوگوں نے اطلاع دی۔ عمر بن شہر نے کہا کہ اونٹوں کو کاش ڈالو گے تو پھر تم کیسے زندہ رہو گے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! اگر انہوں نے اونٹ بھی ذبح کر لیے تو پھر یہ لوگ کیسے زندہ رہیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا، تمام لوگوں میں اعلان کر دو کہ ان کے پاس جو کچھ تو شے نج رہے ہیں وہ لے کر بیساں آجائیں۔ اس کے لئے ایک چڑے کا دستر خوان بچھاریا گیا۔ اور لوگوں نے تو شے اسی دستر خوان پر لا کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ اٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب آپ نے پھر سب لوگوں کو اپنے اپنے برتوں کے ساتھ بلایا۔ اور سب نے دونوں ہاتھوں سے تو شے اپنے برتوں میں بھر لیے۔ جب سب لوگ

٤٤٨٤ - حَدَّثَنَا بِشْرٌ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي عَبِيدَةَ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَفَّتْ أَرْوَادُ الْقَوْمَ وَأَمْلَقُوا، فَلَتَوَّ النَّبِيُّ ﷺ فِي نَحْرٍ إِلَيْهِمْ فَأَذَنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عَمَرٌ فَأَخْبَرَهُمْ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبْلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبْلِكُمْ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَا نَادِيَ فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلٍ أَرْوَادِهِمْ). قَبِيسَطَ لِذَلِكَ نِطْعَ وَجَعْلُوهُ عَلَى النِّطْعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبَرَكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَهُمْ فَاخْتَنَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ). [طرفة فی: ۲۹۸۲].

بھر چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں گوہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔"

تشریح اس حدیث میں ایک اہم ترین مجرمہ نبوی کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کی۔ یا تو وہ تو شہ اتنا کم تھا کہ لوگ اپنی سواریاں کانٹے پر آمادہ ہو گئے۔ یا وہ اس قدر بڑھ گیا کہ فراغت سے ہر ایک نے اپنی خواہش کے موافق بھر لیا۔ اس قسم کے مجرمات آنحضرت ﷺ سے کئی بار صادر ہوئے ہیں۔ ترجمہ باب اس سے لکھتا ہے کہ آپ نے سب کے تو شے اکٹھا کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر ہر ایک نے یوں ہی اندازے سے لے لیا، آپ نے قول ماپ کر اس کو تقسیم نہیں کیا۔ حدیث اور باب کی مطابقت کے سلسلہ میں شارحین بخاری لکھتے ہیں۔ و مطابقہ للترجمہ تو خذ من قوله فیاتون بفضل ازوادهم ومن قوله فدعا و برک عليه فان فيه جمع ازوادهم وهو في معنى الهدى و دعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة (عینی) یعنی حدیث اور باب میں مطابقت لفظ فیاتون الخ سے ہے کہ ایسے موقع پر ان سب نے اپنے فالتو تو شے لا کر جمع کر دیئے اور اس قول سے کہ آنحضرت ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ یہاں ان کے تو شے جمع کرنا مذکور ہے اور وہ نہد کے سنتے میں ہے یعنی اپنے اپنے حصے برابر بر لارا کر جمع کر دیتا۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کا برکت کے لیے دعا فرمانا۔ لفظ نہد یا نہد آگے بڑھنا "نمودار ہوتا" مقابل ہوتا، ظاہر ہوتا، بڑا کرنا کے معنی میں ہے۔ اسی سے لفظ تناہد ہے۔ جس کے معنی سفر کے سب رفیقوں کا ایک معین روپیہ یا راشن تو شے جمع کرنا کہ اس سے سفر کی خوردنی ضروریات کو مساوی طور پر پورا کیا جائے یہاں ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

۲۴۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ (۲۳۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان، انہوں نے کہا ہم سے او زاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالنجاشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح کرتے، انسیں دس حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہم اس کا پکا ہوا گوشت بھی کھایتے۔

تشریح حَدَّثَنَا الأوزاعيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((كَمَا نَصَّلَيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَتَسْخِرْ جَزْرُوا فَتَقْسِمُ عَشْرَ قَسْمًا، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ)).

تشریح اس حدیث سے لکھتا ہے کہ آپ ﷺ عصر کی نماز ایک مش پر پڑھا کرتے تھے ورنہ دو مشل سایہ پر جو کوئی عصر کی نماز پڑھے گا تو اتنے وقت میں اس کے لیے یہ کام پورا کرنا مشکل ہے۔ اس حدیث سے باب کامطلب یوں لکھتا ہے کہ اونٹ کا گوشت یوں اندازے سے تقسیم کیا جاتا تھا۔ (وحیدی)

۲۴۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ أَسَمَّةَ عَنْ بُرَيْدَةِ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْأَشْعَرِيَّنِ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْفَزْوِ أَزْ قَلْ طَعَامٌ عَيَالَهُمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانُ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَأَجْدَبٍ، ثُمَّ افْتَسَمُوا

بِيَنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسُّوَيْةِ، فَهُمْ مِنِي
برتن سے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا
وَأَنَا مِنْهُمْ)).

یعنی وہ خاص میرے طریق اور میری سنت پر ہیں۔ اور میں ان کے طریق پر ہوں۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ سفر یا حضرت میں تو شوں
کا مال لیتا اور برابر برابر بانت لیتا مستحب ہے۔ باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ و مطابقه للترجمہ توحذ من قوله جمعوا ما كان
عندهم في ثوب واحد ثم اقسموه بينهم (عدمه القاری)

باب جمال دو سماجیوں کے ساتھے کا ہو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرما کر لیں

(۲۳۸۷) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن شنی نے بیان کیا، انسوں نے کہا
کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ مجھ سے ثامد
بن عبد اللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان
کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوٰۃ کا بیان تحریر کیا
تحاگر رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب کسی
مال میں دو آدمی سماجی ہوں تو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر
برابر مجرما کر لیں۔

۲- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيلِنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعانِ بَيْنَهُمَا بِالسُّوَيْةِ فِي الصَّدَقَةِ

۲۴۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْمُتَشَّنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي
ثَمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسِ أَنَّ أَنَسًا
حَدَّثَهُ: ((أَنَّ أَبَابِكْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ
لَهُ فَرِيقَةً الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيلِنِ فَإِنَّهُمَا
يَتَرَاجَعانِ بَيْنَهُمَا بِالسُّوَيْةِ)).

[راجع: ۱۴۴۸]

جب زکوٰۃ کیا مال دو یا تین سماجیوں میں مشترک ہو۔ یعنی سب کا سماجھا ہو اور زکوٰۃ کا تحصیلدار ایک سماجھی سے کل زکوٰۃ وصول کر
لے تو وہ دوسرے سماجیوں کے حصے کے موافق ان سے مجرما لے اور زکوٰۃ کے اوپر دوسرے خرچوں کا بھی قیاس ہو سکے گا۔ پس اس
طرح سے اس حدیث کو شرکت سے تعلق ہوا۔

باب بکریوں کا بانٹنا

(۲۳۸۸) ہم سے علی بن حکم انصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے
ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسروق نے، ان سے عبایہ بن
رفاعہ بن رافع بن خدیج بن خثیر نے اور ان سے ان کے وادا (رافع بن
خدیج بن خثیر) نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام
ذوالحیفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو بھوک گئی۔ ادھر (غینیت
میں) اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ انسوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ
لشکر کے پیچھے کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی کی اور (تقسیم سے
پہلے ہی) اذخ کر کے ہاتھیاں چڑھا دیں۔ لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ نے

۳- بَابُ قِسْمَةِ الْغَنِيمَةِ

۲۴۸۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ
الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ
بْنِ خَدِيفَجَ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: ((كُنَا مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ بِدِي الْحَنِيفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُونَغٌ،
فَأَصَابُوا إِيلَاءً وَغَنِيمَةً قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ
ﷺ فِي أَخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجَلُوا وَذَبَحُوا
وَنَصَبُوا الْقَدُورَ، فَأَفَمَرَ النَّبِيُّ
ﷺ بِالْقَدُورِ

فَأَكْفَنَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْفَتَنِ
بِعَيْرٍ، فَدَدَ مِنْهَا بَعْيَرٍ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ،
وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوَى
رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَجَسَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ:
إِنَّ لِهَذِهِ النَّهَايَةِ أَوَابِدٌ كَوَابِدُ الْوَحْشِ،
فَمَا غَلَبْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا، فَقَالَ
جَدِّي: إِنَا نَرْجُوا - أَوْ نَخَافُ - الْعَدُوَّ
غَدَاء، وَلَيْسَتْ مُدَى، أَفَنَذَبْ بِالْفَصَبْ؟
قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ
فَكُلُّهُ، لَيْسَ السُّنْنَ وَالظُّفُرُ، وَسَاحِدُكُمْ
عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السُّنْنُ فَفَطِمْ، وَأَمَّا الظُّفُرُ
فَمُدَى الْحَبَشَةِ).

[اطرافہ فی: ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸،
۵۰۰۳، ۵۰۰۶، ۵۰۰۹، ۵۵۴۳]

[۵۵۴۴]

۔

لَئِنْ شَرِحْ وہ ناخن ہی سے جانور کائٹے ہیں، تو ایسا کرنے میں ان کی مشابحت ہے۔ امام نووی **لَئِنْ شَرِحْ** نے کماک ناخن خواہ بدن میں لگا ہوا ہوا ہو یا جدا کیا ہوا ہو، پاک ہو یا بخس کی حالت میں اس سے ذبح کا جائز نہیں۔ ترجیح باب کی مطالیقت ظاہر ہے کہ آخرت شریح نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برادر کیا۔ ہاتھیوں کو اس لیے اونڈھا کر دیا گیا کہ ان میں جو گوشت پکایا جا رہا تھا وہ ناجائز تھا۔ نے کھانا مسلمانوں کے لیے حلال نہ تھا۔ لہذا آپ **لَئِنْ شَرِحْ** نے ان کا گوشت ضائع کر دیا۔ دیوبندی حنفی ترجیح بخاری میں یہاں لکھا گیا ہے کہ ”ہاتھیوں کے الٹ دینے کا مطلب یہ کہ (یعنی تقسیم کرنے کیلئے ان سے گوشت نکال لیا گیا)۔ (دیکھو تفصیل البخاری دیوبندی ص ۱۳۲ پ ۹)

یہ مفہوم کتنا غلط ہے۔ اس کا اندازہ حاشیہ صحیح بخاری شریف مطبوعہ کراچی جلد اول ص ۳۳۸ کی عبارت ذیل سے لکھا جاسکتا ہے۔ **لَئِنْ شَرِحْ** صاحب جو غالباً حنفی ہیں فرماتے ہیں۔ فاکفت ای القلب و رمیت و اربع ما فیها و هو من الاکفاء قيل العاامر بالاکفاء لانهم ذبحوا الغنم قبل ان یقسم فلم یطبع له بذلك لیعنی ان ہاتھیوں کو اٹا کر دیا گیا، کر دیا گیا اور جوان میں تھا وہ سب بملود یا گیا۔ حدیث کا لفظ اکفت مصدر اکفاء سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے گرانے کا حکم اس لیے صادر فرمایا کہ انہوں نے بکریوں کو مل نہیں کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی ذبح کر ڈالا تھا۔ آپ **لَئِنْ شَرِحْ** کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ اس تحریک سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حنفی مذکورہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب دودو سمجھو ریں ملا کر کھانا کسی شریک کو جائز نہیں جب

۴ - بَابُ الْقُرْآنِ فِي التَّفْرِيْقِ بَيْنَ

تک دوسرے ساتھ والوں سے اجازت نہ لے

(۲۳۸۹) ہم سے خلاد بن یحیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا ہم سے جبلہ بن حیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کو اجازت کے بغیر (دسترخان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

(۲۳۹۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہمارا قیام مدینۃ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا۔ عبد اللہ بن زیبر رضی اللہ عنہما میں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گزرتے ہوئے یہ کہ جیسا کرتے تھے کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کرنہ کھانا کیونکہ نبی کرم نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

الشُّرْكَاءِ حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُ أَصْحَابَهُ

۲۴۸۹ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَىٰ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ثُورَىٰ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُعْدِيْمَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْرَءَ الرَّجُلَ بَنْ الْعَزَّارِيْنَ جَمِيقًا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ)). [راجح: ۲۴۵۵]

۲۴۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: ((كَتَبَ بِالْمَدِينَةِ فَاصَابَتْهَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الرَّمِيزِ يَرْزُقُهَا الشَّفَرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْرُّ بِنَاهِيَةِ قَيْقَوْنَىٰ تَقْرَئُوا، فَلَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلَ مِنْكُمْ أَحَادِيْهِ)).

[راجح: ۲۴۵۵]

الحمد للہ نوال پارہ ختم ہوا۔